toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ

محدّث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

کے

ایسے تقریباً ایک ہزار فتاویٰ کا مجموعہ جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور ابتک غیر مطبوعہ یا ناپید تھے

تلاش، جمع و ترتیب اور حواشی

نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر

حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفر نگر) یوپی، انڈیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدثِ دوراں، افقہ زماں حضرت مفتی

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

تلاش، تحقیق، ترتیب، حواشی ومقدمہ: نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب

مزید حواشی وافادات: شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

معاونینِ خصوصی: مفتی محمد اقبال صاحب + مفتی محمد امجد حسین صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدّث دوراں، فقیہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

کے ایسے تقریباً ایک ہزار فتاویٰ کا مجموعہ جو فتاویٰ رشیدیہ
میں شامل نہیں اور ابتک غیر مطبوعہ یا ناپید تھے

تلاش، جمع و ترتیب اور حواشی

نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر

حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ ضلع پربدھ نگر (مظفر نگر) یوپی، انڈیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے
تقریباً ایک ہزار ایسے فتاویٰ کا مجموعہ
جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور چند کے علاوہ تمام غیر مطبوعہ اور نہایت
نادر و کم یاب تھے

جمع و ترتیب حواشی اور مقدمہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مزید حواشی و افادات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دام ظلہ
شیخ الحدیث و صدر المدرسین، دار العلوم دیوبند

ناشر
حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی
کاندھلہ، ضلع سہارنپور (مظفر نگر) یوپی - انڈیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

© Noorul Hasan Rashid Kandhlavi

BAQIYAT-E- FATAWA RASHIDIA

Compiled by,Footnotes & Preface :

Noorul Hasan Rashid Kandhlavi

جملہ حقوق نشر و طباعت برائے جامع و مرتب محفوظ ہیں!

پاکستان میں ہماری تمام مؤلفات و مطبوعات اور باقیات فتاویٰ رشیدیہ کے جملہ حقوق طباعت

جناب سجاد الٰہی صاحب

271A لوہا بازار، مال گودام روڈ، لاہور: ۵۳۹۲۷

Ph: 3004682752

کے نام محفوظ ہیں۔

اشاعت کے خواہاں اصحاب اور ادارے سجاد الٰہی صاحب سے رابطہ فرمائیں۔

پاکستان میں، ہماری کتابوں کی طباعت کے لئے جن اداروں یا شخصیات کے نام، ہماری گذشتہ کتابوں پر چھپے ہیں، وہ سب منسوخ اور کالعدم ہیں۔

کتاب : باقیات فتاویٰ رشیدیہ

فتاویٰ : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

جمع و ترتیب اور حاشیہ مقدمہ وغیرہ: نور الحسن راشد کاندھلوی

کل صفحات:

الف : ابتدا اور فہرست مندرجات

ب: مقدمہ و متعلقات

ج : اصل کتاب مع ضمائم

طبع اول : ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ/ مارچ ۲۰۱۲ء

قیمت : تین سو پچاس روپے/350

کمپوزنگ: شہاب الدین قاسمی بستوی [مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ، مظفر نگر یوپی]

مطبع : ایچ۔ ایس آفسیٹ پرنٹرس، دریا گنج، نئی دہلی فون: 23244240

ناشر

حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع پربدھ نگر (مظفر نگر) یوپی، انڈیا

Mufti Elahi Bakhsh Academy

KAULVIYAN- KANDHLAB Distt. Parbudh Nagar.247775

Mb.09358667219

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ

فتاویٰ

محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبَّنَا

تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول، کچھ میں نے چنے ہیں، ان کے دامن کے لئے

[اقبال]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مشتملات

ایک نظر میں

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	آغاز وابتداء	۳
۲	فہرست مقدمہ	۸
۳	فہرست مندرجات باقیات فتاوی رشیدیہ	۱۲
۴	توثیق حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب	۵۱
۵	کلمات خیر وبرکت حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی	۵۲
۶	تصدیق وتعلیق حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری	۵۳
۷	تحسین حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی	۵۵
۸	معروضاتِ مؤلف	۵۶
۹	فہرست مقدمہ [حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ]	۶۷
۱۰	توضیح واشارات ومخففات کتب ومجموعہ فتاویٰ [جن سے یہ فتاویٰ اخذ کئے گئے ہیں]	الف، ب
۱۱	آغاز باقیات فتاویٰ رشیدیہ	۱
۱۲	حضرت مولانا گنگوہی کے آثار علمیہ، خودنوشت فتاویٰ اور فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی اور قدیم اہم طباعتوں کے عکس	از: ۶۰۱ تا: ۶۰۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مضامین مقدمہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ

اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	وطنی تاریخی پس منظر	۶۸
۲	شجرۂ نسب	۷۰
۳	والد ماجد	۷۰
۴	ولادت وطفولیت	۷۱
۵	ابتدائی تعلیم اور ان کے استاذ	۷۱
۶	حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم کے ہم سبق ہونے کی روایات	۷۲
۷	تلاش معاش، ملازمت اور تجارت کتب	۷۳
۸	درس وتعلیم کی ابتدا اور پہلے شاگرد	۷۴
۹	محدثانہ شان اور فقہائے محدثین میں عالی مرتبہ	۷۵
۱۰	صحیح بخاری، ترمذی وغیرہ کی درسی تقریریں	۷۸
۱۱	حضرت کے شاگرد اور مستفیدین کی تعداد ایک اندازہ	۸۰
۱۲	فقہ میں عالی مرتبہ اور شان تفقہ	۸۱
۱۳	ذوق سلوک ومعرفت	۸۳
۱۴	شان سلیمان تونسوی یا شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت کا خیال	۸۴
۱۵	تھانہ بھون کا ایک غیر متوقع سفر اور حضرت حاجی صاحب سے اچانک بیعت	۸۴
۱۶	مولانا شیخ محمد صاحب سے اختلاف اور مناظرہ کی روایت پر ایک نظر	۸۵
۱۷	حضرت مولانا سے پہلی بیعت اور افادہ کا سلسلۂ دراز	۸۶
۱۸	بر سبیل تذکرہ	۸۶
۱۹	حضرت مولانا کا ایک اہم خواب اور حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ سے اس کی تعبیر	۸۷
۲۰	سلوک وتربیت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ، خصوصاً حضرت سید آدم بنوری کی تعلیمات، کو پسند کرتے تھے۔	۸۸
۲۱	حضرت مولانا کا مقام ومرتبہ پیر ومرشد کی نگاہ میں	۸۹
۲۲	حضرت گنگوہی خود اپنی نگاہ میں	۸۹
۲۳	حضرت مولانا کا، حضرت حاجی امداد اللہ سے اپنی خاص کیفیات کا تذکرہ	۹۰
۲۴	حضرت حاجی صاحب کا تاثر وارشاد	۹۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۵	متوسلین اور مسافران راہ سلوک کے لئے چند اصول اور ضوابط	۹۰
۲۶	تحریک ۱۸۵۷ء میں شرکت اور اس کی عملی جدوجہد	۹۱
۲۷	مجموعی اصلاحی خدمات نیز دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے فکر ومزاج کی تشکیل	۹۴
۲۸	وفات	۹۷
۲۹	حضرت مولانا گنگوہی اپنوں اور پراؤں کی نظر میں	۹۸
۳۰	حضرت مولانا فضل گنج مرادآبادی کے ارشادات	۹۸
۳۱	حضرت حاجی امداد اللہ کے کلمات عالیہ	۹۸
۳۲	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشادات	۱۰۰
۳۳	مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کی نظر میں مولانا کا مرتبہ	۱۰۱
۳۴	مولانا سید دیدار علی الوری کا نذرانہ محبت وعقیدت	۱۰۲
۳۵	فاضل بریلوی کے والد مولوی نقی علی کے کلمات تحسین	۱۰۲
۳۶	فاضل بریلوی کے ایک معتمد اور خلیفہ مولانا [illegible] کی شہادت اور بند الفاظ	۱۰۳
۳۷	مولف نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحی حسنی کا مشاہدہ [illegible]	۱۰۴

(۲)

فقہ وفتاویٰ نیز فتاویٰ رشیدیہ کے خطی اور مطبوعہ نسخے

۳۸	صنایف	۱۰۶
۳۹	چند شذرہ	۱۰۷
۴۰	[illegible]	۱۱۲
۴۱	۲- مجموعہ مرتبہ مولانا عبدالغفور چندپانوی مکتوبہ ۱۳۱۱ھ	۱۱۳
۴۲	۳- مجموعہ مولانا نظیر حسین فرخ آبادی مکتوبہ غالباً ۱۳۲۱ھ	۱۱۵
۴۳	۴- نسخہ سہارنپور مکتوبہ بحیات حضرت گنگوہی	۱۱۶
۴۳	۵- نسخہ رامپور مکتوبہ بعد وفات حضرت مولانا	۱۱۷
۴۵	۶- [illegible]	۱۱۸
۴۶	۷- [illegible]	۱۱۸
۴۷	۸- درج بالا مجموعوں کے علاوہ متفرق فقہی فتاوی	۱۱۸
۴۸	۹- چند متفرق فقہی فتوے	۱۱۹
۴۹	۱۰- چند فتاوی کے قلمی معتبر نسخے	۱۱۹
۵۰	مطبوعہ مکرر اور نایاب فتاوی	۱۱۹
۵۱	۱۱- الف فیض رشیدیہ	۱۱۹
۵۲	۱۲- ب فتاوی عشر	۱۲۰
۵۳	۱۳- ج رسالہ تحقیق الضاد والصاد	۱۲۰
۵۴	۱۴- حضرت کی زندگی میں شائع ہونے والے متفرق فتوے	۱۲۱
۵۵	[illegible] کی رضامندی سے شائع کئے ہوئے اشتہارات	۱۲۱
۵۶	اشتہار کی صورت میں شائع ہونے والے فتاوی جو میرے پاس موجود ہیں	۱۲۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۷			
۵۸			
۵۹			
۶۰			
۶۱			
۶۲			
۶۳			
۶۴			
۶۵			
۶۶			

۶۷		۱۳۰
۶۸	(الف) نسخہ مرتبہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کی اشاعت کا اعلان	۱۳۰
۶۹		۱۳۱
۷۰	(ب) فتاویٰ رشیدیہ مرتبہ مولانا عزیز الدین	۱۳۱
۷۱		۱۳۲
۷۲		۱۳۲
۷۳		۱۳۳
۷۴		۱۳۳
۷۵		۱۳۴
۷۶		۱۳۵
۷۷		۱۳۶
۷۸		۱۳۶
۷۹		۱۳۷
۸۰		۱۳۷
۸۱		۱۳۸
۸۲		۱۳۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

۹۳	فتاویٰ رشیدیہ کی کتابت کس سنہ سے شروع ہوئی؟	۳۶
۹۴	فتاویٰ کی تاریخ اور سنہ کتابت نقل سے کا اہتمام	۳۶
۹۵	فتاویٰ رشیدیہ میں جدید فتاویٰ کا زمانہ تحریر	۳۶
۹۶	فتاویٰ کا پہلا حصہ اہل مراد آباد و بجنور کے نام فتووں کا ہے	۳۶
۹۷	ایک اور اہتمام	۳۷
۹۸	مولوی عزیز الدین نے پوری زندگی اصل فتاویٰ محفوظ رکھے	۳۷
۹۹	فتاویٰ رشیدیہ کا آخری حصہ کے لئے جدوجہد	۳۷
۹۰	مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ کا چوتھا اور پانچواں حصہ	۳۸
۹۱	پہلی طباعت	۳۸
۹۲	حصہ دوم کی پہلی اشاعت	۳۸
۹۳	تاریخ طبع	۳۹
۹۴	نعمۃ الشیخ	۳۹
۹۵	حصہ سوم کی پہلی اشاعت	۳۹
۹۶	حصہ چہارم و پنجم کی کتابت و طباعت	۴۰
۹۷	اغلاط	۴۰
۹۸	مطبوعہ حصوں کی غیر اشاعتیں	۴۰
۹۹	اشاعت دوم ۱۳۰۱ھ	۴۵
۱۰۰	اشاعت سوم ۱۳۰۱ھ	۴۵
۱۰۱	فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول طبع ثالث	۴۵
۱۰۲	حصہ سوم کی اشاعت دوم	۴۹
۱۰۳	[illegible]	۴۹
۱۰۴	مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ جامع مسجد دہلی ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۵۲ھ	۴۹
۱۰۵	کتب خانہ رحیمیہ سے شائع چند اور شہادتیں	۵۰
۱۰۶	[illegible] فتاویٰ رشیدیہ	۵۰
۱۰۷	[illegible]	۵۰
۱۰۸	فتاویٰ سے ملفوظات سے ماخوذ [illegible]	۵۰
۱۰۹	تقریظات رشیدیہ	۵۱
۱۱۰	پیشوائے زمانہ	۵۳
۱۱۱	فتاویٰ رشیدیہ کی تدوین مسائل اور تحقیق [illegible]	۵۵
۱۱۲	حضرت مفتی عنایت اللہ کی نظر ان میں [illegible] فتاویٰ رشیدیہ کی تائید	۵۹
۱۱۳	حاشیہ مرتبہ مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی	۵۰
۱۱۴	حاشیہ مرتبہ مفتی محمد یوسف (دیوبند غالباً ۱۳۲۹ھ)	۵۰
۱۱۵	حاشیہ مطبوعہ آگرہ خشک و بلاسہ	۵۰
۱۱۶	خلاصہ فتاویٰ رشیدیہ قلمی	۵۱
۱۱۷	فتاویٰ رشیدیہ پر ہندو شہادت [illegible]	۵
۱۱۸	غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد	۵۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

فہرست مندرجات

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

پہلا باب

کتاب الایمان والعقائد

ایمان اور کفر کے مباحث ومتعلقات

فتاویٰ نمبر	مندرجات ومسائل	صفحہ
۱	ایمان اور اسلام کی پہچان اور ان کا باہمی امتیاز کیا ہے؟	۱
۲	مسلم اور مؤمن میں فرق؟	۱
۳	کافر اور مشرک کی پہچان؟	۱
۴	اللہ تعالیٰ کی خاص صفات کا کسی اور کے لئے ثابت ماننا؟	۲
۵	مؤمن وہ ہے جو خاتمہ ہو جائے ... پہلوؤں سے ہو	۳
۶	ایمان اور دل کا فعل حادث؟	۳
۷	کلمات کفر کا ارتکاب اور اس کا حکم؟	۳
۸	قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کا منسوخ ہونا کس طرح ثابت ہے؟	۵
۹	قرآن کریم کے الفاظ کو تصرف کر کے پڑھنا؟	۵
۱۰	مزارات اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا؟	۵
۱۱	طواف قبور کے شرک ہونے اور قیام تعظیمی کے شرک نہ ہونے کی وجہ؟	۷
۱۲	کعبہ کے علاوہ اور مسجدوں کے طواف میں کفر کا خوف ہے	۸
۱۳	جس سے جان بوجھ کر یا استہزاء کلمہ کفر سرزد ہو اس کے اعمال کا کیا حکم ہے؟	۹
۱۴	ایمان کم زیادہ ہوتا ہے، یا نہیں؟	۹
۱۵	ایمان کے کم زیادہ ہونے میں علماء کے اختلاف کی نوعیت؟	۹
۱۶	ایمان میں تجزی کا مسئلہ؟	۱۱
۱۷	دین میں مشتبہ امور سے احتیاط ضروری ہے	۱۲
۱۸	یاس کی توبہ مقبول ہے ایمان قبول نہیں؟	۱۳
۱۹	تقدیر کا منکر گمراہ ہے	۱۴
۲۰	علماء اور دینی کتابوں کی توہین کرنے والا فاسق اور بددین ہے۔	۱۴
۲۱	کسی مسلمان کو بلا کسی وجہ کے کافر کہنا؟	۱۵
۲۲	دنیاوی معاملات کی وجہ سے کسی عالم کو برا کہنا؟	۱۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۳	نیچریوں کے متعلق کیا حکم ہے؟	۱۷
۲۴	یزید کو کافر کہنا کیسا ہے؟	۱۷
۲۵	مروان بن الحکم کے متعلق چند سوالات	۱۷
۲۶	اہل عرب کے جو اقوال خلاف شریعت ہوں وہ مردود ہیں	۱۸

"شیعیت"

۲۷	ہندوستان کے شیعوں کا کافر ہونا راجح ہے	۱۹
۲۸	فضیلت شیخین کا منکر رافضی ہے	۱۹
۲۹	حضرات شیخین کی حضرت علیؓ پر فضیلت قطعی ہے یا ظنی؟	۲۳
۳۰	کمالات ولایت کی وجہ سے حضرت علیؓ کی افضلیت کا درجہ؟	۲۴
۳۱	حضرت علیؓ کی تدفین سے متعلق ایک معروف روایت کی حقیقت	۲۸
۳۲	حضرات حسنینؓ حضرت امیر معاویہؓ سے افضل ہیں	۲۸
۳۳	حضرت حسین نے یزید سے بیعت کیوں نہیں کی تھی؟	۲۸
۳۴	یزید کی خلافت کے انعقاد اور حضرت حسین کے خروج کی تحقیق	۲۹
۳۵	سب شیخینؓ کفر ہے تو قاتلان حسین کیوں کافر نہیں؟	۳۰
۳۶	حضرت حسینؓ کا سر مبارک کہاں دفن ہے؟	۳۰
۳۷	حضرات حسنینؓ سے منسوب ایک بے حقیقت قصے کا تذکرہ	۳۰
۳۸	سر الشہادتین میں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان کی کیا حیثیت ہے؟	۳۲
۳۹	حضرت علی کی تلوار کہاں گئی؟	۳۳

مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت

۴۰	مرزا قادیانی کا مثیل عیسیٰ ہونے کا عقیدہ قرآن سنت اور سلف وخلف کے خلاف ہے۔	۳۳
۴۱	نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار عقیدہ مختومہ ناصواب و ناحق	۳۴
۴۲	مرزا غلام احمد جو بشارت عیسیٰ و مہدی کو اپنے پر منطبق کرتے ہیں وہ اس کے لائق ہیں	۳۵
۴۳	مرزا غلام احمد کا خیال القائے شیطانی ہے	۳۵
۴۴	مرزا حدیث شریف کے مطابق، ایک کذاب و دجال پیدا ہوا ہے	۳۶

مرزا قادیانی اور قادیانیت کے متعلق علمائے دیوبند کے فتاویٰ

الف	فتویٰ، حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی	۳۶
ب	فتویٰ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی	۳۶
ج	فتویٰ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی	۳۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتوی حضرت مولانا گنگوہی

۴۵ [illegible] ۲۷

۴۶ [illegible] ۲۷

ندورمت کے احکام

۴۷ [illegible] ۲۸

۴۸ [illegible] ۲۹

۴۹ [illegible] ۲۹

اولیاء کرام حق تعالیٰ سے مانگنے

سے اس اور مجبور مخلص ہیں

۵۰ [illegible] ۷۰

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۵۱ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو ندا کرنا اور کسی سے مدد چاہنا

۵۲ [illegible] ۵۱

[illegible]

وجہ سے آپ تک اللہ کو ندا کرنا جائز نہیں

۵۴ بزرگوں سے نام سے حق تعالیٰ سے توسل ۵۷

جائز ہے

۵۵ غیر اللہ سے مدد مانگنا یا عاجز کرنا شرک ہے؟ ۵۸

۵۶ [illegible] ۶۱

[illegible]

۵۷ [illegible] ۶۱

[illegible]

۵۸ [illegible] ۶۰

[illegible]

۵۹ [illegible] ۶۲

[illegible]

[illegible]

۶۰ [illegible] ۶۸

۶۱ [illegible] ۶۹

[illegible]

۶۲ [illegible] [illegible]

[illegible]

بدعات ورسومات

میلاد اور قیام

۲۴ [illegible] ۸۱

۲۵ مجلس میلاد کی عرصہ کراہت میں ۸۲

۲۶ [illegible]

۲۷ مروجہ مجالس مولود وصف میں ۸۵

۲۸ مجلس میلاد اور قیام کی شرعی حیثیت ۸۸

۲۹ [illegible] ۹

[illegible]

۳۰ میلاد میں قیام کے موضوع اور وضعی ۸۲
ہونے کی بحث

۳۱ محفل ذکر ولادت کا شرعی حکم ۹۲

۳۲ ذکر ولادت کے لئے خاص تاریخ سے ۹۲
[illegible]

عاشورا و محرم سے متعلق

احکام و مسائل

۳۳ [illegible] ۹۳

[illegible]

۳۴ [illegible] ۹۵

[illegible]

۳۵ [illegible] ۹۸

[illegible] ۱۰۰

[illegible] ۱۰۱

[illegible] ۱۰۲

[illegible] ۱۰۳

[illegible] ۱۰۴

[illegible] ۱۰۵

[illegible] ۱۰۶

[illegible] ۱۰۷

[illegible] ۱۰۸

[illegible] ۱۰۹

[illegible] ۱۱۰

[illegible] ۱۱۱

[illegible] ۱۱۲

[illegible] ۱۱۳

[illegible] ۱۱۴

[illegible] ۱۱۵

[illegible] ۱۱۶

[illegible] ۱۱۷

[illegible] ۱۱۸

[illegible] ۱۱۹

[illegible] ۱۲۰

[illegible] ۱۲۱

[illegible] ۱۲۲

[illegible] ۱۲۳

[illegible] ۱۲۴

[illegible] ۱۲۵

[illegible] ۱۲۶

[illegible] ۱۲۷

[illegible] ۱۲۸

[illegible] ۱۲۹

[illegible] ۱۳۰

[illegible] ۱۳۱

[illegible] ۱۳۲

[illegible] ۱۳۳

[illegible] ۱۳۴

[illegible] ۱۳۵

[illegible] ۱۳۶

[illegible] ۱۳۷

[illegible] ۱۳۸

[illegible] ۱۳۹

[illegible] ۱۴۰

[illegible] ۱۴۱

[illegible] ۱۴۲

[illegible] ۱۴۳

[illegible] ۱۴۴

[illegible] ۱۴۵

[illegible] ۱۴۶

[illegible] ۱۴۷

[illegible] ۱۴۸

[illegible] ۱۴۹

[illegible] ۱۵۰

[illegible] ۱۵۱

[illegible] ۱۵۲

[illegible] ۱۵۳

[illegible] ۱۵۴

[illegible] ۱۵۵

[illegible] ۱۵۶

[illegible] ۱۵۷

[illegible] ۱۵۸

[illegible] ۱۵۹

[illegible] ۱۶۰

[illegible] ۱۶۱

[illegible] ۱۶۲

[illegible] ۱۶۳

[illegible] ۱۶۴

[illegible] ۱۶۵

[illegible] ۱۶۶

[illegible] ۱۶۷

[illegible] ۱۶۸

[illegible] ۱۶۹

[illegible] ۱۷۰

[illegible] ۱۷۱

[illegible] ۱۷۲

[illegible] ۱۷۳

[illegible] ۱۷۴

[illegible] ۱۷۵

[illegible] ۱۷۶

[illegible] ۱۷۷

[illegible] ۱۷۸

[illegible] ۱۷۹

[illegible] ۱۸۰

[illegible] ۱۸۱

[illegible] ۱۸۲

[illegible] ۱۸۳

[illegible] ۱۸۴

[illegible] ۱۸۵

[illegible] ۱۸۶

[illegible] ۱۸۷

[illegible] ۱۸۸

[illegible] ۱۸۹

[illegible] ۱۹۰

[illegible] ۱۹۱

[illegible] ۱۹۲

[illegible] ۱۹۳

[illegible] ۱۹۴

[illegible] ۱۹۵

[illegible] ۱۹۶

[illegible] ۱۹۷

[illegible] ۱۹۸

[illegible] ۱۹۹

[illegible] ۲۰۰

[illegible] ۲۰۱

[illegible] ۲۰۲

[illegible] ۲۰۳

[illegible] ۲۰۴

[illegible] ۲۰۵

[illegible] ۲۰۶

[illegible] ۲۰۷

[illegible] ۲۰۸

[illegible] ۲۰۹

[illegible] ۲۱۰

[illegible] ۲۱۱

[illegible] ۲۱۲

[illegible] ۲۱۳

[illegible] ۲۱۴

[illegible] ۲۱۵

[illegible] ۲۱۶

[illegible] ۲۱۷

[illegible] ۲۱۸

[illegible] ۲۱۹

[illegible] ۲۲۰

[illegible] ۲۲۱

[illegible] ۲۲۲

[illegible] ۲۲۳

[illegible] ۲۲۴

[illegible] ۲۲۵

[illegible] ۲۲۶

[illegible] ۲۲۷

[illegible] ۲۲۸

[illegible] ۲۲۹

[illegible] ۲۳۰

[illegible] ۲۳۱

[illegible] ۲۳۲

[illegible] ۲۳۳

[illegible] ۲۳۴

[illegible] ۲۳۵

[illegible] ۲۳۶

[illegible] ۲۳۷

[illegible] ۲۳۸

[illegible] ۲۳۹

[illegible] ۲۴۰

[illegible] ۲۴۱

[illegible] ۲۴۲

[illegible] ۲۴۳

[illegible] ۲۴۴

[illegible] ۲۴۵

[illegible] ۲۴۶

[illegible] ۲۴۷

[illegible] ۲۴۸

[illegible] ۲۴۹

[illegible] ۲۵۰

[illegible] ۲۵۱

[illegible] ۲۵۲

[illegible] ۲۵۳

[illegible] ۲۵۴

[illegible] ۲۵۵

[illegible] ۲۵۶

[illegible] ۲۵۷

[illegible] ۲۵۸

[illegible] ۲۵۹

[illegible] ۲۶۰

[illegible] ۲۶۱

[illegible] ۲۶۲

[illegible] ۲۶۳

[illegible] ۲۶۴

[illegible] ۲۶۵

[illegible] ۲۶۶

[illegible] ۲۶۷

[illegible] ۲۶۸

[illegible] ۲۶۹

[illegible] ۲۷۰

[illegible] ۲۷۱

[illegible] ۲۷۲

[illegible] ۲۷۳

[illegible] ۲۷۴

[illegible] ۲۷۵

[illegible] ۲۷۶

[illegible] ۲۷۷

[illegible] ۲۷۸

[illegible] ۲۷۹

[illegible] ۲۸۰

[illegible] ۲۸۱

[illegible] ۲۸۲

[illegible] ۲۸۳

[illegible] ۲۸۴

[illegible] ۲۸۵

[illegible] ۲۸۶

[illegible] ۲۸۷

[illegible] ۲۸۸

[illegible] ۲۸۹

[illegible] ۲۹۰

[illegible] ۲۹۱

[illegible] ۲۹۲

[illegible] ۲۹۳

[illegible] ۲۹۴

[illegible] ۲۹۵

[illegible] ۲۹۶

[illegible] ۲۹۷

[illegible] ۲۹۸

[illegible] ۲۹۹

[illegible] ۳۰۰

[illegible] ۳۰۱

[illegible] ۳۰۲

[illegible] ۳۰۳

[illegible] ۳۰۴

[illegible] ۳۰۵

[illegible] ۳۰۶

[illegible] ۳۰۷

[illegible] ۳۰۸

[illegible] ۳۰۹

[illegible] ۳۱۰

[illegible] ۳۱۱

[illegible] ۳۱۲

[illegible] ۳۱۳

[illegible] ۳۱۴

[illegible] ۳۱۵

[illegible] ۳۱۶

[illegible] ۳۱۷

[illegible] ۳۱۸

[illegible] ۳۱۹

[illegible] ۳۲۰

[illegible] ۳۲۱

[illegible] ۳۲۲

[illegible] ۳۲۳

[illegible] ۳۲۴

[illegible] ۳۲۵

[illegible] ۳۲۶

[illegible] ۳۲۷

[illegible] ۳۲۸

[illegible] ۳۲۹

[illegible] ۳۳۰

[illegible] ۳۳۱

[illegible] ۳۳۲

[illegible] ۳۳۳

[illegible] ۳۳۴

[illegible] ۳۳۵

[illegible] ۳۳۶

[illegible] ۳۳۷

[illegible] ۳۳۸

[illegible] ۳۳۹

[illegible] ۳۴۰

[illegible] ۳۴۱

[illegible] ۳۴۲

[illegible] ۳۴۳

[illegible] ۳۴۴

[illegible] ۳۴۵

[illegible] ۳۴۶

[illegible] ۳۴۷

[illegible] ۳۴۸

[illegible] ۳۴۹

[illegible] ۳۵۰

[illegible] ۳۵۱

[illegible] ۳۵۲

[illegible] ۳۵۳

[illegible] ۳۵۴

[illegible] ۳۵۵

[illegible] ۳۵۶

[illegible] ۳۵۷

[illegible] ۳۵۸

[illegible] ۳۵۹

[illegible] ۳۶۰

[illegible] ۳۶۱

[illegible] ۳۶۲

[illegible] ۳۶۳

[illegible] ۳۶۴

[illegible] ۳۶۵

[illegible] ۳۶۶

[illegible] ۳۶۷

[illegible] ۳۶۸

[illegible] ۳۶۹

[illegible] ۳۷۰

[illegible] ۳۷۱

[illegible] ۳۷۲

[illegible] ۳۷۳

[illegible] ۳۷۴

[illegible] ۳۷۵

[illegible] ۳۷۶

[illegible] ۳۷۷

[illegible] ۳۷۸

[illegible] ۳۷۹

[illegible] ۳۸۰

[illegible] ۳۸۱

[illegible] ۳۸۲

[illegible] ۳۸۳

[illegible] ۳۸۴

[illegible] ۳۸۵

[illegible] ۳۸۶

[illegible] ۳۸۷

[illegible] ۳۸۸

[illegible] ۳۸۹

[illegible] ۳۹۰

[illegible] ۳۹۱

[illegible] ۳۹۲

[illegible] ۳۹۳

[illegible] ۳۹۴

[illegible] ۳۹۵

[illegible] ۳۹۶

[illegible] ۳۹۷

[illegible] ۳۹۸

[illegible] ۳۹۹

[illegible] ۴۰۰

[illegible] ۴۰۱

[illegible] ۴۰۲

[illegible] ۴۰۳

[illegible] ۴۰۴

[illegible] ۴۰۵

[illegible] ۴۰۶

[illegible] ۴۰۷

[illegible] ۴۰۸

[illegible] ۴۰۹

[illegible] ۴۱۰

[illegible] ۴۱۱

[illegible] ۴۱۲

[illegible] ۴۱۳

[illegible] ۴۱۴

[illegible] ۴۱۵

[illegible] ۴۱۶

[illegible] ۴۱۷

[illegible] ۴۱۸

[illegible] ۴۱۹

[illegible] ۴۲۰

[illegible] ۴۲۱

[illegible] ۴۲۲

[illegible] ۴۲۳

[illegible] ۴۲۴

[illegible] ۴۲۵

[illegible] ۴۲۶

[illegible] ۴۲۷

[illegible] ۴۲۸

[illegible] ۴۲۹

[illegible] ۴۳۰

[illegible] ۴۳۱

[illegible] ۴۳۲

[illegible] ۴۳۳

[illegible] ۴۳۴

[illegible] ۴۳۵

[illegible] ۴۳۶

[illegible] ۴۳۷

[illegible] ۴۳۸

[illegible] ۴۳۹

[illegible] ۴۴۰

[illegible] ۴۴۱

[illegible] ۴۴۲

[illegible] ۴۴۳

[illegible] ۴۴۴

[illegible] ۴۴۵

[illegible] ۴۴۶

[illegible] ۴۴۷

[illegible] ۴۴۸

[illegible] ۴۴۹

[illegible] ۴۵۰

[illegible] ۴۵۱

[illegible] ۴۵۲

[illegible] ۴۵۳

[illegible] ۴۵۴

[illegible] ۴۵۵

[illegible] ۴۵۶

[illegible] ۴۵۷

[illegible] ۴۵۸

[illegible] ۴۵۹

[illegible] ۴۶۰

[illegible] ۴۶۱

[illegible] ۴۶۲

[illegible] ۴۶۳

[illegible] ۴۶۴

[illegible] ۴۶۵

[illegible] ۴۶۶

[illegible] ۴۶۷

[illegible] ۴۶۸

[illegible] ۴۶۹

[illegible] ۴۷۰

[illegible] ۴۷۱

[illegible] ۴۷۲

[illegible] ۴۷۳

[illegible] ۴۷۴

[illegible] ۴۷۵

[illegible] ۴۷۶

[illegible] ۴۷۷

[illegible] ۴۷۸

[illegible] ۴۷۹

[illegible] ۴۸۰

[illegible] ۴۸۱

[illegible] ۴۸۲

[illegible] ۴۸۳

[illegible] ۴۸۴

[illegible] ۴۸۵

[illegible] ۴۸۶

[illegible] ۴۸۷

[illegible] ۴۸۸

[illegible] ۴۸۹

[illegible] ۴۹۰

[illegible] ۴۹۱

[illegible] ۴۹۲

[illegible] ۴۹۳

[illegible] ۴۹۴

[illegible] ۴۹۵

[illegible] ۴۹۶

[illegible] ۴۹۷

[illegible] ۴۹۸

[illegible] ۴۹۹

[illegible] ۵۰۰

[illegible] ۵۰۱

[illegible] ۵۰۲

[illegible] ۵۰۳

[illegible] ۵۰۴

[illegible] ۵۰۵

[illegible] ۵۰۶

[illegible] ۵۰۷

[illegible] ۵۰۸

[illegible] ۵۰۹

[illegible] ۵۱۰

[illegible] ۵۱۱

[illegible] ۵۱۲

[illegible] ۵۱۳

[illegible] ۵۱۴

[illegible] ۵۱۵

[illegible] ۵۱۶

[illegible] ۵۱۷

[illegible] ۵۱۸

[illegible] ۵۱۹

[illegible] ۵۲۰

[illegible] ۵۲۱

[illegible] ۵۲۲

[illegible] ۵۲۳

[illegible] ۵۲۴

[illegible] ۵۲۵

[illegible] ۵۲۶

[illegible] ۵۲۷

[illegible] ۵۲۸

[illegible] ۵۲۹

[illegible] ۵۳۰

[illegible] ۵۳۱

[illegible] ۵۳۲

[illegible] ۵۳۳

[illegible] ۵۳۴

[illegible] ۵۳۵

[illegible] ۵۳۶

[illegible] ۵۳۷

[illegible] ۵۳۸

[illegible] ۵۳۹

[illegible] ۵۴۰

[illegible] ۵۴۱

[illegible] ۵۴۲

[illegible] ۵۴۳

[illegible] ۵۴۴

[illegible] ۵۴۵

[illegible] ۵۴۶

[illegible] ۵۴۷

[illegible] ۵۴۸

[illegible] ۵۴۹

[illegible] ۵۵۰

[illegible] ۵۵۱

[illegible] ۵۵۲

[illegible] ۵۵۳

[illegible] ۵۵۴

[illegible] ۵۵۵

[illegible] ۵۵۶

[illegible] ۵۵۷

[illegible] ۵۵۸

[illegible] ۵۵۹

[illegible] ۵۶۰

[illegible] ۵۶۱

[illegible] ۵۶۲

[illegible] ۵۶۳

[illegible] ۵۶۴

[illegible] ۵۶۵

[illegible] ۵۶۶

[illegible] ۵۶۷

[illegible] ۵۶۸

[illegible] ۵۶۹

[illegible] ۵۷۰

[illegible] ۵۷۱

[illegible] ۵۷۲

[illegible] ۵۷۳

[illegible] ۵۷۴

[illegible] ۵۷۵

[illegible] ۵۷۶

[illegible] ۵۷۷

[illegible] ۵۷۸

[illegible] ۵۷۹

[illegible] ۵۸۰

[illegible] ۵۸۱

[illegible] ۵۸۲

[illegible] ۵۸۳

[illegible] ۵۸۴

[illegible] ۵۸۵

[illegible] ۵۸۶

[illegible] ۵۸۷

[illegible] ۵۸۸

[illegible] ۵۸۹

[illegible] ۵۹۰

[illegible] ۵۹۱

[illegible] ۵۹۲

[illegible] ۵۹۳

[illegible] ۵۹۴

[illegible] ۵۹۵

[illegible] ۵۹۶

[illegible] ۵۹۷

[illegible] ۵۹۸

[illegible] ۵۹۹

[illegible] ۶۰۰

[illegible] ۶۰۱

[illegible] ۶۰۲

[illegible] ۶۰۳

[illegible] ۶۰۴

[illegible] ۶۰۵

[illegible] ۶۰۶

[illegible] ۶۰۷

[illegible] ۶۰۸

[illegible] ۶۰۹

[illegible] ۶۱۰

[illegible] ۶۱۱

[illegible] ۶۱۲

[illegible] ۶۱۳

[illegible] ۶۱۴

[illegible] ۶۱۵

[illegible] ۶۱۶

[illegible] ۶۱۷

[illegible] ۶۱۸

[illegible] ۶۱۹

[illegible] ۶۲۰

[illegible] ۶۲۱

[illegible] ۶۲۲

[illegible] ۶۲۳

[illegible] ۶۲۴

[illegible] ۶۲۵

[illegible] ۶۲۶

[illegible] ۶۲۷

[illegible] ۶۲۸

[illegible] ۶۲۹

[illegible] ۶۳۰

[illegible] ۶۳۱

[illegible] ۶۳۲

[illegible] ۶۳۳

[illegible] ۶۳۴

[illegible] ۶۳۵

[illegible] ۶۳۶

[illegible] ۶۳۷

[illegible] ۶۳۸

[illegible] ۶۳۹

[illegible] ۶۴۰

[illegible] ۶۴۱

[illegible] ۶۴۲

[illegible] ۶۴۳

[illegible] ۶۴۴

[illegible] ۶۴۵

[illegible] ۶۴۶

[illegible] ۶۴۷

[illegible] ۶۴۸

[illegible] ۶۴۹

[illegible] ۶۵۰

[illegible] ۶۵۱

[illegible] ۶۵۲

[illegible] ۶۵۳

[illegible] ۶۵۴

[illegible] ۶۵۵

[illegible] ۶۵۶

[illegible] ۶۵۷

[illegible] ۶۵۸

[illegible] ۶۵۹

[illegible] ۶۶۰

[illegible] ۶۶۱

[illegible] ۶۶۲

[illegible] ۶۶۳

[illegible] ۶۶۴

[illegible] ۶۶۵

[illegible] ۶۶۶

[illegible] ۶۶۷

[illegible] ۶۶۸

[illegible] ۶۶۹

[illegible] ۶۷۰

[illegible] ۶۷۱

[illegible] ۶۷۲

[illegible] ۶۷۳

[illegible] ۶۷۴

[illegible] ۶۷۵

[illegible] ۶۷۶

[illegible] ۶۷۷

[illegible] ۶۷۸

[illegible] ۶۷۹

[illegible] ۶۸۰

[illegible] ۶۸۱

[illegible] ۶۸۲

[illegible] ۶۸۳

[illegible] ۶۸۴

[illegible] ۶۸۵

[illegible] ۶۸۶

[illegible] ۶۸۷

[illegible] ۶۸۸

[illegible] ۶۸۹

[illegible] ۶۹۰

[illegible] ۶۹۱

[illegible] ۶۹۲

[illegible] ۶۹۳

[illegible] ۶۹۴

[illegible] ۶۹۵

[illegible] ۶۹۶

[illegible] ۶۹۷

[illegible] ۶۹۸

[illegible] ۶۹۹

[illegible] ۷۰۰

[illegible] ۷۰۱

[illegible] ۷۰۲

[illegible] ۷۰۳

[illegible] ۷۰۴

[illegible] ۷۰۵

[illegible] ۷۰۶

[illegible] ۷۰۷

[illegible] ۷۰۸

[illegible] ۷۰۹

[illegible] ۷۱۰

[illegible] ۷۱۱

[illegible] ۷۱۲

[illegible] ۷۱۳

[illegible] ۷۱۴

[illegible] ۷۱۵

[illegible] ۷۱۶

[illegible] ۷۱۷

[illegible] ۷۱۸

[illegible] ۷۱۹

[illegible] ۷۲۰

[illegible] ۷۲۱

[illegible] ۷۲۲

[illegible] ۷۲۳

[illegible] ۷۲۴

[illegible] ۷۲۵

[illegible] ۷۲۶

[illegible] ۷۲۷

[illegible] ۷۲۸

[illegible] ۷۲۹

[illegible] ۷۳۰

[illegible] ۷۳۱

[illegible] ۷۳۲

[illegible] ۷۳۳

[illegible] ۷۳۴

[illegible] ۷۳۵

[illegible] ۷۳۶

[illegible] ۷۳۷

[illegible] ۷۳۸

[illegible] ۷۳۹

[illegible] ۷۴۰

[illegible] ۷۴۱

[illegible] ۷۴۲

[illegible] ۷۴۳

[illegible] ۷۴۴

[illegible] ۷۴۵

[illegible] ۷۴۶

[illegible] ۷۴۷

[illegible] ۷۴۸

[illegible] ۷۴۹

[illegible] ۷۵۰

[illegible] ۷۵۱

[illegible] ۷۵۲

[illegible] ۷۵۳

[illegible] ۷۵۴

[illegible] ۷۵۵

[illegible] ۷۵۶

[illegible] ۷۵۷

[illegible] ۷۵۸

[illegible] ۷۵۹

[illegible] ۷۶۰

[illegible] ۷۶۱

[illegible] ۷۶۲

[illegible] ۷۶۳

[illegible] ۷۶۴

[illegible] ۷۶۵

[illegible] ۷۶۶

[illegible] ۷۶۷

[illegible] ۷۶۸

[illegible] ۷۶۹

[illegible] ۷۷۰

[illegible] ۷۷۱

[illegible] ۷۷۲

[illegible] ۷۷۳

[illegible] ۷۷۴

[illegible] ۷۷۵

[illegible] ۷۷۶

[illegible] ۷۷۷

[illegible] ۷۷۸

[illegible] ۷۷۹

[illegible] ۷۸۰

[illegible] ۷۸۱

[illegible] ۷۸۲

[illegible] ۷۸۳

[illegible] ۷۸۴

[illegible] ۷۸۵

[illegible] ۷۸۶

[illegible] ۷۸۷

[illegible] ۷۸۸

[illegible] ۷۸۹

[illegible] ۷۹۰

[illegible] ۷۹۱

[illegible] ۷۹۲

[illegible] ۷۹۳

[illegible] ۷۹۴

[illegible] ۷۹۵

[illegible] ۷۹۶

[illegible] ۷۹۷

[illegible] ۷۹۸

[illegible] ۷۹۹

[illegible] ۸۰۰

[illegible] ۸۰۱

[illegible] ۸۰۲

[illegible] ۸۰۳

[illegible] ۸۰۴

[illegible] ۸۰۵

[illegible] ۸۰۶

[illegible] ۸۰۷

[illegible] ۸۰۸

[illegible] ۸۰۹

[illegible] ۸۱۰

[illegible] ۸۱۱

[illegible] ۸۱۲

[illegible] ۸۱۳

[illegible] ۸۱۴

[illegible] ۸۱۵

[illegible] ۸۱۶

[illegible] ۸۱۷

[illegible] ۸۱۸

[illegible] ۸۱۹

[illegible] ۸۲۰

[illegible] ۸۲۱

[illegible] ۸۲۲

[illegible] ۸۲۳

[illegible] ۸۲۴

[illegible] ۸۲۵

[illegible] ۸۲۶

[illegible] ۸۲۷

[illegible] ۸۲۸

[illegible] ۸۲۹

[illegible] ۸۳۰

[illegible] ۸۳۱

[illegible] ۸۳۲

[illegible] ۸۳۳

[illegible] ۸۳۴

[illegible] ۸۳۵

[illegible] ۸۳۶

[illegible] ۸۳۷

[illegible] ۸۳۸

[illegible] ۸۳۹

[illegible] ۸۴۰

[illegible] ۸۴۱

[illegible] ۸۴۲

[illegible] ۸۴۳

[illegible] ۸۴۴

[illegible] ۸۴۵

[illegible] ۸۴۶

[illegible] ۸۴۷

[illegible] ۸۴۸

[illegible] ۸۴۹

[illegible] ۸۵۰

[illegible] ۸۵۱

[illegible] ۸۵۲

[illegible] ۸۵۳

[illegible] ۸۵۴

[illegible] ۸۵۵

[illegible] ۸۵۶

[illegible] ۸۵۷

[illegible] ۸۵۸

[illegible] ۸۵۹

[illegible] ۸۶۰

[illegible] ۸۶۱

[illegible] ۸۶۲

[illegible] ۸۶۳

[illegible] ۸۶۴

[illegible] ۸۶۵

[illegible] ۸۶۶

[illegible] ۸۶۷

[illegible] ۸۶۸

[illegible] ۸۶۹

[illegible] ۸۷۰

[illegible] ۸۷۱

[illegible] ۸۷۲

[illegible] ۸۷۳

[illegible] ۸۷۴

[illegible] ۸۷۵

[illegible] ۸۷۶

[illegible] ۸۷۷

[illegible] ۸۷۸

[illegible] ۸۷۹

[illegible] ۸۸۰

[illegible] ۸۸۱

[illegible] ۸۸۲

[illegible] ۸۸۳

[illegible] ۸۸۴

[illegible] ۸۸۵

[illegible] ۸۸۶

[illegible] ۸۸۷

[illegible] ۸۸۸

[illegible] ۸۸۹

[illegible] ۸۹۰

[illegible] ۸۹۱

[illegible] ۸۹۲

[illegible] ۸۹۳

[illegible] ۸۹۴

[illegible] ۸۹۵

[illegible] ۸۹۶

[illegible] ۸۹۷

[illegible] ۸۹۸

[illegible] ۸۹۹

[illegible] ۹۰۰

[illegible] ۹۰۱

[illegible] ۹۰۲

[illegible] ۹۰۳

[illegible] ۹۰۴

[illegible] ۹۰۵

[illegible] ۹۰۶

[illegible] ۹۰۷

[illegible] ۹۰۸

[illegible] ۹۰۹

[illegible] ۹۱۰

[illegible] ۹۱۱

[illegible] ۹۱۲

[illegible] ۹۱۳

[illegible] ۹۱۴

[illegible] ۹۱۵

[illegible] ۹۱۶

[illegible] ۹۱۷

[illegible] ۹۱۸

[illegible] ۹۱۹

[illegible] ۹۲۰

[illegible] ۹۲۱

[illegible] ۹۲۲

[illegible] ۹۲۳

[illegible] ۹۲۴

[illegible] ۹۲۵

[illegible] ۹۲۶

[illegible] ۹۲۷

[illegible] ۹۲۸

[illegible] ۹۲۹

[illegible] ۹۳۰

[illegible] ۹۳۱

[illegible] ۹۳۲

[illegible] ۹۳۳

[illegible] ۹۳۴

[illegible] ۹۳۵

[illegible] ۹۳۶

[illegible] ۹۳۷

[illegible] ۹۳۸

[illegible] ۹۳۹

[illegible] ۹۴۰

[illegible] ۹۴۱

[illegible] ۹۴۲

[illegible] ۹۴۳

[illegible] ۹۴۴

[illegible] ۹۴۵

[illegible] ۹۴۶

[illegible] ۹۴۷

[illegible] ۹۴۸

[illegible] ۹۴۹

[illegible] ۹۵۰

[illegible] ۹۵۱

[illegible] ۹۵۲

[illegible] ۹۵۳

[illegible] ۹۵۴

[illegible] ۹۵۵

[illegible] ۹۵۶

[illegible] ۹۵۷

[illegible] ۹۵۸

[illegible] ۹۵۹

[illegible] ۹۶۰

[illegible] ۹۶۱

[illegible] ۹۶۲

[illegible] ۹۶۳

[illegible] ۹۶۴

[illegible] ۹۶۵

[illegible] ۹۶۶

[illegible] ۹۶۷

[illegible] ۹۶۸

[illegible] ۹۶۹

[illegible] ۹۷۰

[illegible] ۹۷۱

[illegible] ۹۷۲

[illegible] ۹۷۳

[illegible] ۹۷۴

[illegible] ۹۷۵

[illegible] ۹۷۶

[illegible] ۹۷۷

[illegible] ۹۷۸

[illegible] ۹۷۹

[illegible] ۹۸۰

[illegible] ۹۸۱

[illegible] ۹۸۲

[illegible] ۹۸۳

[illegible] ۹۸۴

[illegible] ۹۸۵

[illegible] ۹۸۶

[illegible] ۹۸۷

[illegible] ۹۸۸

[illegible] ۹۸۹

[illegible] ۹۹۰

[illegible] ۹۹۱

[illegible] ۹۹۲

[illegible] ۹۹۳

[illegible] ۹۹۴

[illegible] ۹۹۵

[illegible] ۹۹۶

[illegible] ۹۹۷

[illegible] ۹۹۸

[illegible] ۹۹۹

[illegible] ۱۰۰۰

۸۹	قبر کے پاس بیٹھ کر اجرت پر قرآن شریف پڑھنے کا حکم	۱۰۶
۹۰	ایصال ثواب کے لئے اجرت جائز نہیں	۱۰۶
۹۱	قبروں پر پھول اور سبزی ڈالنا کیسا ہے؟	۱۰۸
۹۲	مزارات پر دست بستہ کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟	۱۰۸
۹۳	مزارات اولیاء کے سامنے سر جھکانا اور دست بستہ کھڑا ہونا کیسا ہے؟	۱۰۸
۹۴	بزرگوں کی قبروں کا طواف حرام ہے	۱۰۹
۹۵	تصویر روضۂ مطہرہ وغیرہ کو بوسہ دینا؟	۱۰۹
۹۶	قبر کا بوسہ دینا حرام ہے	۱۰۹
۹۷	قبروں پر گنبد اور پختہ عمارتیں بنانا منع بلکہ حرام ہے	۱۱۰
۹۸	جواب [illegible]	۱۱۰
۹۹	[illegible] جواب [illegible] حضرت گنگوہی	[illegible]

اذان سے متعلق بدعات

۹۸	[illegible] وقت [illegible]	[illegible]
۹۹	جواب لکھے از علماء اہل بدعت	[illegible]
۹۹	مذکورہ بالا تحریر کا رد اور صحیح [illegible] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	[illegible]
۹۹	[illegible] وقت [illegible]	[illegible]

متفرق بدعات

۱۰۰	چند مسائل کی تحقیق جن کو ایک شخص نے اہل سنت کا عقیدہ بتایا ہے	۱۱۶
۱۰۱	صلوٰۃ رغائب بدعت ہے	۱۱۹
۱۰۲	بدعات کا مرتکب گنہگار ہے	۱۲۰
۱۰۳	مرتکب کبیرہ اور بدعات میں موت شخص کی [illegible] غلطی کا ذکر غیبت ہے یا نہیں ہے؟	۱۲۰
۱۰۴	بابا فرید گنج شکرؒ کے متعلق مبالغہ آمیز اشعار کا حکم؟	۱۲۰
۱۰۵	جو شخص تقویۃ الایمان کو برا کہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟	۱۲۲

دوسرا باب

کتاب الطھارت

پانی کے مسائل

نمبر شمار	مندرجات مسائل	صفحہ
۱۰۶	پانی کی کتنی مقدار پاک یا ناپاک ہے؟	۱۲۳
۱۰۷	کس تالاب کا کس قدر پانی پاک ہوتا ہے؟	۱۲۳
۱۰۸	اگر کتا کنوئیں میں پیشاب کر دے تو؟	۱۲۳
۱۰۹	اگر کنوئیں میں کوئی جانور گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟	۱۲۳
۱۱۰	اگر کنوئیں میں مرا ہوا سانپ نکلے تو کیا حکم ہے؟	۱۲۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۱۱	کنوئیں کے پانی کے مسائل میں وسعت ضروری ہے	۱۲۶	
☆	تحقیق از حضرت مولانا گنگوہی	۱۲۶	
۱۱۲	اگر دو کنوئیں ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہوں تو ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک ہو جائے گا؟	۱۲۹	
۱۱۳	ڈیسکن کے کھنچے ہوئے پانی کا حکم	۱۳۰	
۱۱۴	جو پانی درختوں کے پتوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو اس کا حکم؟	۱۳۰	
۱۱۵	اگر کنوئیں میں استھان جوتا گر پڑے تو؟	۱۳۰	
۱۱۶	اگر گوہ کنوئیں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۰	
	پاکی اور ناپاکی کے مسائل		
۱۱۷	اگر نجاست قمیص پر پانی نہ دو بہہ کر چھینٹ گیا تو یہ چھینٹ کیسا ہے؟	۱۳۱	
۱۱۸	اگر بدن پاک ہے اور کپڑا گیلا ہے تو کیا کیا جائے؟	۱۳۱	
۱۱۹	اگر بدن کا نصف حصہ نجاست سے آلودہ ہو تو پورے جسم کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟	۱۳۱	
۱۲۰	مچھلی کا پسینہ پاک ہے لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو؟	۱۳۲	
۱۲۱	اگر بھیگے ہوئے ناپاک کپڑے پر پاک کپڑا رکھ گیا تو کیا حکم ہے؟	۱۳۲	
۱۲۲	اگر بھیگا ہوا کپڑا جس میں سے پانی ٹپک رہا ہے کپڑے پر بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۲	
۱۲۳	اگر بھیگے ہوئے کپڑے کے نچوڑنے سے چھینٹیں کپڑوں پر پڑ جائیں تو کیا حکم ہے؟	۱۳۲	
۱۲۴	کتے کے بیٹھ پر کاڑھا ہوا چمڑا خشک ہے گیلا ہے اور وہ کپڑے پر بیٹھ گیا تو کیا حکم ہے؟	۱۳۳	
۱۲۵	گھوڑے یا بیل کی پیٹھ پر سواری کے وقت جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۳	
۱۲۶	دستوں میں جو گوبر کیچڑ ہو جاتا ہے اس کی چھینٹوں کا حکم؟	۱۳۳	
۱۲۷	اگر کپڑے کا ایک حصہ پاک ہے کچھ ناپاک ہے اس پر نماز پڑھنے کا حکم	۱۳۳	
۱۲۸	اگر بوریہ یا فرش دبیز ہو اور اس کا ایک حصہ ناپاک ہو جائے تو دوسرے رخ پر نماز کا حکم؟	۱۳۳	
۱۲۹	کورے ناپاک برتن کس طرح پاک ہوں گے؟	۱۳۳	
۱۳۰	ناپاک لکڑی اور اینٹ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟	۱۳۴	
۱۳۱	اگر بچے کچے یا بچی فرش پر پیشاب کر دے تو وہ جگہ کس طرح پاک ہوگی؟	۱۳۴	
۱۳۲	گوبر دیوار میں خشک ہو کر مٹی جیسا ہو جائے تو؟	۱۳۵	
۱۳۳	گوبر دیوار میں گئے سے لیپے ہوئے مکان کی طہارت نجاست کا حکم؟	۱۳۵	

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۳۴	اگر کوئی غلاظت یقینی دھونے پاک ہو جائے تو	۱۳۵
۱۳۵	اگر کپڑے دوسرے سے چھو جائیں تو	۱۳۵
۱۳۶	بلی اور بچہ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک	۱۳۵

طہارت کے متفرق مسائل

۱۳۷	جس شخص کا مرض کی وجہ سے وقت پیشاب جاری رہتا ہو اس کا کیا حکم ہے	۱۳۶
۱۳۸	بڑا نجاستوں کے وقت [illegible]	۱۳۶
۱۳۹	[illegible]	۱۳۶

رنگوں کے پاک یا ناپاک ہونے کا بیان اور متعلقہ مسائل

۱۴۰	پنڈیا کا رنگ پاک ہے یا ناپاک؟	۱۳۶
۱۴۱	کیا سب انگریزی رنگ ناپاک ہیں؟	۱۳۷
۱۴۲	کن رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں [illegible]	۱۳۷
۱۴۳	[illegible]	۱۳۷
۱۴۳	[illegible]	۱۳۷
۱۴۵	[illegible]	۱۳۷

حیض ونفاس اور متعلقہ مسائل

۱۴۶	حیض کی فیہ متعینہ مدت میں اشکال کا خیال کیا جائے گا	۱۳۸
۱۴۷	حیض کے تعین کے لئے دردسے آنے کی قید ہے؟	۱۳۸
۱۴۸	[illegible] کی وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟	۱۳۸
۱۴۹	جو عورت پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں	۱۳۸
۱۵۰	[illegible] روزہ ترک نہ کرے	۱۳۸
۱۵۱	[illegible] واجب نہیں ہوگا	۱۳۹
۱۵۲	[illegible] ساتھ مس کرنے کا کیا حکم ہے؟	۱۳۹

[illegible] بیان

۱۵۳	[illegible]	۱۳۹
۱۵۴	[illegible]	۱۳۹
۱۵۵	[illegible]	۱۴۰
۱۵۶	[illegible]	۱۴۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۵۷	مرد عورت کی شرمگاہوں کے ملنے سے بغیر پانی نکلے وضو کا حکم؟	۱۴۰
۱۵۸	اگرچہ مرد عورت کے ایک دوسرے کو ہاتھ کا نے سے وضو میں فرق نہیں آتا	۱۴۰
	تیمم	
۱۵۹	جنبی یا غسل اور وضو کے لئے تیمم میں ایک ہی نیت کافی ہے	۱۴۱
۱۶۰	سفر کی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو تیمم کا کیا حکم ہے؟	۱۴۱

تیسرا باب

کتاب الصلوٰۃ

اذان، اوقات صلوٰۃ اور مسائل صلوٰۃ

فتاویٰ نمبر	مندرجات و مسائل	صفحہ
۱۶۱	"نفلی اور واقف سے ایک مرتبہ فرض علی الصلوٰۃ والسلام علی اعداء کہنا"	۱۴۲
۱۶۲	"تہجد اور اذان کا جواب"	۱۴۲
۱۶۳	"اذان کے بعد لوگوں کو جماعت کے لئے بلانا"	۱۴۲
۱۶۴	جو افراد اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید نہیں کرتے وہ سخت گنہگار ہیں	۱۴۳
۱۶۵	"سایہ اصلی کی تحقیق یعنی ظہر اور عصر کا وقت معلوم"	۱۴۳
☆	جواب اول از مولانا عبدالجبار غزنوی	۱۴۴
☆	جواب مولانا رشید احمد گنگوہی	۱۴۹
۱۶۶	مثل ثانی ظہر میں داخل ہے یا نہیں؟	۱۵۱
۱۶۷	خروج دجال کے وقت نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟	۱۵۲
	سمت قبلہ اور متعلقہ مسائل	
۱۶۸	"قبلہ کا رخ قطب نما کی مدد سے کرنا کیسا ہے"	۱۵۳
۱۶۹	"ریل سے سفر میں نماز کا حکم"	۱۵۳
۱۷۰	ریل کے سفر میں تیمم نماز اور قبلہ کا مسئلہ؟	۱۵۳
۱۷۱	ریل میں تیمم، سمت قبلہ اور نماز کا حکم؟	۱۵۴
	سترہ	
۱۷۲	"نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گزرنے والے کو روکنا کیسا ہے"	۱۵۵
۱۷۳	نماز پڑھنے والے کے سامنے سے کس قدر فاصلے سے گزرنے کی اجازت ہے؟	۱۵۶
۱۷۴	"امر محمد سے قبل "اذا رأیتم الرجل یمر بین یدی احدکم" کے سے گزرنے سے باز نہ رہے تو اس سے قتال نہ کیا جائے" کا کیا مطلب ہے"	۱۵۹
	امامت و جماعت کے مسائل و متعلقات	
۱۷۵	"جماعت اور صف میں اتنی ضروری ہے جانے تکبیر سے بعد ہو	۱۶۰

۱۷۶	کیا بچوں اور دیوانی صفوں سے امامت درست ہے؟	۱۵۶
۱۷۷	امام کی صفوں میں سب سے زیادہ ثواب کس جگہ کا ہے؟	۱۵۷
۱۷۸	نابینا شخص تنہا صف میں کس جگہ کھڑا ہو؟	۱۵۷
۱۷۹	جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت	۱۵۷
۱۸۰	نابینا کی امامت اور اس کی امامت؟	۱۵۷
۱۸۱	بصلاحیت نابینا امام کی بھی [illegible] اس کی امامت؟	۱۵۷
۱۸۲	[illegible] کی امامت؟	۱۵۸
۱۸۳	[illegible] امامت	۱۵۸
۱۸۴	[illegible] امامت؟	۱۵۹
۱۸۵	[illegible] امامت کا حکم؟	۵۹
۱۸۶	[illegible] امامت کا حکم؟	۵۹
۱۸۷	فاسق وفاجر کی تعریف اور اس کی امامت؟	۱۶۰
۱۸۸	چوری سے جانور ذبح کرنے والے کی امامت؟	۱۶۱
۱۸۹	[illegible] کی امامت؟	۱۶۱
۱۹۰	شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق ونکاح کے بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت؟	۱۶۲
۱۹۱	غیر کی منکوحہ سے جو نکاح کرے اس کی امامت کیسی ہے؟	۱۶۳
۱۹۲	اگر امام نے عورت کی نیت نہ کی مگر عورتیں نماز میں شامل ہوں تو کیا حکم ہے؟	۱۶۳
۱۹۳	عورت کا امام بنانا کیسا ہے؟	۱۶۳
۱۹۴	حنفی امام کا شافعی مقتدیوں کو اپنی وضو سے متعلق اطلاع دینا مناسب ہے	۱۶۴
۱۹۵	غیر مقلد غیر محتاط کی امامت کا حکم؟	۱۶۴
۱۹۶	چوروں اور غیر مقلدین سے پیچھے نماز کا حکم؟	۱۶۴
۱۹۷	نماز سے متعلق چند مسائل کی تصحیح وتحقیق	۱۶۵
۱۹۸	مقتدی کے نیت باندھتے ہی امام نے سر اٹھالیا، کیا اس صورت میں بھی مقتدی شامل نماز ہے؟	۱۶۶
۱۹۹	جو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نیت باندھ چکا، وہ نماز میں شریک ہے	۱۶۶
۲۰۰	[illegible]	۱۶۶
۲۰۱	[illegible]	۱۶۶
۲۰۲	جو محلہ شاہراہ عام پر ہو اس میں جماعت ثانیہ	۱۶۶

۲۱۳	ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ دو مرتبہ پڑھنے کا حکم	۱۶۶
۲۱۴	اگر جماعت سے نماز پڑھتے وقت کسی وجہ سے سب مقتدیوں کی نماز ٹوٹ گئی تو ان کے لئے اس مسجد میں جماعت ثانی کا حکم؟	۱۶۷
۲۱۵	مقررہ وقت سے پہلے مسجد میں جماعت کا حکم اور اس کا ثواب؟	۱۶۷
۲۱۶	کسی مسجد میں امام کے دیر سے آنے کی وجہ سے ترک جماعت کرنا یا امام سے پہلے نماز پڑھ لینا؟	۱۶۷
۲۱۷	مسجد میں پہنچ کر نماز سے پہلے کچھ دیر وقفہ کرنا کیسا ہے؟	۱۶۷
۲۱۸	مقتدین امام کے علاوہ امام بنکر جماعت شروع کردے اور امام آجائے تو وہ کیا کرے؟	۱۶۸
۲۱۹	نماز میں قرأت فرض ہے، جس کو قرأت نہ آتے اس کے لئے کیا حکم ہے؟	۱۶۸
۲۱۰	نماز میں قرأت زبان سے ضروری ہے	۱۶۸
۲۱۱	سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد دیر تک وقفہ کرنا؟	۱۶۸
۲۱۲	فاتحہ خلف الامام سے متعلق چند مباحث	۱۶۹
۲۱۳	ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ دو پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو کیا حکم ہے؟	۱۷۰
۲۱۴	درمیان سے سورت پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں مالی طرح قوت اور جہر و خفیہ میں دعائے ثنا میں بسم اللہ کا کیا حکم ہے؟	۱۷۱
۲۱۵	مختلف رکعتوں کے متفرق رکوع ایک نماز میں پڑھنے کا حکم؟	۱۷۱
۲۱۶	دونوں رکعتوں کے دونوں سجدے فرض ہیں	۱۷۱
۲۱۷	رکوع اور سجدہ میں اطمینان کی بحث	۱۷۲
۲۱۸	چاول اور چینی پر اگر ماتھا ٹک جائے تو سجدہ کا حکم؟	۱۷۲
۲۱۹	اگر التحیات کی جگہ طاحیات پڑھ دیا تو؟	۱۷۳
۲۲۰	نماز میں زبان میں جنبش اور ہونٹوں سے ادا کئے بغیر دل میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟	۱۷۳
۲۲۱	نماز میں قعدہ کے وقت نظر کہاں رکھے؟	۱۷۳
۲۲۲	بغیر اجازت دوسرے کے کپڑوں میں نماز کا حکم؟	۱۷۳
۲۲۳	تھوک نگل لینے سے روزہ اور نماز ٹوٹنے کا حکم؟	۱۷۳
۲۲۴	اگر دانتوں میں غذا رہ گئی اور نماز کے بعد پتہ چلا؟	۱۷۳
۲۲۵	نماز پڑھنے والے نے اگر چھینک آنے پر الحمد للہ یا کسی بری خبر پر انا للہ کہہ دیا تو؟	۱۷۴
۲۲۶	اگر خارش یا مچھروں کے کاٹنے کی وجہ سے نماز میں بار بار کھجایا تو؟	۱۷۴
۲۲۷	نماز میں کریہ وار اداری کا حکم؟	۱۷۴
۲۲۸	اگر نماز میں روپڑا یا آہ و بکا کی تو کیا حکم ہے؟	۱۷۴
۲۲۹	اون کوٹ میں نماز؟	۱۷۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنتوں اور نوافل کے مسائل

۳۵۲	فجر کی سنتیں اگر جماعت کے وقت رہ گئی ہوں تو کب پڑھے؟	۱۹۱
۳۵۳	ظہر کی اول و آخر کی سنت کب پڑھے؟	۱۹۱
۳۵۴	ظہر کی اول و آخر کی سنتوں کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم	۱۹۱
۳۵۵	کسی نے اگر ظہر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ عصر کے بعد میں ظہر کی سنتیں پڑھنے کا حکم؟	۱۹۲
۳۵۶	مغرب کی سنتیں اوابین میں شامل نہیں	۱۹۲
۳۵۷	اوابین کی سنتوں کی نیت کس طرح کرے؟	۱۹۲
۳۵۸	سنتوں اور نفلوں میں وقت کا ذکر کرنا ضروری نہیں	۱۹۲
۳۵۹	نوافل میں اگر نیت سے یا بلند پڑھا تو؟	۱۹۲
۳۶۰	نوافل میں اگر ایک رکعت میں آٹھ رکعت کی نیت کی تو کیا سب رکعتیں ادا ہوئیں یا نہیں؟	۱۹۲
۳۶۱	نوافل اور سنت کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ کتنی رکعتیں ادا ہوتی ہیں؟	۱۹۳
۳۶۲	نوافل کی چار رکعت کی نیت کی اور بیٹھ کر پڑھیں تو؟	۱۹۳
۳۶۳	نوافل کی جماعت میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟	۱۹۳
۳۶۴	نوافل کی خفیہ جماعت کا حکم؟	۱۹۳
۳۶۵	تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں؟	۱۹۳

جمعہ اور خطبہ کے متعلقات کے مسائل

۳۶۶	جمعہ کی اصل بات اور جمعہ کی مثل ایک نکتہ سمجھنے کا ہے	۱۹۴
۳۶۷	کچھ نے لکھنے میں جمعہ ایک ہی نکلے ہوں تو کیا حکم ہے	۱۹۴
۳۶۸	جمعہ کے دن اہل کے ساتھ اذان دینا؟	۱۹۵
۳۶۹	اذان کے علاوہ کسی اور طریقہ سے جمعہ کا خطبہ پڑھنے کا حکم؟	۱۹۵
۳۷۰	اذان کے علاوہ کسی اور طریقہ سے خطبہ کیسا ہے؟	۱۹۶
۳۷۱	جمعہ کے خطبہ کو چھوڑ کر اگر ظہر پڑھ لی تو؟	۱۹۶
۳۷۲	خطبہ میں اشعار پڑھنا	۱۹۶
۳۷۳	خطبہ اگر مختصر ہو	۱۹۶

سفر اور مسافت قصر کے مسائل

۳۷۴	سفر کا ارادہ کب سے شمار کیا جائے گا؟	۱۹۷
۳۷۵	سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم	۱۹۷
۳۷۶	سفر میں کتنی مسافت پر قصر کا حکم ہے؟	۱۹۷
۳۷۷	اگر تین منزل کا سفر ریل سے کرے کیا تب بھی قصر کرے؟	۱۹۸
۳۷۸	اگر گھر سے دو نیت کے تین منزل کا سفر کیا تو قصر کرے یا نہ کرے؟	۱۹۸
۳۷۹	ایک منزل کے تین چکر لگانے سے مسافر ہو جائے گا یا نہیں؟	۱۹۸

[illegible]

مسافر کی نماز کے مسائل

[illegible]

ابواب الجنائز

مردہ کو غسل دینے ... سے متعلق مسائل

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۸۰	قسم میں ان کا ارادہ تھا مگر بھول گیا	۱۹۶
۳۸۱	بچے کا حلف	۱۹۶
۳۸۲	مدعی کے مرنے کے بعد وارث کے قسم پر کارروائی ہوگی؟	۱۹۷
۳۸۳	مدعا علیہ کے لئے تعزیت حرام نہیں اس کا حکم ہے	۱۹۷
۳۸۴	میت کے گھر تین دن تک کھانا کھانے کا حکم؟	۱۹۹
۳۸۵	اگر محلہ میں موت ہو جائے تو اہل محلہ کے لئے کھانا بھیجنا حسن نہیں؟	۱۹۸
۳۸۶	کفن دفن وغیرہ کا خرچہ آمدنی کے کس حصہ سے کرے؟	۱۹۷
۳۸۷	زیارت قبور کے واسطے کون سے دن افضل ہیں	۱۹۷
۳۸۸	قبر پر پھینکے کنکر لگانے اور قبرستان میں ہنسنے کا کیا حکم ہے؟	۱۹۹
۳۸۹	ثواب وظائف تو فعلی ہمہ ہے اس کی حقیقی تقسیم نہیں ہو سکتی	۱۹۸
۳۹۰	صحیح اس پر ایصال ثواب کا لفظ نہ بولیں مگر ایصال ثواب سے یہ بھی مفہوم ہو جاتا ہے	۱۹۸
۳۹۱	واجبی نماز میں ایصال ثواب میں فرق کیوں	۱۹۸
۳۹۸	رسم ہم جہ کی شرعی حیثیت	۲۰۰
۳۹۹	استاد کو مرجع کا ہدیہ لینا کیسا ہے	۲۰۱

پانچواں باب

کتاب الزکوٰۃ

نمبر شمار	مسائل و متعلقات	صفحہ
۴۰۰	چوپائی کی زکوٰۃ کس قسم کی صورت میں ادا کرے؟	۲۰۲
۴۰۱	بچہ کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟	۲۰۲
۴۰۲	جس کی آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں اس کو زکوٰۃ دینا صدقہ دینا؟	۲۰۲
۴۰۳	فطرہ کون ہے؟	۲۰۳
۴۰۴	خاندانی خادم کو کیا دے؟	۲۰۳
۴۰۵	اگر کم عمر بچے کے نام کوئی زمین ہے تو اس کو فطرہ صدقہ کا دینا؟	۲۰۳
۴۰۶	غیر مسلم کو فطرہ دینے کا حکم؟	۲۰۳
۴۰۷	صدقات واجب سادات کے لئے کیا ہیں	۲۰۳
۴۰۸	سادات کے لئے قربانی کی کھال کا حکم؟	۲۰۴
۴۰۹	یتیم کے لئے صدقات نافلہ کا حکم؟	۲۰۴
۴۱۰	صدقات نافلہ کے پیسے اٹھانے کا حکم؟	۲۰۴
۴۱۱	بے نمازی کے گھر کھانا کھانا کیسا ہے؟	۲۰۹
۴۱۲	فاسق کا صدقہ کیا ہوا مال لینے اور اس کی دعوت کرنے کا حکم؟	۲۰۹
۴۱۳	صدقات کے کھانے سے مالدار ہوتا ہے یا نہیں؟	۲۰۵

پانچواں باب

کتاب الصوم

روزے سے متعلق مسائل

نمبر شمار	مسائل و متعلقات	صفحہ
۴۱۴	حقہ کا دھواں پینے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم؟	۲۰۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۹۵	روزہ کی حالت میں بیوی سے مباشرت کرنے کا حکم	۲۰۸
۳۹۶	کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۲۰۸
۳۹۷	روزہ میں اگر بیوی کو بوسہ دیا تو کیا حکم ہے	۲۰۹
۳۹۸	حقنہ لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۲۰۹
۳۹۹	کسی خادم کے ہاتھ سے روزہ قضا کرنا	۲۰۹
۴۰۰	روزہ رکھ کر بیوی کے ساتھ سونے میں کیا حکم ہے	۲۰۹
۴۰۱	مسجد میں جیسے لگے ہوئے پانی میں کلی کرنا	۲۱۰
۴۰۲	محرم میں نصیحت سن کر روزہ رکھنا	۲۱۰
۴۰۳	یوم عاشورا کا روزہ	۲۱۰
۴۰۴	یوم عاشورا کے بعد روزہ رکھنا	۲۱۰
۴۰۵	روزے کے بعد تسبیحات وغیرہ پڑھنا	۲۱۱
۴۰۶	یوم عرفہ کا روزہ	۲۱۲
۴۰۷	نفلی روزوں کی حقیقت	۲۱۲
۴۰۸	شوال و محرم میں نفلی روزوں کے	۲۱۲
	روزہ صدقہ کیا حکم	
	تراویح سے متعلق مسائل	
۴۰۹	تراویح کا وقت اور عدد رکعات کیا	۲۱۳
۴۱۰	نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم؟	۲۱۳
۴۱۱	اگر تراویح کی چار رکعت ایک سلام سے پڑھے تو؟	۲۱۴
۴۱۲	تراویح میں اگر کسی نے دو رکعت کی جگہ تیسری اور چوتھی بھی پڑھ لی تو؟	۲۱۴
۴۱۳	تراویح میں قرآن ختم کرنے کا حدیث سے ثبوت؟	۲۱۴
۴۱۴	تراویح کا کلمہ تر کیف سے پڑھا جائے بے یا روا جا؟	۲۱۵
۴۱۵	تراویح میں قل ہو اللہ کو اعوذ و بسم اللہ کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟	۲۱۵
۴۱۶	کیا نوافل کی جماعت جائز ہے؟ اور [illegible]	۲۱۵
۴۱۷	[illegible] عشاء کی جماعت نہ ملے تو تراویح اور وتروں میں شامل [illegible]	۲۱۶
۴۱۸	[illegible]	۲۱۶
	رویت ہلال کے مسائل	
۴۱۹	[illegible]	۲۱۷
۴۲۰	[illegible]	۲۱۹

۳۶۱	تار کے ذریعہ چاند کی خبر کب معتبر ہے	۲۱۸
۳۶۲	اگر کوئی شخص تار یا خط کے ذریعہ چاند ہونے کی اطلاع دے تو؟	۲۱۸
	عیدین اور متعلقات عیدین	
۳۶۳	صدقۂ فطر میں ستو دینے کا کیا حکم ہے؟	۲۱۹
۳۶۴	حضرت عثمان کا خطبۂ عیدین نماز سے پہلے پڑھنے کی وجہ اور اردو میں خطبہ کا حکم؟	۲۱۹
۳۶۵	کیا عیدین کی نمازوں میں زبان سے تکبیرات کی نیت کرنا ضروری ہے؟	۲۱۹
۳۶۶	عیدین اور جمعہ اگر فوت ہو جائیں تو کیا کریں؟	۲۲۰
۳۶۷	اگر کسی وجہ سے مقتدی کی جمعہ یا عید کی نماز فاسد ہو گئی تو وہ کیا کرے؟	۲۲۰
۳۶۸	عیدگاہ میں ممتاز اور بااثر لوگوں کے لئے جگہ خاص کر لینے کا حکم؟	۲۲۰
۳۶۹	عید کے موقع پر انعام وغیرہ دینا اور دعوت؟	۲۲۱
۳۷۰	عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھنا؟	۲۲۱
۳۷۱	عصر کے بعد اور لہو ولعب کے ساتھ عید کی نماز؟	۲۲۱
۳۷۲	عیدین کے بعد بطور خاص مصافحہ کرنے کا حکم؟	۲۲۲
۳۷۳	مصافحۂ عیدین	۲۲۲
۳۷۴	تکبیرات تشریق عید کی نماز کے بعد بھی واجب ہیں	۲۲۲

چھٹا باب
کتاب الاضحیہ
قربانی اور چرم قربانی کے مسائل

نمبر شمار	مندرجات ومسائل	صفحہ
۳۷۵	قربانی واجب ہے۔	۲۲۳
۳۷۶	قربانی سفر میں واجب نہیں قیام میں ہے	۲۲۳
۳۷۷	اپنے مکان میں بارہویں ذی الحجہ کی شام تک قربانی صحیح ہے	۲۲۳
۳۷۸	اگر قربانی واجب تھی اور ایام قربانی گذر گئے تو کیا کرنا چاہئے؟	۲۲۴
۳۷۹	قیمت دینے سے قربانی ادا نہیں ہوگی	۲۲۴
۳۸۰	مردہ کی جانب سے کی گئی قربانی کا حکم؟	۲۲۵
۳۸۱	اگر کسی وجہ سے دس ذی الحجہ کو نماز نہیں پڑھی گئی تو اس دن زوال کے بعد قربانی کا حکم؟	۲۲۵
۳۸۲	جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی ایسے مقامات پر صبح صادق کے بعد قربانی؟	۲۲۵
۳۸۳	عید الاضحیٰ کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا بہتر ہے	۲۲۵
۳۸۴	قربانی میں کتنے حصے ضروری ہیں؟	۲۲۵
۳۸۵	قربانی کے گوشت میں اگر سب شریک رضامند ہوں تو تقسیم گوشت میں کمی زیادتی کا حکم؟	۲۲۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۲۱		۱۹۹	
۲۲۵		۲۰۰	
۲۲۵		۲۰۱	
۲۲۸		۲۰۱	
۲۲۸		۲۰۲	۲۳۱
۲۲۸		۲۰۲	۲۳۲
۲۲۸		۲۰۲	۲۳۲
۲۲۸		۲۰۲	۲۳۲
۲۲۸		۲۰۲	۲۳۳
۲۲۹			
۲۲۹		۲۰۳	۲۳۴
۲۲۹		۲۰۳	
۲۲۹		۲۰۳	
۲۲۹		۲۰۳	
۲۳۰		۲۰۳	۲۳۵
۲۳۰		۲۰۳	۲۳۵
۲۳۰		۲۰۳	۲۳۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۱۳	ذبح کرنے کے بعد اگر جانور نے دانت	۲۲۵
	کی ہو یا ہڈی سے ذبح کیا ہو	
۲۱۴	کیا قول کہ "دانت سے ذبح کیا ہوا	۲۲۶
	جانور حلال ہے" صحیح ہے؟	
۲۱۵	اگر جانور کا گوشت اور حلال ذبح کرنے سے	۲۲۷
	پہلے الگ الگ پکا لیا گیا ہو	
۲۱۶	[illegible]	۲۲۸

حنفیہ اور مخالف مسائل

۲۱۷	[illegible]	۲۲۹
۲۱۸	قربانی میں عقیقہ کا حصہ لینا؟	۲۳۰
۲۱۹	عقیقہ سے جانور کی ہڈی توڑنا درست ہے	۲۳۰
۲۲۰	[illegible]	۲۳۱
۲۲۱	[illegible]	۲۳۱
۲۲۲	[illegible]	۲۳۲

ساتواں باب
کتاب الحج

حج اور اس کے مسائل و مناسک

۲۲۳	[illegible]	۲۳۳

۲۲۴	[illegible]	۲۳۴
۲۲۵	[illegible]	۲۳۵
۲۲۶	[illegible]	۲۳۵

آٹھواں باب
کتاب النکاح والطلاق

(نکاح اور طلاق کے صحیح و غلط مسائل)

۲۲۷	[illegible]	۲۳۶
۲۲۸	[illegible]	۲۳۶
۲۲۹	[illegible]	۲۳۷
۲۳۰	[illegible]	۲۳۸
۲۳۱	[illegible]	۲۳۸
۲۳۲	[illegible]	۲۳۹
۲۳۳	[illegible]	۲۳۹
۲۳۴	[illegible]	۲۴۰

۴۴۸	نکاح میں اجازت بالدلالہ کے معنی؟	۲۴۵
۴۴۹	باپ مجنون تھا چچا نے بھتیجی کا نکاح کر دیا تو؟	۲۴۶
۴۵۰	گونگا بہرا اور صغیرا یجاب وقبول کس طرح کرے گا؟	۲۴۷
۴۵۱	برادری سے باہر نکاح کرنے والے کا مقاطعہ گناہ ہے	۲۴۷
۴۵۲	بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟	۲۴۸
۴۵۳	چار سے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے مباشرت کرنے کا حکم	۲۴۸
۴۵۴	شوال کے مہینے میں نکاح کرنا؟	۲۴۸
۴۵۵	نکاح کے وقت اگر بعض ولی راضی نہ ہوں تو؟	۲۴۹
۴۵۶	شادی کے لئے داماد سے رقم طے کر لینا کیسا ہے؟	۲۴۹
۴۵۷	نکاح کے وقت تجدید ایمان اور کلمہ پڑھانے کا معمول؟	۲۴۹
۴۵۸	نکاح میں چھوارے لٹانے کی روایت صحیح نہیں	۲۵۰
۴۵۹	محفل نکاح میں کس قسم کا دف بجانے کی اجازت ہے؟	۲۵۰
۴۶۰	کیا دف صرف نکاح کیلئے مباح ہے؟	۲۵۱
۴۶۱	شادیوں کی چند رسومات کا حکم؟	۲۵۱
۴۶۲	جس مجلس نکاح میں ناچ رنگ ہو اس میں شرکت؟	۲۵۴
۴۶۳	جس مجلس میں ناچ گانا ہو اس کے شرکاء اور اس نکاح کا حکم؟	۲۵۴
۴۶۴	جس شادی میں خلاف شرع کام ہوں اس میں شریک ہونا	۲۵۵
۴۶۵	سہرا خواص ہونے کا طریقہ ہے اس لئے منع ہے	۲۵۵
۴۶۶	دلہن کی منہ دکھائی لینے کا حکم؟	۲۵۵
۴۶۷	شادی کے وقت مسجد کے لئے زبردستی پیسے لینا؟	۲۵۵
۴۶۸	شادی کے موقع پر رت جگا کرنا؟	۲۵۶
۴۶۹	طوائف کی آمدنی سے نکاح خوانی لینا؟	۲۵۶
۴۷۰	ولیمہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟	۲۵۷
۴۷۱	ولیمہ واجب نہیں مسنون ہے اس کے لئے خاص دن کی تعیین نہیں	۲۵۸
۴۷۲	نابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار کب تک ہے؟	۲۵۸
۴۷۳	کسی عورت کے متعلق بیوی ہونے کے دعوے کا حکم؟	۲۵۹
۴۷۴	عورتوں کو فروخت کرنے کی ایک ناجائز بری رسم اور اس کا گناہ؟	۲۵۹
۴۷۵	گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۲۶۰
۴۷۶	تعزیہ کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو؟	۲۶۰
۴۷۷	زوجین کا ایک دوسرے کے خاص مقام کو برہنہ دیکھنا؟	۲۶۰
۴۷۸	جنابت کی حالت میں عضو خاص کو دھوئے بغیر صحبت کا حکم؟	۲۶۰
۴۷۹	اپنی بیوی کو کسی آلہ وغیرہ کے ذریعہ انزال کرانا صحیح نہیں۔	۲۶۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۷۰	عورت کی خلقت عام مزاج ومعمول کے خلاف ہو تو بھی اس سے خلاف وضع فطری تعلق صحیح نہیں	۲۶۱
۴۷۱	اگر عورت کو پاک ہونے کی غلط فہمی ہوئی اور شوہر نے قربت کی بعد میں خون آیا تو؟	۲۶۱
۴۷۲	حائضہ یا نفاس والی عورت کو اگر خاص دنوں میں کچھ وقفہ ہو جائے اس وقت صحبت؟	۲۶۱
۴۷۳	مردوں کے لئے ہاتھ سے شہوت دور کرنی اور عورتوں کے لئے باہم جسمانی تعلق حرام ہے؟	۲۶۱

والد اور شوہر کے شرعی حق کس کو اولیت ہے، اس کی تحقیق

ف ۴۷۴	شوہر اور والد کے حقوق میں موازنہ	۲۶۲
ب ۴۷۴	چند اہم سوالات	۲۶۴
	[نقل جواب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی]	۲۶۵
	[جواب دیگر حضرت از مولانا رشید احمد گنگوہی]	۲۶۹
	نقل جواب استفتاء از علمائے دیوبند	۲۷۱
	نقل جواب استفتاء از علمائے دہلی	۲۷۲
	نقل فتوی مولانا محمد حسین بٹالوی	۲۷۳

الطلاق

۴۷۵	الفاظ کنایہ سے نیت کئے بغیر طلاق کا حکم؟	۲۷۷
۴۷۶	طلاق میں بالفاظ کنایہ کا حکم؟	۲۷۷
۴۷۷	الفاظ کنایہ سے بغیر نیت کے طلاق کا حکم؟	۲۷۷
۴۷۸	طلاق دی یعنی چھوڑ دیا طلاق صریح ہے	۲۷۷
۴۷۹	طلاق صریح کس کو کہتے ہیں؟	۲۷۸
۴۸۰	ڈھائی یا پونے تین طلاق کے الفاظ سے کونسی طلاق ہوتی ہے؟	۲۷۸
۴۸۱	اگر دو طلاق، تین طلاق اور پچاس طلاق کہا تو کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟	۲۷۸
۴۸۲	جب گھر سے چلی گئی تو طلاق ہی ہے، اس سے طلاق کا حکم؟	۲۷۹
۴۸۳	تیری ماں یا تری جھتی پر طلاق کہنے سے طلاق کا حکم	۲۷۹
۴۸۴	تعلیق طلاق کے ایک مسئلہ کی تحقیق	۲۷۹
۴۸۵	حبس وجبر کی طلاق؟	۲۸۰
۴۸۶	طلاق سے بغیر گواہوں کے رجوع؟	۲۸۰
۴۸۷	حلالہ میں شرط لگانا اور دوسرے شوہر سے قربت کئے بغیر پہلے سے نکاح؟	۲۸۰
۴۸۸	ظہار کا کفارہ؟	۲۸۰

مفقود شوہر کا حکم

۴۸۹	جس کا شوہر گم ہو اس کے نکاح کا مذہب امام مالک پر فتوی۔	۲۸۱
۴۹۰	جس کا شوہر گم ہو گیا ہو اس کے لئے چار سال بعد نکاح کی اجازت؟	۲۸۱
۴۹۱	کیا مفقود الخبر شوہر کی زوجہ کا نکاح اعلان کرا کر کرنے کی اجازت ہے؟	۲۸۱
۴۹۲	مفقود کی بیوی نے اگر نکاح کر لیا پھر شوہر اول واپس آ گیا تو بیوی کس کو ملے گی؟	۲۸۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۹۳	بس مخنث سے متعلق یہ شبہ ہو جائے کہ وہ مرد ہیں لیکن پھر ٹھیک ہو جائے تو اس کا نکاح اور حیثیت قائم رہتی ہے۔	۲۸۳
	مہر	
۴۹۴	مہر مؤجل کی صورت میں عورت کا شوہر کو خود سے روک دینا"	۲۸۳
۴۹۵	مہر معلوم نہ ہونے کی صورت میں کس طرح ترتیب ہوگی؟	۲۸۳
۴۹۶	"بیوی نے خوشی میں مہر معاف کر دیا تو؟	۲۸۳
۴۹۷	نکاح کے وقت بیوی کو دیا گیا زیور مہر میں شامل نہیں ہے؟	۲۸۴
۴۹۸	جو زیور بیوی کی ملکیت نہیں کیا تھا وہ شوہر کا ہے؟"	۲۸۴
۴۹۹	مہر کی ادائیگی ترکہ کی تقسیم سے مقدم ہے	۲۸۴
۵۰۰	اگر وارثوں میں متوفیہ کے مہر میں مقدار میں اختلاف ہو"	۲۸۵
۵۰۱	بیوی کا اپنے شوہر کے مال پر مہر کے عوض قبضہ کرنا کیسا ہے؟"	۲۸۵
	حرمت مصاہرت	
۵۰۲	کس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے؟	۲۸۷
۵۰۳	اپنی بیٹی کے ساتھ وطی کرنے سے حرمت مصاہرت کی تحقیق"	۲۸۸
۵۰۴	عدت میں اپنی بیوی نے سلمان کو نفقہ معاف کر دیا ہے	۲۸۹

	رضاعت	
۵۰۵	حرمت رضاعت صرف دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے	۲۸۹
۵۰۶	ثبوت حرمت رضاعت کی ایک صورت	۲۸۹
۵۰۷	صرف دو عورتوں کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی	۲۹۰
۵۰۸	شوہر بیوی کی ملاقات کے امکان کی صورت میں اولاد ثابت النسب ہے	۲۹۰
۵۰۹	اسقاط حمل کرانے میں کب کس وجہ کا گناہ ہے؟	۲۹۰
۵۱۰	زنا چاہے محصنہ کرے یا غیر محصنہ، اس پر حد لگتی ہے، گناہ بھی	۲۹۰
	میراث	
۵۱۱	تقسیم میراث زکوٰۃ کی ادائیگی پر مقدم ہے	۲۹۱
۵۱۲	بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے صرف اپنا حصہ لینے کی اجازت ہے	۲۹۱
۵۱۳	اگر بیوی شوہر سے پہلے مر جائے تو اس کا باقی ماندہ مہر کس طرح تقسیم ہوگا؟	۲۹۱
۵۱۴	[illegible]	۲۹۲
۵۱۵	[illegible] متعلق یقین ہے کہ وہ حرام آمدنی کا ہے تو اس کا ورثاء [illegible]"	۲۹۲
۵۱۶	جس مال کے والد کا ترکہ ہونے کا یقین نہیں اس میں وارثوں کا حق نہیں	۲۹۲
۵۱۷	[illegible] خریدی ہوئی زمین میں میراث کی تحقیق"	۲۹۳

نمبر شمار	مندرجات ومسائل	صفحہ
۵۱۸	اگر بھائی بہن کا حق نہیں دیتا تو بہن کو اپنے حق کے بقدر چوری سے لینا کیسا ہے؟	۲۹۴
۵۱۹	بہنوں سے ساتھ سلوک واحسان کرنے کی وجہ سے ترکہ کا حق ختم نہیں ہوتا	۲۹۴
۵۲۰	ترکہ کی تقسیم کی ایک خاص صورت کی وضاحت	۲۹۴
۵۲۱	"تقسیم میراث کی ایک ترکیب کی وضاحت"	۲۹۵
۵۲۲	جس چیز نے لے لی جائز ملکیت ہو گئی ہے اس کا فروخت کرنا؟	۲۹۵
۵۲۳	کتابوں کی وراثت میں عالم جاہل کا فرق نہیں	۲۹۶
۵۲۴	جو پنشن مورث نے وصول کرلی صرف اسی میں میراث جاری ہوگی بعد میں جو ملے وہ اسی کا حق ہے جس کو ملے	۲۹۶
۵۲۵	ترکہ کی تقسیم میں شیعوں کے مسلک پر عمل اور فتویٰ"	۲۹۷
۵۲۶	اس زمانہ کے روافض کافر ہیں نہ ان کی میراث سنی کو ملے گی نہ سنی کو ان کی	۲۹۷
۵۲۷	اقرار نامہ لکھنے سے پہلے معاملہ شرعی کا ہونا ضروری ہے	۲۹۸
۵۲۸	زمین کی خریداری اور ملکیت کے معاملہ میں اصل مالک اور وکیل شراء کے اختلاف کا فیصلہ	۲۹۹
۵۲۹	اگر غصب کی ہوئی جائیداد کو غاصب بیچ دے اور اصل مالکان میں سے کوئی اس کو خرید لے تو وہ کس کی ملک ہوگی؟	۳۰۱
۵۳۰	مسلمانوں کی جو زمینیں قرضہ کی وجہ سے نیلام ہوئی ہوں ان کا خریدنا؟	۳۰
۵۳۱	جس چیز کو حاکم جبراً نیلام کرے اس کا خریدنا کیسا ہے؟	۳۰
۵۳۲	اپنے آدمی کو مناسب قیمت دلوانے کیلئے نیلام میں حصہ لینا؟	۳۰۱
۵۳۳	اپنے مال کا عیب چھپا کر فروخت کرنا حرام ہے؟	۳۰۲
۵۳۴	ادھار اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے یا نہیں؟	۳۰۲
۵۳۵	قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر بیچنا بے مروتی ہے	۳۰۲
۵۳۶	ادھار کیوجہ سے بازار کے بھاؤ سے زیادہ قیمت پر مال بیچنا خریدنا کیسا ہے؟	۳۰۲
۵۳۷	قرض لینے دینے میں مکیلات وموزونات کا فرق؟	۳۰۳
۵۳۸	گیہوں قرض لینے میں اور اس کی ادائیگی کی صحیح صورت"	۳۰۳

نواں باب

کتاب البیوع والمعاملات

۵۴۹	بیع کی بدھنی جائز ہے یا نہیں؟	۳۰۳
۵۵۰	کھیتی کے عوض دوسری فصل میں گیہوں لینا؟	۳۰۳
۵۵۱	غلہ کی گرانی پر خوش ہونا اور اسکا انتظار کرنا؟	۳۰۴
۵۵۲	دھان کے بدلہ پیاز اور حارد دینا کیسا ہے؟	۳۰۴
۵۵۳	پھلوں کی بیع کس وقت جائز ہے	۳۰۴
۵۵۴	پورا آنے سے پہلے باغوں کا فروخت کرنا؟	۳۰۵
۵۵۵	پھل خام ہونے سے پہلے باغوں کی فروخت؟	۳۰۵
۵۵۶	بیع کی فصل فروخت کرتے وقت جنس متعین کرنا کب صحیح ہے؟	۳۰۵
۵۵۷	دوروں صندوقوں میں رکھے ہوئے سامان وغیرہ دیکھے خریدنا؟	۳۰۵
۵۵۸	مشتریداروں کے لئے کشمیر و کابل کے پھلوں اور میوہ جات کی شرعی بیع کی تحقیق؟	۳۰۶
۵۵۹	بیع سلم کی شرائط اور اس کے احکام؟	۳۰۶
۵۶۰	کھیتی میں بیع سلم؟	۳۰۸
۵۶۱	ہندو سے ایک معاملہ میں شرکت طے ہوئی تھی وہ مر گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں تو؟	۳۰۹
۵۶۲	قرض خواہ مجبوری میں قرض دار سے عدالت [illegible]	۳۰۹
۵۶۳	[illegible]	۳۱۰
۵۶۴	[illegible]	۳۱۰
۵۶۵	[illegible]	۳۱۰
۵۶۶	[illegible]	۳۱۰
۵۶۷	[illegible]	۳۱۱
۵۶۸	ہنڈی لفافہ اور اسٹامپ کی کمی زیادتی کے ساتھ فروخت اور منی آرڈر کا حکم؟	۳۱۱
۵۶۹	روپے کے نرخ سے کم یا زیادہ پیسے لینے کا حکم؟	۳۱۲
	اجارہ	
۵۷۰	کرایہ کے ایک مکان کے معاملہ میں فسخ اجارہ کا حکم؟	۳۱۲
۵۷۱	کرایہ کا مکان خالی کرانے کے لئے جبر کرنا؟	۳۱۳
۵۷۲	سود سے بچنے کے لئے مقررہ مدت سے پہلے مکان خالی کرالینا؟	۳۱۳
	جواب از حضرت مولانا گنگوہی	۳۱۴
۵۷۳	کیا اپنے جائز حق کی وصولی کے لئے کذب و تزویر کی گنجائش ہے۔	۳۱۴
۵۷۴	کابل پیسے کا منصوری پیسے سے تبادلہ؟	۳۱۵
	رہن	
۵۷۵	رہن کی زمین سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں؟	۳۱۵
۵۷۶	شئے مرہونہ سے نفع لینے کا حکم؟	۳۱۶
۵۷۷	رہن سے نفع لینے ہدایہ کے ایک مسئلہ کی وضاحت	۳۱۶
۵۷۸	کیا رہن رکھی گئی چیز کو مرتہن فروخت کر سکتا ہے؟	۳۱۶
	ہبہ	
۵۷۹	ہبہ کے ایک معاملہ کی شرعی تحقیق؟	۳۱۶
۵۸۰	موہوبہ زمین کے ایک معاملہ کی تحقیق؟	۳۱۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۷۱	مرض الموت میں ہبہ کی گئی جائیداد کا حکم؟	۳۱۷
۵۷۲	ہبہ کی ہوئی چیز کو واہب کے ورثا واپس لے سکتے ہیں؟	۳۱۸
۵۷۳	اگر ورثاء موہوبہ چیز کو زبردستی واپس لے لیں تو؟	۳۱۹
۵۷۴	ہبہ مشاع میں واہب کے وارث کا رجوع کرنا؟	۳۱۹
۵۷۵	ہبہ مشاع یا بیع کی تفصیل میں اختلاف کے ایک معاملہ کی تحقیق:	۳۲۰
۵۷۶	باپ نے اگر اپنی زندگی میں اپنا مال کسی کو ہبہ کر کے قبضہ کرادیا تو اس میں کسی اور کا حق نہیں	۳۲۲
۵۷۷	اولاد کے حق میں ہبہ کے معتبر ہونے کی تفصیل	۳۲۲
۵۷۸	زکوۃ ساقط کرنے کے لئے ہبہ کے حیلہ کی تحقیق اور حکم؟	۳۲۳
	امانت	
۵۷۹	اگر امانت احتیاط کے باوجود ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان؟	۳۲۴
۵۸۰	مال عاریت کے گم ہونے پر ضمان؟	۳۲۴
۵۸۱	امین اگر امانت کو رکھ کر بھول جائے تو یہ عذر نہیں	۳۲۵
	سود	
۵۸۲	رشوت دینا اور سود کا کاروبار؟	۳۲۵
۵۸۳	حیلۂ سود کے جواز کا فتویٰ؟	۳۲۶
۵۸۴	سود کے لئے حیلہ کرنا بھی گناہ سے خالی نہیں	۳۲۶
۵۸۵	کافر کی سود کے ذریعہ حاصل کی ہوئی رقم کا مسلمان کے لئے حکم؟	۳۲۷
۵۸۶	قرضدار کے ظلم سے بچنے کے لئے نہایت مجبوری میں سود کی رقم سے مطالبہ ادا کرنا	۳۲۷
۵۸۷	دفع ظلم اور اپنی مغصوبہ چیز کے حوالے سے مجبوری میں سود لینے کا حکم؟	۳۲۷
۵۸۸	مسلمانوں کے لئے شراب کی قیمت حرام ہے	۳۲۸
۵۸۹	طوائف اور سود خور کی دعوت قبول کرنی ان سے اجرت لینی	۳۲۸
	احکام الاراضی عشر اور متعلقہ مباحث ومسائل	
۵۹۰	عشر کیا ہے اور یہ فرض ہے یا واجب؟	۳۲۹
۵۹۱	عشری زمین کونسی ہے جس پر عشر واجب ہوتا ہے؟	۳۲۹
۵۹۲	ہندوستان کی زمین عشری ہیں؟	۳۲۹
۵۹۳	ہندوستان کی زمین عشری ہیں یا خراجی نیز غلہ میں سے عشر کا حساب کئے بغیر مزدوروں کو غلہ دینا کیسا ہے؟	۳۲۹
۶۹۴	ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟	۳۳۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۹۵	ابیاری کی صورت میں عشر مالک کے ذمہ ہے یا ابیاری والے کے؟	۳۳۰
۵۹۶	مشترک زمین کا عشر کون دے گا؟	۳۳۱
۵۹۷	کیا کافروں سے خریدی گئی زمین خراجی ہے؟	۳۳۱
۵۹۸	عشر کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے؟	۳۳۱
۵۹۹	عشر کل پیداوار پر ہے یا خرچہ نکال کر باقی ماندہ پر؟	۳۳۲
۶۰۰	عشر کے مصارف کیا ہیں اور اس کا مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟	۳۳۲
۶۰۱	مقروض پر تاجر کے ذمہ بھی عشر ہے یا نہیں؟	۳۳۲
۶۰۲	کیا کافر مالکوں کو لگان دینے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے	۳۳۲
۶۰۳	مال گذاری ادا کرنے سے عشر ادا ہو جاتا ہے؟	۳۳۲
۶۰۴	بارش اور کنویں سے سینچائی کی جانے والی زمین پر عشر ہے یا نہیں؟	۳۳۲
	عشر کے مذکورہ جوابات پر علماء کرام کی تصدیق	۳۳۳
۶۰۵	مخابرہ کی صورت میں عشر کس کے ذمہ ہے؟	۳۳۴
۶۰۶	سینچائی کی زمین میں عشر کی ترتیب	۳۳۴
۶۰۷	جو زمین ٹھیکہ پر دیدی گئی اس کا عشر کس کے ذمہ؟	۳۳۴
۶۰۸	باغ کا عشر مالک کے ذمہ ہے یا خریدار کے؟	۳۳۴
۶۰۹	حکام کے ظلم کی وجہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا؟	۳۳۵

اراضی کے متفرق احکام ومسائل

۶۱۰	کسی والی ریاست کی دی ہوئی زمین کی شرعی حیثیت؟	۳۳۵
۶۱۱	ایک والی حکومت کی طرف سے عطا کی ہوئی زمین کا حکم؟	۳۳۶
۶۱۲	ہندوستان میں زمین کے مالک، ان پر قابض افراد ہیں	۳۳۶
۶۱۳	کھیتی میں شرکت کس طرح کی جا سکتی ہے؟	۳۳۷
۶۱۴	کاشتکار اور زمین دار کے معاہدہ کی طرفین کو پابندی ضروری ہے	۳۳۷
۶۱۵	رعایا کے لوگوں پر جو بیگار مقرر ہے اس کی اور زمیندار کے بعض نذرانوں کی شرعی حیثیت	۳۳۹
۶۱۶	کھیتی کے شرکاء نے اگر کمی زیادتی طے کرلی تو کیا یہ شرکت صحیح ہے؟	۳۳۹
۶۱۷	خودرو گھاس پر پابندی یا محصول لگانا صحیح نہیں	۳۳۹
۶۱۸	خودرو گھاس خشک لکڑی اور ہینڈ کس کی ملکیت ہے؟	۳۴۰
۶۱۹	موروثی کاشتکاری کے ناجائز ہونے کی تحقیق:	۳۴۰
۶۲۰	موروثی کاشتکاری شرعاً بے اصل ہے:	۳۴۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

دسواں باب

کتاب الوقف

وقف، مساجد اور ان کے متعلقہ مسائل

فتاوی نمبر	مندرجات و مسائل	صفحہ
۶۲۱	یادِ احباب میں بھی مسجد بنانے کا ثواب ملے گا؟	۳۴۴
۶۲۲	جوئے میں جیتی ہوئی رقم سے مسجد بنانے کا حکم؟	۳۴۴
۶۲۳	جس مسجد میں حرام مال خرچ ہوا ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟	۳۴۵
۶۲۴	شیعہ یا ہندو وقف کی ہوئی جانماز پر نماز پڑھنے، ان کے بنوائے ہوئے سائبان اور مسجد کے لئے ان کے چندہ کا حکم؟	۳۴۵
۶۲۵	اگر ہندو اپنی زمین مسجد کے لئے دے یا اپنے پیسے سے مسجد بنوادے؟	۳۴۶
۶۲۶	اگر حلال آمدنی سے طوائف کا مکان خرید کر اس میں مسجد بنائی تو کیا حکم ہے؟	۳۴۶
۶۲۷	قربانی کی کھال کا صدقہ واجب ہے، اور اس کا مسجد کی قمیص یا تنخواہ میں استعمال؟	۳۴۸
۶۲۸	نظریات کے اختلاف کی وجہ سے الگ مسجد بنانا صحیح نہیں	۳۹۱
۶۲۹	برادری سے باہر نکاح کرنیوالے کو مسجد آنے سے منع کرنا کیسا ہے؟	۳۴۹
۶۳۰	شادی یا خوشی کے موقع پر مسجد کے لئے چندہ لینا کیسا ہے؟	۳۵۰
۶۳۱	[illegible] پیسے دے کر ان کے نام پر مسجد بنوانی تو کیا حکم ہے؟	۳۵۰
۶۳۲	مسجد کے فائدے کے لئے اس کی چھت گرانے کا حکم؟	۳۵۰
۶۳۳	[illegible] مسجد کی آمدنی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو اور دوسری مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو تو؟	۳۵۱
۶۳۴	[illegible] نے مال صدقہ کرنے کی قسم کھائی مسجد میں خرچ کرنے کے بجائے دینی کتابیں خرید [illegible] تو؟	۳۵۲
۶۳۵	مسجد سے ملحق مسجدی زمین میں مدرسہ بنانے اور اس پر مسجدی زائد آمدنی خرچ کرنے کا حکم؟	۳۵۲
۶۳۶	فقراء و جانے کے لئے وقف شدہ جائیداد کا حکم؟	۳۵۳
۶۳۷	زمین وقف اور زمین مسجدی فروخت کی طرح صحیح نہیں؟	۳۵۳
۶۳۸	مسجد یا مسافر خانہ کی تعمیر کے لئے چندہ کا نام اور اس میں سے اپنا خرچ نکال لینا؟	۳۵۳
۶۳۹	مسجد کی دوکانوں کی رہن کی ایک صورت، اور اس کی وجہ سے متولی کی معزولی کا حکم؟	۳۵۴
۶۴۰	متولی وقف، ذاتی ضروریات کے لئے کس قدر رقم خرچ کر سکتا ہے؟	۳۵۵
۶۴۱	متولی کو معزول کرنے کا حق کس کو ہے؟	۳۵۶
۶۴۲	متولی اوقاف کو کب معزول کیا جا سکتا ہے؟	۳۵۶

toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۵۹	پیاز، لہسن کچا کھا کر مسجد میں جانا؟	۳۶۱
۱۶۰	ایسی جگہ حقہ پینا جس سے دھواں مسجد میں آئے؟	۳۶۱

گیارہواں باب

کتاب الحظر والاباحۃ

(۱)

حلال وحرام یا پاک اور ناپاک چیزوں کا بیان

فتاویٰ نمبر	مندرجات ومسائل	صفحہ
۱۶۱	ناک اور منہ کی رطوبت سنک اور بلغم کا حکم؟	۳۶۲
۱۶۲	سیہ کے بدن کے تکلوں کا کیا حکم ہے؟	۳۶۲
۱۶۳	سانپ کی کانچلی کا کیا حکم ہے؟	۳۶۲
۱۶۴	مرغی کے پروں پر لگی ہوئی رطوبت کا کیا حکم ہے؟	۳۶۲
۱۶۵	مرغی بگلے وغیرہ پرندوں کی بیت کی ناپاکی کا حکم	۳۶۳
۱۶۶	چیل اور الو کے پر کا کیا حکم ہے؟	۳۶۳
۱۶۷	گھوڑے اور گدھے خچر کا پسینہ اور لعاب پاک ہے یا ناپاک؟	۳۶۳
۱۶۸	[illegible]	۳۶۳
۱۶۹	[illegible]	۳۶۳
۱۷۰	[illegible]	۳۶۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۷۱	شوہر کے لئے بیوی کے پستان کا منہ میں لینا درست ہے مگر اس کا دودھ پینا؟	۳۶۴
۶۷۲	بعض حرام وحلال چیزوں، کھیلوں اور آداب کا تذکرہ	۳۶۴
۶۷۳	مرغی ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے جو انڈے نکلیں ان کا حکم؟	۳۶۵
۶۷۴	ذبح شدہ مرغی کے پیٹ سے کچے انڈے نکلے ان کا کیا حکم ہے؟	۳۶۵
۶۷۵	مری ہوئی مرغی کے پیٹ سے نکلے ہوئے انڈے کا حکم؟	۳۶۵
۶۷۶	ذبح کے بعد ذبیحہ کے پیٹ سے جو بچہ نکلے اس کا کیا حکم ہے؟	۳۶۵
۶۷۷	مچھلی کے پیٹ سے نکلی ہوئی مچھلی کا کیا حکم ہے؟	۳۶۵
۶۷۸	مچھلی اگر گرمی یا سردی سے مرجائے تو کیا حکم ہے؟	۳۶۶
۶۷۹	گرمی یا سردی سے مری ہوئی مچھلی کی کس طرح تعیین ہو؟	۳۶۶
۶۸۰	طافی مچھلی کی پہچان کیا ہے؟	۳۶۶
۶۸۱	مردہ بکری کے پستان کے دودھ کا حکم؟	۳۶۶
۶۸۲	اگر نامعلوم کبوتر اپنے کبوتروں میں آجائے تو اس کے پکڑنے اور کھانے کا حکم؟	۳۶۶
۶۸۳	نامعلوم کبوتر سے اپنے کبوتر کی نسل پیدا ہوگئی تو اس کا کیا حکم ہے؟	۳۶۶
۶۸۴	کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانوروں کا حکم؟	۳۶۷
۶۸۵	لاوارث بھینس کے پالنے اور اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟	۳۶۷
۶۸۶	ہندو جو جانور اپنے دیوتاؤں کے لئے نامزد کرکے چھوڑ دیتے ہیں اس کی تفصیل؟	۳۶۷
۶۸۷	طوطا حلال ہے	۳۶۸
۶۸۸	لومڑی استرنی وغیرہ کھانے کا کیا حکم ہے؟	۳۶۸
۶۸۹	کیا شوافع کے نزدیک مور کا کھانا جائز نہیں؟	۳۶۸
۶۹۰	شریر جانور کا زبردستی دودھ نکال لینا؟	۳۶۸
۶۹۱	جانور کے بچے کو اس کی ماں سے علیحدہ کرنا؟	۳۶۸
۶۹۲	گھوڑے بیل وغیرہ کا خصی کرنا کیسا ہے؟	۳۶۸
۶۹۳	ٹچر کے لئے گھوڑے گدھے کو ملانا کیسا ہے؟	۳۶۸
۶۹۴	گائے بھینس دودھ نکالتے وقت اگر اس میں اپنی دم ڈالدے تو کیا حکم ہے؟	۳۶۹
۶۹۵	کچا لہسن پیاز کھانا صحیح ہے مگر اس کو کھا کر مسجد میں جانا؟	۳۶۹
۶۹۶	ناپاک لوگوں کے ہاتھ کا بنا ہوا گڑ وغیرہ استعمال کرنے کا حکم؟	۳۶۹
۶۹۷	حرام آمدنی والے کے ہاتھ اپنا سامان بیچنا؟	۳۶۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۹۸	ناجائز آمدنی والے کے یہاں کھانے سے نہایت احتیاط؟	۳۷۰
۵۹۹	حرام مال میں ملی ہوئی حلال آمدنی سے بھی پرہیز؟	۳۷۰
۶۰۰	[illegible]	۳۷۰
۶۰۱	جنبید استر کے دوا میں استعمال کا حکم؟	۳۷۰
۶۰۲	دواؤں میں نشے والی چیزوں کا استعمال:	۳۷۱
۶۰۳	جوہر شراب بھی حرام ہے؟	۳۷۱
۶۰۴	شراب کے ناپاک ہونے کی وجہ؟	۳۷۱
۶۰۵	حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟	۳۷۱
۶۰۶	[illegible]	۳۷۲
۶۰۷	[illegible]	۳۷۲
۶۰۸	[illegible]	۳۷۲
۶۰۹	[illegible]	۳۷۲
۶۱۰	کسی چیز پر انعام ملے تو اس کا حقدار اس چیز کا بنانے والا ہے	۳۷۳
۶۱۱	[illegible]	۳۷۳
۶۱۲	[illegible]	۳۷۳
۶۱۳	[illegible]	۳۷۴

کتاب الحظر والاباحة

(۲)

مردوں اور عورتوں کے بعض مسائل

فتاویٰ نمبر	مندرجات ومسائل	صفحہ
۶۱۴	داڑھی کی کیا مقدار ضروری ہے؟	۳۷۵
۶۱۵	ریش بچے منڈوانے کا حکم؟	۳۷۵
۶۱۶	کان کے پاس بڑھے ہوئے داڑھی کے بال تراشنے کا حکم	۳۷۵
۶۱۷	بال کٹوانا خط بنوانا کس دن افضل ہے؟	۳۷۵
۶۱۸	مونچھوں کے تراشنے کی مقدار کیا ہے؟	۳۷۶
۶۱۹	گلے کے بال منڈوانے کی حد اور وضو میں داڑھی کی حد	۳۷۶
۶۲۰	سر کے کچھ بال منڈوانے اور کچھ بال رکھنے کا حکم؟	۳۷۶
۶۲۱	ابرو اور پلک کے بال کاٹنے کا حکم؟	۳۷۶
۶۲۲	موئے زیر ناف کا صاف کرنے کا حکم؟	۳۷۷
۶۲۳	[illegible]	۳۷۷
۶۲۴	[illegible]	۳۷۷
۶۲۵	[illegible]	۳۷۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

۷۲۵	موئے زیر ناف کا قینچی سے کاٹنا اور اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کی دی گئی خواب کی تعبیر	۳۷۷
۷۲۶	موئے زہار کو چھپانے کا حکم؟	۳۷۸
۷۲۷	بال اور ناخن کا گندگی میں ڈالنے نیز ان کے متعلق چند احکام؟	۳۷۸
۷۲۸	مہندی اور سیاہ خضاب کا حکم؟	۳۷۸
۷۲۹	تیل کے سیاہ خضاب کا حکم؟	۳۷۸
۷۳۰	سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنا کیسا ہے؟	۳۷۸
۷۳۱	مردوں کے لئے سرخ رنگ کے کپڑے کا حکم؟	۳۷۹
۷۳۲	ولایتی چھینٹ کا کیا حکم ہے؟	۳۷۹
۷۳۳	مرد کو سونے چاندی کی بوتام اور گھڑی کی زنجیر لینی کیسی ہے؟	۳۷۹
۷۳۴	مردوں کے لئے گھڑی کی چاندی کی زنجیر کا حکم؟	۳۸۰
۷۳۵	عورتوں مردوں کے لئے ایک دوسرے کی مشابہت کا حکم؟	۳۸۰
۷۳۶	کسی بیماری کی وجہ سے لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم؟	۳۸۰
۷۳۷	تعویذ کے لئے چاندی یا تانبے کے خول کا حکم؟	۳۸۰
۷۳۸	دانتوں میں سونے چاندی کی میخ لگانے کا حکم؟	۳۸۰
۷۳۹	انگریزی بوٹ پہننے کا اور اس کی تجارت کا حکم؟	۳۸۰
۷۴۰	ہر قسم کا موزہ پہننا صحیح ہے؟	۳۸۱
۷۴۱	عورتوں کے لئے کون کون سے زیور ناجائز ہیں اور کون سے جائز؟	۳۸۱
۷۴۲	عورتوں کے لئے کس قسم کے زیور جائز ہیں؟	۳۸۱
۷۴۳	عورتوں کو ناک میں زیور پہننا؟	۳۸۱
۷۴۴	عورت کے لئے مسی لگانے کا حکم؟	۳۸۱
۷۴۵	کاجل لگانے کا حکم؟	۳۸۱
۷۴۶	گلٹ کا زیور پہننا جائز؟	۳۸۱

الحظر والاباحة
(۳)

۷۴۷	والدین کی عزت برادری کے اصولوں پر مقدم ہے	۳۸۲
۷۴۸	بعض برادریوں کی رسومات اور ان کی شرعی حیثیت؟	۳۸۲
۷۴۹	بلا انگیا عورت رکھنے والے سے سلام و تعلقات رکھنا کیسا ہے؟	۳۸۳
۷۵۰	شخص مذکورہ بالا کی حمایت کرنے والے گنہگار ہیں	۳۸۳
۷۵۱	قبلہ رخ ناپاکی (گندگی) پھینکنے اور استنجے کا حکم؟	۳۸۴
۷۵۲	نلکے کو پردہ میں گفتگو کرنا کیسا ہے؟	۳۸۴
۷۵۳	استاذ سے بغیر پڑھے صحیح علاج کرنا	۳۸۴
۷۵۴	جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم؟	۳۸۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

۷۵۵	مردوں کے سامنے کا بچا ہوا کھانا عورتوں کے لئے کیا ہے؟	۳۸۵
۷۵۶	رشوت خوری اجرت اور دعوت کا حکم؟	۳۸۵
۷۵۷	رشوت کے کھانے پر بسم اللہ پڑھنا صحیح نہیں؟	۳۸۵
۷۵۸	ایک برتن میں سے ایک آدمی اگر دوسرے کے سامنے سے کھالے؟	۳۸۵
۷۵۹	عصر کے بعد کھانا چنانچہ ترک کرنے کی کوئی اصل نہیں؟	۳۸۵
۷۶۰	جماعت علماء بحیثیت مجموعی مجدد ہوتی ہے؟	۳۸۶
۷۶۱	کیا ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے اور اولاد میں باپ کے امراض کا اثر کیوں ہوتا ہے؟	۳۸۶
۷۶۲	ہفتہ کے دن سفر کرنا اور مکان کی بنیاد ڈالنا کیسا ہے؟	۳۸۶
۷۶۳	سات ستاروں کی تاثیر کا یقین؟	۳۸۷
	جانوروں سے متعلق چند مسائل	
۷۶۴	جانوروں کا نگہداشت کے اہتمام کے ساتھ پالنا؟	۳۸۷
۷۶۵	جانوروں کو کتے وغیرہ کا جھوٹا کھلانا کیسا ہے؟	۳۸۷
۷۶۶	گرم پانی سے مچھروں کا مارنا صحیح ہے؟	۳۸۷
۷۶۷	بلی جو بار بار نقصان پہنچانے جانوروں کو کھالے اس کا مارڈالنا	۳۸۸
۷۶۸	جان یا مال کی حفاظت کے لئے کتا پالنا؟	۳۸۸
۷۶۹	کتا پالنے پر جو وعید ہے وہ کس کتے پر ہے؟	۳۸۸
	چوری اور حدود غیرہ کے چند مسائل	
۷۷۰	چوری کے سامان کا خریدنا جائز نہیں	۳۸۸
۷۷۱	چوری کی ہوئی چیز کا واپس کرنا واجب ہے	۳۸۸
۷۷۲	چوری کا جانور ذبح ہونے کے بعد کس کا ہے؟	۳۸۹
۷۷۳	چوری کی ہوئی چیز کا مالک کے استعمال میں دیدینا بہتر ہے یا اس کا صدقہ کرنا؟	۳۸۹
۷۷۴	صرف ایک گواہی سے قتل کا حکم	۳۸۹
۷۷۵	واہی بسیمہ کو تحریر اور بسیمہ کا حکم	۳۸۹
	وعظ و نصیحت کے چند احکام و متعلقات	
۷۷۶	وعظ مسجد اور بازار دونوں جگہ درست ہے	۳۹۰
۷۷۷	وعظ و نصیحت کے لئے صلاحیت اور مطلوبہ قابلیت کیا ہے؟	۳۹۰
۷۷۸	جو باضابطہ عالم نہ ہو مگر محتاط اور باخبر ہو اس کو وعظ کہنا صحیح ہے؟	۳۹۱
۷۷۹	واعظ میں کیا کیا شرائط ضروری ہیں؟	۳۹۱
۷۸۰	جاہل ان پڑھ بے سمجھ کا وعظ کرنا ناجائز ہے	۳۹۲
۷۸۱	وعظ کہنا، کہلانا ہر جگہ، ہر وقت ہر ایک کے سامنے جائز ہے	۳۹۲
۷۸۲	وعظ کے بعد دعا اور مصافحہ میں حرج نہیں	۳۹۷
	علم اور تعلیم سے متعلق چند مسائل و احکام	
۷۸۳	علم سے مراد علم دین ہے طلب علم سے اسی کی ترغیب دی گئی ہے	۳۹۸
۷۸۴	منطق و فلسفہ کی تعلیم ناپسندیدہ ہے	۴۰۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

۹۸۵	عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟	۴۰۲
۹۸۶	انگریزی کا سیکھنا پڑھنا اس وقت جائز ہے جب؟	۴۰۳
۹۸۷	انگریزی پڑھنا برائے روزگار؟	۴۰۴
	تقلید اور عدم تقلید کی شرعی حیثیت	
۹۸۸	عوام کے لئے کسی ایک امام کی تقلید ضروری ہے	۴۰۵
۹۸۹	اس وقت ایک امام معین کی تقلید ضروری ہے	۴۰۵
۹۹۰	عوام کے لئے تقلید ائمہ اربعہ ضروری ہے	۴۰۶
۹۹۱	چاروں مذاہب فقہ برحق ہیں ان پر طعن صحیح نہیں	۴۰۹
۹۹۲	کسی کو لامذہب یا غیر مقلد کہنا؟	۴۰۹
۹۹۳	مقلدین کو مشرک کہنے والا فاسق ہے	۴۱۰
۹۹۴	غیر مقلد کو مسجد یا نماز سے نکال دینا صحیح نہیں	۴۱۰
۹۹۵	امت مقبولہ اور معتبر علماء کا اجماع ہر وقت معتبر ہے	۴۱۰
۹۹۶	مسائل شریعت میں کن لوگوں کا اختلاف و اتفاق قابل اعتبار ہے اور اہل سنت کا کیا مطلب ہے؟	۴۱۱

سلوک واحسان

توبہ، سلاسل تصوف، بیعت، ذکر کے درجات اور متعلقہ عنوانات

۹۹۷	توبہ کی حقیقت کیا ہے؟	۴۱۳
۹۹۸	توبہ بار بار کرتا رہے	۴۱۳
۹۹۹	توبہ کی بار بار تجدید کرتے رہنا چاہئے	۴۱۴
۱۰۰۰	توبۃ النصوح کا مفہوم کیا ہے؟	۴۱۴
۸۰۱	توبہ کو بار بار توڑنے والے کا حکم؟	۴۱۴
۸۰۲	جس کام کے صوفیہ مجتہدین ہیں اس میں ان کی تقلید اور جس کے فقہاء مجتہدین ہیں اس میں ان کی تقلید کی جانی چاہئے	۴۱۵
۸۰۳	بیعت کے چاروں سلسلے صحیح ہیں	۴۱۶
۸۰۴	جو شخص کسی بزرگ کے متعلق توہین کے کلمات کہے اس کا حکم	۴۱۶
۸۰۵	اپنے پیر کے علاوہ سے کسی اور سے تبرکاً بیعت ہونا؟	۴۱۷
۸۰۶	نسبت سلوک حاصل کئے بغیر کسی کو بیعت کرنا صحیح نہیں نیز وعظ و نصیحت کے آداب	۴۱۷
۸۰۷	ولی اگر جان بوجھ کر گناہ کبیرہ کرے تو اس وقت کے لئے ولایت سے خارج ہو جاتا ہے	۴۱۸
۸۰۸	توکل حقیقی کیا ہے؟	۴۱۹
۸۰۹	توکل کی ایک حدیث کا حوالہ	۴۱۹
۸۱۰	تعلیم و تدریس چھوڑ کر اوراد اشغال میں مصروف ہونا صحیح نہیں	۴۱۹
۸۱۱	ہر وقت کی تسبیح میں کیا ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا ضروری ہے؟	۴۲۱
۸۱۲	جہری ذکر جائز ہے اگر مضرتوں سے خالی ہو	۴۲۱
۸۱۳	فعل حرام میں مشغولیت کے وقت ذکر کرنا؟	۴۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

۹۱۴	دین داری میں آخرت خراب ہونا کیوں خلط ہے؟	۴۲۳
۹۱۵	وحدۃ الوجودی تحقیق	۴۲۳
۹۱۶	مسئلہ وحدت کی بحث	۴۲۳
۹۱۷	فی زمانہ تصوف شیخوخیہ مشروع ہے	۴۲۵
۹۱۸	من اللہ و من مشائخی کہنا صحیح نہیں	۴۲۵
۹۱۹	صوفیہ کے بعض اشعار و اقوال میں نامناسب الفاظ و نکات کی شرعی تحقیق	۴۲۶
۹۲۰	مولانا روم و مولانا جامی وغیرہ اولیائے مقبولین میں سے ہیں	۴۲۷

جنات خواب اور ان کے متعلقات

۹۲۱	جنات کو دانتوں سے توڑنے اور اس سے متاثر ہونے کی ممانعت کی تحقیق؟	۴۲۸
۹۲۲	جنات کیا کھاتے ہیں؟	۴۲۸
۹۲۳	جنات کی چوری سے حفاظت کی تدبیر	۴۲۸
۹۲۴	شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کیسے دائیں جانب سے آتے ہیں	۴۲۸
۹۲۵	جنات آسیب وغیرہ کا اثر اور ان کا علاج برحق ہے	۴۲۹
۹۲۶	جناب رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کے ایک پہلو کی تحقیق؟	۴۲۹
۹۲۷	خواب میں جو مردے نظر آتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے	۴۲۹

گانے بجانے اور آتش بازی وغیرہ کے احکام

۹۲۸	[illegible]	۴۳۰
۸۲۹	ہر قسم کی تصویر بنانے کا ایک ہی حکم ہے	۴۳۱
۸۳۰	آتش بازی وغیرہ کا تماشہ دیکھنا حرام ہے	۴۳۱
۸۳۱	آتش بازی کے حرام ہونے اور عمدہ لباس اور کھانوں کے حرام نہ ہونے کی وجہ؟	۴۳۱
۸۳۲	زمین کے سات طبقوں کی کیوں وضاحت نہیں؟	۴۳۲
۸۳۳	بادل بجلی اور کڑک وغیرہ کے متعلق سائنس دانوں کے اقوال خلاف شریعت نہیں ہیں	۴۳۲

قبر، قیامت اور احوال آخرت وغیرہ

۸۳۴	امت محمدیہ کا حساب و کتاب سب سے پہلے ہوگا	۴۳۳
۸۳۵	جنت میں داخلہ حساب کے بعد ہوگا	۴۳۳
۸۳۶	کیا جنت میں اپنے لواحقین کو پہچان لیں گے؟	۴۳۳
۸۳۷	حضرت مہدی کے عاشورا کے دن ظاہر ہونے کی روایت کی تحقیق	۴۳۳
۸۳۹	امت نوح سے آج تک دجال سے ڈرانے کی وجہ	۴۳۳
۸۳۹	گناہوں کی معافی اور چیز ہے حساب و عتاب اور	۴۳۴
۸۴۰	قیامت میں روحیں فنا ہو کر دوبارہ زندہ ہوں گی	۴۳۴
۸۴۱	روحوں کا تنعم ہونا ثابت ہے مگر تعزیت صحیح نہیں	۴۳۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

۸۴۲	مسلمانوں کی روحوں کا جمعہ کی شب میں اپنے گھروں پر آنا ثابت نہیں	۴۳۴
۸۴۳	مردوں کی روحیں گھروں پر نہیں آتیں	۴۳۵
۸۴۴	ایسے واقعات صحیح نہیں جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات کہی جائے۔	۴۳۵

عیسائیوں اور غیر مسلموں کی ملازمت، ان کے ساتھ کاروبار اور ملک کی سیاست میں تعاون اور شرکت

۸۴۵	یہود و نصاریٰ کی ملازمت صحیح ہے مگر اس کی وجہ سے خلاف شریعت کام انجام دینا جائز نہیں	۴۳۶
۸۴۶	انگریزوں کی، ہندو رئیسوں کی اور عدالتوں کی ملازمت کا حکم؟	۴۳۷
۸۴۷	انگریزوں کی حکومت کی شرعی حیثیت اور ان کے ماتحت مسلمانوں کی ذمہ داری	۴۳۷
۸۴۸	عیسائیوں اور دوسری قوموں کے لباس کا حکم؟	۴۴۰
۸۴۹	یہود و نصاریٰ کو سلام میں بندگی وغیرہ کہنا؟	۴۴۰
۸۵۰	کانگریس میں شرکت اور سرسید احمد خاں کے ساتھ تعاون کا حکم؟	۴۴۰
۸۵۱	کافروں کے گھر کا اور ان کا پکایا ہوا کھانا کھانا؟	۴۴۱
۸۵۲	ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر ان سے کچھ لینے دینے کا حکم؟	۴۴۱
۸۵۳	مسلمانوں کی ہندو کے تہواروں میں شرکت اور ان کا کھانا کھانے کا حکم؟	۴۴۲
۸۵۴	ہندوؤں کے میلوں اور عرس میں دکانیں لگانا صحیح نہیں	۴۴۲
۸۵۵	غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر ان سے ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟	۴۴۳
۸۵۶	ہندوؤں کے مذہبی میلوں کی سیر کرنا اور اسکو اچھا سمجھنا	۴۴۳
۸۵۷	غیر مسلموں کے مجمع میں سیر و تفریح کے لئے جانے کا اور خرید و فروخت کرنے کا حکم	۴۴۵
۸۵۸	رام لیلا وغیرہ میں چندہ دینا گناہ کبیرہ ہے	۴۴۶
۸۵۹	غیر مسلم کے گھر میں بیوہ عورت رکھنے کے معاملہ میں گواہی اور شرکت کا حکم؟	۴۴۶
۸۶۰	سفید مرغ اور سیاہ گائے کو ہندوؤں کے ہاتھ بیچنا کیسا ہے؟	۴۴۷
۸۶۱	ہندو اگر کسی مسلمان سے عطر وغیرہ کوئی چیز مورتی پر چڑھانے کے لئے خریدے تو کیا حکم ہے؟	۴۴۷
۸۶۲	اگر کسی مسلمان سے ہندو کوئی چیز خریدتا ہے اور وہ اس کو بتوں پر چڑھائے گا تو یہ فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟	۴۴۷
۸۶۳	غیر مسلم کی نذر کا جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا اور اس کی اجرت لینا؟	۴۴۷
۸۶۴	ہندوؤں کے ساتھ شرکت معاملات و سیاست کا کیا حکم ہے؟	۴۴۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

☆	حضرت مولانا گنگوہی کا ایک مشہور تاریخی فتویٰ ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟	۴۵۱
۸۶۵	ہندوستان دارالحرب یا دارالاسلام؟	۴۸۴

بارہواں باب

کتاب العلم والتحقیق

"تجوید وقرأت اور متعلقات قرآن کریم"

۸۶۶	(رافها الله میں مد ہے یا نہیں؟	۵۰۶
۸۶۷	لایسئف میں الم کے بعد الف کیوں نہیں لکھا جاتا؟	۵۰۶
۸۶۸	سورۂ کہف میں شیئ ذاضی کیوں لکھا جاتا ہے؟	۵۰۶
۸۶۹	سورۂ حج کے پہلے رکوع میں علیہ پر پیش کیوں ہے؟	۵۰۷
۸۷۰	ضاد کا صحیح مخرج اور تلفظ کیا ہے؟	۵۰۷
۸۷۱	تحقیق قرأت ضاد	۵۰۷
۸۷۲	ضاد کی ادائیگی قراء سے سنی چاہئے	۵۱۱
۸۷۳	ولموسیٰ الذین ظلموا کی صحیح قرأت نحوی ترکیب اور ایک اہم اعتراض کی تحقیق	۵۱۱
۸۷۴	ذلک نتلوہ علیک من الآیات والذکر الحکیم کی نحوی ترکیب؟	۵۱۲
۸۷۵	عن الیمین والشمائل میں یمین مفرد اور شمائل جمع کیوں ہیں؟	۵۱۳
۸۷۶	بسم اللہ قرآن کریم کا جز ہے، یا نہیں؟	۵۱۳
۸۷۷	سورۂ ملک کا تورات میں نازل ہونا، کس حدیث میں ہے؟	۵۱۳
۸۷۸	آیت شریفہ یوم یکشف عن ساق کا کیا مطلب ہے؟	۵۱۳
۸۷۹	ان بعض الظن اثم میں بعض کی قید کیوں لگائی ہے؟	۵۱۳
۸۸۰	وحمله وفصاله ثلاثون شهراً کا کیا مطلب ہے؟	۵۱۴
۸۸۱	حما مسنون میں عناصر اربعہ کیسے پیدا ہو گئے؟	۵۱۴
۸۸۲	بارات ومارات کا قصہ کس حد تک صحیح ہے؟	۵۱۴
۸۸۳	سورتوں کے فضائل میں انعامی ثواب مراد ہے	۵۱۵
۸۸۴	تین دن سے کم میں ختم قرآن کیسا ہے؟	۵۱۵
۸۸۵	قرآن پاک پڑھاتے ہوئے تسبیح اور ذکر میں مشغول ہونا؟	۵۱۶
۸۸۶	اگر قرآن شریف ہاتھ سے گر جائے تو اس کے بدلہ میں صدقہ کرنا؟	۵۱۶
۸۸۷	قرآن کی جلد کسی اور کتاب میں لگانا؟	۵۱۶
۸۸۸	قرآن شریف پر سادہ ورق رکھنا؟	۵۱۶
۸۸۹	اجرت دے کر ایصال ثواب کے لئے یا تراویح میں قرآن شریف پڑھوانا؟	۵۱۷
۸۹۰	تراویح میں قرآن سننے میں بہرحال ثواب ہے	۵۱۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

۸۹۱	ہندو کو آیات قرآنی کا تعویذ دینے کا حکم؟	۵۱۷
۸۹۲	جس قرآن مجید پر کپڑے کی چولی چڑھی ہوئی ہو، اس کو بے وضو ہاتھ لگانا؟	۵۱۷
۸۹۳	قرآن شریف کی منسوخ التلاوۃ آیتوں اور احادیث قدسی کو جنابت کی حالت میں یا بغیر وضو کے چھونے کا حکم؟	۵۱۷
۸۹۴	جس کاغذ پر قرآن شریف کی آیت لکھی ہوئی ہے، اس کا جلانا؟	۵۱۸
۸۹۵	جس کاغذ پر قرآن شریف کی آیات یا حدیث لکھی ہوں، ان کا جلانا؟	۵۱۸
۸۹۶	سجدۂ تلاوت میں طہارت شرط ہے	۵۱۸
۸۹۷	ڈھیلے سے استنجا کرتے وقت قرآن کریم کی تلاوت اور اذکار کا حکم؟	۵۱۹
۸۹۸	اگر جنبی آیت پڑھ کر پھونک دے تو کیا حکم ہے؟	۵۱۹
۸۹۹	جنبی بچوں کو قرآن کریم کے ہجے کرا سکتا ہے یا نہیں؟	۵۱۹
۹۰۰	جنبی کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانا؟	۵۱۹
۹۰۱	حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کا حکم؟	۵۱۹
۹۰۲	حالت جنابت میں ذکر کی نیت سے اور تلاوت کی نیت سے قرآن شریف پڑھنے میں کیا فرق ہے؟	۵۲۰
۹۰۳	فرشتوں کو قرآن پاک کے سننے کا شوق؟	۵۲۰
۹۰۴	لوح محفوظ کا عرش سے اوپر ہونا ثابت نہیں	۵۲۰
۹۰۵	فرشتوں کو سہو ونسیان ممکن نہیں	۵۲۱
۹۰۶	عشاء کے بعد سورۂ دخان اور سورۂ ملک نماز میں یا بغیر نماز کے پڑھنا، کیا بہتر ہے؟	۵۲۲
۹۰۷	اعراف کی حقیقت؟	۵۲۲
۹۰۸	ساکت وناطق میں تعارض نہیں ہوتا، مثبت ونافی میں ہوتا ہے	۵۲۲

احادیث شریفہ سے متعلق چند مباحث

۹۰۹	صحیح مسلم کی ایک روایت کی نحوی ترکیب؟	۵۲۳
۹۱۰	صحیح مسلم کی حدیث کالذی قال الأول کا مطلب؟	۵۲۴
۹۱۱	اسلاف وناکہ کے متعلق روایت کی تحقیق؟	۵۲۴
۹۱۲	حدیث لایفتل قرشی کے معنی؟	۵۲۵
۹۱۳	علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مفہوم؟	۵۲۵
۹۱۴	والنحل باسفات لہا کے معنی؟	۵۲۶
۹۱۵	سجدۂ شمس تحت العرش کی حدیث کا مفہوم کیا ہے؟	۵۲۶
۹۱۶	صفت ضحک کی حدیث کا مطلب؟	۵۲۷
۹۱۷	سورج، چاند گرہن کے متعلق دار قطنی کی ایک حدیث کی تحقیق	۵۲۷
۹۱۸	حضرات شیخین کو جنت کے بوڑھوں کا اور حسنین کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے اس کی وجہ؟	۵۲۸
۹۱۹	اللھم اغفرلی ان شئت کی وضاحت؟	۵۲۸
۹۲۰	حدیث میں کعبہ کی بے حرمتی کرنے والے مینڈھے سے کیا مراد ہے	۵۲۹

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۳۵	اگر مستحق عذاب ہے تو رمضان المبارک کے بعد عذاب ہوتا ہے	۵۴۰

حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی

[شارح سنن ابوداؤد]

کے چند شبہات واعتراضات کے جواب

۵۳۰	بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کبھی شرک میں مبتلا نہ ہوئے اور بعض سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس تعارض کا جواب	۵۴۰
۵۳۱	اب ہجرت مکلف نہیں تو قیامت کے دن قتال کیسے	۵۴۱
۵۳۲	جب روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پہلے ۴۰ سال تک نیک لوگ کافروں کی روایت سے مسکین کا جواب دینے کی تعارض کا جواب	۵۴۲
۵۳۳	بعض روایات میں ہجرت نہیں رہتی اور بعض روایات میں تصریح ہے	۵۴۲
۵۳۴	قسم کھاتے ہوئے اپنی پسند کی چیز سے قسم توڑ دینا بہتر ہے اپنی سہولت میں جس سے قسم سے کفارہ درست ہو جاتی ہے	۵۴۳
۵۳۵	بعض نسخوں میں ابوداؤد کو ترمذی کا حدیث حسن قرار دینا	۵۴۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۰۲	ضعیف کے بعد اس حدود اربعہ میں کہ کر	۵۲۰
۵۰۳	کس کی تخصیص و تعمیم تخصیص کیا ہوتا	۵۲۰
۵۰۴	لغت زبان کے معنی	۵۲۰
۵۰۵	[illegible]	۵۲۰
۵۰۶	[illegible]	۵۲۱
۵۰۷	فقہی تاویلوں سے توجیہ کی ترتیب [illegible] محققین نے	۵۲۲

سیرت پاک و لفظات نبی علیہ السلام کے متعلق چند سوالات کے جوابات

۵۰۹	[illegible] فرمائیں علیہ السلام کیا آنکھوں پر [illegible]	۵۲۸
۵۱۰	[illegible]	۵۲۹
۵۱۰	[illegible]	۵۳۱
۵۱۱	[illegible]	۵۳۱
۵۱۲	[illegible]	۵۳۵
۵۱۳	[illegible]	۵۳۵
۵۱۴	[illegible]	۵۳۶

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۱۵	[illegible]	۵۵
۵۱۶	[illegible]	۵۵
۵۱۷	[illegible]	۵۵۲
۵۱۸	[illegible]	۵۵۳

۵۱۹	[illegible]	۵۵۵
۵۲۰	[illegible]	۵۵۶
۵۲۱	[illegible]	۵۵۶
۵۲۲	[illegible]	۵۵۷
۵۲۳	[illegible]	۵۵۸
۵۲۴	[illegible]	۵۵۹
۵۲۵	[illegible]	۵۶۰
۵۲۶	[illegible]	۵۶۰
۵۲۷	[illegible]	۵۶۰
۵۲۸	[illegible]	۵۶۱
۵۲۹	[illegible]	۵۶۲
۵۳۰	[illegible]	۵۶۲

صمیمہ دوم

۵۳۱	[illegible]	۵۶۵
۵۳۲	[illegible]	۵۶۵

[illegible]

از حضرت مولانا گنگوہی

۵۳۳	[illegible]	۵۶۷
۵۳۴	[illegible]	۵۶۷
۵۳۵	[illegible]	۵۶۸
۵۳۶	[illegible]	۵۶۸
۵۳۷	[illegible]	۵۶۹
۵۳۸	[illegible]	۵۶۹

ضمیمہ اولیٰ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

جس میں وہ فتاویٰ درج کئے گئے ہیں جو اگرچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، لیکن حضرت مولانا کے فتاویٰ کے قلمی مجموعوں میں موقع بموقع شامل ہیں اور حضرت کی تصدیق و تحسین سے مزین ہیں۔ (نور)

نمبر شمار	مندرجات و مسائل	صفحہ
۹۷۲	اولیاء اللہ میں تقدیر الٰہی کو ٹالنے کی صلاحیت نہیں ہوتی	۵۵۵
۹۷۳	اولیاء اللہ یا شیخ سدو کی نذر ماننا حرام اور باطل ہے	۵۵۶
۹۷۴	"انگریزی صابن پاک ہے یا ناپاک"	۵۵۹
۹۷۵	"خطبات حسن البنا" بعض حاضر و غائب بصورت میں یوں مفہوم واجب ہے۔	۵۵۹
۹۷۶	"تحریر میں فارسی کے کلمات جو انگریزی میں لکھے جاتے ہیں"	۵۵۹
۹۷۷	"مسجد سے باہر نکلتے ہوئے اذان سننے کی وجہ سے"	۵۶۰
۹۷۸	کفن کے اوپر قرآن کی آیت وغیرہ لکھنا؟	۵۶۱
۹۷۹	[illegible]	۵۶۱
۹۸۰	[illegible]	۵۶۱
۹۸۱	[illegible]	۵۶۲
۹۸۲	[illegible]	۵۶۲
۹۸۳	[illegible]	۵۶۲
۹۸۴	[illegible]	۵۶۳
۹۸۵	[illegible]	۵۶۵
۹۸۶	[illegible]	۵۶۵
۹۸۷	[illegible]	۵۷۰
۹۸۸	[illegible]	۵۷۱
۹۸۹	عورتوں و پڑھی لکھی سکھانے اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟	۵۷۳
	تحقیق انعقاد محفل مولد شریف وزکوۃ وغیرہ	
	[نقل مخط جناب مولانا محمد قاسم صاحبؒ]	
۹۸۰	انعقاد محفل میلاد کی شرعی حیثیت؟	۵۷۶
۹۸۱	محفل میلاد کا شرعی حکم؟	۵۷۹
۹۸۲	ایک خوش عقیدہ سے میلاد و قیام کا استدلال کا جواب	۵۸۱
۹۸۳	محفل میلاد کی صفت؟	۵۸۲
۹۸۴	قیام محفل میلاد کی حقیقت؟	۵۸۲
۹۸۵	قیام کے بدعت ہونے کی وجوہ؟	۵۸۳
۹۸۶	شب برأت میں حلوا وغیرہ پکانا، تقسیم [illegible]	۵۸۵
۹۸۷	فاتحہ مروجہ بدعت و بے اصل ہے	۵۸۹
۹۸۸	[illegible]	۵۹۰
۹۷۸	ارشاد الطالبین میں درج چند بے اصل باتیں	۵۶۹
	سوال (۱)	
	سوال (۲)	
	سوال (۳)	
	سوال (۴)	
	سوال (۵)	
	سوال (۶)	
	سوال (۷)	

toobaa-elibrary.blogspot.com

توثیق

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

سابق جسٹس شریعت اپیلانٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان.....دارالعلوم کورنگی کراچی

الحمدللّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

أما بعد: قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کو، اللہ تعالیٰ نے تفقہ کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنے دور میں "ابوحنیفۂ عصر" کے لقب سے معروف تھے۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ شاہ صاحب کشمیریؒ علامہ ابن عابدین شامیؒ صاحب ردّ المحتار کو "فقیہ النفس" قرار دینے میں تامل فرماتے تھے لیکن حضرت گنگوہی قدس سرہ کو بلا تامل "فقیہ النفس" فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ "فتاویٰ رشیدیہ" کے نام سے شائع ہوا ہے، لیکن وہ ایک مختصر مجموعہ ہے، جس میں حضرتؒ کے فتاویٰ کا بہت بڑا حصہ شامل نہیں ہوسکا، حضرتؒ کے دوسرے فتاویٰ مختلف جگہوں پر منتشر تھے، اور اُن سے استفادہ بہت مشکل تھا۔

برادر محترم جناب مولانا نور الحسن راشد صاحب زید مجدہم کو پوشیدہ علمی خزانے منظر عام پر لانے کا، اللہ تعالیٰ نے ذوق بھی عطا فرمایا ہے، اور اس کام کے سلیقے سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے۔ اُنہوں نے اس کتاب میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وہ فتاویٰ جمع فرمائے ہیں، جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد تو اُن فتاویٰ کی ہے، جو خود حضرتؒ کے قلم سے لکھے ہوئے دریافت ہوئے اور بہت سے وہ ہیں جو حضرتؒ کے شاگردوں یا منتسبین نے، اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے تھے، اور کچھ وہ ہیں جو دوسری کتابوں میں شائع ہوئے ہیں، فاضل مرتب نے ان تمام فتاویٰ کو بڑی محنت سے یکجا کر کے، اُن کی تبویب فرمائی، اور ان پر عنوانات قائم کئے ہیں، اور جہاں کسی وضاحت یا اضافے کی ضرورت تھی، یا حوالوں کی تخریج درکار تھی، وہاں حاشیہ پر تشریحی نوٹس کا اضافہ فرمایا ہے، اس طرح یہ کتاب حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اُن فتاویٰ کا مستند مجموعہ ہے، جو فتاویٰ رشیدیہ میں شائع نہیں ہوسکے تھے۔ فاضل مرتب اس خدمت پر علمی دنیا کی طرف سے مبارکباد اور قدردانی کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر، امت کے لئے نافع بنائیں اور اہل علم کو اس سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین وللہ الحمد اولاً وآخراً.

بندہ

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالعلوم کراچی: ۱۴

۱۰/محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کلماتِ خیر و برکت

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

حامداً و مصلیاً و مسلماً اما بعد. حضرت اقدس، حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا نام اور اپنے زمانہ کے علماء مشائخ اور اساتذہ فقہ و حدیث میں، ان کے اونچے مقام اور مرتبہ سے کون سا عالم ایسا ہے، جو ناواقف اور بے خبر ہو۔ حضرت مولانا کی علمی یادگاروں میں سے دو چیزیں خاص طور سے بہت ہی گراں قدر اور حدیث اور فقہ کے سب طالب علموں، جاننے پڑھنے والوں کے لئے بڑی سعادت، بڑا تحفہ اور علم و نظر میں اضافہ اور رہنمائی کا بہت بڑا اور نہایت کامیاب ذریعہ ہیں۔ حضرت کے درس حدیث کے وہ افادات جو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک قلم سے مزین و مکمل ہو کر لامع اور کوکب کے نام سے چھپ کر شہرۂ آفاق ہیں اور ساری دنیا کے اہل علم ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دوسرا بڑا تحفہ اور ہم سب کے لئے بہت ہی نفع اور رہبری کا سامان، حضرت کے فتووں کا مجموعہ ہے جو فتاوی رشیدیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے، ہر اک علم اور فقہ و فتاوی سے واقفیت رکھنے والا ان کو خوب جانتا ہے، اسی کی ایک اور نہایت مفید کڑی اور حضرت کے وہ نادر و گمنام فتاوی تھے جو اب تک چھپے نہیں تھے اور ہر اک کی نگاہوں سے اوجھل تھے یہ کتاب ان ہی فتاوی کا یہ نیا تازہ مجموعہ ہے جو باقیات فتاوی رشیدیہ کے نام سے مکمل ہو کر شائع ہونے کے لئے جا رہا ہے۔

یہ مجموعہ میرے فرزند، عزیز مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی سلمہ اللہ و عافاہ و بارک فی علمہ نے خود اپنے شوق، کوشش اور محنت سے جمع کیا ہے، میں نے دیکھا، پڑھا، پڑھوایا تو بہت خوشی ہوئی کہ ایسے نادر فتوے اور ایسے بے نظیر علمی افادات، کہاں چھپے ہوئے پڑے تھے، میرے راشد سلمہ اللہ نے کس طرح ان کا پتہ لگایا، فراہم کیا اور ان کو ایسے اچھے طریقہ پر، سلیقہ سے مرتب کیا، بہت ہی خوشی ہوئی اور دل سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ اس خدمت اور کام کو قبول فرمائے اور ان کے لئے زاد راہ آخرت بنا کر قبول فرمائے اور عزیز کو اپنے اور بہت سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین الہم آمین

بندہ افتخار الحسن کاندھلوی

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصدیق وتعلیق

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری، مدفیوضہم

صدر المدرسین، شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

معروض: یہ حضرت مولانا کی مفصل تحریر کا آخری حصہ ہے جو صدر میں فتاوی سے متعلق ہے۔ کتابت میں بعض تسامحات کی وجہ سے حضرت مولانا پالن پوری دامت برکاتہم کی تحریرات کا مومان شامل نہ ہو سکیں اس کا احساس ہے مگر کتابت کی نے دشمن پڑھ کر بعد تصحیح کیا۔ شاملہ آئندہ مفصل تحریر بھی شامل ہوں گی۔ ور

حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہزاروں فتوی لکھے ہیں مگر افسوس کہ ان کا کوئی ریکارڈ نہیں رکھا گیا۔ آپ کے پاس ایسے کارکنان نہیں تھے، جو فتوی کی نقول رکھتے، آپ بذات خود انجمن تھے، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد مراد آباد کے ایک عالم نے جو فتوی ان کو حاصل ہوئے ان کو فتاوی رشیدیہ کے نام سے شائع کیا، یہ بہت ہی قلیل فتوی تھے، بڑی مقدار لوگوں کے پاس رہی، جو لاپرواہی سے ضائع ہوئی، مگر اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائیں جناب مولوی نور الحسن راشد کاندھلوی زید مجدہ کو کہ انہوں نے مختلف مراجع ومصادر سے اور کئی قلمی بیاضوں سے آپ کے فتوی کا ایک بڑا حصہ جمع کیا (اس مجموعہ میں تقریبا ساڑھے نو سو فتاوی ہیں) مولانا راشد صاحب نے "باقیات فتاوی رشیدیہ" مرتب کر کے مجھے دیا کہ میں اس کو دیکھ لوں، میں نے سب فتاوی ایک مرتبہ پڑھے پھر اس کی ترتیب میں پھر تبدیلی کی پھر از سر نو نور چشم جناب مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری سلمہ کے ساتھ مل کر پڑھے، مطالعہ کے دوران جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی، حواشی اضافہ کرائے جو حاضر خدمت ہیں، کچھ حواشی مرتب فتاوی کے ہیں، جن کے آخر میں (نور) ہے۔ اسی طرح کتاب میں بعض عربی عبارتوں کے تراجم مرتب نے بڑھائے ہیں، ان کے آخر میں (ت ن) ہے، یعنی ترجمہ نور الحسن راشد۔

حضرت قدس سرہ کی زبان قدیم ہے اور انداز تحریر میں یکجا ہے، اس سے قارئین کو فتاوی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ایک دشواری یہ بھی ہے کہ حضرت کے مخاطب ذی علم شخصیات ہیں، آپ ان اشاروں میں باتیں کرتے ہیں، یہی تحریرات میں

غایت درجہ ایجاز ہے مگر وہ غور سے پڑھی جائیں تو ان شاء اللہ مقصد حاصل ہوجائے گا۔ اسی طرح بعض فتاوی حضرت کے خطوط سے لئے گئے ہیں، خاص طور پر ان مکاتیب سے جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری (صاحب بذل المجہود) کے نام ہیں، وہ زیادہ تر اشکالات کے جواب ہیں اور چونکہ اشکالات سامنے نہیں، اور جوابات اشاروں میں ہیں، اس لئے بعض جگہ ناقابل فہم ہوگئے ہیں، حواشی میں ایسی جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت قدس سرہ کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں اور ہمارے مولانا کاندھلوی کو دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائیں، کہ انہوں نے ساروں کی محنت سے یہ قیمتی سوغات تیار کی ہے، جس کی تفصیل وہ خود لکھیں گے۔ میں نے جب ضرورت کی جگہوں میں فتاوی کو اصل ماخذ سے مقابلہ کر دیکھا، تو مجھے مولانا کاندھلوی کی محنت کا اندازہ ہوا، قلمی تحریرات کو پڑھنا ہر کہ ومہ کا کام نہیں، مولانا کاندھلوی اس پر خاردار وادی سے کامیاب گزرے ہیں، فاللہ یجزیہ جزاء المحسنین. وصلی اللہ علی النبی الکریم. والحمد للہ رب العالمین.

العبد

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۲۲ شعبان ۱۴۳۸ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحسین سخن شناس

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی ...... مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڈھ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڈھ

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معروضاتِ مؤلف

نورالحسن راشد کاندھلوی

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، لاسیما علی رسولہ المصطفی وعلی آلہ واصحابہ واُزواجہ وذریتہ اھل الصفی، واصحابہ نجوم الھدی امابعد زیرنظر مجموعہ فتاوی "باقیات فتاوی رشیدیہ" کے متعلق بھی ہے، جب یہ کتاب چھپی بھی نہیں ہے، سماعت شروع ہوگئے ہیں، کہ یہ فتاوی اب تک کہاں چھپے پڑے تھے، کیوں کسی کی اس کی خبر نہ ہوئی، کیوں کسی دور نے ان پر توجہ نہیں کی، یہ کیوں شائع نہیں ہوئے، تمہیں کہاں سے ملے۔ خود مختلف قسم کے سوالات کا سلسلہ زبانی، وفون کے ذریعہ سے جاری ہے، چند بے تکلف سے جواب سے میں نے تفریح بھی دیا کہ یہ ایک راز ہے سربستہ میں پڑے تھے، پتہ نہیں کس نے جمع کئے، کہاں سے آئے مگر ظاہر ہے کہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے دوسروں کی بھی مشہور ہے کہ تصنیف را مصنف نیوکند بیاں

اس لئے میں نے اس ضمن میں چند سطور معروضات پیش کرنا چاہیں۔

قدیم روایات پختہ سے پرانی چیزیں، کتابیں، قلمی تحریریں خصوصاً برصغیر ہند کے اکابر، علماء اور مشائخ کے قلمی تحریروں کی حفاظت، قدر، دیکھنے پڑھنے، جہاں تک ممکن ہو ان کو فراہم کرنے کا، وراثت کے ملنے والے، ورثے، قدیم سے چلتے، چلتے رہنے کا ذوق، یہ بھی بعض خاندانوں کا خاصہ رہا ہے۔ اس ذوق میں کتابوں، خطوط، فتاوی، مشاہیر کی خودنوشت تحریرات شجرہ نسب کاغذات، پرانے سرکاری ریکارڈ، مختلف قسم کی دستاویزات، اور تاریخ کی واقفیت میں مفید و کارآمد چیزوں کے نقل، نقوش وغیرہ سب شامل ہیں، اس ضمن میں میرے والد کا قدیم قلمی ذخیرہ، قدیم ورثہ اور میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی سلمان صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی زندگی کی جدوجہد میں موجود تحریرات، گویا ان کی کل مقدار انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے، بعد میں بھی ان کی تحریرات کا کچھ حصہ ملتا رہا، پندرہ تحریرات تھیں تاہم اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکر ادا کرنے کی توفیق ہوئی، اور ان تحریرات کی اشاعت میں فضل ربانی ہی ہے، ہر قدم پر عنایت فرمائی، ہمہ وقت کارفرما اور اس طرح شامل حال رہی، میں حقیقت میں بے بس اور عاجز محض ہوں، یہ ان کی عنایات، فضل ہی کا اثر ہے، نمونہ اس مجموعہ فتاوی میں درج فتاوی کی دریافت اور اس کی ترتیب و تالیف تھی۔

میرے اس شوق کا، یہاں کاندھلہ میں، میرے بچپن کے، قرآن مجید کے ایک استاد، مولانا کامل بیگ صاحب کو بھی علم تھا اور مولانا کے ہمارے بزرگوں سے کئی پشتوں سے بہت قریبی اور گہرے روابط و مراسم تھے، مولانا نے ایک دن مجھے اپنے گھر پر یاد فرمایا اور اپنے خاندان کے ایک بزرگ حافظ اللہ دیا مرحوم اور ان کے ایک ہمہ وقت رفیق، ہم قدم اور خویش تاش، مرزا الٰہی بخش گورگانی دہلوی کے نام، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا گنگوہی کے، دس بارہ گرامی نامے عنایت فرمائے، راقم نے ان میں سے فارسی خطوط کا ترجمہ کیا، ان پر حاشیے لکھے اور اس مجموعہ کو تبرکات کے نام سے ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۶ء میں شائع کر دیا، یہ مجموعہ مکتوبات و تبرکات طباعت کے غالباً چھ سات سال بعد، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے مطالعہ سے گذرا، مفتی صاحب نے ایک حاضری کے موقع پر، اس مجموعہ کے لئے پسندیدگی کے کلمات کہے اور فرمایا: "حضرت گنگوہی کی کچھ تحریریں آبھہ میں بھی تو تھیں"

آبھہ، نانوتہ اور گنگوہ کے درمیان میں آباد، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور چند سال پہلے تک ایسا تھا کہ وہاں جانے کے لئے سواری بھی آسانی سے نہیں ملتی تھی، بہر حال مفتی صاحب تو یہ فرما کر خاموش ہو گئے، اور مجھے ایک خلش سی لگ گئی، کہ وہاں کیا چیزیں تھیں، اب بھی ہوں گی یا نہیں، ان کے لئے کس سے معلوم کیا جائے۔ تذکرۃ الرشید پڑھی تھی، اس میں آبھہ کے، حضرت مولانا کے ایک خاص نیاز مند، حافظ نظیر حسین صاحب کا کئی موقعوں پر تذکرہ آیا ہے، خیال ہوا حضرت کی، یہ چیزیں شاید انہیں کے یہاں ہوں، مگر ان کی وفات پر عرصہ گزر گیا، ان کا وارث کون ہے، کیسے اور کس سے معلوم ہو، نہ آبھہ میں کسی سے واقفیت نہ معلومات کا کوئی ذریعہ:

كيف الوصول الى سعاد، ودونها قلل الجبال وبينهن حتوف

مگر امید کا چراغ روشن اور جستجو کا عمل جاری رہا، بالآخر مجھے دو تین سال کے بعد پتہ چلا، کہ نظیر حسین صاحب مرحوم کے پوتے لئیق محمد خاں صاحب ہیں، جو آبھہ میں موجود ہیں، خیال ہوا ہر چند کہ تعارف نہیں ہے مگر جا کر ملاقات کر لینی چاہئے، اس ارادہ سے، آبھہ کی قریب ترین بستی، نانوتہ دو تین مرتبہ گیا، مگر قسمت سے ایک مرتبہ بھی آبھہ جانا نہیں ہوا، ایک مرتبہ تو راستہ خراب ہونے کی وجہ سے وہاں، ہر طرح کی سواریوں کا آنا جانا بند تھا، ایک مرتبہ راستے میں معلوم ہوا کہ وہ صاحب گاؤں میں نہیں ہیں، کہیں سفر میں گئے ہوئے ہیں، اس لئے سفر ناکام ہوا، مقصد پورا نہیں ہوا مگر وہ خیال برابر تازہ رہا، بہت دنوں کے بعد سنا کہ ان صاحب کا کاندھلہ میں، کسی کے یہاں، کبھی کبھی سال دو سال میں ایک مرتبہ آنا ہوتا ہے، فوراً ان صاحب سے ملا، انہوں نے اس اطلاع کی تصدیق کی، اور بتایا کہ اس مرتبہ جب ان کا آنا ہوگا، میں اطلاع دوں گا، چنانچہ شاید دو تین مہینوں کے بعد ان صاحب نے اطلاع دی، کہ وہ آبھہ والے صاحب، ہفتہ دس دن کے بعد فلاں موقع سے، یہاں کاندھلہ آنے والے

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور نقل کرکے، پہلے سے دریافت اور نقل شدہ نسخوں کے ساتھ شامل کرکے، اس کی نئی ترتیب و تبویب قائم کرنا، ایک ایک حوالہ ایک ایک جواب کو، اس کے مضمون و مندرجات کے لحاظ سے علیحدہ کرکے، اس مسودہ میں درج کرنا، جو اس مقصد کے لئے تالیف و تحریر کی منزل میں تھا، مگر چوں قلمی نسخوں کا علم بہت دیر دیر اور لمبے وقفوں کے بعد ہوتا تھا اور پھر ان کی معلومات کے بعد ان کا حاصل کرنا، گویا ایک بڑی مہم کا سر کرنے کے برابر کام تھا، اس لئے ایک نسخہ کی دریافت سے دوسرے نسخہ کی یافت کے درمیان میں اکثر اوقات ہوتا بعض مرتبہ دو تین سال لگ جاتے تھے اور اس دوران یہ مسودہ محفوظ و آرام کرتا رہتا تھا۔ اسی طرح جب پندرہ پندرہ سال کی مسلسل جہد و کاوش کے بعد، یہ تمام فتاویٰ اور مجموعے ایک بڑی کتاب کی صورت میں نقل اور مرتب ہو گئے، اس وقت ان پر حاشیے لکھنے، بعض مراجع اور اصول سے مطابقت کرنے، بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس مجموعہ کے اصل ماخذ تو حضرت مولانا کے بدست خاص لکھے ہوئے تھے وہ فتوے ہیں، جو ساڑھے چار سو سے زائد ہوں گے نیز حضرت کی حیات میں مرتب، حضرت مولانا کے فتاویٰ کے چند مجموعے اور فتاویٰ دو ہیں، جس میں سے اکثر، حضرت مولانا کی حیات میں [وفات: ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء] مختلف موضوعات کی، چھوٹی بڑی تالیفات و رسائل میں، علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے تھے، اور بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ ان میں سے کسی فتوے کی اصلیت و استناد پر شک کیا جائے، اس لئے ان سب کو بھی زیر نظر فتاویٰ میں شامل کیا گیا ہے۔

مذکورہ ماخذ میں جو چھوٹے بڑے، مستقل مجموعے ہیں، ان کا تعارف آئندہ صفحات میں آ رہا ہے، یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں اور حضرت کے قلم سے نوشتہ جو علیحدہ علیحدہ فتوے ہیں، ان میں ہر ایک کا تعارف، قلمی نسخوں کے تحت غیر ضروری محسوس ہوا، لیکن ہم ان میں سے ہر ایک کا حوالہ، اس فتوے کے تحت لکھ دیا ہے، جو فتوے علیحدہ علیحدہ مختلف تالیفات و رسائل میں شامل ہیں، ان کی بھی لمبی فہرست تھی، اس لئے ان کا بھی یہاں تذکرہ نہیں کیا جا رہا، ان میں سے ہر ایک کا حوالہ اپنے اپنے موقع پر آئے گا، تاہم ان میں سے دو تالیفات ایسی ہیں، کہ ان کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

۱ فیوض رشیدیہ یہ حضرت مولانا کے فتاویٰ کا ایک مختصر مگر نہایت کم یاب مجموعہ ہے، جس کو حضرت کے کسی متوسل نے جمع کیا تھا اور مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے مطبع خیر المطابع میرٹھ سے شائع کرا دیا تھا۔ اس پر سنہ طباعت درج نہیں، مگر قرائن سے ۱۳۱۰ھ معلوم ہوتا ہے، غالباً یہ حضرت مولانا کے فتاویٰ کا سب سے پہلا مطبوعہ مجموعہ ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ کا ایک مختصر مگر نہایت اہم ضمیمہ بھی ہے، اس میں ہندوستان کی اراضی میں، عشر و خراج کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ ضمیمہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے مرتبہ سوالات کے جواب میں ہے، اس کو حضرت مولانا رائے پوری کے ایک نامور خلیفہ و متوسل اور برصغیر کے بہت بڑے خادم قرآن کریم [نورانی قاعدہ کے مؤلف] مولانا نور محمد لدھیانوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے اپنے پر بیس مختلف مقامی سوالات کے جوابات لکھے۔ فیوض رشیدیہ نے انکوں کے ساتھ شامل کر دیا تھا۔

دوسرا مجموعہ حضرت مولانا گنگوہی نے بیٹ مولانا رشید احمد اور کی مختصر مجموعہ فتاویٰ تحقیق المسائل ہے۔ اس کے آخر میں مولانا رشید احمد صاحب کی انکوں کی مہارت دینا کی کے مسائل پر حضرت مولانا گنگوہی سے مفصل مکاتبت شامل ہے۔ یہ تمام فتاویٰ اور جوابات بھی اس مجموعہ کا حصہ بن گئے ہیں۔

رسالہ تحقیق المسائل جو بیس صفحات پر مشتمل ہے میرے پاس جو نسخہ ہے اس کا سرورق موجود نہیں اس لئے اس کے سن طباعت اور مطبع کا پتہ نہیں چل سکا لیکن اس کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں چھپ گیا تھا۔

راقم سطور نے تمام مجموعوں میں درج شدہ فتاویٰ کو وہاں جہاں ضرورت سمجھی ہے نقل کیا ہے اور ہر اک نقل کا اصول سے کم سے کم تین مرتبہ مقابلہ و مطابقت بھی کر لی گئی ہے امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ ان فتاویٰ کی نقل مطابق اصل ہے۔ تاہم صرف نقل کافی نہیں تھی یہاں پیش کرنے سے پہلے ان پر کئی طرح سے مزید توجہ ضروری تھی۔

سب سے پہلی بات تو طریقہ کتابت کا زمانی اختلاف ہے۔ اس وقت سے اور آج کل سے املاء کے فرق کا خیال رکھا گیا ہے۔ جس اختلاف پر یہ حال تحقیق کی گئی ہے مثلاً

۱) اس وقت تک بھی بعض لکھنے والے جو اب مختلف ہے اور یہ صحیح فرماتے تھے جیسے اس کو کی جگہ "اوس کو" لکھنا۔ بعض کی جگہ جو اب مختلف ہے اور یہ صحیح فرماتے ہیں ان سب عبارت کو موجودہ طریقہ کتابت کے مطابق کر دیا ہے۔

۲) بعض مختلف ہے ایسے لفظوں کا فرق بہت کی مرتبہ ہوتا تھا جیسے اردو کاف فارسی گاف میں بھی بعض اختیار رہا تھا جیسے جاتا تھا کی جگہ جاتا تھا لکھا ہے اس طرح بہت سے لفظ ہیں جن کو ہر قسم سے اور بھی متعدد الفاظ میں لکھا گیا ہے ان تمام کو موجودہ املاء کے مطابق کر دیا ہے۔

۳) بعض الفاظ میں حضرت مولانا گنگوہی کا خاص طریقہ تھا جسے حضرت ضروری سمجھتے تھے اور نہایت ضروری تھا۔ حضرت لکھتے تھے یہ اختلاف ہے لفظ کی ثبوت سے اقتصال فرماتے تھے ان میں بھی خفیف تغیر کی ہے لفظ کے موافق ہیں جن کی جا حضرت نے بھی طرح اور جو اختلاف پرانی طرز کے مطابق نقل کئے ہیں بھی بہت سے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۴) حضرت کے خود نوشت فتاویٰ کے [illegible] اور تحریر میں کی طرح کی [illegible] سوال میں [illegible] واضافہ نہیں کیا۔

۵) بعض مقامات پر مفتوحہ فتاویٰ و فیہ میں [illegible] کی تحریر میں بھی [illegible] کی غلطی یا [illegible] ان کو اصل [illegible]

اس مجموعہ فتاویٰ میں [illegible] ان کے لئے وہ باتیں اور عرض ہیں

الف [illegible]

ب [illegible]

۶) چند مقامات کے علاوہ قرآن مجید کی آیات احادیث شریفہ اور فقہی عبارتوں کا [illegible] ترجمہ کا اضافہ کیا ہے، آیات شریفہ میں [illegible] احادیث شریفہ اور مختلف عبارتوں کا ترجمہ [illegible] ترجمہ موجود تھا، اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے، اس میں قلم نہیں لگایا گیا ہے، بلکہ حضرت [illegible] گنگوہی کی قلم سے ہیں۔

۷) حضرت مولانا اصل فقہ سے [illegible] اصل مسئلہ سے [illegible] روایت یا کسی فقیہ و مصنف کا فقہ [illegible] اصل سے [illegible] میں [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس مجموعہ میں فتاویٰ رشیدیہ کے معروف ومطبوعہ نسخوں میں شامل فتوے، اس مجموعہ [باقیات فتاویٰ رشیدیہ] شامل نہیں، کوشش کی گئی ہے کہ ایسے فتاویٰ اس میں جگہ نہ پائیں مگر دو طرح کے فتوے اس سے مستثنیٰ ہیں:

الف: وہ آٹھ یا دس فتوے اگرچہ فتاویٰ رشیدیہ میں شامل ہیں مگر یہ ان مجموعوں سے لئے گئے ہیں، جو غیر متعارف، اور زیر نظر مجموعہ کے بنیادی مآخذ میں شامل ہیں، مثلاً چھے سات فتوے، جو مجموعہ فرخ آباد کے ایک سلسلہ سوالات وجوابات سے لئے گئے ہیں، ہمارے اس مجموعہ میں بھی میں گے، ان کو حذف کرنے کی وجہ سے مجموعہ فرخ آباد کے مندرجات کی ترتیب متاثر ہوسکتی تھی، اس لئے ان کو باقیات فتاوی رشیدیہ میں باقی رکھا گیا ہے۔ یہاں وہ چند فتاوی جو مجموعۂ فرخ آباد سے فتاویٰ رشیدیہ میں نقل اور شامل کئے گئے مگر فتاویٰ رشیدیہ میں شامل متن اور مجموعہ فرخ آباد کی اصل میں واضح فرق اور اختلاف ہے، اس اختلاف یا کمزوری کے مشاہدہ کے لئے درج کئے جارہے ہیں، تجربہ نے بتایا کہ فتاوی رشیدیہ میں موجود فتاوی کی اگر قدیم اصل موجود ہو تو اس سے مقابلہ اور تصدیق وتحقیق ہونی چاہئے۔

ب: چند وہ فتاوی بھی باقیات میں شامل ہیں، جو اگرچہ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہیں مگر پیش نظر قلمی مجموعوں اور قدیم خطی مآخذ میں درج، ان کے متن اور فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نقل میں، کچھ چھوٹا یا بڑا مگر واضح اختلاف ہے، اس وجہ سے قدیم نسخوں کو زیادہ معتمد اور قریب العہد نقل سمجھتے ہوئے، باقیات کا بھی حصہ بنالیا گیا ہے۔

مطبوعہ فتووں میں سے وہ فتاوی بھی باقیات فتاویٰ رشیدیہ میں درج نہیں کئے گئے، جو اگرچہ فتاویٰ رشیدیہ کی طباعتوں میں موجود نہیں مگر معلوم ومطبوعہ اور عملاً پڑھنے والوں کی دسترس میں ہیں، مثلاً وہ فتوے جو تذکرۃ الرشید [تالیف مولانا عاشق الٰہی میرٹھی] میں نقل ہوئے ہیں، یا حضرت کے مکتوبات کے مجموعوں میں، ضمناً آگئے ہیں، ان کو اس میں نہیں لیا گیا مگر جس کسی کا کسی اور حوالہ یا فتوے کی وجہ سے اندراج ضروری ہوگیا تھا، اس کے شامل کرنے میں تکلف نہیں ہوا۔ لیکن جو فتاویٰ مطبوعہ لیکن ناپید وکم یاب ہیں، ان کو جہاں تک میری دسترس میں آئے، اس مجموعہ میں لے لیا ہے، کہ ان میں ایک ایک فتوے کی تلاش اور اس تک رسائی، ایک مستقل سفر تھا۔

درج بالا دونوں قسم کے فتاویٰ کے شمار کا موقع نہیں ہوا، مگر اندازہ یہ ہے کہ اس طرح کے جملہ فتاویٰ اٹھارہ بیس سے زائد نہ ہوں گے۔

بہرحال راقم سطور کو برسوں کی تلاش وجستجو میں جو کچھ حاصل ہوسکا اور اس کی جو بھی بہتر سے بہتر صورت وترتیب ذہن میں آئی، اس کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کہنا تو آسان نہیں ہے کہ یہ کاوش وکوشش کس درجہ مفید اور قابل پذیرائی ہوگی، تاہم راقم سطور کی معمولی لیاقت واستعداد کی روشنی میں جو کچھ ہوسکا اور زبان قلم پر آیا، وہ ایک بضاعت مزجاۃ کی حیثیت سی نذر قارئین ہے۔ امید ہے کہ حضرات اہل علم وفتوی کی بہترین رہنمائی، نئے فتاویٰ کی نشان دہی اور زیر نظر نسخہ کے سقطات، کمزوریوں، کوتاہیوں کا ادراک کرنے میں، ناچیز

toobaa-elibrary.blogspot.com

مرتب کی معین ومددگار ہوگی، اور اہل علم کے مشوروں سے فائدہ اس مجموعہ فتاویٰ کو زیادہ بہتر اور مفید طور پر پیش کیا جاسکے گا۔ وللہ الامر من قبل ومن بعد.

جب آبھہ سے دریافت فتاویٰ کی طباعت کا خیال آیا تھا، اسی وقت اس مجموعہ کو، جو موجود فتاویٰ کا شاید چوتھائی حصہ تھا، ارباب فقہ وفتاویٰ کی نظر سے گذارنے کا فیصلہ کرلیا تھا، اس منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے، ان فتاویٰ کی نقل کو جو ذخیرہ آبھہ کا حصہ تھے، سب سے پہلے، دارالعلوم دیوبند، کے صدر مفتی، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے مطالعہ وملاحظہ کے لئے پیش کیا گیا تھا، مفتی صاحب نے اپنی بے پناہ مصروفیات اور پیرانہ سالی کے باوجود، اس کا ایک حصہ خود پڑھا، باقی کی سماعت کی اور اس پر ایک دو جگہ مختصر افادہ، یا اشارہ بھی تحریر کیا، مگر اس وقت اس کی طباعت کا ارادہ ملتوی کرکے، اس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور اس کو زیادہ سے جامع اور مفید بنانے کا عمل شروع ہوگیا تھا، چنانچہ قلمی فتاویٰ اور متفرق مجموعے فراہم ہوتے رہے اور کارواں آگے بڑھتا گیا، جب یہ کام ایک مرحلہ تک پہنچ کر گویا مکمل ہوگیا اور اس کے حواشی اور حسب ضرورت مراجع ومآخذ کی نشان دہی روبعمل آگئی، اس جلد کے اختتام کا فیصلہ کرلیا، اس وقت اس مجموعہ کو نظر ثانی اصلاح اور مشورہ کے خیال سے برصغیر کے، برگزیدہ علماء اور اہل فتویٰ، خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ ودامت برکاتہ اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری [شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم، دیوبند] مدفیوضہ ودام برکاتہ کی خدمات میں پیش کیا گیا، کہ وہ ملاحظہ فرماکر، اپنی رائے گرامی سے مشرف وسرفراز فرمائیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ ان اکابر علماء کی عزت افزائی اور عنایت وکرم کا کسی طور پر بھی شکریہ ادا کرسکوں، دونوں حضرات نے اپنی انتہائی مصروفیات اور بے پناہ مشاغل کے باوجود، اس بضاعت مزجات پر پوری پوری توجہ فرمائی، اس کو پڑھا اور اس کے متعلق اپنی گراں قدر تحریرات سے مزین ومعتمد فرمایا۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی نے اس کو ملاحظہ فرماکر، مفصل تقریظ تحریر فرماکر ارسال فرمائی تھی، جو میری کم نصیبی سے ڈاک میں ضائع ہوگئی، منزل آشنا نہ ہوسکی، لمبے انتظار کے بعد حضرت مولانا سے دوبارہ تحریر فرمادینے کی درخواست بلکہ جسارت کی، کہ حضرت مولانا کی مصروفیات کا کچھ مجھے بھی علم ہے، تاہم حضرت مولانا نے اپنی کریمانہ مزاج اور ان عنایات کی پاسداری میں، جن سے یہ ناچیز ہمیشہ ممنون اور نہال رہا ہے، دوبارہ لکھنے کی زحمت فرمائی، جو اس اشاعت کے ساتھ شائع ہورہی ہے۔

حضرت مولانا پالن پوری کی عنایت وتوجہ اس سے بڑھ کر رہی، حضرت مولانا نے اس مجموعہ کو پڑھا اور ملاحظہ کیا، تو فرمایا کہ میں نے اس پر کچھ حاشیے اور توضیح لکھنے کا ارادہ کرلیا ہے، یہ ارادہ عمل میں آیا، قارئین کرام، فتاویٰ پر حضرت مولانا کے حواشی سے استفادہ فرمائیں گے، مفتی صاحب نے فتاویٰ کو پڑھا تو بعض مقامات پر کچھ شبہہ ہوا، اس شبہ کو دور کرنے کے لئے، فتاویٰ کے اصل مآخذ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا، راقم نے جملہ اصل مآخذ، حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھیج دیئے، حضرت مولانا نے ان سے زیر غور فتاویٰ کا مقابلہ کرکے، اطمینان کرلیا تھا، مگر اس کے ساتھ حضرت مولانا نے یہ بڑا اور مشکل فیصلہ بھی کیا کہ وہ اس پورے مجموعہ کے، جملہ مندرجات وفتاویٰ کا، اصل مآخذ سے مقابلہ کریں گے، چنانچہ کیا اور بحمداللہ تعالیٰ بعد میں یہ لکھا

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ میں ایسے علمی نسخوں کو نہ اس قدر توجہ سے پڑھ سکتا ہوں اور نہ ان کی ایسی صحیح نقل کر سکتا ہوں، جیسی اس میں کی گئی ہے، بہر حال اس مقابلہ سے متن میں جو بعض تسامحات رہ گئے تھے ان کی درستگی ہو گئی، ترتیب ابواب کے لئے بھی مشورے ملے، اور یہ مجموعہ ہر پہلو سے حق اطمینان ہو گیا۔ حضرت مولانا کے علاوہ اور بھی احباب و علماء نے اس کو دیکھا، خصوصاً فاضل دوست مولانا مفتی محمد ارشد صاحب انجینئری مظفر نگر نے پورے مجموعہ، تمام حاشیوں اور اصلاحات کو گہری نظر سے، بہت توجہ سے دیکھ پڑھا اور نہایت مفید مشورے دیئے، ان سے بھی پورا فائدہ بھی اٹھایا گیا۔

اس وقت جب یہ مجموعہ مکمل ہو کر پریس کے حوالہ ہو رہا ہے، میرا فریضہ اور اخلاقی علمی ذمہ داری ہے کہ ان تمام صاحبان کو ممنونیت کے ساتھ، تبصرہ سے علمات تشکر پیش کروں، جن کا اس بڑے کام یا علمی دینی خدمت میں، قلیل، قدرے، درے، نحتے، کم زیادہ تعاون شامل رہا۔

سب سے پہلے مرحوم جناب عتیق محمد خاں صاحب، آنجہانی کے لئے اجر اور دعائے مغفرت کے لئے حق تعالیٰ شانہ کے حضور دست بدعا ہوں، مرحوم نے نہایت خوشی اور کھلے دل سے ساتھ تعاون فرما کر اور اپنے یہاں موجود تبرکات و تحریرات عنایت فرما کر اس بڑے کام کی بنیاد رکھی اور اس طرح حضرت مولانا گنگوہی کے اس بڑے علمی سرمایہ فقہی افادات کی حفاظت و اشاعت کی خدمت میں ثابت ہوئے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء واعف عنہ وارفع درجاتہ

حضرت مولانا نے اپنے قلم سے لکھے ہوئے چند فتاوی میرے ایک بڑے علمی محسن اور کرم فرما اور ہر اک علمی کتاب جستجو میں معاون و رفیق، بعض مقامات پر مجھ سے زیادہ سرگرم اور مستعد اس کی فکر و تلاش میں مشغول، دوست نما بزرگ، جناب حافظ وقیق احمد صاحب نے عنایت فرمائے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان کی ہر اک عنایت و احسان کا اجر عظیم عطا فرمائے، وزحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ الابرار الصالحین

اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجرا ڑوی۔ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شفقت و مرحمت و عنایات بزرگانہ کا کس حسن سے شکریہ ادا کیا جا سکتا ہے، حق ادا ہونے کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ راقم مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم و قیام کے دوران ہمیشہ حضرت مفتی صاحب کی عنایات سے زیر سایہ رہا اور شفقت و عنایات و کرم کا یہ معاملہ، حضرت مفتی صاحب کی وفات تک اسی طرح رہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ مظاہر علوم سہارنپور میں کتابوں کے عکس یا فوٹو اسٹیٹ کیے جانے کا یہ قانون مجھ سے پہلے کس بزرگ نے نافذ کیا تھا، بہر حال میں نے حضرت مفتی صاحب سے جب بھی اور جس کتاب کے لئے درخواست کی کبھی نہیں فرمایا کہ "نہیں تمہارے جیسے لڑکوں کے لئے ہی تو ہیں" جب میں نے حضرت مفتی صاحب سے کتب خانہ مظاہر علوم میں موجود حضرت گنگوہی کے مجموعہ فتاوی کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے درخواست کی۔ تو مفتی صاحب موصوف نے یہاں ایک اہم بڑا اور نہایت نادر نسخہ ہے، اس کی نہ ہمیں خبر نہ اوروں کو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بہر حال بہت خوش ہوئے اور نہایت بشاشت سے فوٹو اسٹیٹ کی اجازت دے دی، اور مکس وا بھی بہت خوش ہوئے۔ **فجزاہ اللہ تعالیٰ وارفع درجاتہ.**

کتب خانہ مظاہر علوم کے کارکنوں کا میرے ساتھ ہمیشہ عنایت واخلاص کا معاملہ رہا ہے، میں اس کے لئے بھی ممنون ہوں۔

نسخہ چندیانوی | مخطوطہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو، پاکستان جواب نیشنل میوزیم پاکستان، سے اپنی زینت کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے، اس وقت انجمن کے صدر نشیں، عالمی شہرت یافتہ شاعر اور مادو ھانکار، جناب جمیل الدین عالی کا ممنون ہوں، عالی جی میری گذارش پر اس کا عکس فوراً بھیجا اور میں نے اس کے مصارف بھیجنے چاہے، تو لکھا۔ اس کار خیر میں میرا بھی کچھ حصہ ہو جائے گا، بہر حال عالی صاحب کا بھی بہت بہت شکریہ!

مجموعۂ فرخ آباد اصل نسخہ پہلی مرتبہ مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کے ہاتھوں میں نظر سے گزرا تھا، مولانا کی وفات کے بعد، مولانا کے بھتیجے، ڈاکٹر نثار احمد صاحب فاروقی کی عنایت سے، اس کا فوٹو اسٹیٹ بدست ہوا، مجموعہ رام پور | مکتوبہ بدست مولانا سید احمد حسن امروہوی | کا فوٹو اسٹیٹ بھی ڈاکٹر فاروقی صاحب نے فراہم کیا، اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

اوراق کراچی کا عکس پاکستان کی ایک علمی باذوق شخصیت، جناب راشد شیخ کی کاوش کا مرہون منت ہیں، راشد شیخ صاحب نے خاصی جدوجہد کے بعد، ان تک رسائی حاصل کی اور ان کے عکس فراہم کئے، دلی شکریہ!

حضرت مولانا گنگوہی کے بقلم خود نوشتہ دو فتوے، برصغیر ہند پاکستان کے نامور خطاط اور راقم سطور کے نہایت مشفق، شاہ نفیس الحسینی صاحب کے ذاتی ذخیرہ میں تھے، حضرت شاہ صاحب نے ان کے عکس سے ممنون ومشرف فرمایا، اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے، اور شاہ صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

اپنے ایک علمی کرم فرما، جناب شبیر احمد صاحب میواتی | لاہور، پاکستان | کو بھی کلمات تشکر پیش کرتا ہوں، میواتی صاحب سے علمی اشتراک اور خلوص کا رشتہ دسیوں سال پرانا ہے، اس کام میں بھی ان کی معلومات سے مفید مدد ملی، کئی نسخوں، فتاویٰ کا پتہ چلا، حضرت گنگوہی سے متعلق نئی تحریروں، کتابوں تک رسائی ہوئی، اور یہ سلسلہ جاری ہے، اس سے بھی میواتی صاحب کا دلی شکریہ واجب ہے۔ **جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ.**

آخر میں ان تمام معاونین اور رفقاء کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جن سے اس کام میں موقع بہ موقع نسخوں کی نقل، مقابلہ حواشی کے لئے، مآخذ اور عبارتوں کی جستجو وغیرہ میں کم زیادہ، کسی بھی درجہ کا چھوٹا بڑا تعاون حاصل رہا، ان سب کا بھی تہہ دل سے ممنون وشکر گذار ہوں۔ اگر چہ کاغذ کے سفینہ پر ان کے نام درج نہیں، مگر دل کی گہرائیوں میں ان کی یاد اور ان کے لئے جذبہ تشکر موجزن ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

حضرت مولانا گنگوہی کے قلم سے تحریر اور جملہ قلمی اور مطبوعہ فتاوی کی جو اس مجموعہ میں شامل ہیں، اصل سے مقابلہ ورتقابل موضوعی و ماخذ و مصادر سے حتی الامکان مطابقت و تصحیح میں آخری معاون کے طور پر مدرسی مفتی محمد اصل صاحب سلمہ بھی رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے ادارہ کے جملہ وقتی کارکن معاون تنویر عالم صاحب اور یاوی کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ فجزاهم الله خير الجزاء

پیپوز، مولوی شہاب الدین صاحب، حقوی کا بھی ممنون ہوں، آپ نے خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ اس کی کمپوزنگ کی۔

قارئین کرام سے رخصت ہوتے ہوئے دو گذارشات اور کرنا چاہتا ہوں، اس مجموعہ میں حضرت مولانا گنگوہی کے جو بھی فتاوی و تحریرات نقل ہوئی ہیں ان میں سے تقریباً ایک تہائی فتاوی کی حضرت مولانا کے قلم سے نوشتہ اور باقی کی معتبر ترین نقلیں یا مجموعے رقم حضرت میں محفوظ ہیں، ان سے اس مجموعہ کے بھی فتاوی کے ضرور مشتبہ یا فیہ معتبر ہونے کا فیصلہ کرنے سے پہلے ان کا مراجعت کر لینا ضروری ہے، میں ان شاء اللہ جب تک موجود ہوں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں، بہتر ہے کہ میرے بعد بھی قارئین میں جو بھی فتاوی رشیدیہ کی مراجعت کرنا چاہیں حضرت سے پہلے فتاوی و فیہ موجود ہوں تو ان کی نشاندہی سے ممنون فرمائیں۔ والاجر علی اللہ تعالیٰ

اس وقت جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ علمی خدمت اختتام کو پہنچ رہی ہے، میرے اہل خاندان نے معمور اور زبان کا شکر ہے، اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو بفضلہ و قبول فرمائے، میرے والدین، اساتذہ اور اسلاف و اخلاف کے لئے ذخیرہ ثواب و مغفرت بنائے، قارئین اصحاب تنقید و تحسین سے درخواست ہے کہ ناچیز مرتب کو اپنی دعاؤں میں یاد فرمائیں۔

فضل تو شامل است ما را یا نامہ ۔۔۔ کے لائق را فی نظم بقائے

گر صاحب دلے بخواند بہ رحمت ۔۔۔ گوید ز حق ایں مسکیں دعائے

فالحمد لله اولا و آخرا و ظاهرا و باطنا، وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين

آثم وناکارہ

راقم نور الحسن راشد کاندھلوی

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

محدث دوراں، افقہ زماں، عالم ربانی

رحمہ اللہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

فتاویٰ رشیدیہ اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

چند پہلو اور مختصر معلومات

نور الحسن راشد کاندھلوی

عاصمۃ الہند دہلی کے اس جنوبی [مائل بہ مشرق] خطہ یا علاقہ میں، جس کو دریائے گنگا و جمنا سے گھرا ہوا ہونے کی وجہ سے، دوآبہ [گنگا جمنا] کہا جاتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر، ایسی دس بارہ چھوٹی بڑی بستیاں، یا ایسے قصبات آباد ہیں، کہ جن کا برصغیر ہند کی آخری دور کی، دینی علمی عرفانی کارناموں اور اصلاحی عملی جد وجہد میں بہت بڑا حصہ رہا ہے، ان بزرگوں، علمائے کرام، محدثین ومفسرین، مصنفین اور اہل فضل وکمال کی وجہ سے، اس خطہ کو پوری مسلم دنیا میں ایک احترام اور دینی نسبت حاصل ہے۔ اگرچہ اب وہ چراغ گل ہو چکے ہیں، ان محفلوں کے دمامے ٹھنڈے پڑ چکے ہیں اور بعض بستیوں میں تو یہ جاننے والا بھی کوئی نہیں رہا، کہ فلاں فلاں کون تھے، نہ ان کے اعمال اور طریقۂ کار میں دلچسپی باقی ہے، نہ ہی ان کے احوال وسوانح اور علمی ورثہ کو زندہ وتازہ کرنے میں، تاہم ان بزرگوں کی نسبت اور خدمات واثرات کی وجہ سے، اب بھی ان بستیوں کا نام، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہے اور یہاں کے حضرات کی دینی علمی خدمات اور کارنامے، پوری دنیا اور ملت اسلامیہ کے لئے پیغام عمل اور اسوۂ حیات بنے ہوئے ہیں۔

بہر حال ان ہی بستیوں یا قصبات میں سے ایک قصبہ، گنگوہ [Gangoh] بھی ہے، جو مغل دور حکومت سے ضلع سہارنپور کا حصہ چلا آرہا ہے۔ اس قصبہ کی قدیم تاریخ بھی، اس علاقہ کے اور قصبات کی طرح تاریخ کے اندھیروں میں گم ہے۔ ان بستیوں بلکہ پورے علاقہ کی، ماقبل مسلمانوں کی سرگذشت کے متعلق کچھ کہنا ممکن نہیں۔ ہندو روایات

اور یہ بالا Metha Logy کی رو سے تو اس علاقہ کی بعض آبادیوں [قصبات] کی تاریخ مہابھارت کی زمانی تعین قبل ازمسیح تین ہزار قبل مسیح تک جاتی ہے، مگر ان روایات واطلاعات کی تصدیق نہایت مشکل ہے۔

دہلی میں مسلم دور حکومت کے آغاز کے بعد بھی تقریباً دو صدیوں تک، ان بستیوں اور یہاں کی کسی شخصیت یا کسی معتبر تذکرہ و تعارف نہیں ملتا، صرف اس قدر معلوم ہے کہ اس علاقہ میں کوئی باقاعدہ نظم آبادی اور حکومت نہیں تھی، بلکہ چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، جن کو اس دور کی اصطلاح میں گڑھی Gadhi کہا جاتا تھا، اس میں کسی ایک بڑے خاندان سے تعلق رکھنے والے زمینداروں کا علیحدہ علیحدہ نظام ریاست تھا، جو کسی ایک بڑے انتظام سے جڑا ہوا نہیں تھا، ہر ایک زمیندار یا جاگیردار اپنی محدود چہار دیواری میں حاکم تھا، نہ باہر کی دنیا سے، ان کے زیادہ روابط کا پتہ چلتا ہے، نہ ہی ان کے نظام اقتدار کے خاص شعبوں اور طریقہ کار کی خبر ملتی ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان ریاستوں کا تاریخ کے اوراق پر معتبر تذکرہ اور برصغیر کی عہد اسلامی کی تاریخوں میں ان کا نام نہیں آیا۔

اس پورے خطہ میں مسلمانوں کے آنے اور قیام فرمانے کی اطلاعات کا، عموماً آٹھویں صدی ہجری [چودھویں صدی عیسوی ۱۳۰۰ء] کے بعد سے آغاز ہوتا ہے، اس وقت بھی کسی بڑی بستی کے آباد ہونے، یا اس کے متعلق تاریخ کی روایت کا تسلسل نہیں ملتا، بلکہ بیشتر ان روایات کا تعلق اس نواح کی بستیوں اور ان کے اطراف میں موجود، بزرگان دین اور مشائخ کرام سے ہے، جو حکومت اور اقتدار کے ہنگاموں، شہروں کی ترقیات وزینت اور ہجوم خلائق سے یکسو ہو کر، عبادت و ریاضت کے خیال سے اس نواح کے گھنے جنگلوں، آبادیوں سے دور مقامات اور چشموں کے کناروں پر پہنچ کر، خاموشی سے قیام فرما ہو جاتے تھے اور اپنے تمام اوقات ذکر وفکر اور یاد الٰہی میں گذارتے تھے، پھر جیسے جیسے ان کے کمالات کی خوشبو مہکتی اور ان کے روحانی زمزموں کی آواز آبادیوں تک پہنچتی، یہ ویرانے آبادیوں میں تبدیل ہو جاتے اور ان حضرات کی جانب مخلوق کی رجوعات کی کثرت، ان بے نام ونشان گوشوں کو، گلستانوں اور قابل قدر آبادیوں میں تبدیل کر دیتی تھی۔ گنگوہ کے سلسلہ میں بھی اسی قسم کی روایات ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ایک عارف کامل تنہا تشریف لائے، اس وقت یہ جگہ ایک چھوٹے سے راجہ گنگ کی ریاست یا بڑی گڑھی [Badi Gadhi] تھی، جس کی بعد میں مسلمانوں کی ایک جمعیت سے معرکہ آرائی ہوئی، جس میں وہ راجہ مارا گیا، (۱) یوں یہاں مسلمانوں کے آنے، آباد ہونے کا راستہ کھل گیا۔ وقفہ وقفہ سے کئی گھرانے اور مختلف خاندانوں کے

---

(۱) یہ روایت کسی قدر تفصیل سے، انصار سہارنپوری، مہر ملیاران کے قلمی نسب نامہ میں درج ہے۔ اور الا الند کشور [اپنی تالیف، ضلع سہارنپور ۱۸۷۰ء] نے بھی اپنی کتاب "تاریخ سہارنپور" میں نقل کی ہے۔ لکھا ہے

"مشہور کرتے ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں راجہ گنگ تھا، جس نے اس قصبہ کو اپنے نام سے آباد کیا، ایک قلعہ مستحکم تعمیر کرایا، اب تک وہ کھنڈر ہے"

تاریخ سہارنپور ص ۳۵ مطبع مصدر المطابع بانده بلاسه خان ۱۸۷۷ء۔

اصحاب یہاں آتے اور آباد ہوتے رہے، اسی میں وہ ایوبی، انصاری خاندان بھی تھا، جس کا ہندوستان میں سرسل [Sarsil] (۱) سے مرحوم وارد ہوا، اس خاندان کے چند افراد سرسل سے ترک اقامت کر کے، سہارنپور آئے سہارنپور سے اسی گھرانہ کی ایک شاخ رام پور منتقل ہوئی، گنگوہ رام پور کے قریب ہے۔ دونوں بستیوں کے خاندانوں میں رشتہ داریوں کی نسبت قائم ہوئی، دونوں خاندانوں میں عزیزانہ تعلقات اور قرابت داری کا سلسلہ ہمیشہ رہا۔ حضرت مولانا گنگوہی کے دادا، قاضی پیر بخش تک یہ شاخ بھی رام پور میں رہی تھی مگر قاضی پیر بخش اپنے ماموں، شاہ قطب علی کی گنگوہ میں سخت مخالفت و مخاصمت کی وجہ سے، رام پور ترک کر کے گنگوہ آ گئے تھے۔ قاضی پیر بخش کا گنگوہ میں نکاح ہوا، اور تین فرزند تولد ہوئے، ان میں سے ایک، مولوی ہدایت احمد [حضرت مولانا گنگوہی کے والد ماجد] تھے۔

اس خانوادہ کے رام پور [مغیہاران] سے گنگوہ منتقل کا سبب، آنے والے اصحاب ان کا دور اور اس سلسلہ کی معلومات مفقود ہیں۔ ہاں شجرہ نسب کی چند کڑیاں یا واسطے معلوم ہیں، جو اس طرح ہیں

شجرۂ نسب حضرت مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی اکبر بن قاضی محمد سالم انصاری۔

یہ کل سات واسطے ہوئے، جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قاضی سالم گیارہویں صدی ہجری کے اوائل [سولہویں صدی عیسوی کے آخر] میں حیات ہوں گے، قاضی سالم کے اجداد، سلسلۂ نسب اور دیگر تفصیلات دستیاب نہیں۔

والد ماجد حضرت مولانا کے والد، مولانا ہدایت احمد، عالم فاضل، صاحب نسبت شخص تھے، خانوادۂ ولی اللہی کے علماء [شاہ محمد اسحاق سے؟] تلمذ تھا، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی سے سلوک طے کیا اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ (۲)

---

(۱) سرسل [Sarsil] ضلع بجنور، موجودہ ضلع بافیت میں، بجنور سے میرٹھ جانے والی سڑک پر، موضع نجولی اور جوہڑی کے درمیان سڑک کے کسی قدر فاصلہ پر واقع تھا، جو کسی حادثہ میں ایک ٹیلہ بن گیا تھا، ایک بڑا ٹیلہ اس کی نشانی موجود ہے، اور اس کے ذرا دور، اس خاندان کے جد امجد شیخ جلال الدین کا مدفن ہے۔ اس نواح کے متعدد انصاری خاندانوں کا سلسلۂ نسب شیخ جلال الدین سے وابستہ ہے، تفصیلات کا یہاں موقع نہیں، اس خاندان، اس کی ذیلی شاخوں اور ان کے انساب کی تصحیح و تحقیق میں، اسی خانوادہ سے وابستہ جناب شیخ [illegible] صاحب [illegible] آباد ضلع بجنور، یوپی مرزا انجینئر حال مقیم دہلی گذرہ نے وسیع مطالعہ اور تحقیقات کی ہیں اور اس انصاری خاندان پر، شیخ جلال الدین صاحب کی تفصیلی [illegible]

(۲) [illegible] اول [illegible] بار اول، طبع اول۔ بار دوم، ص ۱۰۰ [مولانا ہدایت احمد کی شاہ غلام علی سے خلافت و اجازت کی، اگرچہ تذکرۃ الرشید وغیرہ میں صراحت ہے مگر [illegible] مقامات مظہری [تالیف حضرت شاہ عبد الغنی مجددی، میں حضرت شاہ غلام علی کے خلفاء کی جو مفصل فہرست ہے، اس میں مولانا ہدایت احمد کا نام نہیں۔ [illegible] ص ۱۵۸ تا ص ۱۸۰ مطبع احمدی، دہلی ۱۲۶۹ھ] لیکن اور بھی مختلف تذکروں میں شاہ عبد الغنی کے بعض اور خلفاء کے نام بھی ملتے ہیں ان [illegible] میں تذکرہ نہیں ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

[illegible]

ولادت وطفولیت [illegible] ۱۲۹۵ھ [illegible] ۱۸۷۸ء [illegible]

[illegible]

جمعہ کا پھوڑنے (۱۸) مناقب لکھا جاتا ہے"(۱)

ابتدائی تعلیم اوران کے استاذ [illegible]

[illegible]

(۱) [illegible]

[illegible] سے متاثر نہ ہو سکا تھا، اس کو حضرت مولانا نے [illegible] کے بعد حضرت مولانا مملوک علی کی خدمت میں حاضر ہو کر [illegible] تک درسیات کا خاصا حصہ حضرت [illegible] سے مکمل کیا۔

[illegible] حضرت مولانا مملوک علی سے [illegible] حضرت شاہ عبدالغنی مجددی [illegible] آزردہ اور حضرت شاہ عبدالغنی مجددی [illegible] سے کس وقت [illegible] صاحبان [illegible] تفصیلات دریافت نہیں ہو سکیں۔ تاہم حضرت مولانا گنگوہی کے مختلف ارشادات [illegible] تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم کے ہم سبق ہونے کی روایات؟

[illegible] حضرت مولانا محمد قاسم کے ہم سبق ہونے کی روایات [illegible] تھے۔ یہ روایت صحیح نہیں۔ حضرت مولانا مملوک علی سے [illegible] کی تصدیق مشکل ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی سے [illegible] مفتی صدرالدین آزردہ اور مولانا شاہ [illegible] حضرت مولانا نانوتوی کا تلمذ ثابت نہیں اور [illegible] مستیاب نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی، شاہ عبدالغنی سے [illegible] حضرت مولانا محمد قاسم سے رفیق تھے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی قابل تنبیہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی نے دہلی میں صرف چار سال [illegible] کے مطابق ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۱ء [illegible] تعلیم سے فارغ ہو کر [illegible] آ گئے تھے مگر حضرت مولانا نانوتوی کی تعلیم سے فراغت کا سن حتمی طور پر معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لئے دونوں کا ہم سبق ہونا اور [illegible]

[illegible]

تلاش معاش، ملازمت اور تجارت کتب حضرت مولانا تعلیم سے فارغ ہو کر واپس آنے کے بعد کچھ دنوں وطن میں رہے، بعد میں سہارنپور میں نواب ثابت خاں کے یہاں اقامہ فرما ہو گئے تھے، ثابت خاں بائیس روپے ماہانہ تنخواہ دیتے تھے، خواہ یہ موقع پر حضرت مولانا نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

"جس زمانے میں ہم پڑھتے تھے اس زمانہ میں عربی پڑھے ہوؤں کی بڑی قدر تھی، منصفی اور صدر الصدوری وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے عہدے ملتے تھے، چنانچہ ہمارے ساتھ کے پڑھے ہوئے آٹھ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ مامون صاحب نے میرے لئے بھی کوشش کی مگر میں نے منظور نہیں کیا، اس پر مامون صاحب ناخوش ہوئے، جب وہ سمجھوتے کہ یہ انگریزی نوکری منظور نہ کرے گا تو انہوں نے مجھے بہت ہی مجبور کیا، ایک رئیس کے یہاں تعلیم پر نوکر رکھا دیا، مامون صاحب کی سفارش سے وہاں خوب قدر و عزت ہوئی مگر تھوڑے ہی دنوں میں نوکری چھوڑ کر چلے آئے، آخر مامون صاحب سمجھ گئے کہ اسے پڑھنے کے سوا کچھ نہیں آتا، کچھ سمجھے بوجھے فرمایا اور ناخوش بھی نہیں ہوئے" (۱)

ملازمت چھوڑنے کے بعد تصنیف و تجارت کا کام شروع کیا تھا، اس وقت سے وطن میں رہے، حضرت مولانا کی کتابوں میں سب سے پہلی مطبوعہ تالیف، **صحیفۃ النسعۃ** ہے، اس کے آخر پر حضرت مولانا نے اپنے لئے "ابو محمد عبد الجلیل" کی نسبت تحریر فرمائی ہے یہ کتاب ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء کی تالیف ہے، اگرچہ مولیٰ تحریری تصریحات موجود نہیں مگر قرائن بتاتے ہیں کہ حضرت مولانا کتابوں کی تجارت و اشاعت کیا کی اور کاروبار سے اچھی آمدنی ہونے لگی تھی، اسی زمانہ میں حضرت مولانا نے حج کا ارادہ فرمایا، اگرچہ اس سے قبل مصارف حضرت سے بیت اللہ حج کر آئے تھے، (۲) اس سفر سے بعد حضرت مولانا فکر معاش سے بالکل آزاد ہو گئے تھے، اور حج سے واپسی کے بعد درس کتابوں کے علاوہ درس حدیث، تصنیف اور اشاعت کتابوں کا کام شروع فرما دیا تھا، مولف نے حضرت سے

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible] میں اب جو سہارنپور گیا
[illegible] خط کرتے ہیں"

[illegible] ۱۳۵۰ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

وكان قبل سفر الحجاز في العمرة الثانية يقرأ في عدة مجالس من بعض أجزاء الصحيح والكلام والحديث والتفسير وبعد العود من الحجاز في العمرة الأخيرة في رمضان سنة ١٣٤٥ھ درس الصحيح للسنة والعشرين بعد مائتين وألف في مجلس واحد من بعض نسخ الترمذي أولا وبذل جهده فيه في تحقيق النص والأسناد ودفع التعارض وترجيح أحد المحاسن وتشييد المذهب الحنفي ثم بقراءتي لكتاب الله من أوله إلى آخره في صحيحي البخاري ومسلم فالترمذي وابن ماجه سوى موطأ محمد قبل قبضه بقليل بالكتاب".(١)

برصغیر کے تقریباً سبھی مکاتب فکر کے علماء و فضلاء نے اپنے اپنے علاقوں میں فنِ حدیث کی خدمت کی ہے لیکن اس آخری نبی کے بعد اپنے تمام اوقات حدیث کے لئے وقف کر دینے والا اس پائے کا محدث ان سب کو ایک طرف میں پڑھائیں اور ان میں سے بھی کسی نے اپنے علاقے میں حدیث کی اس نے متقن اور مدلل تحقیق میں روایات سے استنباط کرنے کا طریقہ سکھایا ہو جس سے مذہب حنفی کے ثابت شدہ مسائل اصل روایات کی کاٹ کرتے تھے، پھر ان مسائل کے لئے صحیح سنن ابوداؤد اور پھر صحیح البخاری اور صحیح مسلم پھر ان کی روایات سے استنباط کرنے کے طریقے سکھائے ہوں۔ ایسا محدث کتاب کے قابل کتنا ملتا ہے۔

درس و تعلیم کی ابتداء اور پہلے شاگرد

اس دور سے طلاب علم [illegible] میں [illegible] لگ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ان سے [illegible] وشریعت سے مختلف موضوعوں کی [illegible] کتابیات واستفادات خدمت اور [illegible] سے کاروبار اور عمل کرنے کی بات [illegible] تھی۔ حضرت مولانا انور شاہ نے بھی [illegible] سے [illegible] اسباق کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ایسے موقعوں پر طلاب علوم کی قدیمی روایت سے [illegible] والوں سے [illegible] عزیز اور بہت قریبی [illegible] سے پڑھتے ہیں [illegible] حضرت مولانا انور شاہ صاحب علمی سے [illegible] مولانا محمود [illegible] تھے اور [illegible] حسن قاری سے [illegible] مولانا محمود [illegible] حضرت مولانا [illegible] سے بھی [illegible]

---

(١) ابو عبد الله محمد [illegible] حنفی دیوبندی، [illegible] ص ٣٥٩، طبع [illegible] الطباعة، [illegible] ١٣٥٤ھ/١٩٨١ء

دیوبند میں علوم کے سب سے پہلے استاد و مدرس مقرر کئے گئے۔ ان کے بعد حضرت مولانا کے دو ماموں زاد بھائیوں مولوی محمد یعقوب اور مولوی مولانا محمد منفعت گنگوہی کو نسبت تلمذ حاصل ہوئی۔ دونوں نے بعد میں مختلف علماء سے درجات علم کی تکمیل کی اور حضرت مولانا سے ہمیشہ ربط بنائے رکھا خصوصاً مولانا ابوالنصر ہمیشہ حضرت مولانا کے دست و بازو اور ہر اک معاملہ میں حضرت مولانا کے رفیق و ہمدرد رہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں مولانا محمود دیوبندی اور مولانا منور علی نگینوی ضلع سہارنپور اکی تعلیم کے لئے روانہ اور حضرت مولانا کا ان کو درس دینا۔ یہ گنگوہ کی کلید اور ایک چشمہ علم و حکمت کی دریافت جیسا تھا۔ حضرت مولانا کے درس کی افادیت معنویت اور اہمیت لوگوں کی خوشبو کی طرح آہستہ آہستہ عام ہونی شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کا شہرہ اور تذکرہ برصغیر ہندو پاکستان بنگلہ دیش کی سرحدوں سے گذر کر دور دراز ملکوں تک پہنچا۔ سینکڑوں باکمال افراد، جید علماء، قابل محدثین و مدرسین سے خدمت و درس حدیث میں مشغول، اساتذہ اور فحول محدثین حضرت مولانا کی خدمت میں آنے شروع ہوئے اور اس درس کی معنویت، اس عہد میں بعض خصوصیات میں منفرد ہونے اور اس کے ذریعہ سے احادیث شریفہ کے مفہوم و مطالب کی ایسی روشنائی اور ان کے حقائق و مقاصد کا ایسا ادراک جس کی کمر سے کم اس دور میں کوئی مثال نہیں تھی۔ یہ مقاصد حدیث تک پہنچنے، وہاں سے درس بھاشن و تحریر تالیف کرنے اور ان کو اہل خرد، ارباب ذوق طلباء اور عام حدیث تک پہنچانے کی خصوصیات اور جو شان اس درس میں پائی جاتی تھی، بلاشبہ نہ صرف اس دور میں اس کی مثالیں معدوم تھیں بعد میں بھی بہت کم ہی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ فہم اور بے نظیر عمق کی وجہ سے بعض اکابر محدثین نے حضرت مولانا سے قبل ہی حضرت مولانا کے حین حیات بھی بڑے بڑے علماء حدیث نے فضل و کمال کے اعتراف کیا تھا۔ یعنی حضرت شاہ عبدالغنی مدنی اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے جن کو حضرت مولانا سے تلمذ حدیث میں حضرت مولانا سے کم پایہ کا نہیں جانتے!

محدثانہ شان اور فقہائے محدثین میں عالی مرتبہ

خدمت حدیث میں حضرت مولانا کے مقام و مرتبہ کی بلندی اور فقہائے محدثین میں ان کی فوقیت کا تذکرہ بعد کے علماء اور اہل نظر نے اپنے اپنے انداز سے تذکرہ کیا ہے۔ اس سے چند عبارات یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک بڑے عالم، مصنف اور محدث مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں

فکل المحدث فیه هذه العصور الشیخ رشید احمد الگنگوهی الانصاری رحمه الله،
جمع مع العبود الجامعة عدة اسباب القبول ووهب نورا فی القلب یلمع به ما اظلم علی

الناس. فكان يأتي بتوجيهات في المشكلات الفقه ومعضلات الحديث. ما خلت عنها الاسفار الضخمة والمجلدات الكبير. وكان موفقا طيلة حياته المباركة لتدريس الامهات الست. طول النهار غير فترة قليلة في البين. وبقي نصف قرن يدرس الحديث وكتب السنة، لايلحقه ملل ولا ضجر ولاسامة ولاتعب مع اشتغاله بتربية النفوس وتربية القلوب بالاذكار والتوجه. فكان نفسه الزكية تتجلى كل حين وهذا ماعدا افتاء في النوازل والمسائل.(۱)

ترجمہ: پس فقیہ زمانہ حاضرہ، حضرت شیخ رشید احمد گنگوہی انصاری رحمۃ اللہ علیہ، مرجع علوم کے ساتھ ساتھ اہل دل کے علوم کے بھی جامع تھے، انہوں نے دلوں کو ایسا نور بخشا، جس سے لوگوں پر اندھیرا روشن ہو گیا۔ آپ فقہ اور حدیث کے مشکلات کی ایسی ایسی توجیہ فرماتے کہ جس سے بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی خالی ہیں، آپ اپنی ساری مبارک عمر میں، سارا سارا دن سوائے تھوڑے سے درمیانی وقفے کے، صحاح ستہ کی درس وتدریس کی توفیق سے سرفراز رہے، اور نصف صدی تک حدیث وکتب سنت کی اس طرح تدریس فرماتے رہے، کہ جس سے نہ آپ کبھی شکستہ خاطر ہوئے اور نہ کبھی تھکے، باوجود اس کے کہ آپ کو ذکر کے ذریعے نفوس کی تربیت وقلوب کے تصفیہ اور توجہ کے ساتھ مشغولی ہوتی تھی، پس آپ کا پاکیزہ نفس ہر وقت متجلی رہتا تھا اور یہ کام حوادث مسائل میں افتاء کے علاوہ تھا، آپ جس طرح کہ ارشاد وتربیت نفوس اور صحاح ستہ کی درس وتدریس کے لئے مرجع خلائق تھے، اسی طرح آپ حوادث کے مشکل مسائل کے بھی مرجع خلائق تھے۔"

حضرت مولانا درس حدیث میں جن نکات وخصائص پر توجہ فرماتے اور جن مسائل ومشکلات کے حل کرنے کی کوشش فرماتے تھے، وہ خود حضرت مولانا کے الفاظ میں درس اور فہم حدیث کا اصل مقصود ہے۔ حضرت مولانا نے ایک مجلس میں اپنے طریقۂ درس کی وضاحت کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا:

| حدیث میں | اصل مقصود کی طرف توجہ رہی، اصل مقصود یہ ہے کہ اشکال حدیث کا حل کیا جائے، تعارض رفع کیا جائے، مسئلہ ثابت کیا جائے، تفقہ حاصل ہو، اسی کی طرف میرا خیال رہا۔ حنفی شافعی جو ہوں، اپنا مسئلہ ثابت کریں۔(۲)

(۱) مقدمہ اللامع الدراری علی جامع البخاری

(۲) دہلی درس کے طراف | سفر نامہ دہلی، دیوبند، گنگوہ، نیوہ | از مولانا عبدالحی حسنی | مؤلف نزہۃ الخواطر | ص ۱۲۹۔۱۳۰، ج ۸، ۱۹۵۸ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا گنگوہی کے افادات حدیث اور تقاریر درس کو پڑھ کر، سمجھ کر، اور ان سے اخذ و اقتباس کر کے، مولانا بنوری نے بھی یہی سمجھا تھا۔ مولانا بنوری نے ایک اور موقع پر لکھا ہے:

"حضرت شاہ ولی اللہ نے تفقہ فی الحدیث کا جو پودا لگایا تھا، حضرت گنگوہی نے اسے تناور درخت بنا دیا، اسی طرح نور باطن اور تعلق مع اللہ سے حدیث سمجھنے کا سلسلہ، حضرت گنگوہی پر ختم ہو گیا۔ حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے فقاہت نفس سے سرفراز فرمایا تھا، مسلک حنفی کو ادلۂ حدیث سے ثابت کرنا اور جو حدیث بظاہر مخالف نظر آئے، اس کا جواب دینا، حضرت گنگوہی نے اس فریضہ کو کامیابی سے ادا کیا۔ اس کے علاوہ فقہاء حنفیہ متاخرین کی تفریعات جو حدیث کے خلاف تھیں، ان کی فقہ حنفی سے برأت کی، علاوہ ازیں فقہ میں توسع اور تضییق کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی۔ شراح حدیث ابن بطال، مہلب، ابن التین، ابن المنیر، قاضی عیاض، خطابی، ابن حجر، عینی رحمہم اللہ سے بہتر احادیث کی شرح کی۔

الکوکب الدری اور لامع الدراری میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، خصوصاً لامع میں حسن تراجم کے سلسلے میں، حضرت گنگوہی کی ایسی توجیہات ہیں، کہ عقل حیران ہے، حافظ ابن حجر اور عینی رحمہم اللہ تعالیٰ کی توجیہات سے فائق ہیں۔(۱)

مولانا محمد یوسف بنوری نے ایک سلسلۂ گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز کے بعد حضرت گنگوہی وہ واحد شخص ہیں، جنہوں نے بخش اپنے نور قلب سے حدیث کی مشکلات حل کی ہیں اور کچھ تھوڑا سا حصہ حضرت شیخ الہند کو بھی اس سے ملا۔(۲)

یہ کہنے اور لکھنے والے حضرات وہ ہیں، جو فن حدیث کے خواص، رمز شناس اور بڑے محقق ہیں اور جو بلا تامل یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ۔

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں

اس میں بھی ذرا شک نہیں کہ مولانا بنوری اور ان کے ہمنوا اصحاب کا یہ فرمانا، بلاشک وشبہ درست ہے، حضرت مولانا گنگوہی جیسی دقت نظر اور غواصی حدیث کی سعادت، اور بے نظیر تتبع و مباحث کا استخراج، کس کا حصہ ہے، یقیناً یقیناً لسم یسق مثلہ اس نے حضرت مولانا کے حدیثی افادات و علوم، کو پڑھ کر، یہاں غالب کا دوسرا مصرعہ بھی بلا تامل دہرایا جا سکتا ہے

بیٹھیں اس بزم سے جدے، وفی بجتہ سہا

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

صحیح بخاری، ترمذی وغیرہ کی درسی تقریریں

حضرت مولانا سے بخاری شریف کی تقریریں اور افادات ہیں، جو حضرت مولانا کے متعدد شاگردوں نے اپنے اپنے زمانہ تدریس میں تحریر میں لاکر، قلم بند کرلئے تھے۔

جس میں سب سے بڑا سرمایہ اور اہم ترین خدمت وہ ہے، جو مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، جو حضرت مولانا سے بخاری شریف پڑھنے کے بعد مولوی رضی الحسن کاندھلوی نے تحریر مرتب کی تھی، شیخ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے اس افادات پر اپنی قیمتی فوائد واضافات اور مفصل حاشیوں کا اضافہ کرکے، ان واش شان سے شائع کیا، جس سے بخاری شریف کی خدمت کا قائم مقام اور علم حدیث کے طلباء کے لئے بیش قیمت تحفہ ثابت ہوا، صحیح بخاری کے افادات للامع الدراری کے نام سے اور ترمذی کے الکوکب الدری کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں اور پڑھنے والے طلباء حدیث شریف سے تعلق کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور اپنی بڑی جدوں اور ضخامت کے باوجود ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں۔

حدیث شریف کی شرح، اس کی تفہیم اور مذاہب فقہاء سے اس کی صحیح تطبیق، متعارض احادیث میں وجہ ترجیح اور بعض مطالب کی وضاحت میں، مولانا کی دقت نظر اور غیر معمولی ذہانت کا تو حضرت کی درسی تقریروں کے مطالعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے، خصوصاً حضرت مولانا احادیث شریفہ کی جو توجیہات کرتے ہیں اور بعض مطالب بیان فرماتے ہیں، اس میں حضرت مولانا کا غیر معمولی امتیاز اور منفرد حصہ ہے، ان توجیہات وتشریحات کی وجہ سے ہی حضرت مولانا کا شمار متاخرین محدثین اور شارحین حدیث میں شمار کیا گیا ہے۔

حضرت کے درسی حدیثی افادات وفرمودات، سب سے پہلے کس نے جمع کئے، راقم کو سراغ نہیں ملا، لیکن جو قدیم ترین مجموعہ افادات معلوم ہے، وہ حضرت مولانا کے ایک شاگرد مولانا اشرف الحق دہلوی کا مرتبہ مکتوبہ تھا، جو ۱۳۴۳-۱۳۴۴ھ میں قلم بند کیا گیا تھا۔ ایسا ہی ایک اور مجموعہ جو صحیح بخاری، سنن ترمذی کے درسی افادات وتشریحات پر مشتمل ہے مولانا فتح محمد تھانوی کا مرقومہ ومرتبہ ہے۔ ایک اور مجموعہ مولانا نور محمد پنجابی، نیز مولانا صادق الیقین کرسوی، اسی طرح مولانا مفتی عبد الکریم پنجابی کا بھی تھا۔ ایک مجموعہ افادات مولانا ماجد علی جونپوری کا مکتوبہ ہے، نیز ایک مجموعہ مولانا حکیم رضی الحسن کاندھلوی کے قلم سے ہے جو حضرت کے آخری درس حدیث میں شامل اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے عزیز ہم سبق تھے۔ جو تقریریں اور افادات مولانا ماجد علی جونپوری اور مولانا رضی الحسن نے محفوظ کئے تھے، وہی اس حلقہ درس میں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے عربی میں مرتب کئے تھے۔ ان مجموعوں میں سے پہلا مجموعہ مولانا محمد زاہد الدین انصاری شیرکوٹی کی کوشش اور اہتمام سے اللامع الدراری علی جامع الترمذی کے نام سے، محبوب المطابع دہلی سے ۱۳۴۸ھ میں چھپا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ مولانا نور محمد پنجابی کی ۱۳۰۹ھ میں لکھی ہوئی تقریری نقل تھی، جو مولانا فتح محمد تھانوی کے قلم کی یادگار تھی، ان کے نسخہ سے مولانا سید حمد فیض آبادی نے نقل کیا تھا، ہم مولانا فتح محمد کی لکھی ہوئی مکمل تقریریں اور مولانا ماجد علی نیز مولانا رضی الحسن کے مکتوبہ افادات ہنوز عام دسترس سے دور اور منتظر اشاعت ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہی کے حدیثی افادات وروقت نظر کا صحیح عرفان وفیضان اس وقت شروع ہوا، جب مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے فرزند وسعید رشید شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے، اپنے والد ماجد کے اس قیمتی ورثہ اور اندوختہ کو، اپنی فکر محنت وروجہ کا موضوع بنایا، ایک ایک صفحہ اور سطر پر پریشان شان محنت کی، اس کے ناقص کو مولانا رضی الحسن وغیرہ کی تقریروں سے مکمل کیا، اس کے نکات کی وضاحت فرمائی، اس کے خصائص پر مفصل روشنی ڈالی اور ان افادات کو سنن ترمذی اور صحیح بخاری کی شروحات کی صورت میں الکوکب الدری علی جامع الترمذی اور اللامع الدراری علی صحیح البخاری کے نام سے شائع کردیا، ان دونوں کی اشاعت کے بعد ہی حدیث کے عاشقین کو حضرت مولانا گنگوہی کی محدثانہ جلالت شان، بے نظیر فہم حدیث اور حل مغالب کا علم ہوا، اس وقت سے اب تک ان سب کی اشاعت اور ان سے استفادہ کا سلسلہ روز افزوں ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کا حلقہ درس حدیث، اگرچہ طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے غیر معمولی وسیع نہیں تھا، ہر ایک حلقہ درس میں پچیس تیس سے زیادہ تلامذہ نہیں رہتے تھے، یہ تعداد کبھی کبھی بڑھ کر چالیس پینتالیس بھی ہوجاتی تھی، ان کے علاوہ ایسے اصحاب کی تعداد بہت تھی، جو خدمت میں حاضر ہوتے، چند دنوں قیام کرتے اور اوائل یا متون سنا کر اجازت سے سرفراز ہوکر واپس ہوجاتے تھے، دونوں قسم کے فیض یافتگان میں سے بڑی اکثریت یا جماعت وہ تھی، جس نے درس حدیث اور فقہ حدیث کو اپنی عمر کے لئے خدمت کا محور وموضوع قرار دے لیا تھا، اس دھن میں اپنے استاذ مکرم کے قدم بہ قدم رہنے کی ہمیشہ کوشش کی، ان وہبی اللہ قلوں نے ان حالات وہدایات کو محفوظ کیا جس کے لئے حضرت مولانا کا نام زندہ ہے۔

وہی عزت وہی عظمت وہی شان دلاویزی

حضرت مولانا کے شاگردوں کی اس کھیپ اور ان سب کے ایک معاصر مصنف اور مبصر نے، پوری زندگی دیکھی ہے، تھا، اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں اس کا یوں تذکرہ کیا ہے

وقد رزقه الله من التلاميذ والخدم، ما يسر وجود أمثالهم في هذا العصر، في الاستقامة على الدين واتباع الشريعة الغراء، ونشر العلم النافع، وإحياء السنن وإصلاح المسلمين، ونفع بهم خلائق لا تحصى بحد وعد (۱)

---

(۱) نزہۃ الخواطر ۸/ ۱۰۰۰

اوران کو حق تعالیٰ نے ایسے شاگرد عطا فرمائے کہ اس دور میں دین پر استقامت، روشن شریعت کے اتباع، علم نافع کی اشاعت سنتوں کے احیاء اور مسلمانوں کی اصلاح میں ان کی مثال نہیں اوران کے شاگردوں سے اس قدر افراد نے فائدہ اٹھایا ہے، کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔

حضرت مولانا کے درس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے اور اس عالی قدر درس گاہ سے، مطالب ومعانی حدیث کا فیضان حاصل کرنے کے لئے، ہزاروں طلبۂ حدیث اور دل دادگان حدیث کی طبیعتیں، بے تاب رہتی تھیں، حاضری کے لئے بے شمار دلوں میں آرزوئیں موجیں مارتی رہتی تھیں، مگر ہر اک کے لئے ممکن نہیں ہوتا، کہ وہ اپنے حالات ومسائل کو ایک طرف رکھ کر، اپنے وسائل اور مالی گنجائش وضرورت کو یکسر نظر انداز کر کے، تعلیم اور خدمت دین کے لئے اپنے گھر اور علاقہ سے نکل سکے، پھر بھی بہت سے اصحاب توفیق، اہل علم وذوق، حضرت مولانا سے استفادہ اور اجازت حدیث کے لئے، گنگوہ حاضر ہوکر اور اپنا دامن مراد حدیث کے علم، فہم مقاصد اور اس پر عمل کے جذبہ سے پُر کرتے ہوئے واپس ہوتے تھے۔

حضرت کے شاگرد اور مستفیدین کی تعداد، ایک اندازہ حضرت مولانا کی خدمت میں کس قدر طلبا حاضر ہوئے اور اطراف عالم کے کس قدر علمائے کرام اور حدیث کے اساتذہ اور فاضلین نے، اجازت حدیث حاصل کی، اس کی نہ کوئی فہرست موجود ہے، نہ ہی اس کا حتمی شمار ممکن ہے، صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کے شاگردوں اور مجازین ومستفیدین حدیث کی تعداد، یقیناً ہزاروں میں ہوگی، اس وسعت استفادہ اور کثرت تلامذہ کا، خود حضرت مولانا کی ایک تحریر سے صاف اندازہ ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے پیر ومرشد، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کے نام ایک خط [مکتوبہ ۱۳۰۶ھ] میں لکھا ہے:

"حضرت مرشدمن! علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً سات سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہے، اس سال (۱۳۰۰ھ) سے اب تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی، سند حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں، اگر قبول ہو جاوے۔"(۱)

اس گرامی نامہ میں ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۶ھ تک چھے سال کے درمیان کے، تلامذہ اور اجازت حدیث سے مستفید اصحاب کی تعداد کا تذکرہ آیا ہے۔ ۱۳۰۶ھ سے، ۱۳۶۴ھ تک جو حضرت مولانا کے درس حدیث کا آخری سن ہے اور اس وقت سے حضرت کے زمانہ وفات ۱۳۲۳ھ تک، کس قدر علماء، اور اجازت حدیث کے طالب، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر اور اجازت

(۱) مکاتیب رشیدیہ۔ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، ص ۱۰، طبع اول۔ عزیز المطابع۔ میرٹھ۔ بلا سنہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

[illegible] حدیث سے شغف رکھنے والوں کی تعداد بھی کبھی کم نہیں ہوئی بلکہ یہ تعداد ہر صدی میں کسی نہ کسی طرح بڑھتی ہی رہی ہے مگر یہ بات بھی مسلم ہے کہ اس کا شیخ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حرانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے جو رواج ہوا اس کی نظیر پہلے کبھی نہیں ملتی۔ اگر یہ تعداد کسی طرح بھی ماضی کی صدیوں سے کم ہوتی تو یہ بڑا سانحہ ہوتا مگر الحمد للہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس میں برابر اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں جن حضرات نے حدیث کی خدمت کی ہے ان کے فیوض و برکات کا سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔ انہوں نے جہاں سے جانے کے بعد خود تو اس نظام سے اپنی علمی پیاس بجھائی ہی ہے دوسروں کی تربیت سے بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔ یوں یہ سلسلہ درس و افادہ جو حضرت مولانا کی ذات گرامی سے ایک دریا کی صورت میں شروع ہوا تھا وہ دریا بے پایاں کی صورت میں جاری ہوا جس کا اثر اور بڑا اور بہت بڑا فیض اس طرح عام ہوا کہ اس وقت شاید دنیا کے مرکز آباد ہی حصہ میں اس سے فیضیاب افراد موجود ہیں اور یہ سلسلہ برابر آگے بڑھ رہا ہے۔ اللھم زد فزد۔

فقہ میں عالی مرتبہ اور شان تفقہ حضرت مولانا کی ذات گرامی علم و فیضان کے جو گوشے جاری ہوئے ان میں حدیث نبوی شریف کے بعد سب سے بڑا اور اہم عنوان فقہ و شریعت کا ہے اس عہد میں گویا علم اعظم و اقدس اس کے بعد دوسرا نمبر ثانی علم فقہ کا ہے مگر فقہ تحقیق جو مسائل حدیث سے ثابت ہیں ان کے دلائل پر پوری نظر اور جو حدیث صحیح کے خلاف نہ ہوں ان کی وضاحت کی ہے۔ فقہ اربعہ کے ماخذ و منابع کی گہری بصیرت اور ان کی قوت و کمزوری کا بھی علم ہے یہ بات حضرت مولانا کو اس دور اور بعد کے تمام اہل فقہ ممتاز رہتے ہوئے اکابر فقہا اور مجتہدین کی صف میں شامل کرتی ہے۔ وہ فقہ کے اختلاف کے دلائل سے کامل فنی پختگی واقفیت سے ماخذ اختلاف و اتفاق سے

حضرت مولانا کی فقہی مسائل میں کسی بھی مسلک کو صحیح اس نے قبول نہیں کیا ہے اور ترجیح نہیں دی ہے اور وہ مسائل جن میں دلائل کی قوت کی وجہ سے تحقیق کے بعد ترجیح دیتے ہیں اس کے پیچھے دلائل و ماخذ کا وہ مرتبہ ہے وہ علیحدہ سے بیان کیا ہے۔ [illegible] میں وہ فقہ تحقیق کی کسی بھی مسلک کی صحت و صحیح ہونے کی صلاحیت اور اس کی وجہ سے اصول و کلیات وضع کرنے کی بات پائی جاتی ہے وہ فقہ تحقیق ہے۔ یہ فقہ مسائل میں تحقیق کی نظر دیتی ہے جس کو حضرت مولانا اس کی تائید فرماتے ہیں اور اس فقہ کو اپنے تصنیف کی نظر سے اپنے اصول و مبانی میں شامل کرتے ہیں اور اس کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔ اپنے ان اصول میں سے تحقیق کی [illegible] سے اس قدر صاف اختلاف بھی فرماتے ہیں یہ بھی اس تصنیف میں حضرت کا فن حدیث و اصول حدیث پر تبحر واضح نظر آتا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] نظر سے اس کی تصدیق کی ہے حضرت مولانا کا کسی سے بھی اتفاق و اختلاف بلا وجہ اور صرف اختلاف و اتفاق سے نہیں ہوتا تھا حضرت مولانا نے [illegible] حدیث شریف سے کامل سرمایہ اصول و [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے جملہ مباحث، فقہائے اربعہ کے جملہ دلائل اور فقہ حنفیہ کے ائمہ کی تحریرات و کتب پر وسیع نگاہ رکھتے تھے، ہر چند کہ حضرت مولانا نہایت جامع، نہایت مختصر بات فرماتے ہیں، بہت کم ایسا ہوتا کہ دلائل اور وجوہات کا تذکرہ فرماتے ہوں اور فقہاء اور ماخذ کی عبارتیں نقل فرماتے ہوں، مگر جاننے والے جان لیتے ہیں کہ یہ جو کچھ فرمایا جارہا ہے اس کے لئے نہایت مستحکم بنیادیں موجود ہیں۔

حضرت مولانا کی اسی گہرائی فکر، دقت نظر اور اندرون بینی کی وجہ سے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری جیسے، علامۂ زماں اور بحر علوم نے [قادیانیوں سے متعلق مقدمہ میں] بہاولپور کی عدالت میں فرمایا تھا:

"ویسے ہمارے نزدیک حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ شامی سے فقیہ ہیں اور حضرت گنگوہی کو بھی ہم نے، شامی سے فقیہ النفس(۱) پایا"(۲)

یہی بات حضرت علامہ نے حضرت مولانا گنگوہی پر اپنے قصیدہ میں فرمائی تھی، کہتے ہیں:

لقد فرع الوری عملاً وعلماً	مکارم ساعدت کرم النجار
إمام قدوة عدل أمین	ونور مستبین کالنهار
فقیه حافظ علم شهیر	کصبح مستنیر هدی سار
إلیه المنتهی حفظاً وفقهاً	وأضحی فی الروایة کالمدار
ففی التحدیث رحلة کل راوٍ	وفی الأحبار عمدة کل قاری
فقیه النفس مجتهد مطاع	وکوثر علمه بالخیر جاری
وأحیی سنة کانت أمیتت	وإذ وضح النهار فلاتمار (۳)

---

(۱) انوار الباری (مجموعہ ملفوظات علامہ انور شاہ کشمیری) تالیف مولانا محمد انوری ص ۵۰، (لاہور ۱۳۸۶ھ)

(۲) فقیہ النفس فقہاء کی ایک اصطلاح ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فقہ میں کثرت ممارست کے بعد ایک ایسا ذوق سلیم عطا فرمایا ہو جس کی روشنی میں وہ کتابوں کی مراجعت کے بغیر بھی صحیح نتیجے تک پہنچ سکتا ہو۔۔۔ "میرے والد میرے شیخ" تالیف مولانا تقی عثمانی صاحب ص ۵۹ (دہلی ۱۹۹۵ء)

اس کے بعد مولانا تقی عثمانی جیسے بڑے فقیہ اور جلیل القدر عالم نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ

"مجھ جیسے بے بضاعت شخص کا یہ منصب نہیں ہے کہ کسی کے بارے میں فقیہ النفس ہونے کا فیصلہ کرے، کیونکہ فقیہ النفس کی پہچان بھی انہیں لوگوں کا حصہ ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تبحر علمی سے نوازا ہو۔ چنانچہ اس پہچان کے لئے، حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری جیسے انسان کی ضرورت ہے۔" (میرے والد میرے شیخ ص ۵۹)

تحسین کل اور سلامی مطارحات و خطابات کی طرح، فقہ فقیہ النفس کی حرمت بھی پامال ہو رہی ہے۔ ہندو پاکستان میں غالی مقلدین، جس میں شاید بعض کو اس کے معنی بھی معلوم نہ ہوں، اپنے ممدوحین کے لئے اس کا بے دریغ اور کثرت سے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

(۳) نفحة العنبر فی حیات امام العصر الشیخ انور تالیف مولانا محمد یوسف بنوری ص ۱۹۳ (کراچی ۱۳۶۹ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

"حضرت سے زیادہ، ائمہ اربعہ کے مذہب کا ماہر، میں نے نہیں دیکھا" (۱)

حضرت علامہ کے ایک ممتاز شاگرد، مولانا محمد یوسف بنوری نے، حضرت گنگوہی کے فقہی مرتبہ اور کمال نظر کے متعلق حضرت علامہ کے اشعار کی، گویا وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے فقاہت نفس سے سرفراز فرمایا تھا، مسلک حنفی کو ادلۂ حدیث سے ثابت کرنا اور جو حدیث بظاہر مخالف نظر آئے، اس کا جواب دینا، حضرت گنگوہی نے اس فریضہ کو کامیابی سے ادا کیا اس کے علاوہ فقہاء حنفیہ متاخرین کی، جو تفریعات حدیث کے خلاف تھیں، ان کی فقہ حنفی سے برأت کی، علاوہ ازیں فقہ میں توسع اور تضیق کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی" (۲)

حضرت مولانا کا یہ فضل وکمال، مجتہدانہ رویہ اور فقہ میں نرالی شان، حضرت مولانا کے فتاوی سے چھلکی پڑ رہی ہے، ہر اک اہم فتوی حضرت مولانا کی وسعت نظر، جامعیت اور گہری بصیرت اور منفرد کیفیت کا ترجمان ہے، جس کا حضرت مولانا کے فقہ وفتاوی پر رسائل ومؤلفات، معروف ومطبوعہ فتاوی رشیدیہ سے علم اور اندازہ ہوتا ہے۔ زیر نظر تازہ مجموعہ فتاوی، باقیات فتاوی رشیدیہ سے بطور خاص حضرت کے فقہی مقام ومرتبہ کا ترجمان وگواہ ہوگا، اور اس کے ذریعہ سے، حضرت مولانا کے اس مجتہدانہ فقہی مقام اور فقاہت نفس کا اور زیادہ گہرا زیادہ وسیع مشاہدہ وتجربہ ہوگا، جس کی جانب حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا ہے۔

ذوق سلوک ومعرفت حضرت مولانا کا جس بستی اور جس خانوادہ سے وطنی اور نسبتی تعلق تھا، اس میں علم کے ساتھ روحانیت اور تعلق مع اللہ کی چاشنی ہمیشہ شامل رہی۔ بڑے اہل اللہ مشائخ اور ارباب طریقت سے وابستگی اور ان کے دامن تربیت میں سفر سلوک، ایک قدیم معمول تھا۔ حضرت مولانا کے والد بھی اپنے وقت کے ایک بلند پایہ شیخ، مولانا شاہ غلام علی نقشبندی سے بیعت تھے، یہ اثرات اور نسبت حضرت مولانا میں بھی منتقل ہوئے۔ حضرت مولانا کا دینداری اور خدا ترسی کا طبعی مزاج تھا، جس پر تصوف ومعرفت کی بعض تصانیف، خصوصاً مولانا ابوالحسن حسن کاندھلوی کی مشہور تالیف: گلزار ابراہیم بہت اثر انداز ہوئی۔ حضرت مولانا کو نوعمری سے مثنوی گلزار ابراہیم سے مناسبت تھی، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی اطلاع ہے کہ:

---

(۱) [مجموعہ مقالات حول حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، مرتبہ محمد انس وحذیفہ، ص ۱۹۲، ادارۃ المصنفین دہلی بار سوم]

(۲) [فیض الباری، ص ۱۰۴، جلد اول، طبع دہلی ۱۳۹۱ھ - ۱۹۷۱ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

خوش الحانی کی وجہ سے آپ کے رفقاء واحباب کی آپ سے فرمائشیں ہوا کرتی تھیں کچھ پڑھ کر سنادو، مگر آپ اکثر گریز فرماتے تھے، ہاں! جب اصرار زیادہ ہوتا، تو کوئی نظم خصوصاً [قصۂ ابراہیم بن ادہم، خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔(۱)

شاہ سلیمان تونسوی یا شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت کا خیال حضرت مولانا نے گنگوہ میں بھی ارباب مشائخ وطریقت کو خوب دیکھا، برتا تھا، اور دہلی تو رشک بغداد بنا ہوا تھا، یہاں بڑے بڑے ارباب سلوک تشریف فرما تھے، اور تعلق مع اللہ کی دولت عام فرمارہے تھے، حضرت مولانا کے ایک بڑے استاذ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی بھی سلسلہ نقشبندیہ کے مرشد اور رہنمائے کامل تھے۔ حضرت مولانا مملوک العلی کے بھی، دہلی کے مشائخ طریقت سے قریبی مراسم تھے، اور ان کے وطن اور نواح کے اہل ارشاد وتربیت بھی، مولانا مملوک العلی سے رابطہ وملاقات رکھتے تھے، جس میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بطور خاص شامل تھے، حضرت حاجی صاحب سے، حضرت مولانا کی بھی ملاقات وارادت تھی مگر دل کے معاملات نرالے ہوتے ہیں، حضرت مولانا گنگوہی کا زمانہ طالب علمی سے، حضرت شاہ عبدالغنی یا ہندوستان کے ایک مشہور وممتاز مرشد، مولانا شاہ سلیمان تونسوی سے بیعت ہونے کا خیال تھا، لیکن طبعی تقاضہ کے باوجود، شاہ سلیمان کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا، کہ تعلیم مکمل ہوجانے کی وجہ سے، دہلی سے وطن واپسی ہوگئی اور ہر چند کہ حضرت حاجی امداد اللہ سے گہری واقفیت تھی مگر حاجی صاحب سے بیعت ہونے کا خیال تک نہیں تھا، بیعت کے لئے شاہ سلیمان صاحب تونسوی، اور مولانا شاہ عبدالغنی مجددی کی جانب نگاہ جاتی تھی، لیکن جس کے نصیب میں جہاں سے دولت ونعمت مقدر ہوتی ہے، وہیں سے پہنچ جاتی ہے۔

تھانہ بھون کا ایک غیر متوقع سفر اور حضرت حاجی صاحب سے اچانک بیعت حضرت مولانا، کسی عزیز کے نکاح کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے، گنگوہ سے رامپور آئے تھے، ان دنوں حضرت مولانا کی، حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے کسی علمی مسئلہ پر مراسلت ہورہی تھی، حضرت مولانا کی رائے یہ ہوئی کہ تحریر ومکاتبت سے، اس مسئلہ کا طے ہوجانا، مشکل معلوم ہوتا ہے، اس لئے تھانہ بھون کا سفر کرکے، حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے زبانی گفتگو کرلی جائے، اس میں بحث کے تمام پہلو واضح اور منقح ہوجائیں گے اور فریقین کسی بہتر رائے اور قول فیصل تک پہنچ سکیں گے۔ اس خیال کی وجہ سے رام پور منیہاران سے تھانہ بھون آئے، یہاں اول حضرت حاجی امداد اللہ کی خدمت میں پہنچے، حضرت حاجی صاحب سے رامپور کے رشتہ سے کچھ قرابت بھی تھی اور حضرت مولانا مملوک العلی کے ذریعہ سے تعارف اور عقیدت بھی، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کیسے آنا ہوا، اور جب حضرت مولانا شیخ محمد سے گفتگو کے ارادہ کا علم ہوا، تو اس سے منع فرمادیا، حضرت

(۱) تذکرۃ الرشید ص:۲۶۔ حصہ اول۔ طبع اول اور اس کے عکس [Re print]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا گنگوہی نے وہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ اسی دوران حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے کا تقاضہ ہوا، اس سے پہلے حضرت مولانا محمد قاسم، حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہو چکے تھے(۱) حضرت حاجی صاحب نے اول اول انکار کیا، پھر بیعت کر لیا، حضرت مولانا، اگرچہ اس خیال سے نہیں آئے تھے مگر حضرت حاجی صاحب کی ہدایت پر قیام کا ارادہ کر لیا، چالیس دن تک، حضرت حاجی امداد اللہ کی صحبت و تعلیمات سے بہرہ ور اور مالا مال رہے، چالیسویں دن حضرت حاجی صاحب نے اجازت و خلافت سے نواز کر وطن واپس فرما دیا۔

مولانا شیخ محمد صاحب سے اختلاف اور مناظرہ کی روایت پر ایک نظر حضرت حاجی امداد اللہ سے بیعت سے تذکرہ میں حضرت مولانا گنگوہی مولانا شیخ محمد تھانوی سے اختلاف اور ملاقات و گفتگو کا عموماً تذکرہ آتا ہے، یہ بات مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے جذباتی انداز میں پنجابی طرز پر لکھی ہے، جس سے مولانا شیخ محمد کی تنقیص ہوتی ہے اور حضرت مولانا گنگوہی سے بھی بدگمانی ہو سکتی ہے، اس واقعہ کی صحیح حقیقت حضرت مولانا تھانوی کی ایک روایت اور مولانا شیخ محمد تھانوی کی کتاب پر حضرت مولانا کی تقریظ سے صاف معلوم ہو رہی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا:

"مولانا گنگوہی جب اول بار حضرت کی خدمت میں تھانہ بھون آئے تھے، اس وقت مولانا شیخ محمد صاحب سے ایک مسئلہ میں اختلاف تھا، خط و کتابت کیا کرتے تھے، خیال ہوا کہ خط و کتابت سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا، زبانی گفتگو کر لیں گے۔(۲)

مگر جس طرح مولانا عاشق الٰہی نے اس کا ذکر کیا ہے، وہ قابل قبول معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ مولانا شیخ محمد صاحب حضرت شاہ محمد اسحاق سے ابتدائی عہد درس سے مشہور شاگرد، نامور عالم اور محدث تھے، حضرت مولانا مملوک العلی اور حضرت مولانا گنگوہی سے استادوں سے زمرہ علماء اور علمی دنیا میں بھی بخاطر معروف تھے، حضرت مولانا گنگوہی نے ان تمام حیثیتوں اور اس تقدم علمی کا خیال نہ رکھا ہو اور حضرت مولانا سے مناظرہ کرنے کے لئے آ گئے ہوں، حال آں کہ حضرت مولانا، مولانا شیخ محمد صاحب کا استاذانہ و مربیانہ سے یاد کیا کرتے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی ایک تالیف "دلائل الاذکار فی کتاب المجہر والاسرار" پر حضرت مولانا گنگوہی کی ایک تائیدی تقریظ ہے، اس میں مولانا شیخ محمد کا بلند الفاظ و کلمات سے تذکرہ کیا ہے۔ لکھا ہے

"مجمع علوم نقلی و عقلی، منبع برکات علوی و سفلی، استاذی و مربیانی و ملاذی، ملک العلماء، رئیس الفضلاء، تاج الاتقیاء شیخ مشائخ عصرہ، جناب مولانا شیخ محمد تھانوی"

---

(۱) [illegible] حضرت مولانا تھانوی [illegible] مولانا مفتی الٰہی حمد تھانوی [illegible] مشمولہ الفصل للوصل [illegible]

(۲) [illegible] حضرت مولانا تھانوی [illegible] مولانا مفتی الٰہی حمد تھانوی [illegible] مشمولہ الفصل بوصل طبع اول [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس مختصر تحریر کے آخر میں، حضرت مولانا نے، مولانا شیخ محمد کے لئے ایک مرتبہ اور، استاذی کا لاحقہ استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''نزد فقیر حق ہمیں است کہ حضرت اوستاذ، مصنف رسالہ ہذا تحریر فرمودہ۔ دامظلہ العالی'' (۱)

جس شخص کو حضرت مولانا گنگوہی ایسا عالی مرتبہ تسلیم فرما رہے ہوں، استاذی ومجائی سے یاد کرتے ہوں، ایک تحریر میں، دو، دو جگہ استاذی لکھ رہے ہوں، انہی سے مناظرہ کرنے آئے ہوں اور ان پر گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں، کا فقرہ یا پھبتی کسی ہو، طبیعت قبول نہیں کرتی۔

حضرت مولانا سے پہلی بیعت اور افادہ کا سلسلۂ دراز حضرت حاجی صاحب سے اجازت وخلافت کے بعد، حضرت مولانا جب وطن پہنچے، اسی وقت سے بغیر اطلاع اور خبر کے، حضرت مولانا کی جانب راہ خدا کے مسافروں کا رجوع شروع ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے ایک خاتون، اپنے ذوق وشوق سے، حضرت حاجی امداد اللہ کی فرمائش پر، حاجی صاحب کی موجودگی میں بیعت ہوئیں، اس کے بعد اس سلسلہ میں برابر اضافہ ہوتا رہا، ہزاروں افراد نے حضرت مولانا سے اسباق سلوک حاصل کئے، اور ایک بڑی تعداد [تقریباً ستر] پچہتر یا زیادہ اصحاب کو، اجازت وخلافت سے نوازا گیا، جس میں سے چند کے علاوہ، تقریباً سب نے ہی اس عہد کو وفا کیا، جو انہوں نے حضرت مولانا سے کیا تھا اور اسی طریقہ پر قائم واستوار رہے، جس کی حضرت مولانا نے رہبری فرمائی تھی، اسی راستہ پر چلے، آگے بڑھے بڑھتے چلے گئے۔

بر سبیل تذکرہ مگر افسوس کہ آج وہ طریقہ جو تصوف کی اصل روح، اصل جان اور درحقیقت جوہر شریعت وسنت ہے، گویا ہمارے یہاں سے فراموش ہو گیا ہے اور ہر شخص نے جس کو سلوک ومعرفت کی خبر ہو نہ ہو، اس راہ سے گزرا ہو نہ گزرا ہو، دین وشریعت اور سلوک وتصوف کے باہمی گہرے اور لاینفک رشتہ سے واقف ہو، یا نہ ہو، پیری مریدی کا کام [بلکہ مجھے معاف فرمایا جائے، دھندہ] اور کاروبار شروع کر دیا ہے، ہر شخص بزعم خود مرشد بنا ہوا ہے اور کسی نہ کسی کے حوالہ سے، کسی نہ کسی تدبیر سے، دوسروں کو اپنے دام فریب میں پھنسا لینا اور اس کے ذریعہ اپنی دنیاوی ضرورت پوری کرنا اور حطام دنیا حاصل کرنا، اپنا مقصد بنا لیا ہے۔ ایسے میں سخت ضرورت ہے کہ اس طریقہ کی ایک مرتبہ پھر، پوری قوت سے، پوری شدت سے، پورے زور سے آواز لگائی جائے اور کہا جائے کہ تصوف کا صاف وہی راستہ قابل قبول اور دین وشریعت کا راستہ ہے، جس کی کڑیاں ما انا علیہ واصحابی سے جڑی ہوں، جس کے سلف صالحین داعی ومبلغ رہے اور جس میں خارجی اثرات اور غیر اسلامی تصورات اور بدعات ورسومات کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں، اگر اس کے علاوہ کچھ ہے

(۱) دلائل الاذکار فی اثبات الجہر والاسرار، ص ۹۸ [فخر المطابع دھلی (۱۳۰۲ھ۔ ۱۹۵۰ء)]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور دوسرے شخص، اس طریقہ کی صحیح کما حقہ واقفیت، تربیت اور مسافرت کے بغیر، اس سفر کو طے کر رہا ہے، اس کام میں لگ گیا ہے اور اس کے ذریعہ دوسروں کو پھنسانے اور اپنا ہمنوا اور مرید بنانے کی کوشش کر رہا ہے، تو اس کا راستہ نہ شریعت کا ہے، نہ دین کا، نہ تصوف کا اور اس سے صاف بچ دینا چاہئے کہ۔

گیں راہ کہ میروی بترکستان است

بہر حال حضرت مولانا گنگوہی نے، سلوک کی تعلیمات اور تربیت میں، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی مطابقت کو پسند کیا، اپنے لئے بھی اتباع سنت کی راہ اختیار فرمائی اور اپنے زیر تربیت مریدین و متوسلین کو بھی، اسی راستہ سے لگ آشنا کیا، اگرچہ حضرت مولانا کو پیشتی تعلیمات میں گہری بصیرت، بلکہ کہنا چاہئے مقام امامت و اجتہاد حاصل تھا اور حضرت مولانا اس میں، حضرت حاجی امداد اللہ سے اور وہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے بھی ایک ذاتی نسبت، ان کی فکر میں گہری بصیرت، وسیع فقہی اور تاریخی نگاہ رکھتے تھے مگر حضرت مولانا ان منابع سے اخذ و استفادہ اور ان سے اثر پذیری کے باوجود اپنے متوسلین کے لئے دورہ اختیار کی جس میں بعثۃ اللہ کی گہری آمیزش اور اتباع سنت کی اعلیٰ درجہ کی تراوش ہے۔

رفت زاں راہے کہ پیغمبر گذشت

حضرت مولانا کا ایک اہم خواب اور حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ سے اس کی تعبیر یہ حضرت مولانا کا طبعی مزاج اور وہ خلقی تاثر تھا، جس کا یہ خواب میں بھی اوائل دور میں ہی، مشاہدہ کرا دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی نے، اپنے پہلے حج کے دوران، مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا تھا، کہ

"حضرت مولانا کی پیٹھ پر انگلیوں سے نون جاری ہے، وہ بھی بہت تیزی سے، پھر پوچھتی ہے پھر اور"

حضرت مولانا نے یہ خواب حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی سے عرض کیا جو اس وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھے اور اس کی تعبیر یہی حضرت مولانا مظفر حسین نے فرمایا

"تمہاری پیٹھ پر جتنی بیماریوں کی دعا کی جائے بہت زیادہ ہوگا"

حضرت مولانا اس خواب کو سن کر بعد، آخر عمر میں فرمایا کرتے تھے

اس وقت سے لے کر مظفر حسین صاحب زندہ ہوتے تو پوچھتا کہ آپ ہی نے تعبیر فرمائی تھی، لیجئے اب کچھ کیجئے" (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کا سلوک و معرفت کا فیضان، اہل حساب اور اہل ذوق کی روحانی تربیت اور ان کو منزل تک پہنچانے کی تمام تر کاوشیں، یہ ساری تاریخ اسی خواب کی تعبیر ہے۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

> حضرت مولانا نے اپنے متوسلین کی تعلیم و تربیت باطن میں، سلسلہ نقشبندیہ، خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی کے طریقہ تربیت اور راہ شریعت وسنت کو

سلوک وتربیت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ، خصوصاً حضرت سید آدم بنوری کی تعلیمات کو، پسند کرتے تھے

سب سے بڑا رہنما اور اصل قرار دیا اور آخر تک تقریباً تمام ہی متوسلین کو اسی راستے سے گزر چلا اور راہ حقیقت سے آشنا کرایا۔

حضرت مولانا کی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے انسیت اور اس کو اپنے عمل میں زندہ رکھنے کا کئی موقعوں پر تذکرہ ہوا ہے۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی کی اس تحریر میں بھی، جو حضرت کے طریقہ تعلیم سلوک، پر تذکرۃ الرشید میں شامل ہے، اس کا اشارہ کیا گیا ہے(۱) اور حضرت کے ایک گمنام خلیفہ، متوسل اور سوانح نگار، مولوی اللہ بخش قابل بجنوری (۲) کی معلومات اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ:

"اگرچہ مولانا کو حاجی صاحب کی وجہ سے چاروں سلسلوں سے اجازت تھی مگر نسبت وتوجہ باطنی غالب زیادہ نقشبندی ہی تھی"(۳)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے بھی، حضرت کے اس ذوق اور معمول کا صاف تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں

"حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کو، حضرت سید آدم بنوری سے بہت زیادہ مناسبت تھی اور سلوک میں انہی کے طریقہ کو زیادہ پسند فرماتے تھے، اگرچہ مبتدی کے لئے چشتیہ کے اذکار واعمال کو زیادہ تر مفید فرماتے تھے مگر انتہا میں حضرت سید صاحب ہی کا طریقہ ان کا پسندیدہ تھا"(۴)

---

(۱) تذکرۃ الرشید ص ۳۵ جلد ۲

(۲) مولوی اللہ بخش قابل [illegible]

(۳) [illegible] ص ۹۵ (۴) [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا کا مقام و مرتبہ پیر و مرشد کی نگاہ میں حضرت حاجی صاحب کے رفقاء میں اوروں کا کیا تذکرہ، خود حضرت حاجی صاحب، حضرت مولانا کو اپنے تمام خلفاء پر ترجیح دیتے تھے، بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ:

''اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ [میں] مولوی رشید احمد کو اپنے پیر کی جگہ جانتا ہوں''(۱)

حضرت حاجی صاحب کی حیات میں ہی، حضرت مولانا کے بڑے اور ممتاز خلفاء، حضرت مولانا کو، حضرت حاجی صاحب کا قائم مقام اور اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے اور حضرت کے ساتھ وہی معاملہ کرتے تھے، جو ان کا حضرت حاجی صاحب کے ساتھ تھا۔ مثلاً حضرت حاجی صاحب کے ممتاز اور محبوب خلفاء میں سے، مولانا محمد یعقوب، حضرت مولانا گنگوہی کو بجائے مرشد سمجھتے تھے''(۲) حضرت حاجی صاحب کے اور بھی متعدد خلفاء کی تحریروں اور خطوط میں، اس طرح کی تصریحات اور اعتراف موجود ہے۔

حضرت حاجی صاحب اپنے خلفاء اور متعلقین میں حضرت مولانا پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے، حضرت مولانا سے کوئی خدمت بھی نہیں لیتے تھے، کبھی پیر بھی نہیں دبواتے تھے، حال آں کہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے کبھی کبھی پیر دبوا لیتے تھے مگر حضرت مولانا گنگوہی سے یہ خدمت گوارہ نہیں تھی، نیز حضرت حاجی صاحب کی اہلیہ محترمہ، بہت اصرار کے بعد، حضرت حاجی صاحب کی فرمائش پر، حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہوئی تھیں۔(۳)

حضرت گنگوہی خود اپنی نگاہ میں ان تمام کمالات اور اس رفعت شان کے باوجود، جس کا اور ہزاروں دیکھنے جاننے والوں کے علاوہ، بہت سے غیر متعلق مشائخ اور بلند مرتبہ اہل علم و کمال بھی برملا اعتراف و اظہار کرتے تھے اور حضرت مولانا کی روحانی بلند پروازی اور علمی مقام، دونوں کی جانب اپنے متعلقین و متوسلین کو متوجہ فرماتے رہتے تھے، مگر حضرت مولانا خود کو، ذرۂ بے مقدار اور ہیچ محض خیال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کے مکتوبات میں ایسے بیسوں اندراجات ہیں کہ انہیں پڑھنے والا حیرت میں ڈوب جاتا ہے، یا اللہ! کیسے لوگ تھے، کیسے بڑے عالم، خادم قرآن و سنت، برگزیدۂ روزگار، نادر العہد والزمان اور اپنے دور کے علاوہ، آنے والی نسلوں کے علماء کے مقتداء اور تواضع و مسکنت، اللہ اللہ! ایسی بے نفسی، ایسا عرفان ذات، ایسی خود شکنی اور اس درجہ کی بے چارگی اور بے حیثیتی کا اظہار اور بار بار:

عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

کا اعلان۔ مجھے یہاں مولانا عبدالحی حسنی کا وہ دلی تاثر بے ساختہ یاد آ رہا ہے، جو علمائے دیوبند سے ملاقات کے بعد ہوا تھا، جس کا مولانا حسنی نے اپنے سفرنامے میں اس طرح اظہار کیا ہے:

---

(۱) مکتوب نام مولانا رفیع الدین دیوبندی۔ مکتوب اواخر ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ۔ مکتوب اکابر دیوبند مرتبہ مولانا نسیم احمد فریدی ص ۱۳۸ [دیوبند ۱۹۸۰ء]

(۲) جمیل الکلام [مجموعہ ملفوظات حضرت مولانا تھانوی] مرتبہ ملتقی جمیل احمد تھانوی۔ ص ۳۸ [طبع اول، مقبول المطابع، بارہ بنکی۔ بلا سنہ]

(۳) جمیل الکلام ص ۷۷

[illegible]

[illegible] تکلف اور بناوٹ کی [illegible] (۱)

حضرت مولانا کا، حضرت حاجی امداد اللہ سے اپنی خاص کیفیات کا تذکرہ

[illegible] علوے مرتبت سے [illegible] ایک اہم طالب ہیں، جب [illegible] کے [illegible] فرماتے ہیں

"حضرت سے اکثر [illegible] سے [illegible] کے [illegible] طبعاً رغبت پیدا ہوگئی ہے" (۲)

حضرت حاجی صاحب کا تاثر وارشاد

[illegible] خصوصاً اس میں جو یہ ایک فقرہ [illegible] یہ بہت بڑا [illegible] بنے مگر [illegible] بہت کم لوگ کامیاب ہوئے" (۳)

متوسلین اور مسافران راہ سلوک کے لئے چند اصول اور ضوابط

[illegible] خلافت سے چند روز بعد ہی [illegible] فرماتے رہے اور جو [illegible] کی [illegible] کو [illegible] کو [illegible] کو [illegible] کو [illegible] کو [illegible] کی توجہ اور [illegible] کی [illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible]

(۳) [illegible]

[illegible] معمولات میں مشغول ہونے کا حکم فرماتے تھے اور [illegible] قرآن مجید کی تعلیم اور معمولات میں مشغول ہونے سے [illegible] کا قائل تھے اور [illegible] معمولات ملوک کا قائل نہیں تھے۔

بہر حال حضرت مولانا اس کا بہت خیال فرماتے تھے کہ طالبین کی طبیعتوں میں اصل عظمت قرآن عظیم، حدیث شریف، علوم دینیہ اسلامی کی اشاعت و تصوف اور سلوک سے دل کا جو بھی مقام ہو مگر اوراد و اشغال کو ان کے دلوں میں جگہ بھی نہ ہو۔ فیاضی دینی ہو وہ ان سے دل میں [illegible] کی بھی کوشش فرماتے تھے۔ اہل سلوک اپنی عرفانی کیفیات اور معمولات کے [illegible] کا پابند کیا جائے تو دینی خدمت اور [illegible] ہو جاتی ہے۔ [illegible] کی تکمیل کی تقریب معمولی [illegible] کے بعد تعلق اور ارادت [illegible] اس سے بہتر [illegible] ہوتا ہے۔ [illegible] کے تعلق اور [illegible] ہونے کے بعد [illegible] کا معمول یا اس سے [illegible] حضرت مولانا کے یہاں [illegible] کے لئے بھی قابل قبول نہیں تھی، اس میں کسی مخالفت کا سوال ہی نہیں تھا، آنے والوں پر [illegible] کا [illegible] فرما دیتے۔

اسی طرح اجازت بیعت کے لئے بھی سلوک کا اعلیٰ درجہ کا تزکیہ شریعت و سنت ہونا ضروری تھا، کسی دینی عمل میں ادنیٰ [illegible] کی [illegible] اعلام اور معاملات کی فضلات و اجازت و خلافت کے متمنی نہیں فرماتے تھے مگر ان کی شرائط [illegible] اور [illegible] ہونے کے بعد [illegible] اور [illegible] بیعت باطن، [illegible] سلوک اور [illegible] بیعت کے لئے حضرت مولانا کی [illegible] نہیں حاضری کو [illegible] سمجھتے حضرت کی [illegible] اپنی اصلاح اور [illegible] باطن کے لئے نیک فال اور [illegible] جانتے تھے۔ ان کے لئے حضرت مولانا کی خدمت و صحبت میں [illegible] اجر [illegible] دینی و روحانی ترقی کا زینہ اور معرفت الٰہی کی [illegible] حاصل کرنے میں مفید و [illegible] ثابت ہوتا تھا۔ بالآخر [illegible] تک ایسا ہوتا اور ان [illegible] ہو جاتا تھا، اس کے علاوہ [illegible] رنگ، [illegible] اور طریقہ [illegible] تھا، نہ قابل قبول ہوتا تھا۔ بہر حال حضرت نے اپنے خلفاء کو خلافت و اجازت سے نوازا، ان [illegible] کو [illegible] کا [illegible] عطا فرمایا اور [illegible] ہو جاتا تھا۔ یہ اصحاب اپنی زندگی اسی راہ پر گزاریں گے اور اس [illegible] کے خلاف [illegible] ہوگی اس کی پوری قوت و طاقت سے مزاحمت کریں گے اور اپنے صحیح اسلامی رنگ پر [illegible] تک [illegible] کی آواز کو غالب نہیں ہونے دیں گے۔

تحریک ۱۸۵۷ء میں شرکت اور اس کی عملی جدوجہد

اہل نظر اور [illegible] علماء کا [illegible] یہ معلوم [illegible] ہے [illegible] قلم بھی [illegible] اعلیٰ [illegible] خدمات انجام دیتے ہوں لیکن جب [illegible] ملی ضرورت [illegible] کام کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

میدان حرب و مقابلہ میں اتر گئے، داد شجاعت دی اور اپنے سے پچاسوں گنا بڑے، مضبوط اور حرب وضرب کی طاقتوں اور ہر طرح کے وسائل و ہتھیاروں سے مسلح حریف کا، اپنی بساط سے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی۔ یہ شاملی و تھانہ بھون کا معرکہ تھا، جس کی ایک مستقل تاریخ ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ اور ان کے رفقائے کرام نے، جن میں قاضی عنایت علی تھانوی، حضرت حافظ محمد ضامن شہید، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی جیسے منتخب روزگار اصحاب بھی شامل تھے، اپنے علاقہ (تھانہ بھون، شاملی، کیرانہ اور اس کے اطراف) میں اس تحریک کی زمام سنبھالی اور اس علاقہ کو، انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور اس کی فوجوں سے مورچہ لینے کے لئے تیار کیا۔ شاملی تھانہ بھون اور کیرانہ بطور خاص، میدان کارزار بنا، ایک طرف انگریز، ان کے فوجی دستے، جدید قسم کے توپ خانہ، بارود سے لیس تھے، دوسری جانب یہ حضرات تھے، انہوں نے بھی حالات کا رخ دیکھتے ہوئے ہتھیاروں اور مقابلہ کی تمام تدبیروں اور سامان سے تیاری کی تھی۔ چنانچہ شاملی اور تھانہ بھون میں سخت مقابلہ ہوا، زور کا رن پڑا، میدان صاف ہوئے، گرد و غبار کے بادل چھٹے، ان لوگوں نے تھانہ بھون سے شاملی تک اور ادھر ادھر کا بھی خاصا حصہ انگریزوں کے قبضہ و انتظام سے پاک کرا لیا، اپنے قبضہ و انتظام میں لے لیا تھا، مگر وہ بارود انگریز کی توپ خانہ کی قوت، اپنے منتخب تجربہ کار فوجی دستوں اور بڑے توپ خانے کے ساتھ، تازہ دم مک ملک بارود سے آراستہ آ گئے، اگرچہ اس وقت بھی ہمت و شجاعت دی گئی، میدان مگر پوری قوت سے مقابلہ ہوا، مگر قضا و قدر کا فیصلہ یہی تھا، کہ اس وقت میدان انگریز کے ہاتھ میں رہے، مستقبل نے انگریز کے خلاف جہاد و استعمار کی ایک نئی تاریخ لکھی جانے والی تھی، بہر حال اس جیش مسلمانان اور قافلہ سالاران حریت میں حضرت مولانا نانوتوی بھی نہایت اولوالعزمی، جرات اور استقامت کے ساتھ شامل و شریک رہے۔ حضرت مولانا اس کے منتظمین و قائدین میں سے تھے، اس معرکہ سے ۱۸۵۷ء کی تحریک ناکام ہونے کے بعد روپوش ہو گئے، مقدمہ چلا، پھانسی یا کالے پانی کی سزا ہوئی، مگر یہ مقدمہ و تفصیلات، جلد ہی ان شاء اللہ تعالیٰ صورت میں پیش کی جائیں گی۔

فاضل نے یہ مختصر شاملی و تھانہ بھون کا، جو کچھ تاریخی حیثیت سے مطالعہ کیا، اس کے متعلق منقول و مشہور باتیں، کل خلاصہ ہے حقیقت ہیں، سچائی اور باتیں جن سے اس بات کی اہمیت کا علم ہوتا ہے، قطعاً نامعلوم اور گم نام ہیں، یہ ضمون، پیچھے تفصیلات کا باب ہے، اس مختصر صفحات میں اس کی گنجائش نہیں، لیکن اس کی حضرت مولانا گنگوہی سے خاص وابستگی کی وجہ سے اس واقعہ کا ذکر بھی غیر ضروری نہیں۔

اس کے چند مختصر جملوں میں، جن بات ان حضرات کے احوال پر مشتمل تقریباً تمام ہی کتابوں میں لکھا ہے، کہ تھانہ بھون میں ۱۸۵۷ء کی تحریک قاضی عنایت علی، قاضی عبدالرحیم تھانوی پھلتر سہارنپور کی ہدایت پر، اچانک بلا کسی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جرم اور ثبوت نے پھانسی پر لٹکا دیا۔ یہ بات بڑی پریشان کن تھی تھانہ بھون اور اس کے اطراف میں پہلے سے اس کا پختہ انتظام نہیں تھا، اگر یہ حادثہ نہ ہوا ہوتا تو اہل تھانہ بھون محرم کی راتوں میں جاگتے رہتے۔ یہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت کے ماحول میں متعین انگریز حکام اور فوج کے ملازمین کی یاد اشتعال انگیزیوں سے ہے یا پہلے سے منصوبہ بند کارروائی کا نتیجہ تھا اور ایسی تحریک تھی جس نے اس پورے علاقہ میں فکریاں منا پنے بنا دیے تھے۔ تحریک کے قائدین نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے سوچ سمجھ کر تیاری اور انتظامات کر لئے تھے، مختلف فنون کے ماہرین اور علماء کی خدمات حاصل کی گئی تھیں اور بڑا انتظام کیا گیا تھا، یہاں تک کہ دیسی ہتھیار اور گولیاں بنانے کی مشینیں تیار کی گئی تھیں جس میں مشغول ہونے کے لئے مقابلہ سے لوگ رہتے تھے اور میدان مقابلہ تبدیل کر لینے کی صورت میں تیزی سے رفقاء کے شہروں میں منتقل ہو جاتے تھے۔

روزنامچوں اور بعد میں دریافت کاغذات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قاضی عنایت علی کے دہلی، دہلی کے شاہ عبدالغنی سے روابط و تعلقات تھے، مزید یہ کہ دہلی سے وقوال سید مبارک علی قاضی صاحب کے مخلص دوست تھے، قاضی صاحب سید مبارک علی سے خفیہ اطلاعات و معلومات کے لئے رابطہ میں رہتے تھے۔

یعنی شاملی تھانہ بھون اور اس کے اطراف میں ۱۸۵۷ء کی طاقتور جدوجہد، اسی وقتی تاثر کا نتیجہ اور قاضی عبدالرحیم کی پھانسی کا ردعمل نہیں ہو سکتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قاضی عنایت علی نے تمام تیاریاں کر رکھی تھیں، قاضی عبدالرحیم کی پھانسی اس کو عمل میں لانے کا سبب بن گئی تھی۔

تذکرۃ الرشید میں شاملی اور تھانہ بھون کے واقعات کا، فیہ واضح ورنہ معنی الفاظ میں تذکرہ نہیں ہے، شاید اس لئے کہ جب تذکرۃ الرشید لکھی گئی (۱۹۰۸ء میں) اس وقت ۱۸۵۷ء کے واقعات اور اس میں علماء کے خلاف حزب مخالف کی خدمات و صلاحیت کا تذکرہ اور ان کی توہین خود اپنے خاندان میں کرنے کا کام تھا، اس لئے مولانا عاشق الٰہی نے ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جن سے باغیان بھی خوش رہیں، راضی رہیں، صیاد بھی۔

مجموعی اصلاحی خدمات نیز دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے فکر و مزاج کی تشکیل

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا مملوک علی نانوتوی اپنے آپ میں ایک بڑا مرکز اصلاح و تربیت، بڑا ادارہ اور ایک بڑا حلقہ تھا، جس میں علم و تدریس کا حلقہ بھی تھا، تربیت باطن کی فکر بھی، قدیم مقدمہ اتباع سنت کا ذکر اور رسومات و بدعات کی تنسیخ کی بھی اہتمام تھا، خانوادہ ولی اللہی حضرت سید احمد شہید اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کی کوشش سے دہلی ایک علمی آماجگاہ تھی، جب اس کی آبادی میں شکست و ریخت سے پہلے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت مولانا مملوک علی نے قیام دہلی کی کوشش کی، اس کی تجدید و تزئین کی اور یوں اس روایت کا تسلسل جاری رہا۔

یہ بات بدرجۂ بدیہی ہے کہ برصغیر ہندوپاکستان میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے بعد اتباع سنت اور رد بدعات کی تردید میں کوئی اور آواز اس قدر طاقتور، بلند بانگ نہیں تھی جیسی حضرت مولانا گنگوہی کی تھی۔ حضرت مولانا نے اسی اندازِ آہنگ میں اس پیامِ نو کی تجدید کی اور اس پیغام کو جس پر زمانہ گزرنے کے ساتھ، کچھ میل سا آنے لگا تھا، اس شان سے زندہ کیا، کہ وہ پھر ایک نئی قوت، نئی طاقت اور مسلسل تحریک بن کر، متحرک اور رواں ہو گیا۔

حضرت مولانا گنگوہی کے حلقۂ تربیت سے جو افراد اٹھے، ان میں سے ایک بڑی تعداد ایسے علماء اور اصحاب معرفت کی تھی، جنھوں نے اس دعوت و پیام کو اپنا نصب العین بنا کر اپنی زندگیاں اس کی جدوجہد اور اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے وقف کر دی تھیں اور اپنی ساری توانائیاں اور سب کوشش سے اس کی جڑیں بہت دور تک اور اس طرح گہرائی تک پہنچا دی تھیں کہ ان سے خود بخود نئی نئی کونپلیں، نئے نئے پودے، پھوٹتے اور پروان چڑھتے رہتے ہیں، فکر و عمل کے نئے کاتل آباد ہوتے رہتے ہیں جس میں ہری شاداب تازی اور مہک ہوتی ہے، کہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس کے کیف سے آراستہ ہو رہا ہے ان خوش نصیبوں سے یہ دعوت ہر زمانہ اور ہر نسل میں نئے نئے تحفوں، نئے نئے ہدیوں سے مالا مال ہوتی رہی، اپنی سعادت و خوش بختی پر نازاں ہیں، یہ نئے افراد اس تحریک سے ایسے ہی پرجوش خادم بنتے ہیں اور راہِ شریعت و سنت پر اسی طرح قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح ان سے بزرگوں اور اس خانوادہ کے اکابر علماء نے چلنے کی کوشش کی تھی۔

حضرت مولانا نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی خدمت، تعلیم و تدریس، اصلاح و ارشاد اور معاشرہ کی برائیوں کو ختم کرنے میں، عقائد اور معاملات سے بازرکھنے کی کوشش کی۔ فقہی مسائل و مباحث میں عوام و خواص کی رہنمائی کی، شبہات و اعتراضات کے علمی و عقلی دلائل و براہین سے حل کی، تشنہ اور بھٹکے ہوئے آدمی کو راہ پر لانے کی کوشش کی اور عمدہ سے عمدہ تدبیر سے اپنے دین، ملت اور ملک و قوم کی خدمت کی، حضرت مولانا کی جدوجہد کے نتائج سے ہم آج بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس اسی جذبہ و ہدایت کی آئینہ دار ہے، قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی مبارک شخصیت سے شروع ہوئی تھی، اس کی سب سے زیادہ آبیاری اور سرپرستی حضرت مولانا گنگوہی سے ہوئی، ان مدارس کے ذریعہ سے علم دین اور خدمت قرآن و حدیث و فقہ و شریعت کا جو دریا جاری ہوا اور اتباع دین و شریعت کی جو فضا قائم ہوئی اور جو ماحول بنا، اس میں بھی حضرت کے رشحات فکر، علم اور دعوت و اتباع سنت کے گہرے اثرات ہیں، بہت بڑا حصہ فیض حضرت کا ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اگرچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی فرماتے تھے لیکن یہ بھی ایک

تاریخی حقیقت ہے کہ مطابع سے اشاعت کی وجہ سے حضرت مولانا نانوتوی کا دیوبند میں موقت قیام بھی مدرسہ دیوبند کو قائم ہوئے دس برس بھی نہیں ہوئے تھے اور اس سے قبل مدرسے جو مقاصد تھے وہ سب پوری طرح حاصل ہو چکے تھے کہ حضرت نانوتوی رحلت فرما گئے، اس سے حضرت مولانا گنگوہی اس کام کو مقاصد اور خصوصیات کے ساتھ جاری فرمایا۔

حضرت مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد حضرت مولانا گنگوہی دارالعلوم سے اور بعد میں مظاہر علوم سے بھی سرپرست بنا لئے گئے تھے، دونوں مدرسوں کے تمام معاملات میں حضرت مولانا ہی کی رائے قول فیصل اور حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ اسی طرح حضرت مولانا گنگوہی دونوں مدرسوں کے آغاز سے وقت سے ہی دونوں معاملات میں مشیر اور قدر نہیں بھی تھے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات کے بعد مدرسہ دیوبند سے سرپرستی اور نگرانی کے تھے، یعنی مظاہر علوم کے سرپرستوں کی فہرست میں حضرت مولانا کا نام ۱۳۰۰ھ میں آیا، مدرسہ کے قیام سے وقت سے مدرسے کے ذمہ داران، خصوصاً مولانا محمد مظہر نانوتوی جو علم اور عمل کی بزرگی سے بہرہ ور تھے، حضرت مولانا کے نیازمند تھے، حضرت مولانا سے مشورہ فرماتے رہتے تھے۔

اس طرح ان دونوں مدرسوں کے تقریباً تمام اختیارات حضرت مولانا گنگوہی کے پاس آ گئے تھے اور یوں بھی دونوں مدرسوں کے اکثر ذمہ داران اور اساتذہ، حضرت مولانا کے براہ راست تربیت سے جڑے ہوئے تھے۔ اس سے حضرت مولانا دونوں مدرسوں کے اساتذہ اور طلبا کی تربیت کا وسیع موقع ملا، اور یہ دونوں مدرسے تقریباً ایک تہائی صدی تک حضرت مولانا کی نگرانی اور سرپرستی میں رہے اور حضرت مولانا کی افکار، تعلیمات اور طریقہ تعلیم و تربیت کا نمونہ اور مثال بن گئے۔

حضرت مولانا کے حسن تربیت کے سبب، حضرت مولانا کے اخلاق و کردار سے محاسن، فکر و مزاج سے اثرات، اتباع سنت کی رجحان اور دین خالص پر عمل کا جذبہ، مولانا کے شاگردوں اور متوسلین میں گھر کر گیا تھا اور اس سے ساتھ ہی تدریس و تعلیم، علم و عمل، فقہ و حدیث کی جامعیت اور اصلاح و تربیت کے ساتھ، معاشرتی خرابیوں کے خلاف جدوجہد اور تمام خیر دینی، غیر اسلامی آوازوں اور فتنوں کے خلاف سینہ سپر ہونے کی بنیادی صفات بھی، دونوں مدرسوں سے ذمہ داروں اور استادوں میں منتقل ہو گئی تھیں، جو دونوں مدرسوں کے لئے متاع بے بہا اور سرمایہ افتخار ثابت ہوئیں۔ ان مدرسوں کے اکثر طالب علموں نے صرف یہی نہیں کہ ان محاسن کی قدر کی، ان کو سینہ سے لگایا، بلکہ ان کو اپنی زندگی کے سفر اور دینی خدمات کے لئے رہنما و نمونہ بنا لیا تھا۔ یعنی حضرت مولانا گنگوہی کے فکر و مزاج کی خصوصیات و امتیازات، حضرت مولانا کے فیض تربیت اور صحبت کی برکت سے، ان مدرسوں کے متعلقین کے فکر و مزاج میں، اس طرح رچ بس گئی تھیں۔ ان کے وجود کا ایک ضروری حصہ بن گئی تھیں۔ اسی فکر و مزاج کو دیوبندیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہی ان مدرسوں اور ان کے وابستگان کے کام کی روح ہیں۔

وفات حضرت مولانا حوادث کے تسلسل کی وجہ سے بہت ضعیف و کمزور تھے، مولانا عبدالحی حسنی نے، جو ۱۳۱۳ھ [۱۸۹۶ء] میں گنگوہ حاضر ہوئے تھے اور حضرت مولانا کی خدمت میں قیام کیا تھا، لکھا ہے:

"مولوی صاحب بہت ضعیف و نحیف ہیں، عمر کی حیثیت سے یہ ضعف نہیں، کیونکہ عمر ساٹھ سے کچھ ہی متجاوز ہوگی، بڑھاپے کے آثار نمودار نہیں ہیں، بلکہ بیماری کا ضعف ہے، چہرے سے نحافت معلوم ہوتی ہے" (۱)

اور اس کے بعد بھی بار بار مختلف امراض میں مبتلا ہوتے رہے، لیکن معمولات بدستور جاری رہے، صحاح ستہ کے کامل درس کا سلسلہ ۱۳۱۴ھ میں ختم فرمادیا تھا، تاہم اطراف پڑھ کر اجازات وغیرہ کی مشغولیت روز افزوں رہی عقائد و اصلاح کی فکر اور اس سوک کی نگرانی و تربیت بھی قدیم معمول پر جاری تھی، ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۳ھ کی صبح جب فجر کی نماز کے لئے مسجد آئے، تو لوگوں نے دیکھا کہ پیروں کی دو انگلیوں پر خون کے گہرے نشانات ہیں، فکر ہوئی کہ یہ کیا ہوا، نماز کے بعد دیکھا گیا تو جانماز جو موٹی اور تہ دار تھی، وہ بھی نیچے تک خون سے آلودہ تھی، خیال ہوا کہ کسی جانور نے کاٹا ہے، مگر یہ تحقیق نہ ہوئی کہ کس نے کاٹا ہے اگرچہ متوسلین نے توجہ دلائی مگر حضرت مولانا نے اس کو چنداں اہمیت دی، لیکن اس حادثہ کے بعد، کبھی کبھی نیند کا غلبہ ہوتا، اسی طرح تقریباً پندرہ دن گزر گئے، ۲۷ جمادی الاول [۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء] کو عشاء بعد یکلخت لرزہ اور بخار کا سخت حملہ ہوا، یہی درحقیقت مرض الوفات تھا۔ علاج کی تدبیریں ہوتی رہیں، ہر طرح کی دوائیں ہوئیں بہتر سے بہتر علاج کیا گیا، مگر: **ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر.**

مرض نے شدت اختیار کرلی اور اسی میں جمعہ کی دوپہر کو جمعہ کی اذان کے وقت ۹ جمادی الاخری ۱۳۳۳ھ، ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو یہ آفتاب ہدایت غروب ہوگیا۔ اسی دن شام کو مغرب کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۲)

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی، نگہبانی کرے

ورحمہ اللہ رحمۃ الابرار الصالحین وجزی اللہ ماجزی بہ الاخیار الکاملین الصالحین.

مخلصہ کے قریب پیچ میں مختصر رہ گئی۔ حضرت مولانا کی وفات کے بعد، ان ہی دنوں میں مولانا مرغوب احمد

---

(۱) وہی تذکرہ کے حوالہ ص ۳۰ تا ۵۱۔

(۲) [illegible] علوم دیوبند نے قلمبند کرکے اخبار وکیل امرتسر میں [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

لاجپوری نے، سیدنا حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، تشریف آوری کا سبب دریافت کیا، ارشاد فرمایا:

''موئی رشید احمد کو لینے آیا ہوں'' (۱)

حضرت مولانا گنگوہی اپنوں اور پراؤں کی نظر میں

حضرت مولانا گنگوہی کس مقام و مرتبہ کی شخصیت تھے اور حق تعالیٰ نے حضرت مولانا کو کیسا جامع صفات، جامع کمالات منبع علوم و برکات بنایا تھا، اس کا حضرت مولانا کی حیات میں ہی اعتراف اور بلند الفاظ میں اظہار ہو گیا تھا، یہاں نمونہ کے طور پر چند عبارتیں اور اقتباسات نقل کئے جا سکتے ہیں، جس سے معلوم ہوگا کہ اس آفتاب کمالات کی توصیف میں مخالف و موافق سب یک زبان تھے۔

جنید و شبلی و عطار ہم مست

حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادی کے ارشادات

حضرت گنج اپنے دور کے اکثر علماء اور مشائخ کے مقتدا اور گویا امام کی حیثیت رکھتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز سے براہ راست تلمذ کی سعادت اور مولانا شاہ محمد آفاق نقشبندی، مجددی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ پورے ملک میں حضرت گنج مرادآبادی کے نیازمندوں اور مستفیدین کا بہت وسیع سلسلہ تھا، اور بڑے اکابر و علماء، حضرت مولانا سے ملاقات و زیارت کو عزت و سعادت خیال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا گنج مرادآبادی، اپنے دور کے علماء میں سے حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا گنگوہی کے سب سے زیادہ قائل و معترف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا کی مجلس میں بزرگان دین کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد کے حالات دریافت کئے، اس کے جواب میں حضرت مولانا گنج مرادآبادی نے یہ الفاظ فرمایا

''مولانا رشید احمد کا کیا حال پوچھتے ہو، وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہیں لیا'' (۲)

ایک مجلس میں ارشاد ہوا:

''ایک میں ہوں اور دوسرے مولانا رشید احمد، تیسرے ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دور ہو جائے'' (۳)

حضرت حاجی امداد اللہ کے کلمات عالیہ

حضرت حاجی امداد اللہ نے حضرت مولانا کا اپنی کئی تصانیف

---

(۱) خواب کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو شیخ الاسلام نمبر روزنامہ الجمعیۃ دہلی ص ۱۹۶ تا ۲۰۰ طبع ہوا، علی نیز مدرسہ شاہی نمبر مرتبہ مولانا مفتی سلمان منصور پوری ص ۳۶۵، ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔

مولانا مرغوب الرحمن ان لوگوں میں سے ہیں جو حضرت کی وفات کے وقت گنگوہ میں حاضر تھے۔ دیکھئے تذکرہ مرغوب، مؤلفہ مرغوب الرحمن ص ۹۰، مطبوعہ مکتبہ رحمانی پور، گجرات ۱۹۸۰ء۔

(۲) تذکرۃ الرشید ص ۳۲۱، جلد دوم۔

(۳) ارمغان شاہ ص ۳۲۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

وتحریرات ومکتوبات میں نہایت اعتراف کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، ایک اقتباس گزر چکا ہے، ایک مفصل گرامی نامہ، اسی موضوع پر، اسی سلسلہ میں ارقام فرمایا تھا، اس میں فرماتے ہیں:

از فقیر امداد اللہ چشتی۔ بخدمت محبان۔ عموماً اندنون بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے، ان میں یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوءظن رکھتے ہیں، کہ ہم مولوی صاحب کو کیسا سمجھیں۔ لہذا فقیر کی جانب سے مشتہر کرادو اور طبع کرادو، کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی، فاضل حقانی ہیں، سلف صالحین کا نمونہ ہیں، جامع بین الشریعہ والطریقہ ہیں، شب وروز خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی میں مشغول رہتے ہیں، حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں، مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب کے بعد میں، اس قسم کا فیض علم دین کا، مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے۔ ہندوستان میں مولوی صاحب ایک فرد واحد ہیں، مسائل مشکلہ کی عقدہ کشائی مولوی صاحب سے ہوتی ہے، ہر سال میں پچاس آدمی کے قریب علم حدیث پڑھ کر، ان سے سند لیتے ہیں۔ اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہیں، محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق خداوندی میں مستغرق ہیں، حق گو ہیں: لایخافون لومة لائم کے مصداق ہیں، خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں، بدعات سے پورے طور سے مجتنب ہیں، اشاعت سنت ان کا پیشہ ہے، بدعقیدوں وخوش عقیدہ بنانا ان کا حرفہ ہے، ان کی صحبت اہل اسلام کے واسطے کیمیاء اور کبریت احمر ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے، یہی اللہ والوں کی علامت ہے، متقی اور تارک الدنیا ہیں، راغب الی الآخرۃ ہیں تصوف اور سلوک میں کامل ہیں، امیر وغریب ان کی نزدیک یکساں ہیں، سب کی طرف توجہ برابر ہے۔ الحاصل میں فقیر نے جو پتہ ان کی شان میں ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ حق، اور اب فقیر کا حسن ظن ومحبت بہ نسبت پہلے کے ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے، فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات کا سمجھتا ہے۔

میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولوی صاحب کو برا کہتا ہے، وہ میرا دل دکھاتا ہے میرے دو بازو ہیں، ایک مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم دوسرے مولوی رشید احمد صاحب، ایک جو باقی ہے اسکو بھی نظر لگاتے ہیں، میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے۔ میں بھی بدعات کو برا کہتا ہوں، جو مولوی صاحب کا امور دینیہ میں مخالف ہے وہ میرا مخالف ہے، اور خدا اور رسول کا مخالف ہے اور بعض جہلا جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے، طریقت اور ہے، محض ان کی مزخرفی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے یہاں مقبول نہیں، صفائی قلب کفار کو بھی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حاصل ہوجاتی ہے، قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے، آئینہ زنگ آلودہ ہے، تو پیشاب سے بھی صاف ہوجاتا ہے، اور گلاب سے بھی صاف ہوجاتا ہے، لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔

ولی اللہ کے پہنچاننے کے واسطے اتباع سنت کسوٹی ہے، جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا ولی ہے اور جو مبتدع ہے، تو محض بیہودہ ہے۔ خرق عادات تو جادو سے بھی بہت ہوتی ہے، خدا فرماتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی جو رسول اللہ کا پیرو نہ ہووے اور مرتکب بدعات ہووے، وہ خدا کا ولی نہیں ہوسکتا، اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہیں یہ امر باعث اتباع سنت کے ہے، کسی کی مخالفت سے مولوی صاحب کا نقصان نہیں۔

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

مولوی صاحب وہ شخص ہیں، کہ خواص کو چاہئے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہوں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی نسبت مجھے کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ سنا ہے اور نہ تحریر کرے، مجھ کو ان امور سے سخت ایذا ہوتی ہے۔ عجب بات ہے کہ میرے لخت جگر کو ایذا پہنچاویں اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں، ہرگز نہیں! مولوی صاحب پکے حنفی المذہب صوفی المشرب ہیں، باخدا ولی کامل ہیں، ان کی زیارت کو غنیمت سمجھیں۔ والسلام امداد اللہ فاروقی

مہر حاجی امداد اللہ مکہ معظمہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ (۱)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشادات

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی، اگرچہ حضرت مولانا کے بچپن سے دوست، ہم مرشد اور بے تکلف تھے لیکن حضرت مولانا کی نگاہ میں، حضرت مولانا گنگوہی کا جو مرتبہ تھا وہ غیر معمولی تھا۔ حضرت مولانا نانوتوی نے اپنی کتاب ہدایۃ الشیعہ (مؤلفہ رجب ۱۲۸۳ھ۔ دسمبر ۱۸۶۶ء) کی تمہید میں، حضرت مولانا گنگوہی کا نام، بڑے القاب واحترام کے ساتھ درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں

بندہ ہیچ مدان گمنام محمد قاسم نام، متخلص بخاکپائے علماء، ناظران وراق کی خدمت میں عرض پرداز ہے، کہ اواخر رجب ۱۲۸۳ھ بارہ سو تراسی ہجری میں، مخدوم العلماء، مطاع الفضلاء، مجمع الکمالات، منبع الحسنات، زیب طریقت، حامی شریعت، فخر اصحاب، افتخار اصحاب، ملجا انام، مرجع خاص وعام، معلم قوانین اطاعت، والنقیاد، محرک سلسلہ رشد وارشاد، جامع کمالات ظاہری وباطنی، مخدومنا ومولانا رشید احمد گنگوہی دام رشدہ وارشادہ۔ (۲)

(۱) فتاوی رشیدیہ ص ۱۵، ج ۱ ص ۵۳ (۲) ہدایۃ الشیعہ تمہید ص اول۔ [مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۳۰۱ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس تحریر کے تقریباً دس سال بعد مرقومہ، ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

عزیز من! نہ میں اس قابل کہ خود کسی کی رہبری کروں، اور نہ اس قابل کہ کسی رہبر کو پہچانوں اور دوسروں کو بتلاؤں، البتہ دو چار بزرگوں سے عقیدت ہے، ایک تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب، دوسرے شاہ عبدالغنی صاحب، ان کے بعد جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، ان بزرگوں میں سے جس کی محبت میسر آجائے غنیمت جانو اور اپنے حصہ کی تفتیش میں نہ رہو۔

۶/صفر ۱۲۹۴ھ از نانوتہ (۱)

مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کی نظر میں مولانا کا مرتبہ

مولانا الہ آبادی، حضرت حاجی امداد اللہ کے ممتاز ترین خلفاء میں سے تھے، حضرت حاجی صاحب بھی مولانا کو اپنے خواص میں شمار فرماتے تھے اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا الہ آبادی بہت سے مسائل ونظریات میں، حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ علماء سے واضح اختلاف رکھتے تھے، اور یہ اختلاف معروف تھا، اس کے باوجود حضرت مولانا کے دل سے قدرداں اور نہایت مداح تھے۔ مولانا الہ آبادی کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

"ایک مولوی صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ توحید کے متعلق گفتگو فرمائی، مولانا نے تشفی بخش جوابات دیئے، تو وہ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مولانا گنگوہی کے یہاں مجھے یہ باتیں نہ ملیں۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ مولانا گنگوہی بہت بڑے شخص ہیں، ان میں صحابہ کی شان پائی جاتی ہے۔ یہ صاحب جب مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا الہ آبادی نے غلط کہا ہے، ان وقت یہ ہنس چانے تھے کہ رشید احمد ابھی اس مرتبہ میں نہیں ہے (یہ ان دو آدمیوں کے تعلقات ہیں، جن سے متعلق مختلف المسلک ہونے کی شہرت دی جاتی ہے)" (۲)

مولانا الہ آبادی نے ایک حضرت مولانا تھانوی کے نام خط میں لکھا

"آپ (یعنی حضرت مولانا گنگوہی وتھانوی) بڑے عالی ہمت، بلند حوصلہ ہیں۔ دولت دارین کے سرمایہ دار، جو کام کرنا چاہتے ہیں، تائید ایزدی رفیق ہوتی ہے، ہر کام بخیر وخوبی انجام پاتے ہیں۔ ہم نکمے، ہمارے کام نکمے، جس کام کا ارادہ کیا، کبھی انجام کو نہ پہنچا۔ اگر کچھ سرمایہ ہے بھی تو ناکامی، کمائی ہے، تو معصیت، بقیہ اس سے کچھ فائدہ ہے تو ریا ہی اور شامت اعمال" (۳)

(۱) حیات طیبہ ص ۵۵ (۲) حیات شاہ محمد حسین الہ آبادی تالیف محمد الغازی ص ۱۶۴ (الہ آباد ۱۳۵۴ھ)

(۳) حیات شاہ محمد حسین الہ آبادی ص ۱۳۶ (الہ آباد ۱۳۵۴ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا سید دیدار علی الوری کا نذرانہ محبت وعقیدت

مولانا سید دیدار علی الوری مشہور عالم اور فقیہ تھے خصوصاً مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی، مولانا الوری کو ہندوستان کا سب سے بڑا فقیہ اور فقہ میں اپنا مرجع سمجھتے تھے، مسائل کی تحقیق وتصحیح کے لئے، مولانا الوری سے رجوع بھی کرتے رہتے تھے۔

لیکن فاضل بریلوی کو شاید اس کا علم نہیں تھا یا خیال نہیں رہا ہوگا، کہ مولانا الوری حضرت مولانا گنگوہی سے شرف تلمذ میں خاص تربیت یافتہ تھے، مولانا الوری کا تاعمر حضرت مولانا گنگوہی سے نیاز مندانہ رابطہ رہا، مولانا الوری حضرت مولانا کو جب خط لکھتے، ایسے القاب وآداب لکھتے، جس سے حضرت مولانا کی کامل عظمت اپنے تلمذ اور نیاز مندی کا اظہار ہوتا تھا، مولانا الوری کے فتاوی کے مجموعہ تحقیق المسائل میں، مولانا الوری نے، حضرت مولانا کے نام کئی خطوط مذکور ہیں، ان کے سرنامے لائق مطالعہ ہیں۔ ایک خط کے آغاز پر لکھا ہے

عالی خدمت، فیض موہبت، مولانا معظم، رافع السنت، قامع البدعت، مولوی رشید احمد صاحب، ادام اللہ رشدہ۔(۱)

دوسرے خط کی ابتدا ملاحظہ ہو

عالی خدمت، فیض موہبت، حضور مجمع النور، رافع السنت، قامع البدعت، مصدر خیر وبرکت، مولانا مرشدنا مولانا رشید احمد صاحب، ادام اللہ رشدہ (۲)

اور پھر بعینہ یہی الفاظ تحریر ہیں

عالی خدمت، فیض موہبت، حضور مجمع النور، رافع السنت، قامع البدعت، مصدر خیر وبرکت، مولانا ومرشدنا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ادام اللہ رشدہ۔(۳)

ایک اور خط کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے

عالی خدمت، قدوۃ العلماء، زبدۃ الاصفیاء، مولانا ومرشدنا، مولانا رشید احمد صاحب ظل اللہ (۴)

یہ سرنامے مولانا دیدار علی صاحب کے دل میں حضرت مولانا گنگوہی کی جلالت شان اور عظمت ومقام کے بہت بڑے گواہ ہیں، کسی اور شہادت وتحسین کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

---

(۱) تحقیق المسائل، مولانا سید دیدار علی الوری ص ۳

(۲) تحقیق المسائل، مولانا سید دیدار علی الوری ص ۹

(۳) تحقیق المسائل، مولانا سید دیدار علی الوری ص ۱۹

(۴) تحقیق المسائل، مولانا سید دیدار علی الوری ص ۳۸

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولوی نقی علی والد فاضل بریلوی، کے کلمات تحسین ایک وقت تھا کہ خود فاضل بریلوی کے والد مولوی نقی علی خاں صاحب بھی حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے نیازمندوں میں شامل اور ان کے مداح معتقد تھے اور دونوں کو بڑے عالم اور سچے مومن لکھتے تھے۔(۱)

فاضل بریلوی کے ایک معتمد اور خلیفہ، مولانا ناصر شفیع کی شہادت اور بلند الفاظ فاضل بریلوی کے بہت ہی معتمد اور قریب ترین علماء میں ایک اہم نام مولانا ناصر شفیع رامپوری (رام پور منیہاران ضلع سہارنپور) کا بھی ہے، جو تاحیات فاضل بریلوی کے ساتھ رہے، بریلی میں انتقال ہوا وہیں دفن کئے گئے۔ انہوں نے بھی اس کی گواہی دی ہے کہ پورے ملک میں حضرت مولانا گنگوہی کا ہم پایہ کوئی نہیں۔ اپنی تالیف لمعۂ برق جلال میں لکھتے ہیں۔

"اس خاندان عالیہ صابریہ میں جو کچھ علم و فضل، زہد و اتقاء، تصحیح عقائد اجتناب از بدعات ہے، بظاہر ہندوستان میں دوسری جگہ کم ہوگا، ماشاء اللہ! مولانا رشید احمد گنگوہی، قاضی محمد اسماعیل صاحب موجود ہیں جن کے اتباع سنت کا حال پورے ملک میں ضرب المثل ہے۔ (۲)

[illegible]

یہ باتیں ہیں جب کی جب آتش جوان تھا

[illegible]

اچھا کیا جو مجھ کو فراموش کر دیا
وابستہ میری یاد سے کچھ تلخیاں ؟ بھی تھیں

[illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مؤلف نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی کا مشاہدہ اور تأثر:

کمال کے بڑے تذکرہ نگار، مولانا حکیم عبدالحی حسنی رائے بریلوی نے اگرچہ نزہۃ الخواطر میں بھی حضرت مولانا کا نہایت عمدہ جامع تعارف لکھا ہے مگر اصل وہ تحریر بہت تاثر اور مشاہدہ ہے، جو مولانا حسنی نے اپنے ظرف علمی کے مطابق میں لکھا ہے۔ حضرت کی رفاقت ومحفل کا حال، حضرت کے درس کی بات، حضرت کا ذاتی شرف وکمال، تبحر واستقامت، اتباع سنت، ہر اک پر روشنی ڈالی ہے، آخر میں لکھتے ہیں اور وہی گویا مقطع کا بند ہے۔ ملاحظہ ہو

اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب بقیۃ السلف ہیں، ان کا وجود مغتنمات میں سے ہے، اس قدر تبحر واستقامت کا دوسرا شیخ، ان کے سوا اس زمانہ عالم آشوب میں نظر نہیں آتا، علم الٰہی میں جو کوئی ہو اس کی خبر نہیں۔ مولوی صاحب کے اوصاف میں سب سے بڑا وصف تورع ہے، جو تمام اوصاف کو شامل ہے، کف لسان اور صدق گفتار میں، مولوی صاحب ضرب المثل ہیں۔ (۱)

(۲) بلی اور اس کے اطراف ص ۱۳۷

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲)

فقہ وفتاویٰ نیز فتاویٰ رشیدیہ کے خطی اور مطبوعہ نسخے

حضرت مولانا گنگوہی کی دینی، علمی، فقہی، اصلاحی، تربیتی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا اور اس کا ایک ایک پہلو، اپنے اندر مختلف جہات اور اصلاح وتبلیغ کی مختلف نوعتیں لئے ہوئے ہوتا تھا، یہاں ایسے تمام پہلوؤں پر گفتگو کی گنجائش نہیں، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا کی بڑی اور ممتاز ومؤثر فقہی خدمات اور کارناموں کو، بنیادی طور پر چار بڑے حصوں پر تقسیم کر لیا جائے اور ہر ایک حصہ کا علیحدہ علیحدہ جزوی، اجمالی تذکرہ کیا جائے۔ یہ تقسیم وترتیب اس طرح ہو سکتی ہے:

(۱) فقہی موضوعات ومباحث پر تصنیفات ورسائل

(۲) روزمرہ کی ضروریات میں عوام کے سوالات اور علمائے کرام کے علمی فنی استفسارات کے جوابات [جس کا سلسلہ ایک دائمی معمول اور لازمی وظیفہ حیات کے طور پر، زندگی کے تقریباً پچاس سال نصف صدی پر پھیلا ہوا تھا]

(۳) تصحیح عقائد، رسوم وبدعات اور ان کی شرعی حقیقت وحیثیت اور موقع بہ موقع، عوام میں پھیل جانے والی کسی بڑی بدعملی، دین وشریعت کے کسی اصول کی بے توقیری وخلاف ورزی اور فقہی معاملات ومسائل میں، عوام کی اطلاع اور واقفیت کے لئے، مفصل فتاوی کی تحریر وتالیف، ان کی اشتہار کی صورت میں اشاعت کا اہتمام اور پورے برصغیر کے مسلمانوں اور اہل علم وفلاح تک ان کو پہنچانے کی مسلسل کوشش۔

(۴) فقہ وفتاویٰ اور احکام شریعت کی صحیح ترین اور عمیق واقفیت، اس کی بہ ممکنہ حد آخری درجہ کا اہتمام، اس کی بقاء اور آئندہ نسلوں تک، اس جوہر خالص کو پہنچانے کے لئے علماء صاحب نظر، لائق اعتماد، خدا ترس اصحاب کی علمی عملی، تربیت کے بعد ان کے کام کی فکری نظریاتی سرپرستی اور ان کے لکھے فتووں کی علمی تصحیح ونگرانی، ناقدانہ نظر سے ان کا جائزہ اور ان کی فروگذاشتوں پر تنبیہ کا دائمی اہتمام۔

اگرچہ حضرت مولانا کی فقہی خدمات اور عالی مرتبہ کو جاننے کے لئے ان عنوانات کا مفصل تعارف اور جائزہ بے حد ضروری ہے مگر یہاں ان میں سے صرف عنوان نمبر ۳-۲ کا کچھ تذکرہ کیا جائے گا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصانیف: حضرت مولانا کی تصانیف ومؤلفات کا سرمایہ شمار کتب اور صفحات کے لحاظ سے چھوٹا یا ضخیم اور بڑا نہیں ہے، تصانیف ومؤلفات کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے۔ مولانا عبدالحی حسنی نے لکھا ہے

ولم تكن له كثرة اشتغال بالتاليف. (۱) [حضرت مولانا کا تصنیف وتالیف کا زیادہ معمول نہ تھا۔

دوسرے موقع پر لکھا ہے:

له مصنفات مختصرة قليلة منها تصفية القلوب و امداد السلوک ، وهداية الشيعه

جو تصانیف ومؤلفات ہیں، ان کے صفحات بھی غیر معمولی اور ہزاروں میں نہیں ہیں، لیکن ان کے مندرجات اور مباحث ومضامین اللہ اللہ! جس کو علم دین خصوصاً حدیث وفقہ میں نظر ہو، دونوں کے مقاصد اور باہمی رشتہ کو کسی قدر پہنچانتا ہو اور علوم کے غوامض واسرار کی قدر کرسکتا ہو، اس سے پوچھئے کہ حضرت نے کس طرح اپنی ایک ایک تالیف وتحریر اور اکثر فتاوی کو بھی دریا بکوزہ کی مثال، اور ایک مثال وتخیل کو حقیقت کا پیراہن عطا فرمایا ہے۔ ایک ایک صفحہ کی بات نہیں، بعض بعض موقعوں پر ایک ایک فقرہ اور سطر، باخبر اور بہت ذہین پڑھنے والوں کو بھی محو حیرت کردیتی ہے، کہ کس طرح پوری ایک کتاب کے مندرجات کو، ایک بحث کے مضامین کو، ایک فقرہ یا سطر میں سمو دیا ہے، یہی وہ کمال اور وصف ہے، جس کی حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نے ان الفاظ میں تعریف وتحسین فرمائی ہے، حضرت مولانا تھانوی کا قول ہے

''مولانا گنگوہی دریا کو، کوزہ میں بند کرتے تھے اور مولانا نانوتوی کوزہ سے دریا نکالتے تھے'' (۲)

جس میں جس قدر علم وصلاحیت ہو، جس درجہ کی علمی بصیرت ہو، وہ اس سے اسی قدر وسیع، اور بے بہا نتائج اخذ کرسکتا ہے، اس کو پھیلا کر اس کی شرح بھی لکھ سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے یہ تمام مؤلفات وکتب، اگرچہ اردو میں لکھی گئی ہیں، زبان بھی بہت مشکل، اور غیر مفہوم نہیں ہے مگر پھر بھی اکثر تصانیف کے لئے ضروری سا ہے، کہ ان کو کسی ذی استعداد عالم سے، خوب محنت اور گہری توجہ سے حل کیا جائے۔

حضرت مولانا نے تحریر وتصنیف کا کب آغاز کیا، اس کا سراغ نہیں ملتا، تاہم حضرت کی جو پہلی تصنیف معروف اور مطبوعہ ہے، وہ فقہ وفتاوی سے متعلق نہیں بلکہ عقائد اور کلام کے موضوع پر ہے۔ یہ ہدایۃ الشیعۃ ہے، جو ۱۲۸۸ھ میں لکھی گئی اور شائع ہوئی تھی، اس میں اہل تشیع کی جانب سے اہل سنت پر کئے گئے، چند اعتراضات کا سنجیدہ، علمی مدلل جواب ہے، جس

(۱) نزہۃ الخواطر ص: ۱۵۰، ج: ۸۔ [حیدرآباد]

(۲) تکمیل الاکلام، مجموعہ ملفوظات ص ۲۲

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے مطالعہ سے مصنف کی گہری علمی فنی نظر اور پختہ قلم کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ مصنف کی اور بھی علمی خدمات وتصانیف ہوں گی، جو محفوظ نہیں رہیں۔

(۱) فقہ وفتویٰ پر حضرت مولانا کی سب سے پہلی دریافت ومطبوعہ کتاب، زبدۃ المناسک ہے، جو ۱۲۹۹ھ کی تصنیف ہے، اور اسی سال حضرت مولانا نیز حضرت مولانا نانوتوی کے ایک ممتاز شاگرد [مولانا فخر احسن گنگوہی کی کوشش سے، مطبع اکمل المطابع، دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا کی صرف تین تالیفات ورسائل ایسے ہیں، جن کا سنہ تالیف معلوم ہے:

(۲) الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح مؤلفہ ۱۳۱۵ھ]

(۳) اوثق العری فی تحقیق الجمعۃ فی القری [مؤلفہ ۱۳۱۷ھ]

(۴) ردالطغیان فی اوقاف القران [مؤلفہ ۱۳۱۷ھ]

اور دو مؤلفات ورسائل پر سنہ تالیف درج نہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) سبیل الرشاد فی التقلید والاجتہاد۔

(۲) الشمس اللامعہ فی کراھۃ الجماعۃ الثانیہ۔

یہ جملہ رسائل اور تالیفات گرچہ مختلف مختلف ہیں، مگر ان کی معنویت اور دینی فقہی مباحث میں، ان کی اہمیت اور نشان راہ ہونے کی وجہ سے، ان کی توضیحات کی گئیں، حاشیے اور شرحیں لکھی گئیں نیز ان کے تائیدات اور پھر ان کے جوابات وغیرہ پر بھی بیسیوں کتابیں وجود میں آئیں، بلکہ یہ مختصر صفحات اس تفصیل سے متحمل نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوا تو کسی اور وقت یہ گفتگو ہوگی۔

گرچہ حضرت مولانا سے بھی بعض رسائل ومختلف تالیفات منسوب ہیں، مثلاً فتاویٰ میاں، فتویٰ احتیاط الظہر، تحقیق الضاد والصاد یا من نعت صحت نسخ فارسیہ وغیرہ، یہ حضرت مولانا کی باقاعدہ تالیفات نہیں، بلکہ ان موضوعات پر صادر فتاویٰ ہیں، جن کو حضرت مولانا سے مختلف نیاز مندوں یا تلامذہ نے افادہ وعام کے خیال سے، علیحدہ مؤلفات کی صورت میں مستقل عنوان سے چھپوا دیا ہے، اس لئے ان کو حضرت مولانا کی باقاعدہ مؤلفات وتصانیف میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

چند شاگرد: حضرت مولانا کی ذات گرامی سے جو علمی فیوض ومنافع ہوئے، خصوصاً ہندی ملت اسلامیہ کو جو رہنمائی ملی وہ ظاہر وبصیرت افروز ہے، اس میں حضرت کی تصانیف ومؤلفات اور تحریرات وفتاویٰ کے ساتھ، حضرت مولانا کے علمی مجالس ومحافل بھی بہت بڑا حصہ لے رہی ہیں، اور تربیت یافتہ اصحاب کی قسم کے تھے، حدیث شریف کی گرہ کشائی میں جو اسلوب وطریقت میں کامل، دینی شرعی مسائل کی واقفیت اور جواب دہی میں منفرد، ان میں سے چند تو ایسے ہیں کہ ان میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کسی ایک فن میں یگانہ روزگار تھے، کچھ ایسے جن کو وہ چیزوں میں کمال اور بصیرت حاصل تھی اور بیشتر ایسے جو ان میں سے ہر ایک منزل کے رہ نورد، ہر ایک دریائے غوامض اور حدیث وفقہ ہو یا سلوک و معرفت ہر ایک کی اعلیٰ درجہ کی بصیرت و نظر سے سرفراز اور ہر ایک کی گرہ کشائی میں اپنے عصر کے لئے نشان راہ اور مینار نور ہے۔

یوں تو حضرت مولانا کے شاگردوں اور مستفیدین کی ایک بڑی تعداد ہے مگر یہاں صرف ان حضرات کے نام ذکر کئے جاتے ہیں، جنہوں نے حضرت مولانا کی خدمت میں قیام کر کے، ایک مدت تک فقہ وفتاوی کی تعلیم حاصل کی، فتاوی نویسی کے اصول جانے، اس کی عملی مشق کی، اور بعد میں خود ایسے ثابت ہوئے، کہ اب ان کے نام اور ان کے کام عظیم الشان خدمات کے علاوہ اور فقہ وفتاوی کی دنیا میں ان کا ایسا بلند مرتبہ ہے، ان میں سے بعض کے فتاوی اور فقہی ہدایات وسبق ونظر انداز کر کے، صحیح سمت میں آگے بڑھنا سفر کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے۔

(۱) مولانا حافظ احمد، خلف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

(۳) حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ

(۴) حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی

(۵) حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مہاجر مدنی

(۶) مولانا صدیق احمد کاندھلویؒ

(۷) مولانا عبدالغفار صاحب اعظمی

(۸) مولانا مفتی عبدالکریم پنجابی

(۹) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندی

(۱۰) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی

اسی فہرست میں مفتی اعظم، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا نام بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ مفتی صاحب حضرت مولانا گنگوہی کے براہ راست شاگرد نہیں تھے، لیکن دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تعلیم میں حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔

ان حضرات میں سے ہر ایک کی فقہی خدمات اور ان کے عہد میں ہندی ملت اسلامیہ پر، ان کے اثرات اور بعد کے اہل فتوی کا ان سے استفادہ ان کے طریقہ کار اور روایت کی پاسداری کی تفصیلات، ایک ضخیم کتاب یا علیحدہ علیحدہ مفصل جامع مقالات کی طالب ہیں اور یہ صفحات اس کا محل نہیں ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہاں اس دلچسپ حقیقت کا بھی تھوڑا تذکرہ ہو جانا چاہئے، کہ فاضل بریلوی، احمد رضا خاں صاحب اپنے ہم نوا، جن اصحاب کی فقہ حنفی میں مہارت اور کمال کے معترف ہیں، وہ یا تو براہ راست حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد ہیں، یا حضرت مولانا کے شاگردوں سے مستفید ہیں جس میں مولانا سید دیدار علی الوری سرفہرست تھے۔

حضرت مولانا، احادیث کے متون پر نہایت گہری نگاہ، غیر معمولی وسعت نظر، رسائی ذہن اور دقت نظر سے کئی فقہی اختلافی بحثوں اور الجھے ہوئے معاملات و مسائل کو، اس طرح حل کیا اور ان کے بعض اہم گوشوں کا حسن استدلال اور معنویت سے لبریز، ایسا خوبصورت اور عمدہ تجزیہ فرمایا، کہ اہل علم و نظر حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا کے ایسے فتاوی میں ندرت استدلال کے علاوہ، اس درجہ پختگی گہرائی جامعیت ہے کہ اس دور کے علماء نے، ان فتاوی کو، کمال فن، فہم حدیث اور تفقہ کا ایک گراں بہا خزانہ قرار دیا ہے۔ حضرت مولانا کے معاصر جلیل القدر علماء نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا اور اس طریقۂ اخذ و استنباط کو اپنے لئے نمونہ اور شان راہ قرار دیا، بلکہ ان حضرات نے بھی، جو فقہی اختلافی مسائل میں دوسری رائے رکھتے تھے، اس حسن استدلال کی تحسین کی۔

حضرت مولانا سے عام مسائل اور روزانہ کے معمول کی چیزوں اور ضروریات کی نسبت، جب دریافت کیا جاتا تو مختصر جواب تحریر فرمانے کا معمول تھا، جو مسئلہ کی حد تک کامل اطمینان بخش مختصر الفاظ پر مشتمل، عموماً حدیث شریف کے متون اور فقہی کتابوں کے حوالوں اور جزئیات سے خالی، مگر ایسا پر مغز جامع اور پر از معنی ہوتا تھا، کہ اس سے اس مسئلہ کے عام جاننے والے دریافت کرنے والے کا، پورا اطمینان اور تشفی ہو جاتی ہے اور فقہ و فتاوی میں بصیرت اور فقہی متون پر نظر رکھنے والے بھی، اس کی گہرائی اور معنویت کو محسوس کئے بغیر نہیں رہتے تھے کہ حضرت مولانا نے کم سے کم چند الفاظ میں مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے، بلکہ اصول دین و شریعت اور متقدمین فقہاء کے ارشادات و اقوال کی مکمل ترجمانی بھی فرما دی ہے۔

مگر ہر ایک مسئلہ اور ہر طرح کے فتاوی کے جوابات، ایک دو یا چند سطروں پر ہی مشتمل اور مختصر نہیں ہوتے تھے، بلکہ وہ سوالات جو توحید و عقائد، بدعات و رسوم، یا کسی اہم فقہی مسئلہ پر ہوں، جس میں اہل فتاوی کا اختلاف ہو، یا کسی دوسرے مسلک کے علماء کی تصریحات و تحریرات کی وضاحت کی ضرورت ہو، یا بدعات خصوصاً وہ بدعتیں، جو اس دور میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی وجہ سے عام ہو رہی تھیں، ان کی پردہ کشائی کی ضرورت ہوتی، تو ایجاز و اختصار کا معمول باقی نہیں رہتا تھا، ان پر مفصل گفتگو ہوتی، جس میں آیات شریفہ احادیث و آثار، ائمہ فقہاء کے اقوال اور فقہائے متقدمین و متاخرین کی روایات نقل فرماتے ان کا درجہ واضح کرتے اور تمام پہلوؤں کو اس طرح منقح اور روشن فرما دیتے تھے، کہ منصف مزاج حقیقت کے طالب کو الجھن باقی نہیں رہتی تھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسے مباحث میں حضرت مولانا، صرف معروف مآخذ واستدلال کا تذکرہ نہیں فرماتے، بلکہ کئی مرتبہ اس نظریہ کے ثبوت میں ایسے دلائل پیش فرماتے ہیں اور احادیث شریفہ کے الفاظ کی توضیح کے ساتھ، اس سے اس طرح استدلال کرتے ہیں، جو اگرچہ بالکل نیا ہوتا ہے، اس سے پہلے شاید ہی کسی محدث فقیہ یا عالم نے، اس سے اس مقصد کے لئے اس طرح استدلال کیا ہو، مگر جب حضرت مولانا کے طریقہ تفہیم اور طریقۂ استدلال پر نگاہ جاتی ہے، تو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں رہتا، کہ اس کا واقعۃً یہی مفہوم ہے، جو حضرت مولانا نے اخذ کیا ہے، جس پر آج تک کسی کی نظر نہیں گئی تھی۔

حضرت مولانا، بلاشبہ فقہ حنفی کے ایک بڑے نمائندہ اور ترجمان تھے، لیکن اپنے عہد کے اکثر حنفی فقہاء سے نہایت مختلف، بڑے غواص، نہایت دیدہ ور، فقہ حنفی کے مآخذ وجزئیات کے نہ صرف جاننے والے، بلکہ ان کے حافظ، لیکن نہایت تحقیق وتنقید کے ساتھ۔ جس معروف فقہی روایات واصول میں، استدلال وانطباق کی کمی رہ جاتی ہے، اس کی تصحیح بھی کرتے ہیں اور حسب ضرورت تنقیح وتجزیہ بھی۔ حدیث شریف سے فن کی مطابقت اور اصول فقہ وحدیث کے تمام متعلقات سے گذار کر، چھان کر، کسی بڑے اہم مسئلہ کی تشریح فرماتے ہیں، تو اس کی سطر سطر بلکہ حرف حرف پڑھنے اور غور کرنے کا ہوتا ہے، اس کی مدد سے اس مسئلہ کے حل کے علاوہ اور بھی کئی مباحث ومسائل کو گہرائی تک جاننے اور ان کے حل کرنے میں مدد مل جاتی ہے، نیز اس طریقۂ کار سے رہنمائی حاصل کر کے اور مسائل کی تفہیم بھی آسان ہو جاتی ہے۔

بہر حال حضرت مولانا گنگوہی نے تقریباً چالیس پینتالیس سال تک، تحریر فتاوی میں مشغول بسر کئے۔ حضرت مولانا غالباً ۱۲۶۵ھ [۱۸۴۹ء] میں چار سال دہلی میں گذار کر، جب مولانا کی عمر اکیس سال تھی [ولادت ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ۔ ۱۱ مئی ۱۸۲۹ء] تعلیم مکمل ہونے پر وطن واپس آ گئے تھے، (۱) اس وقت سے مختصر ملازمتوں کے دو موقعوں کے علاوہ، حضرت مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ، اپنے وطن گنگوہ [ضلع سہارنپور، یوپی] میں ہی گزرا، اور اگرچہ اس کی کوئی واضح شہادت یا اطلاع موجود نہیں، لیکن قرائن وآثار کہہ رہے ہیں کہ حضرت مولانا نے، اسی وقت سے خود کو، دینی علمی خدمات کے لئے گویا وقف کر دیا تھا، جس میں اور مصروفیات کے علاوہ عوام کی دینی مسائل میں رہنمائی اور مسائل وفتاوی کی تحریر کا عمل بھی جاری تھا، لیکن اس دور کے لکھے ہوئے فتوؤں کی نقل یا تفصیل دریافت نہیں، صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی کے فتاوی پر جلد ہی

---

(۱) تاریخ ولادت کے لئے ملاحظہ ہو: تذکرۃ الرشید مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ص: ۱۳۔ جلد اول [عکس طبع اول، سہارنپور: ۱۹۷۷ء] اور تذکرۃ الرشید میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

"اس وقت جب آپ کی عمر شریف تخمیناً اکیس سال کی تھی، آپ کا زمانہ طالب علمی ختم ہو لیا اور آپ نے اپنے وطن مالوف کی جانب مراجعت فرمائی" ص: ۳۵

"دہلی میں یہ زمانہ طالب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا، اس کی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے" صفحہ بالا

toobaa-elibrary.blogspot.com

اہل نظر کو اعتماد ہو گیا تھا، عوام کے سوالات کے علاوہ بھی، اس وقت کی تحریروں اور فتاوی پر، حضرت مولانا کی تصدیق وتائید کا درج ہونا استناد کی علامت سمجھی جاتی تھی اور یہ صرف مولانا کے وطن اور اس کے اطراف کی بات نہیں تھی، بلکہ نسبتہً دور دراز علاقوں خصوصاً پنجاب میں، تالیف اور شائع، متعدد مختصر تالیفات یا فقہی مسائل وموضوعات کے جوابات ورسائل پر، حضرت مولانا کی تائید وتصدیق اور مہر ثبت ہے، دہلی کے مطبوعہ چند رسائل وفتاوی پر بھی، حضرت مولانا کی تصدیق درج ہے، ایسے جو رسائل وفتاوی اس وقت تک میری نظر سے گزرے ہیں، ان میں سب سے قدیم رسالہ جس پر، حضرت مولانا کی بحیثیت فقیہ ومفتی کے تصدیق مہر شامل ہے ۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۹ء کا ہے، جو اس بات کی علامت ہے، کہ حضرت مولانا کا اس وقت تک، فقہی دنیا میں اعتبار واعتماد قائم ہو چکا تھا، (۱) اور اطراف ونواح کے علاوہ، دور دراز علاقوں میں بھی، حضرت مولانا کا نام ایک جید، صاحب اعتماد مفتی کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا تھا، مسائل وفتاوی پر مولانا کی مہر دیکھ پڑھ کر، اس پر اعتماد ہو جاتا تھا، حضرت مولانا کی وقت نظر اور فقہ وفتاوی میں بلند پروازی کے ساتھ ساتھ، حضرت مولانا سے رجوع اور اعتماد میں متواتر اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک حضرت مولانا کی حیثیت بنگال سے صوبہ سرحد اور بلوچستان تک، ایک بڑے معتمد اور دیدہ ور اور محتاط مفتی کی ہو گئی تھی اور حضرت مولانا فقہ وفتاوی پر بھی، امام عصر اور مرجع اہل نظر تسلیم کر لئے گئے تھے۔

اگرچہ حضرت مولانا کے فتوے، ملک کے دور دراز خطوں تک معروف ومعتمد شمار ہوتے تھے اور کتب ورسائل کے علاوہ اشتہارات کی صورت میں چھپ کر بھی، بہت دور دور تک پہنچتے اور لوگوں کے لئے اصلاح وعمل کا ذریعہ بنتے تھے، مگر اس دور میں حضرت مولانا کے فتاوی کی نقل رکھنے اور ان سے نفع اٹھانے کا کوئی اہتمام نہ ہوا ہو، راقم سطور کو اس کا سراغ نہیں ملا، حضرت مولانا کے فتاوی کے نقل کرنے اور یکجا فراہم کرنے کا سلسلہ، اس وقت شروع ہوا، جب حضرت مولانا نے، دوسرے سفر حج سے واپسی کے بعد، غالباً محرم ۱۲۸۲ھ جون ۱۸۶۵ء میں، حدیث شریف کی اعلیٰ ترین کتابوں، خصوصاً صحاح ستہ کے درس کا ارادہ کیا، جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی دور دراز کے علاقوں سے جید فاضل، جامع مدرسین، نہایت ذکی استعداد فارغین اور طلبہ، حضرت مولانا کے درس حدیث میں شرکت کے لئے گنگوہ آنے لگے، ان طلبہ کے ذریعہ سے حضرت مولانا کے علم وعرفان کا فیضان، ایک بڑے دریا کی صورت میں جاری ہوا اور اس کے پر بہار اثرات وثمرات کی خوشبو، برصغیر ہند کی سرحدوں سے گذر کر دور تک پہنچی، ملکوں ملکوں سے طلبہ درس حدیث لینے گنگوہ آنے، جو اپنے اپنے انتظام اور سہولت کے مطابق، گنگوہ میں قیام کرتے، حضرت کے درس حدیث میں حاضر ہوتے اور اپنے دامن علم ومعرفان سے جواہرات سے مالا مال کرتے تھے۔

(۱) لیکن بعض کتابوں پر تقریظات اس سے بھی پہلی ہیں، مثلاً مولانا فتح محمد صاحب تھانوی کی کتاب دلائل الاذکار حضرت مولانا گنگوہی کی تقریظ ہے، جو ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء کی مؤلف مطبوعہ ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان طلبہ کو، جب حضرت کے حدیثی افادات وارشادات کی، خاص معنویت، گہرائی وگیرائی کا اندازہ ہوا، تو ان افادات ومطالب کو محفوظ قلم بند کرنے کے، سلسلہ کا بھی آغاز ہوا، اسی وقت حضرت کے فتاوی کی نقلیں رکھنے کا سلسلہ شروع ہوا، اس سلسلہ کا سب سے پہلا مجموعہ، کس نے مرتب کیا اس کا تذکرہ آسان نہیں ہے لیکن راقم سطور کو جن چند مجموعوں کا علم ہے۔ ان میں سب سے پہلا مجموعہ افادات وہ ہے، جو مولانا شرف الحق دہلوی نے ۱۳۰۴ھ [۸۶-۱۸۸۵ء] میں مرتب وقلم بند کیا تھا۔ اس وقت سے حضرت مولانا کی وفات، بلکہ بعد تک، حضرت مولانا کے فتاوی کی جمع وترتیب ہوتی رہی، کل کس قدر مجموعے مرتب ہوئے، ان کی صحیح تعداد بھی معلوم نہیں، لیکن اس ذخیرہ میں سے، بارہ چودہ، چھوٹے بڑے مجموعوں کا، مجھے تعارف یا سراغ ملا ہے۔ تفصیلات درج ذیل ہیں:

نسخہ دہلی: مولانا شرف الحق صاحب، دہلی کی پنجابی برادری سے تعلق رکھتے تھے، دہلی کے اساتذہ سے ابتدائی تعلیم کے بعد، مدرسہ دیوبند [دارالعلوم] کے اساتذہ وعلماء، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور [شیخ الہند] مولانا محمود حسن صاحب وغیرہ سے اعلیٰ درسیات کی تعلیم مکمل کی، حدیث شریف کے درس واختتام کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، غالباً دو سال تک گنگوہ میں قیام کیا، جس میں سے خاصا وقت، حضرت مولانا کے دولت کدہ پر گزرا، اس دوران حضرت مولانا سے حدیث کی اعلیٰ کتابیں، خصوصاً دورہ حدیث شریف، بہت عمدہ طریقہ پر پڑھا اور مکمل کیا۔

مولانا شرف الحق صاحب نے اس قیام کے دوران یہ فیصلہ کیا تھا، کہ وہ حضرت مولانا کی درس کی تقریریں محفوظ وقلمبند کریں گے، اس کے علاوہ حضرت مولانا کے فتاوی کی نقلیں رکھنے کا بھی اہتمام کیا، حضرت مولانا کے ارشادات وملفوظات بھی لکھتے رہے، اس طرح مولانا شرف الحق نے ایک بڑا ذخیرہ یک جا کر لیا تھا، جو فل سکیپ {A/4} ناپ کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل تھا، جس میں حضرت کے تقریباً پانچ سو فتاوی بھی درج تھے۔ مولانا شرف الحق کے فرزند، امداد صابری صاحب نے لکھا ہے کہ:

> "اس قلمی کتاب میں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ حمیدیہ کے ۴۸۷ [چار سو ستاسی] فتوے نقل کیے ہیں" (۱)

یہ مجموعہ افادات وتقاریر ۴-۱۳۰۳ھ [۸۶-۱۸۸۵ء] میں قلم بند ہوا۔ مولانا شرف الحق نے اسی مجموعہ میں، حضرت مولانا کا رسالہ کراہت جماعت ثانیہ [القطوف الدانیہ] بھی نقل کیا ہے، اس کے آخر میں تاریخ تحریر اور گنگوہ میں اسی قیام کا واضح تذکرہ کیا ہے۔ تحریر ہے:

---

(۱) داستان شرف، حوالہ مولانا شرف الحق، تالیف امداد صابری صاحب ص ۲۰۰، دہلی

toobaa-elibrary.blogspot.com

"اضعف العباد، شرف الحق، خادم الدین دہلوی، بہ شب سہ شنبہ بماہ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ، بہ مکان مولوی ابوالنصر اور مولانا رشید احمد۔" (۱)

یہ مجموعہ جس میں حضرت مولانا کے بہت اہم اور خاص فتوے درج ہوئے ہیں، امداد صابری صاحب مرحوم کی وفات [یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۸ء] تک محفوظ تھا، اس کے بعد، اس قیمتی نسخہ پر کیا گزری، کہاں گیا، کچھ معلوم نہیں۔ بظاہر علوم معارف کا یہ گنجینہ ضائع ہو چکا ہے، ان کے ورثا سے بار بار رابطوں کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملا، کیا کہا جائے، فانا للہ وانا الیہ راجعون.

میری دلی دعا اور تمنا ہے اور قارئین کرام بھی اس میں شامل ہوں اور اس پر آمین کہیں، کہ یہ گوہر گرانمایہ ضائع نہ ہوا ہو، کہیں محفوظ ہو اور شائع ہو کر، اہل علم وذوق کی تسکین کی خاطر اور رہنمائی کا سامان بن جائے۔

۲- مجموعہ مرتبہ مولانا عبدالغفور چندیانوی، مکتوبہ ۱۳۱۱ھ: حضرت مولانا گنگوہی کے گم نام شاگردوں میں سے ایک عالم، مولانا عبدالغفور صاحب چندیانوی بھی تھے۔ چندیانہ، موجودہ ضلع بلند شہر مغربی یوپی کا ایک قصبہ ہے، یہاں کئی اہل علم پیدا ہوئے، ان میں سے مولانا چندیانوی بھی تھے، مولانا عبدالغفور صاحب نے بھی، حضرت مولانا گنگوہی کے فتاوی کا ایک نسبۃً مختصر مجموعہ مرتب کیا تھا۔

یہ مجموعہ چھوٹی پیمائش کے ایک کم سو (ننانویں) صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ گیارہ سطریں ہیں، سادہ رواں نستعلیق قلم ہے، جو بہت عمدہ اور پختہ نہیں ہے۔ اس میں حضرت مولانا گنگوہی کے تینتیس فتوے نقل ہوئے ہیں، آخر میں ایک مفصل فتوی میلاد کے موضوع پر فارسی میں ہے، یہی اس مجموعہ کا سب سے مفصل فتوی ہے، جو نو صفحات پر مشتمل ہے، [ص:۹۱ سے ص:۹۹] مگر اس فتوے کے آخر میں حضرت مولانا گنگوہی کے نام کی صراحت نہیں، اسی فتوے کے اختتام پر یہ مجموعہ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ آخر میں کاتب نسخہ نے اپنا نام اور تاریخ کتابت تحریر کی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

"تمام شد، راقم الحروف، المعروف والمشہور، سراپا قصور راجی رحمت ربہ الغفور، بندہ عبدالغفور چندیانوی۔

روز سہ شنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ، مطابق ۲ جنوری ۱۸۹۴ء۔

نسخۂ چندیانوی، پاکستان میں، انجمن ترقی اردو، کراچی کے ذخیرۂ خاص میں محفوظ تھا، اور اب یہ تمام کلکشن انجمن کی لائبریری سے نیشنل میوزیم، کراچی میں منتقل ہو گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو، کراچی کی فہرست مخطوطات میں، اگرچہ اس نسخہ کا تعارف کرایا گیا ہے، مگر کتاب کا نام، مصنف، سنہ کتابت سب غلط لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) داستان شرف، سوانح مولانا شرف الحق، تالیف عبدالصمد صارم صاحب ص ۲۰۰، طبع

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسالہ فقہ

صفحات ۹۹-سطور ۱۱-سنہ تصنیف قبل از ۱۲۶۲ھ

سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ

مزید تحریر ہے:

"زیادہ تر جوابات مولوی رشید احمد گنگوہی کی جانب سے ہیں، اور کمتر مولوی محمد یعقوب نانوتوی کی جانب سے۔"(۱)

خط شکستہ اور رواں ہے۔ مطبوعہ فہرست کے آخر میں ترقیمہ مصنف بھی نقل کیا ہے، مگر اس میں بھی سنہ تحریر غلط درج ہوا ہے۔ مرتب فہرست مخطوطات انجمن نے، یہاں بھی اس نسخہ کا سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ ہی لکھا ہے۔(۲)

یہ کتاب جس کا یہاں تذکرہ ہوا ہے، درحقیقت مجموعہ فتاویٰ حضرت مولانا گنگوہی ہے، جس میں سے صرف ایک فتویٰ [جس کی صراحت گزری] مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا شامل ہے۔ اس کے آخر میں صاف لکھا ہے۔

"کتبہ الراجی رحمت ربہ محمد یعقوب النانوتوی"

بہرحال یہ مجموعہ مولانا عبدالغفور چندیانوی کے قلم سے ہے، ترقیمہ کاتب فہرست مخطوطات انجمن میں بھی نقل ہوا ہے، مگر اس میں بھی سنہ تالیف درج کرنے میں، سہو ہوا ہے، اس میں شامل ایک بھی فتوے کی تاریخ تحریر یا ترتیب و کتابت کا، ۱۲۶۲ھ سے کچھ تعلق نہیں، ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ ۱۲۶۲ھ میں تو مولانا گنگوہی بالکل نوعمر تھے، دہلی میں تعلیم مکمل کر رہے تھے، اس لئے ممکن ہی نہیں کہ اس دور میں، حضرت مولانا نے کوئی فتویٰ لکھا ہو، اس کے مجموعہ کا مرتب ہونا، اس کی نقل و ترتیب تو دور کی بات ہے۔ اصل نسخہ کے ترقیمہ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مجموعہ ۱۳۱۱ھ [۱۸۹۴ء] کا مرتبہ و مکتوبہ ہے۔

راقم سطور کو اس نسخہ کا فوٹو اسٹیٹ، اس وقت انجمن ترقی اردو کے معتمد خصوصی [صدر نشیں] عالی شہرت یافتہ دوست، شاعر، جناب جمیل الدین عالی صاحب کی عنایت سے ملا تھا، میں نے اس کے مصارف اور ڈاک خرچ بھیجنا چاہا، تو عالی صاحب نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لکھا کہ "میرا بھی اس کار خیر میں کچھ حصہ ہو جائے گا" اس علم پروری کے لئے عالی جی، انجمن ترقی اردو اور نیشنل میوزیم، کراچی کا ممنون ہوں، شکریہ۔

۳-مجموعہ مولانا نظیر حسین، فرخ آباد۔ مکتوبہ غالباً ۱۳۲۱ھ فرخ آباد، یوپی کے ایک عالم، مولانا نظیر حسین صاحب کا، حضرت مولانا گنگوہی سے خاص رابطہ رہتا تھا، فقہی سوالات علمی مسائل و مباحث کے لئے حضرت مولانا

(۱-۲) مخطوطات انجمن ترقی اردو۔ مرتب افسر صدیقی امروہوی ص ۸۲ جلد دوم۔ [کراچی ۱۹۶۲ء]

سے فتاویٰ تحریر کرتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا اپنے معمول کے مطابق ان کے جوابات لکھتے تھے، مولانا نظیر حسین صاحب سے جواب بھیجا تھا، اپنے سوالات اور حضرت مولانا کے جوابات، ایک مجموعہ میں یک جا نقل کرالئے تھے، مگر اس کا نوٹ خیال ہے، وہ مکمل نہیں ہے۔ خیال یہ ہے کہ مولانا نظیر حسین صاحب نے کسی کاتب ناقل سے حضرت مولانا گنگوہی کے زیر تصرف فتاویٰ اور مکتوبات کے علاوہ اور بھی چند تائیدی یا رسالے ایک مجموعہ کے طور پر نقل کرائے تھے، لیکن اس مجموعہ فتاویٰ کے ساتھ اور رسالے شامل نہیں، اظہار ان کو اس مجموعہ سے علیحدہ کرلیا گیا اور صرف فتاویٰ کا یہ حصہ میرے نسخہ میں ہے۔

زیر نظر مجموعہ درمیان پیش سے بتیس ورق یا چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے، انتحقیق پختہ تحریر ہے، عمومی صفحہ سولہ سطور ہیں، بعض صفحات پر مزید بھی ہیں، چند صفحوں کے حاشیوں پر سوال نامہ یا جواب کا کچھ حصہ نقل ہوا ہے، سرورق کے بعد دوسرے صفحہ سے اس کا مکتوب الیہ کے آغاز ہوا ہے، اور اس کے نوٹ پر ورق نمبر درج ہے صفحہ ایس کا نشان بھی واضح ہے، یعنی اصل مجموعہ میں سے اس مکتوبات و فتاویٰ یہ بتیس صفحات اس طرح میں موجود نہیں ہیں، مگر اس کے بعد کے اکثر صفحات کی ترتیب نوٹ خیال صاف نہ ہونے کی وجہ سے واضح نہیں رہی، شبہ ہوتا ہے کہ درمیان سے بھی بعض صفحات اور مسائل کے جوابات غائب ہیں، چند مکتوبات پر تاریخ درج ہے، بعض پر نہیں ہے، لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نظیر حسین کا حضرت مولانا سے علمی استفتاء اور فتاویٰ و تحریرات کا سلسلہ خاصا طویل تھا۔ اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس مجموعہ میں مولانا نظیر حسین صاحب سے دریافت کئے تمام سوالات کے جوابات شامل نہیں ہیں، اس کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات احباب میں سے اہل بیت میں شامل ہونے سے موضوع پر ایک سوال کا جواب جو حضرت کے ایک اور قلمی مجموعہ فتاویٰ مجموعہ ۱۵ ورق ۲۵ صفحہ قدیم میں درج ہے، وہ اس نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

اس مجموعہ میں شامل حضرت مولانا گنگوہی کے ایک خط کے آخر میں ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ / ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۰ء تاریخ تحریر رقم ہے اور اس مجموعہ کے شمار سے یہی اس مجموعہ کا آخری خط بھی ہے، اور اس خط کے آغاز پر مکتوب الیہ کا نام ۳۰ کے اندراج سے، یعنی اس مجموعہ میں شامل حضرت مولانا کے جملہ مکتوبات و فتاویٰ ۳۰ وسط ۱۳۱۸ھ تک کی یادگار ہیں۔

مولانا نظیر حسین نے ان مکتوبات و فتاویٰ کو کتابی صورت میں کس سے اور کس وقت مرتب و یکجا کرایا، زیر نظر فوٹو نسخہ سے کچھ پتہ نہیں چلتا، لیکن فوٹو نسخہ کے پہلے صفحہ پر، مولانا نسیم احمد صاحب فریدی کے، کسی کاتب کے قلم سے یہ الفاظ تحریر ہیں

toobaa-elibrary.blogspot.com

"کتبہ عبدالرحیم فرخ آبادی، ماہ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ"

کاتب کا یہ نام اور تاریخ اختتام کتابت، غالباً اس مجموعہ فتاویٰ کے ساتھ نقل کی اور کتاب پر درج ہوئی، جو اسی کاتب کے قلم سے لکھی ہوئی ہوئی، جس نے یہ مجموعہ فتاویٰ مرتب اور نقل کیا ہے، اس سے مولانا فریدی صاحب نے یادداشت کے لیے اس نسخہ مکتوبات و فتاویٰ پر لکھوا دیا ہوگا، یعنی کہا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ فتاویٰ بھی ۱۳۲۱ھ (اپریل مئی ۱۹۰۴ء) کا مکتوبہ ہے۔

۴۔ نسخہ سہارنپور، مکتوبہ در حیات حضرت گنگوہی: حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کے، حضرت مولانا کی حیات میں مرتب و دریافت مگر غیر مطبوعہ، قلمی نسخوں میں، سب سے اہم مع اور مفصل ترین، مجموعہ وہ ہے، جو کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور میں محفوظ ہے۔ (۱) یہ نسخہ اگرچہ اول آخر سے کسی قدر ناقص ہے، شروع سے غالباً ۱۰۰ ورق یا تین صفحات غائب ہیں۔ آخر میں مضمون تو مکمل ہے مگر ایسا خیال ہوتا ہے کہ کاتب و ناقل (یا مرتب) کا پھر اور بھی لکھنے کا ارادہ تھا، مگر اس کا موقع نہیں ملا اور یہ اہم کام آخر سے ناتمام رہ گیا۔ اس نسخہ پر مرتب و ناقل کا نام اور تاریخ و سنہ کتابت موجود نہیں۔

تاہم یہ نسخہ حضرت مولانا کے غیر مطبوعہ فتاویٰ کا نہایت ہی قیمتی مجموعہ ہے، جس میں مسائل و مباحث کا تنوع، ان کی تعداد، نیز علمی استدلالی پہلو سے افادیت و معنویت اور تمام نسخوں سے بہت زیادہ ہے۔ حضرت مولانا کے دست مبارک سے موجود فتاویٰ کے بعد، غالباً حضرت سے فتاویٰ کا کوئی اور مجموعہ اس کا ہم پایہ، اس وقت تک دریافت نہیں ہوا۔

یہ نسخہ ۱۵ × ۲۰ سینٹی میٹر سائز کے دو سو چوالیس صفحات پر مکمل ہوا ہے، فی صفحہ عموماً تیرہ یا چودہ سطر آئی ہیں، تحریر صاف نستعلیق ہے، کاتب کے قلم سے، قلم کی یکسانیت اور طبیعت کے ٹھہراؤ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اگرچہ اس میں مرتب اور کاتب کا نام اور سنہ ترتیب و تحریر درج نہیں مگر اس کے مندرجات سے واضح ہے، کہ یہ نسخہ حضرت مولانا گنگوہی کی زندگی میں جمع اور نقل کیا گیا تھا۔ اندرونی صفحات میں، حضرت مولانا کے دستخطی صداقت کے بعد "مدظلہ العالی، مولانا مدظلہم۔ تحریر: جناب مولانا صاحب مدظلہ" صاف لکھا ہوا ہے، اور اس کے درج فتووں کے ضمنی اندراجات سے یہ بھی تائید ملتی ہے کہ یہ مجموعہ ۱۳۰۰ھ اور اس کے بعد کے چند سال کے فتاویٰ پر مبنی ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس میں ایک فتوے پر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تصدیق درج ہے، "الاحوط صحیحۃ محمد یعقوب نانوتوی" (ص ۱۲ قلمی)، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ، ۲۲ دسمبر ۱۸۸۴ء میں وفات ہوئی تھی، یعنی یہ فتویٰ اس سے پہلے لکھا گیا تھا،

---

(۱) اور جس کی فہرستی اور مت کے تعلق و تعارف کے عنوان کا شرف راقم سطور کو بھی ہے کہ کبھی برسوں پہلے وہاں اور اس کے ذخائر کے ساتھ جو مسرت و دلچسپی وقت گزارنے کا موقع ملا تھا اس کے بغیر ہمارے تعلق پسند مزاج کا اطمینان و تسلی نہیں ہوتی، اس لئے عرض کیا جاتا ہے کہ یہ نسخہ مدرسہ کے قدیم کتب خانہ میں اس صورت میں ہے، جو مدرسہ مظاہر علوم کی سب سے پہلی وہ قدیم عمارت اور یادگار ہے، اسی میں وہ حجرے اور ان کے ساتھ کی مدرسہ کی سب سے پرانی مسجد بھی ملحق ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

نیب اور موقع پر سوال کرنے والے نے وضاحت کی ہے "آج بروز بدھ، ۱۰ فروری ۱۸۸۷ء، ص ۱۲۰ قلمی ایہ تاریخ ۸ جمادی الاول ۱۳۰۴ھ کے مطابق ہے، اس ترتیب کا اگر خیال کیا جائے، تو کہا جا سکتا ہے کہ اس نے بعد کے فتوے بھی، اسی دور کی یادگار ہوں گے۔

یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس مجموعہ کا مرتب یا کاتب، حضرت مولانا کی خدمت کا حاضر باش، شاگرد، یا خصوصی تعلق رکھنے والا فاضل ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے "تقریر مولانا مدظلہ العالی" یہ تقریر عقائد کے موضوع پر، رد نیچریہ وغیرہ کے نکات پر مشتمل ہے، جن کا عام لوگوں کے لئے سمجھ لینا بھی آسان نہیں۔ اس توضیح محفوظ اور قلم بند کر لینا تو خاص صلاحیت اور فہم کے بغیر، متوقع ہی نہیں۔

حضرت مولانا کے خود نوشت فتاویٰ کے بعد، راقم سطور کے مرتبہ زیر نظر مجموعہ باقیات کا، یہی سب سے بڑا اور مرکزی ماخذ ہے۔

۵۔ نسخہ رام پور، مکتوبہ بعد از وفات حضرت مولانا: حضرت مولانا کے فیہ مطبوعہ فتاویٰ کے چند نسخوں میں سے ایک مختصر سا مجموعہ وہ ہے، جو مدرسہ فرقانیہ رام پور کے علمی ذخیرہ میں موجود ہے۔ یہ مجموعہ فل سائز {A/4} پیمائش کے صرف انتیس (۲۹) صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ پندرہ سطور آئی ہیں، غالباً لکھنے والے دو صاحبان ہیں، دو علیحدہ قلم صاف محسوس ہوتے ہیں۔ اس مجموعہ کے سرورق پر لکھا ہے

"فتاویٰ شتی، از مولانا رشید احمد صاحب"

مگر اس میں حضرت مولانا کے علاوہ چند اور صاحبان کے فتاویٰ بھی شامل ہیں، بعض فتوے ایسے ہیں جن پر مولانا نے صرف تحسین فرمائی ہے تاہم چند فتوے ایسے بھی ہیں جو اور مجموعوں میں موجود نہیں، اس لئے اس نسخہ کی ایک جزوی اہمیت ہے، اگرچہ اس پر کاتب کا نام اور نہ تاریخ کی صراحت نہیں ملی ایک جگہ لکھا ہے

"خط سلسلہ کا روانی حضرت قدس سرہ نہایت، اس لئے پڑھا تھا" [ص ۱۲]

جو اس کی شہادت ہے۔ یہ حضرت مولانا کی وفات کے بعد نقل کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ مدرسہ فرقانیہ رام پور یوپی کے ذخیرہ میں موجود ہے، اس ذخیرہ کے فہرست نگار کی اطلاع ہے۔ یہ نسخہ حضرت نانوتوی کے ایک بہت ممتاز شاگرد مولانا سید احمد حسن امروہوی کے قلم سے ہے۔ (۱) یہ اطلاع صحیح ہے تو بلاشبہ اس مجموعہ کا حضرت گنگوہی کے معتمد ترین فتاویٰ میں شمار کیا جائے گا۔ مگر اس نسخہ کے فوٹو اسٹیٹ پر ایسی کوئی علامت واضح موجود نہیں، جو اس اطلاع کی تصدیق کرتی ہو۔

---

(۱) [illegible] نے مجموعہ فتاویٰ [illegible] اس مجموعہ فتاویٰ [illegible] نام سے [illegible] ہے۔ [illegible] ۱۹۹۲ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

۶۔ نسخہ حسن پور: ایک اور مختصر مجموعہ فتاویٰ، جس پر کاتب و ناقل کا نام اور دیگر تفصیلات درج نہیں ہے، نسخہ حسن پور کہا جاتا ہے۔ یہ نسخہ حضرت مولانا گنگوہی کے خلیفہ مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری (حسن پور ضلع مراد آباد) یوپی کے ذخیرہ کی باقیات میں سے ہے، مگر تعجب ہے کہ اس مجموعہ میں ایک بھی نیا فتویٰ یا افادہ نہیں ہے، اس میں درج تمام فتاوے چندیانوی میں موجود ہیں، اس لئے نسخہ حسن پور کا صرف ایک ضمنی حوالے کے طور پر تذکرہ اور استعمال کیا جا سکتا ہے۔ راقم نے بھی یہی کیا ہے۔

۷۔ اوراق کراچی: حضرت مولانا گنگوہی کے افادات اور فتاویٰ کا ایک چھوٹا سا نسخہ قومی عجائب گھر کراچی میں بھی ہے، جس کا فہرست مخطوطات اردو قومی عجائب گھر میں ان الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے

"تقطیع ۲۴½ × ۱۵½ س م۔ اوراق ۷۔ طور ۱۴۔ خط نستعلیق معمولی، سنہ کتابت اوائل بیسویں صدی عیسوی، قیاساً کاتب نامعلوم۔(۱)

اس مجموعہ کے بیشتر صفحات، حضرت مولانا نے مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے سوالات کے جوابات میں ہیں، اس میں مولانا انبیٹھوی کے نام مکتوبات نقل ہیں، البتہ آخری تین صفحوں میں ایسے فتاویٰ بھی ہیں جو کسی اور مجموعہ میں نہیں ملے، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی کے مراسلات اور ان کے شبہات کے جوابات کا ایک حصہ تذکرۃ الخلیل میں شائع ہو چکا ہے، تاہم اس مجموعہ کی مزید تحقیق کی ضرورت ہے، اوراق کراچی سے استفادہ تعیین راقم نے ان اوراق کو اس مجموعہ میں شامل کر لیا ہے، اوراق کراچی سے نئی معلومات مرتب ہیں۔ ان صفحات کا عکس جناب راشد شیخ صاحب نے اپنی عنایت سے علاوہ اس کے لئے تہہ دل سے ممنون ہوں، جزاہ اللہ خیرا

۸۔ درج بالا مجموعوں کے علاوہ متفرق قلمی فتاویٰ حضرت مولانا کے بہت سے فتاوے، جو خود حضرت مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں اور بعض مہر سے بھی آراستہ ہیں مختلف اصحاب کے ذخیروں میں موجود ہیں، ان سے زائد فتاویٰ جو حضرت کے قلم سے علیحدہ علیحدہ اوراق پر لکھے ہوئے ہیں، راقم کے ذاتی ذخیرہ کی زینت ہیں، ان میں سے بعض پر حضرت کی مہر بھی ہے، ایک فتویٰ ایسا بھی ہے، جو اگرچہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے قلم سے ہے، مگر اس پر حضرت کی مہر ثبت ہے۔ ہمارے قدیم کلکٹر یلو ذخیرہ میں حضرت مولانا گنگوہی کی صرف یہی ایک یادگار، یا تحریر محفوظ رہ سکی۔

لاہور میں شاہ نفیس الدین صاحب کے ذاتی ذخیرہ میں بھی حضرت مولانا کے دو تین خود نوشت فتاویٰ تھے، شاہ صاحب نے راقم کو ان کا عکس عنایت کیا، ایک دو فتاوے حضرت کے فرزند مولانا حکیم مسعود احمد گنگوہی کے تھے، اور ڈاکٹر سید معین الرحمان صاحب لاہور، پاکستان کے گھر میں موجود تھے، جو انہوں نے شائع کر دیئے تھے، ان کے علاوہ بھی متعدد فتاویٰ مختلف

(۱) فہرست مخطوطات اردو قومی عجائب گھر کراچی، پاکستان، ص ۵۹، مرتبہ ظفر اقبال صاحب، کراچی ۱۹۹۰ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسئلہ ان مستفتیوں کے پاس موجود ہیں ان میں سے بعض فتاوے مجموعوں میں شائع ہو گئے ہیں اور بعض کے شائع ہونے کا انتظار ہے۔ [illegible]

۹- چند متفرق قلمی فتوے: فتاویٰ حضرت مولانا گنگوہی کے اور بھی بہت متفرق اور غیر مطبوعہ مجموعوں کے علاوہ حضرت کے چند اور غیر مطبوعہ فتوے بھی ہیں جو ان میں سے کسی بھی مجموعہ میں شامل نہیں لیکن ان کی جگہ جگہ متعدد نقول، حضرت مولانا کے تلامذہ و مستفتین یا معتمدان معمولات کے قلم سے موجود ہیں۔ اس طرح کے جو فتاویٰ مجھے ملے ہیں وہ حسب ترتیب ابواب کتاب میں شامل کر دیے گئے ہیں جگہ جگہ متعارف غیر مطبوعہ فتاویٰ معلوم ہوں۔

۱۰- چند فتاویٰ کے معتبر قلمی نسخے: حضرت مولانا کے فتاویٰ کے چھوٹے بڑے مرتب نسخوں کے علاوہ بعض فتوے ایسے بھی دستیاب ہوئے جو اگرچہ خود حضرت مولانا کے قلم سے نہیں ہیں لیکن ان کی مرتب مجموعہ میں شامل ہیں۔ ہر یہ ایک ایک دو دو فتوے علیحدہ علیحدہ کئی معتمد ہاتھوں کے قلم سے نقل ہیں۔ یہ فتوے بھی حسب موقع اس مجموعہ میں آگئے ہیں۔ راقم نے ان کا مفصل حوالہ بھی دیدیا ہے۔

● **مطبوعہ مگر نادر و کمیاب فتاویٰ:** حضرت مولانا کے کم سے کم دو تین مفصل فتوے جو کتابی صورت میں چھپے ہوئے ان کے علاوہ بھی چند سوال فتوے ایسے ہیں جو حضرت مولانا کی حیات میں شائع ہو گئے تھے مگر ان کا عموماً کسی مذکرہ کسی آخر تذکرۂ رشیدہ اور معروف فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ان کا تعارف یا نقل شامل نہیں ہوسکا۔

۱۱- الف: فیوض رشیدیہ: اس میں حضرت مولانا کے تحریر کئے ہوئے چند سو سوالات پر فتاویٰ کے جوابات شائع کئے گئے تھے مگر اس میں نہ ان کی وضاحت ہے کہ یہ سوالات کس نے کئے تھے اور نہ یہ کہ فیوض رشیدیہ کا مرتب کون ہے۔ اس پر کوئی تسمیہ، مقدمہ، شرکت یا سنہ اشاعت چھپا ہوا نہیں ہے۔ اس کے سرورق پر صرف حضرت مولانا گنگوہی کا نام ہی تحریر ہے اور یہ لکھا ہے

"حسب فرمائش حاجی خدا بخش صاحب بانی مدرسہ فخر المدارس چھپا"

اس طباعت میں نہایت معمولی گھٹیا کاغذ استعمال ہوا ہے۔

فیوض رشیدیہ میں درج سوالات کے جواب کے آخر میں حضرت مولانا کے دستخط بھی مرقوم ہیں اور سب سے پہلے اور آخری فتوے کے بعد اس فتاویٰ کے معروف علماء کے دستخط بھی شامل ہیں۔ بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ یا مجموعہ فتاویٰ ۱۳۰۰ھ تا ۱۳۰۲ھ میں چھپا ہوگا مگر تعجب ہے کہ حضرت مولانا کے حواشی و سوانح پر لکھی گئی

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے ہیں اور فتاویٰ میں مسائل کا کیسی عمدہ تحقیق طلب اور نوعیت ہے اور شریعت کا ایک نکتہ سمجھانے کے لئے کیسی کیسی نظیریں پیش کی ہیں اور کیسی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔

۱۳-ب: فتاویٰ عشر یہ چھوٹا سا مجموعہ ۱۲ سوالوں کا ہے جو فتاویٰ رشیدیہ کے کاشتکاروں کے نام پر لکھے ہوئے ان میں عشر کے متعلق بارہ سوالات اور حضرت مولانا کے جوابات درج ہیں۔ جواب کے نقطہ پر بیس عنوانی تصریحات اور ضروری ترمیم و تنقیح کی گئی ہیں۔ اس میں سے ایک عریضہ کی تاریخ تحریر ۲۰ شوال ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء ہے جس سے واضح ہے کہ یہ فتاویٰ بھی اسی سال رقم فرمائے گئے تھے۔

یہ مختصر رسالہ مولوی مرشد مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی فرمائش پر حضرت مولانا رائے پوری کے ایک خاص تعلق اور خدمت قرآن مجید میں حضرت مولانا رائے پوری کے استاد مولانا نور محمد صاحب حقانی ندھیانوی مؤلف نور القواعد نے اپنے مطبع حقانی سرائی ندھیانہ سے شائع کیا تھا۔ لکھا ہے

"یہ رسالہ جناب مخدومی مکرمی مشفقی مولوی حافظ عبدالرحیم شاہ صاحب مہتمم مدرسہ سراجیہ رائے پور ضلع سہارنپور نے مرتب کر دیا ہے، چونکہ کثرت کاشتکاران اس مسئلہ سے بے خبر ہیں لہٰذا احقر العباد نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی نے اپنے مطبع میں چھاپ کر شائع کیا۔ امید ہے کہ جملہ مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مولانا موصوف اور احقر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں"

۱۳-ج: رسالہ تحقیق الضاد والمصافحہ: یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں مصافحہ کے مسنون طریقہ اور عادۃً ہاتھ ملانے کے عنوان پر حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی حضرت مولانا گنگوہی اور بعض اور علماء کے فتاویٰ ایک جا شائع کئے گئے ہیں۔ سرورق پر لکھا ہے

فتاویٰ جامع معقول و منقول مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی و مولانا عبدالحی صاحب برہانپوری۔ فی مسئلۃ

تحقیق الضاد والمصافحہ

یہ رسالہ مولوی حفیظ اللہ بیگ صاحب کی فرمائش سے مطبع گل زار برہانپور سے ۱۳۰۳ھ ۱۸۸۶ء میں چھپا تھا۔ اس میں درج حضرت مولانا کے فتاویٰ بھی مرتب ہیں اور میری معلومات کے مطابق اب تک کسی مجموعہ میں شامل نہیں کئے گئے۔

۱۴-حضرت کی زندگی میں شائع کچھ متفرق فتوے: ایسے فتاویٰ کی بہ ظاہر کوئی بڑی تعداد نہ ہوگی، جو حضرت مولانا کی موجودگی میں مختلف دینی فقہی تالیفات و رسائل میں، حضرت مولانا کی خاص تحریر کے طور پر یا ان مسائل کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

تصدیق میں شائع کئے گئے۔ اس وقت اس طرح کی تالیفات اور رسائل کی ایک تحریر واشاعت کا عام ذوق تھا، جس میں حضرت مولانا اور سلسلہ ولی اللہی کے متوسلین پیش پیش رہتے تھے، اور ان پر حضرت کی تصدیق یا فتوے کی شمولیت، یقیناً اس کتاب کے علمی وزن میں اضافہ کا اور قبول عام کا ذریعہ بنتی تھی، بہر حال حضرت مولانا کے یہ فتاوی، ان کتابوں کے اوراق میں، پوشیدہ اور بکھرے ہوئے ہیں، میرا خیال ہے کہ ان کی تعداد سینکڑوں میں ہوگی، مجھے محدود مطالعہ اور محدود ترین وسائل کے باوجود، ایسے پچیس سے زیادہ فتاوی ملے، جو اس مجموعہ میں حسب موقع شامل ہیں، ان کا تعارف بھی ساتھ ہی درج ہے، کوئی اللہ کا بندہ تلاش کرے، تو حضرت مولانا گنگوہی کے اور پچاسوں فتوے ملیں گے۔

احکام شریعت رسوم وبدعات اور عقائد ومسائل کی وضاحت پر، شائع کئے ہوئے اشتہارات

حضرت مولانا گنگوہی صرف مسائل کے جاننے بتانے کی حد تک مفتی اور فقیہ نہیں تھے، بلکہ حضرت مولانا ایک بہت بڑے دینی مصلح بھی تھے، پورے ملک میں مسلمانوں میں عقیدہ کا جو بگاڑ، رسوم وبدعات کے اہتمام کی وجہ سے جو خرابیاں اور معاملات کے شرعی احکام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جو غلط طریقے رواج پا رہے تھے، حضرت مولانا، ان پر بہت دور تک، بڑی گہری اور مبصرانہ نگاہ رکھتے تھے۔ جب پورے ملک میں عموماً اور کسی خاص خطہ میں خصوصاً عقیدہ کے کسی پہلو سے کمزوری سامنے آتی، کسی نئی بدعت اور طریقہ کا رواج بڑھتا، یا عام مسلمانوں میں کسی بھی، فقہی شرعی پہلو کی جانب سے بے خبری یا بے توجہی کا مشاہدہ اور علم ہوتا اور اس سلسلہ میں کثرت سے سوالات اور استفتاء آتے، تو ان سوالات کے مجموعی مندرجات سے ایک سوال مرتب کر کے، یا کسی جامع ترین سوال کو سامنے رکھ کر، اس کا مفصل جامع جواب تحریر فرماتے اور اس جواب کو، اپنے دستخط اور مہر سے مزین فرما کر، اشتہار کی صورت میں شائع کرا دیتے تھے اور پھر وہ اشتہار سفر کرتا ہوا، بنگال سے افغانستان وترکستان تک پھیل جاتا تھا اور بفضلہ تعالیٰ اس کی یہ رہنمائی اور اطلاع، نہایت مفید وکارآمد ثابت ہوتی تھی اور جو کام علاقہ میں موجود، بڑے واعظین اور اہل دین کے لئے مسئلہ بنا ہوا ہوتا تھا، وہ اس کی وجہ سے حل ہو جاتا اور اکثر لوگ حضرت کے فتاوی کو بلا تکلف مانتے، قبول کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

اس مبارک سلسلہ کا حضرت نے کب، کس موقع سے آغاز فرمایا تھا، مجھے اس کا سراغ نہیں ملا، لیکن ۱۳۰۰ھ [۱۸۸۲-۸۳ء] کا مطبوعہ اشتہار [فتوی] معلوم ہے، اور اس وقت سے حضرت کے وفات کے قریب تک، اس طرح کے اشتہارات مختلف موضوعات ومباحث کی مناسبت سے متواتر چھپتے رہے، ایسے کل کس قدر فتاوی یا اشتہارات، حضرت کی جانب سے یا حضرت کے نام سے چھپے، اس کی تحقیق بھی آسان نہیں۔ تاہم حضرت مولانا کے اس قسم کے متعدد اشتہارات کا مختلف علمائے کرام نے، اپنی تصنیفات ومؤلفات میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو:

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) ''المهند علی المفند'' میں حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی مہاجر مدنی نے مرزا قادیانی کے سلسلہ میں، حضرت مولانا گنگوہی پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

''وفتوی شیخنا ومولانا رشید احمد الگنگوهی رحمه الله فی کفر القادیانی، قدطبعت وشاعت، یوجد کثیر منها فی ایدی الناس''(۱)

اور ہمارے شیخ اور رہنما، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ قادیانی کے کافر ہونے کے متعلق شائع ہوکر عام ہو چکا ہے، اس کے نسخے کثرت سے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں

اس میں جس فتویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ اشتہار کی صورت میں چھپ کر تقسیم ہوا تھا، اس کی تصدیق خود مرزا قادیانی کی تحریروں سے بھی ہو رہی ہے۔ مرزا قادیانی نے انوار اسلام میں لکھا ہے:

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ، میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی، ایمانداری پرکھنے کے لئے، جنہوں نے اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے، کہ یہ شخص کافر اور دجال اور شیطان ہے، اور اس پر لعنت اور سب وشتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے، اور اس اشتہار کے وہ سب مکفر مخاطب ہیں، جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے (۲)

دوسری جگہ کہتا ہے:

اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا اور ایک اشتہار میرے مقابل پر نکالا اور جھوٹے پر لعنت کی اور تھوڑے دنوں کے بعد اندھا ہو گیا، دیکھو اور عبرت پکڑو (۳)

(۲) زمیندارہ ختم ہونے سے پہلے، کاشتکاروں کے لئے، حق موروثیت کا ایک سرکاری ضابطہ تھا، جو خلاف شریعت تھا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا کا ایک فتویٰ، اشتہار کی صورت میں چھپ کر عام ہوا تھا، یہ فتویٰ مولانا محمد خطیب دیوبندی [ناظم جمعیۃ اسلام، دیوبند] کے پاس موجود تھا۔ مولانا نے اپنی تالیف رسالہ زمیندارہ بل میں، حضرت مولانا گنگوہی کا یہ مفصل فتویٰ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

---

(۱) المهند علی المفند ص: ۸۲۔ [مکتبہ حنفیہ جامع مسجد گنبد والی جہلم]

(۲) انوار اسلام ص: ۲۶۔ طبع اول۔ نیز روحانی خزائن [مجموعہ تالیفات مرزا قادیانی] ص: ۴۷ جلد نمبر ۹

(۳) نزول المسیح ص. ۳۲ [طبع اول اگست ۱۹۰۹ء] نیز روحانی خزائن [مجموعہ مؤلفات مرزا ص: ۴۰۹ جلد: ۱۸]۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں حضرت مولانا کا کئی جگہ نام آیا ہے، اگرچہ وہ سب عبارتیں اور حوالے راقم کی نظر میں ہیں مگر یہاں ان کی ضرورت نہیں، تاہم ان سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی، حضرت مولانا کو اور بہت سے علماء کی طرح، اپنا سخت ترین مخالف، بدترین دشمن اور ناقد کہتا اور سمجھتا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

''یہ فتویٰ حضرت گنگوہی کے زمانہ میں بصورت اشتہار شائع ہوا تھا، یہ مطبوعہ اشتہار دفتر جمیعۃ اسلام میں محفوظ ہے''(۱)

اشتہار کی صورت میں شائع، دو فتاویٰ جو میرے پاس موجود ہیں خود راقم سطور [نورالحسن راشد کاندھلوی] کے ذخیرہ میں بھی، حضرت کے اس طرح کے دو اشتہار یا فتوے موجود ہیں، ان کا کسی قدر مفصل تعارف حاضر ہے، جس سے حضرت مولانا گنگوہی کے اس طریقہ کی افادیت اور تفصیل سامنے آئے گی۔

(الف) پہلا فتویٰ یا اشتہار نکاح بیوگان کے سلسلہ میں ہے۔ اس دور میں اس موضوع اور خدمت پر علماء کرام اور مصلحین کی خاص نظر رہتی تھی اور وہ نکاح بیوگان کے احیاء کے لئے متواتر کوششیں فرماتے رہتے تھے، منجملہ ان کے حضرت مولانا گنگوہی بھی تھے۔ حضرت مولانا کے اس موضوع پر کئی فتوے صادر ہوئے اور حضرت مولانا نے عملی طور پر بھی، اس کے لئے جدوجہد فرمائی، اسی کی ایک خاص تحریک اور جدوجہد کے موقع پر شائع، زیر تعارف فتویٰ بھی ہے۔

یہ فتویٰ ''اعلان ضروری'' کے عنوان سے شائع کیا گیا تھا، جو چون ۵۴ سینٹی میٹر لمبا، چھتیس سینٹی میٹر چوڑا اور تقریباً پچاس سطروں کے، مفصل مضمون پر مشتمل ہے۔ اس میں اول ایک تمہید ہے، اس میں بیوہ عورتوں کے نکاح کی فضیلت بیان کی گئی ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کے نکاحوں کی تفصیلات، ایک نقشہ کی صورت میں واضح کی گئی ہیں، اس کے بعد نکاح بیوگان کی فضیلت اور اس کے اثرات اور منافع کا مزید تذکرہ ہے، اس کے تحت:

''فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہی معہ مواہیر و دستخط دیگر علمائے اہل سنت''

کے جلی عنوان سے، حضرت مولانا گنگوہی کا مفصل فتویٰ درج ہے، جس میں نکاح بیوگان کی ضرورت اور اس کی مخالفت کرنے والوں کا شرعی حکم، وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس فتوے پر اسی علاقہ کے بیسیوں علماء کی مفصل و مختصر تصدیقات ثبت ہیں، آخر میں مختلف بستیوں کے ایسے ذمہ داران کے نام لکھے ہیں [جو بیشتر راجپوت برادری سے تعلق رکھتے ہیں] جنہوں نے ان کے اس فتوے کی تائید کی تھی اور نکاح بیوگان کو رواج دینے کے لئے کوشش کا ارادہ کیا تھا۔

یہ اشتہار مولوی پیر محمد صاحب سہارنپوری کی فرمائش پر، مطبع مجتبائی دہلی سے، ۶/ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ [۴/ اگست ۱۸۸۹ء] کو چھپا تھا۔

(ب) ایک اور اشتہار ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے، یہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کی تالیف: ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں میلاد کے موضوع پر ہے۔ اس میں حضرت حاجی صاحب کی رائے کی نسبت سوال کیا گیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

---

(۱) رسالہ زمیندار اوکاڑہ، مرتبہ ۱۱۰ مولانا محمد خطیب دیوبندی، حاشیہ ص ۱۱ [مجموعہ مقالات پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۶۶ھ - ۱۹۴۷ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

''چوں کہ فیصلہ ہفت مسئلہ سے اکثر لوگوں کو شبہ ہوتا ہے، اس نے اسکے متعلق رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ جو مطبع نظامی میں طبع ہوا ہے،(۱) اور حضرت حاجی صاحب سلمہ کی طرف سے منسوب ہے اور اس میں اہل بدعت کی تائید اور اہل حق علمائے دین، محققین کی مخالفت کی گئی ہے، آیا اس کا حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہیں! علاوہ اس کے اس پر عمل کرنا اور ترغیب دلانا درست ہے یا نہیں''۔؟

حضرت مولانا نے اس کا مفصل جواب دیا ہے، جس میں بتایا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو رسوم اہل زمانہ کی خبر نہیں، کہ وہ ان زائد چیزوں اور بے اصل باتوں کو، کس قدر ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن آخر میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

''حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں، کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے''

اس اشتہار پر ناشر مطبع یا سنہ طباعت کا اندراج نہیں، صرف آخر میں حضرت مولانا کے دستخط اور مہر ہے۔ اسی پر یہ اشتہار یا فتویٰ ختم ہو گیا ہے۔

دو اشتہار اور: حضرت مولانا کے فتاویٰ پر مشتمل ایسے دو اشتہار جو اور مضامین و عنوانات پر مشتمل تھے، ایک جگہ سرسری نظر سے دیکھنے کا موقع ملا تھا، خیال تھا کہ بعد میں ان کا فوٹو مل جائے گا مگر وہ صاحب جن کے پاس یہ فتوے تھے، اچانک وفات پا گئے، بعد میں ان اشتہارات سے استفادہ ممکن نہ ہوا۔

ایسے اشتہارات و فتاویٰ کا ایک بڑا ذخیرہ: یہاں دلی افسوس کے ساتھ یہ بھی لکھ رہا ہوں، کہ میں نے ایک کتاب خانہ یا علمی ذخیرہ میں، ایسے اشتہارات کا ایک خاصا بڑا مجموعہ یا بنڈل دیکھا تھا، جس میں حضرت مولانا گنگوہی کے شائع کئے ہوئے اور حضرت کے فتاویٰ کی اشتہار نما اشاعتیں برسہا برس کی طویل محنت و تلاش کے بعد جمع کی گئی تھیں۔ یہ اشتہار اندازاً ستر پچہتر تو یقیناً تھے، ممکن ہے اور زیادہ ہوں، مگر میں اس نہایت بیش قیمت، نادر الوجود خزانہ کا عکس لینے سے قاصر رہا، اور اب تلاش کیا تو یہ گرانمایہ سرمایہ، جو ہمارے فقہی سلسلہ کا ایک فخر لائق ورثہ تھا، ہاتھ نہیں آیا، اللہ جانے محفوظ بھی ہے یا نہیں۔ ڈر ہے کہ اس ان مول بیش بہا یادگار کو، فضول و ناکارہ کاغذات سمجھ کر، ضائع نہ کر دیا ہو۔

حضرت کے فتاویٰ کے وہ مرتب مجموعے یا متفرق سرمایہ، جو مفقود و نامعلوم ہے

اوپر حضرت کے فتاویٰ کے، جن مجموعوں یا متفرق فتاویٰ کا تذکرہ ہوا ہے اور آئندہ مطبوعہ فتاویٰ کا جو ذکر آئے گا، وہ حضرت کے کل فتاویٰ نہیں ہو سکتے۔ یقیناً حضرت مولانا کے فتاویٰ کا ایک بڑا، شاید بہت بڑا ذخیرہ تھا، جو ہماری متواتر بے حسی

(۱) حضرت حاجی صاحب سے منسوب رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ، پہلی مرتبہ مطبع نظامی کانپور سے چھپا تھا، اس طباعت کا نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور مسلسل بے توجہی کی نذر ہو گیا۔ مجھے ایسے چند مجموعوں اور کثیر فتاوی کا پتہ ہے، جواب دستیاب و دریافت نہیں، تاہم یہاں ان کا اس لئے تذکرہ کیا جارہا ہے، کہ اول تو اس سے حضرت کے فقہ وفتاوی کی وسعت کا علم ہوتا ہے، دوسرے ممکن ہے ان اشارات کی مدد سے یا کسی اور کو، آئندہ کسی وقت ان کی دریافت وجستجو میں کامیابی ہو جائے۔

(۱) مجموعہ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کا جمع اور مرتب کیا ہوا تھا: مفقود مجموعوں میں غالباً سب سے اہم اور جامع ترین، مجموعہ فتاوی وہ ہوگا، جس کی اشاعت کا مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے اعلان کیا تھا، اسکا اشتہار بھی دیدیا تھا، مگر وہ مجموعہ چھپا نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ [اس کا مزید کچھ تذکرہ آئندہ سطور میں آرہا ہے]

(۲) فخر المتأخرین، حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ کے، حل مطالب حدیث کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی سے سوالات اور ان کے جوابات دوسرا مجموعہ جو بظاہر بہت بڑا تو نہیں ہوگا، لیکن معنوی طور پر یقیناً بڑے مجموعوں سے بھی بڑھ کر ہی ہوگا۔ یہ فہم حدیث کا بے بہا ورثہ اور ایسا گراں قدر خزانہ تھا، جس کے برصغیر ہند کی علمی تاریخ میں، بہت کم نمونے موجود ہوں گے۔ یہ وہ مراسلت اور علمی استفسارات تھے، جو علامہ زمن فخر المتاخرین، حضرت مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے، بعض احادیث کے مطالب کی، وضاحت وتفہیم کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی سے کئے تھے اور حضرت مولانا نے ان کے جوابات تحریر فرمائے تھے۔ ذرا غور تو فرمایئے، وہ سوالات کیسے اچھوتے اور دقیق ہوں گے، جو ایسے محقق امام نے دریافت کئے ہوں گے اور کیا ہی وہ حل مطالب اور جوابات ہوں گے، جو حضرت مولانا گنگوہی نے ان کی تحقیق ووضاحت میں رقم فرمائے ہوں گے۔ اس مراسلت ومکتوبات کا، حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا فرنگی محلی کے ایک مشترک شاگرد، مولانا حکیم نعمت اللہ نے تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے، حضرت مولانا استاذی گنگوہی سے محض مطالب حدیث کے متعلق استفسار فرمایا تھا، یہ خطوط اس وقت محفوظ تھے، القاب میں بزرگانہ الفاظ تھے"(۱)

(۳) حکیم الامت تھانوی کے حضرت مولانا سے سوالات وجوابات اور تھانوی کے ذخیرہ میں محفوظ، حضرت گنگوہی کی چند اہم تحریریں وافادات تیسرا اہم ذخیرہ، وہ علمی تحریریں اور فتاوی تھے، جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے، حضرت مولانا سے دریافت کئے تھے، اور ان سے علاوہ بھی، حضرت مولانا تھانوی کے پاس حضرت کی جو اہم تحریریں اور نادر علمی افادات تھے، وہ سب حضرت مولانا تھانوی نے، مولانا محمد یحییٰ کو دیدیئے تھے۔ حضرت مولانا تھانوی نے لکھا ہے:

---

(۱) رسالہ صدق المقال بجواب ھو الحق المفضال، تالیف مولانا حکیم نعمت اللہ صاحب، مقیم خانقاہ مانک موضع پرتاب گڈھ یوپی، مشمولہ ارواح ثلاثہ، مرتبہ مولانا منظور الحسن کسولوی ص: ۳۲۸، سہارنپور، بلا سنہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

"حضرت قدس سرہ کی بعض تحریر عام اور خاص مضامین کی بھی، میرے پاس تھیں، جو میں نے مکرمی مولانا محمد یحیی صاحب کو دیدی تھیں۔ جن میں بعض خاص دست مبارک کی لکھی ہوئی ہیں اور بعض، بعد معذوری بصر کے، دیگر خواص معتمدین سے لکھوائی ہوئی ہیں۔(۱)

(۴) حضرت مولانا کے گھر پر موجود تحریرات ومکتوبات وغیرہ، جو مولانا حکیم مسعود احمد اور مولانا حکیم عبدالرشید محمود نھومیاں گنگوہی نے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کو دیدیئے تھے۔

حضرت کے صاحبزادے مولانا حکیم مسعود احمد اور ان کے فرزند مولانا حکیم عبدالرشید محمود [نھومیاں] حضرت مولانا گنگوہی کی متعدد اہم علمی باقیات، یادداشتیں، تحریریں وغیرہ، وقتاً فوقتاً مولانا محمد یحیی صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو عنایت فرماتے رہے، اس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، یہاں تک کہ وہ سند اجازت حدیث بھی، جو حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے، حضرت مولانا گنگوہی کو مرحمت فرمائی تھی، مولانا حکیم نھومیاں صاحب نے، حضرت شیخ کو دیدی تھی۔ جب ایک مرتبہ راقم نے حضرت شیخ کی ہدایت پر، حضرت کے کتب خانہ کو صاف اور مرتب کیا تھا، اس وقت وہ سند سامنے آئی تھی، ہلکے آسمانی رنگ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک لفافہ میں رکھی تھی، اس کے ساتھ ہی شیخ کی یادداشت بھی رکھی ہوئی تھی، کہ یہ سند حکیم نھومیاں صاحب نے دی ہے۔

مگر نہایت حیرت ہے کہ اس وقت حضرت شیخ کے ذخیرہ میں، ان میں سے کوئی بھی تحریر، مکتوبات یا فتوے موجود نہیں، یہاں تک کہ حضرت شاہ عبدالغنی کی وہ سند بھی نہیں ملی۔ راقم نے برادرم، مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری سے جو حضرت شیخ کے کتب خانہ کے نگراں ہیں، مکرر دریافت کیا، انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا اور افسوس کے ساتھ اطلاع دی، کہ اس وقت حضرت مولانا گنگوہی کی کوئی تحریر یادداشت، فتوی یا وہ سند، اس ذخیرہ میں موجود نہیں ہے، **فاناللہ وانا الیہ راجعون.**

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سرمایہ کیا ہوا، کہاں گیا، یہ تو خیال بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت مولانا محمد یحیی یا حضرت شیخ الحدیث نے ایسے گرانمایہ افادات وفتاوی [جن کی کوئی اور نقل، موجود نہیں] کی طرف سے بے توجہی برتی ہو اور یونہی کسی کو دیدیئے ہوں، یہ بھی ممکن نہیں کہ حضرت شیخ کے کتب خانہ سے یہ سب چیزیں کسی نے اڑالی ہوں، صاف کردی ہوں، پھر کیا ہوا، اللہ ہی جانے؟؟؟

جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے اپنی آپ بیتی تحریر فرمائی تھی، اس وقت اس میں درج بعض اطلاعات ومعلومات کی تکمیل کے لئے، حضرت کے مسودات اور نادر کاغذات کی الماری کا، حضرت الاستاذ، حضرت مولانا

(۱) [یادیاراں [در تذکرہ حضرت مولانا گنگوہی] تالیف حضرت مولانا تھانوی ص ۱۲ [کتب خانہ تجویدی سہارنپور، ۱۳۴۵ھ] نیز ص ۱۹ [مطبوعہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون۔ بلاسنہ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

محمد یونس جونپوری اور استاذی حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہما نے تفصیل سے جائزہ لیا تھا، اگر اس میں حضرت مولانا گنگوہی کی کچھ تحریریں یا افادات ہوتے، تو اس وقت سامنے آجاتے مگر اس وقت بھی اس کا کچھ تذکرہ نہیں آیا، اور یہ حضرات مخدومین بھی اس ذخیرہ سے ناآشنا ہی رہے۔

(۵) حضرت کے بقلم خود نوشتہ فتاوی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ، بجواب سوالات مولوی نظیر حسین، آبھوی:

حضرت مولانا گنگوہی کے فتاوی کے سب سے مرتب مجموعوں میں سے اہم ترین مجموعہ تو غالباً وہی ہوگا، جو مولانا محمد یحیی صاحب نے مرتب کیا تھا، لیکن حضرت کے معلوم فتاوی کے جوابات یا ذخیرہ میں، سب سے بڑا، اور کثیر فتاوی پر مشتمل وہ خزانہ تھا، جو تمام تر خود حضرت مولانا کے قلم سے یعنی خود نوشت تھا۔ یہ خزانہ بے بہا اندازاً تقریباً تین سو سے زائد کاپیوں یا مفصل اجزاء پر مشتمل تھا، جو ہماری اپنی غفلت اور بے اعتنائی سے ضائع ہو چکا ہے، تاہم یہاں اس کے پس منظر اور سبب تحریر کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کے متوسلین میں گنگوہ کی قریبی بستی آبھہ [ضلع سہارنپور] کے ایک شخص، مولوی نظیر حسین صاحب تھے [وفات ۲۳ شوال ۱۳۳۲ھ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۴ء] جو حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کے علاوہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بھی نسبت گہرا تعلق رکھتے تھے اور حضرت گنگوہی سے تو ایسا رابطہ، ایسے مراسم اور قربت تھی کہ باید وشاید! حضرت مولانا کو بھی ان سے خیر معمولی انسیت تھی، گھر کا سا معاملہ فرماتے تھے، حضرت مولانا کثرت سے ان کے یہاں آتے جاتے تھے، شدت تعلق اور روابط کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ حضرت مولانا عید کے دن بطور خاص سفر کرکے، ان کے گھر جایا کرتے تھے، اور ان کو اپنے خاص عزیزوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھتے تھے۔ اور خود ان کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اپنی زمینداری اور ہر طرح کی پیداوار اور سامان میں، حضرت کا، حضرت کی اہلیہ محترمہ کا اور حضرت کے سب بچوں کا، اسی طرح، پورا پورا حصہ لگاتے تھے، جس طرح اپنا اور اپنی اولاد کا۔ (۱)

مولوی نظیر حسین حضرت سے بہت بے تکلف تھے اور حضرت سے کثرت سے فقہی سوالات کیا کرتے تھے، بعض موقعوں پر، حضرت کی کسی مصروفیت کی وجہ سے، ان کے سوالات کی بات رہ جاتی اور جوابات نہ ملتے، تو ان کو شکایت ہوتی اور حضرت کو بھی خیال ہوتا تھا، اس لئے حضرت مولانا نے ان سے فرمادیا تھا، میاں! تم اپنے تمام سوالات کاغذ پر یا ایک کاپی میں لکھ کر بھیج دیا کرو، میں سب کے جوابات لکھ دیا کروں گا۔

حافظ نظیر حسین صاحب نے فوراً ہی اس پر عمل شروع کر دیا، ان کا ہفتہ میں ایک مرتبہ، جمعرات [پنجشنبہ] کو گنگوہ آنے

---

(۱) مولوی نظیر حسین صاحب سے حضرت مولانا کے تعلق، اور حضرت کے ساتھ ان کی تصنیفی خدمات کا تذکرہ حضرت مولانا تھانوی نے اپنے ملفوظات میں بیسیوں جگہ فرمایا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جمعہ یا شنبہ کو واپس جانے کا معمول تھا، جب جمعرات کو آتے تو ایک کاپی ساتھ لاتے، جس میں ان کے سوالات درج ہوتے تھے، یہ سوال کبھی بھی سو سے کم نہیں ہوتے تھے، زائد کی کوئی حد اور پابندی نہیں تھی، کبھی کبھی ڈھائی سو سے ساڑھے تین سو تک بھی ہو جاتے تھے، مگر حضرت نہایت خوش دلی اور بشاشت قلب سے اس کاپی کو وصول کرتے، اور اسی انشراح اور پابندیٔ وقت کے ساتھ، ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ حضرت مولانا نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ جب خانصاحب آتے، ان سے سوالات کی نئی کاپی وصول فرما لیتے اور گذشتہ کاپی، جس پر مکمل جوابات لکھے ہوئے ہوتے تھے، ان کو دیدیا کرتے تھے، برسہابرس تک یہ معمول رہا۔ نظیر حسین صاحب کے پوتے [لئیق محمد خاں صاحب] نے راقم کو بتایا، کہ ان کاپیوں کا ایک بڑا حصہ تو چوری کے ایک حادثہ میں، گھر سے غائب اور ضائع ہو گیا تھا، لکڑی کا وہ صندوق جس میں حضرت کے جوابات اور تحریرات کا بڑا حصہ رکھا ہوا تھا، چوری میں چلا گیا تھا، پھر اس کا پتہ نہیں ملا، لیکن تقریباً سوا سو کاپیاں، جو تمام حضرت کے قلم سے لکھی ہوئی تھیں، اس صندوق کے علاوہ ہمارے یہاں موجود تھیں، ان تقریباً سو کاپیوں یا اس گنج گرانمایہ پر [جس کی اب کسی طرح بھی تلافی اور اس کا مثل ممکن نہیں] کیا گزری، اس کی روداد تقریباً ان ہی صاحب کے الفاظ میں نقل کر رہا ہوں۔ **فاعتبروا یااولی الابصار.**

لئیق محمد خان صاحب کہتے تھے کہ مجھے یہ خیال آیا کہ یہ کاپیاں حضرت کے مبارک قلم کی لکھی ہوئی ہیں، بہت بڑی یادگار اور تبرک ہیں اور میری ایسی لیاقت وصلاحیت نہیں کہ میں ان کو پڑھ کر، ان سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر سکوں، اس لئے میں نے یہ سوچ کر کہ ان سے بہت زیادہ دینی فائدہ ہوگا، اور بہت دنوں تک حفاظت سے رکھی رہیں گی، ان کو ایک بڑے دینی ادارہ میں دیدینے، جمع کرانے کا فیصلہ کر لیا اور ان تمام، تقریباً سوا سو کاپیوں کو [جس میں سے ہر ایک میں ایک سو سے تقریباً ساڑھے تین سو تک سوالات کے جوابات، حضرت کے قلم سے لکھے ہوئے تھے] ایک کپڑے میں گٹھری سی باندھ کر، فلاں ادارہ(۱) میں خود لے کر گیا، فلاں صاحب کی خدمت میں پہنچا، تمام بات عرض کی اور کہا کہ اس گٹھری میں، حضرت مولانا گنگوہی کے خود نوشت فتاوی اور تحریریں ہیں، آپ ان کو یہاں محفوظ کر لیجئے، انہوں نے اس سرمایہ کو ایک نظر دیکھا اور فرمایا کہ بھائی! ان پھٹے پرانے اوراق کی، یہاں کون حفاظت کرے گا، کون ان کو پڑھے گا، یہ ہمارے کام کے نہیں ہیں، تم ان کو لے جاؤ۔

خان صاحب اس بات سے نہایت مایوس اور آزردہ ہوئے اور یہ سوچ کر کہ فلاں صاحب کے پاس چلوں، وہ کچھ کوشش کر دیں گے اور ذمہ داروں کو توجہ دلائیں گے، تو یہ ذخیرہ یہاں جمع کر لیا جائے گا، محفوظ ہو جائے گا مگر وہاں پہنچے تو بات

(۱) انہوں نے متعلقہ ادارہ اور اصحاب کے نام صاف صاف بتائے تھے، بلکہ لکھوا دیئے تھے، مگر اس سے بعض اصحاب کو ٹھیس پہنچے گی اذیت ہوگی، اور وہ اس کو شاید اتہام خیال فرمائیں، اس لئے متعلقہ حضرات کے نام نہیں لکھے گئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوئی۔ ان صاحب سے جو خیر سے بڑے مشہور مدرس تھے، خانصاحب کی بات سنتے ہی بے ساختہ کہا اس کباڑ میرے سامنے مت کھولو، مجھے نزلہ ہو جائے گا۔ اس کو یہاں سے اٹھاؤ۔ بیچارہ خانصاحب کو اس سے نہایت تکلیف ہوئی، وہاں سے دریافت کیا کہ کہاں بیچوں، یا کہوں۔ ان صاحب نے جو چھوکہا کاش! کاش وہ اس میں تامل کرتے، کوئی اچھا مشورہ دیتے۔ انہوں نے کہا اس کی فکر کرنی بے سود ہے، اس کا کچھ نہیں ہو سکتا، کوئی فائدہ نہیں، اب اس کا کوئی پڑھنے والا نہیں، دو ان اس میں سے کھپے گا تم اس کو بیچارہ کاؤں کے کنویں میں پھینک دو۔ **الاسف فالاسف!**

خان صاحب اس بات سے ایسے شکستہ خاطر ہوئے، ان کو اس قدر رنج ہوا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، کہ ہم تو اس کو بیش قیمت خزانہ اور حضرت کی بڑی یادگار سمجھے ہوئے تھے، یہ تو کچھ بھی نہیں نکلا، اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، کوئی بھی اس کی قیمت دینے کے لئے تیار نہیں۔ اسی غم اور فکر کی حالت میں اپنے کاؤں پہنچے اور اس پوٹلی کو جو علم کا خزانہ اور فقہ حنفی کا ذخیرہ تھی، انہوں نے بیچارہ کاؤں کے ایک کنویں میں پھینک دیا۔

ہمارے ہمدرد ساتھی نے جب یہ بات سنی تو کہا جاتے جاتے وہ دونوں صاحبان ایک دو لفظ ان کی ہمت افزائی کہہ دیتے اور اس ذخیرہ کو ضائع ہونے کی زحمت گوارہ نہ دیتے تو یہ بیش بہا دولت کم سے کم یوں ضائع نہ ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کاپیوں کو صاف کر کے مرتب کر دیا جاتا تو بارہ، چودہ جلدوں پر مشتمل، شاید پندرہ سولہ ہزار سوالات کے جوابات، آج ہماری رہنمائی کر رہے ہوتے مگر

یہ حرف حسرت آلود کاش است کہ صد جا نوشتہ ایم۔

بعد میں جب میں نے شیخ محمد خانصاحب سے ان فتاویٰ کے متعلق دریافت کیا اور ان کو باقی ماندہ موجود حصہ عنایت فرمانے کی درخواست کی تو فرمانے لگے بہت دن ہوئے، بار بار کہتے تھے کہ اگر تمہارے جیسا کوئی آدمی اس وقت مل جاتا، تو ہمارے والد کی زندگی بھر کی محنت اور حضرت کی یہ بیش بہا یادگاریوں برباد نہ جاتی۔

(۶) کاندھلہ اور نواح میں چند فتاویٰ ان کے علاوہ خود میرے وطن کاندھلہ اور نواح میں بھی کئی لوگوں کے پاس حضرت کے یہ فتاوے موجود تھے۔ میں نے جو چند دشخط کی نقلیں متعلقہ اصحاب نے ان کے عکس فوٹو اسٹیٹ دینے سے صاف منع کر دیا۔ مجھے امید نہیں کہ یہ فتاویٰ اور تحریرات عرصہ تک محفوظ رہیں گے، یا شائع ہو کر افادہ عام کا ذریعہ بنیں گے۔

(۷) میرے خاندان کے اکابر کے نام چند اہم ترین خطوط اور مفصل تحریرات: یہ اور ہمارے خاندان کے یہ وہ خطوط و فتاویٰ تھے، جو خود ہمارے خاندان میں موجود تھے۔ یہاں یہ عرض کر دینا چاہئے کہ حضرت مولانا گنگوہی سے جو ہمارے کاندھلہ کے خاندان سے بڑے روابط اور مراسم چلے آرہے تھے، حضرت مولانا، حضرت مولانا حافظ احمد حسین کاندھلوی سے خاص تعلق رکھتے تھے اور مولانا کے خلیفہ و جانشین مولانا محمد اسماعیل صاحب کاندھلوی کے قدردان

toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے اور حضرت مولانا گنگوہی ہی، اس خاندان نے اصحاب سے بھی روابط اور خط و کتابت رکھتے تھے۔

خصوصاً مولانا فیض احسن محمد آبہ کاندھلوی اور مولانا ریاض احسن محمد سلیمان سے جماعت ثانیہ، فیوہ کے موضوع پر، طویل مراسلت ہوئی تھی، ان دونوں کے خطوط اور حضرت مولانا گنگوہی کے بقلم خود نوشتہ مفصل و مدلل جوابات میں نے دیکھے ہیں۔ ان میں سے حضرت کا ایک خط ایسا بھی تھا کہ، میں نے حضرت کے قلم سے اس قدر طویل خط یا تحریر آج تک نہیں دیکھی۔ یہ خط فل سکیپ [A/4] پیمائش کے ۷ کاغذ، ایک دوسرے سے جوڑ کر، چپکا کر، یعنی دستاویز کی طرح لکھا گیا تھا، جو کاغذ کی ایک ہی سمت پر تحریر تھا، دوسرا صفحہ یا پشت سادہ تھی۔ یہ تحریر دستیاب اور شائع ہوتی تو حضرت کی تالیفات کی فہرست میں ایک اضافہ شمار کیا جاتا۔ مگر

(۸) اور بھی چند تحریرات اور بھی میرے علم میں ہیں مگر وہاں میری رسائی نہیں اور جب تک رسائی کے ساتھ روشنائی نہ ہو، رسائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہرحال ایک ناتواں، بے کس، بے علم، لغزیدہ قدم، لغزیدہ قلم طالب علم کا جستجو کا سفر جاری ہے جو انشاء اللہ جاری رہے گا۔ **وللہ الامر من قبل ومن بعد**

یابم اورا، یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید، آرزوئے می کنم

حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کی طباعت واشاعت

(الف:) نسخہ مرتبہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کی اشاعت کا اعلان حضرت مولانا کے مجموعہ فتاویٰ کی طباعت کا، غالباً سب سے پہلے، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے ارادہ کیا تھا، حضرت کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ فتاویٰ بھی فراہم اور مرتب کر لیا تھا اور اس اشاعت کا اعلان کر دیا تھا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے، حضرت مولانا گنگوہی کی ایک تصنیف "**ھدایۃ المعتدی فی قرأۃ المقتدی**" کئی مرتبہ شائع کی، اس کی ایک طبعت [جو غالباً اس کتاب کی پہلی اشاعت ہے در] حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں چھپی تھی، اس کے دوسرے صفحہ پر "حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی کی دو تصانیف" کے عنوان سے، حضرت مولانا کی، دستیاب مطبوعہ کتابوں کا ایک مکمل صفحہ پر اشتہار ہے، جس میں اور کتابوں کے علاوہ، ایک نام فتاویٰ رشیدیہ کا بھی ہے۔ لکھا ہے

"فتاویٰ رشیدیہ: عرصہ سے اس ناکارہ کو، اس امر کی تلاش ہے، کہ جس کسی کے پاس حضرت مولانا کے مسائل و فتاویٰ فراہم ہوں، ان کی نقل لیکر، ایک مجموعہ چھپوا دیا جائے اور بہت سا ذخیرہ فراہم ہو بھی گیا ہے۔

جن اقوال مؤدب [کذا؟] کے پاس کچھ مسائل موجود ہوں، وہ ضرور ارسال فرماویں اور یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد تیار ہونے والا ہے۔

مگر افسوس کہ ہدیۃ المعتدی کی اس طباعت پر، سنہ طباعت وغیرہ موجود نہیں، اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ مجموعہ کس سن میں چھپا تھا، تاہم یہ طے ہے کہ اس کی طباعت، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں [وفات: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء] ہوئی تھی۔ سرورق کے الفاظ ملاحظہ ہوں

"مقبول بارگاہ صمد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ العالی۔ حسب استدعائے بندۂ نحیف محمد یحییٰ کاندھلوی وطن، گنگوہی اقامتہ، در مطبع بلالی ساذھورہ، باہتمام منشی محمد بلال کریم بخش طبع گردید"

مگر اس اشتہار و اعلان کے باوجود، اس کی طباعت کا موقع نہیں آیا اور وہ نسخہ بھی مفقود اور بے نام و نشان ہے۔

(ب:) فتاویٰ رشیدیہ مرتبہ مولانا عزیز الدین مرادآبادی: مولانا محمد یحییٰ صاحب کے مرتبہ نسخہ کے بعد، جو نسخہ سب سے پہلے شائع ہوا، وہ مولوی عزیز الدین صاحب مرادآبادی کا مرتبہ نسخہ ہے، جس کی ترتیب و طباعت کا عمل، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات [وفات ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء] میں شروع ہو گیا تھا، اس نسخہ کا پہلا حصہ، حضرت مولانا کی حیات میں اشاعت کے لئے تیار ہو گیا تھا، بعد میں مختصر وقفوں سے دو اور حصوں کی اشاعت ہوئی۔

فتاویٰ رشیدیہ کا یہی وہ واحد نسخہ ہے، جو حضرت مولانا کے فتاویٰ کے حوالہ سے معروف ہے، مگر اس نسخہ کی تاریخ ترتیب و تالیف، اس کی سب سے پہلی اشاعت، نیز مصنف کی شائع کی ہوئی، دوسری تیسری طباعت ان کے علاوہ ممتاز علماء کی نگرانی میں چھپے ہوئے، قابل قدر نسخوں کا تعارف اور نسخہ مرتبہ مولانا عزیز الدین کی نسبت، بعض شبہات کا جائزہ اور متعلقہ پہلوؤں پر نظر، وضاحت و تفصیل کی طالب ہے، لیکن اس تعارف و تذکرہ سے پہلے، اس مجموعۂ فتاویٰ کے جامع مرتب اور پہلے ناشر، مولانا عزیز الدین صاحب مرادآبادی کے، کچھ احوال انکے حضرت مولانا گنگوہی سے، روابط و ارادت کی کچھ تفصیل اور عزیز الدین صاحب کے، علمی تصنیفی آثار اور دینی خدمات کا کسی قدر تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے۔

احوال مولانا عزیز الدین مرادآبادی، جامع و مؤلف فتاویٰ رشیدیہ

مولوی حافظ عزیز الدین صاحب مرادآبادی کا صحیح سنہ ولادت معلوم نہیں۔ اکمل البیان کی تمہید میں، مولانا محمد اسماعیل گوہرؤی اور مولانا عبدالغفار صاحب بستوی نے، مولانا عزیز الدین کا سن پیدائش ۱۲۹۵ھ [۱۸۷۸ء] لکھا ہے،(۱) جو

(۱) [تمہید اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان] ص ۱۲۹ طبع اول، مکتبہ سلفیہ۔ لاہور۔ بلا سنہ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ مولانا عزیز الدین صاحب نے، حضرت مولانا گنگوہی سے جو سوالات کئے اور حضرت نے ان کے جو جوابات عنایت فرمائے، وہ سب موقع بموقع فتاوی رشیدیہ میں درج ہیں، ان میں سب سے پہلا سوال ۱۳۰۰ھ کا مرقومہ ومکتوبہ ہے، جو اکمل البیان میں درج تاریخ ولادت کے پیش نظر ممکن ہی نہیں۔ مولانا عزیز الدین نے بھی اپنے خودنوشت حالات میں اپنا سنہ ولادت ذکر نہیں کیا، جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اکمل البیان کی تمہید میں درج، مذکورہ سنہ ولادت قیاسی ہے، جو درست نہیں۔

مدرسہ شاہی اور مدرسہ امدادیہ میں حفظ قرآن اور تعلیم: مولوی عزیز الدین صاحب کے اہل خاندان کا، چاندی کے برتنوں کا کاروبار تھا، اس وجہ سے حافظ صاحب کا گھرانہ چاندی والا مشہور تھا۔ مولانا عزیز الدین نے مدرسہ شاہی اور امدادیہ مراد آباد میں قرآن مجید حفظ کیا، انہی مدارس میں عربی فارسی کی درسیات پڑھیں مگر کیا کیا کتابیں کن استادوں سے پڑھیں اور کل سرمایہ تعلیم کیا تھا، معلوم نہیں۔ استادوں میں مولانا گل محمد خاں پشاوری، مشہور عالم تھے۔

حضرت مولانا گنگوہی سے نہایت عقیدت وانسیت تھی، برسوں تک متواتر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت مولانا کے زمانہ وفات تک حضرت سے خط وکتابت اور دینی علمی فقہی استفادہ کا سلسلہ جاری تھا، اور بھی کئی علماء سے روابط اور محبت ومودت کی نسبت تھی اور ان سے خط وکتابت بھی رہتی تھی۔

علمی تصنیفی ذوق اور تصانیف ومؤلفات مولوی عزیز الدین صاحب، دینی خدمات میں مشغول رہتے تھے، تحریر وتالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے، مختلف دینی فقہی موضوعات پر، مولانا عزیز الدین کے مرتبہ ومکتوبہ سے متعدد کتابچے اور اشتہارات وغیرہ وقتاً فوقتاً چھپتے رہتے تھے۔ لیکن ان کا اصل کارنامہ وہ عمدہ علمی خدمات وتصانیف ہیں، جن کی وجہ سے ان کا نام زندہ ہے اور رہے گا۔ مولوی عزیز الدین صاحب کی تصانیف میں سے صرف تین کتابیں چھپی ہیں اور کتابوں کے چھپنے کا موقع نہیں آیا۔ مطبوعہ تصانیف یہ ہیں:

(۱) مطرق الحدید علی صاحب التحقیق الجدید

(۲) اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان [بجواب اطیب البیان]

(۳) فتاوی رشیدیہ

مطرق الحدید علی صاحب تصانیف الشہید: مولانا حکیم عبدالشکور مرزاپوری نے، جو دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے مگر مختلف دینی علمی اختلافی مباحث میں علمائے دیوبند سے مختلف رائے رکھتے تھے اور سب سے الگ خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ان کی تالیفات میں سے ایک کتاب ''التحقیق الجدید علی تصانیف الشہید'' بھی ہے، جو

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنوری ۱۹۳۱ء شعبان ۱۳۴۹ھ) کی تالیف ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور سے چھپی تھی، اس نسخہ پر سنہ طباعت درج نہیں مگر اندازہ یہ ہے کہ تصنیف کے بعد جلد ہی چھپ گئی تھی۔ اس کتاب میں مرزا پوری صاحب نے، حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی بعض تصانیف کے شاہ صاحب سے انتساب پر شک ظاہر کیا تھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ خصوصاً تقویۃ الایمان، ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت و الضریح اور تنویر العینین فی رفع الیدین شاہ صاحب کی تحریر و تصنیف نہیں ہیں۔ اگر یہ شاہ صاحب کی ہیں، تو ان میں کثیر تحریفات و ترمیمات ہوئی ہیں۔ مگر حکیم مرزا پوری کی یہ رائے بالکل غلط، خلاف تحقیق اور ناقابل قبول تھی، اس لئے مولوی عزیز الدین صاحب نے، اس کا جامع علمی جواب مطرق الحدید علی صاحب التحقیق الجدید کے نام سے لکھا، جو ادارہ، اخبار محمدی دہلی کے زیر اہتمام، جید برقی پریس دہلی سے، جمادی الاخری ۱۳۵۱ھ) اکتوبر ۱۹۳۲ء) میں چھپا تھا، یہ تقریباً سوا سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اکمل البیان: حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کی مشہور زمانہ بابرکت تالیف تقویۃ الایمان، پر کئے گئے جملہ اعتراضات، خصوصاً مولوی نعیم الدین صاحب مرادآبادی کی کتاب، اطیب البیان کا مفصل علمی جائزہ اور محققانہ جواب ہے۔

مشہور عالم مناظر اور مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے، اطیب البیان کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تھا، مگر مولوی عزیز الدین صاحب کی خواہش پر، یہ کام ان کے سپرد کر دیا اور اس کو اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں چھاپنے کی ذمہ داری لی۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے، جو اس موضوع سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور اس پر ان کا وسیع مطالعہ تھا، فوراً ہی لکھنا شروع کر دیا، جس قدر لکھا جاتا ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں چھپنے کے لئے، مولانا ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا، ہفت روزہ اہل حدیث کی اشاعت مورخہ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ - ۱۴/ اپریل ۱۹۳۳ء، جلد: ۳۰ شمارہ: ۲۴) سے اکمل البیان کی قسط وار اشاعت شروع ہوئی اور اگرچہ جناب مصنف نے اپنی کتاب، ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ) فروری، مارچ ۱۹۳۷ء) میں مکمل کر لی تھی مگر اخبار اہل حدیث امرتسر میں اس کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی تھی، کہ ۱۹۴۷ء کے خوں چکاں آتش فشاں حوادث پیش آ گئے، جس میں مولانا ثناء اللہ صاحب کا ادارہ، کتب خانہ، پریس، مکان دوکان، سب جلا کر خاک کر دئے گئے، مولانا کے اکلوتے صاحبزادے شہید کر دیئے گئے تھے اور مولانا ثناء اللہ صاحب صرف بدن کے دو کپڑوں کے ساتھ، نہایت بے کسی کے عالم میں، امرتسر چھوڑنے پر مجبور ہوئے، اس لئے اکمل البیان کی طباعت بھی قصہ پارینہ اور خواب و خیال ہو کر رہ گئی تھی، مگر پاکستان کے ممتاز اہل حدیث عالم، مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب بھوجیانی کو اس کتاب سے تعلق تھا، اور وہ اس کے مکمل نسخہ (مسودۂ مولف) کی تلاش میں لگے رہے، بالآخر جوئندہ یابندہ کے مصداق، اس کا مکمل مسودہ، جو آٹھ سو بیس صفحات پر مشتمل تھا، مرادآباد سے مولوی عزیز الدین صاحب کے ذاتی کتب خانہ سے، ان کے ورثاء کے ذریعہ مل گیا، جس پر مولانا حنیف

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحب بھوجیانی نے مکمل نظر ثانی کی، اس کے حوالے وغیرہ تلاش کئے، اور اس کو اپنے مؤقر علمی ادارہ، الدار السلفیہ، لاہور سے احسن طریقہ پر شائع کر دیا۔ سنہ طباعت درج نہیں، کل آٹھ سو پچاسی صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب مولوی عزیز الدین صاحب کی ایک بڑی علمی یادگار ہے، ضرورت ہے کہ اس کے مباحث کو مزید تحقیق و توضیح کے ساتھ، علیحدہ علیحدہ حصوں میں شائع کیا جائے تقریباً نو سو صفحات کی کتاب کا، جس پر تفصیلی فہرست بھی شامل نہیں، مطالعہ اور اس سے بہتر استفادہ آسان نہیں ہے۔ فتاوی رشیدیہ کا مفصل تعارف آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

مولانا عزیز الدین صاحب کے حضرت مولانا گنگوہی سے روابط، عقیدت وارادت: افسوس ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب کی حضرت مولانا گنگوہی سے واقفیت کی ابتداء، ارادت اور روابط کی تفصیلات دریافت نہیں۔ مولانا کے مرتبہ مجموعہ فتاوی سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی، حضرت مولانا سے طویل وقدیم وابستگی تھی، جو تقریباً پچیس سال تک، اسی طرح قائم رہی۔ بہ ظاہر اس کی ابتداء ۱۳۰۰ھ سے پہلے ہو چکی تھی، مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاوی رشیدیہ کے تینوں حصوں میں، حضرت کے وہ تمام فتاوی اور اپنے سوالات درج کئے ہیں، ان تحریرات میں سے جن فتاوی پر سنہ تحریر ہے، ان سب سے پرانا سوال سنہ ۱۳۰۰ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس میں مولانا عزیز الدین صاحب نے، حضرت مولانا سے اس صدی کے مجدد کے متعلق دریافت کیا ہے اس سوال میں ۱۳۰۰ھ میں صاف لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے (۱) کہ مولانا کا حضرت مولانا سے ۱۳۰۰ھ سے برابر رابطہ اور خط و کتابت تھی اور مولانا کے دل اور نگاہ میں، حضرت مولانا کا کیا مقام و مرتبہ تھا، اس کا خود مولانا عزیز الدین صاحب کی ایک تحریر سے اندازہ ہو رہا ہے۔ مولانا عزیز الدین نے اپنے خود نوشت حالات میں لکھا ہے۔

> "پھر حضرات علمائے دیوبند میں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ سے حسن عقیدت رہی، آپ نے مسائل اہل حدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ سے بھی حسن عقیدت ہے۔" (۲)

مولانا عزیز الدین، حضرت کے کمالات، علوم اور روحانی مرتبہ کے دلدادہ وقدر دان تھے، اس کا خود مولوی عزیز الدین

---

(۱) اس اندراج سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اکمل البیان کے آغاز پر مولانا محمد اسماعیل گوھروی اور مولانا عبد الغفار صاحب بستوی نے مولانا عزیز الدین کا جو سن ولادت ۱۲۹۵ھ نقل کیا ہے وہ بالکل غلط ہے، اس حساب سے تو ۱۳۰۰ھ میں مولانا عزیز الدین صاحب کی عمر صرف پانچ سال ہوتی ہے، جب کہ فتاوی رشیدیہ میں ۱۳۰۰ھ کے بعد کے تو سبھی سوالات کے اور بھی تو سے مندرج ہیں، اس لئے ۱۲۹۵ھ کا مولانا کا سال ولادت ہو، ممکن نہیں، ۱۲۸۰ھ یا ۱۲۸۵ھ ہو سکتا ہے۔ فلیتحقق

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند، مولانا ابو یحیی امام خاں نوشہروی ص ۱۵۶ طبع اول دہلی ۱۳۵۶ھ۔ ۱۹۳۸ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحب کی اور تحریرات سے مزید علم ہو رہا ہے۔ حضرت کا ایک فتویٰ اپنے مرتبہ مجموعہ فتاویٰ میں نقل کرتے ہوئے، مولوی عزیز الدین صاحب حضرت کے کمالات، علوے مقام اور اپنے احساسات و تعلق کا اظہار کرنے پر، جیسے مجبور ہو گئے، اس موقع پر مولوی صاحب کے قلم سے بے ساختہ یہ الفاظ ٹپک پڑے ہیں:

"ان تعقبات کے جواب سے، ماشاء اللہ، سبحان اللہ، مولانا رأس المحدثین، اکمل الفقہاء والمحققین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے، تبحر علمی و تفقہ کا اہل علم و دانش اندازہ کر سکتے ہیں، کہ ان کے محققہ مسائل، کس طرح دلائل سے پُر و مالا مال ہیں، کیوں نہ ہو کہ مولانا ممدوح راسخ فی العلم والمعارف والحقائق ہیں، قدس اللہ سرہ (۱)

حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے تحقیق مسائل و فتاویٰ

مولوی عزیز الدین حضرت مولانا گنگوہی سے انسیت و روابط کے علاوہ اور بھی متعدد بڑے علمائے احناف سے، قریبی ملاقات اور خط و کتابت رکھتے تھے، جس میں نامور علماء اور محدث مولانا عبدالرحمن انصاری پانی پتی اور حضرت مولانا تھانوی بطور خاص شامل تھے۔

مولوی عزیز الدین صاحب، حضرت مولانا قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی سے بھی رابطہ و عقیدت رکھتے تھے، سوالات و مسائل دریافت فرماتے رہتے تھے۔ محدث پانی پتی کا ایک والا نامہ، مولوی عزیز الدین صاحب نے، فتاویٰ رشیدیہ میں نقل کیا ہے اس خط میں جو اپنائیت و محبت کا انداز ہے، اس سے یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ، مولانا عزیز الرحمن اور حضرت پانی پتی کے تعلقات قدیم اور خاصی خط و کتابت بھی تھی، محدث پانی پتی نے تحریر فرمایا ہے:

"میاں عزیز الدین سلمہ از عبدالرحمن عفی عنہ، بعد سلام مسنون، واضح ہو کہ میں بیماری متعلقین اور معالجہ چشم خود کی فکر میں چند ماہ سے تھا، اس وجہ سے خط و کتابت بند ہے، اب بھی میں پرہیز میں ہوں، جو مسئلہ سہل اور مذکور کا ہوتا ہے، اس کا جواب لکھتا ہوں، اور زائد خط و کتابت نہیں کر سکتا، کیونکہ حکیم صاحب کی طرف سے کام کرنے کی ممانعت ہے۔

تمہارے مسئلوں کا جواب یہ ہے، نماز پڑھنے میں گھنٹہ کا اعتبار نہیں، بعد زوال شمس سایہ اصلی چھوڑ کر، ایک مثل کے اندر جمعہ یا ظہر پڑھ لینی چاہئے۔ اور سوائے سایہ اصلی کے ایک مثل کے بعد، بروایت مفتی بہ وقت نماز عصر ہو جاتا ہے اور رجوع امام صاحب کا حال پھر پوچھنا۔ عصر کی نماز بعد ایک مثل کے ہو جاتی

(۱) فتاویٰ رشیدیہ، حاشیہ ص ۹۲ حصہ دوم، مطبع اول، مراد آباد ۱۳۲۴ھ [نیز ملاحظہ ہو مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی ۱۳۵۲ھ۔ ص ۱۱۶ حصہ دوم

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، اعادہ کی حاجت نہیں، ہم نے استادوں سے یہی سنا ہے کہ ہزارہ روزہ کی کچھ اصل نہیں اور سب غل روزوں کی برابر ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

العبد عبدالرحمن بقلم عبدالسلام غفرلہ۔ نہم شعبان ۱۳۱۳ھ یوم شنبہ، از پانی پت۔ عبدالسلام عفی عنہ کا سلام مسنون (۱)

حاجی امداد اللہ سے عقیدت وتعلق: فتاوی رشیدیہ کے بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب کی، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی سے بھی ارادت تھی اور خط وکتابت رہتی تھی، شاید اسی تعلق اور حضرت مولانا کے ساتھ، حضرت حاجی صاحب سے ارادت کا اثر ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب نے، فتاوی رشیدیہ میں حضرت حاجی امداد اللہ کا ایک مفصل مکتوب گرامی جو حضرت گنگوہی اور البراہین القاطعہ کے حوالہ سے، برپا ایک شورش کے جواب اور تردید میں، اپنا موقف ظاہر کرنے کے لئے حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا تھا، مولوی عزیز الدین صاحب نے فتاوی رشیدیہ میں شامل کیا ہے، حالاں کہ یہ مکتوب نہ کسی فقہی سوال کے جواب میں ہے، نہ ہی اس کا فتاوی رشیدیہ سے براہ راست کچھ تعلق ہے۔

حضرت مولانا تھانوی سے عقیدت اور مسائل میں رجوع حضرت مولانا گنگوہی کے بعد سب سے زیادہ عقیدت وانسیت حضرت مولانا تھانوی سے تھی جو حضرت مولانا گنگوہی کی وفات کے بعد بھی اسی طرح قائم واستوار رہے۔ حضرت مولانا تھانوی کے ملفوظات میں بھی، مولوی عزیز الدین صاحب کا ذکر آیا ہے، اور خود مولوی عزیز الدین صاحب نے اپنے خودنوشت حالات میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''پھر حضرات علمائے دیوبند میں، مولانا رشید احمد رحمہم اللہ سے حسن عقیدت رہی، آپ نے مسائل اہل حدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ سے بھی حسن عقیدت ہے'' (۲)

فتاوی رشیدیہ میں بعض موقعوں پر تائید وتوثیق کے لئے حضرت مولانا تھانوی کے مجموعہ فتاوی [جس کی پہلی طباعت فتاوی اشرفیہ کے نام سے شائع ہو چکی تھی] کی عبارتیں نقل کی ہیں اور حوالے دیئے ہیں، اور جیسا کہ مولانا عزیز الدین نے لکھا بھی ہے کہ بعد میں مسلک اہل حدیث کی برملا تائید کرنے پر، حضرت مولانا تھانوی سے کچھ فاصلہ ہو گیا تھا لیکن عقیدت وانسیت برقرار رہی۔

دیگر علماء سے مراسلت اور تحقیق مسائل مولوی عزیز الدین صاحب کا تحقیق وجستجو کے ذوق کی وجہ سے،

---

(۱) فتاوی رشیدیہ ص: ۴۳۰ حصہ اول [رشیدیہ دہلی ۱۳۴۸ھ]

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند۔ ص: ۱۶۳ [دہلی: ۱۳۵۶ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ملک بھر کے ممتاز اہل علم و کمال سے رابطہ اور خط و کتابت رہتی تھی۔ مولوی عزیز الدین صاحب کے نام صادر اہل علم کے خطوط کا خاصا ذخیرہ تھا، جو تقریباً ۸۵-۱۳۸۴ھ [۶۶-۱۹۶۵ء] تک محفوظ تھا۔ مولوی صاحب کے مدرسہ کے ایک استاد و منتظم، مولانا عبد الغفار صاحب بستوی نے، مولوی عزیز الدین صاحب کی نسبت اپنی تحریر میں لکھا ہے:

"اہل علم سے مکاتبات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، چنانچہ ان کے نام لکھے ہوئے، اصحاب علم کے عربی وارد و مکتوبات کا خاصا ذخیرہ، اب تک موجود ہے۔"

مرتب فتاویٰ رشیدیہ کا فقہی مسلک اگرچہ مرتب فتاویٰ رشیدیہ کو عموماً اہل حدیث اصحاب میں شمار کیا جاتا ہے، شاید اسی وجہ سے ہمارے علماء ان کی اس بڑی دینی علمی خدمت [ترتیب فتاویٰ رشیدیہ اور اکمل البیان وغیرہ] کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، مولانا عزیز الدین حضرت مولانا گنگوہی کی حیات تک بر بنائے غیر مقلد نہیں تھے، اگرچہ مولانا میں تحقیق کا مزاج اور عمل بالحدیث کا خاص ذوق تھا مگر خاکسار کے یہ فکر و مزاج نہ عیب ہے، نہ تقلید کے منافی۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے ایک مرتبہ خود حضرت مولانا گنگوہی کو اپنے فقہی مسلک اور نظریات کے متعلق صاف صاف لکھا تھا کہ:

"ہادی خلق رہنمائے بندہ، حضرت مولانا و مرشدنا مولانا رشید احمد صاحب ادام اللہ فیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض فدویانہ آنکہ حضور والا تقدس نے بندہ حقیر کی نسبت بجانب عدم تقلید تحریر فرمائی ہے، سو بندہ حقیر تمام علماء امت نے دین کو پیشوائے امام جانتا ہے اور ان کے اتباع کو ذریعہ نجات و رستگاری آخرت تصور کرتا ہے۔ آمین! یہ صرف بعض لوگوں نے بوجہ اس کے کہ خاندان حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، مثل مولانا شہید علیہ الرحمۃ وغیرہ ہم، کو اپنا پیشوا و مقتدا و ہادی برحق جانتا ہے اور محبت و ربط قلب ان سے رکھتا ہے اور ان کے مسلک کو برحق جانتا ہے غیر مقلد کہا ہے ورنہ یہ سب کچھ حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم تصور کرتا ہے اور یہ الفت و محبت اس خاندان سے حضرت ہی کی عطا فرمودہ ہے، اگر اس کا نام غیر مقلدی ہے تو یہ محض حضرت ہی کے فیض اثر سے حاصل ہوئی ہے، حضور معاف فرماکر بندہ احقر کو اطلاع بخشی جاوے کہ کار بند ارشاد حضرت ہوں۔ فقط والسلام۔ بندۂ حقیر عزیز الدین عفی عنہ۔ (۱)

اس کے جواب میں حضرت مولانا کا جو رقیمہ گرامی صادر ہوا، اس کو بھی پڑھ لینا چاہئے، جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مولانا مولوی عزیز الدین صاحب وغیرہ مقلد نہیں سمجھتے تھے۔ گرامی نامہ درج ذیل ہے:

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ! بعد سلام مسنون آنکہ، میں نے تم کو یہ نہیں لکھا تھا کہ تم غیر مقلد ہو، اور نہ میں

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۲-۱۵۷/۲ [رحیمیہ دہلی ۱۳۵۲ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایسا سمجھوں۔ بلکہ یہ تحریر یا تھا کہ اس وجہ سے لوگ تم پر تہمت غیبہ مقتدی کی رکھتے ہیں۔ احوال بندہ بفضلہ تعالیٰ عافیت ہے، سب احباب کو سلام مسنون کہدینا۔ والسلام کتبہ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

مذکورہ مکتوبات میں حضرت مولانا کے ایک اور خط کا بھی تذکرہ آیا ہے، یہاں اس کو درج کئے بغیر، یہ گفتگو مکمل نہیں ہوسکتی، اس لئے وہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے، تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ جو سوالات آپ کے آئے ہیں، بظاہر ان کا جواب نہ ہوسکے گا۔ کیونکہ میرے پاس ایسا لکھنے والا کوئی نہیں ہے اور ان سوالات کے سبب تم پر تہمت غیبہ مقتدی کی رکھی جاتی ہے۔ فقط والسلام۔ سب احباب کو سلام مسنون۔ ۱۵ رمضان یوم پنجشنبہ (۲)

فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف وترتیب مولانا عزیز الدین کی حضرت مولانا گنگوہی سے، یہی نسبت اور عقیدت ومحبت تھی، جس نے ان کو حضرت کے فتاوی محفوظ ومرتب کرنے پر آمادہ کیا مولانا نے فتاوی رشیدیہ کی ترتیب وتالیف کا کس وقت ارادہ کیا تھا، اس کے لئے کیا کیا کوششیں کیں اور فراہمی فتاوی کے لئے خاصی جدوجہد اور عملی کیا طریقہ کار اپنایا، اندازہ یہ ہے کہ مولوی صاحب نے، حضرت کی وفات سے کم سے کم دو تین سال قبل، اس مجموعۂ فتاوی کی تالیف واشاعت کا ارادہ کیا ہوگا۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب کے مرتبہ، اس مجموعہ کے پہلے دونوں حصے، حضرت کی حیات میں مکمل ومرتب ہوگئے تھے، پہلا حصہ چھپنے کے لئے بھی چلا گیا تھا، دوسرا کتابت وغیرہ کے مرحلہ میں تھا۔

فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب میں مؤلف کا طریقہ کار مگر تعجب ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاوی رشیدیہ کی تدوین وترتیب کے لئے، علمی فنی اصول پیش نظر نہیں رکھے اور اس مجموعہ فتاوی کی تالیف میں کسی طرح کی ترتیب کا اہتمام نہیں کیا۔ اس میں شامل مسائل اور فتاوی فقہی عنوانات وابواب کے تحت مرتب ومدون نہیں کئے، جو فتوے درج ہیں، ان پر ضمنی عنوانات یا سرخیاں بھی نہیں لگائی گئیں۔

اگرچہ اس میں علمی ترتیب وتدوین کے اس بڑے اور اہم اصول کو پوری طرح نظر انداز کیا گیا ہے مگر ایک کام ایسا عمدہ اور مفید کیا ہے، جس کا اچھے تجربہ کار مصنفین بھی خیال نہیں فرماتے۔ یہ حضرت مولانا کے لکھے ہوئے فتاوی کے، سوال کرنے والوں کے نام اور مقام نیز سوال وجواب کے معلوم سنہ اور تاریخ کی عمدہ وضاحت ہے، جس سے ان مسائل کی بعض اندرونی

(۱) فتاوی رشیدیہ ص: ۱۵۷ حصہ اول [طبع اول مراد آباد: ۱۳۲۳ھ]

(۲) فتاوی رشیدیہ ص: ۱۵۶ حصہ اول [طبع اول مراد آباد: ۱۳۲۳ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

گرہیں کھلتی ہیں، یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بات اور مسئلہ کہاں اور کیوں پیش آیا تھا، نیز یہ اہم کڑی بھی مل جاتی ہے، کہ حضرت نے یہ مسئلہ کب لکھا تھا۔ فتووں کی نقول یا اصل فتاویٰ فراہم کرنے والے اصحاب کے، ناموں اور مقامات کی صراحت ہے، مگر اس میں بھی کسی طرح کی ترتیب کا خیال نہیں کیا گیا، جو فتاویٰ جب دستیاب ہوا، بلا تاخیر اسی مقام پر شامل کر لیا گیا، خود مولانا عزیز الدین کے سوالات کے جواب میں صادر، فتاویٰ کے اندراجات سے بھی، اسی بے ربطی یا بے ترتیبی کا مشاہدہ ہو رہا ہے، ابتدائی دور کے لکھے ہوئے سوالات و فتاویٰ بعد میں اور بعد کے لکھے ہوئے ابتداء میں آ گئے ہیں۔ ممکن ہے جناب مرتب یہ خیال فرماتے ہوں کہ:

دریں کتاب پریشاں نہ بینی از ترتیب
عجب مدار، کہ جو حال من پریشان است

فتاویٰ کی تاریخ اور سنہ کتابت نقل کرنے کا اہتمام حضرت مولانا گنگوہی کا، اپنے خطوط فتاویٰ یا اور تحریرات پر سنہ تحریر و تالیف درج کرنے کا، بہت کم معمول تھا، صرف چند خطوط اور فتاویٰ پر سنہ تحریر ثبت ہے، کچھ اور خطوط یا فتوے وہ ہیں، کہ ان پر مہینہ رقم ہے مگر سنہ تحریر موجود نہیں، اس پہلو سے مولانا عزیز الدین کا یہ اہتمام قابل قدر ہے، کہ جو فتاویٰ کا سنہ تحریر سے مرقم و مزین تھے کی، جملہ تاریخہائے تحریر اور سنین کو اس فتوے کے حاشیہ پر، سائل کے نام کے ساتھ درج کر کے، محفوظ کر دیا ہے، اس کی مدد سے فتاویٰ کے حوالہ سے کئی اور باتیں دریافت کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں درج فتاویٰ کا زمانہ تحریر اگرچہ [جیسا کہ ذکر ہوا] ان میں سے بہت کم فتووں پر سنہ تحریر درج ہے، لیکن جس قدر پر بھی اندراجات ہیں، ان میں سے دو فتوے ایسے بھی ہیں جو ۱۳۲۲ھ کے لکھے ہوئے ہیں، جس میں ایک صفر ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ ممکن ہے یہی فتاویٰ رشیدیہ میں درج آخری فتویٰ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ میں موجود فتاویٰ میں پہلا فتویٰ، مراد آباد کے معروف اہل حدیث عالم، مولانا مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب کے سوال کے جواب میں ہے، (۱) دوسرا بھی مراد آباد سے ہی تعلق رکھتا ہے، یہ احمد سعید خاں صاحب مراد آبادی کے سوال کے جواب میں ہے، یہ فتویٰ ۱۳۱۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

فتاویٰ کا بڑا حصہ اہل مراد آباد و بجنور کے نام فتووں کا ہے مولانا عزیز الدین صاحب نے، ایک ایک فتوے کے سائل کا نام اور وطن اور ممکن ہو تو اس کا سنہ تحریر بھی، فتوے کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔ ان صاحبان کے ناموں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ فتاویٰ رشیدیہ میں درج سوالات و فتاویٰ میں سے بڑا حصہ، ان سوالات و فتاویٰ

---

(۱) مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب، مراد آباد کے ممتاز اہل حدیث علماء میں سے تھے، مولانا عزیز الدین صاحب نے اپنی خود نوشت تحریر میں مرزا صاحب کو: "مولانا مرزا امام الموحدین سرآور محققین حفیظ اللہ بیگ صاحب" کے مؤقر الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۵۶۳ [طبع اول دہلی]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا ہے، جو اصحاب مراد آباد نے دریافت کئے تھے، اس لئے سب سے بڑی تعداد، اہل مراد آباد کے سوالات کے جواب میں ہے، یہ پورے مجموعہ کا ایک تہائی یا اس سے کچھ زائد حصہ ہے۔ اس کے بعد ضلع بجنور اور اس کے قصبات ونواح کے سائلین کے فتوے شمار کئے جاسکتے ہیں، ان دونوں مقامات سے دستیاب فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ کے آدھے سے زیادہ حصہ کا احاطہ کررہے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دسیوں مقامات سے، موصول فتاویٰ نے جگہ پائی ہے، خود مولانا عزیز الدین صاحب کے دریافت کئے ہوئے، تقریباً ساٹھ سوالات اور ان کے جوابات، بلا ترتیب موقع بہ موقع درج ہیں۔

نہایت تعجب ہے کہ جہاں سے سب سے زیادہ فتوے ملنے چاہئیں تھے، مثلاً گنگوہ، سہارنپور، دیوبند، کاندھلہ، دہلی اور پنجاب کے مواضع وقصبات وغیرہ، جہاں حضرت مولانا گنگوہی کے متوسلین کے پاس حضرت کے لکھے ہوئے، فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجات سے سوگنا فتاوے موجود تھے، مگر وہاں سے کسی نے دست تعاون نہیں بڑھایا اور اس مجموعۂ فتاویٰ میں شامل کرنے کے لئے، مولوی عزیز الدین صاحب کی مکرر گزارشات کے باوجود کوئی فتویٰ نہیں بھیجا۔

ایک اور اہتمام یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مؤلف فتاویٰ رشیدیہ نے، حضرت مولانا گنگوہی کے بدست خاص لکھے ہوئے فتاویٰ کو، اپنی کتاب میں اولیت دی ہے اور جو فتاویٰ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے قلم کے مکتوبہ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بلا تکلف، بقلم مولوی محمد یحییٰ، کی صراحت کی ہے۔ اوپر آچکا ہے کہ اگر کوئی فتویٰ مولانا محمد یحییٰ کے علاوہ، حضرت کے کسی اور خادم وکاتب کے قلم سے ہے، تو اس کی بھی وضاحت کردی ہے۔ اور وہ متواتر اس کا بھی اعلان کرتے رہے اور پابندی سے یہ اشتہار چھاپتے رہے کہ:

"ان تمام فتاویٰ کی اصل ہمارے پاس موجود ہے، جو صاحب ملاحظہ فرمانا چاہیں، ملاحظہ فرمائیں"

مولوی عزیز الدین نے پوری زندگی اصل فتاویٰ محفوظ رکھے صرف یہی نہیں، بلکہ مؤلف فتاویٰ رشیدیہ نے، اصل فتوؤں کی تمام عمر حفاظت کی اور ان کی وفات کے بعد بھی برسوں تک، یہ ذخیرہ جوں کا توں موجود اور محفوظ رہا، آج سے تقریباً پندرہ سال قبل تک اس کی موجودگی کی اطلاع ہے، اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں۔ اس پوری روداد میں اگر کوئی کمی ہے تو یہ ہے، کہ مولوی عزیز الدین صاحب کے بار بار اعلانات کے باوجود کسی نے بھی مطبوعہ نسخہ کی اصل فتاویٰ سے مطابقت کی زحمت نہیں فرمائی، پچاس سال سے زائد عرصہ تک یہ تمام فتاویٰ رکھے رہے، موجود رہے مگر ان کے براہ راست مطالعہ کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

مزید فتاویٰ اور آخری حصوں کے لئے اور جدوجہد مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب وطباعت کے لئے، غالباً بڑا منصوبہ بنایا تھا، اس لئے ذاتی طور پر فتاویٰ کی جستجو اور فراہمی کے علاوہ، کئی مرتبہ اشتہارات بھی شائع کئے، متعلقہ اصحاب کو خطوط لکھے، بار بار اشتہار بھجوائے، عریضے پیش کئے مگر اس ذخیرہ کے حامل اکثر اصحاب نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا عزیز الدین کی گذارش پر کان نہیں دھرا، اور اس بڑی دینی فقہی خدمت وکاوش کو لائق اعتنا نہیں سمجھا مگر اس بے توجہی سے مولوی عزیز الدین بددل نہیں ہوئے، اپنے کام میں برابر لگے رہے۔

مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ کا چوتھا اور پانچواں حصہ؟ مولانا عزیز الدین کے فتاویٰ رشیدیہ کے، تین حصے تو معروف اور دستیاب ہیں، ان کے علاوہ دو حصے اور بھی تھے جو بالکل مفقود ومعدوم ہیں، حال آں کہ چوتھا حصہ مکمل اور کتابت ہوکر چھپنے کے لئے چلا گیا تھا، پانچواں زیر ترتیب تھا اور مولانا کی بعض تحریرات سے جھلکتا ہے، کہ ان کا اس سلسلے کو اور آگے بڑھانے کا خیال تھا، مگر کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ بڑا کام کیوں ناقص وناتمام رہ گیا اور کس وجہ سے اس کا چوتھا پانچواں حصہ عام نہیں ہوا۔ اور بعد کے حصے تو وجود میں آنے سے بھی محروم رہ گئے۔

پہلی طباعت فتاویٰ رشیدیہ کے پہلے حصہ کی طباعت کب شروع ہوئی، اس کا تذکرہ نہیں ملتا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کی کتابت حضرت مولانا کی حیات میں مکمل ہوگئی تھی، طباعت بعد میں پوری ہوئی، تکمیل طباعت کی، کتاب کے آخری صفحہ پر، ان الفاظ میں صراحت ہے:

"الحمدللہ والمنۃ کہ بتاریخ ۱۵/ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ [۱۱/جنوری ۱۹۰۶ء] کو یہ پہلا حصہ اختتام کو پہنچا"

بفضلہ وکرمہ!(۱)

یعنی فتاویٰ رشیدیہ کے پہلے حصہ کی، پہلی طباعت. حضرت مولانا گنگوہی کی وفات [۹/جمادی الاخری ۱۳۲۳ھ/ ۵/اگست ۱۹۰۵ء] کے تقریباً پانچ مہینہ کے بعد مکمل ہوکر آ گئی تھی۔ یہ نسخہ برلاس پریس اور شمس المطابع مرادآباد میں چھپا تھا، یہ سب سے پہلی طباعت، ایک سو اکسٹھ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں آخری ٹائٹل کا ایک صفحہ بھی شامل ہے۔

سرورق کے بعد، اصل کتاب سے پہلے، اٹھائیس صفحات ہیں، جس میں اول صحت نامہ اغلاط ہے، جو ڈیڑھ صفحوں پر آیا ہے، اس کے بعد خاصی مفصل فہرست مضامین ہے، جو ساڑھے بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعدازاں فتاویٰ شروع ہوگئے ہیں۔ سرورق کے بالکل آخری صفحہ پر، مولوی سید فرید احمد صاحب وفا مرادآبادی کا نوشتہ، فقرۂ تاریخ اور قطعہ تاریخ ہے۔

فقرۂ تاریخ یہ ہے: "رسالہ فتاوی رشیدیہ" ۱۳۲۳ھ، قطعہ تاریخ بھی ملاحظہ ہو:

چوایں نسخۂ بے بدل طبع شد — ز زحمت بعید و برحمت قریب

چہ تاریخ احسن، برآمد وفا — ملک گفت: "زیبا عجیب وغریب"

۱۳۲۳ھ (۲)

(۱) فتاوی رشیدیہ حصہ اول۔ طبع اول ص: ۱۶۱۔ (۲) فتاویٰ رشیدیہ۔ طبع اول، سرورق کا آخری، چوتھا صفحہ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے نیچے حقوق طباعت محفوظ ہونے کا اعلان شائع کیا گیا ہے:

''حق کاپی رائٹ کتاب بنام عزیز الدین دہلی نظر، بذریعہ رجسٹری باضابطہ محفوظ ہے''(۱)

حصہ دوم کی پہلی اشاعت پہلے حصہ کی طباعت کے بعد جلد ہی حصہ دوم بھی شائع ہوگیا تھا، حصہ دوم افضل المطابع مرادآباد سے چھپا۔ آخری صفحہ کے بعد ٹائٹل کے آخری صفحہ پر، چھ شعروں پر مشتمل قطعہ تاریخ درج ہے، جو منشی محمود علی گرامی میرٹھی کی یادگار ہے۔ کہا ہے:

تاریخ طبع

از لطائف طبع مؤرخ بے مثال، شاعر شیریں مقال، منشی محمود علی صاحب گرامی میرٹھی

لقد رضاء نجم الهدی فی الوری	فسر القلوب وزال الکید
بهذا الفتاوی فطوبی لکم	فقد جاء بشری لجمع العید
کہ مد بجلوہ چنیں مہر دین	منور بصد مہر شد ماہ عید
خزانہ ملا دین اسلام کا	ملی باب رضوان کی گویا کلید
ضروری مسائل باحسن وجوہ	ہیں ارشاد مرشد سے دین کے رشید
کہا ہو کے خوش ہاتف غیب نے	نفیس الفتاوی امام رشید

۱۳۲۴ھ

اس کے اختتام پر خاتمۃ الطبع ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

خاتمة الطبع

الحمد لله والمنة کہ تاریخ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو یہ مجموعہ متبرکہ حصہ دوم، جس میں تقریباً تعدادی چھ سو مسائل ہیں، اختتام کو پہنچا۔

حصہ سوم کی پہلی اشاعت مولانا عزیز الدین صاحب کی یہ کاوش اہل نظر کے یہاں مقبول ہوئی تھی، اس لئے اس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور جاری رکھنے کی فرمائشیں آتی رہیں، خود مولانا عزیز الدین صاحب بھی، ان سے اس کے طالب و جویا تھے، دوسرا، تیسرا حصہ مکمل ہوتے ہی چھپنے کے لئے چلا گیا تھا۔ اس لئے تیسرا حصہ، فضل حسین بسمل کے اہتمام سے افضل المطابع، مرادآباد سے ۲۰/ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ [۲۴/ مارچ ۱۹۱۰ء] میں شائع ہوا۔ خاتمۃ الطبع درج ذیل ہے:

(۱) فتاوی رشیدیہ۔ طبع اول، سرورق کا آخری، چوتھا صفحہ۔

الحمد للہ والمنۃ کہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ کو یہ مجموعہ متبرکہ حصہ سوم، جس میں تقریباً تعدادی چار سو مسائل ہیں، اختتام کو پہنچا۔(۱)

یہ کلمات ص: ۱۶۰ کے اختتام پر ہیں، ص: ۱۶۱ سے ص: ۱۷۲ تک فہرست مضامین ہے، ص: ۱۷۳ سے ۱۷۶ تک صحت نامہ حصہ سوم آیا ہے، اسی صفحہ پر درج ایک اشتہار واعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ کو، دیوبند کے جلسہ دستار بندی تک، بازار میں لے آنے کے خیال سے، کتابت وطباعت میں جلدی کی گئی، اس کی وجہ سے اس کی صحت کا خاطر خواہ اہتمام نہیں ہوسکا۔

لیکن یہ اعلان اس اشاعت کا نقطۂ اختتام نہیں ہے، ایک صفحہ اور ہے، اس پر حضرت مولانا گنگوہی کا قطعہ تاریخ وفات ہے، جو فارسی کے انیس اشعار پر مشتمل ہے۔ سرورق کے آخری چوتھے صفحہ پر، حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا محمود حسن اور حضرت مولانا تھانوی کی تصانیف کی تاجرانہ فہرست ہے، یہ اشتہار بھی اس کی ایک ضمنی تصدیق ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب [کم سے کم، اس اشاعت کے وقت تک] ان حضرات کے دامن گرفتہ، دینی فقہی نظریات اور سلوک وتصوف میں ان کے طریقہ پر تھے۔

حصہ چہارم وپنجم کی کتاب وطباعت فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب واشاعت کا کام، تیسرے حصہ پر ختم نہیں ہوا تھا، اس کے بعد بھی کم سے کم دو حصے [چہارم، پنجم] اور مرتب ہوئے تھے۔ چوتھے حصہ کے شائع کرنے یا زیر اشاعت ہونے کا، مولانا عزیز الدین صاحب فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی، دوسری اشاعت کے مختلف حصوں میں، کئی مرتبہ اعلان کیا، حصہ سوم کے طبع اول کے سرورق کے دوسرے صفحہ پر، ایک مفصل اشتہار میں، اس کا دو مرتبہ ذکر آیا ہے۔ اس اشتہار سے ان فتاویٰ کی اصلیت پر شبہ کا بھی جواب ملتا ہے، اس لئے یہاں یہ اشتہار نقل کیا جاتا ہے۔ لکھا ہے:

التماس

الحمد للہ کہ اکثر حضرات شائقین کی توجہ دلی اور صدق سعی نے ہم احقران کو، تیسرے وچوتھے حصہ فتاویٰ رشیدیہ کی جانب ہمت دلائی اور اپنے دل رباو جاندہ قلمی فتاویٰ، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے، آغوش محبت سے جدا کر کے، بسبیل ڈاک ہم احقران کو، ان کے نام ارسال کیے، ہم کو معزز وممتاز اور کل ناظرین کو مستفیض فرمایا، **جزاک اللہ فنعم الجزاء.**

جس کسی صاحب کو کسی مسئلہ میں تردد پیش آئے، وہ مرتفع ہوسکتا ہے، ان کل فتاووں کی اصل ہمارے اور ہمارے احباب کے پاس موجود ہے۔ یہ تیسرا حصہ حاضر خدمت، چوتھا حصہ انشاء اللہ بہت جلد طبع ہوکر،

(۱) فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، طبع اول ص: ۱۶۰ [مراد آباد: ۱۳۲۸ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

رسال خدمت بعد۔۔۔۔۔ آنے کے بعد کیا جائے گا۔ دیگر مشاغل کی وجہ سے اس وقت تک مکمل نہ ہو سکا۔

الملتمس

عزیز الدین وفی نظر ہم آباد محلہ ساہو

حصہ اول کی تیسری اشاعت کے ساتھ بھی ایک اشتہار چھپا ہوا ہے، اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ

"چوتھے حصہ کی تیاری ہے"

ان اطلاعات کی ایک قلمی تحریر سے بھی تصدیق ہو رہی ہے جو راقم کے پاس محفوظ ہے۔ یہ فتاوی رشیدیہ کے متعلق ہے، اگرچہ اس پر لکھنے والے کا نام موجود نہیں مگر اس میں مؤلف فتاوی، مولانا عزیز الدین مراد آبادی اور حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلوی کا حوالہ ہے، اور یہ اطلاع بھی، کہ چوتھا حصہ چھپ کر [اس کا نسخہ] مولانا محمد یحیی صاحب تک پہنچ گیا ہے اور پانچواں حصہ کاتب کے پاس ہے۔ تحریر کی نقل ملاحظہ ہو

"فتاوی رشیدیہ بمقام مراد آباد، محلہ ساہو بخدمت مولوی عزیز الدین وفی نظر، کتب فروش بمقام سہارنپور، مدرسہ مظاہر علوم، بخدمت مولوی محمد یحیی صاحب اول، دوم، سوم، چہارم، فتاوی رشیدیہ، پنجم بکاتب رسیدہ"

ان اقتباسات و اطلاعات سے جھلکتا ہے کہ فتاوی کا چوتھا حصہ مرتب ہو کر چھپنے چلا گیا تھا، پانچواں زیر ترتیب تھا، اگر بالغرض پانچواں حصہ مکمل نہیں ہو سکا تھا، جس کی کوئی وجہ معلوم نہیں، تو چوتھے حصہ پر کیا گزری۔ وہ پریس جانے کے باوجود، چھپا کیوں رہا، آج تک گمنام و لاپتہ کیوں ہے، یہ حصہ جب اس مرحلہ تک آ گیا تھا، کہ مولانا محمد یحیی کاندھلوی کی خدمت میں بھیج دیا جائے تو اور قدرداں اس سے محروم و بے خبر کیوں رہے۔ چوتھے پانچویں حصہ کے حوالہ سے سوالات کے جوابات، ان دونوں حصوں کی بازیافت اور ان کی اشاعت، حضرت مولانا کے فتاوی کے ذخیرہ اور مولانا عزیز الدین کے کام کی تکمیل کے لئے نہایت ضروری ہے۔

مطبوعہ حصوں کی مکرر اشاعتیں فتاوی رشیدیہ حسب توقع نہایت مقبول ہوا، ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، اس لئے قلیل وقفہ میں کئی مرتبہ چھپا۔ مؤلف نے پہلے دونوں حصے اپنے پتہ سے، مراد آباد سے کم سے کم تین مرتبہ شائع کئے، تیسرے حصہ کی دوم تبہ طباعت ہوئی اور اس کے بعد یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا۔ یہاں ان میں سے اہم طباعتوں کا، کچھ تذکرہ مفید ہوگا۔

اشاعت دوم، مرادآباد پہلا حصہ طباعت کے بعد جلد ہی کم یاب ہوگیا تھا، طلب بڑھتی جارہی تھی، اس لئے مولانا عزیزالدین صاحب نے طبع اول کو، دوبارہ جوں کا توں شائع کردیا، اس پر تاریخ اشاعت بھی وہی درج ہے، جو پہلی اشاعت میں تھی، حالاں کہ یہ حقیقت میں پہلی اشاعت نہیں، بلکہ پہلی اشاعت کا مثنیٰ [Re Print] ہے، فرق صرف یہ ہے کہ پہلی اشاعت براس پریس سے چھپی تھی، [جیسا کہ اس کے تعارف گزر گیا ہے،] یہ عکس یا مثنی، افضل المطابع، مرادآباد سے چھپا تھا۔ مطبع کی صراحت کے علاوہ، دونوں میں سے ایک فرق یہ بھی ہے، کہ پہلی طباعت کا سرورق ہلکے رنگ کا باریک کاغذ کا ہے، دوسری طباعت کا سرورق ذرا دبیز کاغذ پر چھاپا گیا ہے۔

اشاعت سوم، مرادآباد حصہ اول کی دوسری اشاعت بھی فروخت ہوگئی، تو اس حصہ کو مولانا عزیزالدین صاحب نے ایک مرتبہ اور چھاپا، یہ طباعت، پہلی طباعت کے تین سال بعد اشاعت پذیر ہوئی، یہ بھی مطبع شمس المطابع مرادآباد سے، حاجی شمس الدین کے اہتمام سے چھپی تھی۔ یہ پہلی دونوں طباعتوں سے کسی قدر مختلف ہے، اس کے سرورق کے دوسرے اندرونی صفحہ پر پورے صفحہ کا اشتہار ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول طبع ثالث

عرصہ ہوا یہ حصہ ہم نے بڑی کوشش سے طبع کرا کر، حضرات ناظرین کی خدمت میں عموماً اور برادران دینی کی خدمت میں خصوصاً پیش کیا تھا، الحمدللہ کہ ہماری سعی مقبول خاص وعام ہوئی، شائقین کی طلب کی وجہ سے سہ بارہ طبع کی نوبت آ گئی، کیوں نہ پسندیدۂ عام ہو کہ محدث دہر، فقیہ عصر، قطب وقت، حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز کے، یہ نہایت کارآمد فتاوے ہیں، کہ جن سے ہر چھوٹا اور بڑا مستغنی نہیں ہے۔ اس کتاب کے تین حصہ طبع ہو چکے ہیں، چوتھے حصہ کی تیاری ہے، قیمت فی حصہ ۱ر ہے، ان تمام فتاووں کی اصل ہمارے پاس موجود ہیں، جو صاحب چاہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جن صاحب کے پاس، حضرت مولانا قدس سرہ کے فتاوے موجود ہوں اور ان کا طبع ہونا بھی منظور ہو، تو ہمارے پاس بھیج دیں، انشاءاللہ چوتھے حصہ میں طبع ہوں گے۔

اس طباعت کے آخری صفحہ [سرورق] پر بھی طبع اول، قطعہ تاریخ اور وہی عبارت درج ہے، جو پہلی دونوں اشاعتوں پر تھی مگر دونوں میں اس سے امتیاز ہو جاتا ہے، کہ پہلی دونوں طباعتیں ایک سو باسٹھ صفحات پر مشتمل تھیں، اس کے ایک سو چونسٹھ صفحے ہیں، یہ صفحات اصل کتاب میں اضافہ نہیں، بلکہ ان صفحات پر کتابوں کی تاجرانہ فہرست چھپی ہے۔ یہ اشاعت غالباً ۱۳۲۷ھ [۱۹۰۹ء] کی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حصہ سوم کی اشاعت دوم فتاویٰ کا تیسرا حصہ افضل المطابع مرادآباد سے ۱۳۲۸ھ [۱۹۱۰ء] میں چھپا تھا، اس حصہ کی دوسری اشاعت بھی اسی مطبع سے نکلی، اس پر سنہ طباعت موجود نہیں مگر دونوں میں چند صفحات کی کمی زیادتی ہے۔ پہلی اشاعت ایک سو چھہتر (۱۷۶) صفحات پر ہے، دوسری میں ایک سو چھیاسی صفحات ہیں۔

مرتب کے اہتمام سے تینوں حصوں کی رحیمیہ سنہری مسجد دہلی سے اشاعت فتاویٰ کی بار بار اشاعت کے باوجود، اس کی پذیرائی اور مقبولیت روز افزوں تھی، اس لئے مرتب اور ناشر نے، اس کی ایک بہتر، نسبۃً عمدہ اور یکساں طباعت کا دہلی میں انتظام کیا تھا۔ یہ نسخہ حافظ عبدالغنی صاحب، کتب خانہ رحیمیہ، سنہری مسجد دہلی کے نام سے چھپا تھا، اس پر سنہ طباعت درج نہیں، سرورق کے آخری صفحہ پر، پہلی تینوں اشاعتوں کی طرح، مولانا عزیزالدین صاحب کا نام اور پتہ چھپا ہے، اس میں بھی وہی مضمون ہے، جو اوپر نقل ہو چکا ہے۔ اس طباعت کا صرف پہلا حصہ میری نظر سے گزرا ہے، اس لئے اس ادارہ سے دوسرے، تیسرے حصہ کی طباعت کے متعلق، کچھ کہنا ممکن نہیں۔

مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند: ۱۳۳۳ھ فتاویٰ رشیدیہ کی جو پذیرائی ہوئی، اس کا تقاضہ بلکہ حق بھی تھا کہ اس کا ایک اچھا ایڈیشن دیوبند سے شائع ہو، مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے، اپنے مطبع قاسمی دیوبند سے اس کی طباعت کا انتظام کیا۔ یہ طباعت مولانا عمادالدین شیرکوٹی کے اہتمام سے چھپی اور اس وقت تک کی تمام طباعتوں میں سب سے بہتر ہے۔ مطبع قاسمی کا مطبوعہ نسخہ ۱۳۳۳ھ [۱۹۱۵ء] میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا اور غالباً مکمل کتاب [تینوں حصے] ایک ساتھ چھپے تھے، اس کا صرف دوسرا حصہ راقم سطور کے سامنے ہے، دوسرے حصوں کی تلاش و دریافت میں کامیاب نہیں ہوا۔

مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ جامع مسجد دہلی: ۱۳۴۸ھ تا ۱۳۵۲ھ مطبع قاسمی کے بعد جو طباعت راقم کو ملی، وہ کتب خانہ رحیمیہ کی دوسری طباعت ہے، جو تصحیح، ترتیب، تبویب، کاغذ اشاعت وغیرہ، ہر پہلو سے، پہلی طباعتوں سے بہت بہتر ہے۔

اس طباعت کے لئے تصحیح و تبویب کی خدمت، مولانا مفتی کفایت اللہ کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی تھی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب اس کی تخریج مسائل بھی کرائی تھی اور ایک جامع حاشیہ بھی لکھوایا تھا، یقیناً اس حاشیہ کی اشاعت سے، فتاویٰ رشیدیہ کی افادیت و منزلت میں بہت اضافہ ہوتا مگر افسوس ہے کہ یہ حاشیہ، کتاب کی ضخامت اور قیمت بہت بڑھ جانے کے خوف سے [کیوں کہ حاشیہ بہت مفصل اور اصل کتاب کے برابر تھا] شائع نہیں کیا گیا۔

یہ نسخہ، تین علیحدہ حصوں میں، کتب خانہ رحیمیہ، سنہری مسجد دہلی سے علیحدہ علیحدہ چھپا تھا، پہلا حصہ ۱۳۴۸ھ [۱۹۳۰ء] میں چھپا، یہ اشاعت بہت مقبول ہوئی، بار بار چھپتی رہی اور کثرت سے فروخت ہوئی اور اب تک بھی، فتاویٰ رشیدیہ کا بنیادی

toobaa-elibrary.blogspot.com

نسخہ اسی کو سمجھا جاتا ہے۔ رحیمیہ کی اس کے اشاعت کے بعد سے، فتاوی رشیدیہ کے جس قدر بھی نسخے ہیں، وہ تمام اسی اشاعت کی نقل یا نقل ہیں، کسی مرتب وناشر نے ترتیب وتبویب میں جزوی ترمیم کی ہے، یا بعض عنوانات میں کچھ حذف واضافہ کیا ہے، ہمو، نسخہ وہی ہے جو رحیمیہ سے چھپا تھا۔

کتب خانہ رحیمیہ سے شائع چند اور اشاعتیں رحیمیہ کی طباعتیں کچھ اس درجہ مقبول اور پسندیدہ خاص وعام ہوئیں، کہ اس ادارہ نے فتاوی کے کئی ایڈیشن متواتر چھاپے اور یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ رحیمیہ دہلی کی اشاعت کے بعد، دہلی کے یا کسی اور جگہ کے کسی ادارہ نے، فتاوی رشیدیہ چھاپا ہو، میرے علم میں نہیں مگر ۱۹۴۷ء کے بعد، غالباً سب سے پہلے کراچی کے ناشرین نے، فتاوی رشیدیہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، ان کی اور رحیمیہ کی نقول ہندوستان میں بھی چھپتی رہیں، بعد میں دیوبند سے بار بار چھپی اور چھپ رہی ہے، بیس سے زائد طباعتیں میری نظر سے گذری ہیں مگر ان میں کوئی نئی بات، ترتیب، تصحیح مقابلہ وغیرہ کی کوئی کوشش مجھے نظر نہیں آئی۔

کراچی کی طباعتیں اور فتاوی رشیدیہ میں چند اضافات وترمیمات ۱۹۴۷ء کے بعد، کراچی سے فتاوی رشیدیہ کی نئی اور متواتر، طباعت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اس میں بھی تصحیح وتحقیق وغیرہ کا کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا گیا۔ صرف ایک اشاعت مطبع سعیدی کراچی کی، ایسی نظر سے گذری تھی، جس پر ایک تحریر مولانا سبحان محمود صاحب کی چھپی ہوئی تھی کہ ہم نے اس کی تبویب اور تصحیح کی ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں [ہند پاکستان دونوں ملکوں میں] دوسروں کی کتابوں، مطبوعات کو، بلا کسی اجازت کے، غیر شرعی طور پر [چوری سے] چھاپنے کی وبا عام ہے، اس لئے اس طباعت کی نقلیں بھی [شروع کی تصدیقات وگذارشات نکال کر] ہند پاکستان میں کثرت سے چھپیں۔ پھر کراچی ہی کے کسی ناشر نے اپنی راہ الگ نکالی، فتاوی کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا، جس میں حضرت مولانا گنگوہی کے فقہی ارشادات ومفوظات بھی شامل کر لئے۔ اگرچہ یہ طریقہ بالکل غلط اور قطعاً غیر علمی تھا، فقہ وفتوی کے ذمہ دارانہ کام میں، اصول، مفوظات کی [جن کا حوالہ بھی درج نہ ہو] کچھ اہمیت نہیں، مگر جب افادی پہلو پر "کل جدید لذیذ" کا نظریہ غالب ہو، ایسے میں استدلال واعتماد کی بات بے فائدہ ہوتی ہے، یہی اس طباعت میں بھی ہوا، کہ مفوظات والا نسخہ چھپتے ہی، اس کی نقلیں عام ہوگئیں۔ اس وقت سے یہی نسخہ چھپ رہا ہے، چل رہا ہے۔

فتاوی کی ملفوظات کے ساتھ کراچی سے اشاعت یہ طباعت جس میں ملفوظات فتاوی کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں، کس نے مرتب کیا تھا اور سب سے پہلے کس نے اس کو شائع کیا، اس کا صحیح علم نہیں مگر اس قسم کی جو سب سے پہلی اشاعت، راقم کو ملی، وہ کارخانہ محمدی، بشیر کالونی، کراچی [پاکستان] کی ہے، اس میں مرتب کا نام اور سنہ اشاعت موجود نہیں، غالباً ۱۴۰۰ھ کے قریب کی اشاعت ہے، اس میں تبویب وترتیب میں مزید عمدگی اور بہتری کا اعلان

toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتاویٰ میں ملفوظات کی شرکت، اس ادارہ کی "حرکت" نہیں تھی۔ یہ کام اس سے پہلے کسی اور ناشر نے کیا تھا، زیر نظر نسخہ | کارخانہ محمد علی، کراچی | میں، ملفوظات کو صرف موضوعات کے لحاظ سے، مرتب کر کے پیش کرنے کی کوشش ہوئی ہے، یعنی ملفوظات ہر اک باب کی مناسبت سے، علیحدہ علیحدہ کر کے، اس باب کے آخر میں درج کیے گئے ہیں۔ ناشر نے لکھا ہے:

"حضرت گنگوہی کے یہ فتاوے یوں تو اس سے پہلے بھی شائع ہوتے رہے ہیں، لیکن ہم نے جدید عکسی ایڈیشن کی ترتیب وتہذیب کو، فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے اور عصر حاضر کی ذہنی اور مزاجی کیفیات کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ | یعنی چہ؟ نور | ہم نے جملہ مسائل کو ان کو نوعیت اور اقسام کے اعتبار سے، الگ الگ کتاب اور ابواب کے ماتحت ایک جگہ کر دیا ہے، اس طرح قاری کو کسی بھی مسئلہ میں اس کا جواب تلاش کرنے میں، وقت اور پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی، فہرست مضامین میں متعلقہ مسائل کی کتاب اور باب پر نظر ڈالئے اور صفحہ متعلقہ کھول کر، جواب حاصل کر لیجئے۔

اسی طرح پچھلی اشاعت میں ملفوظات منتشر ومتفرق تھے، ہم نے انہیں بھی ابواب کے اختتام پر، ایک جگہ کر دیا ہے، ان تمام مساعی اور کوششوں کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ اس مفید چیز کے افادے کو زیادہ سے زیادہ وسیع کر دیا جائے"۔(۱)

تالیفات رشیدیہ فتاوی رشیدیہ کی ایک معروف اشاعت وہ ہے، جو تالیفات رشیدیہ کے نام سے ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۷ء میں ادارہ اسلامیات، لاہور سے پہلی مرتبہ چھپی تھی۔ اس میں فتاوی کے علاوہ، حضرت مولانا گنگوہی کی چند تالیفات بھی شامل وشائع کی گئی ہیں۔

اس اشاعت میں شامل، فتاوی غالباً اس اشاعت کی نقل ہیں، جس کا اشاعت کراچی کے تحت تعارف گزرا ہے، اس کی تمہید اور مندرجات بھی وہی ہیں، جو نسخہ کراچی کے تھے، مگر تفصیلات سے قطع نظر، یہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ دونوں اشاعتیں تصحیح اور اصول سے مطابقت کی نہایت محتاج ہیں۔ (۲) نیز اس کو مجموعہ تالیفات رشیدیہ کہنا بھی شاید صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں حضرت مولانا کی جملہ تالیفات شامل نہیں، جو ہیں وہ مجموعہ فتاوی کے ضمیمہ کے طور پر ہیں، اگر اس کا نام "فتاوی

---

(۱) فتاوی رشیدیہ ص ۱۳ ناشران محمد علی کارخانہ اسلامی کتب۔ کراچی ۳۸۔ بلا سنہ۔

(۲) ان دونوں طباعتوں کی فروگذاشتوں، بعض بلا حوالہ اضافوں، نیز کتابت کی بڑی غلطیوں پر مفصل مضامین کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہمارے بے ثمر دینی اداروں میں فتاوی رشیدیہ اور تالیفات رشیدیہ سے بلا تکلف رجوع کیا جاتا ہے مگر کسی نے بھی اس کی تصحیح پر توجہ نہیں کی، اس کی فروگذاشتوں پر نظر نہیں، ان سے سقطات، اضافوں، کم وبیش پر علمی تبصرہ اور فنی جائزہ کی ضرورت اب تک محسوس ہوتی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رشیدیہ مع چند تالیفات حضرت مولانا گنگوہی" ہوتا، تو زیادہ موزوں اور برمحل تھا۔

پشتو ترجمہ حضرت مولانا کے شاگردوں اور منتسبین کا سلسلہ، موجودہ پاکستان کے آخری صوبہ اور افغانستان تک پھیلا ہوا تھا، (۱) صوبہ سرحد اور پشتو بولنے والے تمام علاقوں میں، حضرت مولانا کے اثرات، حضرت سے علمی وابستگی اور حضرت کے علوم سے استفادہ کا سلسلہ تھا، اس رابطہ اور ارادت کی وجہ سے حضرت کے مجموعہ فتاویٰ کے، مقامی زبان پشتو میں ترجمے بھی کئے گئے۔ فتاوی رشیدیہ کا پشتو میں ایک ترجمہ، مولانا لطافت الرحمٰن سواتی صاحب [ولادت ۱۹۲۸ء] نے کیا تھا۔ مولانا، پاکستان کے ممتاز عالم مصنف، مدرس، مفتی اور اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ (۲) یہ ترجمہ شائع ہوا ہے یا نہیں، اس کا مجھے علم نہیں، اس کا تعارف راقم سطور کو نہیں ملا۔

پشتو کا ایک اور ترجمہ پشاور صوبہ سرحد [حال خیبر پختون خواہ] کے ایک ناشر نے چھاپا ہے یہ ترجمہ مولانا عبداللطیف اسکندر نے کیا ہے، جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہنوز میری دسترس سے دور ہے، اس لئے اس ترجمہ کے مزید تعارف سے قاصر ہوں۔

فتاویٰ رشیدیہ کی تخریج مسائل اور تحقیق جزئیات فتاوی رشیدیہ کے مضامین و مندرجات اول سے اہل فتاویٰ کی توجہ کا مرکز رہے اس سے یہ بھی خیال رہا، کہ ان کے مندرجات و ماخذ کی تلاش کی جائے، اس مبارک کام کی تکمیل اور فتاویٰ کی تخریج کے لئے، کئی علمائے کرام اور مفتی صاحبان نے علیحدہ علیحدہ کوشش کی، جس میں، میری ناچیز معلومات کے مطابق سب سے پہلا مکمل اور جامع ترین حاشیہ یا تحقیق فتاویٰ وہ ہے، جو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب شاہ جہانپوری دہلوی کی زیر نگرانی مرتب ہوا تھا۔

(۱) حضرت مفتی کفایت اللہ کی نگرانی میں حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف کتب خانہ رحیمیہ دہلی سے فتاوی کے شائع نسخہ کو جو قبول عام حاصل ہوا، اس کی وجہ سے خیال ہوا تھا کہ اس کا ایک اور اعلیٰ عمدہ نسخہ، فتاوی کے ماخذ کی تحقیق اور مکمل حوالوں کے ساتھ، علمی انداز کا کام ہو، فتاوی کے ساتھ چھپنا چاہئے، اس بڑے کام کے لئے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے گذارش کی گئی، مفتی صاحب نے سنبھل [مراد آباد، یوپی] کے ایک عالم سے، اپنی نگرانی میں یہ کام کرانے کا ارادہ

---

(۱) ان دونوں علاقوں کی فوقیت اشتمال بالفعل یا بالقوہ اشاعت کی بڑی خطیوں پر مفصل مضامین کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہمارے بے شمار دینی اداروں میں فتاوی رشیدیہ و تالیفات رشیدیہ سے بالتکلف اجزاء یا بالتمام کسی نے بھی اس کی صحیح پروجہ نہیں کی، اس کی فوقیت اشتمال پر نظر نہیں ڈالی تھی، اس کے سقطات، اضافوں و ترمیمات پر بحث تو دور کی بات ہے، اس کی فوقیت اشتمال کی خدمت سے بھی محروم رہی ہے۔

(۲) مولانا لطافت الرحمٰن صاحب کے مختصر تعارف اور اس ترجمہ کے حوالہ سے ملاحظہ ہو مفتی اعظم [مولانا مفتی محمد شفیع] نمبر ماہنامہ البلاغ کراچی ۱۳۹۹ھ۔ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ ص ۹۳۳-۹۳۲ "پشتو زبان کے مشہور قلمکار اور ان کی خدمات"

toobaa-elibrary.blogspot.com

فرمایا، ان عالم صاحب نے بہت محنت اور توجہ سے مفصل حاشیہ لکھا، جس کا تخریج جزئیات وروایات کی وجہ سے، بڑا حصہ عربی میں تھا، چند توضیحات وفوائد اردو میں بھی لکھے گئے تھے، مگر افسوس کہ فتاویٰ کی ضخامت وغیرہ بہت بڑھ جانے کے خیال سے، اس قیمتی حاشیہ کو، جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے بڑے مفتی کی نگرانی وسرپرستی شامل تھی، شائع نہیں کیا گیا۔

میں نے سنا ہے کہ یہ حاشیہ ساڑھے تین سو، پونے چار سو صفحات پر مشتمل تھا، اس کو میرے ایک بڑے علمی محسن، نہایت کرم فرما، صاحب نظر اور باذوق، حافظ توفیق احمد صاحب علوی کیرانوی رحمہ اللہ نے، کتب خانہ رحیمیہ کے وارثین کے یہاں، ایک سے زائد مرتبہ دیکھا اور وہاں سے اس کی نقل یا عکس لینے کے لئے، خاصی کوشش کی مگر وہ صاحبان آمادہ نہیں ہوئے، اور ان سطور کی تحریر کے دوران جب اس خانوادہ کے موجودہ اصحاب سے رجوع کیا گیا، تو یہ تکلیف دینے والی اطلاع ملی، کہ گھر کی نئی تعمیر کے وقت گھر میں جو علمی اثاثہ اور کتابیں وغیرہ تھیں، وہ سب مختلف افراد، اپنے اپنے ذوق کے مطابق اٹھا کر لے گئے تھے، اس لئے معلوم نہیں اس کا کیا ہوا اور کون اس کو لے گیا۔

(۲) حاشیہ، مرتبہ مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی ایک اور نسبۃً مفصل اور جامع حاشیہ، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی [خیرآباد، اعظم گڈھ] مفتی دارالعلوم دیوبند کا ہے۔ دو جلدوں اور ساڑھے گیارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، کمپوز ہو کر اشاعت کے لئے تیار رکھا ہے، بعض اور کام سامنے آجانے کی وجہ سے، اس کی طباعت میں تاخیر ہو رہی ہے۔

(۳) حاشیہ، مرتبہ مفتی محمد یوسف صاحب [دیوبند غالباً ۱۴۲۹ھ] ایک اور حاشیہ دارالعلوم دیوبند ایک اور استاد، مولانا مفتی یوسف [تاؤلی، ضلع مظفرنگر] کا ہے، اس میں متوسط حاشیہ ہے، تصحیح اور مقابلہ متن کے لئے اور نسخوں کی طرح، اس میں بھی توجہ نہیں کی گئی، تاہم ہندوستان میں اس وقت تک حسن طباعت کے لحاظ سے، سب سے بہتر ہے، کمپوزنگ اور طباعت عمدہ ہے، جلد بھی خوبصورت ہے، یہ حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ کے معروف مطبوعہ نسخہ پر مبنی ہے۔

دونوں جلدوں کے نو سو چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہیں، سنہ طباعت درج نہیں، اندرونی ضمنی مندرجات سے، ۱۴۲۹ھ معلوم ہوتا ہے۔

(۴) حاشیہ مطبوعہ اکوڑہ خٹک، بلاسنہ نسخہ دیوبند کے بعد ایک حاشیہ، مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان سے چھپا ہے، اس پر تعلیق کا کام مفتی نصیر محمد حقانی اور مفتی عبدالہادی حقانی نے، مفتی غلام قادر نعمانی کی نگرانی میں کیا ہے۔ حاشیہ نسخہ دیوبند کی طرح اوسط درجہ کا ہے، مگر اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فقہ حنفی کے اہم مآخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، ضمنی ثانوی کتابوں کا تذکرہ ہے نہ حوالہ، مجموعی طور پر نسخہ دیوبند سے مفید اور بہتر معلوم ہوتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ طباعت ایک ہی جلد میں ہے، کمپوزنگ متن اور حواشی دونوں کی صاف ستھری ہے، آٹھ سو پینتیس ۸۳۵ صفحات پر مشتمل ہے، جلد کا ڈیزائن وغیرہ دلکش ہے۔

(۵) سنا ہے کہ تخریج وتعلیق کا ایک اور کام مرکز تحقیقات بلوچستان، پاکستان کے ایک علمی ادارہ میں ہوا ہے، اور بہ ظاہر شائع ہو چکا ہے، مگر اس کی کوئی تفصیل راقم کو دستیاب نہیں ہوئی۔

خلاصہ فتاوی رشیدیہ فتاوی رشیدیہ کے تینوں حصوں کا ایک خلاصہ بھی مرتب کیا گیا تھا، جس میں سوالات حذف کر دیئے ہیں اور جوابات میں بھی تمام مندرجات کا احاطہ نہیں، مرتب نے اپنے ذوق یا شاید ضرورت کے مطابق، اہم اور ضروری ضروری جوابات ترتیب وار نقل کئے ہیں، تینوں حصوں کے منتخبات پر علیحدہ شمار درج ہے۔ یہ پورا مجموعہ یا انتخاب درمیانی پیمائش کے، ایک سو پچیس صفحات پر مشتمل ہے، تحریر عمدہ صاف ستھری رواں ہے، شروع میں تینوں حصوں کی مکمل فہرست اور اختتام پر "ختم شد" کی وضاحت بھی ہے مگر کاتب ملخص نے اپنا نام، مقام اور سنہ کتابت وتحریر رقم نہیں کیا، لیکن اس کے ساتھ شامل بعض اور تحریروں سے خیال ہوتا ہے، کہ یہ انتخاب ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء کے بعد کسی وقت ہوا ہے۔ اس کا فوٹو اسٹیٹ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔

فتاوی رشیدیہ پر چند شبہات واعتراضات: فتاوی رشیدیہ اگرچہ کثرت سے چھپتا ہے، پڑھا جاتا ہے اور اس سے استفادہ کچھ کم نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس پر چند شبہات واعتراضات بھی کئے جاتے ہیں، یہاں ان کا بھی کچھ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

فتاوی رشیدیہ کے تینوں حصے ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۲۸ھ کے درمیان چھپے تھے، اسی وقت سے ان کو قبول عام اور کثرت استفادہ کا امتیاز حاصل ہے۔ ان فتاوی کی اشاعت سے تقریباً ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۱ء) تک، ان فتاوی پر شبہ، یا ان کی نقل واشاعت میں بددیانتی کا خیال نہیں تھا، نہ ان کے جامع ومرتب مولانا عزیز الدین صاحب پر کوئی اعتراض کیا گیا، کوئی الزام نہیں لگایا گیا، حالانکہ اس وقت حضرت مولانا گنگوہی کے کئی سو شاگرد اور بے شمار مستفیدین موجود تھے، جن میں سے پچاسوں فقہ وفتاوی میں وسیع گہری نظر رکھتے تھے اور حضرت مولانا کے فتاوی کے طرز اور اسلوب تحریر کو خوب جانتے سمجھتے تھے، مگر کسی نے بھی فتاوی رشیدیہ کی اس طباعت اور اس میں شامل فتاوی کے حضرت مولانا گنگوہی سے انتساب پر سوال نہیں اٹھایا، اس مجموعہ فتاوی کو بلا کسی تحفظ کے پڑھا گیا اور اس سے بلا تامل اخذ واستدلال بھی ہوا۔

اس مجموعہ فتاوی کی اشاعت کے تقریباً پچیس سال بعد، جب اس کے کم سے کم، پانچ ایڈیشن شائع ہو کر، عام ہو چکے تھے، پہلی مرتبہ یہ بات سامنے آئی کہ فتاوی رشیدیہ پر کامل اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اس کے بعض فتاوی کی، حضرت مولانا گنگوہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی جانب نسبت مشتبہ ہے۔ غالباً یہ بات سب سے پہلے اس وقت کہی گئی، جب بھاول پور میں قادیانیوں کے کفر اور ان سے نکاح فاسد ہونے کا بہت اہم اور تاریخی مقدمہ چلا ہوا تھا، اس میں قادیانی جماعت کے بڑے مبلغ اور نمائندے جلال الدین شمس قادیانی نے، اپنے ایک دعویٰ میں فتاویٰ رشیدیہ کی ایک عبارت ثبوت کے طور پر پیش کی تھی، اس کا جواب دیتے ہوئے [اوائل ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ/ مارچ ۱۹۳۳ء میں، اس مقدمہ میں مسلمانوں کے بڑے نمائندے اور مقدمہ کے اصل پیروکار] مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوری نے، فتاویٰ رشیدیہ کی علمی استنادی حیثیت پر، شبہہ ظاہر کرتے ہوئے، فتاوی رشیدیہ کی استنادی حیثیت سے انکار کیا تھا اور جواب دعویٰ میں لکھا تھا کہ:

۱) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاوے ہیں، جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی، چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بھی، ان میں فتاوے ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

۲) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر مقلد، عزیز الدین مرادآبادی نے شائع کرایا ہے اور غیر مقلدین کو حضرت سے خصوصی عناد تھا۔

۳) ان میں اکثر فتاوے کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں، بلکہ غلط اُن کی طرف منسوب ہیں۔

۴) القاسم، الرشید وغیرہ میں، اس کے کل فتاوے نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی مل سکتا ہے۔(۱)

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی بعض جزئیات کے اضافہ کے ساتھ، اسی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اپنے مجموعۂ فتاویٰ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان کی [فتاوی رشیدیہ] اشاعت حضرت کی وفات کے بعد، مختلف اطراف میں گئے ہوئے، خطوط کو جمع کر کے کی گئی اور ان میں ایک اختلاط یہ بھی پیش آ گیا، کہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بینائی نزول ماء سے جاتی رہی تھی (تذکرۃ الرشید، ج:۱ص:۱۰۰) خود لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گئے تھے، اس وقت اکثر خطوط اور فتاویٰ کا جواب، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایا کرتے تھے، جن میں کبھی تو حضرت بطور املاء کے الفاظ لکھواتے تھے اور کبھی مضمون بتلا دیا کہ یہ لکھ دیں۔ اس لئے جو استناد و اعتماد کا درجہ حضرت ممدوح کے فتاوے کو ہونا چاہئے تھا، اس میں ایک حد تک کمی رہ گئی۔

---

(۱) مقدمہ مرزائیہ بھاول پور، ص:۱۴۴۸، جلد سوم۔ [اسلامک فاؤنڈیشن۔ لاہور: ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء] جواب دعوی میں تین تنقیحات [یا Point] اور ہیں ان میں کوئی قابل ذکر بات نہیں، اس لئے ان کا یہاں تذکرہ نہیں کیا گیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے جو تین حصے شائع ہوئے ہیں، ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی ہیں، جن کے متعلق حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مخصوص تلامذہ ومریدین اور خلفاء، حضرت ممدوح کے فتاوی، شائع شدہ فتوی کے خلاف نقل کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں ابتداءً حضرت گنگوہی کا وہی فتویٰ ہو جو شائع ہوا ہے، لیکن آخر تک حاضر خدمت رہنے والے اکابر علماء نے جو نقل کیا، وہی آخری فتویٰ اور راجح قول شمار ہوگا۔

مثلاً ربوا فی دارالحرب کے متعلق فتاوی رشیدیہ میں، امام اعظم ابوحنیفہ کے قول مشہور کے موافق، دارالحرب میں کفار سے سود لینے کو جائز لکھا ہے، مگر حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متعدد خلفاء اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بارہا یہ سنا، کہ حضرت گنگوہی کا فتویٰ اس باب میں صاحبین اور جمہور کے موافق تھا، اور اسی وجہ سے حضرت ممدوح نے، حضرت حکیم الامت کے رسالہ تحذیر الاخوان پر دستخط نہیں فرمائے کہ اس کے مضمون سے حضرت کو اختلاف تھا۔ اسی طرح سماع موتے کے مسئلہ میں، جو مضمون فتاوی رشیدیہ میں طبع ہوا ہے، استاذی وسیدی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی دارالعلوم، حضرت گنگوہی کا فتوی اس کے خلاف نقل فرماتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔(۱)

ہندوستان کے ایک اور بڑے مفتی، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی بھی تقریباً یہی رائے تھی، جو مفتی صاحب کے حوالہ سے کئی لوگوں نے نقل کی ہے۔ مولانا بدر الحسن قاسمی نے مفتی صاحب پر اپنے ایک مضمون [چند یادیں چند باتیں] میں لکھا ہے کہ:

"فقہاء کے اقوال جو فتوی کے لئے مختار سمجھے جاتے ہیں وہ ان کو اچھی طرح ازبر تھے۔ دوسری طرف امداد الفتاوی، بوادر النوادر، فتاوی عبدالحی، فتاوی رشیدیہ وغیرہ بھی ان کی نگاہوں میں اس طرح رہا کرتے تھے کہ مسئلہ کا ذکر آتے ہی، ان کا ذہن فوراً متعلقہ صفحات کی طرف منتقل ہو جاتا۔ بچہ مثال کے طور پر فتاوی رشیدیہ اور فتاوی عزیزیہ کی تدوین کے دوران مرتبین کی طرف سے جو تھوڑی بہت کاٹ چھانٹ کی گئی ہے اور جس کی وجہ سے بعض مسائل میں، ان کے درجہ استناد میں فرق آیا ہے"(۲) (۳)

مفتی صاحب اس گفتگو میں، مولانا مفتی محمد سہول بھاگلپوری [سابق مفتی دارالعلوم، دیوبند] کا بھی نام لیا کرتے تھے۔ خود میں نے ایک مرتبہ مفتی صاحب سے عرض کیا کہ، اس اطلاع کا ماخذ کیا ہے، فرمایا:

دارالافتاء [دارالعلوم] میں فتاوی رشیدیہ کے ایک پرانے چھپے ہوئے نسخہ پر، مولانا محمد سہول صاحب کی تحریر ثبت ہے۔

---

(۱) فتاوی دارالعلوم [امداد المفتی] فتاوی مولانا مفتی محمد شفیع، مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع ص ۲ جلد ۳ [دارالمعارف، کراچی ۱۳۸۲ھ]

(۲) ماہنامہ الفرقان لکھنؤ [فروری ۱۹۷۰ء، رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ، جلد: ۶۵، شمارہ: ۲]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

راقم فوراً دارالافتاء گیا اور وہاں، مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب کی عنایت وتعاون سے، دارالافتاء میں موجود فتاویٰ رشیدیہ کے تمام نسخوں کو توجہ اور تفصیل سے دیکھا، اگرچہ دارالافتاء میں طبع اول سے، مطبوعہ رحیمیہ دہلی و دیوبند تک تقریباً تمام نسخے موجود تھے، مگر وہ نسخہ نہیں ملا، جس پر مولانا محمد سہول کی تحریر تھی، یہ بات میں نے واپس آ کر مفتی صاحب سے عرض بھی کر دی تھی، اور [یہ نسخہ اب تک دریافت نہیں ہوا، اللہ جانے کہاں گیا]۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) حضرت مفتی محمود حسن صاحب سے منسوب اس روایت میں فتاویٰ رشیدیہ کے علاوہ فتاویٰ عزیزیہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس لئے اگرچہ میری جسارت گستاخی شمار ہوگی مگر فتاویٰ عزیزیہ کے متعلق بھی چند پہلوؤں کا تذکرہ غیر مفید نہ ہوگا۔

فتاویٰ عزیزیہ حضرت شاہ صاحب کی حیات میں مرتب ان مجموعوں پر مشتمل ہے، جن میں حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ نے، حضرت شاہ صاحب سے فتاویٰ اور مسائل نقل اور یکجا کئے تھے۔ اس قسم کے متعدد مجموعے اب تک موجود ہیں، ان میں سے ایک مختصر مجموعہ ایسا بھی ہے، جو خود حضرت شاہ عبد العزیز نے اپنے ایک شاگرد کو عطا فرمایا تھا [یہ نسخہ ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہے] اور بھی کئی نسخے ہیں، ان میں ایک بڑا اور اہم نسخہ، جو حضرت شاہ صاحب کی وفات کے صرف تین سال بعد ۱۲۴۲ھ میں مرتب و مکمل ہوا ہے، راقم کی نظر میں ہے اور اس کا فوٹو اسٹیٹ بھی ہمارے ذخیرہ میں ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی قلمی نسخے ہند پاکستان اور مغربی ملکوں کے کتاب خانوں میں موجود ہیں۔

فتاویٰ عزیزی کا معروف مطبوعہ نسخہ سب سے پہلے ۱۳۱۱ھ [۱۸۹۳ء] میں مطبع مجتبائی دہلی سے چھپا تھا [بعد کی تمام طباعتیں اسی کی نقل ہیں] اور جیسا کہ اس طباعت میں تصریح ہے، اس کا قلمی نسخہ مولانا خلیل الرحمن برہان پوری کے ذخیرہ سے حاصل ہوا تھا، اس کی تصحیح اور مقابلہ کی خدمت، مشہور عالم، مصنف، مترجم، محقق اور ناشر مولانا محمد احسن نانوتوی، برادر حقیقی مولانا محمد مظہر نانوتوی، جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے عم زاد تھے نے انجام دی تھی اور اس نسخہ کے حضرت شاہ عبد العزیز اور ان کے خاندان کے حالات مولانا محمد بیگ دہلوی نے مرتب کئے تھے، جو خاندان ولی اللہی سے نہایت قریب اور دہلی کے ممتاز اہل علم تھے، اس نسخہ میں "مرتبین کی طرف سے تھوڑی بہت کمی بیشی کی بات" حیرت انگیز ہے۔

راقم کے پاس فتاویٰ عزیزیہ کا جو قدیم ترین نسخہ [عطا فرمودہ حضرت شاہ عبد العزیز] اور دوسرے نسخوں کے فوٹو اسٹیٹ ہیں اور راقم نے ان میں سے متعدد تحریرات فتاویٰ کا مجتبائی کی طباعت سے مقابلہ کیا ہے، ان میں کوئی فرق اور تحریف وتغیر کا نشان نہیں ملا، اور اگر مولانا محمد احسن نانوتوی جیسے بلند مرتبہ علماء پر بھی تحریف، تصحیف، دانستہ کمی بیشی کی بات کہی جائے گی، الزام لگایا جائے گا، تو باقی کیا رہے گا۔ کونسا عالم اور مصحح ایسا ہوگا جس کی شائع کی ہوئی کتابوں پر اعتماد کیا جائے گا، یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ مولانا محمد احسن کا اکابرین دیوبند میں شمار ہے، اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ کی اہم ترین تصنیفات کی تصحیح وتعلیق کے علاوہ، علوم شرعیہ اسلامیہ کی بیسوں علمی اور دینی کتابوں کے ایسے نادر روزگار مصحح وناشر ہیں کہ ان کی شائع کی ہوئی کسی ایک کتاب پر بھی، آج تک تحریف وتصحیف یا دانستہ کسی بھی کوتاہی کا الزام نہیں لگا اور مولانا کی شائع کی ہوئی کتابیں، اب تک نہایت معتبر اور گویا متن کی تصحیح کے لحاظ سے سند سمجھی جاتی ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، ان ہی دونوں اکابر، حضرت شاہ عبد العزیز اور حضرت مولانا گنگوہی کو فقیہ النفس فرماتے ہیں اور عجب اتفاق ہے کہ ہمارے یہاں، ان ہی دونوں کے مجموعہ فتاویٰ کے متعلق شبہات ظاہر کئے جاتے ہیں، حالانکہ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ حضرت علامہ کے سامنے بھی فتاویٰ عزیزیہ اور فتاویٰ رشیدیہ کی یہی اشاعتیں اور نسخے رہے ہوں گے، جن کی بنیاد پر حضرت علامہ کشمیری نے وہ بڑا فیصلہ کیا اور متاخرین سے یہ مسئلہ ان پر اعتماد ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا؟

ان دونوں مجموعوں کے بعض مسائل وفتاویٰ کا خصوصاً متاخر فقہائے احناف کی رائے سے مختلف ہونا اور بات ہے، محرف اور غیر معتبر ہونا اور۔ میرے ناقص خیال سے یہ دوسری بات سے اتفاق صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد درج بالا اطلاعات، بڑے علماء اور جلیل القدر مفتیان کرام کے ارشادات ہیں، لیکن جب کوئی معمولی طالب علم ان کو پڑھتا، استفادہ کرتا ہے اور قدیم فتاویٰ رشیدیہ کو دیکھتا ہے، تو چند سوالات اس کے سامنے آتے ہیں، جو جواب چاہتے ہیں۔

مولانا ابوالوفا، صاحب کے ارشادات کی نوعیت تو الزامی جواب کی ہے، مقدمہ ومناظرہ میں، فریق مخالف کو خاموش کر جواب کر دینا، اصل مقصد ہوتا ہے، کسی بات کے سو فیصد صحیح ہونے اور علمی تحقیق سے، اس کی مکمل مطابقت ضروری نہیں سمجھی جاتی، اس لئے مولانا کے فرمودات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی، تاہم چند گوشے توجہ طلب ہیں:

(۱) کیا مولانا ابوالوفا، صاحب کے ارشادات صحیح اور بہر حال لائق اعتماد ہیں۔

(۲) فتاوی رشیدیہ کا کم سے کم پہلا حصہ، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں مرتب ومکمل ہوکر، طباعت کے لئے تیار ہوگیا تھا، حضرت کے اکثر خواص اور منتسبین کو اس کی ترتیب وطباعت کا علم تھا، خود حضرت مولانا بھی اس سے ناواقف نہ ہوں گے۔

(۳) فتاوی رشیدیہ میں کچھ یعنی گنتی کے چند نہیں، مجموعی طور پر تقریباً بارہ سو فتاویٰ شامل ہیں، جو سو فیصد حضرت مولانا کے، یا حضرت مولانا کے نائب اور کاتب، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے لکھے ہوئے ہیں۔ مولانا لطف اللہ علی گڈھی وغیرہ، علماء کے جو فتوے آئے ہیں، وہ تمام ضمناً یا تصدیق کے لئے، یا تنقیح وتصحیح کے لئے آئے ہیں، ان کو اصل فتاوی میں شمار کرنا، کسی طرح بھی درست نہیں۔

(۴) مولانا عزیز الدین صاحب کا، حضرت مولانا گنگوہی سے طویل رابطہ اور ارادت تھی اور اس وقت تک ان پر غیر مقلدیت کا پرتو اثر نہیں تھا اور نہ ہی مولانا کو اصحاب تقلید اور حضرت مولانا سے خدانخواستہ خصوصی عناد تھا۔ یہ تعبیر قطعاً بے محل ہے۔

(۵) مقدمہ فتاوی رشیدیہ میں اس مجموعہ فتاوی کے غیر معتبر ہونے کا حوالہ، اب تک دستیاب نہیں ہوا۔(۱)

اگرچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے، کمال دیانت کا اظہار کرتے ہوئے متعلقہ روایات نقل کردی ہیں، مگر واللہ اعلم بحقیقۃ الحال، میرے ان اطلاعات پر خواہی نخواہی سوالیہ نشان بھی لگا دیا ہے، کہ حقیقت کی جستجو باقی ہے، اس لئے اس سلسلہ میں بھی، چند معروضات پیش ہیں۔

---

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶) حضرت مولانا گنگوہی نے اگرچہ ۱۳۱۴ھ میں درس حدیث کا سلسلہ ختم کر دیا تھا، لیکن اس وقت تک مصروفیات کے علاوہ، بینائی بھی کسی قدر متاثر ہوئی تھی، تحریر کا اطمینان نہیں رہا تھا، حضرت نے اس وقت فتاوی لکھنے بھی ترک کر دیے تھے، حضرت سے اپنے قلم سے ۱۳۱۱ھ تک کے فتاوی معلوم ہیں، (۱) اس کے بعد اپنی مہر مولانا محمد یحییٰ سے پیہ فرمائی تھی۔

(۷) حضرت گنگوہی کے فتاوی میں، فتاوی مکتوبہ مولانا محمد یحییٰ کی مہر سے، ۱۳۱۱ھ تک کی بات بھی حیرت انگیز ہے، کیونکہ مولانا یحییٰ صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے جو فتاوے، فتاوی رشیدیہ میں شامل کیے گئے ہیں، ان میں سے ہر ایک پر "بالقلم مولانا محمد یحییٰ" کی صراحت ہے، جو اس کی بھی علامت ہے کہ اس میں حضرت مولانا یحییٰ کے مکتوبہ، صرف یہی فتوے ہیں، جن پر مہر لگانا مکتوب ہوئے۔

اور اگر مولانا محمد یحییٰ صاحب کے علاوہ حضرت کے کسی اور شاگرد کے قلم کا لکھا ہوا ہے تو موصوف عزیز الدین صاحب نے موقع پر اس کی تصریح کر دی ہے۔ یہ فتوی فلاں کے قلم کا مکتوبہ ہے۔

(۸) حضرت مولانا گنگوہی کے وہ فتاوی، جو فتاوی رشیدیہ میں درج فتاوی کے خلاف ہیں اور وہی معتمد ہیں، کیا یہ فتاوی موجود ہیں؟ کسی دیکھنے والے نے ان کا معتبہ متن نقل کیا ہے، کیا وہ کہیں محفوظ ہے؟ اگر نہیں، تو اس صورت میں روایت معتبہ ہوگی یا وہ تحریر، جو موجود ہے؟

(۹) نیز جب مرتب فتاوی رشیدیہ، مولانا عزیز الدین صاحب اس کے، حصہ اول کی اشاعت کے وقت سے، تینوں حصوں کی اشاعت کے ساتھ اور اس کے بعد بھی، تقریباً بیس سال تک، مسلسل یہ اعلان کرتے رہے، کہ ان تمام فتاوی کی اصل میرے پاس موجود ہے، جس کو بھی شک ہو، یا مزید اطمینان حاصل کرنا چاہے، وہ بلا تامل آ کر دیکھ سکتا ہے، تو اتنے عرصہ تک مسلسل اعلان واطلاع کے باوجود، اصل فتاوی سے رجوع کی، کیوں زحمت نہیں کی گئی، حالاں کہ وہ جملہ فتوے ۱۴۰۰ھ کے بعد تک موجود ومحفوظ رہے، اس کی وجہ سے ان فتاوی سے شک وشبہ بھی ختم ہو جاتا اور بعد میں ان موضوعات کے جو اور فتوے، مطبوعہ فتاوی سے مختلف بیان کیے جاتے ہیں، ان کے زمانہ تحریر اور رجحان مرجوح کا تقاضہ بھی سمجھ میں آ جاتا ہے۔

---

(۱) حضرت علامہ نور شاہ کشمیری کو جو عبارت دستیاب ہوئی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ۱۳۱۹ھ تک فتاوی لکھتے تھے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے: حرر في تاسع ذي الحجة من الشهر المسطر في سنه الف وثلاثمائة وتسع عشرة من الهجرة. نفحة العنبر ص ۲۹۵

(۱۰) یہ امر بھی قابل طلب معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات، جو حضرت مولانا گنگوہی کے خاص تربیت یافتہ تھے، خصوصاً فقہ وفتاویٰ میں حضرت مولانا کے نمائندہ اور جانشین سمجھے جاتے تھے، ان میں سے کسی ایک سے بھی ان فتاویٰ سے مراستناد یا مشتبہ ہونے کی کوئی روایت منقول نہیں، اس سلسلہ میں خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے نام سرفہرست ہیں، جو فقہ وفتاویٰ میں حضرت مولانا کے خاص تربیت یافتہ تھے، ان حضرات نے اس سلسلہ میں کوئی اظہار خیال نہیں فرمایا، بلکہ مولانا حبیب الرحمن صاحب نے ہر تب فتاویٰ مولانا عزیز الدین صاحب سے فتاویٰ رشیدیہ کے حقوق خرید کر دارالعلوم کی جانب سے اپنے مطبع قاسمی دیوبند سے ان کی نئی مدون جلدوں کا اہتمام کیا، اس وقت اس کا سب سے بہتر موقع تھا کہ اس مجموعہ فتاویٰ کی استنادی حیثیت پر گفتگو کی جاتی یا اس کا اشارہ کر دیا جاتا، مگر اس اشاعت میں ایسا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔

ان وجوہات سے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب واستناد کے حوالہ سے، درج بالا عنوانات ومباحث کی تحقیق وتنقیح نہایت ضروری ہے، اس سے پہلے اس مجموعہ فتاویٰ کے حوالہ سے کچھ تمہید کرنے کا فیصلہ صادر کرنا، غالباً مناسب نہ ہوگا۔

جسارت کی معافی چاہتے ہوئے یہاں ایک بات اور عرض کر دینی چاہئے

جب ہمارے تمام اکابر جلیل القدر علماء، فقہاء، محدثین اور جملہ اہل فتویٰ اس کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی تقلید وقت فحص میں علامہ ابن عابدین شامی اور ان کے ہم عصر علماء سے بہت فائق اور ممتاز ہیں، نیز تفقہ وفہم مسائل میں حضرت مولانا علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم کی صف کے دیدہ ور فقیہ اور اسی مقام ومرتبہ کے مجتہد ہیں، تو حضرت مولانا کے لئے یہ مسائل میں شامی اور فقہائے متاخرین کی جزئیات اور اطلاعات سے مطابقت کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے؟

حضرت مولانا نے اپنی کتاب امداد الفتاویٰ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کے لئے رد المحتار (شامی) مقدمہ منحۃ الخالق، فتح القدیر، معراج الدرایہ سے استفادہ کیا ہے، شامی کے بعد جو ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے، وہ نہایت اہم ہے، فرماتے ہیں "میں نے ان کتابوں کی مخالفت پر جرأت نہیں کی ہے" (۱) اس ایک مختصر سے فقرہ میں حضرت مولانا نے بہت کچھ بتا دیا ہے، جو تمام اہل علم کے سامنے ہیں اور میں نے ان سے اخذ واستفادہ کیا ہے مگر بعض مواقع پر میری رائے ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے مختلف ہے اور بلا تحقیق میری اس رائے یا اختلاف کو غلطی پر مبنی نہ سمجھیں۔ اس طرح کے فقرے حضرت کے دوسرے فتاویٰ میں موجود ہیں، ایک جگہ لکھا ہے: "اگرچہ فقہاء نے اس کا تذکرہ نہیں کیا مگر میں سمجھتا ہوں، ایک اور جگہ ہے: "اگرچہ فقہاء نے یہ بات کہی ہے مگر غلط ہے، امید ہے کہ صاحب نظر قارئین زیر نظر مجموعہ میں اس قسم کے اور بھی محتاط کلمات پڑھیں گے۔ یہ بات حضرت مولانا کے تمام فتاویٰ پر بھی صادق آتی ہے۔ حضرت مولانا کئی مقامات پر فقہاء کے راجح اور معروف فقہی جزئیات سے اختلاف فرماتے ہیں مگر اس کا بہت واضح اظہار نہیں کرتے بلکہ اپنی رائے یا فتویٰ لکھ دیتے ہیں۔ اسی میں حضرت مولانا کا فقہی تعمق محسوس کیا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری کے بارے میں ائمہ محدثین کا ارشاد ہے "فقہ البخاری فی تراجمہ" اسی طرح حضرت مولانا کی شان تفقہ کا اندازہ ان کے اختلافی فیصلوں اور جزئیات میں مشاہدہ کیا جانا چاہئے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا، کہ حضرت مولانا گنگوہی کے اس مجموعہ فتاویٰ کو خاص توجہ اور گہری نظر سے بار بار پڑھا جاتا، اس کا بحیثیت تجزیہ کیا جاتا، جو مسائل فقہائے متاخرین کے مطابق نہیں ہیں، ان کی وجہ تلاش کی جاتی اور تابیغات سے فقہی اصول اخذ کئے جاتے (۲) ان کو نئے مسائل و مباحث کے حل کرنے میں رہنما اور اساس قرار دے کر اسی نہج پر اور مسائل حل کرنے کی کوشش ہوتی، حضرت گنگوہی کی فقہی فکر اور نظریہ کو آگے بڑھایا جاتا، اس کے لئے متقدمین کی کتابوں سے دلائل و توثیق فراہم کی جاتی، حضرت مولانا نے جو متعدد مسائل میں، بالکل نئے مگر نہایت محکم استدلال کئے ہیں، ان کی معنویت کیا ہے، اس پر غور و فکر کیا جاتا، حضرت مولانا نے متعدد مسائل میں حنفی مسلک سے تجاوز کرتے ہوئے، جو فتاویٰ صادر کئے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کی اور اس سمت میں رہنمائی فرمائی، مثلاً جس کا شوہر غائب ہو، مالکیہ کے فتوے کے مطابق چار سال بعد، اس کا فسخ نکاح اور دوسرے نکاح کی اجازت، جس کو حضرت مولانا تھانوی نے "الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ" میں مرتب مدون فرمایا ہے اور برصغیر ہند میں تمام احناف کے یہاں اسی پر عمل ہے۔ یہ دراصل حضرت مولانا گنگوہی کی ہی فکر ہے جو ان کو ان کے اساتذہ [خصوصاً مفتی صدر الدین آزردہ] اور خاندان کے علماء [مولانا قاضی سراج الدین گنگوہی] وغیرہ سے ملی تھی، حضرت مولانا گنگوہی اس پر عمل بھی کیا اور اس کے مطابق فتویٰ دینے کی ہدایت بھی فرمائی۔

اسی طرح حضرت مولانا کی، مولانا تھانوی کو یہ ہدایت و وصیت کہ معاملات کے جن مسائل میں، احناف کے یہاں کم گنجائش ہے مگر لوگ عموماً اس میں مبتلا ہیں، ان میں دوسرے مسلک کے مطابق، جس میں گنجائش اور جواز ہے، فتویٰ دے

---

(۱) حضرت مولانا کی مختصر تالیف سبیل الرشاد اور رسوم و بدعات کی تحقیق بحقیقت یہ دو رسالے، جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے ہوئی تھی، اس میں خاص مددگار ہو سکتی ہیں۔

(۲) مثلاً دیکھئے زبدۃ المناسک، باہتمام مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، [بانی انعیم ساز دھورہ] نیز زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک از مولانا شیر محمد حب سندھی، ص ۱۹۰ [ناشر نظامت کراچی ۱۹۶۲ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیا جاچکا ہے۔ اور بھی کئی گوشے اور کئی عنوانات وہ باقی رہ گئے تھے، جن پر حضرت کی تحریرات وفتاوی کی روشنی میں تحقیق و تنقیح کے مواد کی جانب توجہ مبذول کرائی جاسکتی تھی۔

مگر ہمارے یہاں آج تک حضرت مولانا کی شان تفقہ، طریقہ استخراج مسائل اور ان کے بواعث ومتعلقات پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوسکا۔ جب حضرت مولانا نے اپنے قلم سے لکھے ہوئے فتاوی کی تحقیق تلاش اور طباعت سے متعلق کسی بھی سمت میں کوئی قدم نہیں بڑھایا، کوئی کوشش نہیں کی تو دوسرے فتاوی کی جانب کس طرح پرواز ہوسکتی تھی اور کب ہوسکتی ہے۔ ہمارے محبت وتعلق کے دعوے بھی بھی "عشق عدنی تا بزانو" کا مصداق معلوم ہوتا ہے، ورنہ حضرت مولانا کی روح ہم سے یہ سوال کرتی ہوگی ؎

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہوسکا!

افسوس!

آج میں وہ سب کچھ حضرت مولانا کی ذات گرامی اور ان کے فتاوی پر لکھنے کے لئے، راقم کے سامنے جو اطلاعات ومعلومات تھیں، وہ تختہ صفحات میں ان شاء اللہ منتقل ہوجائیں گی۔ جو کچھ اس وقت تک راقم سطور کے سامنے ہے، اگر اس سے زیادہ کچھ پیش کیا جاسکے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اضافی مواد سے تین چار صفحوں کی کتاب ہوجائے گی، لیکن ظاہر ہے کہ یہاں اس کا موقع نہیں تھا، اس لئے فی الحال یہی کچھ پیش خدمت ہے، اگر اس کے بعد بھی کچھ ملحوظ ہوا تو ان شاء اللہ حضرت پر کسی وقت ایک مستقل کتاب شائع کی جائے گی۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

نورالحسن راشد کاندھلوی

۲۰/ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے
تقریباً ایک ہزار ایسے فتاویٰ کا مجموعہ
جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور چند کے علاوہ تمام غیر مطبوعہ اور نہایت
نادر و کم یاب تھے

جمع و ترتیب حواشی اور مقدمہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مزید حواشی و افادات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دام ظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین، دار العلوم دیوبند

ناشر

حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع پرسنہ نگر (مظفر نگر) یوپی - انڈیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

توضیح اشارات

یعنی حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتاویٰ کے قلمی نسخوں کے اشارات ومخففات، جس سے اس مجموعہ کا بڑا حصہ اخذ کیا گیا ہے، یا دو قلمی نسخے جن سے یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کا اہم ترین بنیادی مآخذ حضرت مولانا کے وہ مجموعۂ فتاویٰ ہیں جو بتمام کمال حضرت مولانا کے نوشتہ ہیں، یہ دو مجموعے یا کاپیاں ہیں۔

(الف) اس میں ایک سو پینسٹھ سوالات اور آخر میں مسلسل جوابات درج ہیں، یہ تمام جوابات صدفی صد حضرت مولانا کے مبارک قلم سے ہیں، آخر میں حضرت مولانا کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ تحریر فرمایا ہے: کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

زیر نظر مجموعہ "باقیات فتاویٰ رشیدیہ" میں اس کا حوالہ فتوے یا سوال کے نمبر شمار کے حوالہ سے دیا گیا ہے۔

(ب) دوسرا مجموعہ دو سو اکتالیس سوالات وجواب پر مشتمل ہے، اس میں نمبر شمار درج نہیں، اس میں ہر اک سوال کے بعد جواب کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی، اسی پر حضرت نے جواب لکھا ہے، یہ تمام جوابات بھی بلا تردد، حضرت مولانا کے قلم سے ہیں، درمیان میں کئی جگہ دستخط فرمائے ہیں..... "رشید احمد گنگوہی"

اس مجموعہ پر راقم سطور نے صفحہ نمبر ڈال دیے ہیں، اور زیر نظر مجموعہ میں، اسی صفحہ کا صفحات کے ساتھ ذکر آیا ہے۔

(ج) اسی سلسلہ کے دو ورق علیحدہ ہیں، ان پر دس سوالات اور ان کے جوابات لکھے ہوئے ہیں، یہ جوابات بھی حضرت مولانا کی یادگار ہیں، کئی جگہ دستخط ثبت ہیں..... "رشید احمد گنگوہی"

(د) پانچ فتوے جو مختلف موضوعات پر ہیں، علیحدہ علیحدہ اوراق پر ہیں، یہ بھی حضرت مولانا کا اثر قلم ہیں، ہر ایک پر دستخط ہیں۔ دو پر مہر بھی موجود ہے [رشید احمد]

(ہ) حضرت مولانا کا ایک فتویٰ اور ہے، جس پر مہر بھی ثبت ہے، دستخط بھی ہیں مگر اس کی تحریر حضرت مولانا کی نہیں۔ یہ بخط غالب مولانا محمد یحییٰ صاحب کا لکھا ہوا ہے۔

(و) حضرت مولانا کے قلم سے مکتوبہ تین فتوے، جن میں سے دو پر مہریں بھی ثبت ہیں، رئیس الخطاطین اور مشہور مرشد حضرت سید شاہ نفیس الحسینی مرحوم کے ذاتی ذخیرہ میں تھے، ان کا عکس شاہ صاحب کی عنایت سے دستیاب ہوا تھا۔

مذکورہ تمام مسائل وفتاویٰ کا، جو سوا چار سو سے زائد ہیں، بدست خاص کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مجموعۂ کلاں یہ اس وقت دستیاب، حضرت مولانا گنگوہی کے غیر مطبوعہ اہم فتاویٰ کا، غالباً سب سے بڑا ذخیرہ ہے، افسوس ہے کہ یہ اول آخر سے ناقص ہے، اس لئے اس کے جامع اور کاتب کا نام معلوم نہیں، مگر اس کے اندراجات سے جھلکتا ہے، کہ یہ مجموعہ حضرت مولانا کی حیات میں ۱۳۲۰ھ سے پہلے مرتب وقلم بند کیا گیا تھا۔

یہ مجموعہ متوسط پیمائش کے دوسو چوالیس صفحات پر مشتمل ہے، ابتدائی سات ورق اور آخر سے بھی غالباً چند صفحات ضائع ہوگئے ہیں، چوں کہ یہ سب سے بڑا ذخیرہ ہے، اس لئے اس کو مجموعۂ کلاں کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

مجموعۂ چندیانوی چندیانہ ضلع بلند شہر، مغربی یوپی کا ایک قصبہ ہے، یہاں کے ایک عالم، مولانا عبدالغفور، ان کے اہل خاندان کی روایت کے مطابق، حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے، مولانا نے حضرت کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جو ننانوے صفحات پر ہے۔ مولانا چندیانوی اس کی کتابت سے ۲۳/ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو فارغ ہوگئے تھے۔ مولانا کے مکتوبہ نسخہ کا عکس راقم کے سامنے رہا ہے۔

مجموعہ رام پور مدرسہ فرقانیہ رام پور، یوپی کے کتب خانہ میں، حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ محفوظ ہے، فل سلیپ سائز کے صرف انتیس صفحات پر مشتمل ہے، آخر سے ناقص ہے، تحریر سے لگتا ہے کہ مولانا سید احمد امروہوی کے قلم سے ہے۔

مجموعہ فرخ آباد فرخ آباد، یوپی میں، مولانا نظیر حسین خاں ایک عالم تھے، جو حضرت مولانا گنگوہی سے مسلسل رابطہ رکھتے تھے اور اپنی تحقیقی سوالات دریافت کرتے رہتے تھے، یہ مجموعہ مولانا کے سوالات اور حضرت مولانا کے جوابات کا جامع ہے، جو خود مولانا نظیر حسین خاں نے مرتب کرایا تھا، راقم سطور کے سامنے اس کا فوٹو اسٹیٹ رہا ہے۔

اوراق کراچی نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں، حضرت مولانا کے مکتوب وفتاویٰ پر مشتمل بڑے سائز کے تیرہ صفحات موجود ہیں، ان میں زیادہ تر میں حضرت مولانا گنگوہی کے، حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے اہم علمی خطوط وسوالات کے جوابات درج ہیں، ان کے علاوہ بھی چند جوابات وفتاویٰ ہیں، جو اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

مجموعۂ حسن پور حضرت مولانا گنگوہی کے مشہور شاگرد مولانا سید احمد شاہ حسن پوری (حسن پور ضلع مراد آباد، یوپی) کے قلم سے مختصر سا مجموعہ، جو صرف بارہ ورق پر مشتمل ہے، اس کا مجموعہ حسن پور کے عنوان سے حوالہ ہے، اس پر تاریخ تحریر درج نہیں۔

دیگر یہ اہم بنیادی ماخذ ہیں، جن کے علاوہ بھی چند قلمی کتابوں اور بیسیوں مطبوعہ فتاویٰ اور رسائل ومؤلفات سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کا حوالہ موقع بہ موقع پیش ہے، مفصل فہرست مراجع انشاء اللہ آخر میں شامل کی جائے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے
تقریباً ایک ہزار ایسے فتاویٰ کا مجموعہ
جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور چند کے علاوہ تمام غیر مطبوعہ اور نہایت
نادر و کم یاب تھے

جمع و ترتیب حواشی اور مقدمہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مزید حواشی و افادات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دام ظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین، دار العلوم دیوبند

ناشر

حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع سہارنپور (مظفر نگر) یوپی - انڈیا

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اول

کتاب الایمان والعقائد

ایمان اور کفر کے مباحث ومتعلقات

(۱) ایمان اور اسلام کی پہچان اور ان کا باہمی امتیاز کیا ہے؟ **سوال:** ایمان اور اسلام کی تعریف کیا ہے اور فرق ان میں کیا ہے؟ [جواب] علیحدہ علیحدہ ہو۔

جواب: ایمان، تصدیق قلبی اور اقرار لسانی ہے، حق تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک لہ ہونے کا، اور اس کے جمیع احکام قبول کرنے کا، جس کی تفصیل طویل ہے، اور اسلام تسلیم کر لینا سب احکام کا، باطن وقلب میں، اور انقیاد جملہ اوامر کا ظاہر میں، پس باعتبار شریعت کے دونوں ایک شئے ہوئی، کہ ایمان بدون اسلام کے نہیں ہوتا، اور اسلام بدون ایمان کے نہیں ہوسکتا، مگر لغت میں فرق ہے، کہ باعتبار تصدیق قلب کے ایمان، اور باعتبار ظاہری انقیاد کے اسلام ہوتا ہے۔ پس فرق ہوا لغت اور ترجمہ میں، اور کچھ فرق نہیں، بلکہ ایک شئے ہیں، دونوں دین محمدی اور شرع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر] (بدست خاص، نیز مجموعہ کلاں ص ۱۸۱)

(۲) مسلم اور مؤمن میں فرق؟ **سوال:** مومن اور مسلم کا فرق [کیا ہے]؟

جواب: ایسا ہی حال ہے مومن اور مسلم کا، کہ شریعت میں مومن اور مسلم ایک ہے، اگرچہ بحسب لغت کے فرق ہے، کہ ظاہری انقیاد والا مسلم ہے اور باطنی تصدیق والا مؤمن، مگر کوئی مومن بدون مسلم کے نہیں ہوسکتا اور کوئی مسلم بدون مومن کے نہیں ہوسکتا، شرع میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر] (بدست خاص، نیز مجموعہ کلاں ص ۱۸۱)

(۳) کافر اور مشرک کی پہچان؟ **سوال:** کافر اور مشرک کی تعریف مفصلاً؟

جواب: کافر وہ ہے کہ کسی حکم قطعی [کا] انکار کرے، یا کوئی ایسا معاملہ کرے کہ علامت انکار کی ہو، یا شعار

toobaa-elibrary.blogspot.com

ورنہ) کافر نہ ہو، بہ تک حرمت احکام الٰہی کی کرے، ہوں ایسا شخص کافر ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کا
کرے، یا زنار گلے میں ڈالے، یا بت کو سجدہ یا تعظیم کرے، یا قرآن کی بے ادبی کرے، یا بے پروائی سے قرآن کا
گرچہ ان سب کے ساتھ دل میں تصدیق رکھتا ہو۔ (۱) وہ کافر ہی ہوگا، یا بسبب حقارت کے، یا بسبب عناد کے
بسبب بے پروائی حکم کے، یا بسبب بے تعظیمی کے۔

اور مشرک اس کو کہتے ہیں، کہ حق تعالیٰ جیسی صفت یا اس کی جیسی تعظیم، عبادت غیر خدا کو یقین کرے، یا دل یقین
کے یہ معاملہ کرے، جس سے ان امور پر دلالت ہو، مثلاً سجدہ غیر اللہ تعالیٰ کو کرتا ہے، مگر عقیدہ میں حق سجدہ کا
جانتا ہے، پس یہ شخص مشرک ہے، دل کی تصدیق کافی نہیں، اس کو مشرک ہی کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۴) اللہ تعالیٰ کی خاص صفات کا کسی اور کے لیے ثابت کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء
دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ جو اوصاف مخصوص بالذات الٰہی ہیں، مثل حاجت روائی و مشکل کشائی وغیرہ
باوجود اس معلوم ہونے کے ان صفات سے غیر اللہ کے لیے مقرر ثابت ہے تو وہ مشرک ہوگا یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز
نہیں اور ایسی شخصیت سے جو بیعت ہوئے ہوں، انھیں توبہ لازم ہے یا نہیں اور بعد ارتکاب شرک اعتقاد جو تعلق رہتا ہے
یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: اوصاف خاصہ بذات پاک حق تعالیٰ کے کسی غیر کو ثابت کرنا شرک جلی ہے، جو شخص ایسے شخص کے پیچھے نماز
درست ہو، نہ اس سے بیعت کرنی چاہیے۔ اگر غلطی سے ہوگئی تو فسخ بیعت کرنا فرض ہے اور اگر بعد نکاح کے یہ حقیقت کھلی
ہوگئی تو بسبب مرتد ہونے اس شخص کے نکاح بھی فاسد ہو جائے گا۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

---

(۱) زنار علامت ہندو کا (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب صحیح: عبدالعلی۔ جواب صحیح ہے۔ محمود حسن عفی عنہ دیوبندی

المجیب مصیب | مہر صد شکر کہ من پیر محمد دارم | الجواب صحیح: سید احمد دہلوی

محمد ابوعبدالرحمن، عبدالمجید، محمد مسعود نقشبندی، محمد اسماعیل۔ جواب صحیح ہے: رحم الٰہی عفی عنہ

(طریقت وشریعت۔ تالیف مولانا حشمت علی خلف سید محمد علی بنارسی ص ۱۱) (مطبع نجابی، ۱۳۱۱ھ)

(۵) مومن وہ ہے جو ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں سے ہو:

سوال: اگر اظہار اسلام کوئی شخص نہ کرے، صرف ایمان خدا اور رسول اور دیگر احکامات پر لاوے، یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے، یا نہیں، اور شرع شریف میں اس پر اطلاق اسلام یا مومن کا ہوگا، یا نہیں؟ فقط

جواب: ان سب جوابات سے واضح ہوگیا، کہ مومن مستوجب نجات وہ ہے کہ، [دل میں سب احکام کو تصدیق کر کے ان سب کا اقرار کرے اور] محل اظہار میں اظہار کرے، اور کوئی امر کفر و شرک اس سے سرزد نہ ہو، اور ظاہر و باطن سے مزین بایمان و اسلام ہو، اگر دل میں مومن رہا اور بظاہر کافر، تو وہ بھی باعتبار حکم شرعی کے کافر ہے، نہ کہ مومن، اور جو بظاہر مومن رہا اور دل میں تصدیق کامل نہیں، وہ بھی منافق کافر ہے، نہ [کہ] مومن۔ دونوں پر شرع میں اطلاق مومن کا نہیں ہوسکتا۔ کذا فی الکتب الشرعیۃ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر حضرت مولاناؒ) (۱) (بدست خاص نیز مجموعہ کلاں ۱۸۲)

(۶) کیا ایمان اور دل کا فعل حادث ہے؟

ایمان اور دل [کا] فعل عبد کا حادث ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ (مجموعہ فرخ آباد، ص: ۴۳-۴۴)

(۷) کلماتِ کفر کا ارتکاب اور اس کا حکم؟

سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ نماز پڑھ، بلا تأمل جواب دیا کہ نہیں پڑھتی، خدا ہمارا کام نہیں کرتا، ہم اس کی نماز [نہیں] پڑھتے۔ پھر اس عورت نے اس شخص سے کہا کہ فلاں کام ہمارا کردو، اس شخص نے جواب دیا کہ اللہ پاک کے اختیار میں ہے، تو اس عورت نے یہ جواب دیا، کہ اللہ کے اختیار میں تو کبھی نہیں ہونے کا، تم سے نہیں ہوسکتا اور اللہ کردے گا۔ پھر اس عورت بددین نے یہ کہا، کہ ہم کو نہایت تنگدستی ہے، مرد نے جواب دیا کہ اللہ مالک ہے، عورت نے در جواب یہ کہا کہ ہاں! اب تیرے واسطے اوپر سے بگے گا۔ حسب کتب شرع شریف کے ایمان اس خبیثہ کا رہا یا نہ؟ بصورت عدم، نکاح باطل ہوا یا نہ؟ بشرط بطلان بعد انقضائے عدت اور توبہ کے، اگر کوئی شخص غیر زوج اول کے، نکاح بلا طلاق زوج اول کے کرلے، تو جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) سب سے پہلے تینوں جوابات اور جواب مندرجہ نمبر: ۵، ایک کاغذ کے دو صفحات پر، خود حضرت مولانا گنگوہی کے نوشتہ، جس پر حضرت کی مہر بھی ثبت ہے، ہمارے ذخیرہ کی زینت ہے، سوالات اس صفحہ میں درج نہیں، تمام سوالات کی عبارتیں مجموعہ کلاں سے لی گئی ہیں۔ یہ اصل فتوی بھی بحمدہ تعالیٰ مولانا حکیم رضی الدین احمد صاحب [بلملت ضلع مظفر نگر، یوپی] نے عنایت فرما کر ممنون کیا۔ شکریہ! جزاہ اللہ خیر الجزاء (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: یہ عورت مرتد ہوگئی، کہ ایسے کلماتِ کفر اس نے بکے، اور نکاح بھی اس کا باطل ہوگیا، مگر عدت میں یا بعد عدت، اس کو توبہ کرا کر، پہلے خاوند کو دی جائے گی اور دوسرے سے نکاح نہ ہونا چاہئے، اور اگر توبہ نہ کرے تو کسی سے نکاح مرتدہ کا درست نہیں۔ پس اسی کو چاہئے کہ خاوند اپنی قید میں حبس رکھے، بلکہ حسب فتویٰ بعض، یہ لونڈی زوج کی ہوجاوے گی، اگر زوج جبراً اس کو اپنی قید میں رکھے گا۔ فقط۔ کذا فی ردِ المحتار (۱) واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ۲۴۲)

(۸) قرآن کریم سے سجدۂ تحیت کا منسوخ ہونا، کس طرح ثابت ہے؟ (۲) مسئلہ: جو شئے

پہلی شریعت میں مباح تھی اور ہماری شریعت میں اس کی ممانعت نہیں، وہ مباح ہوتی ہے، اور حدیث بھی شرع محمدی ہے، تو قاعدہ اصول کا یہ ہے، مگر خاص قرآن میں نسخ ہونا، پہلی شرع کا کس اصولی نے لکھا ہے، جو آپ قرآن سے نسخ سجدۂ تحیہ کا طلب کرتے ہیں، دوسرے نقل کرنا قرآن میں کسی کی شرع کا اور ہے اور حکمِ جواز ہونا قرآن میں دوسرا

---

(۱) وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها، به يفتى، وعن الامام: تسترق ولو فى دار الاسلام (شامى). كتاب الجهاد، باب المرتد. فصل: لو تاب المرتد هل تعود حسناته.

ف شامی (۳۰۴/۳) (کمل المطابع، دہلی) ب شامی (۲۵۲/۴) (دار الفکر، بیروت: ۱۳۸۶ھ) [نور]

(۲) سجدۂ تحیہ پہلی امتوں کا جائز تھا۔ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو یہ سجدہ کیا ہے اور برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کو یہ سجدہ کیا ہے۔ ہماری شریعت میں یہ سجدہ بھی ممنوع ہے۔ کسی نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے یہ اصولی سوال کیا ہے، کہ پہلی شریعتوں کی جو بات قرآن میں منقول ہو اور اس پر نکیر نہ ہو، تو وہ حکم ہماری شریعت کے لئے بھی ہوتا ہے، حالانکہ ہماری شریعت میں یہ سجدہ ممنوع ہے، پس اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا، کہ جو چیز پہلی شریعت میں مباح تھی اور ہماری شریعت میں اس کی ممانعت نہیں کی گئی، تو وہ مباح ہوتی ہے، مگر یہ بات اس مسئلہ میں متحقق نہیں کیونکہ احادیث میں سجدۂ تحیہ کی ممانعت آئی ہے اور حدیث بھی شریعت کا ایک جزء ہے، شرائع سابقہ کے کسی حکم کا نسخ قرآن ہی سے ہونا ضروری ہے، یہ بات اصول فقہ کی کسی کتاب میں مذکور نہیں، پس سائل قرآن کریم سے سجدۂ تحیہ کے نسخ کا مطالبہ کیوں کرتا ہے؟ علاوہ ازیں قرآن کریم میں شرائع سابقہ کے کسی حکم کے مذکور ہونے سے اس کا جواز ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن کریم میں اس کا مذکور ہونا نقل شرائع سابقہ کی حیثیت سے ہے، اس آیت کے واسطے مشروعیت کی حیثیت سے نہیں، اس لئے اس حکم کو قرآن سے ثابت شدہ حکم قرار نہیں دے سکتے، کہ خبر واحد سے اس کا نسخ نہ ہوسکے۔ رہا آخری بات یہ ہے کہ سورۂ حم السجدۃ (آیت ۳۷) میں ہے: "تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور اس خدا کو سجدہ کرو، جس نے ان کو پیدا کیا ہے اگر تمہیں خدا کی عبادت کرنی ہے" یہ آیت پاک سجدۂ تحیہ کے لئے ناسخ ہے، اس آیت میں مطلق سجدہ کی ممانعت ہے، خواہ عبادت کا سجدہ ہو یا تحیہ کا، اور غایت درجہ کی تعظیم کے طور پر سجدہ کرنا بھی عبادت ہے۔ اور "للہ" کا لام اختصاص کے لئے ہے، پس ہر قسم کا سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہوا۔ کسی طرح کے سجدے کی اور کے لئے گنجائش نہیں رہی اور اگر کوئی آیت کی یہ تاویل کرے کہ اختصاص اللہ کی ذات کے لئے سجدہ کا ہے اور وہ عبادت ہی کے طور پر ہوتا ہے، تحیہ (سلامی) کا سجدہ اس قبیل سے نہیں، تو خیر، سجدۂ تحیہ کو کفر و شرک نہیں کہا جائے گا، مگر فسق و معصیت تو کہا جائے گا؟ یہ تاویل فاسد ہے، قابل التفات نہیں، متحقق سجدہ غیر اللہ کے لئے ممنوع ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خبر واحد سے سجدۂ تحیہ کی حرمت ثابت ہے، اور یہ حدیث کسی قطعی آیت کے خلاف نہیں ہے، ہاں بظاہر پہلی شریعت کے خلاف ہے، مگر ہم بتا چکے ہیں کہ پہلی شریعت کی بات نقل کرنے سے وہ حکم ثابت نہیں ہوتا، جب تک شارع (قرآن و حدیث) سے سکوت ثابت نہ ہو، اور یہاں حدیث میں حرمت کی صراحت موجود ہے، اگرچہ وہ خبر واحد ہے اور خبر واحد کا منکر بھی فاسق ہوتا ہے۔ (عبارت دقیق ہے قارئین غور سے پڑھیں) (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ پس کون سی آیت سے جوازِ سجدہ معلوم ہوا، کہ قطعی میں گنا، اس اہمیت کے واسطے، پھر اس کا نسخ خبر واحد سے نہ ہو، قرآن تو محض نقل پہلی شرع کی کر کے، ساکت ہے، اور فقط شرع سابق کا ہونا، موجب حکم نہیں۔

وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ الآیة (فصلت-۳۳) اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے انکو بنایا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ناسخ موجود ہے۔ کیوں کہ سجدہ مطلق ہے، تحیہ وعبادت کو، اور تحیہ غایت درجہ کی تعظیم کا بھی عبادت ہے، اور نام اللہ کا تخصیص کو چاہتا ہے، بعد اس کے ایسی تاویل ذات سے سجدہ کرنا، کفر نہ ہوگا، تو فسق سے کیا کم رہے گا، اور ایسی ہی تاویلات فاسدہ ہیں، کہ قابل التفات نہیں۔ فقط

اور خبر واحد کا منکر بھی فاسق ہوتا ہے، خبر واحد کی حرمت سجدہ کی کسی آیت قطعی کے خلاف نہیں، پہلی شرع کے خلاف ہے۔ بظاہر تو نقل پہلی شرع سے کچھ حکم ثابت نہیں ہوتا، جب تک شارع سے سکوت ثابت نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۶-۵۷)

(۹) قرآن کریم کے الفاظ تصرف کر کے پڑھنا؟

سوال: ایک شخص اس طرح حاضرات(۱) کرتا ہے: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ وَجِبْرِیْلَ رَبُّکَ وَمِیْکَائِیْلَ رَبُّکَ تمام سورت میں فرشتوں کا نام شامل کرتا ہے اور اجرت لیتا ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ لفظ واؤ اور یا جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ وَجِبْرِیْلَ رَبُّکَ وَمِیْکَائِیْلَ رَبُّکَ کفر کا ہے، اگر وہ شخص معنی جان کر پڑھتا ہے، تو کافر ہے، ورنہ قرأت میں تصرف کر کے پڑھنے سے فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا نہیں چاہئے، امام صالح آدمی مقرر کرنا چاہئے۔ اسی طرح یا جبرئیل پڑھنا گناہ ہے، اگر یہ عقیدہ ہے کہ جبرئیل غیب کی آواز سنتے ہیں، تو کافر ہے، ورنہ گنہگار ہے، اور قرأت میں تصرف کرنا، ناجائز ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۴۷)

(۱۰) مزارات اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا؟

سوال: وہ بدعتی یوں کہتا ہے کہ سجدہ علی غیر اعضاء السبع، یعنی بوسہ دینا، یا سر ٹیک دینا، کسی ولی اللہ کے مزار پر، یا مرشد کے پیر پر، بے شک درست ہے، کسی قسم کی اس میں قباحت نہیں، کیونکہ جو حدیث در باب امتناع متمسک ہے، اس سے اس کی کسی طرح کی نفی ثابت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَوْ کُنْتُ آمِرُ... الخ فرمایا ہے، حرف لَوْ سے صاف ثابت ہے کہ فرضیت کی نفی ہے نہ کہ مطلقاً حرام ہو جاوے۔ جیسے یہ حدیث لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواک اس سے نفی فرضیت مراد ہے ایسے ہی وہاں سمجھ لینا چاہئے۔

(۱) حاضرات: حاضر کی جمع مؤنث جنات اور بھوتوں وغیرہ کو بلانے، حاضر کرنے اور ان سے بات چیت کرنے کی کوشش، جو عامل کیا کرتے ہیں۔ (یاسر ندیم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جواب مرحمت فرمائیے ... [illegible] ... ۔(۱)

جواب : سجدہ کے معنی لغت میں خضوع کرنا اور جھکنا ہیں۔ وضع الجبهة على الارض ... [illegible] ... عبادت میں ہیں اور یہی سجدہ قرآن مجید میں ... [illegible] ... ہوئے اور شرک ہونا منصوص قرآنی ...

لَا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (ھود: ۲) ... [illegible] ...

وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (سورہ حم سجدہ: ۳۷) ... [illegible] ...

یہ خود ظاہر ہے اور سجدہ کی حقیقت بعض لوگ ... [illegible] ... اور بیان کیا ہے؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [۱] ... [illegible] ... سجدہ تعظیمی بتلایا گیا تھا ابتداء اس وقت ... فقط وضع الجبهة اور اس ... [illegible] ... ایسی بات نہایت نادانی ہے۔ بہر حال سجدہ جو شرک ہے وہی ہے (جو) ... [illegible] ... شرک پر اتفاق ہو سکتا ہے۔

پس [سجدہ] لغوی چونکہ اول نبوت میں شرک ... [illegible] ... اور سب سے پہلے اس کا حکم ہو چکا تھا، تو ... [illegible] ... شرک کا ہو گیا تھا، جب بعد ہجرت کے بعض صحابہ نے کفار ... [illegible] ... اپنے ... زبان (۲) کو سجدہ کرتے ہیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی، آپ نے فرمایا لا تفعلوا، لو كنت آمر ... مشکوٰۃ میں ہے ...(۳)

---

(۱) حدیث لا تفعلوا، لو كنت آمرا احدا ان يسجد لاحد لامرت النساء ان يسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم عليهن من الحق ... [illegible] ... مشکوٰۃ کتاب النکاح باب ... فصل ثالث حدیث ۳۲۶۶ ج ۳ ص ۱۰۵۵ مکتبہ ... ۲۰۰۳ء ... [illegible] ... نقل مطبوعہ اصح المطابع دھلی) [...]

(۲) لا تفعلوا ... [illegible] ... (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب عشرة النساء الفصل الثانی ... [illegible] ... اصح المطابع دھلی ... مشکوٰۃ شریف ... ج ۳ ص ۱۰۵۱ حدیث ۳۲۵۵ ... [illegible] ... مکتبہ ... ۲۰۰۳ء ... [illegible] ... الفصل الاول ص ... اصح المطابع ... [illegible] ...

... [illegible] ... (...) محمد حاسد ... صفحہ ...

اول تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ جو امر پہلے حرام ہو چکا تھا، اس کی طلب اباحت اور اجازت بعض صحابہ نے چاہی تھی، اس کو آپ نے رد فرمایا اور انتفاءً اجازت کر دیا، پس جب انتفاءً مطلق اجازت اباحت ہوگئی، تو یہ فعل حرام کا حرام ہی رہا، اسی وجہ سے اس میں اباحت نہیں آئی۔ یہاں امر سے وجوب کے معنی لینے، بالکل جہل وحماقت ہے۔

دوسرے، قبل اس ارشاد کے لاتفعلوا فرمایا کہ صیغہ نہی کا ہے، جس سے حرمت کو مصرح حرام کر دیا تھا، جب اس تاکید کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت فرمائی کہ اوّل لاتفعلوا ارشاد کیا، اور بذریعہ لو کے امر اباحت [کی] نفی فرمائی، اور پہلے سے حرمت اس کی محقق تھی، تو اب حرمت زیادہ تر ثابت ہوگئی۔ اس جگہ امر کے معنی وجوب کے سمجھنے، کس قدر مخالف شرع اور عقل کے ہے۔

اور مسواک، قدیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مستحسن اور سنت چلی آئی ہے، آپؐ نے اسکی تاکید کے واسطے فرمایا تھا کہ دشوار نہ ہوتی تو واجب کر دیتا، وہاں لاریب! عقلاً اور سیاق حدیث سے وجوب کے معنی ہیں، سو اس کو اُس پر قیاس کرنا جنون محض ہے، اُس شخص کی عقل وفہم پر رونا آتا ہی تھا، مگر آپ کے تردد [پر] بھی ہنسی آتی ہے۔ رہا بوسہ، سو یہ البتہ شرک نہیں، بلکہ اس کو بدعت اور گناہ لکھا ہے اور جہاں ثابت ہے وہاں درست ہے، جیسا کہ مصحف کو اور دست علماء کو مثلاً، فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۵ تا ۷)

(۱۱) طوافِ قبور کے شرک ہونے اور قیامِ تعظیمی کے شرک نہ ہونے کی وجہ؟

سوال: آپ کے بعض مکتوبات میں یہ مضمون مطالعہ میں آیا ہے، کہ طواف کا ذکر رکوع اور سجدہ کے ساتھ آیا ہے، اور خدا نے اسے اپنی تعظیم کے لئے مقرر کیا ہے، لہٰذا طواف بھی عبادت ہے، پس قبور اولیاء کا طواف شرک ہے؟

اس مضمون پر دو شبہ وارد ہوتے ہیں: اول یہ کہ اس صورت میں قیام تعظیمی بھی شرک ہونا چاہئے، کیوں کہ وہ بھی نماز میں خدا کی تعظیم کیلئے فرض ہے، اور طائفین کے ساتھ قائمین کا بھی ذکر آیا ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۲) [مہ زبان: فارسیوں کا سردار، بادشاہ، آتش پرستوں کا بزرگ اور عالم (لغات سعیدی۔ مؤلفہ مولوی عبدالعزیز ص: ۵۲۲۔ مطبع مجیدی کانپور: ۱۹۳۰ء)] [نور]

(۳) [حدیث فرمائیے: مشکوۃ کتاب النکاح باب عشرۃ النکاح ومالکل واحدۃ من الحقوق. رقم الحدیث ۳۳۲۶ (مشکوۃ ج:۲ ص:۲۸۲ نسخہ ھندیہ) رواہ ابوداؤد عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فأنت یا رسول اللہ أحق أن یسجدلک. قال: أرأیت لو مررت بقبری أکنت تسجدلہ؟" قال قلت لا قال: فلاتفعلوا لو کنت آمرُ أحداً ان یسجد لأحد، لأمرت النساء أن یسجدن لازواجھن، لما جعل اللہ لھم علیھن من الحق" (۳/۴۵) رقم: ۲۱۴۰-۲۱۳۳ ت: شیخ محمد عوامہ] مؤسسۃ الریان بیروت. ط: ۲، ۱۴۱۳ھ/۲۰۰۲ء۔ و الحاکم فی المستدرک (۲/۱۸۷) دار المعرفۃ بیروت ... واحمد فی مسندہ، عن معاذ بن جبل ص/۲۶۵۔ ج: ۱۴۔ رقم: ۲۲۹۱۔ ص/۱۵۱۔ ج: ۱۶۔ رقم: ۲۱۸۹۴۔ ت: احمد محمد شاکر، حمزہ احمد زین] دار الحدیث، القاھرۃ ط/۱، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: قیام مسجد بستہ تو فعل شرک ہے ہیں نماز سے مشابہ ہے ہی اس شرک نہیں ہو سکتا ہے
جو ہو ہیں مذموم ہے لیکن بالقصد نفس و الفاسد میں قیام سے ملازم ادب، چنانچہ مفسرین نے صاف لکھا ہے
خواص سے ہوئی ہوں فعل ہے اسے شرک ہیں ہو قیام مخصوص صلوٰۃ سے نہیں ہوتا آپ کا ایک شبہ رفع ہوا۔

دوسرا سوال سے فعل ہی کیا نیت نماز ہے وقت آدمی علیہ السلام کی سے کان سے قیام ہے
ہے سے ہیں ایسی ہی سجدہ تحیہ میں نیت سجدہ نہیں ہوتا فعل سجدہ تحیہ و سجدہ نہیں ہوتا، بعد بعض کہتے ہیں ہوتا ہیں ہیں
سجدہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام بعض کی تردید کرتے ہیں بجا یعنی وہ سجدہ (۲) ہم جس پہلی امت میں اس وہ عبادت
صحیح یا تھا اور ہیں تحیہ شرک نہیں اس طرح فرمایا اور خواص عبادت میں کر دیا۔

تیسرا سوال ہے شرک ہوتا سجدہ تعظیم کا ادنیٰ درجہ شرک کا ہے اور عبودیت کا اعلیٰ درجہ مگر شرک ہونے میں
ہے آپ کی فہمی رہے۔ تشبیہ سجدہ ہوں خواص کا شرک ہونے میں مگر درجہ ہونا مگر شرک تو ہوا گیا۔ اگر نیت پر
نیت ہے تقرب سجدہ ازبدون نیت شرک نہ ہو ورنہ زنا اور قرآن و پیدائی میں زنا، بدون عبادت شرک
نہ ہو یہ تو بہ تو بہ!

جناب من شرک کی بات ہم حال شرک ہوتی ہے۔ بالقصد ہو نیت نہ ہو مگر جو امر مشتبہ ہے اس میں
نیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد: ص ۲۰۱)

(۱۲) کعبہ کے علاوہ اور مسجدوں کے طواف میں، کفر کا خوف ہے: سوال: خواص

عبادت ہے تو اس کی یہ ہے سے ہوئی ہے ہو ہے سجدوں سے طواف سے میں کفر کا خوف ہے۔

[اس پر ہی]

(۲) [illegible]

حوف ... (۱۳) جس سے جان بوجھ کر یا استہزاءً کلمہ کفر سرزد ہو، اس کے اعمال کا کیا حکم ہے؟

سوال ... (مجموعہ فرخ آباد ص ۱۵،۱۴،۱۰،۹)

جواب ... (۱۴) ایمان کم زیادہ ہوتا ہے، یا نہیں؟ سوال ...

جواب ... (۱۵) ایمان کے کم زیادہ ہونے میں علماء کے اختلاف کی نوعیت؟ سوال ...

اور یہ بھی بہت مقام اور تمام ان سے اور جمہور محدثین و فقہا خاص کر تینوں امام مالک و شافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب حق سمجھے جاتے ہیں اور حنفیہ میں طحاوی و کرخی اور اسحاق بن راہویہ خصوصاً حضرت امام ابو منصور ماتریدی صاحب یہاں تک کہ سید الحفاظ شیخ عبد العزیز دہلوی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ سب ان کو کافر بتانے والوں کی زبردست ایمان سے قائل تھے اور اہل حق میں شمار کیونکہ ان سب کا استدلال قرآن و حدیث سے ہے جو عین حکم ہے۔ پس ظاہر ہے کہ زید کا قول بالاجماع باطل ہے مگر اختلاف کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو کافر نہیں کہا حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو کسی کو کافر یا ملعون کہتا ہے اگر وہ واقعی کافر یا ملعون ہوتا ہے تو اس پر پڑتی ہے ورنہ کہنے والے کی طرف عائد ہوتی ہے۔ اور اگر زید کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس قول سے توبہ کرے تو ہرگز نہیں مانتا بلکہ اپنے قول پر زیادہ مصر ہوتا ہے اور بحث کرتا ہے۔ مطلقاً باز نہیں آتا۔ پس صورت مذکورہ بالا کا کیا حکم ہے؟

یعنی یہ کہ ان الفاظ قولی کسی طرح کفر کے مصداق نہیں ہیں۔ اب زید باوجود اس تکفیر عام کے وہ اس کو کافر یا قابل کفر سمجھے یا نہیں؟ اور جب تک تائب نہ ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ صاحب جو ان سے بعض حضرات حنفیہ معتبرین میں سے کسی نے زید کا سا فتویٰ ان کے مزید دعوے والوں کے حق میں دیا ہے یا نہیں؟ حنفی مذہب والے ان کتابوں سے کی کا جواب تحریر فرما کر ہمیں ثبت فرمائیں خدا سے اجر پائیں گے۔

میرا پتہ یہ ہے: مقام کوٹلہ ریاست جیتارہ میں۔ محمد قاسم شاہ صاحب کے مکان پر محمد یحییٰ کوٹلوی۔

جواب: اس میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ ان باطل عقیدوں کے مرتکب کفر کے مزید ہوتے ہیں اور جو باطل عقیدہ کفر کے مزید ہوتا ہے وہ خود کفر نہیں ہوتا۔ پس ان الزامی تکفیروں کا صرف یہ حاصل ہے کہ جو باتیں کفر کی مزید ہیں وہ ان کو کفر بتاتے ہیں اور جو باتیں مزید نہیں وہ ان کو کفر سے ثابت کرتے ہیں وہ عقیدے کے اعتبار سے ثبوت زیادت نقصان کرتے ہیں اور جب اصل مقصود اختلاف میں باعتبار عمل مقصود تحریر ہے تو فریقین کا قول حق ہے اور نسبت خطا ضلال کی کسی کی طرف بھی نہیں ہو سکتی۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ کہ مخالف نے خود بھی کفر کیا ہے اگرچہ اس کی تکفیر بجا نہ ہو نے فکر سے اس کی وجہ بھی ہو مناسب نہیں۔ البتہ اس قدر فقہا و محدثین کی جماعت کو بہت سخت درجہ کا فاسق اور گمراہ کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۶) ایمان میں تجزی کا مسئلہ؟

سوال: قوله صلی اللہ علیه وسلم: فأخرج من كان في قلبه ادنى ادنى ادنى مثقال حبة من خردل من ایمان، فأخرجه من النار.(۱)

اس کو مقتضی ہے کہ جس میں ادنیٰ ادنیٰ درجے کا ایمان ہوگا، وہ بشفاعت سید نا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نار سے خارج ہوگا، تو اس کے بعد جو ارشاد ہوا:

فأقول ائذن لي في من قال لا اله الا الله لأخرجنّ(۲) منها من قال لا اله الا الله.

اگر اس سے مراد مؤمن ہے، تو وہ پیشتر ادنیٰ درجہ کے ایمان میں داخل ہو کر، تحت شفاعت داخل ہو چکا، تو اس جگہ لیس ذلک لک کے کیا معنی ہیں؟ اور اگر کافر یا منافق مراد ہے، جو بلا تصدیق قلبی کلمہ گو ہوا ہے اور بظاہر یہی ہے، کیونکہ وراء ادنیٰ درجہ ایمان کے کوئی درجہ باقی نہیں، تو پھر لأخرجن منها کے کیا معنی ہوئے؟ کفار منافق نہ داخل شفاعت، نہ مستحق اخراج عن النار!

جواب: جس نے کلمہ کہا اور دل میں ادنیٰ درجہ تصدیق معانی کلمہ کا ہو، وہ مؤمن ہے کہ ایمان میں تجزی (۳) نہیں، کمی زیادتی کیفی ہے، یہاں تک تو شفاعت سے نکلے۔ اب آخر درجہ ایمان کا یہ ہے کہ زبان سے کلمہ کہا اور دل میں اس کے، کوئی درجہ تصدیق کا نہیں، مگر تکذیب بھی نہیں، بلکہ قلب اس کا بالکل تصدیق و تکذیب سے سادہ ہے، اور تصدیق و تکذیب مانعۃ الجمع ہیں، مانعۃ الخلو نہیں، پس یہ لوگ بھی آخر کار نکالے جاویں گے۔ یہ توجیہ شاید تم کو تعجب میں ڈالے، مگر اس کا نشان حدیث سے دوں گا، اگرچہ مقام دشوار ہے، جب علماء سے پوچھو گے تب لطف پاؤ گے۔ ابن ماجہ کے ص ۳۰۳، ابواب الفتن میں باب ذهاب القرآن والعلم میں حدیث حذیفہ میں مذکور ہے (۴) یہ مضمون وہاں سے نکل آوے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

از رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۹، ۲۰)

---

(۱) یہ حدیث شفاعت کا ایک حصہ ہے۔ متفق علیہ روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیسری مرتبہ امت کے لئے سفارش فرمائیں گے تو حکم ہوگا جایئے! ہر اس شخص کو جس کے دل میں رائی کے دانے سے ادنیٰ ادنیٰ درجہ کا ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لایئے۔ چنانچہ آپ تشریف لے جائیں گے اور ایسے لوگوں کو نکال لیں گے، پھر چوتھی مرتبہ شفاعت فرمائیں گے، کہا اے میرے پروردگار! مجھے اجازت عنایت فرمایئے کہ جس نے بھی لا الہ الا اللہ کہا ہے اس کو دوزخ سے نکال لوں! اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے یہ حق آپ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ قسم ہے میری عزت کی! میرے جلال کی! میری کبریائی کی! میری عظمت کی! البتہ ضرور نکالوں گا میں جہنم سے، اس کو جس نے "لا إله إلا الله" کہا ہے۔ (مشکوۃ، کتاب احوال القیامۃ، باب الحوض والشفاعۃ ص: ۴۸۹، نقل اصح المطابع رشیدیہ دهلی: ۱۳۷۵ھ۔ نیز مشکوۃ شریف ج ۵ ص: ۲۱ رقم الحدیث: ۵۵۷۳ ت: رمضان بن احمد بن علی ال عوف [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم ۲۰۰۳ء] [پالن پوری])

(۲) یہ حدیث قدسی ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: فاقول یا رب ائذن لي فيمن قال لا اله الا الله، قال ليس ذالك لك، ولكن و عزتي و جلالي و كبريائي و عظمتي لأخرجنّ منها من قال: لا إله إلا الله. (متفق علیہ، عن انسؓ. مشکوۃ، باب الحوض والشفاعۃ ص ۴۸۸-۴۸۹ ت محمد رمضان عوف۔ ۱۰ ۲۰۰۲ء [مکتبۃ التوبہ ریاض، ۱۴۲۳ھ] رقم الحدیث ۵۵۷۳) [نور]

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۷) دین میں مشتبہ امور سے احتیاط ضروری ہے: از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم،

جواب: جواب مرسل ہے۔(۱) آدمی کو اپنا دین بچانا ضروری ہے اور جو امر متفق علیہ امت کا ہو، اس سے دین حاصل کرنا واجب ہے۔ مشتبہ امور اور مختلف فیہ میں کیوں مبتلا ہو، خصوصاً عقائد میں۔ جزئیات اعمال میں وسعت ہے، مگر عقائد میں ہرگز توسع نہیں۔ مختلف مسائل جو قرونِ ثلاثہ میں اعمال ہو گئے، ان میں کسی پر عمل کرنا مضائقہ نہیں، مگر جو امور اُن قرونِ ثلاثہ میں نہ تھے اور اب علماء ان کو منع کریں اور قواعد شرع کے بظاہر خلاف ہوں، تو پھر بتاویل یا بتقلید

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳ الحزی جز جز بکھرے ہوئے ہونا یعنی مؤمن ہونے کے اعتبار سے سب مؤمنین کا ایمان یکساں ہے۔ اگرچہ کیفیت یعنی یقین کے اعتبار سے ایمان کے درجات کم زیادہ ہیں، جس کا یقین نہایت ضعیف ہے رائی کے دانہ سے بھی کم، کم ہے، وہ بھی کسی درجہ میں مؤمن ہے اور تیسری مرتبہ شفاعت سے، ایسے سب مؤمنین جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ مگر ایمان کا ایک درجہ اس کے بعد بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہو اور دل تصدیق وتکذیب سے خالی ہو۔ تصدیق وتکذیب ایک ساتھ جمع تو نہیں ہو سکتے، مانعۃ الجمع کا یہی مطلب ہے مگر دونوں کی نفی ہو سکتی ہے، یعنی دونوں باتوں سے دل سادہ ہو سکتا ہے۔ یہ مانعۃ الخلو کا مطلب ہے۔ ایسے مؤمنین کو رب ذوالجلال اپنی عنایت ومہربانی سے جہنم سے نجات عطا فرمائیں گے۔

ہر ایسے دل جن کا دل تصدیق وتکذیب سے خالی ہو، وہ بھی مؤمن ہیں، اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اس طرح مٹ جائے گا، جس طرح کپڑے کا نقش مٹ جاتا ہے، یہاں تک کہ نہیں جانا جائے گا کہ روزہ، نماز، حج، اور صدقہ کیا چیز ہے، اور رات بھر میں قرآن غائب ہو جائے گا، زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہیں رہے گی اور کچھ ایسے نہایت بوڑھے اور بوڑھیاں رہ جائیں گے، جو کہیں گے، ہم نے اپنے بڑوں سے لا الہ الا اللہ سنا ہے، پس ہم اس کو کہتے ہیں۔ صلۃ نامی ایک طالب علم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: جب وہ نماز، روزہ، حج، اور صدقہ نہیں جانتے، تو لا الہ الا اللہ سے ان کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ حضرت حذیفہ نے اس کی بات ان سنی کر دی، اس نے تین مرتبہ یہ بات پوچھی، ہر مرتبہ حضرت حذیفہ اس سے اعراض کرتے رہے، پھر تیسری مرتبہ میں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یاصلۃ تنجیھم من النار. حضرت حذیفہؓ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ یعنی ایسا کلمہ پڑھنا بھی ان کو دوزخ سے نجات دے گا۔ یہی وہ آخری درجہ کا ایمان ہے، یہ لوگ بھی اللہ کے فضل، کرم سے جہنم سے نکالے جائیں گے (اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاکم نے اس کو مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ، واقرہ الذھبی المستدرک ۵۴۵ ج ۴. [دار المعرفۃ بیروت] (پالن پوری)

(۴) عن حذیفۃ بن الیمان، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدرس الاسلام کما یدرس وشی الثوب، حتی لایدری ما صیام ولا صلوۃ ولا نسک ولا صدقۃ ولیسری علی کتاب اللہ عزوجل فی لیلۃ فلایبقی فی الارض منہ آیۃ، وتبقی طوائف من الناس الشیخ الکبیر والعجوز، یقولون ادرکنا آباءنا علی ھذہ الکلمۃ لاالہ الا اللہ فنحن نقولھا. فقال لہ صلۃ ما یغنی عنھم لاالہ الا اللہ وھم لایدرون ما صلوۃ ولا صیام ولا نسک ولا صدقۃ. فاعرض عنہ حذیفۃ ثم ردھا علیہ ثلاثاً، کل ذالک یعرض عنہ حذیفۃ، ثم اقبل علیہ الثالثۃ: یاصلۃ تنجیھم من النار ثلاثاً. ابن ماجہ ص ۳۰۳ ج ۲ باب ذھاب القرآن والعلم (مطبع فاروقی. دھلی بلاسنہ) سنن ابن ماجہ بتحقیق علامہ شعیب الارنؤوط ومحمد کامل قرہ بللی. رقم الحدیث: ۴۰۴۹. ص: ۱۷۳، ج: ۵. [شرکت الرسالۃ العالمیۃ. دمشق. ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء] [نور]

(۱) اصل خط میں صرف مذکورہ جواب درج ہے، سوال یا سائل کے خط کی نقل شامل نہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعض، ایسا امر کرنا خلاف فہم سلیم کے ہے۔ بہر حال دین کو مشتبہ امر سے حاصل کرنا ممنوع ہے، خود حدیث ہے کہ برا آدمی ہے جو حاصل کرے دین مشتبہات (۱) سے، لہٰذا ایسے امور سے اجتناب لازم ہے۔ فقط والسلام

جو حق تھا عرض کر دیا، اگر خلاف طبع ہو تو معذور رکھیں۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۰۳)

(۱۸) یاس کی توبہ مقبول ہے ایمان مقبول نہیں:

سوال: توبہ یاس کی قبول ہے، یا نہیں؟

قرآن شریف میں ہے: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ، قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ. (۲) تو اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ توبۂ یاس قبول نہیں ہے، اور نسخہ مالابد مسائل متفرقہ میں تحریر ہے کہ:

توبۂ یاس اصح آنست کہ مقبول است۔ ترجمہ: توبۂ یاس صحیح یہ ہے کہ مقبول ہے۔ (۳)

اور حاشیہ پر بحوالہ درمختار لکھا ہے کہ: توبۂ یاس مقبول است لقولہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ. (۴)

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ توبۂ یاس مقبول ہے، تو اس میں بڑا اختلاف واقع ہوا۔ تو فرمایئے کس پر عمل کیا جاوے۔ ارقام فرماویں۔

---

(۱) طبرانی میں ضعیف سند سے مروی ہے، بئس العبد عبد یستحل المحارم بالشبهات (مجمع الزوائد ۱۰: ۲۳۴) اس کا ترجمہ وہی ہے جو حضرت نے کیا ہے۔ اور اوپر ایک لفظ "اعمال" آیا ہے اس کے معنی ہیں معمول بہ، یعنی قرون ثلاثہ میں اس پر عمل شروع ہو گیا تھا۔ (پالن پوری)

(۲) ترجمہ: اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام، یہاں تک کہ جب سامنے آ جائے ان میں سے کسی کے موت، تو کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں اب۔ (سورۂ نساء، آیت: ۱۸۔ ترجمہ شیخ الہند)

(۳) مالابدمنہ، تالیف مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی، بتصحیح از نسخہ مؤلف وحواشی محققانہ از مولانا محب اللہ پانی پتی وغیرہ علماء۔ ص ۱۵۲۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۶ھ) [نور]

(۴) ترجمہ: اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے برائیاں۔ (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۲۵، ترجمہ شیخ الہندؒ) [نور]

سوال مذکور پہلی آیت سورۂ نساء کی آیت ۱۸ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اور ایسوں کی توبہ نہیں، جو برے کام کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ جاتی ہے تو وہ کہنے لگتا ہے۔ کہ میں اب توبہ کرتا ہوں (یعنی اب کیا ہوت ہے جب چڑیا چگ گئی کھیت) اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟! اس آیت سے معلوم ہوا کہ مایوسی کے وقت کی توبہ مقبول نہیں۔

اور مالابدمنہ (ص ۱۵۲) اور درمختار کی عبارتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مایوسی کے وقت کی توبہ بھی مقبول ہے اور دلیل سورۃ الشوریٰ کی آیت: ۲۵ ہے، جس کا ترجمہ ہے: اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں، اور برائیوں سے درگذر فرماتے ہیں۔ یہ آیت مطلق ہے، ہر حال کی توبہ کی قبولیت پر دلالت کرتی ہے، پس مایوسی کیوقت کی توبہ بھی مقبول ہے۔ پس دونوں آیتوں میں اور دونوں باتوں میں تعارض ہو گیا۔

حضرت رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مایوسی کے وقت کی توبہ تو مقبول ہے، دوسری آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ مگر توبہ سے مراد گناہوں سے توبہ ہے، یعنی پہلے سے مؤمن ہو مگر گناہ گار رہو، پس بوقت یاس ان گناہوں سے توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ وہ برائیاں معاف فرما دیتے ہیں۔

اور مایوسی کے وقت کا ایمان معتبر نہیں، پہلی آیت میں جس توبہ کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد کفر سے توبہ کرنا ہے، فرعون نے ڈوبتے وقت کفر سے توبہ کی تھی، جسے قبول نہیں کیا گیا۔ یعنی جب دونوں توبہ مختلف ہیں، تو دونوں آیتوں میں تعارض نہیں رہا، تعارض کے لئے دونوں کا ایک عنوان کے تحت ایک جیسا ہونا ضروری ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: توبۂ یاس کی مقبول ہے، مگر ایمان یاس کا مقبول نہیں۔ پس مراد توبہ سے توبہ عن المعاصی ہے اور آیت میں بھی مراد توبہ عن الکفر ہی ہے، پس مخالفت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۹-۰)

(۱۹) تقدیر کا منکر گمراہ ہے: سوال: ایک شخص کہتا ہے، کہ اگر زید نے علم پڑھا، یا ہنر سیکھا، یا نہیں کام کیا، یا جاہل رہا اور ہنر نہ سیکھا یا کوئی کام نہ کیا، تو یہ سب امور تقدیر سے ہیں، کہ اگر خواستۂ خدا ہوتا تو یہ امور ہوتے اور نہ ہوتے، اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں، ان میں تقدیر کا کیا تعلق ہے؟ یہ کام کرنے نہ کرنے پر منحصر ہیں، جیسا کرے ویسا ہو۔ اور وہ کہتا ہے کہ نہیں! اگر اللہ تعالیٰ ہی اس کی ہمت ادھر نہ لگاوے، تو کیسے کر سکتا ہے؟ ان میں کونسا حق پر ہے اور کون سا نہیں؟

جواب: بدون تقدیر کچھ نہیں ہوتا، تقدیر کا منکر ضال ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴)

(۲۰) علماء اور دینی کتابوں کی توہین کرنے والا فاسق وبددین ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعض آدمی اس قسم کے ہووویں، کہ اہل اسلام کے سامنے دعویٰ کریں کہ ہم مسلمان ہیں، اور اہل سنت والجماعت اور مذہب ہمارا حنفی ہے، اور یہی اقرار بہتیریوں میں ہووے۔ لیکن لامذہبوں میں لامذہب پکے ہووویں، (۱) ذریات کو خفیہ خفیہ ایسے مسئلے تعلیم کریں، جس میں گمراہی پائی جاوے، اور چاروں اماموں اور عقائد کی کتابوں کی در پردہ حقارت پائی جاوے، اور اس عقیدہ کے نشان یہ ہیں۔ کوئی لامذہب ایک مولوی اہل سنت والجماعت کو، فریب دھوکا دیکر شہر کے باہر لے جاکر مار پٹوادیں، اور اس کا مال لٹوادیں، اور ایسے مولوی ہووویں، کہ جس کی شہرت دہ بدہ قصبہ بقصبہ شہر بشہر ہووے، اور ہزاروں نمازی بے نمازی ہو جاویں۔ پس ایسے لامذہبوں کے حق میں کیا حکم ہے، شرع شریف میں؟

اور عداوت اس کو یہ ہو کہ ایک فتویٰ تقلید کی بابت لکھا گیا، اور اس کی عداوت حدیث سے ہے، دنیا سے نہیں ہے۔ اور ان کے مددگاروں کے واسطے کیا حکم ہے؟ گناہ کبیرہ ہوا یا صغیرہ! اور ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں، اور ان کی عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب تحریر فرما کر کہ دین اسلام کی حقارت ہوئی یا نہیں، ثواب عظیم حاصل کریں۔ بینوا توجروا۔

جواب: جو شخص کہ بظاہر اپنے آپ کو سنی اور حنفی کہے اور عوام کو گمراہ کرے، اور ائمہ مجتہدین اور کتب فقہ کی حقارت کرے، اگرچہ کیسا ہی ہو، کوئی ہو، ضال، مضل، گمراہ، بددین، فاسق فاجر، عدو اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر اس کو بوجہ اہانت کتب شریعت کے کافر کہا جائے، تو بھی بجا ہے۔ کیوں کہ بغض واہانت کتب شرع کی اور علماء کی کفر ہے، قال القاری:

(۱) یہاں لامذہب سے مراد غیر مقلد ہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وفی الخلاصۃ: من أبغض عالماً من غیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر۔(۱)

جو شخص کسی عالم سے کسی ظاہری وجہ کے بغیر بغض رکھے، اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔[نور]

اور حدیث میں خود سبِّ مسلم کو حرام اور فسق فرمایا ہے، چہ جائے کہ ائمۂ دین:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سبابُ المسلم فسوق، وقتالہ کفر الحدیث (۲)

اور جو شخص تائید ایسے شخص کی کرے وہ بھی ایسا ہی ہے، کہ مؤید عصیان کا عاصی ہوتا ہے، بحکم شارع علیہ السلام۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پس ایسے لوگوں سے ملاقات ترک کرے اور امام نہ بنائے کہ ہم کو حکم اہانت فساق کا ہے، نہ تعظیم فساق کا۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (مائدہ-۸۱)

اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں، ص ۱۹۷-۱۹۸)

(۲۱) کسی مسلمان کو بلا کسی وجہ کے کافر کہنا؟

سوال: زید عمر بکر اہل سنت و جماعت، خالد کے پاس دعوت کھانے کے واسطے گئے، خالد نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ فلاں فلاں شخص بھی آئے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ وہ تو نہیں آئے (کہا) کہ تم سب کافر ہو گئے، حالانکہ ان کے اہل سنت و جماعت ہونے کا علم خالد کو ہے۔

جواب: جو شخص بلا وجہ کسی کو کافر کہے وہ فاسق ہے، اور وبال اس کے کفر کی نسبت کا اس پر عائد ہوتا ہے، بخاری نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

---

(۱) ملا علی قاری۔ فصل فی العلم و العلماء: ص ۲۱۰ (مطبع حنفی، دہلی: ۱۳۶۹ھ) [نور]

(۲) متفق علیہ: رواہ البخاری فی کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۴۸، صحیح بخاری ص: ۱۲ [مطابق اصح المطابع دہلی] ومسلم فی کتاب الایمان ج: ۱ ص: ۴۸ رقم الحدیث: ۱۱۶، باب سباب المؤمن فسوق وقتالہ کفر، نظر ابوقتیبہ نظر محمد الفاریابی [دار طیبہ، ۱۴۲۷ھ] مسلم شریف باب مذکور ج: ۱ ص: ۵۸ [مجتبائی دہلی: ۱۳۱۹ھ] عن عبد اللہ بن مسعود۔ [نیز دیکھئے مشکوۃ، باب حفظ اللسان و الغیبۃ و الشتم ص ۴۱۱ [اکمل اصح المطابع رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوۃ شریف ج: ۲ ص: ۴۱۷، حدیث: ۴۸۱۷ [ت. رمضان بن احمدین العزال عرف ۱۴۲۳ھ] [نور]

(۳) مسلمان کو کافر کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا یعنی لڑنا اور جنگ کرنا کفر ہے۔ [پاکستانی]

toobaa-elibrary.blogspot.com

من دعا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک إلا حار علیہ الحدیث(۱)

اگر کوئی کسی کو کافر کہے یا اللہ کا دشمن کہے اور حقیقۃً وہ ایسا نہ ہو تو یہ گالی خود کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گی۔ (ت نور)

اور دوسری حدیث بخاری کی ہے، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

سباب المسلم فسوق. الحدیث (۲)

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

پس ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوگیا، کہ جو کوئی کسی مسلمان کو بُرا کہے وہ فاسق ہے، اور اگر کافر کہے تو وہ اس قائل پر لوٹ آتا ہے، پس بحکم شرع یہ مکفر فاسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ کلاں ص ۳۰)

(۲۲) دنیاوی معاملات کی وجہ سے، کسی عالم کو برا کہنا؟

سوال: میان عالمے وعامی در امر دنیاوی تکرار شدہ بود، عامی تعدی کردہ گفت، کہ تو عالم نیست، بل خراست وخنزیر است، وو دشنامہائے نالائق از روئے استحقار واستہزاء داد، پس دریں صورت عامی مذکور مرتد خواہد شد یا نہ؟ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۵)

ترجمۂ سوال: ایک عالم اور ایک عامی کے درمیان، ایک دنیاوی معاملہ میں کچھ جھگڑا ہوگیا تھا، عامی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے کہا، تو عالم نہیں ہے بلکہ گدھا ہے اور سور ہے، اور بری گالیاں حقارت اور استہزاء کے طور پر دیں۔ اس صورت میں یہ عامی، مرتد ہوا یا نہیں؟

جواب: ہر کہ عالم را در امر دنیاوی دشنام دہد فاسق است، مرتد وکافر نمی گردد۔ ودر احادیث است کہ صحابہ را باہم در امور دنیاوی مخاصمت می شد و یکے دیگر را بوجہ بشریت سب می کرد، کسے بر اں حکم کفر نداد۔ علیٰ ہذا حال دیگراں باید شناخت۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۵)

ترجمۂ جواب: جو شخص کہ کسی عالم کو دنیا کے کسی معاملہ میں گالی دے وہ فاسق ہے، مرتد اور کافر نہیں ہوتا۔ احادیث میں ہے کہ حضرات صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں دنیاوی معاملات میں مخالفت ہو جاتی تھی اور بشریت کی وجہ سے (کبھی کبھار) ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ دیتے تھے، مگر کسی نے بھی (معاذ اللہ) ان کے کفر کا حکم نہیں دیا، اسی کے مطابق دوسروں کے حال کو پہچاننا چاہئے۔ واللہ اعلم (ت نور)

---

(۱) متفق علیہ صحیح بخاری (ج ۳، حدیث ۸، ص ۱۳، رقم الحدیث ۶۰۴۵) کتاب الادب باب ما ینھی عن السباب (مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ۱۴۰۱ھ) نیز بخاری شریف باب مذکور ج ۲ ص ۸۹۳ رقم الحدیث ۵۸۰۹. نیز ملاحظہ ہو مشکوۃ المصابیح باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم واللعن، الفصل الاول ص ۴۱۱ (نفل اصح المطابع رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ) نیز مشکوۃ شریف باب مذکور ج ۲ ص ۴۱۷ حدیث ۴۸۱۷ ت. رمضان بن احمد بن علی ال عوف ۱۴۲۳ھ (نور)

(۲) اس کی تخریج ابھی گذری۔ نیز دیکھئے صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینھی من السباب واللعن، رقم الحدیث ۶۰۴۴ وحوالہ بالا، نیز بخاری شریف کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض، الخ ج ۳ ص ۹ ج ۲ رقم الحدیث ۷۰۷۶ (مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ۱۴۰۱ھ) نیز بخاری شریف باب مذکور ج ۲ ص ۱۰۳۸ رقم ۹۷۸۶ (یاسر ندیم)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۳) نیچریوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ سوال: [نیچری] لوگ عقائد اہل نیچری کہ خلقت افلاک [شیطان وغیرہ] کے قائل نہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: قوم نیچری کافر ہیں، کہ منکر قطعیات سے ہیں، ان کی امامت سے نماز درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد کفایت اللہ عفی عنہ (مہر)

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۵-۲۳۶)

(۲۴) یزید کو کافر کہنا کیسا ہے؟ سوال: یزید کافر ہے یا نہیں اور اس نے بہن کا بھائی سے نکاح [کیا]، اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے اور خانہ کعبہ کا حجول [غلاف] چھوڑنا اور شراب خواری پھیلانی کی ہے، یا نہیں؟ اور اسی طرح سب قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کافر ہیں، یا فاسق؟

جواب: یزید کو کافر کہنا نہیں چاہئے، اور یہ افعال اس نے کرتے فاسق ہوا، اور یہ کہ اس کو وہ حلال جانتا تھا، اس طرح ثابت ہو، دل کی بات ہے۔ اب مسلمان زنا کرتے ہیں، ان کو کافر نہیں کہہ سکتے، دل کی خبر نہیں، حالانکہ زنا باستحلال کفر ہے، پھر یزید کی کہاں سے تحقیق کی کہ وہ بھی بذا قتل حسینؓ فسق ہے، مستحل کافر ہے، اور نیت قاتلین کی معلوم نہیں، پس کافر کہنا نہیں چاہئے، زبان کو کفر سے روکنا بہتر ہے، اگرچہ کافر کہنا گناہ بھی نہیں، بسبب ظاہر حال قاتلین کے۔

(بدست خاص ص ۲۰)

(۲۵) مروان بن الحکم کے متعلق چند سوالات: سوال: مروان کافر تھا یا مسلمان؟ اور اس کو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر سے سہ فرسنگ نکال دیا تھا یا نہیں، اور بعد نکال دینے کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں اس کو بلایا یا نہیں، اور اگر بلایا تو کیا وجہ تھی، اور نکالا تھا تو کیا وجہ تھی، یا یہ سب خلاف [غلط؟] ہے؟

جواب: مروان مسلمان تھا، اس کو آپ نے نہیں نکالا، اس کے باپ کو نکالا تھا اور مروان اس وقت صغیر تھا، مگر آخری عمر میں بلانے کی اجازت فرما دی تھی، لہذا حضرت عثمان نے بلا لیا تھا۔ (۱)

(بدست خاص ص ۱۹)

---

(۱) مروان اس وقت صغیر تھا ہو، قول یہ ہے کہ وہ اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور سبب میں حکم بن ابی العاص اموی سے مروان سے [illegible] جناب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم مدینہ بلایا، تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عثمان نے [illegible] مدینہ سے نکال دیا تھا، حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں نے اس کے باپ کو نکالا تھا، اس کو نہیں نکالا، اور [illegible] حضرت عثمان سے درخواست کی تھی، اور میں نے اس معاملہ میں سفارش کی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے [illegible] (۱۲ منہ)

(بیان چوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۶) اہل عرب کے جو اقوال خلافِ شریعت ہوں، وہ مردود ہیں: سوال: اہل عرب

مردود و بدعتی ہیں، ان کے فتاوی و اقوال ہمارے واسطے سند اور حجت نہیں ہو سکتے۔ فقط

جواب: اہل عرب کا قول و فعل جو خلاف شرع ہو وہ البتہ بدعت و برا ہے، اگرچہ علماء ہی کیوں نہ ہوں، مگر سب عرب کو بدعتی اور برا کہنا زبوں ہے۔ عرب سے محبت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ بقوله احبوا العرب الخ (۱) پس یک لخت سب عرب کو برا کہنا برا ہے۔ ہاں ان کے بدعتی برے ہیں اور ان کا فعل خلاف شرع مردود ہے اور ان کے قول و فعل کی حجت نہیں، حجت دین میں قرآن و حدیث و فقہ کی ہے اور بس۔

الحاصل! یہ جو کہا گیا عقیدہ اہل سنت کا ہے، اس کے موافق جو کہے وہ متبع سنت ہے، اس سے ملنا اور اس کا سننا لازم ہے اور جو خلاف اس کے کہے، وہ قابل التفات نہیں۔ اور قلیل فرق کہ مآل دونوں کلام کا ایک ہی ہو جائے، فرق نہیں ہوتا، اور افراط و تفریط خوب نہیں، دین میں میانہ روی موافق حدیث کے لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی۔ فقط (چندیانوی ۹۲،۸۸)

---

(۱) احبوا العرب لثلاث لأني عربي والقرآن عربي، وكلام أهل الجنة عربي یعنی عربوں سے تین وجہ سے محبت کرو۔ یعنی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں، دوسری وجہ قرآن پاک عربی میں ہے، تیسری وجہ جنتیوں کی زبان عربی ہوگی یہ حدیث حاکم نے متعدد سندوں سے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے (۳ ص ۸۷) ۵۔ و۔ راجع فتاویٰ۔ جب عرب سے متعلق بعض سندوں پر حاکم نے صحیح کا نشان بنایا ہے، لیکن دوسرے بعض محدثین نے اس حدیث کو انتہائی درجہ ضعیف قرار دیا ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ جب عرب سے متعلق احادیث سند کے اعتبار سے چاہے فرد فرد ہو کر ضعیف ہوں مگر مجموعی حیثیت سے حسن ہو کر قابل استدلال ہیں۔

صاحب تنزیہ الشریعہ فرماتے ہیں: قال الحدیث ضعیف لاصحیح ولاموضوع وقال ان الحدیث أخرجه من هذا الطریق البیهقی فی الشعب والحاکم فی المستدرک ۱ ص ۸۷ ج ۳ وصححه وله شاهد من حدیث ابی هریرة انا عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة عربی أخرجه الطبرانی فی الاوسط، وفیه المسیب بن العلاء بن عبدالرحمن له مناکیر، وقال الحافظ العراقی محبة العرب لقرب حدیث ابی هریرة أصح من حدیث ابن عباس، والمسیب بن العلاء احتج به ابن حبان فی صحیحه۔ تنزیه الشریعة المرفوعة ص ۳۰۱ ج ۲ دار الکتب العلمیة بیروت ۱۴۰۰ھ۔

وقد وردت اخبار کثیرة فی حب العرب، بعضر الحدیث بمجموعها حسنا۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس۔ بمحموعی (۱۰۰۵) دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ ان نہایت مفصل تحقیق پر مبنی بحث سے، جیسے سوادر فقہ فی اثبات مقبولیت حضرت [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

شیعیت

(۲۷) ہندوستان کے شیعوں کا کافر ہونا راجح ہے: **سوال:** رافضی یعنی شیعہ کافر ہیں، یا فاسق؟

جواب: اس میں اختلاف ہے، راجح بندہ کے نزدیک، کفر یہاں کے روافض کا ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۳۰)

نوٹ: شیعوں کے کفر ایک اور نسبۃً مفصل اور واضح فتویٰ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ (نور)

(۲۸) فضیلت شیخینؓ کا منکر رافضی ہے: **سوال:** چہ می فرمایند علمائے دین: در حق مردے کہ خود را شمول باہل سنت وجماعت سازد، وبر خلاف اہل سنت والجماعت در عقیدہ خود، فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ بر اصحاب ثلثہ اعنی حضرت صدیق اکبر وعمر فاروق وعثمان غنی، رضی اللہ عنہم اجمعین داند، وگوید کہ ایں ہر سہ اصحاب از زمرۂ ولایت واہل بیت خارج اند۔ ودر شان حضرت علی رضی اللہ عنہ: "لحمک لحمی و دمک دمی" راست۔ وولی وصی نبی خاتم الولایت زوج بتول بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازیں جہت فضیلت حضرت علی مرتضی بر او، درجہ اول بہترین صحابہ است۔

ونیز ایں کلام مخالف شرع واجماع امت متوجہ شود، کہ روزے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بخدمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شکایت غصہ وغضب حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کردند..... (۱) عتاباً فرمود کہ اے فاطمہؓ چہ می گوئی، اگر علی ترا، در ایں حالت غیظیت وجلالت طلاق دادندے، مشکل واقع گردیدے۔ پس در حق گوئندہ ایں کلام ومنکر خلافت شیخین عظام، شرعاً چہ حکم است، بیان فرمایند بسند کتاب، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں: جو خود کو اہل سنت وجماعت میں شمار کرتا ہے اور اہل سنت وجماعت کے خلاف اپنا عقیدہ، حضرت علیؓ کی اصحاب ثلثہ حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت جانتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ تینوں حضرات زمرۂ ولایت اور اہل بیت سے خارج ہیں۔ حضرت علی کی شان میں "تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے" آیا ہے۔ حضرت علی رسول ﷺ کے ولی، وصی، خاتم الولایت اور بنت رسولؐ کے شوہر ہیں اس وجہ سے حضرت علیؓ کی ان پر فضیلت ہے، وہ بہترین صحابہ میں اول درجہ پر ہیں۔

نیز شریعت اور اجماع امت کے خلاف یہ بھی کہتا ہے، کہ ایک دن حضرت فاطمہؓ نے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، حضرت علیؓ کے غصہ اور ناگواری کی شکایت فرمائی۔

---

(۱) یہاں چند کلمات پڑھے نہیں گئے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ناپسندیدگی کے ساتھ فرمایا اے فاطمہؓ! کیا کہتی ہو اگر علیؓ نے تمہیں اس غصہ کی حالت میں حوالہ دیدی تو مشکل پڑ جائے گی۔ پس اس کلام کے کہنے والے اور منکر خلافت شیخینؓ عظام کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں، کتاب کے حوالے کے ساتھ (ت:نور)

جواب: کسے چنیں عقیدہ فاسد دارد، رافضی است، اگر دعویٰ شمول اہل سنت کند۔ چرا کہ تفضیل شیخین رضی اللہ عنہما متفق علیہ جمہور ائمہ اہل سنت است، کہ کسے معتبرے را دراں خلاف نیست، وہمچناں افضلیت عثمان رضی اللہ عنہ متفق علیہ جمہور ائمہ واہل سنت است۔ نووی در شرح مسلم گوید:

اتفق أهل السنة على أنّ أفضلهم أبوبكر ثمّ عمر. قال جمهورهم ثم عثمان ثم علي، وقال ابو منصور البغدادي: أصحابنا مُجمعون على أنّ أفضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور (انتهى)(۱)

(ترجمہ) جواب: جو شخص ایسا فاسد عقیدہ رکھے وہ رافضی ہے، اگرچہ اہل سنت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرے۔ کیونکہ تفضیل شیخینؓ تمام ائمہ اہل سنت کا متفق علیہ عقیدہ ہے، ایسا کہ کسی بھی معتبر عالم کو اس سے اختلاف نہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرات صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر (رضی اللہ عنہم) اور ابو منصور بغدادی نے فرمایا: ہمارے اصحاب اسی پر متفق ہیں، کہ چاروں خلفائے راشدین کی فضیلت، ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

و در فقہ اکبر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ، می فرمایند:

أفضل النّاس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلّم، أبوبكر الصديق ثمّ عمر بن الخطاب ثمّ عثمان بن عفّان ثمّ علي بن ابي طالب رضي الله عنهم اجمعين(۲) انتهى

ترجمہ: اور فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں، پھر عمر بن الخطاب، پھر عثمان بن عفان، پھر علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

(۱) نووی شرح مسلم ص ۲۷۴ جلد ثانی، باب فضائل الصحابة ؓ بحذف وانتصار (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ) (نور)

(۲) فقہ اکبر مع شرح ملا علی قاری ص ۲۰۰ تا ۲۰۲ طبع مطبع حنفی دہلی ۱۳۲۹ھ۔ نیز شرح فقہ اکبر از احمد بن محمد مغنیساوی ص ۲۵۔ نیز شرح فقہ اکبر ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی ص ۱۳۹۔ (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۲۱ھ) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وتجنیس در شرح عقائد و شرح مقاصد و جملہ کتب مذکور است، و مراد از فضیلت کثرت ثواب و تقرب الی اللہ تعالیٰ است، و ہمیں را درجہ ولایت می گویند: المراد بالأفضلية كثرة الثواب. انتهى (۱)

ترجمہ: اسی طرح شرح عقائد میں اور شرح مقاصد وغیرہ سب کتابوں میں مذکور ہے، اور افضلیت سے مراد کثرت ثواب اور حق تعالیٰ کے یہاں تقرب اور مرتبہ ہے اور اسی کو ولایت کہتے ہیں۔

پس خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم در زمرۂ ولایت و تقرب داخل اند، و از حضرت امیر رضی اللہ عنہ سابق اند، ہر کہ آں حضرات را از زمرۂ ولایت خارج داند، قطعاً شیعی و رافضی است۔ و از معنی ولایت..... ولحمک لحمی کہ روافض دلیل رفضیت تراشیدہ اند، از جہل ایشاں است۔ اگر ایں معنی مراد دارند کہ لحم و دم، حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہمون لحم و دم فخر عالم علیہ السلام است، کہ وحدت ثابت گردد، پس ایں عین حماقت آں فرقۂ ضالہ است۔ اگر علی رضی اللہ عنہ چو پیغمبر علیہ السلام واحد بودند، چگونہ با فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح علی رضی اللہ عنہ درست شود، کہ ہمچناں کہ آں پاک دیں، دختر پیغمبر علیہ السلام، دختر علی رضی اللہ عنہم خواہد گشت۔ و اگر مراد مجازاً ایں باشد، کہ مایان از یک حد در نسب شریک ہستند، پس ازیں چہ فضیلت می خیزد، دریں معنی عباس رضی اللہ عنہ و صد ہا ابرار داخل اند، و ایں فضل جزوی است کہ کسے را ازیں کار نیست، و کلام در تقرب الٰہی و کثرت ثواب است، و علیٰ ہذا زوج فاطمہ بودن را باید فہمید، و وصی بودن حضرت ایشاں خود عقیدۂ روافض است، کہ ہیچ حجت بر ثبوت آں نیست۔ عقیدہ وصایا ہم خلاف سنت [و] جماعت است۔

و آں چہ روایت طلاق فاطمہ رضی اللہ عنہا از جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کردہ، کذبے است صریح و افتراء قبیح (لعنة الله علىٰ واضعه) کہ روافض وضع کردہ اند، و بنا آں بر ہمون وحدت جناب فخر عالم علیہ السلام بحضرت علی رضی اللہ عنہ ہست، و جوابش شنیدی! ورنہ کدام عاقل چنیں کلام بے ہودہ می تواں گفت، کہ زوجہ کسے را دیگرے طلاق دہد، (۲) کہ خلاف عقل و فہم است، و ہیچ کتاب اہل سنت ایں کلام حماقت را نقل نکردہ۔

ترجمہ: افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے، پس تینوں خلفائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمرۂ ولایت و تقرب میں داخل ہیں اور حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) سے بڑھے ہوئے ہیں، جو شخص بھی ان حضرات کو زمرۂ ولایت

---

(۱) اصل تحریر میں اسی طرح لکھا ہے جو تفتازانی کی عبارت کا حاصل ہے، مکمل اقتباس یہ ہے: والسلف كانوا متوقفين في تفضيل عثمان، حيث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الختنين، والانصاف انه ان اريد بالافضلية كثرة الثواب! فلتوقف جهة وان اريد كثرة عاجله ذوو العقول من الفضائل فلا انتهى. شرح عقائد تفتازانی ص ۱۰۸۔ (مطبوعہ مطبع قیومیہ کانپور ۱۳۲۷ھ) [نور]

(۲) اصل میں اسی طرح ہے اسی کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے ہم سمجھتے فقط تعلیق اور نفی ہے اور مفتی وہابیت محمد کمک محسنی کس سے کہ رفضیوں سے تعریف
بیس نہ شنی ہے یہ ان کے جس کی مہ ہے ۔

اور وہ یہ مفتی کہتے ہیں کہ حضرت میرا خون اور حرمت بیضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لحم اور گوشت ہے
ہے کہ اہل حضرت ثابت ہوجائے ۔ بس یہ اس فرقہ کی تعریف ہے ۔ کہ جس حضرت پیغمبر علیہ السلام سے
جسد اطہر کی عرض تھے ۔ تو حضرت فاطمہ کا جسم مبارک سے ناپاک کس طرح صحیح ہوگا ۔ اس سے
اگر خدا نہ کرے رسول حضرت فاطمہ پیغمبر علیہ السلام علی کی بیٹی ہوجائیں گی ، اور اگر اس سے جائز ہے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ایک حد تک نسب میں شریک ہیں ، تو اس سے یہ فضیلت
ہے ، اس طرح سے اس فضیلت میں حضرت عباس اور سیکڑوں کا تعین داخل ہیں ، اور یہ فضیلت جزوں سے
جس سے کسی کو کچھ فائدہ نہیں ۔ مگر شوق ثواب دارین اور کرامت ثواب میں ہے ، اور اس حرص حضرت فاطمہ
شوہر ہونے کی بات کو سمجھنا چاہئے ، حضرت کا بھی ہونا ، یہ بھی رفضیوں کا عقیدہ ہے ، جس کے ثبوت
بیس نہیں ہے ، اہلیت کا عقیدہ بھی اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے ۔

اور جو حضرت علی کا حمزہ کو خلق دینے کے متعلق روایت نقل کرتے ہیں ، وہ کھلا جھوٹ اور بناوٹ ہے
خون کی غذا سے پرورش فرمائے) اس کو شیعوں نے گھڑا ہے ، اور اس کی بنیاد حضرت رسول کریم
حضرت علی سے جسمانیت و ربط ثابت ہونے پر ہے ، اس کا جواب تم سن چکے ، اور نہ کون اس کی موشگافی کی
بات کرے گا ، کہ کسی شخص کی بیوی کو اور خالق ہے ، جو عقل و سمجھ کے خلاف ہے ، اہل سنت نے کبھی
اس بیوقوفی کی بات کو نقل نہیں کیا ۔

غرض یہ شخص کہ جس [illegible] رب رفضی است و فاسق ۔۔۔ [illegible] اہل سنت و جماعت
نیست ، اس چہ شنید اہل سنت و اہل طریقت ، [illegible] ارشد و مرتبہ ولایت ، [illegible]
فضل ، [illegible] ۔

رشید احمد گنگوہی ۔

ترجمہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص جو یہ عقیدہ رکھتا ہے شیعہ ہے اہل سنت نہیں ہے ، جو یہ عقیدہ
سنت و جماعت اہل طریقت ، [illegible] ۔ اس سے راہ نہیں رکھتے ۔

(۲۹) حضرات شیخین کی حضرت علیؓ پر فضیلت، قطعی ہے یا ظنی؟

سوال: [illegible]

[illegible] [ت۔ نور]

جواب: افضلیت حضرات شیخینؓ [illegible] علی التحقیق [illegible]

مسئلہ افضلیت شیخین [illegible]

[illegible] (۱)

ترجمہ حضرات شیخین (حضرت [illegible] رضی اللہ عنہما) [illegible]

[illegible] (افضلیت شیخین) [illegible]

[illegible] تمام ثابت ہوتی ہے۔

(ت۔ نور)

[illegible] فرماتے ہیں:

اختلف العلماء في أن التفضيل المذكور قطعي أم لا [illegible]

[illegible] في التفضيل على ترتيبهم في الامامة [illegible]

[illegible]

[illegible] ۲۰۰۳/۱۲/۰۱ [illegible]

ں میں علماء کا اختلاف ہے کہ (خلفائے ثلاثہ کی) افضلیت جو مذکور ہے وہ قطعی ہے یا نہیں؟ جس نے قطعی
کہا ہے جمہور اشعری ہیں۔ ان کا قول ہے کہ یہ حضرات فضیلت میں اسی ترتیب پر ہیں جس ترتیب پر خلافت
میں ہوئی۔ خلافت اسی میں ہے، اور جنہوں نے اس فضیلت کو ظنی کہا وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں۔
مولانا صاحب موقف اور سعد الدین تفتازانی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے وجوہ اتباع سے ظنی ہونے کو
قابل تسلیم نہیں کہ یہ سب ائمہ معتبرین میں سے نہیں ہیں، ناقل ہیں، اور بمقابلہ ائمہ معتبرین مثل شیخ اشعری کے
قابل تسلیم نہیں۔ لیکن ان بزرگوں کو مع ہذا تفضیلی کہنا بھی زیبا نہیں، کہ آخر مسئلہ خلافی ہو گیا ہے، اور چونکہ قول حقیت ہو
گیا حدیث و اجماع محققین سے پایۂ اعتبار ساقط نہ ہو۔ فقط

(مجموعہ رسائل ص ۱۰۰)

(۳۰) کمالات ولایت کی وجہ سے، حضرت علیؓ کی افضلیت کا درجہ؟

سوال: مجھے باوجود تفضیل شیخین باعتبار کثرت ثواب وظہور کمالات نبوت حضرت علی رضی اللہ عنہ و مقام
ولایت ترجیح دی وجہ، مناسب فرمائیں۔ چنانچہ شیخ مجدد الف ثانی صاحب مکتوب دوصد و پنجاہ و چہارم فرماتے ہیں کہ
"حضرت صدیق، حضرت فاروق رضی اللہ عنہما باوجود حصول کمالات محمدی و اصول جمیع درجات ولایت
مصطفوی، حیثیت علی آنحضرت صلوۃ اللہ وسلامہ درمیان نبی علیہ السلام و درطرف ولایت، مناسبت تمکن
بر جمیع صلوات اللہ قائمی تسلیمہ تامی نبی علیہ السلام و درطرف دولت کہ مناسب مقام نبوت است
مناسبت تمکن بر صلوات اللہ بسیجہ قائمی تسلیمہ تامی نبی علیہ السلام و حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ
در مرتبہ دوم طرف، مناسبت تمکن بر صلوات اللہ قائمی تسلیمہ تامی نبی علیہ السلام و حضرت علی رضی
اللہ عنہ در مرتبہ سوم طرف، مناسبت تمکن بر صلوات اللہ بسیجہ قائمی تسلیمہ تامی نبی علیہ السلام و چون
حضرت عیسیٰ روح اللہ است علیہ السلام جزو طرف ولایت قریش غالب است و از جانب نبوت
حضرت امیر علیہ السلام بواسطہ آں مناسبت طرف ولایت غالب است۔" (۱)

و حصہ حضرت صدیق و حضرت فاروق رضی اللہ قائمی تنہا کمالات محمدی کے حاصل ہونے و ولایت
مصطفوی علیہ الصلوۃ والسلام درجات پر فائز ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نبی جمیع صلوات اللہ وسلامہ
سے درمیان ولایت کی جانب حضرت ہر جمیع صلوات اللہ قائمی تسلیمہ تامی نبی علیہ السلام کے ساتھ مناسبت رکھتے

---

(۱) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب ۲۵۴، ص ۲۸۱، طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

ہیں اور دعوت کی جانب جو کہ مقام نبوت کے مناسب ہے، حضرت موسیٰ صلوات اللہ سبحانہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں طرف (ولایت ودعوت) کے لحاظ سے، حضرت نوح صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اور حضرت امیر (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں طرف (ولایت ودعوت) میں حضرت عیسیٰ صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علی نبینا وعلیہ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اس کے کلمہ ہیں، اس لئے لازمی طور پر نبوت کی جانب، بہ نسبت ولایت کی جانب کے ان میں غالب ہے، اور حضرت امیر میں بھی اسی مناسبت کی وجہ سے ولایت کی جہت غالب ہے۔ (۱)

دیگر دریں مکتوب فرمودہ اند:

"اے برادر! حضرت امیر، چونکہ حامل بار ولایت محمدی اند علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ! تربیت مقام اقطاب وابدال واوتاد کہ از اولیاء عزلت اند، وجانب کمالات ولایت در ایشاں غالب است، مفوض بامداد و اعانت آں حضرت است۔ بر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است، زیر قدم اواست، قطب مدار بہ حمایت ورعایت او مہم خود را سرانجام می نماید، واز عہدہ مداریت می برآید۔ حضرت فاطمہ وامامین نیز دریں مقام با حضرت امیر رضی اللہ عنہم شریک اند، انتہی" (۲)

ترجمہ: اے بھائی! چونکہ حضرت امیر (علی) بار ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے حامل ہیں، اس لئے اقطاب، ابدال اور اوتاد کے مقام کی تربیت، جو اولیاء عزلت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کی جانب، ان میں غالب ہے۔ ان کی تربیت حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعانت وامداد کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب، یعنی قطب مدار کا سر حضرت امیر کے زیر قدم ہے، قطب مدار، انہی کی حمایت اور رعایت سے اپنی مہم سرانجام دیتا ہے اور مداریت سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور امامین (حضرات حسنؓ وحسینؓ) بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شریک ہیں۔ (۳)

(۱) قاضی ثناء اللہ صاحب در تفسیر مظہری ارشاد می فرمایند، بحوالہ شیخ مجدد صاحب تحت آیت:

---

(۱) [ترجمہ از مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی از مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب، حصہ دوم ص: ۱۸۱۔ دفتر اول مکتوب: ۳۵۱ [ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء]

(۲) [مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی۔ مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری ص: ۵۶۔ ۵۷ حصہ چہارم [عکس نسخہ امرتسر۔ مکتبۃ القدس، کوئٹہ]

(۳) [ترجمہ از مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی از مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب، حصہ دوم ص: ۱۸۱، دفتر اول مکتوب: ۳۵۱۔ [ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

"وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ" [قلت]: أشار النبي صلى الله عليه وسلم إلى أهل البيت، لأنهم أقطاب الإرشاد في الولايات، أوّلهم علي رضي الله عنه ثم أبناؤه إلى الحسن العسكري، وآخرهم غوث الثقلين محي الدين عبد القادر الجيلي رضي الله عنهم أجمعين. لايصل أحد من الأولين و الآخرين الى درجة الولاية إلا بتوسّطهم. كذا قال المجدد رضي الله عنه. (۱)

ونیز ہمچنیں شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمودہ اند:

ولہذا محققین صوفیاء نوشتہ اند، کہ شیخین حامل کمالات نبوت بودند، وحضرت امیر حامل کمالات ولایت، ولہذا کار انبیاء کہ جہاد با کفار وترویج احکام شریعت، واصلاح امور ملت است، از شیخین رضی اللہ عنہما خوبتر سرانجام یافت، وکار اولیا از تعلیم طریقت وارشاد باحوال ومقامات سالکین، وتنبیہ بر غوائل نفس وترغیب بزہد در دنیا، از حضرت امیر بیشتر مروی گشت۔

وعقلی است کہ استدلال بر ملکات نفسانیہ، بصدور افعال مختصہ بآں ملکات می تواں کرد، مثلاً اگر شخصے در معرکہ ثبات می کند، ودر مقابلہ اقران وصنعت سیف وسنان کار از پیش می برد، دلیل صریح بر شجاعت نفسانیہ اوست، بلکہ حب وبغض خوف ورجاء، ودیگر امور باطنہ از ہمیں راہ افعال ومعاملات معلوم تواں کرد۔

بر ہمیں قیاس امتیاز در کمالات باطنیہ شخص، کہ آیا از قسم کمال انبیاء است، یا از جنس کمال اولیاء، بخارجیہ بودن اودر یکے ازیں دو کارخانہ عمدہ حاصل می شود۔ (۲)

نظر بریں ایں اکابر واتباع ایشاں را شیعہ وفاسق وتفضیلیہ پنداشتن جائز است یانہ، وشخصے کہ ایشاں را فاسق گوید، ویرا حکم چیست؟ فقط

ترجمہ: اس لئے محقق صوفیاء نے لکھا ہے کہ شیخین [رضی اللہ عنہما] کمالات نبوت کے حامل تھے اور حضرت امیر [علی کرم اللہ وجہہ] کمالات ولایت کے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کے کام، جو جہاد کافروں کے ساتھ اور احکامات شریعت کی تبلیغ وترویج اور ملت کے معاملات کی اصلاح ہے، حضرت شیخینؓ سے بہت اعلیٰ درجہ میں سرانجام ہوئے، اور اولیاء کا کام تعلیم طریقت وارشاد، سالکین کے حالات ومقامات کے مطابق، نفس کے رذائل اور

(۱) تفسیر مظہری ص ۱۰۳ ج ۲ (مجلس اشاعت العلوم، جید برقی پریس، دہلی، بالاسناد) اور تفسیر آیت آل عمران ۱۰۱۔ (نور)

(۲) تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت (بذیل تتمہ کلام مقرر ہم، تتمہ بحث الامامۃ سے پہلے) ص ۳۳۹ [مطبع قہر بندہ لکھنؤ ۱۲۹۵ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قریب کا دیہات پر حملہ اور ان کا مدینہ پر اور [illegible] سے قتل کی باتیں، شاہ حضرت [illegible] وجہ سے روایت ہوئی ہیں۔

یہ بات سمجھ میں آ گئی ہے کہ نفسانی خصلتوں، صفتوں پر تعلق ہیں، ان خاص خلقتوں سے صادر ہونا ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص لڑائی میں ثابت قدمی سے اپنے دشمنوں اور مخالفین سے مقابلہ اور جنگ [illegible] تلوار اور نیزہ سے استعمال کرے، تو یہ بات صاف طور پر اس کی جسمانی بہادری کی دلیل ہے، بلکہ محبت [illegible] اور امید وہم سے اندرونی معلومات اسی طریقے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

اسی قسم اور طریقے سے باطنی کمالات کو پہچانا جا سکتا ہے کہ اس شخص سے کمالات باطنی نبی، ہمیشہ سلام سے کمالات کا ثمرہ ہیں یہ کمالات امت کی قسم سے ہیں۔ اور ان سے صادر ہونے والے دونوں کمالات ان میں سے کسی ایک طریقے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان بزرگوں اور ان کے ماننے والوں پر نظر کرتے ہوئے شیعوں کو باطل اور تخلیقی سمجھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کہ ان کو فاسق کہے اس کا کیا حکم ہے؟ [illegible] نور

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باب ولایت میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے وہ [illegible] فضل کہنا کہ [illegible] درست نہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، وہ بھی یہ حضرت علی سے متوسل اور فیضیاب ہیں۔ مطلق نہیں کہ فضیلت جزئیہ اور فضیلت جزئیہ مخالف فضیلت کلیہ کی نہیں ہوتی اور یہی معنی ہیں کلام حضرت مجدد کے جو ان سے نقل کیا۔

اس کلام حضرت نے مقامات امیہ سے دو وجہ لکھے ہیں ایک وجہ یہ صغریٰ کہ ان کمالات امیہ سے تعبیر [illegible] ہیں اور مرتبہ باطنی اور زندہ متصور فرماتے ہیں، اور دوسری وجہ علی وفق صغریٰ یہ ہے کہ ان کمالات امیہ سے [illegible] فرماتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ بعض میں کمالات ولایت کمالات نبوت سے غالب ہوتے ہیں، بعض میں عکس۔

اسی جلد کے مکتوب میں لکھتے ہیں، کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) میں جو امور ہوتے ہیں، ان میں کمالات ولایت [illegible] کمالات نبوت پر۔ لہٰذا حاصل ہوا کمالات محمدیہ دو حصے ہوئے ان کی تربیت ان کے پیرو اولیاء اور شیخین میں [illegible] کمالات ولایت سے کمالات نبوت غالب تھے، اس لئے حاصل ہوا کمالات نبوت وشمر ہے۔ اور اسی مکتوب میں لکھتے [illegible] نسبت کمالات نبوت کما لمطروح فی الطریق ہیں۔ پس اقطاب اور بدل حضرت علی سے [illegible] حضرات شیخین سے ان کا علاقہ نہیں، حضرات شیخین علی وجہ کی تدبیر فرماتے ہیں، تو یہ فضیلت جزئیہ [illegible] میں نہیں فضیلت جزئیہ حضرت علی شیخین پر افضل نہیں ہو سکتے، نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ولایت حضرت [illegible] شیخین سے غالب ہے، جیسا کہ سوال ملتا ہے۔

عموم روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ولایت شیخینؓ کی ہی ولایت حضرت علیؓ سے غالب ہے جیسے کہ کمالات نبوت ان کے حضرت علی سے غالب ہیں، اور بالفرض اگر کہیں پر ثبوت بھی ہو وے تا عدم فضیلت جزئیہ ہے [جو] کہ قادح نہیں، کیوں کہ مبادی کا غلبہ، مقاصد کے غلبہ کے مقابلہ قابل ترجیح کے نہیں ہوسکتا، اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ یہ نہیں فرمایا جو سائل سمجھے ہیں۔

الحاصل فضیلت کلیہ کمالات ولایت وکمالات نبوت میں حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ پر مجمع علیہ جمہور امت ہے،(۱) پس خلاف اس کے عقیدہ کرنا، شیعہ تفضیلی وخلاف امت کے عقیدہ کے ہے، اور یہ جو مفہوم مکتوب امام ربانی سے ہوا وہی مقتضیٰ قاضی صاحب وشاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ أعلم و علمہٗ أتم و أحکم.

وانا الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۲)

(۳۱) حضرت علیؓ کی تدفین سے متعلق ایک معروف روایت کی حقیقت:

سوال: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا، اپنے جنازہ کو صندوق میں رکھنے کو فرمانا، اور قبہ میں دفن کرنے سے منع کرنا، اور یہ فرمانا کہ اونٹنی پر رکھ دیجیو جہاں چاہے لے جاوے گی، صحیح ہے یا غلط؟

جواب: یہ قصہ غلط ہے(۲)، بعد انتقال دفن ہوئے۔ (بدست خاص، سوال ۱۹)

(۳۲) حضرات حسنینؓ حضرت امیر معاویہ سے افضل ہیں:

سوال: امامین افضل ہیں یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم، یا برابر ہیں درجہ میں؟

جواب: حضرت حسنؓ وحضرت حسینؓ بہت افضل ہیں، حضرت معاویہؓ سے۔

(بدست خاص، سوال ۷۹)

(۳۳) حضرت حسینؓ نے یزید سے بیعت کیوں نہیں کی تھی؟

سوال: جب کہ امامت فاسق کی بھی جائز ہے، تو حضرت حسین نے کس سبب سے بیعت یزید کی نہیں کی تھی؟

جواب: احتیاط اور تقویٰ سے نہ کی تھی، اگرچہ جائز تھی۔ اپنی قوت پر آپ امام ہونا چاہتے تھے مگر نہ ہوسکا۔ فقط

(مجموعہ بدست خاص، ص ۳۹)

---

(۱) شرح فقہ اکبر میں ہے "والفضل الناس بعد النبیین ابو بکر الصدیق ثم عمر الفاروق" ص ۱۳۶ شرح لہ منصور محمد بن محمد السمرقندی عکس نسخہ دائرۃ المعارف حیدر آباد نیز ملاحظہ ہو "قرۃ العینین" از حضرت شاہ ولی اللہ ص ۶۰۴ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ) نور

(۲) علامہ مؤرخ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں وممن قال انہ حمل علی راحلتہ فذھبت بہ فلا یدری این دفن، فقد حفر ونکتم ملاعنہ لئلا یسبہ عقل ولا شرع الدابۃ والبھائم۔ ۳۲۹ (البدایہ والنہایہ)

حافظ ابن کثیر نے البدایہ میں حضرت علی کے دفن پر اسی نکتہ کی وجہ سے تعلق کی وجہ سے تعلق کی ہے کہ دفن کی امت دفن کی فیصلہ میں کیا ہے سے معلوم ہوتا ہے حافظ ابن کثیر کی نظر میں ان تمام روایات اخبار میں شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ (ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ ۳۲۹، ۳۳۰ طبع بیروت) نور

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۴) یزید کی خلافت کے انعقاد اور حضرت حسینؓ کے خروج کی تحقیق:

سوال: بیعت یزید بعد انعقاد خلافت وامارت او واجب بود یانہ؟ والفاظ حدیث اسمعوا و اطیعوا ولو عبدا حبشیا او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم(۱) را چہ مطلب است، از بیعت صحابہ بار با عذر [illegible] ظاہر می شود [illegible] بیعت فاسق و فاجر [illegible] بعد انعقاد امارت [illegible] واجب بود در این صورت انکار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ [illegible] چیست [illegible] بیعت [illegible] عمل بعزیمت [illegible] بیعت [illegible] واجب [illegible] رخصت [illegible] صورت [illegible] مقصود [illegible] عزیمت [illegible] رخصت [illegible] حضرت امام رضی اللہ عنہ بچہ عمل فرمودند؟

[illegible] بحسب [illegible] مثل عمر بن سعد [illegible] یافتہ۔ صاحب تقریب نسبت عمر بن سعد نوشتہ صدوق لکن مقتہ الناس لکونہ أمیرا علی الجیش الذین قتلوا الحسین (۲)

[illegible] عبارت ظاہر می شود کہ مقت از عوام بدین سبب بود [illegible] مقتول بدو [illegible] وقوع گشت، تحقیق آں چیست، یزید را پلید گفتن رواست، یانہ؟

جواب: یزید فاسق تھا اور بیعت فاسق کی مکروہ ہے، لہٰذا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عزیمت پر عمل کیا اور حضرت ابن عمرؓ نے رخصت پر، بسبب فتنہ کے عمل کیا۔ حضرت ابن عمرؓ بظن غالب جانتے تھے کہ مقاومت یزید نہ ہوسکے گی، رفع فتنہ مستحسن ہے اور حدیث وإن أمر علیکم (۳) اسی باب میں وارد ہے اور حضرت حسینؓ وجزم قوی بسبب تحریرات اہل کوفہ کے، کہ مجھ کو غلبہ ہو جاوے گا اور شوکت ان کے ذہن میں حاصل تھی۔ پس یزید خلیفہ حق نہ ہوا، اس واسطے ابن زبیرؓ نے اپنی [بیعت] جدا لی، پس عمل حضرت حسینؓ کا عمل بعزیمت ہوا، اور قتل جو واقع ہوا اس کا منشا بسبب شوکت کے نہ تھا، اور عزیمت میں تکالیف اور شہادت کا ہونا ہوتا ہے۔ امر بامعروف ذی سلطان کو کرنا اور جان دینا، جس درجہ کی شہادت حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔ پس عمر بن سعد کا امیر لشکر یزید ہونا، اگر بتاویل نہ تھا تو موجب تفسیق کا تھا، مگر فسق و مذنب ہونا لازم نہیں، جیسا مروان کے حال میں گذرا۔

---

(۱) رواہ البخاری عن انس أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمعوا و اطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کأن رأسہ زبیبۃ۔ کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ، رقم الحدیث ۷۱۴۲، مکتبہ [illegible] مکہ مکرمہ۔ نیز دیکھیے مشکوۃ کتاب الامارۃ والقضاء [illegible] [illegible] رشیدیہ [illegible] ۱۳۵۵ھ [illegible] ج ۳ ص ۴۰۵ رقم الحدیث ۳۲۹۳ [illegible] بیروت ۱۴۲۳ھ [illegible]

(۲) اصل عبارت یوں ہے: عمر بن سعد بن ابی وقاص المدنی نزیل الکوفۃ صدوق ...... تقریب التہذیب، حافظ ابن حجر عسقلانی [illegible] ۱۳۹۰ھ [illegible] ص ۴۰۹ [illegible] ۱۲۷۰ھ

(۳) رواہ مسلم عن ام الحصین [illegible] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] علیکم عبد مجدع [illegible] یقودکم بکتاب اللہ [illegible] فاسمعوا لہ واطیعوا۔ صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ یوم النحر [illegible] ۱۲۹۸ [illegible] نیز مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ والقضاء، ص ۳۱۹ [illegible] [illegible] ص ۴۰۵ رقم الحدیث ۳۶۶۲ [illegible] ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۳ء

بند صدیق سے وہ بھی نہیں ملتی ہے تو پھر خلافت کیسے ملتی ہے۔ پھر تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ [illegible]
یعنی کرنا ہی اس کے آخر حال کی تحقیق ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ [illegible]
کی احوط ہے، وہ خلاف ثابت کرتا ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ [illegible]

(۳۵) سب شیخینؓ کفر ہے، تو قاتلان حسینؓ کیوں کافر نہیں؟

سوال: شیخین [illegible]
جب کہ سب شیخین کفر ہے تو قاتل حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے تو بدرجہ اولیٰ بے [illegible] کیا ہے، وہ کیوں کافر نہ ہوئے۔

جواب: جو قتل کرتا ہے، اپنے نفع کے لئے یا کسی اور کے لئے، وہ فاسق ہے اور سب شیخین جو کرتے ہیں تو شیخین کو کافر جان کر کرتے ہیں، ایسے شخص مسلمان کا کافر جاننا کفر ہے۔ اگر قتل حسین کو حلال جان کر قتل کیا تھا تو بھی کافر ہوں گے مگر بدشہوت کافر نہیں ہوتے۔ فقط

(ہدایت خاص ص [illegible])

(۳۶) حضرت حسینؓ کا سر مبارک کہاں دفن ہے؟

سوال: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تجہیز و تکفین میں مدفون ہے یا جسد اطہر کے ساتھ دفن ہوا؟ معلل بیان فرمائیں؟

جواب: سر مبارک مدینہ طیبہ میں ہے اور جسد اطہر کربلا میں۔ فقط

(ہدایت خاص ص [illegible])

(۳۷) حضرات حسنینؓ سے منسوب ایک بے حقیقت قصے کا تذکرہ

سوال [illegible] کے حوالے سے بھی کئی سوال ہیں۔ جس میں سے ایک روزے کے باب میں درج ہے۔ فرمایا نے بیان کیا کہ حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما یا محظیات میں، بعد اللہ تعالیٰ حضرت رسالت پناہ کے حضور میں گئے اور عرض کیا کہ ہمارا جان دونوں میں سے کون سی خوش خط ہے، حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس کو خوشخط بتاؤں اور اس کو بدخط، مجھو تم دونوں برابر ہو۔ ایک کو خوشخط بتاؤں گا تو بدخط رنجیدہ ہوگا۔ غرض آپ نے بچوں کو بہلا دیا، پھر دونوں صاحبزادے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا آپ فرمائیے، ان میں سے کون سی بچی نے اور کون سی بری، آپ نے کہا جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتایا تو میں کیوں کر بتاؤں، غرض کسی طرح سے حضرات حسنین کریمین نے اس سے بھی کہا کہ جب جناب رسالت مآب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہیں بتایا تو آپ کیوں بتاتے ہیں، آخر میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما پاس گئے اللہ نے بھی وہی جواب دیا اور کہا کہ جب میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے صدیق نے بھی نہیں بتایا تو میں کیوں کر بتاؤں اور چلتے وقت ایک ایک پر مہر نشان کر دیا۔

یہ تینوں باتیں صحیح نہیں ہیں، مفصل تحریر فرمائیے اور یہ مسئلہ فقہی کی تفصیل میں کسی مفسر نے یہ قصہ تحریر فرمایا ہے؟

[illegible]

ے اور کچھ تعریف روایت، حدیثوں کی کی معجزہ کتاب میں بیان کی جاتی ہے یا نہیں؟

پھر جو عرفہ صدر اللہ کی نماز کی فضیلت بیان کرتا ہے، اور نہ کبھی اس کے ارکان جاہلوں سے سنا ہے، اور نہ کبھی سوا
ہے اس کی رحمت اور اس کی عظمت کی بڑائیوں کی عجیب سے دنیا و آخرت میں پیش آتی ہیں بیان کرتا ہے، جس
ہے اس میں اور قصہ خوانوں کا ہمیشہ تذکرہ رہتا ہے اور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس نے
ہے اپنی رحمت سے پیدا کیے ہیں، ان کی [illegible] ہمیشہ [illegible] اپنی رحمت سے
ہے رحمت بتاتے ہیں، اس لیے [illegible] ہیں جن سے [illegible] رہتے ہیں
ہے ہیں رہتے ہیں اور جب [illegible] سے [illegible] اور [illegible] ہوتا ہے، اس وقت
ہے ہیں یہ رحمت [illegible] کی [illegible] ہیں، ان میں [illegible]
ہے ہیں ان کی [illegible] ہیں۔

ہے ہیں [illegible] نے [illegible] اور [illegible] ہے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] جیسے
ہے ہیں نہیں [illegible] اور [illegible] اپنی تصنیفوں میں [illegible] ہیں۔

ہے [illegible] اپنی کتاب [illegible] میں [illegible] ہے [illegible] اور [illegible]
ہے آخرت کی طرف بلاتے اور معصیت سے طاعت کی طرف اور جہل سے قراءت کی طرف [illegible] ہے

الواعظ ينبغي له أن يكون غرضه وهمته أن يدعو الناس من الذنب إلى الآخرة، ومن المعصية
إلى الطاعة، ومن الحرص إلى القناعة، ويحبب إليهم الآخرة، ويبغض عليهم الذنب، ويعلمهم
الزهد والتقوى، لأن العالم في ضياعهم الزيغ عن منهج الشريعة، ونسعى فيما لا يرضى الله
تعالى. فيفني في قلوبهم الزغب ويحوفهم عما يستقبلهم من المحذوف لعن صفات باطنهم
تغير معصية ظاهرهم تتبدل، ويطير منهم الحرص إلى الطاعة والرجوع عن المعصية، وهذا
هو الطريق للواعظ الصحيحة للنصيحة، وكل واعظ لا يكون وعظه هكذا فوعظه وبال على
السامع والقائل، بل قيل إنه شيطان في صورة الإنسان يخرج الخلق عن طريق الحق
ليهلكهم. فيجب عليهم أن يفروا منه فرارهم من الأسد، لأن ما يفسده هذا الواعظ من دينهم
لا يستطيع أن يفسده سبعة الشيطان، ومن كان له يد وقدرة يجب عليه أن يزيله من
صدر المسلمين ويمنعه عما باشره، لأنه من جملة الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر

جواب میں اس امر کی خوب تصریح فرماویں کہ آیا یہ وعظ جائز ہے یا نہیں، اور مرتکب ایسے افعال کا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: یہ قصہ [حضرات] حسنین کا محض افتراء اور کذب محض ہے، کہیں اس کی اصل نہیں اور ایسی حکایات واہیہ بے معنی کرنے والا، خر بے تمیز ہے، اس کا ہرگز وعظ نہ سننا چاہئے، ایسا واعظ گمراہ کرنے والا ہے اور ایسا وعظ سننا بھی حرام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعدہ من النار (۱)

ترجمہ: جو کوئی جھوٹ بولے مجھ پر جان کر، چاہئے کہ وہ ٹھکانہ کرلیوے اپنا آگ میں۔ (ت۔ن)

پس یہ کہانی واہیہ، افتراء علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایسا واعظ فاسق گمراہ کنندہ ہے، اور اس کا وعظ سننا حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ مہر: رشید احمد

الجواب صحیح اسمہ احمد۔ مہر، سید محمد مرتضیٰ، مہر محمد منفعت علی۔ مہر، پیر محمد خان۔ الجواب صحیح محمد حسن مدرس مدرسہ دیوبند۔ ابوالخیرات محمد مصطفیٰ۔ اصاب المجیب ذوالفقار علی۔ الجواب صحیح، احمد نانوتوی۔ اصاب من اجاب، محمد محمود دیوبندی مدرس مدرسہ دیوبند۔ الجواب صحیح، حبیب الرحمٰن دیوبندی، محمد رحم الٰہی۔ نور احمد سہارنپوری۔ محمد یحییٰ دیوبندی۔ عنایت الٰہی سہارنپوری۔ الجواب حق، عبدالمؤمن۔ الجواب صحیح، احمد علی (۲) (مجموعہ کلاں ص ۱۳۸ تا ۱۴۲)

(۳۸) سرالشہادتین میں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں، ان کی کیا حیثیت ہے؟

سوال: شاہ عبدالعزیز در سرالشہادتین، چیزہا از احادیث نقل فرمودہ، کہ قبل از دیدن او، آں ہمہ اخبار غلط می نمودند۔ یعنی در یوم عاشورہ وقوع ظلمت تا سہ روز، و برآمدن دم از زیر حجر بیت المقدس، و سماع نوحہ جن وغیرہ، و جواب سر [حضرت] حسین رضی اللہ عنہ بہ بعضے قاریان آیت، و ایں روایات از بیہقی و ابونعیم وغیرہ نقل کردہ، و سند ذکر نہ فرمودہ۔

ہنوز در صحت ایں اخبار، بلا دیدن اسناد تردد باست۔ اگر ایں اخبار ضعیف بغایت یا موضوع بودند نقل [از] شاہ عبدالعزیز بے مستبعد است، و ہمچنیں دادن ملک تراب احمر بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و اخذ ام سلمہ آں تراب را وغیرہ۔ حال ایں روایات چیست، و خون شدن آں تراب روز قتل امام حسین رضی اللہ عنہ، ثابت است یا نہ؟

---

(۱) یہ حدیث صحاح ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہے اور بشمول عشرہ مبشرہ دو سو صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ [نور]

(۲) یہ بستوی، محدث جلیل حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے نہیں ہیں۔ ایک اور عالم بھی احمد علی نام کے تھے، جو مظاہر علوم میں کچھ دنوں مدرس بھی رہے اور جو مشہور مناظر بھی تھے، مؤخر الذکر کا "رد وہابیہ" میں علمائے اہل حدیث سے بڑا مناظرہ ہوا تھا، جس کی بہت شہرت ہوئی تھی۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: روایات سر الشہادتین کی جن کو بلا سند نقل فرمایا ہے، نہ بندہ کے پاس وہ کتب ہیں، جو روایت کی تحقیق کر سکوں اور نہ دیگر کتب سے ان کی تحقیق۔ بظاہر نقل شاہ صاحب کی بعد وثوق کے ہے، اگر ضعاف ہیں تو بتعدد طرق جبر ضعف ہو گیا ہوگا، بندہ کو تحقیق ان کی نہیں۔ فقط (۱) (مجموعہ کلاں ص ۱۲۶)

(۳۹) حضرت علیؓ کی تلوار کہاں گئی؟

سوال: ذوالفقار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کیا ہوئی اور کس کے پاس رہی؟

جواب: ہزار ہا اشیاء فنا ہوئیں، گم ہوئیں، کیا خبر کہاں گئی، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی فنا ہو کر چھپ گئے۔ فقط

(بدست خاص، ص ۱۸)

مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت

(۴۰) مرزا قادیانی کا مثل عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا عقیدہ فاسد اور سلف وخلف کے خلاف ہے۔ (۲)

مولوی غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح الاسلام (۳) بندہ نے بھی دیکھی، اجمالاً ان کو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اس کا ہی ضمیمہ ہے، کہ اب ان کے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو ان کو مقصود نہیں، بلکہ ایک خود پسندی ان کے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی، اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور اس کو وہ دین وتائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں، اس میں مجبور ہیں۔ اس مثل عیسی علیہ السلام ہونے کو، اور نزول حضرت عیسی علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو، چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا، تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد وخطا خلاف جملہ سلف وخلف کے ہے، ان کو مالیخولیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ،

---

(۱) یہ تمام روایات موضوعات کے قبیل سے ہیں۔ مشتبہ، کمزور اور حد درجہ کی ضعیف تو ان میں سے ہر ایک ہے، تصحیح کا یہ موقع نہیں۔ یہ واقعتاً محل تعجب ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے حوالہ سے یہ چیزیں نقل کی گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سر الشہادتین کی اکثر روایتیں موضوع اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند والا تبار، برصغیر کے استاذ العلماء اور علامہ اجل محقق، نیز تحفۂ اثنا عشریہ جیسی کتابوں کے مصنف ایسی لغو وبے بنیاد روایتیں اپنی کتاب یا تالیف میں نقل فرماتے، اس لئے اس کتاب میں یا تو الحاق ہوا ہے، یا اس کا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے انتساب صحیح نہیں۔ (نور)

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی: حضرت گنگوہی قدس سرہ کا معاصر تھا، حضرت کی ولادت ووفات کی تاریخیں یہ ہیں: ولادت: ۱۸۲۸ء، وفات: ۱۹۰۵ء اور قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا، ۱۹۰۸ء میں دنیا سے گیا، قادیانی کی گمراہی بتدریج بڑھی ہے، حضرت کو جوں جوں اس کے احوال کا علم ہوتا رہا، حضرت کے فتاوی اور تحریروں میں شدت آتی رہی، حضرت کی تحریرات کے مضامین مختلف ہونے کا یہی سبب ہے۔ (نور)

(۳) مرزا قادیانی کی تالیف، فتح الاسلام پہلی بار جمادی الاول سنہ ۱۳۰۸ میں چھپی تھی۔ [دسمبر ۱۸۹۰ جنوری ۱۸۹۱ء] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمام علماء نے اس کو نہ سمجھا، اب ان کو اس کی فہم ہوئی اس پر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ مخلص طلب فرمایا ہے۔ [illegible] کہ وہ ان سے اور معذور ہے۔ (۱)

(۴۱) نزول عیسیٰ علیہ السلام کا انکار عقیدہ مختر عنا صواب و ناحق ہے:

بعد ما مرقوم ہوا کہ عقیدہ جمہور خلف، سلف علماء معتبرین کا یہ ہے، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر سے نزول فرمائیں گے، اور دجال کو [illegible] کریں گے، جو ایک شخص خاص زندہ مدعی الوہیت کا خروج کرے گا۔ اور اس باب میں جس قدر احادیث صحاح میں خروج دجال و نزول عیسیٰ علیہ السلام کا اثبات ان احادیث سے ہوتا ہے، وہ سب اپنے حقیقی معانی اور مقام پر ہیں، نہ وہ کسی بات میں تاویل ہے، نہ معنی مجازی و استعارہ ہے، کہ اشارہ فیہ مفہوم غیر مقتبار معنی کی طرف ہے۔ پس صاحب فتح الاسلام و مرزا غلام احمد نے جو اس کے خلاف تحقیق دیا ہے، کہ احادیث سے خاص معنی مراد نہیں، اور استعارات ہے ان کا ثابت دیا ہے، اور نزول حضرت عیسیٰ و خروج دجال موعود معین کا انکار کیا ہے، اور اس کو اپنا عقیدہ و اور حق الامر قرار دیا ہے۔ یہ تحقیق ان کی، اور یہ عقیدہ ان کا، ہر یہ ایمان کا ان اخبار سے خلاف ش اور انحراف جادۂ صواب ہے۔ اس میں چند وجوہ ہیں

اولاً: باتفاق تمام اہل لغت و علماء دین سے، نصوص سے معانی حقیقی پر عمل کرنا واجب ہے، جب تک یہ فرق بندی محقق نہ ہوئی۔ (۲)

ثانیاً: مقام سے باب میں ایسے استعارات و اشارات سے ارشاد فرمانا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا، اس عقیدہ کو کہ سوائے ایک دو مفہم محدث، (۳) [illegible] تیرھویں صدی سے ہوئی اس کی مراد کو نہ پہنچے، منصب نبوت کے خلاف ہے، یہاں کہ یہ امر وہ شیخ علیہ بیان فرمانا نہ ہوئی ہوتا ہے، نہ بصورت ہوا ہے۔

ثالثاً: اس تحقیق سے تمام علماء سلف و خلف و نیز [illegible] سے احادیث سے قرار دیا ہے، کہ ہوئی بھی آج تک ان احادیث سے مقصود نہیں، یہ امت غلطی ہے۔

رابعاً: تمام امت کو عقیدۂ ناحق و ناصواب [illegible] قرار دینا ہے، کہ [illegible] متحقق و معلوم ہوئی رہے اور یہ بھی نہایت نازیبا ہے۔

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

حصہ: حدیث "لاتجتمع أمتی علی الضلالة" ( ) اور [illegible] کے مطابق [illegible] اس عقیدہ [illegible] کے سبب مجتمع علی الضلالۃ ہو جاتے ہیں لہٰذا [illegible] یہ عقیدہ محدثہ [illegible] منسوب [illegible] معتقد علیہ اور معمول امت مقبولہ [illegible] عقیدہ کی تنقیح [illegible] نہیں [illegible] جلد شائع [illegible] چاہئے۔ وہ خود [illegible] جلد شائع [illegible] لکھتے ہیں۔ بندہ انتظار جلد شائع کرتا تھا۔ (۲) اب آپ کے تقاضے سے اپنی [illegible] آپ کو [illegible] کرتا ہوں اور [illegible] اس عقیدہ سے [illegible] کرتا ہوں۔ فقط والسلام۔ مرزا صاحب سے ملنے میں مضائقہ نہیں۔ (۳)

> مقوب [illegible] ۱۳۰۸ھ [illegible] ۱۸۹۰ [illegible] ۱۸۹۱ [illegible] (۱۰)
> تذکرۃ رشیدیہ مکتوبات حضرت [illegible] ۳۵-۳ [illegible] ۳۵۶ [illegible]

(۴۲) مرزا غلام احمد جو بشارت عیسیٰ ومہدی کو، اپنے پر منطبق کرتے ہیں مردود کرنے کے لائق ہیں:

مرزا غلام احمد کے یہ اقوال جو بشارات حضرت عیسیٰ علیہ السلام و مہدی کے اپنے پر منطبق کرتے ہیں قابل تسلیم نہیں، رد کرنے چاہئیں۔ اگر بہکی کہتے ہیں اور جو تاویل کرتے ہیں تو سکوت چاہئے۔ اگر وہ اشتہار طویل بندہ کے پاس بھی ہیں [illegible] ارسال کریں تو بہتر ہے۔ بہر حال ان امور میں اعتقاد کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسے دعوے کرتے ہیں تو مجنون ہیں، اب تک جو ان کے مشہورات تھے، تاویل کئے جاتے تھے۔ دعویٰ مسیحیت ومہدویت سراسر غلط ہے۔

فقط والسلام

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ ([illegible] ۱۸۹۱ء) (تذکرۃ رشیدیہ ص ۳۹)

(۴۳) مرزا غلام احمد کا خیال القائے شیطانی ہے:

مرزا صاحب کی بحث اور اصرار اپنے خیال باطل پر بڑھتا جاتا ہے، گویا دماغ میں ان کے فتور آگیا ہے۔ اب مجھ کو اندیشہ ہے [illegible] شوال کی تاریخ (میں) مولوی محمد حسین بٹالوی سے مناظرہ تحریری کی ٹھہری ہے [illegible] درست نہیں [illegible] پذیر [illegible] شعبہ بنجاب [illegible] ہوتے جاتے ہیں۔ معاذ اللہ علی هذا القصد [illegible] تمدن [illegible] حاصل نہ ہو گا۔ یہ خیال [illegible] شیطانی [illegible] تھے۔

[illegible] اس روایت کے تفصیلی مصادر پر مفصل گفتگو [illegible]
[illegible]
[illegible] والسنة [illegible]
[illegible] مکتبة [illegible]
(۱) [illegible]
(۲) [illegible] (۱۰)
(۳) [illegible] ۱۳۰۹ [illegible] ۱۳۴۹ [illegible] ۱۳۰۹ [illegible]
[illegible] ۱۸۹۱ [illegible] (۱۰)

جس کو وہ اہم جانتے تھے۔ شدہ شدہ شیطان نے اپنا کام نکال لیا، صلحی کو شیطان، طریق خیر سے آگاہ کر دیا۔ میں نے بندہ نے سنہ چھ، خطرہ شیطانی ہے۔ مثل خیرات کی اجازت ہے۔ فقط والسلام۔

(مفاوضات رشیدیہ، ص ۳۰۰)

مرقومہ ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ / ۲ مئی ۱۸۹۱ء

(۴۴) مرزا حدیث شریف کے مطابق، ایک کذاب دجال پیدا ہوا ہے: مولوی محمد اشرف تھانوی

سلمہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط مع صلاح احوال پر شکر کرتا ہوں۔ مرزا حسب وعدہ فخر عالم علیہ السلام دجال پیدا ہوا ہے، مثل مختار (ثقفی) کے۔ اول دعوی تائید دین کیا، اب مدعی نبوت در پردہ ہو کر مضل خلق ہوا، اور بڑا چالاک ہے۔ اشتہار من ظر دیتا ہے اور جب کوئی مقابل ہوتا ہے، لطائف حیل سے ٹال دیتا ہے، اور من ظرہ موت وحیات عیسیٰ علیہ السلام میں کرتا ہے، اور اپنے دعوی کے باب میں بالکل من ظر نہیں ہوتا۔ بندہ نے اس کے باب میں فتوی لکھا ہے، وہ مخوف نہ ہر گز تردد نہ کرنا چاہئے جو خصوص کا منکر ہوگا، وہ اہل ہوا میں داخل ہے۔ آپ اپنی طرف کے لوگوں کو قطعاً ممانعت اس سے کر دیں۔ ہر گز اس کے ناحق واہل باطل ہونے میں تامل نہ فرماویں۔ فقط والسلام۔

۲۷/ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ [۵/ جولائی ۱۸۹۱ء]

(مفاوضات رشیدیہ، ص ۳۰۰)

مرزا قادیانی اور قادیانیت کے متعلق، علمائے دیوبند کے فتاویٰ

(الف) فتوی حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی: حامداً ومصلیاً عقائد مندرجہ سوال مخالف کتاب اللہ ومعارض سنت رسول اللہ، ومنقض اجماع امت ہیں، اور تاویلات مذکورہ از قبیل تحریفات وتکذیبات ہیں، اگر اس قسم کی بیہودہ اور خرافات تاویلوں کا باب کھول جائے، تو اسلام کا کوئی مسئلہ اعتقادی یا عملی ثابت نہ ہو، اور تمام دین درہم برہم ہو جائے۔ اور محدثیت ومجددیت محض تزیین نفس اور تسویل شیطان ہے، مختوم ان عقائد کا فضل ومضل، بلکہ وجد میں کار اس کیس سے اور اس سے قیاس کر لیجئے۔ حق تعالیٰ اپنے دین کی ایسے سب دشمنوں سے حفظ وحمایت فرماوے، اور ان کو رجوع کی توفیق دیوے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

حررہ خلیل احمد عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ صولتیہ مکہ

(ب) فتوی مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی: حامداً للہ العلی الاعلی ومصلیاً ومسلماً علی رسولہ سیدنا محمد سید الوری، وآلہ واصحابہ نجوم الھدی، من اقتدی بھم

(۱) اس کتاب میں جس قدر فتاوی ہیں، وہ سب مفصل فتوی نہیں، بلکہ اشتہار کی صورت میں حضرت مولانا گنگوہی نے جو مختصر سے تحریر فرمائے تھے، ان کو ہی یہاں نقل کیا گیا ہے، مفصل فتوی نہیں ہے۔ یہ فتوی، مجددیت ونبوت کے سلسلہ کا پہلا فتوی ہے، اس لئے یہ فتوی پہلے شائع ہوا، شاید ہی فتوی کی شہرت سے بعد ہمزائے حضرت مولانا گنگوہی کو اپنے سخت ترین مخالفین میں شمار کرتا تھا، اور اسی سبب سے وہ اپنی تالیفات اور مشورت میں حضرت مولانا گنگوہی کو بھی شریک رکھتا تھا۔ (نور)

اهتدى، ومن اخطأ طريقهم غوى وردىٰ، وبعد فان ماعتقده القادياني و اتباعه إلحاد بالامراء وإبطال للشريعة المستقيمة البيضاء، ليس له فيه شاهد من الكتاب وسنة النبي المستطاب، والله تعالىٰ أعلم وعلمهٗ أحكم.

بعد حمد وصلوٰۃ..... قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں، وہ بلاشک الحاد ہے، اور شریعت کا ابطال ہے۔ اس اعتقاد پر کتاب وسنت کی شہادت پائی نہیں جاتی۔ کتبہ عزیز الرحمٰن دیوبندی

(ج) فتویٰ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: الأمور المنسوبة إلى المرزا هدانا الله وإياه، لاشك أنهامنبوذة بنصوص الدّين ومردودة باجماع المسلمين. وجملة هذه الأقوال معتزلة عن الطّريق المستقيم، أي اعتزال لايجترئ عليه إلاّجاهلٌ غويٌ، ولايعتقد عليه إلاّضالٌ شقيٌ. والله سبحانهٗ ولي الرّشاد وأعلم بحال العباد.

جن مسائل کو قادیانی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، ان کو بلاشک نصوص قرآن وحدیث پھینک رہی ہیں، یعنی رد کر رہی ہیں اور وہ باجماع مسلمین مردود ہیں۔ راہ راست سے ایسے برکنار ہیں، کہ کوئی شخص بجز جاہل اور گمراہ کے ان پر جرأت نہیں کر سکتا، اور ان کا معتقد نہیں ہو سکتا۔ العبد محمود دیوبندی معروف مولوی محمود حسن صاحب

فتویٰ حضرت مولانا گنگوہیؒ

(۴۵) مرزا قادیانی منجملہ دجّالوں کذّابوں میں یہ جواب صحیح ہے،(۱) مرزا غلام احمد قادیانی، بوجہ ان سے ہے اس کے ماننے والے بھی ایسے ہی ہیں: تاویلات فاسدہ اور ہفوات باطلہ کے، منجملہ دجالوں کذابوں کے، خارج از طریقہ اہل سنت وداخل زمرۂ اہل اہواء ہے، اور اس کے اتباع بھی مثل اس کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد رشید احمد گنگوہی مہر: [رشید احمد] (۲)

(۴۶) مرزا قادیانی ضال ومضل ہے: مرزا غلام احمد قادیانی کے کلمات ودعاوی، جہاں تک مجھے معلوم ہوئے، بیشک موجب فسق ہیں، اور وہ قطعاً فاسق وضال ومضل اور داخل، فرقہائے مبتدعہ واہل ہوا ہے۔ اس سے

---

(۱) یہ جواب یعنی فتاویٰ علماء دیوبند جو نمبر: ۴۸ کے بعد درج کیے گئے ہیں۔

(۲) یہ فتوے منجملہ اور فتاویٰ کے، اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی کے رسالہ، ماہنامہ اشاعت السنہ، بٹالہ ضلع گورداسپور، کی اس خاص اشاعت میں چھپے تھے، جو تیرہویں جلد کے چار سے سات اور بارہ تیرہ نمبر شمارہ پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ سنہ ۸..... ۱۳۰۷ھ مطابق سنہ ۱۸۹۱ء ص: ۳۷۲ [نور]

...ں سے جان سے مارنا جائز نہیں اور جو لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں، وہ بھی حق پر نہیں، وہ فاسق و گناہ گار ہیں۔

محمد رشید احمد

نذر و منت کے احکام

(۴۷) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی نذر ماننا؟ مسئلہ: نذر حق تعالیٰ کی عبادت ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا حرام ہے

اور نذر پیروں کی حرام ہے اور اس کا پورا کرنا بھی حرام ہے۔ کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت پورا کرنا واجب ہے، اور نذر پیروں کی حرام ہے اور اس کا پورا کرنا بھی حرام ہے۔ کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت پورا کرنا واجب ہے، اور عبادت بجز پاک ذات پروردگار اور وں کی کفر اور حرام ہے۔ چنانچہ درمختار میں مرقوم ہے:

اعلم أن النذر الذي يقع للأموات من كثير العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها، إلى صوامع الأولياء الكرام تقربا إليهم، فهو بالإجماع باطل وحرام انتهى (۲)

ترجمہ: جان لو! کہ جو نذر اکثر عوام اہل اسلام سے کرتے ہیں، اور جو دراہم اور موم بتی اور روغن زیتون وغیرہ وہ جو بزرگان کرام کی قبروں پر لے جاتے ہیں تاکہ وہ خوش ہو جائیں اور ان کے یہاں ہماری جگہ اور منزلت ہو جائے، پس وہ بالاجماع باطل و حرام ہے۔

اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیریہ (۳) میں مذکور ہے اور اسی طرح بحر الرائق میں مسطور ہے، اور کچھ زائد بھی مرقوم ہے۔ وہ یہ ہے

فهذا النذر باطل بالإجماع، بوجوه منها أنه نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز، لأنه عبادة، والعبادة لا تكون للمخلوق انتهى (۴)

ترجمہ: پس یہ نذر جو بزرگوں کے نام کی کیا کرتے ہیں باطل ہے بالاجماع، اور چند وجوہ ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ نذر مخلوق کے لیے ہے اور نذر واسطے مخلوق کے جائز نہیں ہے کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی۔

بہر حال نذر جب کہ عبادت ہے تو غیر حق تعالیٰ کی نہیں ہو سکتی، کیوں کہ نذر غیر حق تعالیٰ کی ہو تو پھر کفر و شرک کا فتویٰ اور گناہ عظیم کا فتویٰ ضرور کافر ہو جائے گا اور اس فعل سے نہایت قبیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفی عنہ

---

(۱) القصبي، الحصن المنيع في بحقي المهدي والمسيح، تاريخ ولادت ۱۰۰۳ھ، تاریخ وفات ۱۰۷۱ھ، بحوالہ شیخ کامل صوفی، تقریر مشکوٰۃ، ص ۱۰۰۔

(۲) درمختار، کتاب الصوم، فصل فی ما یفسد الصوم و ما لا یفسد، ص ۹۳، ج ۱، طبع سعید کمپنی کراچی۔ نیز ملاحظہ ہو: محمد امین بن عمر عابدین شامی، رد المحتار، ج ۲، ص ۱۰۱، طبع بیروت ۱۳۱۹ھ۔

(۳) فتاویٰ عالمگیری، کتاب الصوم، الباب الخامس فی النوافل، ج ۱، ص ۲۰۸، طبع بیروت ۱۳۱۰ھ۔

(۴) زین الدین بن ابراہیم بن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ص: ۳۲۰-۲۱، ج ۲، باب الصوم، فصل من نذر صوم یوم النحر، ص ۳۲۰، ج ۲، دار المعرفہ، بیروت، طبع ثالث۔

(٣٨) نذر مانی ہوئی چیز پر کس کا حق ہے؟

سوال: [illegible]

[illegible] ضرور عاصی ہوتے ہیں؟

جواب: نذر ذمہ پر واجب ہوجاتی ہے اور اس کا [illegible] درست نہیں، جوان کو دے گا تو ادا نہ ہووے گی [illegible] درست نہ ہووے گا [illegible]

(٣٩) غیر اللہ کے نام سے جانور پالنا؟

مسئلہ: [illegible] کا پالا جائے یا خرید اجائے اور وقت ذبح [illegible] چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر عزیزیہ (١) میں [illegible] (٢) میں [illegible]

[illegible] جانور [illegible] بغیر خدا [illegible] ملعون است [illegible]

[illegible] جانور منسوب [illegible] غیر [illegible]

[illegible]

حرمت پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے، اور تفسیر کبیر میں مرقوم ہے:

قال العلماء: لو أنّ مسلماً ذبح ذبيحة، وقصد بذبحها التقرب الى غير الله تعالى، صار مرتداً، وذبيحته ذبيحة مرتدّ.(۱)

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرے اور اس کے ذبح کرنے سے مقصود ہو تقرب غیر خداوند تعالیٰ کا تو وہ شخص اس فعل سے مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا ذبیحہ گویا مرتد کا ذبیحہ ہو گیا ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا، کہ جو ذبیحہ بہ نیت تقرب الی غیر اللہ تعالیٰ ذبح کیا جاوے، وہ حرام ہو جاتا ہے، اور کرنے والا کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ درمختار میں مذکور ہے:

ذبح لقدوم أمير و نحوه من العظماء يحرم، لأنّه أهل به لغير الله تعالى ولو ذكر اسم الله تعالى، وهل يكفر؟ قولان. في أنه يكره ولا يكفر، لانا لا نسيئ الظن بالمسلم، أنه يتقرب إلى الآدمي بهذا النحر ونحوه في شرح الوهبانية عن الذخيرة (۲)

ترجمہ: جو جانور وقت قدوم کسی امیر وغیرہ کے، بہ نیت تقرب نہ بقصد دعوت، ذبح کیا جاوے، وہ حرام ہو جاتا ہے، اس واسطے کہ یہ ذبح کیا گیا ہے واسطے غیر خداوند عالم کے، اگرچہ وقت ذبح کے نام اللہ کا لیکر ذبح کیا گیا ہو۔ آیا یہ شخص اس فعل سے کافر ہوتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں۔ بعض کا یہ قول ہے کہ یہ فعل حرام ہے اور کفر نہیں، اس واسطے کہ ہم بدگمانی نہیں کرتے کہ مسلمان ہو کر ذبح کرنے میں نیت تقرب کی آدمی کی کرے اور اسی طرح شرح وہبانیہ میں منقول ہے ذخیرہ سے۔

---

(۱) تفسیر کبیر ص ۱۱۰ ج ۵۔ تحت آیت انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل به لغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه، ان الله غفور رحیم ۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۷۳، پارہ ۲۔ (صحیح ثانی، مصور، دار احیاء التراث العربی، بیروت) نور۔

(۲) درمختار ص ۲۳۰ ج ۲، کتاب الذبائح بحاشیہ رسم المفتی (مع نسخہ مصورہ مجتبائی دہلی، کراچی) اتحاف الاعیان المحترمین فی الشامی ص ۳۰۹ ج ۶۔ کتاب الذبائح، دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ، اتحاف شامی ص ۱۹۲، کتاب الذبائح، مطبع مجتبائی دہلی] نور۔

اصل مسودہ میں صرف وہی عبارت درج ہے جو پر نقل ہوئی۔ چونکہ اس کے ساتھ ترجمہ بھی حضرت گنگوہی کا کیا ہوا ہے، اس لئے اس کو چھپنا نہیں دیئے گئے، وہی عبارت کا خلاصہ ہے۔ درمختار کی اصل عبارت یہ ہے ذبح لقدوم الأمير ونحوه، كوجه من العظماء، يحرم لأنه أهل به لغير الله، ولو وصبة ذكر اسم الله تعالى ولو ذبح للضيف لا يحرم، لأنه سنة الخليل، وكره الضيف كراه الله تعالى، وهل يكفر إن قدمه ليأكل منه كان للذبح لله والمنفعة للضيف أو للوليمة أو للزبح، وإن لم يقدمه ليأكل منه بل لمجرد تعظيمه بعيد كان لتعظيم غير الله فتحرم، وهل يكفر؟ قولان، بزازية، وشرح وهبانية، قلت وفي صد لمسه أنه يكره ولا يكفر لانا لا نسيئ الظن بالمسلم أنه يتقرب إلى الآدمي بهذا النحر ونحوه في شرح الوهبانية عن الذخيرة نور۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

[illegible] فتاویٰ قاضی خاں [illegible] زحل ذبح [illegible] في [illegible]

ونهى في الحوارات وما أشبه ذلك. قال الشيخ الإمام [illegible] هو كفر [illegible] وكل من جمعه من العلماء يكون كفرا. انتهى (١)

[illegible] مرقوم [illegible] من ذبح عند [illegible]

وعند شراء الدار و على بناء الحديد [illegible] و عند دخول الأمير و في وجه انسان وما أشبه ذلك فهذا يوجب الحرمة إذا كان لغير الله. [illegible] ذكر اسم الله [illegible] ويكفر بذلك وهذا أمر [illegible] الناس عنه [illegible] فكيف [illegible] من صواعق [illegible] (٢)

[illegible] مؤمنین مرقوم است: من ذبح في وجه انسان شيئا وقت [illegible] فقد كفر الذابح والمذبوح ميتة. انتهى. (٣)

[illegible] مرقوم است: ومن ذبح في وجه انسان [illegible] وقت [illegible] فقد كفر الذابح والمذبوح ميتة انتهى من صواعق الهية (٤)

[illegible] یہاں [illegible] حق تعالیٰ [illegible] میں اختلاف ہے اور صاحب [illegible] شارح [illegible] میں [illegible] نہیں [illegible] اس کی نیت خراب ہے [illegible] صورت [illegible] مسلمان [illegible] حسن ظن [illegible] مفید ہوگا۔ الغرض [illegible] صورت [illegible] حلال نہیں ہوتا۔ ہاں اگر قبل [illegible] نیت بدل جائے [illegible] نیت [illegible] حق تعالیٰ کے نام کا اور پاک [illegible] ہوگا [illegible] خداوند [illegible] کے نام کا ہے اور اس کے گوشت کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچا [illegible] نہیں [illegible] حق تعالیٰ کے نام کا ہے [illegible] غیر اللہ کے نام کا نہیں [illegible]

[illegible]

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

[illegible] کتاب [illegible] مطبع [illegible] ١٣٦٠ھ

[illegible]

اولیائے کرام حق تعالیٰ کے سامنے بے بس اور مجبور محض ہیں

(۵۰) بزرگان دین حق تعالیٰ کے سامنے، بے بس اور مجبور محض ہیں، سوال ان کو تصرف کرنے والا اور خود مختار سمجھنا، بددینی اور سخت گمراہی ہے:

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) خواجہ معین الدین چشتی نے سید عبدالقادر سے کہا کہ [illegible]

کی طرف منسوب (۱) ہوا ہے۔ (۵) اس سے مرید ہونا یا عقیدہ رکھنا، جس کو عارف باللہ اور شیخ برحق جانتا ہے، کیسا ہے؟ اس کی بیعت درست اور ان کا ذبیحہ حلال ہے، یا نہیں؟ اور ان والی بیعت پر قائم رہنا چاہئے، یا نہیں؟ (۶) اس کا وعظ سننا چاہئے، یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: قال اللہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ (۲)

یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی، اس کے بندوں نے قدر نہیں جانی، جس کی قدرت، اس کا علم، اس کے جلال وقہر وغضب، رفت ورحمت سے جہاں کو اور اس وقت کے بعض جاہل نام کے مسلمانوں کو خبر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے حکم کے سامنے، نہ کسی ولی کو یارائے دم زدن ہے، نہ نبی کو ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا وما یمسک فلا مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم ۰ (۳) جب کسی پر حق تعالیٰ رحم کرنا چاہتا ہے، تو کوئی روک نہیں سکتا اور جب کوئی شئے کسی سے روک میں، تو کوئی اس کو دے نہیں سکتا۔ مشرکین عرب بھی اپنے الٰہ باطلہ کے سامنے، اللہ پاک جل جلالہ کو عاجز ومجبور نہیں جانتے تھے، اس وقت کے مسلمانوں نے نعوذ باللہ، اللہ پاک جل جلالہ کو اس کے بندوں کے سامنے (اپنے دعوی مسلمان پر) عاجز ومجبور ٹھہرا دیا۔

یہ شخص جس کا ذکر سوال میں ہے، اس کے کفر میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں، اس کا یہ تمام وعظ جو سراسر جہالت اور ضلال ہے، احادیث صحیحہ صریحہ اور نصوص قطعیہ کے سراسر خلاف ہے۔ چونکہ یہ امر بالکل ظاہر وبدیہی ہے، اس لئے اس مضمون کے اثبات کے واسطے، نہ نقل آیات کی ضرورت ہے نہ بسط روایات کی۔ پس ایسے شخص سے بیعت ہونا، یا اس کے وعظ ودرس میں شریک ہونا، یا اس کا کلام سننا، یا اس سے ملنا اور محبت کرنا، یا اس کا ذبیحہ کھانا، یا اس کی کسی تالیف وتصنیف کو دیکھنا، یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا، کسی طرح اور کسی حال میں درست نہیں ہے، اور اگر بیعت کر بیٹھے تو فسخ کرنا واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

حجۃ الاسلام، تالیف عبدالحق کرنالی (طبع اول، مطبع بلالی سنیمر، سنہ ۱۳۲۰ھ)

---

(۱) یعنی یہ اگر پیر کافر ہو تو مرید ہے کہ میں بھی کافر رہوں گا، اور یہ کہ ایک ایمان تھا وہ جب پیر کو دیدیا تو خدا اور رسول کون میں شامل ہونے کی گنجائش نہیں۔ حاشیہ ص ۶ حجۃ الاسلام، مرتبہ عبدالحق کرنالی۔ [غفرلہ]

(۲) سورۃ الزمر آیت ۶۷۔ ترجمہ اور نہیں سمجھے اللہ کو جتنا چاہئے تھا وہ ہے، اور زمین ساری ایک مٹھی ہے اس کی دن قیامت کے۔ (ترجمہ شیخ الہند) [غفرلہ]

(۳) سورۃ فاطر آیت ۲۔ ترجمہ جو کچھ کھول دے اللہ ان لوگوں پر رحمت میں سے تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا، اور جو کچھ روک رکھے تو کوئی نہیں اس کے سوا، اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

مذکورہ سوال اور حضرت مولانا کے جواب کی تصدیق پر مبنی تحریر

جناب مولوی محمد حسین صاحب فقیر [بنتی، دہلوی]: ما أجابه (۱) الحضرة المجيب الذى أخذ من الشريعة الحظ الأوفى و شرب من رحيق الحقيقة كل كأس أصفى، قائد المرشدين وشائد معالم الطريقة وكسا تابعيه من حُلل أنوار الحقيقة، نائب رسول الله الأحد، مولانا المولوى الحاجى الحافظ الأورع رشيد أحمد أدامه الله الصمد. فهو حقّ أحقّ بالا تباع و أولى، لأنّ الحقّ يعلو ولا يُعلى. ولا شك في كفر هذا الدجال الكذاب المشرك المبتدع الّذى هذه عقائده. فيا أيّها النّاس دلائل الجو قد جاء كم موعظةٌ من ربّكم فمن اهتدى فإنّما يهتدي لنفسه ومن ضلّ فإنّما يضل عليها، ولعمرى قد استطار الشرّ، وتزايد الضّرر، وظهر الكفر والارتداد والبدع والمنكرات والسّيئات فى قالب البرّ والخير و التّصوف والحسنات والعبادات، ومن يضلل الله فما لهُ من هاد، ومتى قضى الله أمرا فما لهُ من ردّ ،صادرى المرتد أن أولئك السّابقين المقربين السابقون الأولون وأن هولاء الأوباش الذين

---

(۱) ترجمہ: حضرت مجیب (جنہوں نے شریعت کا کامل حصہ لیا ہے اور حقیقت کی خالص شراب کے نہایت صاف صاف پیالے نوش فرمائے ہیں، خلیفہ کاران راہ خدا کے وہ رہبر اور مریدوں کے لئے طریقت کے نشانوں کو محکم کرنے والے ہیں [محفوظ ہیں، انہوں نے اپنے تابعین کو انوار حقیقت کے لباس پہنائے اللہ احد کے رسول (علیہ الصلوات والسلام) کے نائب حاجی حافظ پرہیزگار مولانا رشید احمد صاحب (اللہ بے نیاز ان کو سلامت باکرامت رکھے) نہوں نے جو جواب میں تحریر فرمادیا ہے حق اور اتباع (پیروی) کے لائق ہے (اس مسئلہ حق کا کوئی مبتدع ہرگز معارضہ نہیں کرسکتا) کیونکہ حق غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اور جس شخص کے یہ عقیدے ہیں، (جو سوال میں لکھے ہیں) اس دجال جھوٹوں کے سردار، مشرک، بدعتی کے کفر میں (کچھ بھی) شک نہیں ہے پھر (چاہو تم) اے لوگو! (کہ یہ ہدایت کی) دلیلیں (جو اس) جواب کی (عبارت سے واضح ہیں) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے موعظت نصیحت آئی ہیں۔ پس جو شخص (اس جواب سے) دین کے راستہ پر آجاویگا وہ اپنے ہی نفع کے لئے آویگا۔ اور جو کوئی بے راہ چلے گا وہی (راہ حق سے دور) بھوکا رہے گا۔ اور مجھ کو قسم ہے کہ شر پھیل گیا اور ضرر بڑھ گیا۔ اور کفر اور بے دینی اور بدعتوں اور خلاف شرع شریف کاموں اور سن ہوں نے بھلائی اور بہترائی اور تصوف اور نیکیوں اور عبادتوں کے قالب میں ظہور پکڑا ہے جس کو خدا تعالیٰ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں اور جب اللہ تعالیٰ ایک امر کو جاری کرے اس امر کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اس (ماعظہ مذکور) مرشد نے یہ نہ جانا کہ یہ (حضرت بایزید اور پیران پیر وغیرہ) پہلے زمانہ میں بزرگ اور خدا کے مقرب بندے گذرے ہیں۔ یہ سب حضرات (ایمان اور اسلام کے قبول کرنے شعائر اسلام و شریعت کے احکام اور آداب کو رواج دینے میں اور کفر، شرک، بے دینی، بدعت و حریت کی بیخ و بنیاد اکھاڑنے میں بڑھ بڑھ کر درجہ اول پر پہنچنے والے تھے (اور نہ اس مرتد شخص نے یہ جانا) کہ یہ اوباش (دو غلے، بیرڑے، بازاری) لوگ جن کے یہ (خراب) عقیدے ہیں (جو سوال میں درج ہیں) یہ لوگ کمینے اور رذل ہیں جس نے توحید اور سنت سے مخالفت اور انحراف اور روگردانی کی وہ شخص درماندہ ہو (حق کا رستہ گم کرکے گمراہی کے جنگلوں سرگرداں رہا) درماندہ ہوا (انہیں جنگلوں میں اس کا خاتمہ خراب ہوجاوے گا) اور نہیں عدول کرتا اس (راہ توحید اور سنت سے) مگر وہ شخص کہ جس کی (حق بین آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ (اب ہماری دعا یہ ہے کہ) حق تعالیٰ حضرت مجیب کو (یعنی جناب مولوی رشید احمد صاحب کو) سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔ بطفیل حضرت سید المرسلین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے۔ اس عربی عبارت کو فقیر محمد حسین دہلوی نے لکھا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

هذه عقائد هم لئامٌ أرذلون، كلّ من حادّ التّوحيد والسنّة وصدف عنها انحرف، ولا يعدل عنها إلّا من نور بصيرته انكسف؛ فجزى اللّٰه المجيب راذالكفر خير الجزاء عن جميع المسلمين بجاه سيد المرسلين عليه الصلوٰة والسّلام.

حرره الفقير محمد حسين الدهلوى

نوٹ: عربی عبارت اور اس کا ترجمہ دونوں مولانا محمد حسین فقیر کی تحریر و یادگار ہیں۔ اگرچہ ترجمہ میں بعض فروگذاشتیں اور چند اضافے بھی ہیں، مگر ان سے کوئی خاص مسئلہ وابستہ نہیں، اور ترجمہ بھی خود عربی لکھنے والے کا ہے، اس لئے اس میں تصحیح وترمیم نہیں کی گئی۔ العبد نور الحسن راشد کاندھلوی

(۵۱) تحریر جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب (صاحبِ تفسیر حقانی) أقول وباللّٰه التوفيق!

یہ شخص در پردہ اولیاء اللہ (رحمہم اللہ) کا دشمن ہے اور غالباً یہ رافضی ہے، اسلئے کہ ایسے ویسے واہی تباہی قصص وہی بیان کیا کرتے ہیں۔ مثلاً پہلی روایت میں یہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کی توہین کرتا ہے، کہ وہ معاذ اللہ ایسے گستاخ اور خدا تعالیٰ کو ایک معمولی شخص سے بھی محتاج اور عاجز سمجھتے تھے، یعنی تو کیا دے سکتا ہے اور تیرے پاس کیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ (۱) جن لوگوں کی حقیقی خدا تک رسائی نہیں وہ اپنے قیاس باطل سے خدا تعالیٰ کو بھی دنیا کے معمولی آدمیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ مگر جس نے حقیقی خدا تعالیٰ کا جلال دیکھا ہے وہ تو کیا، آسمان کے ملائکہ مقربین بھی دہشت کے مارے سر نہیں اٹھا سکتے ہیں قال اللّٰه تعالىٰ: حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ الآية (۲) تو اس جاہل کے نزدیک۔ حضرت بایزید گویا ایک ایسے ہی معمولی جاہل اور وہم پرست تھے۔ پھر اس کے نزدیک جاہل اور مبطل شریعت بھی تھے۔ کیونکہ شہادت کو امام حسین پر ختم کر کے اوروں کو امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والسلام میں سے ان اوصاف سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس کے نزدیک نہ حضرت علی سخی تھے، نہ حضرت ابوبکر شجاع تھے، نہ حضرت عمر سخی تھے، نہ شجاع، نہ بعد کے ائمہ اہل بیت علیہم الرحمہ ان اوصاف سے متصف تھے، اور اس جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ بایزید بسطامیؒ پہلے تھے یا حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

دوسری حکایت میں اس کی غرض حضرت عثمان ہارونی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمہما اللہ) کی توہین ہے، کہ

---

(۱) سورۃ الجاثیہ، آیت: ۲۳۔۔ بھلا دیکھو تو جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو (ترجمہ شیخ الہند)

(۲) سورۃ سبا، آیت: ۲۳۔۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے ان کے دل سے (ترجمہ شیخ الہند)

خواجہ کے پیر ایسے بے دین اور کافر اور بد یقین اور خدا کے دشمن تھے۔ معاذ اللہ! عارفین الٰہی اور حقیقی اہل تصوف ان خرافات سے کوسوں دور ہیں۔ ایسا شخص بد مذہب، بے دین، جاہل، اولیاء اللہ کا دشمن ہے۔ اس شیطان مجسم سے دور بھاگنا چاہئے، اس کو تصوف اور طریقت سے مس بھی نہیں۔ علم کلام کی کتابوں میں علمائے اسلام اور حضرات صوفیہ کرام، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت عبدالقادر جیلانی نے تصریح فرمادی ہے کہ ایسے کلمات کفر ہیں، اور ایسا شخص شیطان ہے۔ ابو محمد عبدالحق

جواب مولانا رشید احمد صاحب کا صحیح ہے۔ محمد مرسلین مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی (نقل مہر) محمد مرسلین

واقعی جو جواب مولانا سلمہم اللہ تعالیٰ نے دیا عین حق ہے، اس سے تجاوز نہ چاہئے اور وہ واعظ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ محمد کرامت اللہ عفا اللہ عنہ

فی الواقع اس شخص کے دجال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ قربِ قیامت میں بہت سے دجال کذاب ہوں گے، یعنی علاوہ بڑے دجال کے۔ سو مراد اس سے ایسے ہی لوگ ہیں، غرض اس شخص کو نہ مسلمان سمجھنا جائز نہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرنا جائز۔ اور پیر یا امام بنانا تو بڑی بات ہے، وہ کیسے جائز ہوگا۔ غرض جو لوگ غلطی سے اس کے دام میں آگئے ہیں، ان پر واجب ہے کہ توبہ کریں اور بیعت فسخ کردیں، ورنہ قیامت میں اس شخص کے زمرہ میں شمار ہوں گے۔ المرء مع من احب (۱) کتبہ احقر اشرف علی عفی عنہ (۲)

مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے وہ صحیح ہے، مسلمانوں کو ایسے عقیدے اور کفریات سے بچنا واجب ہے، اور نادانی اور کم فہمی کے سبب ان سے جو امر (۳) وقوع میں آیا، اس سے توبہ کرنا چاہئے، ورنہ ان کے لئے انجام برا ہوگا۔ خلافِ خدا اور رسول ہے۔ فتح محمد تھانوی

الأجوبة كلها صحيحة ـــ محمد یحییٰ عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ [گنبدان] پانی پت

الجواب صحيح ـــ محمد جلیل اللہ مدرس مدرسہ عربیہ پانی پت

الجواب صحيح والرأى نجيح ـــ محمد ابراہیم پانی پتی عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ، [گنبدان] پانی پت

فی الواقع ایسے شخص کے کفر میں کچھ کلام نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عبدالحق اسلام آبادی

---

(۱) متفق علیہ، عن ابن مسعودؓ بخاری، کتاب الادب، باب علامة حب الله عز وجل، رقم الحديث: ۶۱۲۸ ج:۳، جزء ۸ ص:۳۳ مكتبة الرياض ۱۴۰۴ھ] نیز بخاری شریف ج:۲ ص:۹۹۱ رقم الحدیث:۵۹۲۹ [مراد آباد: ۱۴۱۵ھ] نیز مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب، ج:۲، ص:۱۲۱۹، رقم الحدیث: ۲۶۴۰ ت: ابوقتیبه نظر محمد الفاریابی دارطیبه الریاض: ۱۴۲۷ھ نیز ج:۲ ص ۳۳۲ [مکتبه مجتبائی دهلی ۱۳۱۹ھ] نیز دیکھئے مشکوة، کتاب الادب، باب الحب فی الله ومن الله، ح:۴ ص:۱۸۶۴ رقم الحدیث ۵۰۰۸ نیز باب مذکور ص:۴۲۶ [عکس اصح المطابع رشیدیه دهلی: ۱۳۷۵ھ] [نور]

(۲) یعنی (حضرت مولانا) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (وفات ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء) [نور]

(۳) یعنی اس شخص کا مرید ہونا تعظیم کرنا وغیرہ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

جس قدر زمانہ سرور کائنات (علیہ الصلوات والسلام) سے بعد ہوتا جاتا ہے، ایسے ایسے فتنہ انداز دین میں ظاہر ہوتے جاتے ہیں: اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ○(۱) علاوہ اس کے مولانا روم علیہ الرحمہ اپنی مثنوی میں عام امت محمدیہ کو کس طرح سے آگاہ فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید دا دست

یہ شخص قطعی کافر ہے۔ معاذ اللہ من ذالک واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ احقر العباد رحیم بخش پانی پتی عفی عنہ

جوابات مندرجہ بالا سب صحیح ہیں، عوام الناس کو ایسے بے ادبوں اور جاہلوں کی صحبت سے بھی گریز کرنا واجب ہے، چہ جائیکہ ان سے بیعت کرنی اور ان کو اپنا مرشد بنانا۔ یہ لوگ ضال مضل رخنہ انداز شریعت مصطفویہ علی صاحبها ألف ألف تحية ہیں، ان سے گریز واجب ہے اور اس قسم کے عقائد عین کفر کے عقائد ہیں، مسلمانوں کے ایسے مضمون کے اقوال سننا بھی نہیں جائز، جس نے ایسے شخص سے بیعت کی ہے، اس کو بموجب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ فسخ بیعت اور توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ یهدی من یشآء الی صراط مستقیم

كتب العبد المذنب عبد السلام عفی عنه الأنصاری پانی پتی ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ

الجواب صحيح والمجيب نجيح . بندہ ضیاء الحق عفا اللہ عنہ

قد أصاب من أجاب. واللہ هو الموفق للصواب . محمد فضل الرحمان عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ عربیہ کرنال

تحریر حبر نبیل، فاضل جلیل، حقائق آگاہ، جناب مولانا مولوی عبداللہ شاہ صاحب جلال آبادی، ثم الکرنالی

بسم اللہ الرحمان الرحیم

حامداً و مصلیاً !اقول وبا للہ التوفیق. اس جاہل واعظ نے سخت دلیری کی، اول اللہ تعالیٰ شانہ کی توہین کی، دوم بزرگان دین کے کلام کے غلط معنی بیان کئے، سوم پیشوایان دین کو تہمت لگائی، چہارم اُن کو دین کا اہانت کرنے والا ثابت کیا، پنجم جھوٹ اس قدر بولا کہ کسی طرح احتمال صدق کا نہیں رکھتا، ششم مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالا، ہفتم علماء وصلحاء زمانہ اُس کے کفر پر متفق القول ہیں اور اُس کی بیعت توڑ ڈالنے کو واجب لکھتے ہیں، ہشتم عقل سلیم اس کے اقوال کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے، پھر بھی نادان اور سادہ لوح مسلمان اُس کی اتباع اور تقلید کا دم بھریں تو تعجب ہے، معلوم نہیں

(۱) سورۂ توبہ آیت: ۴۹ سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بیشک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ انھوں نے اپنے واسطے یہ حیلہ تجویز کیا ہے، جسکے ذریعہ سے بروز قیامت خدائے تعالیٰ کے سامنے بیان فرمائیں گے، حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے۔

امر اوّل: یعنی توہین شان خداوندی کی تو یہ کرتی ہے کہ کہا خداوند تعالیٰ کے علم پر صوفیوں کا علم غالب آجاتا ہے، کہ بایزید تقریر میں خدا سے قوی پر غالب آئے اور نعوذ باللہ اس کو منافق ہونے کی دھمکی دی، اور خدا نے بندوں کو پنجوقتہ بنا دینے کا اظہار کیا، تو کہا کہ میں ان کو بھی تیری بندگی سے روک دوں گا، حتیٰ کہ نعوذ باللہ خدا نے بار کر صلح کری۔ اسی طرح مضمون حضرت عثمان بارونی کی کہانی کا ہے، تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً۔

امر دویم: یہ ہے کہ مثنوی شریف کے شعر کا یہ مطلب بیان کیا، کہ خدا کے علم پر صوفی کا علم غالب آجاتا ہے، حالانکہ کلمات طیبات میں حضرت مرزا مظہر جان جانان صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس شعر کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ذات بحت کے مرتبہ میں صوفی کی توجہ صفات کی طرف نہیں رہتی، نہ صفت علم کی طرف، نہ کسی اور صفت کی طرف، اس میں خدا کے علم پر غالب آنے کا ذکر بھی نہیں ہے۔ (۱)

امر سوم: مثنوی کے شعر کا مطلب بیان کرنے سے اور بایزید کی کہانی سے بخوبی ثابت ہے، اور نیز اس سے کہ حضرت عثمان بارونی نے کہا کہ میں ایسے دغاباز خدا کو نہیں پوجتا اور تسبیح توڑ کر بت خانہ میں چلے گئے، گھنٹی بجانے لگے۔ چھ ماہ کے بعد حضرت سرور عالم صلی اللہ وسلم نے آکر خدا تعالیٰ کی طرف سے صلح کی اور بت خانے سے نکالا اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پشت کرلی اور پیر کے منع کرنے پر بھی باز نہ آئے، پھر آخر یہ کہہ دیا کہ میرے پاس ایک ایمان تھا وہ آپ کو دیدیا میں پیغمبر کو کیا جانوں، نعوذ باللہ من ذالک۔ ان حضرات کی شان کفریات سے اعلیٰ وارفع ہے اور ملفوظات خواجگان چشت اہل بہشت میں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خلافت کا قصہ مذکور ہے، اس میں ان کفریات کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

امر چہارم: ان کہانیوں کے تسلیم کرنے سے، اچھی طرح ثابت ہوجاتا ہے اور نیز حضرت امام حسن (رضی اللہ عنہ) کے قصے سے۔ جب ایسے مقدس لوگ قرآن کی اہانت کریں، نعوذ باللہ منہ تو پھر کون تعظیم کرے گا۔

---

(۱) اس تحریر میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں سے جو سہو ہوا ہے، یہ تحقیق اور کلمات حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی ہے۔ فرماتے ہیں

"علم حق و علم صوفی گمشود ۔۔۔ ایں سخن بسیار در علم شود"

یعنی وقتیکہ صوفی متوجہ ذات احدیت می شود، آں وقت صفات کمالیہ از حیطہ نظر وی بالکلیہ ساقط می گردد، علم حق کہ یکے از صفات حقیقیہ حق است، بکلی از نظر وی غائب می شود، ایں سخن بسیار در علم صوفی گمشود۔ ۔۔۔ ایں سخن بسیار در علم صوفی گمشود۔

(کلمات طیبات، مکتوب حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی بنام قاضی شیخ محمد (قاضی کریمداد) مکتوب نمبر ۱۷۷ صفحہ ۱۷۷ مطبع الحلوم مراد آباد سنہ ۱۳۰۳ھ) [نور]

امر پنجم: یعنی کذب، یہ اگرچہ اس سے ہر فقرہ سے ثابت ہے، مگر زیادہ وقوعے قابل یہ بات ہے کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۶۱ھ میں ہے اور حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۴۷۱ھ میں۔ پس آپ ۲۰۰ برس بعد وفات بایزید۔ حالانکہ سے پیدا ہوئے۔ حالانکہ آپ (یعنی واضع مذکور) نے بایزید کی کہانی میں یہ بیان کیا، کہ خدا تعالیٰ بایزید کو کرامت دینے سے اس واسطے عاجز رہا کہ وہ حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہو چکی تھی۔ ماشاء اللہ آپ کو تاریخ میں بھی بڑا دخل ہے۔ علاوہ ازیں نبوت کا ختم تو آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین (۱) سے ثابت ہوا مگر دیگر مراتب کے ختم ہونے کے واسطے کوئی وحی نہیں پر نازل ہوئی ہوئی، اور یہ سخت غلط خیال ہے، کہ خدائے تعالیٰ کے خزانہ میں مراتب مذکورہ کے سوا اور کوئی رتبہ نہیں ہے۔ عبودیت، محبت، عشق، فنا، بقا، قطب وغیرہ ہزاروں مراتب بایزید مانگ سکتے تھے، مگر قصہ تراشنے والے کی غرض خدائے تعالیٰ کی عاجزی ثابت کرنا ہے۔ اس واسطے ایسا کیا۔ عیاذاً باللہ۔

امر ششم: خود خام ہے۔ سادہ لوح مسلمان اُس کو سید اور شیخ طریقت سمجھ کر مرید ہوگئے اور ایمان کو خیرباد کہا۔ علماء نے اُن پر کفر عاید ہونے کو فتوے تحریر کر دیئے، اب اگر بیعت پر قائم رہیں تو خرابی اور توڑ دیں تو خندیدگی ہے۔ میری رائے میں دنیا کی خندیدگی تو چند روزہ ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں، جب علماء اُس کی بیعت توڑنے کو واجب لکھتے ہیں، تو کسی جاہل کے کہنے سے ضد نہ کرنی چاہئے، تاکہ عاقبت برباد نہ ہو۔

امر ہفتم: علماء کی تحریروں اور اُن کے دستخطوں اور مواہیر سے جو مذکور ہو چکی، خوب واضح ہے۔

امر ہشتم: بھی واضح ہے جو اوصاف خدائے تعالیٰ کے اور جو افعال اس نے بزرگوں کے بیان کئے ہیں، بالبداہت عقل اُن سے ابا، اور انکار کرتی ہے۔ اب اس قدر روشن دلیلوں کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو اُس پر صادق آتا ہے فبای حدیث بعدہ یؤمنون ○ (۲) یعنی اس کے بعد کونسی بات باقی رہ گئی، جس کے ذریعہ سے یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ خدا یا تو گواہ رہ ہم نے سمجھا دیا، اب جو شخص نہ مانے اور ضد کرے اُس کا حساب خدائے تعالیٰ پر ہے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراطٍ مستقیم. وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

دستخط مولوی عبداللہ شاہ صاحب

---

(۱) سورہ احزاب پ ۲۲ ع ۵۔ ترجمہ لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔ (ترجمہ شیخ الہند)

(۲) سورہ مرسلات ۷۷ ع ۲ ترجمہ سو اس کے پیچھے کس بات پر ایمان لاویں گے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

(۵۲) صریر[1] افضل از جریر[2] برخاستہ از قلم معجز رقم مقبول بارگاہ ربّ کریم جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب کرنالی ادامہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا المجیب (جناب مولوی رشید احمد صاحب عمت فیوضہم وبرکاتہم ودام ظلہم) نے اور دیگر علماء نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، احقر نے وہ سب دیکھا، حق اور لائق اتباع ہے۔ سوال کو بھی میں بوجہ اپنی ذاتی واقفیت کے بے کم وکاست ٹھیک اور درست پاتا ہوں، واعظ مسئول عنہ کے وہی اقوال درج سوال ہیں، جو تواتر اور شہرت کے طور پر اُس کے ایام وعظ میں، میرے پاس پہنچے تھے اور بعض وہ اقوال ہیں، جو میرے مکان کے قریب محلّہ قصابان میں، اُس نے وعظ کے اندر کہے، اور میں نے اپنے گھر بیٹھے ہوئے سنے، ہم نے پیغام دیا کہ گفتگو کرلو، احقاقِ حق ہوجاوے۔ اُس نے اپنے فقیر ہونے کا عذر اور بہانہ کرکے گفتگو سے انکار کردیا، والی اللّٰہ المشتکی (۳)

فی الواقع اس شخص کے اقوالِ باطلہ، کفار امم سابقہ اور مشرکین عرب سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ وہ اپنے باطل معبودوں کی ذات یا صفات کو، خداوند تعالیٰ کی ذات وصفات پر غالب نہیں کہتے تھے اور خدا تعالیٰ کو کسی سے (نہ بوجہ تعشق نہ بوجہ عجز وعدم قدرت) کسی طرح پر بھی دبنے والا، لاجواب ہونے والا نہیں جانتے تھے۔ اس پر بھی ان کے عقاید باطلہ اور اقوالِ فاسدہ کو (جو اس شخص کے عقاید اور اقوال سے کمتر باطل اور فاسد تھے) مٹانے کے لئے، حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے، آسمانی کتابیں نازل کیں، جملہ کتب سماوی اور شریعتیں حضرت خداوند تعالیٰ کے جلال اور قہر اور غضب اور قدرت کے سامنے، جمیع مخلوقات کا (جس میں تمام ملائک اور انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں) عاجز اور ناتواں اور جملہ صفات یعنی سمع، بصر، قدرت، علم وغیرہ وغیرہ میں مغلوب، بلکہ کان لم یکن ہونا ظاہر کررہے ہیں۔ ان جہلاء نے خالق اور مخلوق، خدا اور بندہ، واجب اور ممکن میں کچھ بھی فرق نہیں سمجھا، ذات وصفات خداوندی واجب اور قدیم اور تمام مخلوق، اپنی ذات وصفات میں ممکن اور حادث، بلکہ مخلوق کی صفات کو صفات خداوندی کے ساتھ سوائے مشارکت اسمی کے اور کچھ بھی مشارکت اور مجانست نہیں ہے: سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ (۴)

---

(۱) صریر آواز قلم کہ بوقت نوشتن برخیزد ۱۲۔ [از مرتب فتوی مذکور]

(۲) جریر نام افصح الشعرائے عرب ۱۲۔ [از مرتب فتوی مذکور]

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ ہی سے شکایت ہے۔ [از مرتب فتوی مذکور]

(۴) سورۂ بنی اسرائیل آیت: ۴۳۔ ترجمہ: وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کی باتوں سے بے نہایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

تمام مسلمانوں کا (جس میں اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام بھی شامل ہیں) یہی عقیدہ ہمیشہ رہا، اور اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا اور یہی عقیدہ فارق ہے درمیان کفر اور اسلام کے اور فارق ہے درمیان خدا کے دوستوں اور دشمنوں کے۔ اور نیز یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہے کہ کوئی ولی کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے، تمام اولیائے امت کو جس قدر قرب خداوندی نصیب ہوا، وہ سب بذریعہ اتباع شریعت اور برکت کفش برداری حضرت سرور عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے نصیب ہوا۔ جملہ اولیاء اللہ آداب شرعیہ کے ساتھ متادب رہے، اور اسی پر اُن کا خاتمہ ہوا، (اللہ تعالیٰ اُن سب پر اپنی رحمت فرماوے اور ہم کو اُن کا اتباع نصیب کرے آمین)۔

جس نے مندرجہ بالا عقاید کے خلاف کچھ کہا یا مانا، وہ اسلام سے خارج ہوا اور کفر میں داخل ہوا، یہ امور بھی ضروریاتِ دین سے ہیں اور ضروریاتِ دین کا انکار کفر ہے، ایسا ہی فقہ اور عقاید کی کتابوں میں ہے۔ جس شخص کے اقوال درج سوال ہیں، وہ علوم دینی سے تو بے بہرہ تھا ہی، مگر معلوم ہوا کہ اُس نے اولیاء اللہ کے حالات اور سوانح عمری کی کتابیں بھی نہیں دیکھی سنیں، تذکرۂ مشائخ کی اور سیر و تواریخ کی متعدد کتابیں اس وقت میرے روبرو رکھی ہیں، منجملہ ان قصوں اور کہانیوں کے کسی کتاب میں ایک کی بھی، کچھ اصل یا نقل موجود نہیں ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ جاہل کسی اور بھی معتبر کتاب میں نہیں دکھلا سکتا۔ ظاہر اس کے ان قصے کہانیوں کے گھڑ لینے سے غرض، مُریدوں پر اپنا سکہ بٹھانا ہے، کہ ہم نے ایسے ڈرو اور کارخانہ خدائی میں ہمارا ایسا دخل اور زور سمجھو، اور ہماری کسی حالت اور ہمارے کسی عمل بد کو بُرا نہ سمجھو۔

بعید نہیں کہ یہ شخص (جیسا کہ مولوی عبدالحق صاحب نے لکھا ہے) رافضی غالی ہو، مگر ہم نے جہاں تک تحقیق کیا، اس زمانہ میں اس خیال کے شیعہ نہیں ہیں اور نہ اُن کی یہ عادت ہے، البتہ اس قسم کی چالاکیاں مشن کے عیسائیوں میں پائی جاتی ہیں، عجب نہیں ہے کہ وہ شخص عیسائی ہو یا یہودی ہو اور اُس نے مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالنے کو یہ شیوہ اختیار کیا ہو۔ واللہ اعلم

اگرچہ ہم کو نقل آیات اور بسط روایات کی اس جگہ ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جس کو ایمان ہو اور اسلام سے کچھ بھی بہرہ حاصل ہے وہ ان اقوال اور عقاید کے بطلان میں اور ایسے شخص کے کفر اور گمراہی میں، اور اُس کی صحبت اور بیعت کے حرام اور اُس کے ذبیحہ کے مردار ہونے میں، کچھ بھی شک اور شبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ مجھ کو حضرت بایزید بسطامی اور سیدنا محبوب سبحانی اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین چشتی (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے کچھ اقوال اور احوال (برخلاف بیان اس بدنام کنندۂ نکونامے چند کے) لکھ دینے مناسب معلوم ہوتے ہیں، تاکہ عوام پر بخوبی واضح ہو جاوے کہ یہ سب بزرگ اُن قصوں سے جو درج سوال ہیں، بالکل مبرا ہیں، اور اُن کی شان اس سے منزہ ہے اور اس واعظ کی بیان کردہ حکایات سراسر جھوٹ اور ان بزرگوں پر صریح تہمت ہیں۔

امام شعرانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) لواقح الانوار میں، بذیل تذکرۂ حضرت بایزید بسطامی (قدس سرہ العزیز) آنجناب کا قول نقل

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے ہیں فرمایا کہ، میں نے ایک رات محراب میں اپنا پاؤں پھیلایا تھا، ہاتف نے آواز دی کہ جو شخص بادشاہوں کے پاس بیٹھے، اُس کو حسن ادب سے بیٹھنا چاہئے۔

آپ نے انتباء مدارج میں دعاء کی کہ الٰہی مجھ کو اب تک تیرے قرب کی راہ نہیں ملی، کیا کروں، حکم ہوا کہ تیرے تمام قبض کی کشائش، جملہ مشکلات کا حل، دوری اور مہجوری سے خلاص، صرف ہمارے حبیب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں ہے، اُن کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ کر اور اُن کی پیروی پر مداومت رکھ۔

لوائح میں حضرت محبوب سبحانی سیدی عبد القادر جیلانی غوث اعظم (قدس سرہ) کے حال میں لکھا ہے کہ، آپ اپنے مدرسہ میں صبح وشام علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اُصول، نحو پڑھاتے اور فتوے دیتے تھے، وصفاً وحکماً وحالاً طریقہ توحید پر اور ظاہراً وباطناً حقیقت شرع شریف پر، آپ فرماتے تھے: اتبعوا ولا تبتدعوا واطیعوا ولاتفرقوا۔ یعنی اتباع شریعت کا کرو، بدعت نہ کرو۔ اطاعت کرو، تفرقہ نہ کرو۔(۱) اور فرماتے تھے جب تو اپنے دل میں کسی شخص کا بغض یا حب پاوے، تو اُس کے افعال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم پر عرض کر، اگر وہ افعال کتاب اور سنت میں محبوب ہوں، تو اُس شخص کو دوست رکھ اور اگر مکروہ ہوں تو مکروہ رکھ، تاکہ تو کسی کو اپنی نفسانی خواہش سے مبغوض یا محبوب نہ رکھے، قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ(۲) اور کسی شخص کو نہ چھوڑ مگر واسطے اللہ کے، یعنی جب کہ تو اُس کو کسی کبیرہ کا مرتکب، یا کسی صغیرہ پر مصر دیکھے۔ اور فرمایا ہر حقیقت جس کی شہادت شریعت نہ دے، باطل ہے۔

حضرت شیخ عبد الحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (قدس سرہ) کی کتاب دلیل العارفین سے نقل کیا ہے، کہ خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ، میں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ، خدا تعالیٰ کے ایسے ایسے دوست ہیں کہ اگر وہ تھوڑی دیر بھی دنیا میں خدا تعالیٰ سے محجوب رہیں، تو نیست ونابود ہو جاویں۔(۳)

مسلمانو! سوچو، سمجھو، کہ ان سچے قصوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ کا کس قدر متادب بآداب شریعت ہونا ثابت ہوتا ہے:

حافظا علم وادب ورز کہ مجلس شاہ ہر کرا نیست ادب لایق صحبت نیست (۴)

---

(۱) ترجمہ صاحب تحریر کا ہے۔ یہ روایت مذکورہ الفاظ میں مجھے نہیں ملی، اس کے قریب کے الفاظ پر مشتمل روایت یہ ہے: اتبعوا ولا تبتدعوا فقد کفیتم، رواہ الطبرانی فی الکبیر، عن عبدا للّٰہ بن مسعودؓ قال الھیثمی "ورجالہ رجال الصحیح".
(مجمع الزوائد، باب الاقتداء بالسلف ص۱۸۱ ج: ۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۰۸ھ) (نور)

(۲) سورہ ص آیت ۲۶۔ ترجمہ: یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہش کی پیروی نہ کر کیونکہ خواہش کی پیروی تجھ کو اللہ کی راہ سے بچلا دیوے گی۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

(۳) اخبار الاخیار، شیخ عبد الحق محدث دہلوی ص ۲۷، فارسی (مطبع احمدی دہلی ۱۲۷۰ھ) [نور]

(۴) یہ شعر حافظ کا نہیں ہے، حافظ کے دیوان میں نہیں ملا، یہ دراصل سعدی اور حافظ کے دو مصرعوں کو ملا کر نیا شعر تیار کیا گیا ہے۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور حضرت محبوب سبحانی پیران پیر (علیہ الرحمۃ والغفران) کس قدر عالم معلم، بدعت شکن، متبع سنت ثابت ہوئے:

مپندار سعدی کہ راہِ صفا تواں رفت جز بر پئے مصطفیٰ
خلافِ پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید (۱)

اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے قول سے ثابت ہوا، کہ اس واعظ نے آنجناب کی شان پر کس قدر بہتان عظیم افترا کیا ہے، کہ وہ خدائے تعالیٰ سے روٹھ کر ایک عرصہ دراز تک بت خانہ میں گھنٹی بجاتے رہے، آنجناب تو ایک لمحہ کی بھی جدائی کو باعث ہلاکت فرمارہے ہیں۔ شیخ صاحب نے خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) کا قول لکھا ہے کہ محبت کی یہ نشانی ہے کہ تو مطیع ہووے اور اس بات سے ڈرتا رہے کہ کبھی مجھ کو دوست، اپنی درگاہ اور حضوری سے نکالدے، اور فرمایا، ہم سالہا اس کار (مجاہدہ اور حضوری) میں مجاور رہے، انجام کار ہیبت کے سوا اور کچھ ہم کو نصیب نہیں ہوا، آدمی منزل معرفت اور حضوری سے نزدیک نہیں ہوتا، مگر نماز میں فرمانبرداری کرنے سے، کیونکہ نماز مؤمنوں کی معراج ہے۔

کتاب سیر الاقطاب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) کے حال میں لکھا ہے کہ "آپ حافظ قرآن مجید تھے، دو ختم ہر روز کرتے تھے، ایک دن کو ایک رات کو، صائم الدہر، قائم اللیل تھے، ہمیشہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔" (۲)

ان حکایتوں سے کس قدر خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) کا، پابند اطاعت سنت، خائف عظمت وہیبت اور شان خداوندی سے دبے ہوئے رہنا، اولیاء کے علم کا علم خداوندی کے سامنے بے حقیقت اور نابود ہونا، نماز اور طاعت کی عظمت دل میں رکھنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین چشتی اور بابا فرید گنج شکر (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے دست مبارک پر لاکھوں کافر مسلمان ہوئے تھے۔ اگر ان حضرات کے عقاید، احوال، اقوال ایسے ہوتے جیسے کہ اس جاہل واعظ نے بیان کئے، تو ان حضرات کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ کسی کو مسلمان بناتے۔ اس شخص کے قول اور مسلک کے موافق تو اسلام اور کفر میں کچھ بھی فرق نہیں ہے اور اسلام کو کفر پر کچھ تفوق نہیں۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا. (۳)

---

(۱) بوستان سعدی رحمہ، ص: ۹ (نول کشور، کانپور۔ ۱۸۸۱ء) مگر اشعار کی یہ ترتیب درست نہیں، جو شعر پہلے درج ہے وہ بعد کا ہے اور بعد کا پہلے آنا چاہئے۔
ترجمۂ اشعار: جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کے خلاف چلا وہ کبھی بھی صحیح راستہ پر نہ پہنچے گا۔ سعدی یہ نہ سمجھ کہ سچائی کی راہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کہیں اور بھی ہے۔

(۲) سیر الاقطاب مشائخ چشت کے احوال پر شیخ اللہ دیا چشتی کیرانوی کی تالیف ہے (مؤلفہ ۱۰۵۳ھ) مگر اس موقع پر سیر الاقطاب کا حوالہ لکھنے میں سہو ہوا۔ سیر الاقطاب کے اردو ترجمہ، از محمد علی جویا، مطبوعہ منشی نول کشور پریس لکھنؤ، ۱۲۹۹ھ-۱۸۸۲ء میں [حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے، اگرچہ ص: ۱۱۵ سے ص: ۱۲۸ تک واقعات درج ہیں، مگر اس میں یہ الفاظ یا اس مفہوم کی کوئی عبارت موجود نہیں [نور]

(۳) ترجمہ: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنے عملوں کی برائیوں سے۔ ۱۲ منہ عفی عنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم شد از فضل رب

اسلام میں حفظ مراتب، بہت بڑی اور نہایت ضروری چیز ہے۔ ع

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

والله يهدى من يشاء إلى صراطٍ مستقيم.(۱) وصان الله تعالىٰ إيانا وإياه وإياكم من شر كل غبي وغوي وعن مخالفات الحق واليقين. وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه أجمعين.

حررہ العبد

الاحقر الاثیم راجی رحمۃ ربہ الکریم محمد ابراہیم.....محمد بن شیخ ابی العلی الحنفی القادری النقشبندی الکرنالی

هذه الأجوبة صحيحة ومنكره فضيح ابوالقاسم سید احمد عفی عنہ دہلوی

أصاب من أجاب والله أعلم وعنده أم الكتاب سید میران شاہ عفی عنہ مولاہ مدرس دار العلوم لکھنؤ

(حجۃ الاسلام۔ مرتبہ محمد عبدالحق کرنالی ص ۳ تا ص ۲۱ مطبع بلالی سیٹم، ساڈھورہ: ۱۳۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو ندا کرنا اور کسی سے مدد چاہنا

(۵۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جانا صحیح ہے مگر اس کی وجہ سے آپ کو ندا کرنا جائز نہیں:

سوال: اعمال امت کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح وشام یا دوشنبہ پنجشنبہ کو پیش ہوتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: اعمال امت کے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش ہوتے ہیں،(۲) بعض روایات میں صبح وشام کا

(۱) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور اُس شخص کو اور تم (اس فتوے کے پڑھنے والوں) کو ہر ایک غبی اور کجرو کی بدی سے اور حق ویقین کی مخالف باتوں سے بچائے اور آخر میں ہمارا یہ کلام ہے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ رحمت بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سب آل وصحاب پر۔ [نور]

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال پیش کئے جانے کی روایت، حکیم ترمذی سے سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کی ہے [حدیث نمبر: ۳۳۱۶] کے الفاظ یہ ہیں تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس على الله وتعرض على الانبياء وعلى الآباء والأمهات يوم الجمعة، الى آخر الحديث ترجمہ: بچوں اور بچوں کی والدہ کی بارگاہ میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور انبیاء پر (ان کی امتوں کے) اور ماں باپ پر، جمعہ کے دن پیش کئے جاتے ہیں، پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو نہ ستاؤ۔ یہ روایت منقطع ہے، عبدالعزیز کے والد سے مروی ہے۔ (فیض القدیر ۳: ۲۵۱) اس کے علاوہ دوسری کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ (پالن پوری)

بعض مرجوحیات کی معلومات کے لئے دیکھئے نوادر الفقہ [مجموعہ افادات حضرت الاستاذ حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہم ودامت برکاتہم شیخ الحدیث، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور] ص ۱۹۰۔۱۹۲ [لکھنؤ: ۱۴۳۱ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھی ذکر ہے، مگر اس پیشی اعمال سے ندا کرنا آپ کو درست (معلوم) نہیں ہوتا، کہ مشابہت بشرک اور عوام کے عقیدہ کے افساد کا سبب ہے لہٰذا ناجائز ہے۔ علی ھٰذا دیگر امور کا خیال کرنا چاہئے، اجمالاً اشارہ عاقل کو کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم:

کتبہ الراجی رحمۃ اللہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فتاویٰ۔ ص: ۱۴۴-۱۴۵)

(۵۴) بزرگوں کے نام سے حق تعالیٰ سے توسل جائز ہے:

سوال: خواندن، سلسلہ نقشبندیہ باشد یا قادریہ یا سہروردیہ، جائز است، یا نہ؟ ہر چہ باشد مع دلیل، بیان وارقام فرمایند، تا اجر عند اللہ یابند۔ زیرا کہ بعض مولویان شرک گویند۔

ترجمہ: سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا (شجرہ) پڑھنا چاہئے یا قادریہ یا سہروردیہ کا، جائز ہے یا نہیں ہے، جو کچھ (مسئلہ) ہو، دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں، تاکہ حق تعالیٰ سے اجر پائیں۔ یہ اسلئے کہ بعض مولویوں نے اس کو شرک کہا ہے۔

جواب: در سلسلہ خواندن جزایں نیست کہ بوسیلہ اسماء بزرگان دعا می کنند کقولھم: الٰہی بحرمت فلاں عاقبت بخیر گرداں، مثلاً۔ پس توسل باسماء مقبولان در دعاء چہ باک است؟

جواب: سلسلہ (شجرہ) پڑھنے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کہ بزرگوں کے نام کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، جیسے پڑھنے والوں کا کہنا: اے اللہ! بحرمت فلاں انجام بخیر فرما۔ یہ دعا بطور مثال ہے، پس دعا میں مقبول بندوں کے نام سے توسل کرنے میں کیا بات ہے۔

در حدیث است در دعاء صبح وشام:

أسئلک بنور وجھک و بحق السائلین علیک (الخ)[1] پس ہر گاہ کہ بحق السائلین سوال جائز شد، دیگر مقبولان را ذکر کردن چرا جائز نہ باشد؟

آرے لفظ حق بسبب شیوع عقیدہ رفضہ ومعتزلہ فقہاء مکروہ گفتہ اند، مگر لفظ بحرمت را کسے ناجائز نہ گفت، فقط۔ البتہ اسماء بزرگان مثل ذکر حق تعالیٰ کردن درست نیست، کما قالوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) روایت کے الفاظ یہ ہیں: وعن ابی امامة الباهلی، قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا امسیٰ دعا بهذا الدعاء اللهم انت احق من ذکر وأحق من عبد وانصر من ابتغی وأرأف من ملک وأجود من سئل وأوسع من اعطی، انت الملک لاشریک له والفرد لایهلک، کل شیٔ هالک إلا وجهک.... وأنت الله الرؤف الرحیم أسألک بنور وجهک الذی أشرقت له السموات والأرض بکل حق هو لک وبحق السائلین علیک أن تقبلنی فی هذه الغداة أوفی هذه العشیة وأن تجیرنی من النار بقدرتک. رواه الطبرانی فیه فضال بن جبیر وهو ضعیف، مجمع علی ضعفه. مجمع الزوائد (۱۰/ ۱۱۷) [دار الکتب العلمیة بیروت] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ: (اے اللہ!) میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے چہرے کے نور کے واسطے سے، اور ان لوگوں کے واسطے سے جو آپ سے سوال کرتے ہیں۔

پس جب کہ بحق سائلین سوال جائز ہے، تو دوسرے مقبولان بارگاہ کا ذکر کرنا کیوں جائز نہ ہوگا۔ ہاں مگر لفظ حق شیعوں اور معتزلہ کے عقیدہ میں عام ہونے کی وجہ سے، فقہاء نے اس کو مکروہ کہا ہے، مگر لفظ بہ حرمت کو کسی نے بھی ناجائز نہیں کہا۔ فقط مگر بزرگوں کے ناموں کو حق تعالیٰ کے اسماء کی طرح ورد کرنا (پڑھنا) صحیح نہیں، جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ (ت۔ نور)

(مجموعہ کلاں ص ۳۰۰)

(۵۵) غیر اللہ سے مدد مانگنا یا دعا کرنا شرک ہے:

سوال: ایک شخص نے منت اس طور سے مانی کہ یا علی، یا پیران پیر! آپ میری طرف سے اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ مجھے اولاد دے، یا شیخ! جو میری مراد بر آوے آپ کے نام کے پانچ روپیہ کی شیرینی یا پلاؤ پکوا کر، فاتحہ کراؤں، چنانچہ اس کی مراد بر آئی، اس نے بعد بر آنے مراد کے ایک تاریخ مقرر کر کے، اس بزرگ کے نام کی شیرینی پر خوب دھوم دھام سے فاتحہ کرائی۔

اور اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر جا کر کہے، یا حضرت! آپ اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ میری فلاں مراد بر آوے، تو یہ کہنا شرک ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح نذر کرنا کہ یا پیر تم دعا کرو! دور دراز سے، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اولیاء اللہ دور سے سنتے جانتے ہیں، شرک ہے۔ علم غیب سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں، خود قرآن شریف میں موجود ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ. (سورہ انعام آیت ۵۹)

اور حق تعالیٰ ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی کہ ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اسکے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور جو چیز خاصہ حق تعالیٰ کا ہو، اس کو دوسروں کے واسطے ثابت کرنا شرک ہوتا ہے، پس جو کوئی اولیاء میں غیب دانی ثابت کرتا ہے تو وہ شرک ہے۔ ہاں حق تعالیٰ بعض اوقات بعض اشیاء کا علم اپنے مقبولوں پر ظاہر کر دیتا ہے، سو یہ علم ذاتی نہیں، اور سب اشیاء کا علم اس سے ہو سکے [یہ ممکن نہیں] پس اگر یہ عقیدہ کسی کا ہو [کہ] بعض وقت بعض اشیاء کا معلوم کو باعلام اللہ تعالیٰ حاصل ہوتا ہے، تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اور نذر اس طرح کی کرنی کہ اگر ہمارا کام ہو گیا، تو پانچ روپے کی شیرینی پر تمہارے نام سے فاتحہ کریں، اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ بواسطہ تم کو ثواب پہنچائیں گے، اس نیت میں کچھ حرج نہیں، کہ نذر حق تعالیٰ کی ہے اور ثواب بزرگ کی روح کو پہنچایا ہے، مگر اس شیرینی اور طعام کا فقراء کو کھانا درست ہے اور اغنیاء کو حرام ہے۔ اور اگر یہ معنی مراد ہیں کہ

تمہارے ہی نام کی نذر ہے، تو بیشک یہ شیرینی اور طعام بالکل حرام ہے، فقیر اور غنی کسی کو اس کا کھانا درست نہیں۔ قال فی الدر المختار وشرحہ:

اعلم انّ النذر الّذی یقع للأموات من أکثر العوام وما یؤخذ من الدّراهم والشّمع والزّیت ونحوها، إلی ضرائح الأولیاء الکرام تقرباً الیهم، کأن یقول یا سیدی ان..... قضیت حاجتی فلک من الدهب اومن الطعام او الشمع اوالزیت کذا، فهو بالإجماع باطل وحرام بوجوه:

منها انه نذر للمخلوق، والنذر للمخلوق لا یجوز، لانه عبادة والعبادة لا تکون للمخلوق.

ومنها انه ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللّٰه تعالیٰ. واعتقاده ذلک کفر

اللّٰهم إلاّان قال یا اللّٰه! انی نذرت لک ان شفیت مریضی.... ان اطعم الفقراء الذین بباب السیدة نفیسه اوالامام الشافعی مثلا.....

مما یکون النذر للّٰه تعالیٰ والنفع للفقراء، وذکر الشیخ انما هو محل لصرف النذر لمستحقیه القاطنین بر باطه او مسجده، فیجوز بهذا الاعتبار ولا یجوز ان یصرف ذلک لغنی.... ولا ینعقد ولا تشتغل الذمة به ولانه حرام بل سحت" انتهی مختصراً(۱)

ترجمہ: جان لو! وہ نذر جو اکثر عوام مردوں کے لئے کرتے ہیں اور جو کچھ پیسے موم، تیل اور اس جیسی چیزیں بزرگوں کے مزارات پر ان کی قربت [وتوجہ] حاصل کرنے کے لئے لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے سردار! اگر میری فلاں ضرورت پوری ہوگئی، تو میں تمہارے لئے اس قدر سونا، یا کھانا یا روشنی یا تیل وغیرہ لاؤں گا۔ تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نذر باطل اور حرام ہے، اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لئے نذر ہے اور مخلوق کے لئے نذر جائز نہیں: کیونکہ یہ عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت نہیں ہوتی۔

(۲) اور یہ ہے کہ اس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میت (قبر والا) ہمارے معاملات (اور کام) کے پورا کرنے

---

(۱) قلت: فتحریر میں صلی عبارت میں سے کچھ حذف وتخلیص ہے، تسہیل سے پہلے اصل عبارت نقل نہیں کی، الدر المختار باب صلاۃ العیدین وملا مسکین فصل فی العوارض ج ۱ ص ۵۵۱ [عکس محتیاتی دیوبند ۱۳۱۰ھ] وحاشیہ طحطاوی فصل فی العوارض، مطلب فی العذر الذی یبیح الصوت ص ۱۱۹۸ ج ۳، باب الذی یقع الاموات [مجیبی] علی إنہ شرعی فصل مدینہ، ص ۱۰۳۹، نشر دت ۱۳۹۶ھ، شرعی فصل ص ۱۰۳۹ مطبوعہ مدینہ ۱۳۹۶ھ] (نور)

میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ دخل رکھتا ہے، اور ایسا عقیدہ (اور خیال) صرف کفر ہے۔

مگر ہاں! یہ صورت درست ہے کہ یہ کہے اے اللہ! میں تیرے لئے نذر مان رہا ہوں، اگر میرا مریض صحت پالے، تو میں غربا، کو جو مثلاً سیدہ نفیسہ یا امام شافعی کے دروازوں پر ہیں، کھانا کھلاؤں گا۔

اس صورت میں نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی اور اس کا نفع غریبوں کے لئے اور شیخ نے ذکر کیا ہے کہ (ایسی) نذر اس کے مستحقین کا حصہ ہے (اپنی اپنی کوٹھریوں میں) کسی سرائے یا مسجد میں رہتے ہوں، تو یہ نذر اس پہلو سے درست ہوگی، اور اگر اس کو صاحب حیثیت لوگوں پر خرچ کرے گا، تو درست نہیں ہوگی۔ ایسی نذر نہ واجب ہوتی ہے اور نہ اس کا پورا کرنے کی ذمہ داری ہے، کیوں کہ یہ نذر حرام بلکہ (ناپاکی) اور گمراہی ہے۔

الغرض اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ نذر اگر حق تعالیٰ کے نام کی ہے تو صدقہ (ہے)، فقیر کو کھانا حلال ہے، غنی کو حرام ہے۔ اور اگر نذر خود شیخ کے نام کی ہے، تو نذر حرام ہے اور طعام سُحت وحرام ہے، کسی کو اس کا کھانا درست نہیں، نہ فقیر کو نہ غنی کو، مگر جیسا مردار کھانا، وقت اضطرار درست ہوجاتا ہے، تو فقیر کو اضطرار میں جب کچھ نہ ملے، تو اس کو بھی کھانا درست ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں۔ اور قبر پر کسی ولی کی جا کر یہ کہنا، کہ تم میرے واسطے دعاء کرو، اس میں اختلاف ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

والاستمداد مِنْ أهل القبور في غير النبي صلى الله عليه وسلم او الأنبياء عليهم السلام، فقد أنكره كثير من الفقهاء، وقالوا ليس الزيارة إلا لدعاء الموتىٰ والاستغفار لهم، وإيصال النفع اليهم بالدعاء وتلاوة القرآن. واثبته المشائخ الصوفية قدس الله أسرارهم وبعض الفقهاء، رحمهم الله تعالىٰ. (۱)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ، اہل قبور میں سے کسی سے مدد طلب کرنا؟ اکثر فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور ان سب نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت صرف مردوں کے لئے دعاء، استغفار اور قرآن شریف کی تلاوت کے ذریعہ، نفع پہنچانے کیلئے ہے۔ مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت بھی کیا ہے۔ (یعنی صحیح کہا ہے)۔

الحاصل اس طرح قبور پر جا کر دعاء کا طالب ہونا قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں ہوا، لہٰذا بدعت ہونا اس کا اشبہ بالصواب

(۱) ملاحظہ ہو لمعات التنقیح (کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور) ص ۳۷۸ جلد رابع۔ (لاہور: ۱۳۹۵ھ) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، اگرچہ بسبب خلاف علماء کے اس کے فاعل پر ملامت نہیں کر سکتے، مگر عوام کو اس سے منع کرنا ضروری ہے، کہ رفتہ رفتہ شرک تک نوبت پہنچا دیں گے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ امراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص ۵۶، ۵۵، ۵۴)

(۵۶) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا، وظیفہ پڑھنے کا حکم؟ مسئلہ: وظیفہ پڑھنا یا شیخ

عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا جائز نہیں، البتہ اگر حاضر و عالم و متصرف جان کر پڑھتا ہے تو وہ مشرک ہے، اور جو یہ نہیں جانتا تو شرک نہیں، مگر پڑھنا اس کا تاہم جائز نہیں، اور اس کے جاری کرنے والے سے، جس نے اول ایجاد کیا، بندہ کو اطلاع نہیں۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتوی مدمجوزیہ شیخ عبدالقادر جیلانی، مرتبہ مرزا نذیر احمد بیگ (بی کوئہ کرت پور بجنور) ص ۱۰۵ (مطبع العلوم، مرادآباد ۱۳۰۸ھ)

(۵۷) یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا، ورد کرنے والے کا تفصیلی حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اس مسئلہ میں۔ کہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا شرک ہے، یا جائز؟ اگر شرک ہے تو جو شخص اس کو جائز رکھتا ہو اور پڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ اگر نادرست ہے تو جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو، اس کا اعادہ چاہئے، یا نہیں؟

جواب: اس کا پڑھنا شرک اس وقت ہے، کہ شیخ کو عالم غیب و متصرف مستقل جانے، اور جو اس لفظ میں برکت اور اثر جان کر پڑھے، تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے، ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہو سکے اور نہ تفسیق۔ اگرچہ ایسے وظیفہ کا پڑھنا اولیٰ بھی نہیں ہے اور کسی مسلمان پر گمان کفر اور شرک و فسق کا کرنا۔ جب تک تاویل اس کے قول کی حسن ہو سکے، درست نہیں، اور جب تک کہ وہ اقرار کچھ نہ کرے، تو تاویل کر کے مسلمان بنا دے، اور جو تاویل اچھی بیان کرے، تو پھر اس پر گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات آیت ۱۲) ترجمہ: مقرر بعضی تہمت گناہ ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

لہٰذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور پہلی صلوۃ بھی درست ہے، اور باہم اتفاق واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

فتوی عدم جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ مرتبہ مرزا نذیر بیگ ص ۱۱۲ (مطبع العلوم مرادآباد ۱۳۰۸ھ)

(۵۸) یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کو، اسم اعظم کہنا بالکل غلط اور سخت گناہ ہے:

سوال: یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو اسم اعظم کہنا بالکل غلط ہے، اسم اعظم حق تعالیٰ کا نام ہوتا ہے اور اس

کے طلیقے کرنے مرنے والے کو [illegible] منع فرمایا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے

کذا قول شیخ [illegible] بکفرہ [illegible] یہ حکم شیخ [illegible] سے

[illegible] خیال خام ہے (ت)

کیونکہ اس سے بعض معنی موجب کفر ہیں، اور بعض معنی ایسے ہوتے ہیں، جس معنی پر حضرت شیخ کو حمل فرمانا غیب متصف بالنفع والضار جان رہے گا، تو بھی موجب کفر ہوگا۔ چنانچہ [illegible] میں مذکور ہے

مہما لو ظن ان المیت یتصرف فی الامور دون اللہ تعالیٰ واعتقادہ ذلک کفر (۲) انتہی

ترجمہ: بعض اوقات جاہل سے یہ بات سنی جاتی ہے کہ میت امور میں متصرف ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا، اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو تو کافر ہے۔ (ت)

اور جو بدون کسی عقیدہ کے ایسا کرے گا تو بھی مشابہت اہل بدعت سے ہوگی اور کلام مکروہ ہوگا۔ پس ایسے کلمات کا خلیفہ کرنا ممنوع ہے اور یہ تقدیر پر یہ وظیفہ جائز ہے، اور رسم عظیم بدعت باطل ہے بوجہ مذکور ہے۔ اس کا منع کرنا مصیب اور حق پرست ہے، منع کرنا گناہ اور حرام ہے۔ اور بھی زمانے میں بہت محدثین اس کے عدم جواز پر فتوے دے چکے ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱) مجمع الانہر، ص ۶۳۳ تا ۶۳۴ فتاوی ہندیہ، فصل ۱۲، ص ۱۳۲، فتاوی رشیدیہ، ص ۱۰۹

---

(۱) اس میں کسی قائل نے یہ شعر بھی لکھا ہے جو ہمارے زمانہ پر صادق آتا ہے

کذا قول شیخ [illegible] بکفرہ [illegible] یہ حکم شیخ [illegible] بکفر

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مگر یہ شعر اس صورت میں شرح واقعہ میں موجود نہیں وہاں دوسرا شعر ہے

وما قال شیئا [illegible] ولکنہ [illegible]

[illegible]

(۲) البحر الرائق، فصل فی البدعۃ، ص ۲۶۳، دار المعرفۃ بیروت [illegible]

(۵۹) بزرگوں کو عالم الغیب اور حاجت روا سمجھنے کا سوال: (۱) اگر شیخ (عبدالقادر) را عالم الغیب اور یا عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفہ کا حکم؟ وقاضی الحاجات مستقل پنداشتہ گفت ناجائز، واگر مظہر عون الٰہی دانستہ، بطور توسل گفت جائز۔ درانتباہ (۲) مسطور است:

بعض اصحاب طریقہ قادریہ یا شیخ [عبدالقادر را]، برائے حصول مطالب بایں طور ختم می کنند، کہ اول دو رکعت نفل، بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمہ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی، ازینکہ ارواح کمل را دست تصرف در دنیا و اختیار ارشاد بنی نوع خود دادہ اند۔ انتہی

ترجمہ سوال: اگر شیخ عبدالقادر (جیلانی) کو غیب کا جاننے والا اور ہمیشہ ضرورتوں کا پورا کرنے والا سمجھ کر کہا (تو) ناجائز ہے اور حق تعالیٰ کی مدد کا ایک مظہر سمجھ کر توسل کے طور پر کہا، تو جائز ہے۔ انتباہ میں لکھا ہے:

سلسلہ قادریہ کے بعض صاحبان، یا شیخ عبدالقادر، مطالب کے حصول کے لئے اس طرح ختم کرتے (پڑھتے) ہیں، اول دو رکعت نفل، اس کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید اور ایک سو گیارہ مرتبہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" اس لئے کہ کاملین کی روحوں کو، دنیا میں اپنے ہم جنسوں میں تصرف کرنے اور ارشاد و تلقین فرمانے کا اختیار دیا ہے۔

و در تفسیر عزیزی تفسیر اذا السماء انشقت در بیان حالات اموات و بعضے از خواص اولیاء اللہ را، کہ آلہ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گرانیدہ اند، دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ، و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد، و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمایند، و ارباب حاجات مطالب حل مشکلات خود را از آنہا می طلبند و می یابند۔ (۳)

اور تفسیر عزیزی میں، تفسیر اذا السماء انشقت کے تحت مردوں کے احوال کے بیان میں ہے، بعض خاص اولیاء اللہ جنہیں حق تعالیٰ نے ان جیسے انسانوں کی تکمیل و ارشاد کا ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے، انہیں اس

---

(۱) اصل نسخہ میں اس پر یہ حاشیہ درج ہے فی الواقع یہ بھی جو صحیح ہے، لیکن چونکہ خلط محض ہے اور اس میں بھی بالفعل ثبوت شرک ہے۔ لہٰذا اس جواب کو بھی اپنے سوال پر لکھا ہے اور سوال حذف کر دیا ہے۔ غالباً یہ بھی حضرت مولانا گنگوہی کا افادہ ہے۔ (نور)

(۲) سوال میں انتباہ کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کی گئی ہے، اس میں اگر انتباہ سے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" مراد ہے تو یہ حوالہ درست نہیں صحیح نہیں۔ الانتباہ کا بنیادی نسخہ وہ ہے جو مطبع احمدی دہلی سے سید احمد ولی اللہی کے زیر اہتمام چھپا تھا، اس پر سنہ طباعت درج نہیں، مگر غالباً سنہ ۱۳۱۰ھ کے قریب کا ہے، بعض قلمی نسخے بھی اسی کی نقل یا اس پر مبنی ہیں۔ اس میں یہ عبارت موجود نہیں۔ لہٰذا اس کا شاہ ولی اللہ کی انتباہ سے انتساب درست نہیں۔ [نور]

(۳) تفسیر عزیزی، پارہ عم ص: ۱۱۳ سورہ انشقاق (مطبع محمدی لاہور بلا سنہ)

[نور]

حالت میں بھی دنیا میں تصرف کی صلاحیت بخشی ہے۔ ان حضرات کا (حق تعالی کی یاد میں) استغراق کے سبب، جو ان کے مدارج کمال کی وسعت کی وجہ سے ہے، اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اویسی ان سے باطنی کمالات میں فائدہ اٹھاتے ہیں اور اہل ضرورت ان سے اپنی (دنیاوی اور دینی) مشکلات کا حل (بھی) طلب کرتے ہیں اور اپنے ان مقاصد کو پالیتے ہیں (یعنی ان میں کامیاب ہوجاتے ہیں)

ونیز قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ (علیہ) پانی پتی، در پارۂ دوم، زیر آیت بل أحیاء می فرمایند:

ان اللّٰہ تعالی یعطی لأرواحھم قوۃ الأجساد، فیذھبون من الأرض والسماء والجنۃ حیث یشاءون وینصرون أولیاءھم و یدمرون أعداءھم، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ! ولذلک قالت الصوفیۃ العلیۃ ارواحنا اجسادنا،واجسادنا ارواحنا، وقد تواترعن کثیر من الأولیاء، أنھم ینصرون اولیاءھم و یدمرون اعداءھم. انتھی.(۱)

وقد افتی صاحب الخیریۃ: بجوازہ، بیّنا مفھومہ قال: یا شیخ عبد القادر فھو نداء واذا اضیف الیہ شیئًا للّٰہ فھی طلب شیءٍ اکراماً للّٰہ تعالیٰ، فما الموجب بحرمتہ(۲) انتھی

اور قاضی ثناء اللہ نے بھی دوسرے پارہ میں، آیت کریمہ: بل احیاء کے ذیل میں فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ اولیاء کی ارواح کو اجسام کی قوت دیتے ہیں، پس وہ زمین آسمان جنت میں جہاں چاہے جاتے ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں، اور اپنے دشمنوں پر تباہی ڈالتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، اور بڑے درجہ کے صوفیاء نے کہا ہے: ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں، اور ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں، اور بہت سے اولیاء سے بطریق تواتر مروی ہے کہ، وہ اپنے دشمنوں پر تباہی ڈالتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں (تفسیر مظہری کی بات پوری ہوئی)۔

اور خیریہ کے مصنف نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، ہم اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا ہے کہ، جملہ یا شیخ عبد القادر ندا ہے اور جب اس کے ساتھ شیئ للّٰہ ملایا جائے، تو وہ کوئی چیز مانگنا ہے، بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اعزاز کیا ہے، پس اس کے عدم جواز کی کیا وجہ ہے؟ اور اسم اعظم ہے۔(۳) فقط

---

(۱) تفسیر مظہری ص ۱۵۲/جلد اول، سورہ بقرہ آیت.....(اشاعت العلوم، حیدر آباد: بلا سنہ) [نور]

(۲) فتاوی خیریہ ص: ۱۸۲ [میر محمد کتب خانہ، کراچی بلا سنہ]

(۳) قولہ اور اسم اعظم ہے۔ یعنی یہ جملہ یاشیخ عبدالقادر شیئاللہ اسم اعظم ہے اور یہ اس کے جواز کی مستقل دلیل بیان کی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے جواب کے شروع میں اس کی تردید کی ہے، یہ کسی مستفتی کے سوال کا جواب ہے، جس میں اس نداء کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ (پالن پوری)
اصل میں سوال کو حذف کرکے، اس غلط جواب ہی کو سوال بنایا گیا ہے، جس کا حضرت نے آگے جواب لکھا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: از مولانا صاحب مدظلہ اس کلام کا پڑھنا اور سمجھنا باکل غلط ہے، سمجھ نہ آنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے، اور شیئاً للّٰہ وغیرہ نے خود منع کیا ہے۔ فی الدر المختار: کذا قول شیئاً للّٰہ قیل بکفرہ انتھی اقول: اس کلام کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں، اگر شیخ قدس سرہٗ کا مرغوب، متصرف مستقل جان کر کہتا ہے، تو خود شرک محض ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ (سورہ انعام آیت ۵۹) اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ نہ جانے ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔ (ترجمہ شیخ ہند)

ودیگر نصوص فقہیہ قال فی البزازیۃ وغیرھا من الفتاوی: من قال إن أرواح المشائخ حاضرۃ تسمع، کفر! ومن ظن أن المیت یتصرف دون اللّٰہ واعتقادہ ذلک کفر. کذا فی البحر الرائق (۱) انتھی

بزازیہ وغیرہ کتب فتاویٰ میں لکھا ہے: جس نے کہا کہ مشائخ کی روحیں (ہر جگہ) حاضر ہیں، یہ جہالت اور کفر ہے، اور جس نے یہ خیال کیا کہ مردے بدون اذن الٰہی بالاستقلال (دنیا کے معاملات میں) تصرف کرتے ہیں (دخل رکھتے ہیں) اور اس کا اعتقاد رکھا۔ یہ بھی کفر ہے۔

اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے، کیونکہ اس صورت میں گو "یا کے ندا" شرک نہ ہو مگر مشابہ بہ شرک ہے، اور جو لفظ موہم معنی شرکیہ کا ہو، اس کا بولنا بھی ناروا ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا. (البقرۃ-۱۰۴) ترجمہ: تم نہ کہو راعنا، اور کہو انظرنا۔ (ترجمہ شیخ ہند)

ولقولہ علیہ السلام:

لاتقولوا ماشاء اللّٰہ وشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان. (۲) الحدیث ترجمہ: یہ نہ کہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہیں اور فلاں چاہے، بلکہ کہو اللہ تعالیٰ چاہیں، پھر فلاں چاہے۔

---

(۱) اس اقتباس میں بزازیہ کا حوالہ آیا ہے مگر بزازیہ "فصل فی البر" میں یہ الفاظ نہیں ہے ممکن ہے صاحب بزازیہ نے یہ بات کسی اور موقع پر فرمائی ہو مگر وہاں ہماری رسائی نہیں ہوئی۔ سو زاویہ علی ھامش العالمگیریہ ص ۱۰۳ ج ۴۔ [طبع میریہ پوری، صفحہ ۱۳۶] معنون تصرف کے ساتھ۔ اس کے بعد کا فقرہ "والحاصل" کا ہے۔ فتاویٰ البحر الرائق، فصل فی نذر یوم النحر ص ۳۲۱ ج ۲ (مطبوعۃ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان) [نور]

(۲) عن حذیفۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تقولوا ما شاء اللّٰہ و شاء فلان، ولکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان۔ اخرجہ احمد فی مسندات احمد تحقیق: احمد محمد شاکر (۱۰/ ۱۱۰) رقم ۲۳۱۵۹، ۲۳۳۸، ۲۳۳۴۰، ۲۳۳۴۲ [دار الحدیث القاہرۃ۔ ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء] [نور]

اور حالانکہ صحابہ کی نیت میں کوئی معنی قبیح نہ تھے، مگر بہ سبب مشابہت اور توہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہوئے۔ پھر عوام اس درجہ شرک اور گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، کہ جب خواص اصلاح معنی کے ساتھ اس کا ورد کریں گے، عوام بھی اس کو جائز جان کر بلا تمیز درمیان صحیح وقبیح پڑھیں گے، اور خراب ہوں گے، اور جس سے عوام کو غوایت [گمراہی] ہو، وہ عمل خواص کو بھی درست نہیں۔ فی العالمگیریة

لأن الجهال يعتقد ونها سنة أو واجبة ،و كل مباح يؤدى اليه فمكروه(۱) انتهى

کیوں کہ جاہل لوگ اس کو سنت اور واجب سمجھ لیں گے، اور ہر وہ مباح چیز جس کو سنت یا واجب سمجھا جائے، وہ مکروہ ہے۔

مع ہذا، خود تفسیر عزیزی میں درمیان وجوہ شرک [کے] مذکور ہے:

از آں جملہ کسانیکہ در ذکر دیگر آں را با خدا تعالے ہمسری کنند، وازاں جملہ اند کسانیکہ در دفع بلا دیگراں را می خوانند، وہم چنیں در تحصیل منافع بہ دیگراں رجوع می نمایند، بالاستقلال زاں کہ توسل بآں دیگراں نمایند۔

ترجمہ: شرک میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو انسانوں وغیرہ کے مرتبہ کو حق تعالیٰ کے برابر کرتے ہیں، اور ان ہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو بلاؤں مصیبتوں کے دور کرنے کے لئے (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کسی اور کو یاد کرتے اور پکارتے ہیں، اور اسی طرح وہ بھی اسی میں شامل ہیں، جو اپنے فائدوں اور ضرورتوں کے لئے (حق تعالیٰ کے علاوہ) اوروں سے براہ راست رجوع کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ کسی اور سے ان کے ذریعہ سے وسیلہ حاصل کرلیں۔

اور پھر ظاہر ہے کہ دعوت اس کلام کی داخل ہر دو قسم میں ہے، کیونکہ غرض اس سے دفع بلا وجلب منافع ہے، یا مثل ذکر اللہ کے اس سے تحصیل برکات وتقرب مقصود ہے، یا بوجہ ترک کے اس کو تکرار کرتے ہیں۔ ہاں کسی کے توسل سے دعاء کرنی درست ہے، مگر یہ صورت توسل کی ہرگز نہیں، بلکہ دعاء واستعانت ہے۔ مجیب صاحب کو شبہ واقع ہوا کہ دعاء کو توسل سمجھ گئے۔

توسل کی صورت یہ ہے کہ کہے: یا اللّٰہ بجاہ شیخ عبد القادر [جیلانی] شیئاً، نہ یہ کہ خود شیخ سے طلب کرے بصیغہ دعاء: یا شیخ اعطنی شیئا یہ توسل کس طرح ہوسکتا ہے!! مع ہذا لفظ شیئاً للّٰہ کا موہم معنی شرک کو ہے، کیوں کہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں، کہ کچھ حق تعالیٰ کو دو، اس واسطے کہ لفظ لام معطی لہ پر آتا ہے تو یہ معنی تو اشد شرک ہوئے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ شیخ مجھ کو دو، کچھ بوجہ اللہ تعالیٰ کے، تو اس معنی میں اگر مستقل شیخ کو جانتا ہے، تو بھی شرک ہوا، اور جو باذن اللہ معطی سمجھتا ہے، تو اس کی توجیہ وہ ہے، جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے بعض اولیاء کو حق تعالیٰ نے آلۂ تکمیل وارشاد خلق بنایا ہے، کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب خلق برآمد اور حل مشکلات خود خلق

(۱) (الف) عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱ باب ما یتصل بذالک مسائل سجدة الشکر (مطبوعہ بندر ہوگلی، کلکتہ) ب عالمگیری ص ۱۳۶ ج ۱ الباب الثالث عشر مما یتصل بذلک ۔ مسائل سجدة الشکر (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ) [نور]

بذریعہ ان کے حق تعالیٰ سے چاہتے ہیں، نہ یہ کہ اولیاء خود متصرف مستقل بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحب نے خود آلہ جارح سے اس وہم شرک کو دفع کر دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے، تو اگر چہ بظاہر حاجت روائی بذریعہ آلہ ہوتی ہے، مگر خود آلہ سے دعا واستعانت طلب کرنا شرک ہے۔ پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر، آلہ سے طلب کرنا بھی، خالی از مشابہت شرک نہیں۔ نداودعاء کرنا دوسری شئے ہے، کہ منادی کے علم وتصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے، کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا، بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ شتان بینهما.

مثلاً نور بواسطہ شمس کے آتا ہے، مگر طلب نور کی شمس سے شرک ہے، ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم وتصرف منادیٰ کے ہے اور بس۔ پس عبارت (تفسیر) عزیزی سے جواز ندا کا کیوں کر مفہوم ہوا؟ بڑا تعجب ہے۔ اگر گاہے اولیاء کو خبر بطور کشف باذن اللہ تعالیٰ ہو جاوے، اس سے بروقت یا استقلالاً علم وتصرف کا ہونا، کہاں سے لازم آتا ہے۔ پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی ہے یا خفی، یا لغو، مشابہ بشرک ہو کر حرام وناجائز ہووے گی، کسی وجہ سے جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہو سکتا۔

اب استدلالات مجیب کا حال سنو! کہ جو اس کلام کو بطور توسل جائز فرماتے ہیں، حالانکہ اس صورت میں کوئی توسل کی صورت نہیں کما مر. اور شاہ ولی اللہ نے طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے، اس سے اجازت ومشروعیت کا فہم غلط ہے اور تحکم [ہے] (۱) اور شاہ عبدالعزیز کی عبارت کا مطلب خود واضح ہو گیا، کہ وہ ندا کو ہرگز جائز نہیں فرماتے، بلکہ شرک لکھتے ہیں، اور جو وہ فرماتے ہیں اس سے جواز ندا وطلب ہرگز مستفاد نہیں ہو سکتا! علی هذا تفسیر مظہری کا مطلب ہے، ندا واستعانت اولیاء سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت۔

اور خیریہ [سے] جو نقل کیا ہے اول تو اس کی عبارت معلوم نہیں کہ کیا ہے، جب تک سابق ولاحق کا حال معلوم نہ ہو، اس پر حکم نہیں ہو سکتا۔ سلمنا! اگر اس کی یہی مراد ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں، تو وہ فتویٰ ان کا مردود ہے اور یہ نصوص قطعیہ وروایات فقہاء معتبر ہیں، کہ سابق میں لکھی گئی ہیں کہ ندا غیر اللہ کو بہر حال ناجائز ہے اور شیئاً للہ کے معنی موہم شرک ہیں، اگر چہ نیت داعی کے صحیح معنی کے موافق ہو، تاہم درست نہیں، یہ وجہ حرمت کلام کی ہے، اگر چہ موجب حرمت کا خیریہ کو معلوم نہ ہوا، مگر نصوص وروایات سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پس [جو] فتویٰ خلاف نصوص وروایات صحیحہ کا ہووے گا، وہ قطعاً مردود ہووے گا۔ واللہ اعلم وعلمه اتم

المجیب رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں۔ ص ۱۴ تا ۱۹)

---

(۱) تحکم بروزن تظلم، زبردستی، دھونس دکھانا، صرف اپنی بات چلانا اور منوانا۔ لغات سعیدی مؤلفہ مولوی عبدالعزیز، تصحیح ونظر ثانی، (مولوی محمد سعید انصاری ندوی) ص ۱۲۵ (مطبع مجیدی، کان پور: ۱۹۳۶ء)

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

علم غیب اور امکانِ کذب وغیرہ کی بحث

(۶۰) علم غیب کی تحقیق: مسئلہ :علم غیب میں تمام علماء کا یہ عقیدہ ہے اور مذہب ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے علم غیب کسی کو نہیں۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ. (سورہ انعام آیت ۵۹)

ترجمہ: حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے، علم غیب کا۔ سوائے اس کے اس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے، مگر جو بات حق تعالیٰ اپنے کسی بندہ مقبول کو، بذریعہ وحی یا کشف بتادے، تو وہ اس کو معلوم ہوجاتی ہے اور پھر وہ مقبول اوروں کو بتادے، تو ان کو بھی معلوم ہوجاتی ہے۔ جیسا علم جنت، دوزخ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو بتادیا، پھر انہوں نے اپنی اپنی امت کو خبر دے دی۔ چنانچہ آیت سورہ جن سے واضح ہے۔(۱) جس کا حاصل یہ ہے کہ جو خبر غیب کی حق تعالیٰ اپنے مقبول کو بتادے، اس کو وہ خبر معلوم ہوجاتی ہے، اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جملہ اشیائے غائبہ، نبی کو معلوم ہوجاتی ہیں، کیونکہ اگر یہ مطلب ہو کہ رسول کو تمام علم غیب ہوجاتا ہے، تو دوسری آیت صاف اس کے مخالف خبر دے رہی ہے۔ وہ یہ ہے:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ.

(سورہ اعراف آیت ۱۸۸)

ترجمہ: کہہ دے تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو کہ میں مالک نہیں، اپنی جان کے کچھ نفع نقصان کا، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، اور اگر مجھ کو علم غیب ہوتا تو البتہ بہت جمع کر لیتا میں نیکی، اور مجھ کو کچھ ضرر نہ ہوتا۔

پس اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ آپ کو جملہ اشیائے غائبہ کا علم نہیں، یہاں تک کہ اپنی ذات کا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں، پس یہ عقیدہ البتہ خلاف آیت قرآن کے شرک ہوا، خود دوسری جگہ موجود ہے:

---

(۱) سورۂ جن کی وہ آیت یہ ہے: "علم الغیب فلا یُظْهِرُ علی غیبه أحداً إلَّا مَنِ ارتضی مِنْ رسولٍ" الآیة. ترجمہ: غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ پس (وہ اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس کے آگے پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کا پیغام (رسول تک بہ حفاظت) پہنچا دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان پہرہ داروں کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اور انکو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔ (آیات: ۲۶-۲۸) (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ. ترجمہ: مجھ کو معلوم نہیں کہ آخرت (میں) میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ (سورہ احقاف آیت ۹)

پس جب صاف ظاہر ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہیں، مگر جس قدر آپ کو اطلاع دی جاتی اور اس پر بہت آیات اور احادیث شاہد ہیں۔ پس خلاف اس کے یہ عقیدہ رکھنا، کہ انبیاء علیہم السلام تمام غیب کو جانتے ہیں، شرک قبیح جلی ہوگا۔ معاذ اللہ! حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدۂ فاسدہ سے نجات دے اور توبہ نصیب کرے، آمین۔

بس یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک ہوا، اور جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہ ہوا، تو یا رسول اللہ کہنا بھی غیر جائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے گا، کہ آپ بسبب علم غیب کے دور سے سن سکتے ہیں، تو یہ عقیدہ کفر ہے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو کفر نہیں، مگر یہ کلمہ مشابہ بہ کفر ہے۔

البتہ اگر یہ کلمہ درود شریف کے درمیان پڑھا جائے، اور یہ عقیدہ ہو، کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے روبرو عرض کرتے ہیں، تو درست ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ درود بندہ مومن کا، ملائکہ آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کرتے ہیں اور ایک جماعت ملائکہ کی اسی خدمت پر مامور ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص:۴۹-۵۰)

[نوٹ: اس فتوی کے ساتھ مزید سوالات اور ان کے جوابات بھی مرقوم ہیں، جو اسی مجموعہ فتاویٰ میں اپنے اپنے موقع پر درج ہیں، آخر میں لکھا ہے۔ فقط -نور-]

اس پر مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تصدیق وتصحیح بھی درج ہے: الأجوبة صحيحة محمد يعقوب نانوتويؒ

(۶۱) کذبِ باری کو واقع ماننا سراسر گمراہی ہے:(۲) سوال: (۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ ذات باری (تعالیٰ) عزاسمہ موصوف بصفت کذب ہے، یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے، یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ کیسا ہے؟ فقط۔

---

(۱) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان للّٰہ ملائکة فی الارض سیاحین یبلغونی من امتی السلام. رواہ الإمام أحمد فی مسندہ (۳/۵۳۲) رقم: ۳۶۶۶، نیز ج: ۴ ص: ۲۱۶، رقم: ۴۳۲۰ [دار الحدیث القاھرة: ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء] ورواہ النسائی والدارمی، عن ابن مسعود. دیکھئے مشکوة المصابیح، الفصل الثانی، باب الصلوة علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ص ۸۶ ج ۱- [کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۲ء] القول البدیع للامام السخاوی مع تخریج وتحقیق شیخ محمد عوامہ ص ۳۲۳ [دار البشر للنشر، مدینہ منورہ ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء] [فقیر]

(۲) کذب باری: مسئلہ کی صحیح تعبیر نہیں، صحیح تعبیر عموم قدرت باری تعالیٰ ہے اور یہ نہایت آسان اور بدیہی مسئلہ ہے، مگر تعبیر کی خرابی نے ایک نہایت اہم بحث چھیڑ دی۔ بھلا کون مومن یہ بات تسلیم کرے گا کہ خدائے تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے، یعنی خلاف واقعہ بات فرماتا ہے۔ بحث درحقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جو خبریں دی ہیں، مثلاً فرعون، ہامان اور ابولہب جہنمی ہیں اور جن کا ایمان پر خاتمہ ہوگا وہ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: ذات پاک حق تعالیٰ جل جلالہ کی پاک منزہ ہے، اس سے کہ متصف بصفت کذب کیا جاوے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا بھی نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ

ومن اصدق من اللہ قیلاً (پ ۵ آیت ۸۲) ترجمہ بات میں کون اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا نہیں۔

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے، یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے، وہ قطعاً کافر (و) ملعون ہے اور مخالف قرآن وحدیث کا اور اجماع امت کا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں

تعالی اللہ عما یقولون الظالمون علوًا کبیرًا ترجمہ اللہ تعالیٰ ظالموں کی بات سے بہت ہی اونچا ہے۔

یہ عقیدہ اہل ایمان کا سب کا ہے، کہ خدا تعالیٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن مجید میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے، وہ حکم قطعی ہے۔ اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ وہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ ان کو جنت دیدے، عاجز نہیں ہوئے گا، قادر ہے، اگر چاہے (اپنے اختیار سے) نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالیٰ:

ولو شئنا لاتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین○ (الم سجدہ: ۱۳) ترجمہ: اور اگر ہم چاہتے تو سمجھا دیتے ہر جی کو اس کی راہ، لیکن ٹھیک پڑ چکی ہے میری کہی بات، کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ، جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا جنتی ہیں، ان اخبار کی جانب مخالف اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں یا نہیں؟ یعنی کیا وہ اس پر قادر ہیں کہ وہ فرعون و ابولہب کو جنت میں بھیج دیں اور مومنین کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈالدیں؟ جواب نہایت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ دونوں پہلوؤں پر قادر ہیں، کیونکہ وہ قادر مطلق ہیں، مگر وہ اپنی حکمت کے خلاف نہیں کریں گے، کیونکہ ارادہ لمحال المقدور ہیں ترجیح کا مادہ ہے پس انہوں نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہی ہوگا۔ اس کے برخلاف نہیں ہوگا۔ انہوں نے اپنی اختیاری قوتوں میں سے ایک جزئی کی بنا پر اس طرح کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے، اسی طرح ہر اس مسئلہ کو پہلے ہی سے عموم قدرت باری تعالیٰ سے تعبیر کیا جاتا تو کچھ اختلاف نہیں ہوتا، مگر افسوس ہے کہ اس کے باوجود کہ باری تعالیٰ کی تعبیر اختیار کی گئی اور یہ تعبیر پہلے سے چلی آرہی تھی، مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید نے یہ تعبیر پیش نہیں کی، مگر اس کی وجہ سے سخت اعتراضات اٹھ گئے، حضرت سے جواب میں اسی کی وضاحت کی ہے کہ کذب باری کا جو فعل جزئی مفہوم ہے وہ غیر ہے البتہ وہ فعل مختار ہے پس اس کی قدرت خبر کے دونوں پہلوؤں پر، یہ کیسی صاف ہے ہمارا عقیدہ تو صاف یہ ہے۔ یعنی عموم قدرت باری تعالیٰ کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، اس کی مزید وضاحت اگلے نمبر پر آرہی ہے۔ (پانی پتی)

(۳) یہ فتویٰ مجموعہ "فتاویٰ اکابر دیوبند" مرتبہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی (مہتمم بک ڈپو دیوبند، طبع اس بار سنہ) میں ص ۵۹-۶۰ پر درج ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ (طبع دوم، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۴۱۲ھ) میں ص ۹۶ پر درج ہے، مگر وہ حوالہ کرکا غلط معلوم نہیں اور اول مذکر کا غلط بہت مستبعد نہیں۔ ان فتاویٰ کے قدیم ترین ماخذ "فیض رشیدیہ" (طبع اول مطبع انوار الطباع مراد آباد ۱۳۱۰ھ) ہے، جس میں یہ فتویٰ صفحہ ۶۹-۷۰ پر موجود ہے۔ جس کے الفاظ کو ذرہ دونوں متون سے ملا کر مختصر میں اس پر متعدد اضافات بھی درج ہیں، اسی سے ان دونوں نے لیا گیا ہے۔ (نور)

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا اس کو مؤمن کر دیتا، مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کریگا، اور سب اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں۔ وہ فاعل مختار: فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے، یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ھذا الجواب صحیح محمد مراد مدرس مظفر نگر (۱)

[فیوض رشیدیہ: ص: ۲۶-۲۷ غالباً خیر المطابع، میرٹھ: ۱۳۱۰ھ]

(۶۲) شاہ محمد اسماعیل کی تحریر میں امکانِ کذب سے کیا مراد ہے؟

سوال: جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم دہلوی، اپنے رسالہ یک روزی (۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ، اللہ تعالیٰ کو قدرت علی الکذب ہے، مگر وقوع بسبب مصلحت وحکمت ازلی محال ہے، اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم بھی امکان کذب باری تعالیٰ شانہ کے قائل تھے، اور کتب عقائد وغیرہ سے بھی امکان خلف وعید وغیرہ مفہوم ہوتا ہے، مگر بعض طلباء نے جو مولوی لطف اللہ صاحب کولوی (۳) سے اور مولوی احمد حسن صاحب مدرس کانپوری (۴) سے دریافت کیا، تو یہ کہا کہ امکان اور قدرت علی الکذب کہنا بددینی ہے، اور کذب پر اللہ تعالیٰ شانہ ہرگز قادر نہیں، محال بالذات ہے کہ سبب نقص کا ہے۔ لہٰذا آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ جو بات حق ہو تحریر فرما کر ارسال فرماویں، اگر دلائل بھی ہوں تو بہتر ہے۔

---

(۱) اس فتویٰ کا یہ حصہ فیوض رشیدیہ ص ۲۶ پر درج ہے، مگر تالیفات رشیدیہ ص ۹۶ وغیرہ میں اس فتویٰ کے آخر میں بیضاوی کے حوالہ سے جو عبارت ہے وہ فیض رشیدیہ میں موجود نہیں۔ (نور)

(۲) رسالہ یک روزی، صفحہ ۲۴ بر حاشیہ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والصریح (افضل المطابع ۱۲۸۶ھ) رسالہ یک روزی، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی مختصر مگر معروف تالیفات میں سے ہے۔ یہ رسالہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے چند اعتراضات کے جواب میں ہے، شاہ محمد اسماعیل کے، بلی سے سفر ہجرت وجہاد پر روانگی (آخر ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۵ء) کے آٹھ مہینے کے بعد مولانا خیر آبادی نے شاہ شہید کی ایمان، فروز، انقلابی تصنیف تقویۃ الایمان کی ایک مہمت پر اعتراض کرتے ہوئے، امکان کذب وغیرہ کی مشکلمہ نگر پامال بحثوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کی۔ مولانا خیر آبادی کی یہ تحریر یا مختصر رسالہ مولانا شہید کو سفر کے دوران، شکار پور سندھ کے قیام کے درمیان (جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ مطابق جنوری، فروری ۱۸۲۶ء میں) ملا تھا، مولانا شہید نے اسی وقت بلکہ اسی نشست میں اس کا قلم برداشتہ جواب لکھ دیا، اسی وجہ سے اس کو رسالہ یک روزی کہا جاتا ہے۔ رسالہ یک روزی پہلی مرتبہ شاہ شہید کی تالیف ایضاح الحق الصریح کے حاشیہ پر مطبع فضل المطابع سے ۱۲۸۶ھ میں چھپا تھا۔ رسالہ یک روزی کے قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ (نور)

(۳-۴) مولانا احمد حسن اور مولانا لطف اللہ دونوں گویا ایک مرتبہ کے عالم تھے، دونوں کا علم وکمال، درس وافادہ میں بہت بڑا نام اور مقام تھا، دونوں سے بے شمار بڑے علماء نے پڑھا اور مرتبہ پایا۔ مولانا لطف اللہ علی گڈھی۔ [علی گڈھ کو پرانے دور میں کول کہا جاتا تھا] اپنے زمانے کے بہت مشہور جلیل القدر عالم، بلند پایہ مدرس تھے، وفات ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء۔ تفصیلات کے لئے استاذ الاساتذہ، مولانا نواب حبیب الرحمن خاں شروانی۔

مولانا احمد حسن، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سب سے پہلے نائب صدر مدرس تھے، تقریباً بیس سال مظاہر علوم میں رہے، پھر کانپور چلے گئے تھے ان کا ایک بہت بڑا علمی کارنامہ مشکوٰۃ مولانا کے رد کی تصحیح اور اس کی نہایت عمدہ وطبع ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے اجازت حاصل تھی۔ وفات ۳ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۱۴ء۔ مولانا کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے راقم سطور کی تالیف تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی۔ (نور)

السلام علیکم

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

اس مسئلہ میں بحث کرنا بدانجام رکھتی ہے۔ ذات پاک حق تعالیٰ کی ہر عیب سے پاک اور بری ہے، پہلے مسعود احمد (۱) نے پوچھا تھا تو انکار کر دیا تھا، اب آپ کی تحریر پر لکھتا ہوں۔ (۲)

اِخبار فی ذاتہ خیر محض ہے، خبر کذب میں جو شر عارض ہوا، بسبب عدم لاحق کے ہوا [یعنی بسبب اس قول کے عدم کے ہوا] کہ خلاف محکی کے ہے۔ کلمہ خبر میں کہ وجود محض ہے، کوئی شر نہیں، پس نسبت کسی چیز کی اور کسی فعل کی الی الخالق، قبیح نہیں ہو سکتی۔

---

(۱) مولانا حکیم مسعود احمد، حضرت مولانا کے بڑے فرزند تھے، والد سے تعلیم حاصل کی، طب پڑھی اور خاص شان کی زندگی گزاری۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ کو گنگوہ میں وفات ہوئی۔ (ریاض کبیر، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ [قلمی عکس نسخہ مؤلف، مملوکہ راقم سطور]) (نور)

(۲) سوال یہ تھا کہ مولانا شہید اور مولانا نانوتوی امکان کذب کے قائل ہیں اور علم کلام کی کتابوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وعد وعید میں خلف (پیچھے رہ جانا یعنی پورا نہ ہونا) ممکن ہے اور یہی امکان کذب ہے۔ مثلاً ان اللہ لا یغفران یشرک بہ وعید کی آیت ہے، پس ممکن ہے کہ یہ بات نہ پائی جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت کر دیں، یہ بات ممکن ہے، یہی امکان خلف وعید ہے اور اسی کا نام امکان کذب ہے، مگر مولانا لطف اللہ صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور اس کو محال بالذات قرار دیتے تھے۔

حضرت نے اس تحریر میں دونوں فریقوں کی تصویب کی ہے، اس تحریر کے آخر میں فرمایا ہے کہ مولانا شہید کی بات برحق ہے، مگر ان کے مخالفین نے لفظوں کے ظاہری معنی کے پیش نظر اس تعبیر کو بدعتی قرار دیا ہے، اور عوام کو ایسا ہی جواب دینا چاہئے، وہ امکانی ذاتی اور امتناع بالغیر کا فرق نہیں سمجھ سکتے۔

رہی یہ بات کہ مولانا شہید کی بات برحق کیسے ہے؟ اس کو اگر حضرت تعبیر بدل کر سمجھاتے تو بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی، جیسا کہ ہم نے پچھلے نمبر پر لکھا ہے، مگر حضرت نے اسی تعبیر کو برقرار رکھتے ہوئے، اس کے برحق ہونے کو واضح کیا ہے، جس کو سمجھنے کے لئے پہلے چار باتیں جان لینی چاہئیں:

۱- ہر کلام خبری کے لئے محکی عنہ ہوتا ہے، پھر اگر نسبت کلامیہ نسبت واقعہ کے مطابق ہے تو کلام صادق ہے۔ ورنہ کاذب ہے، جیسے: زید نائم علی السریر کلام خبری ہے اور اس میں نسبت ایجابیہ ہے اور خارج میں زید کا چارپائی پر سویا ہوا ہونا محکی عنہ ہے اور یہی نسبت واقعیہ ہے۔ پس اگر واقعۃً زید چارپائی پر سویا ہوا ہے تو یہ کلام سچا ہے، ورنہ جھوٹا ہے۔

۲- ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تعلق سے خیر ہے، بندوں کے تعلق سے خواہ وہ شر ہو۔ جیسے توحید اور شرک اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے خیر ہیں، مگر بندوں کے کسب وعمل کے اعتبار سے ایک خیر ہے اور ایک شر۔ پس ایسی صورت میں کہیں گے کہ دونوں باتیں فی نفسہ خیر ہیں اور لغیرہ ایک خیر ہے اور ایک شر! اور یہ مضمون حدیث جبرئیل میں آیا ہے کہ تقدیر خواہ اچھی ہو یا بری (یعنی بندوں کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان کی طرف سے دونوں باتیں خیر محض ہیں۔

۳- ایک اصل ہے اور ایک عارض ہے، اصل کے اعتبار سے حکم اور ہو اور عارض کے اعتبار سے حکم دوسرا ہو، یہ بات ممکن ہے، جیسے تازہ دودھ اچھی چیز ہے اور بگڑا ہوا دودھ قابل استعمال ہے۔

۴- محال اور ممتنع کی دو قسمیں ہیں، محال بالذات اور محال بالغیر! جیسے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ملک سے نکال دیں، یہ بات بالذات محال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ملک کے علاوہ کوئی ملک ہے ہی نہیں، نکال کر جہاں بھی کریں گے وہ انہی کا ملک ہوگا، اور اللہ تعالیٰ شرک کو بخش دیں، یہ بات محال بالغیر ہے، جب وہ اس کی عدم مغفرت کی خبر دے چکے ہیں تو اب بخشش ممکن نہیں ہے، البتہ فی نفسہ چونکہ ان کی قدرت ضدین کو شامل ہے، اس لئے بالذات یہ بات ممکن ہے، یعنی عموم قدرت کے پیش نظر اس کا امکان واحتمال ضرور ہے۔

اب جاننا چاہئے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام خبریں خواہ ان کا تعلق وعدوں سے ہو یا وعیدوں سے خیر محض ہیں، البتہ اگر وہ وعد وعید پورے نہ ہوں تو وہ خبریں جھوٹی ہوں گی اور جھوٹ شر ہے مگر یہ شر عارضی ہے، چونکہ وعد وعید پورے نہ ہوئے اور محکی عنہ کے خلاف ہو گیا، اس لئے یہ شر عارض ہوا، مگر اخبار کے اصل الفاظ میں کوئی شر نہیں، وہ وجود محض ہے، اس لئے امکان کذب ایک امر عارض ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبریں فی نفسہ صادق ہیں، اور کذب محال بالعرض ہے، محال بالذات نہیں جو سبب نقص ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کذب یا تو محال بالذات ہے یا بالغیر! بصورت اول اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں کیا جا سکتا اور بصورت ثانی ثابت کرنا ممکن ہے، کیونکہ اس صورت میں بالذات امکان ہوتا ہے اور بالغیر استحالہ، یہ بہت دقیق بات ہے، لیکن اگر ہم مسئلہ کی تعبیر بدل دیں اور عموم قدرت سے اس کو تعبیر کریں تو بات بالکل واضح اور بدیہی ہو جائے گی۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

والفقہ: خیر و شر ہ من اللہ تعالیٰ شانہ — اور تقدیر بھی خیر و شر اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے۔

عقیدہ یہ ہے کہ خالق تمام شر و خیر حق تعالیٰ شانہ ہے۔ کذب کا خالق بھی وہی ہے۔ بندہ کا سب کذب ہے اور اس کا کفر و کذب بھی حق سب میں عام خالق ہے۔ اگر اجازت ہوتی، کیا فتح تھا پس یہ قبوحات نسبت بہ عبد ہے نہ نسبت بہ مالک۔ معنی حق شانہ۔ پس ظاہر ہوا کہ مرحوم حق ہے، اس میں کوئی تردد نہیں۔ مخالف خاتمہ کے حال کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں اور یہ ہی جواب جو مرحوم دیتا لازم ہے اور ان کا قاعدہ یہی ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ فقط واللہ اعلم۔

(مجموعہ فتاویٰ ص ۲۰۰-۲۰۱)

(۱۳) حق تعالیٰ شانہ کے سامنے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا، مرتبہ و درجہ کیا ہے؟

سوال: علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نزد یک خدائے عزوجل کے، ایسا جانتا کہ بادشاہ کے روبرو چمار کا۔ (۱) پس یہ عقیدہ اہل اسلام کے واسطے کیسا ہے؟ فقط

جواب: جناب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام درگاہ حق تعالیٰ میں نہایت مقرب ہیں، کہ کسی کو وہ تقرب حاصل نہیں مگر یہ تقرب محض بفضل حق کے ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وکان فضل اللہ علیک عظیما (نساء-۱۱۳) — اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔ (ترجمہ شیخ ہند)

وقولہ علیہ السلام:

الا أن یتغمدنی اللہ منہ بفضل ورحمۃ (۲) حدیث

مگر ذات فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذات حق تعالیٰ کی بہ نسبت اگر تصور کیا جاوے، تو ذات بابرکات آپ کو حق تعالیٰ سے کوئی نسبت متصور نہیں ہوتی۔ یہ نسبت جو سائل نے لکھی ہے، یہ بھی بعید ہے، کیونکہ حق تعالیٰ خالق ہے مثل [ہے]

لیس کمثلہ شیء۔ (الشوریٰ-۱۱) — نہیں ہے اس کی طرح کا کوئی۔ (ترجمہ شیخ الہند)

---

(۱) یہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے ان الفاظ کی طرف اشارہ ہے، جو شاہ شہید نے تقویۃ الایمان میں تحریر فرمائے ہیں۔ لکھا ہے

"وہ یہ تین جان لینا چاہئے کہ یہ مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"

ب ص ۲۵ تقویۃ الایمان (نسخہ مرتبہ: محمد ایوب قادری) (زمزم کتوبر ۱۹۴۴ء) (کراچی) [نور]

(۲) "مکمل آیت سورہ نساء کی آیت ۱۱۳ ہے اور اس کا ترجمہ ہے اور اللہ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے، اور حدیث مسند شریف کی ہے اور اس کا ترجمہ ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں مجھے ڈھانک لیں۔

رواہ مسلم. فی کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار. باب لن یدخل احد الجنۃ عملہ بل برحمۃ اللہ تعالیٰ (۲۱۶۶/۴) رقم: ۲۸۱۶ دار طیبہ، الریاض، ۱۴۲۷ھ [نور]

اور فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام مخلوق مرزوق محتاج حق تعالیٰ کے:

قَالَ لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ. (الزمر-۱۵)

فرمایا کہ اگر تو نے شریک مان لیا، تو اکارت جائیں گے تیرے عمل اور تو ہوگا، ٹوٹے میں پڑا۔

(ترجمہ شیخ الہند)

اِنْ اَھْلَکَنِیَ اللّٰہُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا. (۱) (سورہ ملک-۲۸)

اگر ہلاک کردے مجھ کو اللہ اور میرے ساتھ والوں کو یا ہم پر رحم کرے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پس جس شخص نے نسبت چمار پیش بادشاہ کو، بوجہ ذات آپ کی ذات حق تعالیٰ سے عقیدہ کیا، وہ مصیب ہے اور یہ نسبت امر صحیحہ واقعہ سے بہت کم ہے اور جو بوجہ تقرب کے ایسا عقیدہ کرلے، وہ خلاف عقیدہ اسلام کے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایسے مسائل کو علماء جانتے ہیں، عوام کے روبرو کہنا، ان کی فہم سے بڑھ کر کلام کرنا ہے، اغوائے خلق اس میں حاصل ہے۔ اور ایسی بحث عوام کو حرام ہے اور اس امر میں جہلا کی گفتگو موجب کفر کا ہے، کہ جاہل یا حق تعالیٰ کی شان عالی کی تنقیص کرکے کافر ہووے گا، یا فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی تذلیل جان کر، کافر بنے گا۔ فقط واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم.

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۸-۱۴۹)

.....

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) پہلی آیت: سورۃ الشوریٰ کی آیت: ۱۱ ہے، اس کا ترجمہ ہے: اس کی طرح کا کوئی نہیں۔ دوسری آیت سورۃ الزمر کی آیت: ۱۵ ہے، اس کا ترجمہ ہے: بخلاف اگر آپ نے شریک ٹھہرایا تو آپ کا عمل اکارت جائے گا، اور آپ ٹوٹے میں پڑنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ تیسری آیت سورۃ الملک کی آیت: ۲۸ ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کردیں یا ہم پر رحم فرمائیں۔

قولہ: بوجہ تقرب: یہ فضل حق کا مقابل ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کچھ مقام و مرتبہ ہے، وہ بفضلہ تعالیٰ ہے اور اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالذات یہ مقام حاصل کرلیا ہے، تو یہ بات اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔ (پالن پوری)

بدعات و رسوم

میلاد اور قیام

(۶۴) کس قسم کی محفل مولود جائز ہے؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خط آیا اور حال معلوم ہوا، جواب سوال یہ ہے

مولود کا پڑھنا اس طرح پر جس میں وہی روایات غلط اور ضعیف نہ ہوں، (۱) صحیح حال و اثبات واقعیہ وکافیہ ہو، اور مجمع خاص اس ذکر کے واسطے نہ کیا ہو، بلکہ وعظ میں یا بدون جمع کے یونہی لوگ بیٹھے ہوں، اور کوئی قید شیرینی و روشنی کی بھی نہ ہو، اور سننے والے فاسق (۲) فاجر، تماشہ بیں نہ ہوں اور ان تمام امور کا مثل وعظ اور نماز کے بھی نہ ہو، اور کوئی امر خلاف شرع بھی وہاں اور اس میں نہ ہو، تو درست اور مستحب ہے، اور جس طرح عقد مجلس ہو کر اب رواج ہے، یہ بدعت ہے اور منع ہے۔ ایسی مجلس میں شریک ہونا بھی منع اور گناہ ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۲۲۶)

(۶۵) مجلس میلاد کی حرمت و کراہت کی وجہ؟ مسئلہ: جیسا ذکر تمام سیر واحوال فخر عالم علیہ السلام کا مستحسن ہے، ایسا ہی ذکر ولادت آپ کا ذکر خیر ہے، مگر جب کوئی امر مکروہ و بدعت اس کے ساتھ منضم ہو جاتا ہے، تو وہ محفل ویسا ہی، بسبب انضمام امر مکروہ و بدعت بن جاتی ہے۔ مثل نماز کہ عمدہ عبادت اور افضل اطاعت ہے، اگر اس کو وقت مکروہ یا زمین غصب میں کوئی پڑھے، تو اس نمازی پر شرع کی طرف سے زجر وارد ہوتی ہے اور وہ نماز حرام و مکروہ ہو جاتی ہے، نہ بوجہ صلوٰۃ، بلکہ بوجہ انضمام اس امر غیر مشروع کے۔ علی ہذا حال ذکر مولود ہے، کہ اگر اس کو بروایات صحیحہ بیان کریں اور کوئی امر امور ممنوعہ غیر مشروعہ سے وہاں موجود نہ ہو تو جائز ہے، مگر مولود بہیئت مروجہ فی زماننا ہذا، بدعت و حرام ہے۔ کہ اس میں چند امور غیر مشروع موجود ہوتے ہیں۔

اوّل: مولود خواں جہال اور مؤلف اس کے، ایسی ایسی روایات فاسدہ بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کی اصل نہیں پائی جاتی، اور قواعد شرع کے خلاف ہیں اور موضوعات اور مفتریات روایات کو بیان کر کے، جہلاء کو خراب کرتے ہیں، جس کے ضمن میں طول ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے، اپنا

---

(۱) یعنی جس میں بہت ضعیف اور موضوع نہ ہو۔ (پاک پتن)

ٹھکانا دوزخ میں کرلے(۱) پس سامع اور قاری جملہ گنہگار ہیں، تو ایسی محفل پر لاریب حکم حرمت کا ہوگا اور اس میں شریک ہونا حرام کہا جائے گا۔

دوم: چراغ اور شموع زائد از حاجت جلاتے ہیں اور یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، چنانچہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ مسرفین بھائی شیطان کے ہیں (۲) پس ایسی محفل میں شریک ہونا گناہ ہے۔

سوم: تعین اوقات مولود خوانی اپنی رائے سے کرنا کہ فلاں روز زیادہ ثواب ہے اور فلاں تاریخ میں ضروری، یہ سب بدُ ہے کہ حکم مطلق کو اپنی رائے سے مقید کرنا، بدعاتِ قبیحہ سے ہے۔

چہارم: اہتمام مثل اہتمام نماز، روزہ وغیرہ ضروریات دین بلکہ بقدر زوائد، عوام تو اس کو مثل نماز روزہ وغیرہ ضروریاتِ دین نہایت ضروری جانتے ہیں، خواص گو دل میں ضروری نہیں جانتے، مگر معاملہ مثل ضروریاتِ دین کرتے ہیں، یہ بھی سخت بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے، کہ کوئی آدمی تم میں سے اپنی نماز میں شیطان کا حق اور حصہ مقرر نہ کرے، کہ اپنے اوپر ضروری اور لازم کرے اس بات کو، کہ بعد اتمام نماز اپنی جانب راست ہی، کی طرف رخ کرکے بیٹھا کرے، اور اپنی جانب چپ کی طرف رخ کرنے کو بُرا جانے، کہ اہتمام والتزام ممنوع ہے۔ (۳)

عالمگیری میں مرقوم ہے کہ جو امر مباح درجہ اباحت سے بڑھ کر، مثل واجب وسنت شمار کیا جاوے، تو وہ مکروہ اور حرام ہوجاتا ہے۔ (۴) غرض دین وایمان کا دارومدار اسی پر ہے کہ فرض، واجب وسنت، مستحب ومباح، حرام ومکروہ جملہ احکام کو اپنے اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور ہر ایک کا اہتمام وعظمت حسب حیثیت وبقدر مرتبہ کیا جائے، اور مرتبہ ہر ایک کا ضرور ملحوظ اور مدنظر رہے، ورنہ دین واسلام برائے نام ہے اور بس۔

---

(۱) من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار. متفق عليه، اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔ یہ حدیث جو سند اور متن دونوں طرح سے متواتر ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں، کہ یہ حدیث اٹھانوے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل وروایت کی ہے، جس میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔ اور ابن دحیہ نے کہا ہے کہ چار سو طرق سے مروی ہے۔ ملاحظہ ہو:

"كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على السنة الناس" علامه عجلونی، ص ۲۷۵ ج ۲ (داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع ثالث: بلاسنہ) [نور]

(۲) انّ المُبذّرينَ كانُوٓا اخوَان الشّيا طِين. وكان الشيطان لربه كفوراً (بنی اسرائیل: ۲۷) [نور]

(۳) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ قال: لايجعل احدكم للشيطان شيئًا من صلوته، يرىٰ ان حقا عليه، ان لاينصرف الا عن يمينه، لقد رأيت النبى صلى الله عليه وسلم كثيرًا ينصرف عن يساره. متفق عليه: رواه البخارى فى كتاب الأذان ج: ۱ ص: ۱۴۰ رقم الحديث: ۸۵۲ [رياض: ۱۴۰۴ ھ - ۱۹۸۴ء] و مسلم فى كتاب صلوة المسافرين ج: ۱ ص ۳۲۰ رقم الحديث: ۷۰۷ [دارطيبه رياض: ۱۴۲۷ ھ - ۲۰۰۶ء] [نور]

(۴) (الف): عالمگيرى باب مايتصل بذالک مسائل سجدة الشكر ج ۱ ص ۱۹۰. مطبوعه كلكته ۲۵۸ ھ. (ب): عالمگيرى ص: ۱۳۶ ج ۱ الباب الثالث عشر، مما يتصل بذلک مسائل سجدة الشكر (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

اور تداعی وزیب وزینت، تقسیم شیرینی بروز مولود، یہ سب اہتمام میں داخل ہیں۔

پنجم: محفل مولود میں فُساق وفُجار بہ لباس وصورت غیر مشروع حاضر ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بلاضرورت جمع ہونا اور مداہنت کرنا پڑتا ہے، یہ بھی ممنوع ہے۔ بہر حال یہ سب امور مذکورہ وغیر ذلک، مانع جواز حضور محفل مولود، ہمارے زمانہ کے ہیں۔ ایسے مجامع میں جانا، ناجائز وممنوع ہے۔

باقی رہا قیام وقت ذکر ولادت، اول تو یہ قیام کسی روایت سے ثابت نہیں اور قرونِ ثلاثہ میں ذکر ولادت پر قیام، کہیں ثابت نہیں ہوا۔ مع ہٰذا! خصوصاً اسی محفل میں قیام کرنا تو ضروری جانا جائے، اور سوائے اس محفل کے اگر کوئی بیان کردے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں تاریخ ویوم ووقت میں پیدا ہوئے، تو کوئی بھی قیام نہیں کرتا۔ یہ تخصیص بلاوجہ بدعت ہے، اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ وقت ذکر ولادت، روح پرفتوح حضرت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس محفل میں تشریف لاتی ہے، چنانچہ جہالِ زمانہ ہٰذا کا یہی عقیدہ ہے، تو اس نیت واعتقاد سے قیام عین شرک ہے اور افتراء محض!! اس عقیدہ سے قیام کرنا سخت حرام ہوگا، اور شرکاء اس محفل کے گنہگار ہوں گے۔

الحاصل! ہمارے زمانے کے میلاد میں جانا ممنوع ہے، اور وجہ حرمت وکراہت تحریر بالا سے واضح ہو چکی۔ اب ایسے مولود کو جائز کہنا اہل علم کا کام نہیں، باقی جہال جو چاہیں بکیں اور مانع کو طعن کرنا بھی سخت بیجا ہے، طاعن فاسق ہوگا۔ کیونکہ امر منکر کا منع کرنے والا امتثال امر ونہی عن المنکر کرتا ہے، اس کو طعن کرنا حدیث پر طعن کرنا ہے، اور ایسے مولود کو جائز کہنا محض خطا اور غلطی وجہل قواعد شرعیہ سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۳۵ تا ۳۸)

(۶۶) مروجہ میلاد وقیام بدعت ہیں: قیام مروجہ میلاد بدعت ہے، مکروہ ہے، نہ فرض، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب، اس کی کہیں اصل نہیں، اختراع جہلاء ہے۔ فقط کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(مجموعہ کلاں۔ ص ۳۰)

(۶۷) مروجہ مجالس مولود بدعت ہیں: مجالس مولود مروجہ مکروہ وبدعت ہیں، ان کی شرکت بھی ممنوع ہوئی۔ اگرچہ نفس ذکر ولادت مستحسن ہے اور روشنی حاجت سے زیادہ اسراف اور حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۰۲)

(۶۸) مجلس میلاد اور قیام کی شرعی حیثیت؟ سوال: زید نے وقت میلاد قیام نہ کیا، عوام نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعرض کیا، زید [نے] عذر کیا کہ میرے نزدیک مستحب ہے، تارک مستحب گنہگار نہیں، اور اصل وجہ یہ ہے کہ جو کتاب اس وقت ہوئی تھی، اس میں اس موقع پر اشارہ قیام نہیں، اس وجہ سے میں نے قیام نہیں کیا۔ اس پر زید کی تکفیر کی گئی اور اسکے بعد زید نے بارہا اسی خوف سے قیام کیا، مگر کفر سے عوام وخواص نے زید کو سبکدوش نہ فرمایا اور علماء نے بھی کہا، کہ پنج وقتہ زید پر لعنت مقدار ریگ بیاباں کے اور ریگ دریا کے بھیجو، مسجد میں بھی نہ آنے دو اور موالکت، مشاربت اور مجانست بھی، اسکے ساتھ مت رکھو، اس کے سب ہمراہی وساتھی کافر ہوگئے، اگرچہ نیت اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھی۔ فقط

جواب: مجلس میلاد اور قیام عند ذکر ولادت کا کہیں اثر، زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ صحابہ وتابعین سے معلوم نہیں ہوتا، یہ امر بعد چھ سو برس کے مخترع ہوا ہے(۱) اور کتب حدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہوتا، کہ بوقت ذکر ولادت قیام مسنون یا مستحب ہو۔ پس ایسے امر پر اہتمام کرنا اور ضروری جاننا محض بدعت ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا ھذا مالیس منہ فھو رد. الحدیث (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی (یا ملائی) وہ مردود ہے۔

اگر کوئی کنج وکاوٴ عرق ریزی کرکے، اباحت وندب اس مجلس کا وقیام کا مدعی ہووے، تو بھی ہرگاہ کہ اس مجلس کو واجب جاننے لگے، یا عوام اس کو ضروری سمجھنے لگیں، تو یہ فعل بدعت، ناجائز ہوجاتا ہے۔ [ملا] علی قاری شرح مشکوٰۃ میں کہتے ہیں:

من أصر علی أمر مندوب وجعلہ عزما، ولم یعمل بالرخصۃ، فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعۃ أو منکر. انتھی(۳)

جس نے مستحب پر عمل کیا اور اس کو ضروری سمجھ لیا اور رخصت پر کاربند نہ ہوا، پس اس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا ہے، تو اس کا کیا حال ہوگا جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرتا ہے۔

---

(۱) ائمہ مؤرخین نے اس کی صراحت کی ہے کہ جشن میلاد مظفر الدین کوکبری بن علی ابوسعید نے ایجاد کیا، وہ اس کی بہت لمبی چوڑی نہایت مسرفانہ اور فضول محفلیں منعقد کیا کرتا تھا، جو چار چار دن تک جاری رہتیں۔ ان مجلسوں کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہوں: ابن خلکان ۲ ۲۹۱ (دار التراث العربی۔ بیروت: ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) البدایۃ والنہایۃ ۱۳/۱۳۶ (مکتبۃ الریاض)۔ [نور]

(۲) متفق علیہ عن عائشۃؓ: بخاری. کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردودٌ. ص ۳۷۱ ج ۱. (مراد آباد ۱۴۱۵ھ) نیز بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰ رقم الحدیث ۲۶۹۷ [مکتبہ ریاض] و مسلم کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور ج: ۲/ص: ۸۲۱ رقم الحدیث ۱۷۱۸ [دار طیبہ، ریاض. ۱۴۲۷ھ - ۲۰۰۶ء] [نیز دیکھئے: مشکوٰۃ: باب الاعتصام بالکتاب والسنہ ص ۲۷ ج ۱ (مع تصحیح و تحشیہ رشیدیہ) بلا نسبہ

(۳) باب الدعاء فی التشہد. الفصل الاول. مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۵۳ جلد ثانی (مکتبہ حامدیہ ملتان. ۱۳۸۶ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتاویٰ عالمگیریہ باب السجدات میں لکھا ہے:

وما يفعل عقيب الصلوٰة مكروه، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه. انتهىٰ(۱)

اور جو کچھ (چند لوگ) نماز کے بعد کرتے ہیں، وہ مکروہ ہے، کیوں کہ جاہل لوگ، اس کو دین کا ضروری کام خیال کریں گے، اور ہر وہ مباح جو فسادِ عقیدہ کا سبب بنے، وہ مکروہ ہے۔

پس یہ شخص جو زید کو بہ سبب عدم قیام ذکر ولادت کے، کافر کہتا ہے، جاہل ہے نہ [کہ] عالم، گمراہ ہے نہ [کہ] مہتدی۔ زید ہرگز ہرگز، ترک قیام کے باعث کافر فاسق، عاصی نہیں، ہاں اس مجلس کی شرکت کے باعث گنہگار ہے، اور جو کوئی ایسے مسلمان کو بلاوجہ کافر کہتا ہے، خود کفر کا وبال اس پر عائد ہوتا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايرمي رجلٌ رجلاً بالفسوق ولايرميه بالكفر، إلاّ ارتدت عليه، ان لم يكن صاحبه كذالك. رواه البخاى(۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ حکم لگائے کوئی شخص کسی کو فسق کا اور نہ کفر کا ورنہ وہ (اسی کہنے والے کی طرف) لوٹ جائے گا اگر وہ (جس کے لئے یہ کہا گیا ہے حقیقت میں) ایسا نہ ہو۔ [ت: نور]

پس یہ جاہل جو زید کو کافر بتاتا ہے خود بلائے کفر میں مبتلا ہے اور زید بوجہ عدم قیام کافر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی (مہر) (مجموعہ کلاں ص ۲۷-۲۹)

(۶۹) ذکر ولادت کے وقت قیام کے بدعت ہونے کی مفصل بحث: مسئلہ: وقت ذکر

میلاد کھڑے ہونے کی کہیں شرع میں قرونِ ثلاثہ سے اصل ثابت نہیں، جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر اور حالات اور ولادت کا ذکر، ان قرون میں بطور وعظ وتحدیث وتدریس، ہزار بار دفعہ ہوتا تھا، مگر کسی روایت سے کہیں ثابت نہ ہوا، کہ بروقت ذکر ولادت کوئی کبھی کھڑا ہوا ہو، یا کہیں خود جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ استحباب یا ادب ارشاد فرمایا ہو۔ یہ بات کہ خود جناب علیہ السلام کی تعظیم کو کوئی کھڑا ہو، یہ دوسری بات ہے، مگر آپ کے ذکر ولادت یا غیر ولادت پر

---

(۱) (الف): عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱. ومما يتصل بذالك مسائل سجدة الشكر (مطبوعہ ہندر ہوگلی کلکتہ۔ ۱۲۵۸ھ)

(ب): عالمگیری ص ۱۳۶ ج ۱ الباب الثالث عشر ومما يتصل بذالك مسائل سجدة الشكر مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ: ۱۴۰۳ھ) [نور]

(۲) رواہ بخاری عن ابی ذرؓ ص ۸۹۳ ج ۲۔ كتاب الادب باب ما ينهى عن السباب واللعن (مراد آباد: ۱۴۱۵ھ) نیز بخاری شریف ج: ۳: ۲۳: ۸ ص: ۱۳ رقم الحدیث: ۶۰۴۵ [مکتبہ ریاض مکۃ المکرمہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء] نیز دیکھئے مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان و الغيبة، الفصل الاول ج: ۲ ص ۴۱۱. رقم الحديث: ۴۸۱۶. [عكس طبع نور محمد، رشيديه دهلى: ۱۹۵۵ھ] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

قیام کرنا، ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا۔ ایک روایت صحیحہ بھی اس باب میں وارد نہیں۔ پس اولاً تو یہی حجت قیام کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے، کہ ثبوت اس کا قرونِ ثلاثہ میں ثابت نہیں ہوسکتا۔

اور پھر جب اس قدر غلو ہوجائے کہ اس کو واجب کہنے لگیں، اور تارک پر ملامت ہونے لگے، تو خواہ مخواہ منکر و بدعت ہوجائے گا۔ یہ تو ایک امر مُحدَث ہے، اگر کسی امر ثابت جائز کو بھی عوام واجب جاننے لگیں، وہ بھی ناجائز ہوجاتا ہے۔

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه: قال لايجعل احدكم للشيطان نصيبا من صلوته، يرىٰ أن حقا عليه ان لاينصرف إلا عن يمينه، لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيراً ينصرف عن يساره.(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے اس طرح کہ دائیں جانب سے رخ کرنے [پھرنے] کو لازم سمجھ لے، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، بارہا بائیں جانب سے گھومتے ہوئے [بھی] دیکھا ہے۔

قال على القارى فى شرح المشكوٰة فى شرح هذا الحديث: من أصر علىٰ أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أومنكر. انتهى (۲)

ملا علی قاری، اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جس نے مستحب پر ضروری سمجھ کر عمل کیا اور رخصت پر کاربند نہ ہوا، اس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا۔ پس کیا حکم ہوگا اس شخص کا، جو بدعت اور منکر پر اصرار کرتا ہے۔ [ت:نور]

اور عالمگیری میں ہے:

ومايفعل عقيب الصلوات مكروه، لأن الجهال يعتقدونها سنة أوواجبة، وكل مباح يؤدى إليه فمكروه. انتهىٰ (۳)

جو کچھ (فرض) نمازوں کے بعد کیا جاتا ہے، وہ مکروہ ہے، کیونکہ جاہل لوگ اس کو دین کا ضروری کام خیال کریں گے، اور ہر وہ مباح کام جس کو واجب سمجھ لیا جائے، مکروہ ہے۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج ابھی قریب ہی گزر چکی ہے۔

(۲) مرقاة شرح مشكوة ص ۳۵۳ ج ۲. (امداديه ملتان: ۱۳۸۶ھ) [نور]

(۳) (الف) عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱۔ باب ومما يتصل بذالک مسائل سجدة الشكر مطبوعہ بندر ہوگلی: ۱۲۵۸ھ) [نور]

(ب) عالمگیری ص ۱۳۶، ج ۱۔ الباب الثالث عشر مما يتصل بذلک مسائل سجدة الشكر (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

پس اولاً ثابت ہوگیا کہ قیام وقت ذکر ولادت، کہیں حدیث وآثار سے قولاً وفعلاً وتقریراً ثابت نہیں ہوسکتا۔ یہ امر خود محدث ہوا۔ اور ثانیاً اگر فرضاً کچھ ثابت بھی ہوجاوے، تو واجب وسنت ومستحب تو ہرگز نہیں ہوسکتا، کیوں کہ واجب وہ حکم ہے کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ، یا نص ظنی الثبوت وقطعی الدلالۃ سے ثابت ہو، اور یہاں در باب قیام کے کوئی نص بھی قوی یا ضعیف نہیں، اور سنت اس حکم کو کہتے ہیں کہ مواظبت جناب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خلفائے راشدین کی اس پر ثابت ہو، اور یہ فعل ایک بار بھی ثابت نہیں ہوا، تو سنت کیا مندوب ومستحب بھی نہیں ہوسکتا۔ نہایت الامر! اباحت وادب ثابت ہوگا اور جب کسی امر مباح کو واجب بنایا جائے، تو وہ خود بدعت ومکروہ ہوجاتا ہے۔ چنانچہ قول ابن مسعود اور ملا علی قاری اور روایت عالمگیریہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔

بہر حال اس قیام کو واجب کہنا حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے، کیوں کہ جو فعل مستحب ومندوب بھی نہ ہو، اس کو واجب کہنا خود مجادلہ شارع علیہ السلام سے کرنا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف، تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی، اور ڈالیں گے ہم اسکو دوزخ میں، اور وہ بہت ہی بری جگہ پہنچا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

الغرض قیام ذکر ولادت، بایں وجہ ہے کہ ان لوگوں کو کوئی حدیث موضوع، در باب ثواب قیام مذکور ملی ہو، یا کسی بزرگ کا قول یا فعل ان کو معلوم ہو، کہ اس کے موافق ثواب جان کر قیام کرتے ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ احادیث غیر معتبر وموضوعہ سے ثواب وعقاب کا ثبوت نہیں ہوتا، اور قول وفعل بزرگوں سے بھی جواز واستحباب ثابت نہیں ہوتا، جب تک کہ کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو۔ پس باوجود امور مذکورہ [کے] ہرگز یہ فعل موجب ثواب ومستحسن نہیں ہوسکتا، بلکہ بدعت ہی رہے گا، اور بالفرض اگر کوئی امر مبیح یا موجب ثواب بھی ہوگا، تو بعد تسلیم درجہ ندب سے نہ بڑھے گا اور اگر عوام اس قیام کو ضروری جانیں گے، تو حسب تحقیق مذکور ندب سے بدعت وکراہت میں آجائے گا۔ بہر حال یہ فعل سراسر حماقت ہے، کیوں کہ اگر یہی وجہ قیام کی ہے تو قیام بروقت ولادت آپ کے ہونا چاہئے، نہ یہ کہ ہر روز، اس کی نقل کیا کریں، اور آپ کی حالت ولادت کا سانگ بنایا جائے، معاذ اللہ! اور مثل کفار ہنود، کہ کنہیا کے پیدا ہونے کے روز اس کے جنم لینے کا سانگ اور نقل کرتے ہیں، یا روافض کہ ہر سال شہادت اہل بیت کا سانگ بناتے ہیں۔ یہ اعداء سنت آپ کی ولادت شریفہ کو فرض کر کے ہر روز ولادت قرار دیتے ہیں اور یہ خود حرام وقبیح اور حماقت ہے، شرع میں کہیں اس کی [کوئی] نظیر نہیں، کہ ایک فرضی امر کے ساتھ معاملہ حقیقت کا کیا جائے۔ اگر عید وجمعہ وغیرہ میں اعادہ ہے، تو بہ سبب حدوث اسباب اور تکرار وجود سبب نعمت کے ہے، اور جمعہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں شرافت ذاتی کی وجہ سے ہے، یوم ولادت میں، یا ہر مجلس ذکر میلاد میں کون سا سبب ولادت فخر عالم علیہ السلام کا مکرر ہوتا ہے جو گستاخ ایسی حرکت قبیحہ سے خود فضیحت ہوتے ہیں۔ پس یہ قیام بایں وجہ حرام اور موجب شبہ بکفار وفساق ہے۔

یا بایں وجہ قیام کرتے ہیں کہ ان مبتدعین نے زعم فاسد میں، روح پر فتوح فخر عالم علیہ السلام کی، اس مجلس ذی شرور میں کہ محل معاصی اور خلاف شرع اور مجمع فساق اور مخصر بدعات وشرور ومناہی ہے، تشریف لاتی ہے، تو یہ عقیدہ خود شرک ہے [اور] اگر آپ کو عالم غیب قرار دیتے ہیں، تو بایں عقیدہ قیام شرک ہوگا، اور در باب عقائد نص قطعی کی ضرورت ہے، ظنیات سے اعتقادیات کا ثبوت نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ ضعاف اخبار اور موضوعات سے۔ اور اگر عالم غیب علیہ السلام کو قرار نہیں دیتے، تو کس طریق سے حضور روح پر فتوح کا اثبات کیا، کیوں کہ بدون نصوص قطعیہ عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا اور یہاں کوئی نص نہیں، نہ قطعی اور نہ ظنی قطعی۔ پس یہ خیال فاسد وسوسۂ شیطانی ہوگا اور اس کا اتباع محض اتباع ھوا ہوگا۔

الی حاصل! یہ قیام در صورت اولیٰ بدعت ومکروہ ہے، اور در صورت ثانیہ حرام وکبیرہ، اور در صورت ثالثہ شرک وکفر اور در صورت رابعہ اتباع ہوائے شیطان وکبیرہ گناہ۔ (۱) پس یہ قیام کسی وجہ سے مشروع نہیں، اس کو واجب کہنا صراحت خلاف شرع اور اپنی عقل سے احکام ثابت کرنا ہے، ایسے شخص پر خوف کفر کا ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اس سے بچاوے اور اس کو ہدایت اور توبہ نصیب کرے۔ آمین! اور ضمن تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ مجلس میلاد فی زمانا بہیئت کذائیہ خود بدعت اور غیر مشروع اور گناہ ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ گلدستہ ص ۸۰-۸۳)

(۷۰) میلاد میں قیام کے ممنوع اور بدعت ہونے کی وجہ؟

مسئلہ: قیام وقت ذکر ولادت بدعت ہے، کیوں کہ قیام تعظیم وقت استماع نام پاک حق تعالیٰ، فقہاء نے اذان میں بھی ذکر کیا ہے، اور وقت آنے کسی معظم کے بھی احادیث سے ثابت ہے، (۲) وقت ذکر ولادت اگر بایں وجہ ہے کہ آپ کا نام پاک صلی اللہ علیہ وسلم ذکر ہوا ہے،

---

(۱) صورت اولیٰ کی حدیث مذکور یا کسی بزرگ کے قول فعل کی وجہ سے وقت ذکر ولادت قیام کرنا۔ صورت ثانیہ ولادت کا سانگ بنانا، صورت ثالثہ روح فتوح سے تشریف لانے کے عقیدہ سے قیام کرنا۔ صورت رابعہ بغیر اس عقیدہ کے قیام کرنا۔ [پالن پوری]

(۲) یہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی قریظہ کی طرف اشارہ ہے جب خود حضور بنی قریظہ کے موقعہ پر گدھے پر سوار ہو کر بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کے لیے آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا قوموا الی سیدکم، اس حدیث سے بعض حضرات نے معظم محترم کے آنے پر قیام تعظیمی کے جواز پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال بایں طور پر درست نہیں، بوجوہ، اول اسی حدیث میں قائم ہونے کی ممانعت بھی ہے یعنی جانوروں پر مت بیٹھو، ان کو سہارا دے کر تاڑو، اور الی بھی اس کا قرینہ ہے اور یہ قیام تعظیمی ہوتا تو لام آتا اور لسیدکم کہا جاتا۔ (پالن پوری)

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں

عن ابی سعید الخدری ان اھل قریظة لما نزلوا علی حکم سعد أرسل الیه النبی صلی الله علیه وسلم، فجاء علی حمار أقمر، فلما دنا قال النبی صلی الله علیه وسلم: قوموا الی سیدکم او الی خیرکم، فجاء حتی قعد الی رسول الله صلی الله علیه وسلم (ابوداؤد کتاب الادب باب فی القیام (۵-۴۳) رقم ۳-۵۱۷۱ مؤسسۃ الریان بیروت ۱۴۲۵ھ) [نور]

تو بعد تسلیم مشروعیت، اس وقت اور اس ہیئت و مجلس اور اس ذکر ولادت کے ساتھ، کیا وجہ تخصیص قیام کی ہے، جب نام پاک سنا جائے، قیام چاہئے، حالانکہ اذان اور اقامت میں قیام نہیں کرتے۔ بہر حال یہ تخصیص بدعت ہوگی۔

اور اگر بایں وجہ قیام ہے کہ آپ کی روح پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتی ہے، تو خود اندیشہ شرک کا ہے اور اگر اس وقت ولادت کا یہاں نقشہ تصور کر کے یہ قیام ہے، تو خود ایک تصویر پرستی اور مشابہت بت پرستاں اور اپنے خیال کے عابدوں کے ساتھ تشبہ ہے، یہ اشد بدعت ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۷۹-۸۰)

(۷۱) محفل ذکر ولادت کا شرعی حکم؟

سوال: ذکر ولادت و معجزات بلا ذکر وفات بشرطِ خلو، از بدعات و منکرات، محض بنظر ثواب نہ بطور رسم ہدایت ہے یا ضلالت، اگر ہدایت ہے تو تداعی بموجب ارشاد نبوی:

من دعا الی هدی کان له من الأجر، مثل أجور من تبعه. الحدیث رواه مسلم(۱)

جس نے کسی کو بھلائی کی طرف بلایا، تو اس کے لئے ان لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ہوگا، جس نے اس [کے بلانے کی وجہ سے] پر عمل کیا۔ (ت: نور)

کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو صورت اجتماع کے واسطے ذکر ولادت کے، کہ جس کی نسبت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مأۃ مسائل میں اجازت فرماتے ہیں، کیا ہے۔ وعبارته هكذا:

وقیاس عرس، بر مولود شریف غیر صحیح است، زیرا کہ در مولود ذکر ولادت خیر البشر است، وآں موجب فرحت وسرور است، و در شرع اجتماع برائے فرحت وسرور کہ خالی از بدعات و منکرات باشد آمدہ۔ فقط(۲)

عرس کو مولود شریف پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ مولود میں خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کا ذکر ہے، وہ تازگی اور خوشی کا ذریعہ ہے اور شریعت میں مسرت و خوشی کے ایسے موقعوں پر جو بدعتوں اور برائیوں سے خالی ہو، جمع ہونے کی اجازت ہے۔

جواب: نفس ذکر ولادت و معجزات و سیر فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ادب و مستحب ہے، مگر جو اس کے ساتھ کوئی امر مذموم شرعی مضموم ہو جاوے گا تو مکروہ اور حرام اور بدعت بن جائے گا۔ یہ امر متفق علیہ تمام امت کا ہے اور اہتمام و تداعی نوافل صلوٰۃ میں کہ ذکر ولادت سے بمراتب زیادہ ہے، فقہاء نے مکروہ تحریمی ہی لکھا ہے، سب کتب فقہ میں صریح منقول

---

(۱) الف: صحیح مسلم ص ۳۴۱، ج ۲۔ کتاب العلم، باب من سن سنة (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ)

ب: ص: ۱۲۳۴ جلد دوم۔ رقم الحدیث: ۲۶۷۴ ت: ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی [دار طیبہ ریاض: ۲۰۰۶ء] [نور]

(۲) مأیہ مسائل، ص ۳۰۔ سوال پانزدہم (مطبع مصطفائی: ۱۲۸۳ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے۔ اس مجلس موعود کا رسمانے کی، اگرچہ روایات غیر صحیحہ اور منکرات اور رسوم منکرہ سے خالی ہو، تو بدعت اضافی اور اس میں سے بدعت ہوگی، کہ دراصل جائز تھی۔

اب جواب عبارت مذکورہ مسائل کا طلب فرمانا زائد ہے، کیونکہ اس میں شرط جواز خلوا از بدعات و منکرات معلوم ہوا، اجتماع ممکن بمجملہ بدعات ہے، اور پھر اس زمانہ کو آپ سے وقت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کہ اس وقت ایسا شاید کا وکمان بھی اتفاق ہوتا ہو اور پھر بھی اجتماع نہیں ہوتا تھا اور نہ چھ فوس میں اس کا، جو ثابت تھا، نہ عوام کو اس کی عمدہ وجہات ہونے کی نیز فی برخلاف اس وقت ہے، کہ عوام تو اس کو فرض نماز سے بھی زیادہ موجب مغفرت نماز جانتے ہیں اور تارک کو مانع قوی مغفرت سمجھتے ہیں اور اس کا ترک مثل موت کے جانتے ہیں۔ قلوب میں تارک کی برائی اور اس جلسہ کی خوبی اس وجہ سے راسخ ہو رہی ہے کہ جس کی تحریر فضول ہے۔ ایسے وقت میں مباح مستحب بھی ناجائز و مکروہ ہو جاتا ہے، کہ عوام کے اعتقاد کو مؤکد ہوتا ہے۔ نیز کسی سورت کی قرآن شریف سے، کسی وقت معین میں جو مکروہ ہوئی، یہی وجہ ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) اس ہی باب میں فرماتے ہیں، کہ تیرے ایمان کو شیطان نہ نکال لیوے، کہ تو یوں جان جائے کہ جدنماز کے داہنی جانب سے پھرنا ضروری ہے، کیونکہ میں نے جانب بائیں بھی، جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھرتے دیکھا ہے۔

غرض مؤکد ہو جانا سنت مطلقہ کا ایک شق میں، موجب نزع ایمان فرمایا، ایسی حالت میں کسی وجہ سے اس مجلس کا انعقاد درست نہیں ہو سکتا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فتاویٰ ص ۔۔۔)

(۷۲) ذکر ولادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام؟

نیت ایک امر فرض ہے، اگر نطق سے نہ کر سکے تو زبان اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے، اس وقت زبان سے نیت کا کرنا فرض ہوگا اور زبان کے کہنے سے دل حاضر ہو جائے گا، تو زبان سے نیت کا کرنا مستحب ہوگا، کہ امر فرض کی تحصیل کو معین ہے اور جو ایسی شے ہو کہ فرض کے ادا میں اعانت کرے، وہ مستحب ہوتی ہے، اس کو قیام مولود سے کچھ مناسبت نہیں، کیوں کہ

اولاً: یہ امر کہ وقت ذکر ولادت کے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے، بالکل غلط ہے، کسی روایت میں یہ نہیں لکھا۔ اگر ہے تو یہ کہ وقت ذکر خیر کے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، پس چاہئے کہ ابتدائے ذکر خیر سے آخر تک کھڑے رہیں، تعظیم ملائکہ کے واسطے اول جب شروع ذکر خیر کا ہو، اس وقت وقت نزول ہے، جب قیام کریں۔

ثانیاً: خصوصیت ذکر ولادت کے قیام کے واسطے بدعت ہوئی، کہ کسی ذکر میں قیام نہ کرے، خاص ذکر ولادت میں یہ وجہ تخصیص کی ہے، کسی امر مطلق کو مخصوص کرنا بدعت ہو جائے گا، پھر نیت تو امر فرض تھا، قیام تعظیم کی کوئی فرضیت کی ہے۔ بہر حال یہ تو بدعت اہل بدعت سراسر پوچ بے معنی ہے۔ فقط

(مجموعہ فتاویٰ ص ۔۔۔)

عاشورا ومحرم سے متعلق احکام ومسائل

(۷۳) عشرہ محرم میں حلیم کھانے، شربت پلانے اور دیگر بدعات کا حکم؟

سوال: عشرۂ محرم میں حلیم پکانا اور شربت پلانا درست ہے، یا نہیں؟ یا جو خوش عقیدہ ہیں وہ اس میں داخل ہیں، اور عشرہ محرم میں نوافل بجماعت پڑھ کر، روح پرفتوح حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، ثواب پہنچانا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: شربت وحلیم سب بدعت ہیں اور رسم روافض ہے، خواہ بدعقیدہ کرے خواہ خوش عقیدہ۔ بدعت خوش عقیدہ سے زیادہ تر معیوب ہے، نوافل عشرہ [محرم] بھی بدعت [ہیں] خصوصاً بجماعت، مکروہ تحریمی ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی

الف: مجموعہ کلاں ص ۲۷ ب: مجموعہ فتاویٰ، مکتوبہ مولانا عبدالغفور چندیانوی ۱۳۱۱ھ ص ۴

ج: مجموعہ فتاویٰ مرتبہ ومکتوبہ: مولانا احمد شاہ حسن پوری۔ (بلاسنہ) ص ۳

(۷۴) عشرہ محرم میں ذکر شہادت پڑھنا، روزہ رکھنا اور صدقہ دینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: عشرہ محرم کو ذکر شہداء بیان کرنا اور اسی عشرہ میں روزہ رکھنا اور خیرات کرنا کیسا ہے؟ اس کا جواب کتب معتبرہ سے دیجئے۔ **بینوا توجروا.**

جواب: عشرہ میں ذکر شہادت پڑھنا حرام ہے، اس واسطے کہ بہ مشابہ رافضیوں کے ہے، وہ اس ایام میں اس ذکر کو افضل عبادت جانتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہ کام کرے، وہ ان میں ہی ہے (۱) پس ایسا کام کرنا رافضی ہونا ہوا۔ اور روزہ عشرہ کی نویں کو مستحب ہے (۲) اور خیرات وصدقہ دینا سب روز درست ہے، اس دن میں

---

(۱) من تشبہ بقوم فھو منھم. رواہ احمد عن ابن عمر رقم الحدیث: ۵۱۱۴-۵۱۱۵. ص: ۵۱۶/ج: ۴. تحقیق علامہ احمد محمد شاکر. وابو داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ ص: ۵۵۹ [مطبع اصح المطابع، کلکتہ:] نیز باب مذکور ابوداؤد ج: ۴/ص: ۳۹۱ رقم الحدیث: ۴۰۳۱ [دار القبلہ، للثقافۃ الاسلامیہ. طبعہ ثانیہ جدہ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء] [نور]

(۲) روزہ عشرہ کی نویں کو مستحب ہے، یعنی دسویں کے ساتھ نویں کو بھی روزہ رکھے، کیونکہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا تھا، اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا، تو نویں کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (پالن پوری)

عن ابن عباسؓ، حین صام رسول اللہ ﷺ عاشوراء و امر بصیامہ، قالوا یارسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیھود و النصاری، فقال رسول اللہ ﷺ لئن عشت الی قابل لاصومن التاسع. رواہ مسلم. ج: ۱ ص ۳۵۹. [مطبع مجتبائی دھلی: ۱۳۱۹ھ] نیز صحیح مسلم ج: ۱/ص: ۵۰۵ رقم الحدیث: ۱۱۳۴ [دار طیبہ، ریاض: ۱۴۲۷ھ-۲۰۰۶ء] [نیز دیکھئے مشکوۃ باب صیام التطوع الفصل الاول، ص ۱۷۸-۱۷۹، [طبع نور محمد، رشیدیہ دھلی ۱۹۵۵ء] نیز مشکوۃ شریف ج: ۲/ص: ۸۱۰ رقم الحدیث: ۲۰۴۱ [مکتبہ النوبہ، ریاض. ۱۴۲۳-۲۰۰۳ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

[بھی اجائز ہے، مگر تخصیص کہ اسی روز میں ضرر ہو، بدعت ہے۔ کسی کام کو بدون اجازتِ شرع کے خاص کرنا، حدیث (۱) میں منع فرمایا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۳)

(۷۵) عشرہ محرم میں ذکر شہادتین صحیح نہیں: عشرہ میں اور روز عشرہ کے، ذکر شہادتین گناہ ہے۔ ہرگز نہ کرے، اور نہ اس میں شریک ہو، یہ مشابہ روافض کے اور حرام ہے، فقراء کو کھانا کھلانا ہر روز اچھا ہے، مگر خصوصیت عشرہ کی کرنا اور اس کو ضرور (ی) جاننا، البتہ گناہ ہے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۶)

(۷۶) تعزیہ نکالنے اور محرم کے مہینہ کی اور بدعات کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری کرنا اور بچوں کو طوق بیڑی پہنانا اور ماتم کرنا، اور بھوسا اُڑانا وغیرہ، اور ذکر سوانح و وقائع شہادت وغیرہا میں سامان کرنا، اور اس پر رونا اور رلانا اور اس کے واسطے انعقاد مجلس تعزیت کرنا، موجب ثواب ہے یا باعث عقاب، اور نوحہ اور مرثیہ خوانی کرنا کیسا ہے اور یزید کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟ بینوا توجروا.

جواب: تعزیہ بنانا، اس میں شریک ہونا، اس پر چڑھاوا چڑھانا، یا منت ماننا، ان ایام عشرہ محرم میں ذکر شہادت حسنین کرنا، رونا پیٹنا، چلانا، نوحہ کرنا، کپڑے پھاڑنا یہ سب نادرست ہے اور بدعت سیئہ، اور یزید کو برا کہنا خلاف احتیاط ہے۔ فقط، واللہ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

تصدیق: تعزیہ داری کرنا وغیرہ امور مذکورہ فی السوال ناجائز و بدعت ہیں اور موجب عقاب، اور یزید اپنے کئے کو پہنچ گیا، اب اُس پر لعنت کرنا، اس کو گالی دینا، بُرا کہنا نہ چاہئے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لا تسبوا الأموات فإنهم قد افضوا الى ماقدموا. رواه البخارى (۲) كذا فى بلوغ المراد والله تعالى اعلم بالصواب. الراقم سيد محمد عبد السلام غفرله.

ضمیمہ فتوی نذیریہ۔ مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی ص ۲۵، ۲۸۔ جلد دوم (طبع اول. دہلی ۱۳۳۳ھ)

---

(۱) وقد جاء فى الحديث "لا يحلل احدكم للشيطان من نفسه جزء أيرى أن حقا عليه أن لا يصرف الا عن يمينه متفق عليه" ص ۲۱۹ ج ۱ [مراد آں است کہ ۱۳۱۵ھ] میر بحری شریف باب مذکور ص ۹۹-۹۰ رقم الحدیث ۱۳۹۳ [مکتبہ زبید مکۃ المکرمہ طبعہ ثالث ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء] نیز دیکھئے مشکوۃ باب المشی بالحجر والصلوۃ عليه الفصل الاول ص ۲۵ ج ۱ بقل صبح المطابع رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ میر باب مذکور ص ۲۲۳ حلد دوم رقم الحدیث ۱۹۲۳ ت رمضان بن احمدین علی: [دار ابن حزم ۲۰۰۳ء] نور

(۲) صحيح بخارى، كتاب الجنائز، باب ما ينهى من سب الاموات ص ۱۸۰ ج ۱ [مراد آں است کہ ۱۳۱۵ھ] میر بحری شریف باب مذکور ص ۹۹-۹۰ رقم الحدیث ۱۳۹۳ [مکتبہ زبید مکۃ المکرمہ طبعہ ثالث ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء] نیز دیکھئے مشکوۃ باب المشی بالحجر والصلوۃ عليه الفصل الاول ص ۲۵ ج ۱ بقل صبح المطابع رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ میر باب مذکور ص ۲۲۳ حلد دوم رقم الحدیث ۱۹۲۳ ت رمضان بن احمدین علی: [دار ابن حزم ۲۰۰۳ء] نور

میت سے متعلق رسوم وبدعات اوران کے احکام ومتعلقات

(۷۷) ایصال ثواب کے لئے وقت کی تعیین کیسی ہے؟ مسئلہ: میت کو ثواب طعام ونقد وکلمہ وقرآن شریف کا، بغیر کسی قید اور تعین تاریخ کے، پہنچانا درست ہے، مگر یہ قید تعین تاریخ کہ ذرا بھی پس وپیش نہ ہو اور اس کو ضروری جانا جائے، بدعت ہے، اور غیر جائز۔ جس امر کو شریعت نے مطلق اور بے قید فرمایا ہے، اپنی طرف سے اس میں قید لگانا حرام ہے۔

اسی طرح بزرگوں کی زیارت درست ہے، بطریق سنت، (۱) اور اولیاء سے مدد مانگنا حرام ہے، مدد صرف حق تعالی سے مانگنی چاہئے، سوائے حق تعالی کے کوئی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ غیر حق تعالی سے مدد مانگنا، اگرچہ نبی ہو یا ولی، شرک ہے۔

اور یہ نذر کہ اگر حق تعالی مرا کام کردے، تو دس روپیہ حق تعالی کے نام صدقہ کروں گا، درست ہے اور اگر یوں کہے کہ اگر میرا کام ہوگیا، تو دس روپیہ فلاں بزرگ کے نام دوں گا، یہ نذر حرام اور غیر جائز ہے، کیوں کہ نذر عبادت ہوتی ہے اور عبادت بجز ذات پاک حق تعالی، کسی کی درست نہیں۔ ہاں اگر یہ کہے کہ اگر حق تعالی میرا کام کردے، تو دس روپیہ خدا کے نام پر خیرات کروں گا اور اس کا ثواب فلاں بزرگ کو پہنچاؤں گا، تو یہ درست ہے، یہ محض مضائقہ نہیں، کیوں کہ یہ نذر غیر اللہ نہیں۔ فقط

(مجموعہ مقالات ص ۴۸)

(۷۸) میت کے ایصال ثواب کے لئے جمع ہوکر قرآن شریف پڑھنا؟ مسئلہ: شیخ عبدالحق، در شرح سفر السعادۃ نوشتہ:

وعادت نبود کہ برائے میت در غیر وقت نماز (جنازہ) جمع شوند، قرآن خوانند، ختمات خوانند، نہ بر سر گور نہ غیر آن۔ ایں مجموعہ بدعت است ومکروہ۔ (۲)

ترجمہ: پہلے لوگوں کی عادت نہیں تھی، کہ میت کے نماز جنازہ کے وقت سے علاوہ جمع ہوں، قرآن مجید اور دلائل پڑھیں، نہ قبر پر نہ اس کے علاوہ، یہ سب بدعت ہے اور مکروہ ہے۔

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

ثم التعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است، اما ایں اجتماع مخصوص بروز سوم وارتکاب تکلفات دیگر، وصرف مال بے وصیت از حق یتامی بدعت است وحرام۔ انتہی من تفہیم المسائل فقط (۱)

ترجمہ ہاں مرنے والوں کے عزیزوں کی تعزیت، ان کو تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا سنت ہے اور مستحب ہے مگر یہ خاص طور سے مرنے کے تیسرے دن جمع ہونا اور فضول تکلفات کا اہتمام کرنا، اور مردے کی وصیت کے بغیر یتامی کے مال میں سے بیجا خرچ کرنا بدعت ہے، اور حرام۔ تفہیم المسائل سے نقل مکمل ہوئی۔

شیخ کبیر علی متقی، استاذ الاساتذہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، در رسالہ رد بدعات تعزیہ نوشتہ

ترجمہ علامہ کبیر شیخ علی متقی استاذ الاساتذہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے [اپنے] رسالہ رد، بدعات تعزیہ میں لکھا ہے:

الأول الاجتماع للقراء بالقرآن على الميت، بالتخصيص في المقبرة أو المسجد أو البيت، بدعة مذمومة لأنه لم ينقل من الصحابة رضي الله تعالى عنهم شيء، وفيه ترك الآداب بالأنواع، انتهى من تفهيم المسائل.

ترجمہ. سب سے پہلے کسی شخص مرحوم کے ایصال ثواب [کے] خصوصاً قبرستان میں، مسجد میں یا گھر میں اکٹھا ہونا بری بدعت ہے، کیونکہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس سلسلہ میں کوئی بات ثابت اور منقول نہیں، اور اس کام میں ادب کا کئی طرح سے چھوڑنا ہے [اس لئے بھی منع ہے] (ت. نور)

در رسالہ تخصیص السنن مرقوم است:

إن هذا الاجتماع في اليوم الثالث، خصوصاً ليس فيه فرضية ولا فيه وجوب، ولا فيه سنة ولا فيه استحباب، ولا فيه منفعة، ولا فيه مصلحة في الدين، بل فيه لعن ومذمة وملامة على السلف حيث لم يبيوا له، بل على النبي صلى الله عليه وسلم حيث ترك حقوق الميت، بل على الله سبحانه تعالى حيث لم يكمل الشريعة

وقد قال الله تعالى في تكميل الشريعة اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ. (المائدة:۳) الآية

(۱) اثر ابن مسعود، ص ۲۷۳ ۔ ت حلوانی ۔ المکتب الاسلامی ۔ بیروت ۱۴۰۳ھ

تعزیہ میں رقم کو حیثیت کیسی ہوتی ہے کہ اسے عدد میں شمار کیا جائے۔ (ت. نور)

وقد قال الله تعالى: وتمّت كلمة ربك صدقا وعدلا لامبدل لكلماته(الآية) فيكون حراما لتصمه هذه القبائح وغيرها من تفهيم المسائل فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۰)

ترجمہ رسالہ تحقیق السفن میں ملحق ہے

بلاشبہ یہ اجتماع جو خصوصاً عرس کے قریب کیا جاتا ہے، نہ اس میں فضیلت ہے، نہ وجوب ہے، نہ اس میں سنت ہے اور نہ ہی اس میں مستحب ہوتا ہے، نہ اس میں فائدہ ہے اور نہ اس میں دین کا نفع اور مصلحت ہے، بلکہ اس میں لعنت اور پریشانی ہے اور امر مکروہ پر اعانت ہے، انہوں نے اس کا انکار اور وضاحت نہیں کی، بلکہ وہ یہ قبیح امر میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعانت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے حقوق ترک کئے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ پر اعانت ہے، کہ اس نے شریعت مکمل نہیں فرمایا۔

حالاں کہ حق تعالیٰ نے شریعت کی تکمیل کے لئے یہ فرمایا ہے آج میں پورا کر چکا ہوں تمہارے لئے دین تمہارا۔ [ترجمہ نور]

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے اور انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

(۷۹) موجودہ مروجہ عرسوں میں شریک ہونا، کیسا ہے؟

سوال: جس مجمع میں طوائف اور مخنث و فساق و فجار ہوتے ہیں اور قبروں پر چراغاں جلاتے ہیں اور طوائف قبر پر یا اللہ اور قبروں کو سجدہ کرتے ہیں ایسے مجمع میں جانا کیسا ہے؟

جواب: یہ مجمع [illegible] احادیث صحیحہ سے اس کی حرمت ثابت ہے اور قبر پر چراغاں جلانے میں احادیث صحیحہ میں لعنت ثابت ہے، اور طوائف قبر پر اور قبر کو سجدہ کرنے سے فساق اور کفار ہیں، اور یہ مجمع فساق و فجار کا ہے، جو شخص اس مجمع میں شریک ہوا وہ بھی کافر و فاسق ہوا، پھر وہ فاسق [illegible] ہے۔ لقولہ علیہ السلام

من كثر سواد قوم فهو منهم [illegible]

معارك في كتاب الزهد و الرقائق (۳) كذا في [illegible]

الف (مجموعہ کلاں ص ۵۷-۵۸) ب (چغدیانوی ۲۰-۲۱)

(۸۰) کھانے پر فاتحہ دینا بدعت ہے:

سوال: [illegible] کھانے پر فاتحہ دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: [illegible] کھانے پر فاتحہ دینا بدعت ہے، اس کی حدیث اور آیت سے [illegible]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

ہے، اور میت کے سوم یا چہلم میں کلمہ شریف نحود پر واسطے شمار کے، یا کلام اللہ شریف پڑھ کر، یا اللہ خیرات صدقہ دے کر، اس کا ثواب میت کو پہنچانا، کون سی آیت اور احادیث صحاح ستہ سے منع ہے، جواب عنایت ہو۔ فقط

جواب : طعام پر بطور معروف قرآن شریف پڑھنا اور ہاتھ اٹھا کر دعاء، ایصال ثواب کرنا، طریق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام اور قرونِ ثلاثہ وفقہائے امت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہیں ہے، ایک امر جدید اور محدَث ہے: الحدیث.

ایاکم و محدثات الأمور فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (۱)	ترجمہ: تم نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ت: نور)
و حدیث: وشر الأمور محدثاتها. (۲) (رواه الترمذی و البخاری) (۳)	ترجمہ: [دین کی] باتوں میں سب سے بری وہ باتیں ہیں [جو نئی ایجاد ہیں] (ت: نور)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا (۲) مسند الفردوس، دیکھئے الفردوس بماثور الخطاب، ۳/۵۱۹، رقم الحدیث: ۵۶۲۱. ملاحظہ ہو: الف: نصب الرایة للزیلعی ص ۳۴۶ ج ۴۔ [باہتمام مجلس علمی ذھائیل دارالمامون القاہرہ۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء] ب: من کثر سواد قوم فهو منهم، هکذا رواه ابن المبارک فی الزهد عنه موقوفا، من غیر التفسیر السابق. وقد روی مرفوعا من حدیث ابن مسعود، ان رجلا دعا ابن مسعود الی ولیمة، فلما جاء لیدخل سمع لهوا، فلم یدخل، فقیل له، فقال: انی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول وذکره، وزاد: ومن رضی عمل قوم کان شریک من عمل به اخرجه ابو یعلی وعلی بن معبد فی کتاب الطاعة والدیلمی، وله شاهد من حدیث ابن عمر عن احمد وابی داود، من تشبه بقوم فهو منهم۔ ملاحظہ ہو: تحاف السادة المتقین، للزبیدی ص ۱۲۸ ج ۶۔ [دار احیاء التراث العربی، بیروت: بلاسنہ] [نور]

(۳) کتاب الزہد، ابن مبارک میں یہ روایت نعیم بن حماد کے نسخہ میں ہے، مروزی (ابوعبداللہ حسین بن حسن وفات ۲۴۶ھ) کی روایت میں نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو. "زیادات نعیم بن حماد، علی مارواه المروزی عن ابن مبارک جو کتاب الزہد ابن مبارک، مرتبہ مولانا حبیب الرحمان اعظمی کے آخر میں (اصل کتاب کے بعد) شامل ہے۔ روایت ۴۲۔ صفحہ ۱۲۔ باب استماع اللهو (مجلس احیاء المعارف، مالیگاؤں. ۱۳۸۵ھ) [نور]

(۱) رواه احمد ۴/۱۲۶، المکتبة الاسلامی بیروت: بلاسنه نیز. مسند احمد. ت: حمزه احمد الزین [مسند العرباض بن ساریه من مسانید الشامیین] ج ۱۳ ص. ۲۷۹ رقم الحدیث: ۱۷۰۷۹ [دار الحدیث القاهرة ۱۹۹۵ء] والترمذی فی کتاب العلم، باب ماجاء فی الاخذ بالسنة واجتناب البدع ج: ۵ ص: ۴۳ رقم الحدیث: ۲۶۷۶ ت: کمال یوسف الحوت، [دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان] سنن ترمذی ج: ۲ /ص: ۱۰۳ مطبع احمدی مبرنه ۱۲۸۲ھ، وابو داود فی کتاب السنة، ج: ۵/ص: ۹۳ رقم الحدیث ۴۶۰۷ [دار القبلة للثقافة الاسلامیه. جده، بیروت. ۱۴۲۵ھ. ۲۰۰۴ء] وابن ماجه فی کتاب السنة، حدیث ۴۳ و ۴۴. عن العرباض بن ساریة [نیز دیکھئے مشکوة، باب الاعتصام بالکتاب و السنة الفصل الثانی ص ۳۰ [عکس اصح المطابع. رشیدیه دهلی ۱۹۵۵ء] ابوداؤد کتاب السنة باب فی لزوم السنة ص: ۱۹۳ الجلد الخامس رقم الحدیث: ۴۶۰۷/۴۵۹۹ ت: الشیخ محمد عوامه [مؤسسة الریان بیروت. لبنان ۲۰۰۴ء]

(۲) بخاری، کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. ص: ۱۰۸۱ ج: ۲ (مراد آباد ۱۴۱۵ھ) نیز باب مذکور ج ۳ ص ۵۷، رقم الحدیث ۷۲۷۷، مکتبة الریاض، مکة المکرمة طبعة ثانیة ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔ [نیز دیکھئے مشکوة باب الاعتصام بالکتاب والسنة. الفصل الاول ص. ۲۷ مطبع مذکور جلد اول نیز ص ۱۰۰ جلد اول. رقم الحدیث: ۱۶۵ [مکتبة التوبة ۲۰۰۳ء نیز ص: ۹۰ جلد اول رقم الحدیث: ۱۴۱] (مکتبة التوبة ۲۰۰۳ء

(۳) یعنی پہلی روایت امام ترمذی نے اور دوسری امام بخاری نے روایت فرمائی ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کو رد کرتی ہے اور ثواب اہل طعام کی نیت سے پہنچتا ہے یا ہرزہ سرائی آکل سے، البتہ اگر کھانے والا اللہ قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچادے، تو نیت قاری کی معتبر ہے۔ سو بعد فراغ از طعام یا دو چار گھڑی قبل پڑھنے سے کون منع کرتا ہے اور ہیئت مخصوص کی کیا دلیل جواز ہے، لاریب! یہ طریقہ جدید خلاف طریق سنت ہے، اور لوگ اس کو سنت جان کر کرتے ہیں اور عوام جہال تو ضروری جانتے ہیں، بلکہ ایصال ثواب ایسی ہیئت خاص پر موقوف سمجھتے ہیں، یہ عین بدعت وضلالت ہے، اگر مباح امر کو بھی مؤکد سمجھا جائے، تو ناجائز وحرام ہوجاتا ہے، چنانچہ کتب فقہ میں جا بجا مذکور ہے، چہ جائیکہ امر محدث فی الدین، خلاف ادب طعام ہو، امام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: ادب طعام ہے کہ بعد آنے روٹی کے سالن کا انتظار نہ کرے کہ ترک ادب طعام ہے۔(۱) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاصلوٰة بحضرة الطعام (۲) — کھانے کی موجودگی میں، نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (ت:نور)

جب وقت حضور طعام نماز وقرآن کا محل نہ رہا، تو اس محل پر قرآن پڑھنا بدعت ہوگا، پھر جب سنت جان کر پڑھا تو گمراہی پر گمراہی ہوئی۔ اے کاش! یہ عوام کالانعام، اگر اس کو خلاف طرز سنت جان کر بھی کرتے، بھلا کچھ تو گمراہی کم ہوجاتی اور فی الجملہ قریب اباحت ہوجاتا، عمومات احادیث صحاح سے تو بدعت ہونا، اس فعل کا معلوم ہوتا ہے۔ اب بنظر دقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل محدث کفار ہنود سے ماخوذ ہے، لہٰذا فقہاء اس صورت خاص کا کچھ ذکر نہیں کرتے اور کسی ولایت میں یہ فعل مروج نہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے مگر ہاں جہال کہیں..... حضرات جہال ہند وارد ہوں۔ کفار ہنود طعام پر اشلوک کا شاستر پنڈت سے پڑھواتے ہیں، ان بدنام کنندہ مسلمانوں نے قرآن شریف پڑھوانا شروع کردیا۔ الغرض اس فعل محدث میں تشبہ بالہنود ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم. (۳) — جس قوم نے کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ اسی قوم کے ساتھ شمار ہوگی۔ (ت:نور)

---

(۱) من كرامة الخبز ان لاينتظر به الإدام إحياء العلوم، الباب الاول، فيما لابد للاكل..... القسم الاول فى الآداب ص ۴ ج ۲، (مطبع مصريه، مصر، ۱۲۷۸ھ) (نور)

(۲) رواه مسلم عن عائشةؓ، ص: ۲۰۸ جلد اول كتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب كراهة الصلوة بحضرة الطعام [مطبع مجتبائى دهلى: ۱۳۱۹ ھ] نیز باب مذکور ص: ۲۵۱ جلد اول رقم: ۵۶۰ ت: ابوقتيبه نظر محمد فاريابى [دار طيبه، رياض ۲۰۰۶ء] حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "لاصلوة بحضرة طعام ولاهو يدافع الاخبثان." [نیز دیکھئے مشکوۃ. كتاب الصلوة باب الجماعة و فضلها ص ۹۶ ج ۱ [نقل اصح المطابع رشيديه دهلى ۱۹۵۵ء] نیز باب مذکور ج: ۱/ص: ۴۳۹ رقم الحديث: ۱۰۵۷ [مكتبة التوبه، دار ابن حزم، بيروت: ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء] (نور)

(۳) رواه احمد ۲/۵۰ [دار الفكر بيروت: ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء] نیز ج: ۴/ص: ۵۱۶ رقم الحديث: ۵۱۱۵ [دار الحديث القاهره ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء] وابو داؤد، ج: ۲/ص: ۵۵۹ [نقل اصح المطابع، دار الاشاعت الاسلاميه كلكته ۱۳۰۰ھ] كتاب اللباس باب فى لبس الشهرة، نیز باب مذکور ج: ۴ ص: ۳۹۱ رقم الحديث: ۴۰۲۷، دار القبلة بيروت: ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء] رقم الحديث: ۴۰۲۷ [نیز دیکھئے مشکوۃ. كتاب اللباس الفصل الثانى ج: ۲/ص ۳۷۵] نیز ج: ۴ ص: ۱۶۳۵ رقم الحديث: ۵۳۴۷ مكتبة التوبة بيروت. لبنان. طبعه اولى ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ن فعل ورد ہوتا ہے۔ کہ حمایت ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر
سے ممانعت و اجتناب فرمایا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں یہ فعل خلاف قول صحابہ کرام ہے اور ایصال ثواب اس پر موقوف نہیں ہے
ضرورت ہوئی ہے اس فعل محدث و اس قدر مروجہ دیا اور خلاف سنت نبوی اختیار کیا۔ شیخ جلال الدین تھانیسری نے
چادر پر اپنی پردہ نہ پی کہ حدیث شریف سے جھانا چادر پر ثابت نہیں ہوا۔ افسوس صد افسوس کہ ان کے قول کو
مرتکب خلاف شریعت و دین ایمان قرار دیتے ہیں اور سنت اور واجب سے زیادہ مؤکد سمجھتے ہیں، پس یہ فعل محدث
حدیث شریف سے مردود ہے۔ وھو ھذا

من احدث في امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (رواہ البخاری)

جو شخص پیدا کرے ہمارے اس دین میں، جو بات کہ
دین کی نہیں ہے، پس وہ مردود ہے۔ روایت کیا اس
کو بخاری نے۔ ترجمہ حضرت۔

باقی اس مقام پر جو اہل بدعت سنت اور بدعت میں تمیز اور فرق نہیں کر سکتے، کچھ بدیہات بکا کرتے ہیں، مگر اہل فہم پر
فی پوشیدہ نہیں، اس کی تفصیل طویل طلب ہے اور منصف کو اسی قدر کافی وبس ہے۔

در ثواب صدقہ اور قرآن اور کلمہ کا میت کو بلا تعین پہنچنا جائز اور ثابت ہے، اور قیود اور تعین یوم و تاریخ وغیرہ وہم مہ
باطل وغیرہ ثابت ہے۔ مجد الدین فیروز آبادی سفر السعادۃ میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس کی شرح میں، اور اب
تعینات مروجہ جہال فرماتے ہیں۔ بعینہ عبارت نقل کرتا ہوں

عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن شریف خوانند و ختمات خوانند، نہ بر سر گور، نہ بر غیر آں، و ایں مجموعہ
بدعت است و مکروہ۔ نعم تعزیت اہل میت و تسلیہ و صبر فرمودن سنت و مستحب است۔ اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم،
و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ بدعت است و حرام۔ انتہی (۲)

(سلف) کی عادت نہیں تھی کہ مرنے والے (کے ایصال ثواب) کے لئے جمع ہوں، قرآن شریف پڑھیں اور مر
ختم وغیرہ پڑھیں، نہ قبر پر، نہ اس کے علاوہ، یہ سب بدعت ہے اور مکروہ۔ ہاں میت والوں کی تعزیت ان کو تسلی اور
صبر دینا سنت اور مستحب ہے، مگر اس مقصد کے لئے دوسرے تکلفات (فضول کام) کرنا، اور مردے کی وصیت
کے بغیر یتیموں کے مال میں سے کچھ خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (ت نور)

---

(۱) رواہ البخاری عن عائشۃ، کذا فی مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجۃ مصنفہ عن صبح ص ۱۷ ج اول (مراد آباد ۱۳۱۵ھ)
متفق علیہ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۰ رقم الحدیث ۲۰۹۷ مکۃ المکرمۃ ۱۴۰۰ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۷ رقم
حدیث کی تخریج گذر چکی ہے)

(۲) [illegible]

شیخ الاسلام، کتاب کشف الغطاء میں فرماتے ہیں۔

وآں چہ بعد از سالے یا شش ماہی یا چہل روز دریں دیار پزند، و در میان برادران بخش کنند، چیزے داخل اعتبار نیست و بہتر آن ست کہ نخورند۔ انتہی(۱)

ترجمہ: اور جو کچھ کہ (کسی مرنے کے) ایک سالی، یا چھ مہینے یا چالیس دن کے بعد، یہ ہمارے علاقوں میں پکاتے ہیں اور اپنی برادری میں تقسیم کرتے ہیں، ان میں کوئی بات بھی بھروسہ کے قابل نہیں ہے۔ اچھا یہ ہے کہ ایسے کھانے کو نہ کھائیں۔

الحاصل میت کو ایصال ثواب طعام، بغیر قیود زائدہ اور بلا تکلف حقوق و ریاء برادری جائز و سنت ہے، اور یہ قیود مروجہ مشہورہ بدعت ہیں، اور بدعت کا مردود ہونا، اوپر حدیث شریف سے ثابت ہو چکا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی (مجموعہ فتاویٰ ص ۵۱ تا ۵۴)

(۸۱) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ طعام کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا مسنون ہے، یا بدعت؟

دوم: بعد دفن جنازہ قبر پر فاتحہ پڑھنا اور مردہ کے واسطے دعاء خیر کرنا جو بظاہر مسنون ہے، علاوہ اس کے پٹیالہ میں یہ طریقہ ہے کہ ستر قدم دور سے آ کر، دعا مردہ کے واسطے کرتے ہیں، یہ دعا کرنا مسنون ہے، یا بدعت؟ بینوا توجروا

جواب: اس طرح فاتحہ خوانی بدعت اور مکروہ ہے، نہ کرنا چاہئے، اور بعد دفن کے اگر کچھ ذکر کر کے مردہ کو ثواب پہنچا دیویں تو درست ہے، سو اس طرح ستر قدم لوٹ کر بدعت اور ایجاد جہلاء ہے۔ ہرگز ہرگز نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ فتاویٰ ص ۲۰۵)

(۸۲) چنے کے دانوں پر کلمہ طیبہ پڑھنے کا اہتمام کیسا ہے؟

سوال: نخود بریان پڑھنے کیسے ہیں، کہ ان پر کلمہ طیب پڑھا جاتا ہے اور مقصود پڑھنے سے یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے(۲) کہ جس شخص پر ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ کلمہ طیب پڑھا جاوے، تو وہ شخص بخشا جاتا ہے، تو وہ کلمہ ان پر پڑھا جاتا ہے، تو فرمائیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں ہے؟

---

(۱) کشف الغطاء، تالیف مولانا شیخ الاسلام دھلوی (از اعلاف شیخ عبدالحق محدث) ص ۴۷ فصل در حکم ماتم (مطبع احمدی دہلی ما بتا ۱۲۷۲-۱۲۷۱ھ)

(۲) یہ روایت عوام میں مشہور ہے مگر اس کی اصل کتب حدیث شریف میں نہیں ملی۔ یہ روایت غالباً فقیہ ابواللیث سمرقندی کی تصانیف سے چلی ہے، وہیں سے کتب فقہ میں منتقل ہوئی، بہرحال اس کو حدیث کہنا درست نہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب : نخود کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے کہ تخصیص دانہ نخود کی ایسی، کہ اس کا ترک گراں بار طبع ہو مکروہ ہے۔ پس یہ کلمہ خوانی بوجہ اس تخصیص کے اور تعین یوم ثالث کے مکروہ ہے، نہ نفس کلمہ خواندنی۔ اگر کلمہ خوانی بغیر اس امر مذموم کے ہو، کیا اندیشہ ہے، درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۹۹، ۱۰۱)

(۸۳) رسوم سوم کی حقیقت اور اس کے ثبوت میں پیش کی گئی، ایک حدیث پر نظر:

سوال : بعض لوگ بنا بر جواز رسم سوم، یہ حدیث حجت لاتے ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللّٰہ الف الف مرۃ وجعل ثوابہا للمیت غفر اللّٰہ لہ و ان کان مستوجبًا للعقوبۃ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک لاکھ مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا، اور اس کا ثواب کسی مردے کو بخش دیا، تو اللہ تعالیٰ اس مردہ کی مغفرت فرمادیں گے، چاہے وہ سزا کا مستحق ہو گیا ہو۔

آیا یہ حدیث صحیح ہے، یا غیر صحیح؟ اور در صورت صحت کتب صحاح ستہ کی [ہے] یا کسی دوسری کتاب کی؟ اور کلمہ شریف واسطے ثواب رسانی میت کے، کس طرح پڑھنا چاہئے؟ فقط

جواب : یہ حدیث کتب صحاح ستہ و مشکوۃ شریف و دارمی شریف و موطا امام مالک و موطا امام محمد میں کہ ہندوستان میں کتب مشہور ہیں، کہیں موجود نہیں، اور حال صحت و غیر صحت بدون سند کے معتبر نہیں۔ ہاں البتہ بعض روایات میں ایصال ثواب کلمہ شریفہ کا آیا ہے، مگر عجب ہے کہ جواز ایصال ثواب کلمہ سے سوم درست ہو جائے، کیوں کہ ایصال ثواب کلمہ کا سب حنفیہ اقرار کرتے ہیں، جب چاہے ثواب پہنچاوے کوئی وقت مقرر نہیں، اور سوم کی وجہ کراہت یہ ہے کہ دراصل سوم رسم ہنود ہے، کہ تیسرے روز قوم ہنود جمع ہو کر، پھول چنا کرتے ہیں اور مسلمانانِ ہند جو جہل میں مبتلا ہیں، تیسرے روز جمع ہو کر قرآن پڑھوانے کو بہتر سمجھے، اور یہ نہ سمجھے کہ اس میں مشابہت رسم کفار کی لازم آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل مشابہت کفار سے منع فرمایا ہے۔

ایک درخت تھا کہ اس کو "ذات انواط" کہتے تھے، اس میں مشرکین عرب ہتھیار لٹکایا کرتے تھے، سوائے اس کے کچھ شرک و بت پرستی وہاں نہ تھی، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ ہمارے واسطے بھی کوئی "ذاتِ انواط" مقرر کر دیجئے، آپ نہایت ناراض ہوئے، اور یہ فرمایا کہ سبحان اللہ! یہ تو تم نے ایسی بات کہی، کہ جیسی بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی، کہ ہمارے واسطے ایک معبود مقرر کر دو، جیسے مشرکین کے معبود ہیں۔ غرض آپ اس مشابہت سے نہایت ناراض

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوئے (۱) حالانکہ کوئی شرک کی بات نہ تھی۔

اب یہ سمجھو کہ سوم رسم ہنود ہے، اس روز جمع ہونا اور ہنود سے مشابہت کرنا مسلمانوں کو کیونکر درست ہوگا؟ شیخ عبد الحق شرح سفر السعادۃ میں لکھتے ہیں:

تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب است، امااین اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر، وصرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت ست وحرام۔ انتھی (۲)

میت والوں کی تعزیت، ان کو تسلی اور صبر کی تلقین کرنا سنت اور مستحب ہے، مگر اس مقصد کے لئے دوسرے تکلفات (فضول کام) کرنا، اور مردے کی وصیت کے بغیر، یتیموں کے مال میں سے کچھ خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (ت: نور)

اب انصاف شرط ہے کہ اگر حدیث سے اجتماع ثابت ہوتا، تو صاحب سفر السعادت کیونکر اس کو بدعت فرماتے؟ ہاں ایصال ثواب بلاتقرر یوم، ہر روز جب چاہو درست ہے، اور تعیین یوم اپنی رائے سے، کہ اس روز کو ضروری جانیں اور تقدیم وتاخیر ہرگز نہ کریں، یہ بھی بدعت (اور) مکروہ ہے۔ سو سوم کی کراہت، بسبب تعیین یوم بلاثبوت اور مشابہت کفار کی کہ دراصل رسم ہنود ہے، ثابت ہوئی۔ کلمہ شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا، اگر حدیث سے ثابت بھی ہوا، تو سوم کیونکر ثابت اور جائز ہوجائے گا۔ کلمہ [شریفہ] کا ثواب پہنچانا اور بات ہے اور اجتماع بروز سوم اور بات! یہ غلط فہمی مبتدعین کی ہے کہ ایصال ثواب کلمہ سے سوم کو جائز جانتے ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الف: (مجموعہ کلاں ص: ۷۴ تا ۷۶) ب. (چند یانوی ص ۵۳ تا ۵۷)

(۸۴) سوم وچہلم وغیرہ مروجہ رسمیں، کافرانہ شعار اور حرام ہیں: مسئلہ: ایصال ثواب

مردہ کو بلاقید یوم وطعام کے درست ہے، مگر سوم دہم چہلم وغیرہ رسوم جملہ بدعت ومکروہ ہیں۔ کیوں کہ یہ جملہ رسوم لوگوں نے ہنود

---

(۱) ذات انواط کا واقعہ غزوۂ حنین کا ہے، سنن ترمذی میں ابوواقد اللیثی سے روایت ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خرج الی غزوۃ حنین مر بشجرۃ للمشرکین، کانوا یعلقون علیھا اسلحتھم یقال لھا ذات انواط، فقالوا یا رسول اللہ اجعل لنا ذات انواط، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ، ھذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الھا کما لھم الھۃ، والذی نفسی لترکبن سنن من کان قبلکم رواہ الترمذی ت کمال یوسف الحوت، کتاب الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبلکم رقم الحدیث ۲۱۸۰ ص ۴۱۲، ج ۴ [دار الکتب العلمیہ بیروت] نیز دیکھئے [مشکوۃ المصابیح، باب الملاحم، الفصل الثالث ص ۴۶۵۔ [عکس اصح المطابع رشیدیہ دھلی ۱۹۵۵ء] بیر کتاب الفتن الفصل الثالث رقم الحدیث ۵۴۰۸ ت. رمضان بن احمد بن علی ص ۲۰۱۹ ج ۴ [مکتبۃ النوبۃ بیروت ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء]

(۲) شرح سفر السعادۃ ص ۲۷۳ باب احوال میت (مطبع نامی منشی نول کشور ۱۲۹۲ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے ہی ہیں، چنانچہ یہ جملہ رسوم ہنود کفار ہنود میں رائج ہیں، ایسے ایصال ثواب میں تشبہ بالکفار لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: من تشبه بقوم فهو منهم. (۱) اور تشبہ بالکفار حرام ہے اور جس قدر تشبہ اسی قدر گناہ، اور ایسے رسوم کو دین سمجھنا ایمان کی بربادی ہے، مع ہذا التقرر تاریخ، کہ کچھ بھی پس وپیش نہ ہو، چنانچہ فی زماننا مروج ہے، قطع نظر عن التشبہ فی حد ذاتہ بھی بدعت ہے کہ حکم مطلق کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے، چنانچہ جواب بالا سے معلوم ہو چکا ہے۔ پس ایسے مجمع میں شریک ہونا ناجائز ہے، اور کھانا بھی مکروہ ہے، کہ اس طرح کا کھانا کھانا محض راہ ورسم وفخر سے ہوتا ہے اور حدیث شریف میں اہل فخر کے طعام سے ممانعت ہے اور اگر بالفرض نیت محض ایصال ثواب کی ہے، تاہم بوجہ شرکت ایسے مجمع کی مکروہ ہی ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں، شیخ عبدالحق سے نقل کرتے ہیں:

آنچہ بعد از سالے یا شش ماہے یا چہل روز دریں دیار پزند، ودرمیان برادران بخش کنند، چیزے داخل اعتبار نیست، وبہتر آنست کہ نہ خورند۔ انتھی (۲)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ترجمہ: اور جو کچھ کہ (کسی کے مرنے کے) ایک سال یا چھے مہینے یا چالیس دن کے بعد، ہمارے علاقوں میں پکاتے ہیں، اور اپنی برادری میں تقسیم کرتے ہیں، ان میں کوئی بات بھی بھروسہ کے قابل نہیں ہے۔ اچھا یہ ہے کہ ایسے کھانے کو نہ کھائیں۔

الف: (مجموعہ کلاں ص: ۴۰۔۴۱) ب: (چندیانوی ص: ۹) ج: (حسن پور ص: ۶)

(۸۵) رسوم سوم وچہلم وغیرہ کے متعلق ایک بدعتی عالم کے فتوے کا مفصل جواب:

سوال: بعد میت رسوم سوم، دہم، چہلم وغیرہ کہاں سے ثابت ہیں؟ فقط

ایک بدعتی عالم کا جواب: رسوم سوم، دہم، چہلم وغیرہ بنیت ثواب مردہ کے لئے، شریعت محمدی میں جائز اور درست ہے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لایا ہے:

إن المسلمين مازالوا في كل عصر، يجتمعون ويقرأون القرآن لموتاهم من غير نكير، فكان ذلك اجماعاً (۳)

---

(۱) رواه ابوداؤد عن ابن عمر "من تشبه بقوم فهو منه" راجع المسند للإمام احمد مسند عبدالله بن عمرؓ. ت: احمد محمد شاكر برقم الحديث: ۵۱۱۵ (دار الحديث القاهرة ۱۹۹۵ء) وص ۵۰، ج: ۲ مسند عبدالله بن عمر (دار الفكر بيروت ۱۹۷۸ء. [نیز دیکھئے] مشکوۃ کتاب اللباس الفصل الثانی ص ۳۷۵ عکس اصح المطابع رشیدیہ دھلی ۱۹۵۵ء، ج: ۴ ص: ۱۶۳۵ رقم: ۴۳۴۷ [مکتبۃ التوبہ بیروت: ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء]

(۲) کشف الغطاء ص ۴۷ فصل در ماتم (مطبع احمدی دہلی۔ تقریباً ۱۲۷۲-۱۲۷۱ھ) (نور)

(۳) باب فی قراءۃ القرآن للمیت او علی القبر ص ۱۳۰ [دار الکتب العربیۃ الکبری مصر: ۱۳۲۹م] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلاشبہ مسلمانوں کی [اکثریت] کا ہر دور میں یہ طریقہ اور معمول رہا، کہ وہ اکٹھے ہوتے تھے اور اپنے مردوں کے لئے بلا کسی ممانعت اور روک ٹوک کے، قرآن مجید پڑھتے تھے، تو گویا اس پر اجماع ہو گیا۔ (ت: نور)

پس سوم پر اجماع ہے علمائے دیندار کا، اور اجماع ہونا علمائے دیندار کا، دلیل قوی ہے شریعت احمد میں۔ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: کہ قوم انصار مرنے کے بعد مردے کی قبر پر آ کر قرآن پڑھا کرتے تھے اور ایسا ہی عینی اور تاتارخانی میں مذکور ہے اور ایسا ہی فتاویٰ اوڑ جندی قاری میں سوم کا مذکور ہے، اور اسی طرح مرفوع روایات اور سراج الہدایہ سید جلال الدین بخاری (۱) اور تفسیر مظہری ثناء اللہ پانی پتی میں، عرس کو جائز لکھا ہے اور اسی طرح خزانہ جلالی اور جامع الجوامع (۲) میں اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر عزیزیہ (۳) میں: واقع سورۃ اذا السماء انشقت. ما تحت آیت:

وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ. انشقاق-۱۸) ترجمہ: اور چاند کی جب جب بھر جائے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

کی جگہ تک صدقہ اور دعا اور فاتحہ سے مردوں کو یاد رکھنا مذکور (ہے) کیا ہے۔ مولوی محمد اسماعیل موحد دہلوی، اپنی کتاب صراط مستقیم ص ۱۶۰ یک صد وشصت چھاپہ میرٹھ میں لکھتے ہیں:

نہ پنداری کہ نفع رسانیدن باموات باطعام وفاتحہ خوانی [خوب] ہست چہ ایں معنی بہتر وافضل است۔ (۴)

کیا تم نہیں جانتے کہ مردوں کو کھانے اور فاتحہ پڑھنے کے ذریعہ سے فائدہ پہنچانا اچھا ہے، کیا معنی بہتر اور افضل ہے۔

---

(۱) سراج الہدایہ، برصغیر ہند کے نامور بزرگ اور شیخ طریقت، سید جلال الدین، حسین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، (وفات ۱۰ ذی الحجہ ۷۸۵ھ، فروری ۱۳۸۳ء) سے منسوب، اور مخدوم جہانیاں کے مجموعہ ملفوظات کے طور پر متعارف ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ یہ کتاب غالباً کسی شیعہ کی تالیف ہے، مخدوم جہانیاں سے اس کا انتساب درست نہیں۔ اس کتاب کے مرتب مولانا قاضی سجاد حسین بھی، مخدوم جہانیاں سے اسکے انتساب کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ:

''نسبت سراج الہدایہ بحضرت مخدوم صحیح ودرست نیست'' مقدمہ سراج الہدایہ ص ۱۴ (طبع اول دہلی: ۱۹۸۳ء)

اس مجموعہ میں صحیح وغلط مسائل اور بے اصل بلکہ موضوع روایات بھی نقل کی گئی ہیں، اس لئے کسی دینی فقہی مسئلہ میں اس سے استدلال صحیح نہیں۔ (نور)

(۲) اصل میں اسی طرح لکھا ہے، یہ کیا کتاب ہے، اس کے مؤلف ومرتب کون تھے، معلوم نہیں، اس لئے اس حوالہ کی اصلیت وحیثیت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت گنگوہی کے جواب سے لگتا ہے کہ اس سے ''جمع الجوامع'' سیوطی کی طرف اشارہ ہے، مگر راقم کو اس میں تامل ہے کہ اس کا اشارہ امام سیوطی کی جمع الجوامع کی طرف ہو، تاہم ممکن ہے کہ اس سے وہ جمع الجوامع مراد ہو جو فقہ شافعی کا مشہور متن ہے، اور تفسیر جلالین کے ایک مصنف، علامہ جلال الدین محلی کی اس کی شرح معروف ہے۔ کچھ اور تعارف ص: ۱۰۲ پر ملاحظہ ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مخدوم جہانیاں کا ایک اور مجموعہ ملفوظات جامع العلوم مراد ہو، جس کا اردو ترجمہ، الدر المنظوم فی ترجمۃ جامع العلوم ملفوظ المخدوم کے نام سے، مولانا ذوالفقار علی سارنگ پوری نے کیا تھا، جو دو جلدوں میں مطبع انصاری دہلی سے سنہ ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔ (نور)

(۳) تفسیر عزیزی ص ۱۶۸ ''والقمر اذا اتسق'' سورۃ انشقاق پارہ عم (مطبع محمدی دہلی: بلا سنہ)

(۴) مجیب صاحب نے یہی لکھا ہے، جیسا کہ پیش نظر ماخذ سے معلوم ہو رہا ہے، مگر اس اقتباس اور اس کے حوالہ میں دو بڑی غلطیاں ہیں:

الف: صفحہ درست نہیں، یہ عبارت اور اس موضوع کی بحث صراط مستقیم (مطبوعہ مطبع ضیائی، میرٹھ: ۱۲۸۵ھ) میں صفحہ ۱۶۰ پر نہیں ہے بلکہ صفحہ ۷۳ پر ہے۔

ب: صراط مستقیم کے اس صفحہ پر جو عبارت ہے، وہ اس سے مختلف ہے جو یہاں نقل کی گئی۔ اصل عبارت یہ ہے:

''ونہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام وفاتحہ خوانی خوب نیست، چہ ایں معنی بہتر وافضل، غرض آنست کہ مقید برسم نہ باید شد۔ بے تعین تاریخ وروز وجنس وقسم طعام ہر وقت وہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود، بعمل آرد۔'' ص ۷۳

یہی الفاظ صراط مستقیم کی ایک اور طباعت (مجتبائی، دہلی: ۱۳۲۲ھ) کے صفحہ ۶۴ پر بھی درج ہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں و انتظام فاتحہ وصدقات دادن خوب است۔(۱)

مشائخ کے عرس کی پابندی، ان کے قبروں کی زیارت اور فاتحہ کا انتظام اور صدقہ دینا بہت اچھا ہے۔

اور خلاصۃ الفقہ میں مسطور ہے:

روز اعراس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ صدقہ بروح حضرت ہدیہ دادہ۔ (۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس کے دن حضرت ابوبکرؓ سوا ونٹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ہدیہ پیش فرماتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ مردہ کے ساتھ سلوک کرنا صدقہ ودعا وفاتحہ سے بہت افضل ہے۔ خاص کر ابتداء ایام میں تو ضرور ہی چاہئے، اور نہیں (کذا) جس وقت کوئی مردہ کو دعاء اور فاتحہ سے یاد کرتا ہے، روح مردہ کی خوش ہوتی ہے۔ فقط

تمام شد جواب انبالوی۔

تحقیق جواب بالا، از حضرت گنگوہیؒ: ایصال ثواب صدقہ کا بہ اتفاق امت ثابت ودرست ہے، اور ایصال ثواب قرآن شریف اور ذکر وغیرہ عبادت بدنی میں، امام شافعی اور امام مالک نے انکار کیا ہے، اور امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بدنی کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

جلال الدین سیوطی شافعی المذہب ہیں، انھوں نے شرح الصدور میں یہ بات ثابت کی ہے کہ ثواب بدنی عبادت کا بھی پہنچتا ہے اور اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا قول نہیں مانا، امام ابوحنیفہؒ کے قول کو راجح کیا ہے۔ یہی معنی ہیں اس عبارت شرح الصدور کے، جو مجیب نے نقل کی ہے۔(۳)

بہر حال حسب تحقیق جلال الدین [سیوطی] مرحوم اجماع وصول ثواب عبادت بدنی پر ثابت ہوا اور یہی مطلب ملا علی قاری کی عبارت کا ہے، کہ انصار مردہ کی قبر پر قرآن شریف پڑھتے تھے اور یہی مدعا عینی اور تاتارخانی بلکہ تمام کتب فقہ حنفیہ کا ہے، اگر مجیب میرے پاس ہوں تو بہت سی کتب مطالعہ کرادوں، مگر سبحان اللہ! جواز وصول ثواب کے اجماع سے جواز رسوم وغیرہ کو سمجھ لینا، استدلال عجیب وغریب ہے، کہ یہ کام جناب مجیب کا ہی ہے۔

---

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ کا کوئی مجموعہ فتاوی نہ مرتب ہوا اور اب تک اس کا کسی سے پتہ نہیں چلا، اس نے یہ قول [ملفوظی] یا درسی [تقریرات] سے لیا ہے [مرتب]

[مرتب] ملفوظات ومکتوبات کی صاف صاف تردید کی ہے، خصوصاً وصیت نامہ میں [اس کی] عبارت کا شاہ صاحب سے ثابت ہونا [مشکوک] ہے۔

(۲) خلاصۃ الفقہ، [ص] میں [باب] [مشتمل] ہے [مسائل] [متعلقہ] [میت] [کے] [ایصال ثواب] [کے] [بارے] [میں] [ہے]

[مرتب] [یہ] [عبارت] [کتاب] [میں] [نہیں] [ملی]

(۳) شرح الصدور، باب فی قراءۃ القرآن للمیت او علی القبر ص ۲۹، [مکتبہ] [نسخہ] [صفحہ] ۲۲۱

[مرتب] ابن قدامہ المقدسی، کتاب الحاوی ص ۵۹۹ ج ۲ دار الکتب العلمیۃ [بیروت] ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

اے مرد عجیب! ایصال ثواب میں کون انکار کرتا ہے اور کس نے منع کیا ہے اور سائل کب اس بات کو پوچھتا ہے، وہ تو یہ فرض رکھتا ہے، کہ خصوصیت رسم سوم کی کہاں سے نکلی؟

اصل اس رسم سوم کی عرب میں از زمان خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم، آج تک نہیں پائی گئی۔ صراط مستقیم میں مجد الدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند وختمہا خوانند، نہ بر سر گور ونہ غیر آں، وایں مجموعہ بدعت ست وکروہ۔

پہلے لوگوں کی عادت نہیں تھی کہ مردے کیلئے (نماز جنازہ کے وقت علاوہ) جمع ہوں، قرآن مجید اور اوراد پڑھیں، نہ قبر پر نہ اس کے علاوہ یہ سب بدعت ہے اور مکروہ!

اور شیخ عبدالحق دہلوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فہم، تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت ومستحب ست، اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر، وصرف اموال بے وصیت از حق یتامیٰ، بدعت ست وحرام، انتہیٰ (۱)

ہاں! اہل میت کی تعزیت ان کو تسلی اور صبر کی تلقین کرنا سنت اور مستحب ہے، مگر یہ تیسرے دن اکٹھا ہونا اور دوسرے تکلفات کا ارتکاب کرنا اور یتیموں کے حق میں سے، بلا وصیت خرچ کرنا، بدعت اور حرام ہے۔

ایسا ہی کشف الغطا میں شیخ الاسلام (۲) تحریر فرماتے ہیں۔ سو آنکھ کھولو اور سمجھ کر جواب دو، اور یاد رہے۔ نعم کا لفظ جو کلام شیخ سے شروع ہے، حرف ایجاب ہے، اس کے معنی "ہاں" ہیں: بفتح نون وعین وسکون میم۔

اور اس کو نِعْمَ فعل مدح پڑھنا بالکل بے معنی ہے اور پڑھنے والا جاہل اور ناواقف فارسی اور عربی اور سلیقہ کلام سے ہوگا۔ اس واسطے ایک کلام مفوح میں لکھتا ہوں: کہ مولوی عبدالغنی بھی اس کو نعم فعل مدح فرما کر اپنے [illegible] سے نکو ہو چکے ہیں۔ شاید یہ عجیب صاحب بھی ان کا اقتدا [illegible] فرض مطلق لیں ثواب میں تکرار نہیں، کلام اس میں ہے کہ سوم، چہلم وغیرہ رسم ہنود ہندی ہے، اس واسطے اپنے معاملات میں [illegible] درست ہوا؟ [illegible] ان کی مخالفت کا حکم ہے، تم ان کی رسم یوں کیتے ہو [illegible] خصوصیت [illegible] قید [illegible] ہے۔ [illegible] اور [illegible] اور چوتھے [illegible] ([illegible]) [illegible] ایسے دن [illegible] پیش نہیں [illegible] محض تکلفات دنیوی بجالاتے ہیں۔ یہ یہاں سے ثابت [illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible] ص ۷۰ (علم وقلم) (شیخ [illegible] ص [illegible])

کے سبب اور خصوصیت کے سبب بدعت ہو، مجیب (کو) اس امر کا حوالہ دینا تھا، باقی مطلق ثواب رسانی بلاقید وخصوصیت، جب کبھی ہو سکے کون منع کرتا ہے۔

مطلق شئے کے جائز ہونے سے، اس مقید شئے کا جواز، کہ بمنزلہ وجوب پہنچا اور باقی الفاظ مطلق متروک محض ہو گئے ہوں، کیوں کر ثابت ہوگا۔

دیکھو! نماز نفل ہر روز مستحسن ہے، رجب کے ماہ میں (بھی) بہتر ہے، مگر صلوٰۃ رغائب [کا] رجب کی تاریخ معین پر، جو اہتمام کرتے ہیں، تمام فقہاء نے منع اور بدعت لکھی ہے۔ سجدہ ہر دم مستحسن ہے، مگر عالمگیریہ میں لکھا ہے (۱) کہ بعد نماز کے سجدہ نفل نہ کرے، کہ عوام اس کو سنت اور مستحب جان کر کرنے لگیں گے، اور قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ جو فعل مباح سنت اور وجوب کے درجہ کو پہنچے، مکروہ ہو جاتا ہے، بلکہ مستحب بھی اگر درجۂ وجوب کو پہنچے مکروہ ہے۔ دیکھو! نماز میں جو سورت چاہے پڑھے اور بعض سورتیں بعض نماز [وں] میں مستحب ہیں جیسے سبح اسم وھل اتک نماز جمعہ میں، مگر دوام کرنا ان سورتوں پر فقہاء منع کرتے ہیں، کہ عوام کبھی سنت اور واجب نہ سمجھ لیں۔ ذرا کتب فقہ وحدیث کو غور کرو، صدہا نظیر موجود ہیں۔ سمجھ کر بات کہو عوام کو دھوکہ دینا، دینداروں کو زیبا نہیں۔

شیخ عبدالحق ماثبت بالسنہ میں لکھتے ہیں کہ تعیین روز ایصال ثواب (میں) من حیث الاطلاق سنت ہے ومن حیث التخصیص بدعت ہے، عبارت نقل آگے ہوگی۔ رسم باپ دادا کی پابندی میں اپنی عاقبت خراب کرنی، عقل کی بات نہیں۔ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں لکھتے ہیں:

وآنچہ بعد از سالے یا شش ماہے یا چہل روز، دریں دیار پزند، و درمیان برادران بخشش کنند، چیزے داخل اعتبار نیست (۲)	اور جو کچھ کہ (کسی کے مرنے کے) ایک سال، یا چھ مہینے یا چالیس روز کے بعد ہمارے علاقوں میں پکاتے ہیں اور اپنی برادری میں تقسیم کرتے ہیں، ان میں کوئی بات بھی بھروسہ کے قابل نہیں ہے۔ (ت۔نور)

تمہارے ملک میں سب صدقۂ خیرات نام کا ہے، سوم سے لے کر برسی تک سب رسم ہے اور قید رسم آبائی ہے، ورنہ ثواب رسانی میں کیا خصوصیت کسی وقت اور قید کی ہے، اور فتاوی اوز جندی کو ملا علی قاری کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے، کہ جیسے مشہور ہے "چہ خوش گفتہ است سعدی در زلیخا" سبحان اللہ! اوز جندی (۳) کجا اور علی قاری کجا!

---

(۱) الف ۔ منیۃ المصلی ص ۱۹۰ جلد ۱ ، مسائل سجدۃ الشکر ، (مطبوعہ ہند کلی قلمی ۱۲۵۸ھ) ب عالمگیری ص ۱۳۶ ، ج ۱ ، الباب الثالث عشر فیما یتصل بذلک مسائل سجدۃ الشکر (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ)

(۲) کشف الغطاء ، ص ۳۰ ، فصل ۱۰ (مطبع انصاری دہلی ، ۱۳۱۰ھ)

(۳) [illegible]

اور وہ روایت ابوذر کی، سوم کے باب میں جہلاء زمانہ در پیرایہ علماء، نے نقل کی ہیں، سراسر بہتان اور وضعی حدیث ہے، کسی بددین بے سیقہ نے بنائی ہے، کہ ہنوز حسب قاعدہ عربی اس کے الفاظ بھی صحیح و درست نہیں، عیب کرنے کو ہنر جانے۔ جناب افصح البلغاء کی طرف ایسے چرہوز(۱) الفاظ کی نسبت کرنی کمال بلادت اور حماقت ہے۔

اوپر لکھ چکا ہوں کہ ہزار ہا حدیث بددینوں نے، اپنے فسق کے رواج دینے کو بنائی ہیں۔ سو اگر مجیب صاحب یا کوئی اور طرف دار مجیب، اس حدیث کو جواوز جندی سے نسبت کرتے ہیں، ثابت کریں، تو حسب قاعدہ اصول حدیث ثابت کریں، ورنہ خاک مذلت اپنے سر پر ڈال کر، مصداق اس حدیث صحیح کے ہوں:

من کذب علیّ متعمّدًا فلیتبوّأ مقعدہٗ من النار(۲)

جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں کرلے۔ (ت۔نور)

اور مجموع الروایات اور سراج الہدایہ کو فقیر نے دیکھا نہیں، اس میں کیا مذکور ہے، اگر موافق کتب صحاح کے ہے، تو صحیح ہے۔ ورنہ سب حلال ہے کہ کسی شخص غیر معتبر کی روایت کو آدمی تمسک کرے اور عمدہ صحیح روایت کو ترک کرے۔ یہ عین خیانت ہے۔ آیا دین داری اسی کا نام ہے کہ جہاں کہیں سے کوئی بات اپنے نفس کے موافق مل جائے، اس پر عمل کرے، نہیں بلکہ دین کی بہت تحقیق کرے، صحیح مذہب اور قوی روایت کو لیوے، غیر صحیح کو رد کرے۔ درمختار(۳) میں ہے کہ "عمل روایت مرجوح پر باطل ہے"۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب نے عرس و منع کیا ہے، یہ اس کی عبارت ہے

"لایجوز مایفعله الجهال بقبور الأولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها، واتخاذ السرج والمساجد علیها، ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد ویسمونه عرسا"(۴)

ترجمہ: یہ جائز نہیں ہے جو جاہل اولیاء اور شہداء کی قبروں پر سجدے و طواف کرتے ہیں اور ان پر چراغ جلاتے

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

ہیں، مسجدیں اور چندگاہیں بناتے ہیں اور ایک سال بعد عید کے معمول کی طرح وہاں جمع ہوتے ہیں اور اس کو عرس کہتے ہیں۔ (ت: نور)

سبحان اللہ! حضرت قاضی صاحب مرحوم! تو عرس کو منع اور حرام مثل سجدہ اور طواف کے لکھیں اور حضرت مجیب بے دیکھے بھالے قاضی صاحب کی طرف جواز عرس کی نسبت کریں۔ جانتے ہیں کہ یہ کتاب کسی کسی کو ملتی ہے، بہت کم یاب ہے، کون دیکھے گا اور کون ہمارے جھوٹ سے مطلع ہوگا۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم(۱) اور جمع الجوامع کا وجود تو تمام ہندوستان میں نہیں، مجیب نے اس کو کہاں سے دیکھا کہ اس کی نقل کر کے لکھی، اہل علم کے سامنے ایسی بات لکھنے سے شرم چاہئے اور سیوطی نے اگر جمع الجوامع (۲) میں بھی اثبات وصول ثواب عبادت بدنی کا کیا ہو، تو مطلب مجیب کا جواز سوم وغیرہ سے نہیں معلوم کیوں کر برآمد ہوگا کہ یہاں سوال تعیین ایام کا ہے، نہ مطلق ایصال ثواب ہے۔ بہر حال حرمت عرس مروجہ حال قاضی صاحب کی تفسیر سے تو معلوم ہوئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ایصال ثواب، بتعیین یوم کے باب میں، اپنی کتاب ماثبت بالسنہ میں لکھا ہے:

"فإن قلت: هل لهذا العرف الذى شاع فى ديارنا، فى حفظ أعراس المشائخ فى أيام وفاتهم أصل، فإن كان عندك علم بذالك فاذكره؟

قلتُ: قد سألت عن ذالك شيخنا الإمام عبد الوهاب المتقى المكى، فأجاب بان ذالك من طرق المشائخ وعاداتهم ولهم فى ذالك نيّات؛ قلت: كيف تعيين ذالك اليوم، دون سائر الأيام؟ فقال الضيافة مسنونة على الإطلاق، فاقطعوا النظر عن تعيين اليوم، وله نظائر كمصافحة بعض المشائخ بعد الصلوٰة وكالاكتحال يوم عاشوراء، فإنه سنة على الإطلاق وبدعة من جهة الخصوصية ..... ثم أطرق مليا، ثم رفع رأسه فقال: لم يكن فى زمن السلف شىء من ذالك، و إنما هو من مستحسنات المتاخرين، انتهى(۳)

پس اگر تم ہو کہ اس رواج کی جو ہمارے علاقوں میں، بزرگوں کی تاریخ وفات کے عرس کے سلسلے میں چل پڑا ہے، کچھ اصل ہے؟ اگر آپ کے پاس اس سلسلہ میں کچھ معلومات ہیں، تو بیان کیجئے:

---

(۱) سورۂ نور آیت نمبر ۱۶ ایک حصہ ہے۔ (نور)

(۲) یہاں جمع الجوامع سے علامہ سیوطی کی جمع الجوامع مراد نہیں، علامہ سیوطی کی جمع الجوامع میں صرف احادیث جمع کی گئی ہیں، ائمہ فقہ کے مسائل اور ان کے دلائل کا اس میں مطلق ذکر نہیں ہے یہاں جمع الجوامع سے اصول فقہ شافعی کا مشہور کتاب علامہ جلال الدین محلی اصاحب تفسیر جلالین ای ثمن نے ساتھ، سب سے پہلے ۱۳۰۶ھ ۱۳۰۶ھ میں مصر سے چھپی تھی، ملاحظہ معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ یوسف الیان سرکیس، کالم ۱۰۰۳، جلد اول طبع اول ۱۳۴۶ھ، ۱۹۲۸ء، دار صادر بیروت۔ (نور)

(۳) ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ مع اردو ترجمہ از مولانا سبحان بخش فیضی کانپوری ص ۱۶۹ (مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو میں کہوں گا، میں نے اس کے متعلق اپنے شیخ امام عبدالوہاب متقی مکی سے سوال کیا تھا، انہوں نے جواب میں فرمایا، یہ مشائخ کا ایک معمول اور ان کی عادات میں سے ہے، اور ان کی اس میں مختلف نیتیں ہوتی ہیں۔ میں نے کہا تمام دنوں کو چھوڑ کر، اس خاص دن کی تعیین کیسی ہے؟ تو فرمایا، مطلق دعوت مسنون ہے، اس لئے دن کی تعیین کی بات پر توجہ نہ کرنی چاہئے، اس کی مثالیں بھی موجود ہیں، جیسے بعض مشائخ کا نماز کے بعد مصافحہ اور دس محرم کو سرمہ لگانا، کیوں کہ یہ چیزیں علی الاطلاق، بلا کسی تعیین کے سنت ہیں، مگر کسی خصوصیت کے التزام کی وجہ سے بدعت ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد (شیخ عبدالوہاب نے) چھ دیر کے لئے سر جھکا لیا، پھر سر اٹھایا اور کہا! ان میں سے کوئی بات بھی سلف کے زمانے میں نہیں تھی، یہ سب متاخرین کی پسندیدہ ہیں۔ (ت نور)

ترجمہ اس کا لکھنا ضرور ای انہیں، مجیب خود مدعی علم ہیں، سمجھ لیں گے، مگر اتنا جان لو کہ مطلق ایصال ثواب وضیافت مسنون ہوئی اور خصوصیت کسی دن کی بدعت ہوئی۔ باقی مشائخ نے کوئی نیت صالحہ اس میں اگر ٹھہرائی (ہو) تو وہ دوسری بات ہے، مگر باوصف نیت صالحہ شیخ عبدالحق نے اور ان کے پیر نے اس کو بوجہ خصوصیت بدعت کہا، مگر مشائخ کو ہرگز تاکید تعیین یوم کی مثل اس زمانہ کے جہلاء کے نہ تھی، پھر بھی بدعت کہا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سلف میں ہرگز یہ رسم نہ تھی۔ اب ناواقف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے عرسوں کو، اپنی بفوات میں لکھتے ہیں، دیکھو کہ کس قدر مبتلائے کذب و بہتان و مالیخولیا ہیں۔ معاذ اللہ!

باقی عرس کا مستحسن متاخرین کے نزدیک ہونا، سو وہ وہی عرس تھا کہ جس میں ان کو تاکید تعیین روز کی، اب کے جہال جیسی نہ تھی اور اس تعیین کو سنت یا مثل سنت نہیں جانتے تھے، اگر ضروری جانتے لاریب! بدعت سیئہ ہو جاتی۔ معہذا! کہ وہ ضروری نہیں جانتے تھے، پھر بھی شیخ نے اس کو بدعت ہی کہا، اب فہم والے کو تامل درکار ہے اور اپنے اصرار پر جائے توبہ واجب ہے، کہ شیخ خود مجیب اور اتباع مجیب کے مسلم الثبوت مقتدا ہیں، وہ کیا فرماتے ہیں اور حضرت مولانا عبدالعزیز نے یہ لکھا ہے کہ ہفتہ اور چہل روز تک مردہ کو زیادہ احتیاج ثواب ہے (۱) ان دنوں میں زیادہ ایصال ثواب کرتے رہیں، بایں معنی کہ وہ ہنوز نو گرفتار ہے، مفارقت دنیا اور قرار قبر [سے] اس کو اگر اس عرصہ میں ثواب سے یاد رکھیں گے، تو موجب انس وحشت [سے] ہوگا، کہ ہر روز اس عرصہ میں ان کے خبر گیر رہیں۔ نہ یہ بات کہ خاص کر صرف چالیسویں اور دسویں اور بیسویں دن اور سوم کو معین کرے، اس کا الا ابنا ساتار دیا کریں (۲) چالیس روز تک ثواب پہنچانا اور چالیسویں روز ثواب پہنچا دینے میں، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آیا اس وقت کے عالم، اپنی زبان بندی کے معنی بھی نہیں سمجھتے [تھے]۔ سبحان اللہ! اگر یہی استدلالات ہیں تو علم وفہم کا خاتمہ ہو چکا۔

(۱) تفسیر عزیزی، شاہ عبدالعزیز۔ ص ۱۶۸ سورہ انشقاق پارہ عم۔ (مطبع محمدی، علی باغ) ۱۲ نور

(۲) الا ابنا اتارنا، ظاہر میں نام لڑکے کا تاکہ پھوٹی پھوٹنے، اصل کا نہیں یا۔ محاورات ہندی ۱۰۰ الا بنا ان کی شکار یورنی ص ۱۵، ۱۶۔ (علی ۱۹۹۳ء) ۱۲ نور

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی بعد رد کرنے رسوم چہلم وغیرہ کے، یہ استدراک کرتے ہیں کہ ثواب رسانی خوب شئے ہے، ہمارے چہلم وغیرہ کے منع کرنے سے رسوم کا منع کرنا مراد ہے، نہ ایصال ثواب کا منع کرنا کہ وہ خوب چیز ہے۔(۱) مجیب نے اول عبارت کو حذف کر کے کیا [ہی] عمدہ مطلب اپنا ثابت کیا ہے، کہ ہر ایک کو تعجب ہوتا ہے اور یہی مطلب شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کا ہے(۲) اور یہ خلاصۃ الفقہ غیر معتبر، واہی کتاب ہے(۳) معلوم نہیں کہ اس کا مؤلف کون ہے، کہ محض کذب واہی حدیث نقل کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوا، اگر کوئی جاہل ناواقف کچھ نقل کرے، بالکل بہتان صریح ہے۔ شیخ عبدالحق کے کلام سے مطلقاً سلف میں نہ ہونا، عرس وغیرہ کا اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اور یہ تمام صحاح ستہ ومشکوٰۃ شریف وکتب فقہ معتبرہ موجودہ میں، کہاں سے اثبات عرس وغیرہ کا کیا، بلکہ خلاف اس کے نکلتا ہے، اس ایک شخص کا ایسا جھوٹ لکھنا کب سند ہے۔ یہ بات جب ہے کہ فی الواقع خلاصۃ الفقہ مجیب میں یہ روایت موجود ہو، ورنہ احتمال غالب ہے کہ یہ حضرت مجیب کی ہی چالاکی ہو، چنانچہ تفسیر مظہری کی طرف ایک روایت کی نسبت فرماتے ہیں، حالاں کہ اس میں اُس کے بالکل خلاف لکھا ہے، اسی طرح خلاصۃ الفقہ کی طرف بھی یہ روایت منسوب کر دی ہو، تو کیا بعید ہے۔

الحاصل! ان سب روایات سے ثابت ہو گیا کہ ایصال ثواب مطلق بلا قید رَسْمِیَّت بہتر ہے اور قیودِ مرسومہ تو ان روایات سے ہرگز ثابت نہیں ہوتیں، مجیب ان کا اثبات بروایات صحیحہ فرماویں اور ہماری روایات کا جو در باب بدعت ومکروہ ہونے قیود اور تعیین اوقات رسوم ہیں، جواب لکھیں، ورنہ نفس ایصال ثواب میں کاغذ سیاہ کرنا ضرور [ہی] نہیں، اس کا کسی کو انکار نہیں۔ سائل تعیین ایام سوم ودہم وبستم وچہلم وغیرہ کو پوچھتا ہے، بروایات صحیحہ ثابت کرو، روایات واہیہ کو کوئی نہیں سنے گا، یا اپنے اجتہاد سے کچھ ثابت کرو، لہٰذا بحث مطلق ومقید اصول کو ہم نے بھی اس جواب میں مشرح نہیں لکھا، دوسرے وقت پر رکھا ہے۔ فقط، واللہ اعلم! رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الف: (مجموعۂ کلاں ص ۶۳ تا ۷۱) ب: چندیانوی ص ۳۲۲ تا ۳۹۴)

(۸۶) سوم چہلم وغیرہ رسومات اور خاص مقررہ وقت پر ایصال ثواب کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین، مسائل مفصلہ ذیل میں:

اول: تیجہ ودسواں وبیسواں وچالیسواں وسہ ماہی وششماہی وبرسی وغیرہم، کہ جو بعد مرگ کرتے ہیں، اور قرآن شریف

---

(۱) صراط مستقیم کی عبارت اسی فتوے کے حاشیہ میں گذر گئی ہے۔ ملاحظہ ہو: الف: صراط مستقیم (مطبوعہ مطبع ضیائی میرٹھ: ۱۲۸۵ھ) ص ۷۳۔

ب: صراط مستقیم (مطبوعہ مجتبائی، دہلی: ۱۳۲۲ھ) ص ۶۴ [نور]

(۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ کی طرف یہ نسبت بالکل غلط ہے، حضرت شاہ صاحب کی معلوم تصانیف میں یہ بات کہیں نہیں ملی۔ [نور]

(۳) خلاصۃ الفقہ تعارف کے لئے دیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پڑھواتے ہیں اور کھانا فقیروں کو کھلاتے ہیں، آیا کرنا ان کا جائز ہے، یا غیر جائز؟ قائل جائز (۱) استدلال دیں پیش کرتا ہے کہ اگر اس کو بباعث رسم کفار کے منع کیا جاوے، تو پانچویں، گیارھویں، بائیسویں، یا بیالیسویں دن کریویں، تو رسم کفار نہیں پائی جاتی، تو کیا حرج واقع ہوتا ہے اور اگر بوجہ منع کرتے ہو، کہ تعیین منع ہے، تو احادیث سے اکثر تعیین نکلتی ہے۔ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے وعظ کے یوم جمعہ تعین فرمایا ہے، تو ہم بھی اس کی تعیین کرتے ہیں، عملاً بالحدیث۔ اس لئے کہ یہ بھی کار خیر میں سے ہے، اور اگر بسبب اس کے منع ہے، کہ لوگ ان کو بہ نیت رسوم کرتے ہیں، نہ بہ نیت ثواب، تو ہم اس کو بہ نیت ثواب کرتے ہیں، تو پھر کیا حرج لازم آتا ہے اور کھانا اس [کھانے] کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ ایام مقررہ ہنود کے ہیں، ان میں صدقہ خیرات کرنا بہ سبب تشبہ کفار کے منع ہے۔ مع ہذا! اگر نیت خالص ایصال کی ہے تو ثواب طعام کا پہنچے گا اور جو تاریخیں بدل دیوے تو کچھ حرج نہیں، کہ تشبہ رفع ہو گیا، مگر پھر ان تواریخ کا ایسا التزام نہ کرے، کہ پس وپیش نہ ہو، تاکہ وہ بھی بسبب تقیید مطلق کے مکروہ نہ ہو جائے اور تعینات شرعیہ تو من الشارع ہیں، اس واسطے یہی مامور ہوئے، مگر ان پر قیاس کر کے اپنی طرف سے تعیین کرنا، کہ اطلاق شارع کے مزاحم ہو، موجب عدم جواز کا ہوتا ہے۔ پس قیاس تعین یوم وعظ پر کرنا، خلاف قواعد شرع کے ہے، بلکہ یہ قیاس مزاحم اطلاق شرع کے ہو کر، موجب کراہت کا ہوتا ہے، قیاس خلاف نفس کے کرنا اور ایسا قیاس کہ تغیر حکم شرع کا کرے، حرام ہے۔ پس سائل صاحب اول قواعد اصول فقہ سوچ کر سمجھیں، پھر اپنی اس توجیہ کی حقیقت سے متنبہ ہوویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۹۹-۱۰۱)

(۸۷) تیجہ چالیسواں سب حرام ہیں:

سوال: اور ایک رسم تیسرے روز تیجے کی ہے اور چالیسویں روز چہلم کرتے ہیں، یہ سب درست ہیں، یا نہیں؟ بینوا توجروا.

جواب: تیجا اور دہم اور چہلم وغیرہ رسوم کا حال یہ ہے کہ سب حرام ہیں، کہ اس میں برادری کے طعن کا خیال ہوتا ہے اور مشابہت ہنود کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ مسائل بہت دفعہ کتب ورسائل میں طبع ہو چکے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۳۰۱ھ

(فیوض رشیدیہ ص ۶)

(۸۸) سوم تیجہ کرنا سب حرام ہے:

سوال: رسم سوم میت بہ تعیین تاریخ بے شک ممنوع وبدعت ہے۔ مگر اس کے ترک سے مردہ ثواب سے محروم رہتا ہے اور محبت دلی مقتضی ہے کہ کسی طرح اس کو ثواب پہنچے، پس اس صورت میں اگر تاریخ وغیرہ مقرر نہ ہو، اول روز یا دوسرے روز یا چوتھے یا پانچوے روز، احباب کو بلا کر قرآن شریف، کلمہ شریف نخود پر یا تسبیح پر پڑھوا لیا جائے، تو کیا قباحت ہے؟

(۱) اصل میں یہاں، قائل نا جائز لکھا ہے [کلاں ص ۹۹] جو یقیناً سہو کاتب ہے۔ صحیح لفظ قائل جائز ہے۔ اس لئے درست کر دیا۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جس قدر کلمہ کلام جماعت کثیرہ سے تھوڑی دیر میں ہوسکتا ہے، ایک دو آدمی یا ایک گھر کے آدمیوں سے، بہت دیر میں بھی ممکن نہیں، اور ظاہر ہے کہ غائبانہ کون پڑھتا ہے، محض بنظر ثواب رسانی اجتماع بروز غیر مقررہ ہو، تو کیا حرج ہے؟

جواب: صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ:

عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند و ختمات خوانند نہ برسرِ گور و نہ غیر آں۔ وایں مجموع بدعت ست ومکروہ۔

سلف صالحین کی عادت شریفہ نہیں تھی کہ مردہ کیلئے جمع ہوں، قرآن شریف پڑھیں اور ختمات کا اہتمام فرمائیں، نہ قبر پر نہ اسکے علاوہ، یہ سب بدعت اور مکروہ ہے۔

وعادت نبود کہ برائے کساں طعام کنند۔ انتہیٰ (۱)

اور یہ بھی عادت نہیں تھی کہ کسی کے مرنے کے بعد لوگوں کو کھانا کھلائیں۔

پس امر بدعت کے واسطے یہ اہتمام کہ ترک اس کا گناہ ہے، مگر محبت مقتضی ترک کو نہیں، خالی از بدعت وداعیہ نفس نہیں ہوتا، باقی سب بہانہ ہے۔

تیسرے روز میں تشبہ بالیہود تھا، اب اہتمام امر مباح کا ہوکر دوسرا امر بدعت ہو جاوے گا۔ جو دوست اخلاص والے ہیں وہ غائبانہ بھی پڑھیں گے، جو غیر مخلص شرماشرمی آویں گے، ان کا پڑھنا بھی مفید نہ ہوگا، ایک دو قرآن اور کلمہ خود گھر والے بھی پڑھ سکتے ہیں، بہرحال یہ حیلہ ہے کہ رسم مرتفع نہ ہو، نہ اخلاص اسلام۔ واللہ اعلم (چندیانوی ص ۱-۲)

(۸۹) قبر کے پاس بیٹھ کر اجرت لے کر قرآن شریف پڑھنے کا حکم؟

مسئلہ: قرآن شریف کا ثواب اگر خالص نیت سے پڑھ کر ہبہ کیا جاوے، تو پہنچتا ہے، مگر یہ رسم جو قبر پر حافظ بیٹھ کر پڑھتا ہے مخترع ہے، کہ قرون ثلاثہ سے اسکا ثبوت نہیں، اور یہ حافظ اجرت پر پڑھتا ہے، ہبہ کی نیت ہرگز نہیں ہوتی، تو ایسے قرآن کا ثواب خود حافظ کو بھی نہیں ملتا، کہ اسکی نیت روپیہ اور متاع کی ہے، تو جب خود حافظ کو اس قرآن کا ثواب حاصل نہ ہوا، تو وہ دوسرے کو کیا دے گا؟ سو یہ پڑھوانا محض فضول ہے، نفع آخرت اس میں کچھ نہیں۔ رسم دنیوی پوری کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ الاجوبة صحيحة. محمد یعقوب نانوتوی

(مجموعہ کلاں ص ۴۲)

(۹۰) ایصالِ ثواب کیلئے اجرت جائز نہیں:

سوال: ہر چہ در طحطاوی نوشتہ اند، از ملتقط عبارت ایں است: [ترجمہ] جو کچھ کہ طحطاوی میں لکھا ہے ملتقط سے اس کی عبارت یہ ہے۔

(۱) شرح سفر السعادۃ ص ۲۷۳۔ باب احوال میت (مطبع نول کشور: ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

والمختار جواز الاستئجار علی قراءۃ القرآن علی القبور مدۃ معلومۃ)فتوی بریں قول بست یا نہ؟۔ بینوا توجروا.

ترجمہ: اور مختار مسئلہ قبر پر ایک متعین مدت تک قرآن مجید کے پڑھنے پر، اجرت لینے کے جواز کا ہے۔

جواب: صحیح ومفتی بہ ومختار مذہب ائمہ دین ہمیں است، کہ استیجار برائے ایصال ثواب جائز نیست، خواہ بر قبر باشد خواہ بر غیر آں، وخلاف ایں است لایعبأ بہ است۔ وآنچہ متاخرین بر تعلیم قرآن، مثل فتوی جواز داوہ اند، بنابر مصلحت وضرورت ضروریہ دینی است، کہ در ایصال ثواب ہرگز آں امر یافت نمی شود، پس قیاس آں بریں خارج از قواعد فقہ است۔ در تحقیق آں صاحب رد المحتار سعی بلیغ فرمودہ، قدرے ازاں نقل می شود:

ترجمہ: صحیح مفتی بہ اور ائمہ دین کا راجح قول ومذہب یہی ہے کہ ایصال ثواب کے لئے اجرت (معاوضہ لینا اور دینا) جائز نہیں ہے۔ چاہے قبر پر پڑھنے کی اجرت ہو، یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ، اس کے خلاف جو کچھ ہے، وہ ناقابل اعتبار ہے۔ اور وہ جو متاخرین نے قرآن مجید کی تعلیم پر تنخواہ کے جائز ہونے کا فتوی دیا ہے، وہ ایک دینی مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے ہے، یہ بات ایصال ثواب میں بالکل بھی نہیں پائی جاتی، پس (اس کا) اس پر قیاس، فقہ کے اصول وقواعد سے خارج ہے۔ اس کی تحقیق میں رد المحتار (شامی) کے مصنف نے خوب کوشش کی ہے، اس میں سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

وقد اتفقت کلمتهم جمیعاً في الشّروح والفتاوی علی التعلیل بالضّرورۃ، وهی خشیة ضَیَاع القرآن کما فی الهدایة. وقد نقلت لک ما في مشاهیر متون المذهب الموضوعة للفتوی، فلاحاجة الی نقل ما فی الشروح والفتاوی.

وقد اتفقت کلمتهم جمیعا علی التصریح، بأصل المذهب من عدم الجواز، ثم استثنوا بعده ما علمته، فهذا دلیل قاطع وبرهان ساطع علی أن المفتی به لیس هو جواز الاستئجار علی کلّ طاعة، بل علی ما ذکروه فقط، مما فیه ضرورۃ ظاهرۃ، تبیح الخروج عن أصل المذهب من طرق المنع الخ(۲)

ترجمہ: اور بلاشبہ ان سب [فقہاء] کے الفاظ شروحات اور فتوی میں ضرورت پر مبنی ہیں، وہ قرآن مجید کے

---

(۱) طحطاوی ص ۳۰ ج ۴ باب اجارۃ الفاسدۃ (عکس طبع عت قدیم، مطبوعہ دار معرفۃ بیروت لبنان ۱۳۹۵ھ) [نور]

(۲) ردالمحتار شامی ج ۶ ص ۵۶۔ باب مطلب تحریر مهمهفی عدم جواز لاستیجار علی التلاوۃ (مطبوعہ دار الغربیہ بیروت ۱۳۹۹ھ) نیز شامی ص ۳۵ ج ۵ باب تحریر مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوۃ (کتبۂ ایچ ایم ۱۳۹۷ھ) [نور]

ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

اور میں نے آپ کو قرآن سے وہ سب نقل کر دیا ہے جو مذاہب فقہ کے ان متون میں ہے جو فتویٰ کی اساس ہیں، اس لئے ان عبارتوں کی نقل کی ضرورت نہیں جو شروحات اور فتاویٰ میں ہیں۔

اور ان سب کے الفاظ و کلمات، اصل مذہب کی صراحت کے مطابق قرأت قرآن مجید کی اجرت جائز نہ ہونے پر متفق ہیں، پھر بعد میں اس کا استثناء کیا، جیسا کہ میں نے بتا دیا ہے، اس لئے یہ اس کی دلیل ساطع اور برہان قاطع ہے کہ جس پر فتویٰ ہے وہ کسی بھی عبادت پر اجرت کا صحیح ہونا نہیں ہے، بلکہ صرف ان عبادتوں پر، جن کا ہم نے ذکر کیا۔ اس سے کہ اس میں ایک واضح ضرورت ہے، جس کی وجہ سے اصل مذہب سے نکلنا جائز ہے۔ اب نور بعد از یں بحث طویل و نقول کثیرہ آوردہ، پس آنچہ طحطاوی گفتہ قابل تعدیل نیست۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ترجمہ اس نے بعد بھی بحث اور بہت سی عبارتوں کو نقل کیا ہے، اس لئے طحطاوی نے جو کچھ کہا ہے، وہ منصفانہ (اور لائق توجہ) نہیں۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۶ ج ۱)

(۹۱) قبروں پر پھول اور کنکری ڈالنا کیسا ہے؟ سوال: قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے، یا نہیں، اور کنکری ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: قبر پر پھول ڈالنا مکروہ ہے، کنکریں قبر پر ڈالنا، کہ خاک نہ اڑے تو درست ہے، ورنہ چھوڑ دے۔ (بدست خاص۔ سوال و جواب ۱۱۵)

(۹۲) مزارات پر دست بستہ کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟ سوال: کسی بزرگ کے مزار کو قریب سے یا دور سے، سر جھکا کر سلام کرنا، یا سامنے مزار کے دست بستہ مؤدبانہ ایسا حال کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: مزار اولیاء کے سامنے سر جھکانا اور دست بستہ کھڑا ہونا، مشابہت بالشرک ہے، نہ چاہئے۔ بطریق سنت زیارت کرے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ فتاویٰ ص ۹)

(۹۳) مزارات اولیاء کے سامنے سر جھکانا اور دست بستہ کھڑا ہونا کیسا ہے؟ مسئلہ: مزار اولیاء کے روبرو قریب و بعید سے سرنگوں ہونا اور دست بستہ کھڑا ہونا مشابہ بشرک ہے، اس سے اجتناب ضرور ای ہے، بطریق سنت زیارت قبور چاہئے۔ فقط۔

رشید احمد گنگوہی

الف (مجموعہ فتاویٰ ص ۸۴) ب (چند یادگار ص ۳۰)

(۹۴) بزرگوں کی قبروں کا طواف حرام ہے: مسئلہ: طواف قبور اولیاء اللہ حرام ہے، سوائے

بیت اللہ شریف کے (طواف کے) کسی چیز کا طواف حلال نہیں۔ ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں:

(ولایطوف) أی ولایدورُ حول البقعة الشریفة، لأن الطواف من مختصات الکعبة المنیفة، فیحرم حول قبور الأنبیاء والأولیاء و لاعبرة بما یفعله العامة الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ و العلماء. انتهیٰ (۱)

ترجمہ: طواف نہ کرے گرد کسی مکان متبرک کے، کہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے۔ پس حرام ہے طواف گرد قبور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے، اور کچھ اعتبار نہیں جو جاہل لوگ قبور کا طواف کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ صورت مشائخ اور علماء کی ہو۔ [ترجمہ قدیم]

اور معراج میں مرقوم ہے:

لوطاف حول مسجد سوی الکعبة یخشی علیه الکفر انتهیٰ.

ترجمہ: اگر کوئی طواف کرے گرد مسجد کے، سوائے کعبہ شریف کے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

[ترجمہ قدیم]

ہرگاہ کہ مسجد کے طواف سے خوف کفر کا ہوا، تو طواف قبور سے بطریق اولیٰ کافر ہو جائے گا۔ پس اگرچہ کوئی بصورت عالم درویش ہو کر طواف کرے، وہ نہایت بد اور گمراہ ہے۔ اس کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں، اور اس کی صحبت سے اجتناب پر ضرور (۲) ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۴۶-۴۷)

(۹۵) تصویر روضۂ مطہرہ وغیرہ کو بوسہ دینا؟ سوال: برتصویر روضۂ منورہ حضرت سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم (نقشہ مدینہ منورہ زادها الله شرفا) ونقشہ مکہ مکرمہ، کہ در دلائل الخیرات واقع است، بوسہ دادن وچشم مالیدن از روئے شرع جائز است، یا نہ؟

ترجمہ: سوال: روضہ اقدس حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ مکرمہ کے عکس کو (جو دلائل الخیرات میں چھپا ہوا ہے) چومنا اور آنکھوں سے ملنا شریعت کی رو سے جائز ہے، یا نہیں۔ [ت۔نور]

---

(۱) شرح مناسک ص ۲۷۶۔ باب زیارة سید المرسلین صلی الله علیه وسلم طبع اول (مطبع الماجدیہ مکة المکرمہ: ۱۳۲۸ھ)

(۲) بہ ضرور۔ نہایت ضروری۔ ضرور بالضرور۔ اردو لغت، تاریخی اصول پر، ص: ۲۳۔ ج: ۱۳/ [کراچی: ۱۹۹۱ء] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بوسہ دادن وچشم مالیدن بریں نقشہا ثابت نیست، واگر از غایت شوق سرزد ملامت وعتاب ہم برجا نباشد۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ **الجواب صحیح اشرف علی عفی عنہ** ۲/۶/۱۳۲۲ھ

ترجمہ جواب ان نقشوں کو بوسہ دینا اور آنکھوں سے ملنا ثابت نہیں، اگر غایت شوق میں بے ساختہ ہوجائے، تو اس پر ملامت کرنا اور غصہ کرنا بھی مناسب نہ ہوگا۔ (ت نور)

(مداد الفتاوی، مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی ص ۲۶۴-۲۶۵ جلد چہارم (کراچی)

(۹۶) قبر کا بوسہ دینا حرام ہے:

سوال: بوسہ لینا قبر کا جائز ہے، یا حرام؟

جواب: بوسہ لینا قبر کا حرام ہے۔

فی المدارج "وبوسہ دادن قبر او سجدہ کردن آں را وکلہ نہادن حرام وممنوع است۔ ودر بوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی نقل می کند، وصحیح آں است کہ مایجوز (۱) وادنی [ما] لایجوز، گناہ صغیرہ است واصرار برآں کبیرہ است، ہکذا فی الشرح عین العلم.

ترجمہ: قبر کو بوسہ دینا اور اس کو سجدہ کرنا اور اس پر رخسار رکھنا حرام اور قطعاً منع ہے، والدین کی قبر کو بوسہ دینے کی روایت بیہقی نقل کرتا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ (یہ) جائز نہیں ہے۔ اور ناجائز ہونے کا کم سے کم درجہ، گناہ صغیرہ جیسے ہے اور اس پر اصرار گناہ کبیرہ ہے۔ شرح عین العلم میں یہی لکھا ہے۔

(فتوی عدم جواز یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ، مرتبہ مولانا محمد نذیر بیگ کرتپوری، بجنوری ص ۱۰۰ (مطبع مطبع العلوم، حیدرآباد)

(۹۷) قبروں پر گنبد اور پختہ عمارتیں بنانا منع بلکہ حرام ہے:

سوال: قبر پر پختہ عمارت اور گنبد بنانا، کس حدیث سے ثابت ہے؟ فقط

جواب از انبالوی: (۲) قبر پر پختہ عمارت اگرچہ مکروہ ہے، مگر خواص اولیاء اللہ کی قبر پر درست وجائز ہے، چنانچہ شیخ عبد الحق نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ، ہمارے زمانہ میں بعض مکروہ، حکم مستحب کا رکھتے ہیں۔ چنانچہ مزار اولیا عالم اللہ کا پختہ بنانا جائز ہے، واسطے شوکت اسلام کے، اور عبد الوہاب نجدی بڑا بے ادب اور گمراہ تھا کہ حضرت کے روضۂ مبارک کو شہید کرنے گیا، یہ نہ سمجھا کہ اصحاب کبار نے حضرت کے روضہ کو بنایا ہے، میری کیا طاقت کہ شہید کروں اور حضرت کے واسطے پختہ عمارت درست ہے، اگر منع ہوتی تو حضرت کے خلیفہ نہ بناتے! واہ وہ نجدی عامل بالحدیث تھا، یہ ہو کہ بڑا خبیث تھا۔ جو حدیث میں آیا ہے کہ پختہ قبر منع

---

(۱) مدارج النبوۃ، شیخ عبد الحق محدث، ص ۵۴۷ ج ۲ (مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۴ھ) اس کے بعد کی عبارت مدارج کی نہیں ہے، شرح عین العلم سے اضافہ کی گئی ہے۔ [نور]

(۲) یہ [illegible] ص تھے [illegible] کا تذکرہ نہیں ملا۔ (نور)

ہے، وہ عوام الناس کی قبر کا حکم ہے نہ خواص کی قبر کا۔ شیخ عبدالحق نے اس حدیث کی خوب شرح لکھی ہے، بسبب طول کے اسکو نقل نہیں کیا، اللہ تعالیٰ ایسے عقیدہ والوں کو ہدایت کرے۔ فقط

تردید جواب بالا از حضرت گنگوہی: کتب حدیث وفقہ سے ثابت ہے کہ قبر پر پختہ عمارت مکروہ ہے(۱) چنانچہ مجیب بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، مگر قبور اولیاء اللہ کا استثناء کتب حدیث اور معتبر کتب فقہ میں کہیں نہیں آیا ہے۔ فقط

ایک شیخ عبدالحق کا قول خلاف حدیث وقول فقہاء کے اس بارے میں معتبر نہیں ہوسکتا۔ شیخ کیا، اگر سو عالم بھی خلاف نص صحیح کے، کچھ بھی لکھیں ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ یہ روایت بخاری میں موجود ہے(۲) عبدالوہاب بیچارہ کیا کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو متعین کیا، کہ جو تصویر دیکھوں محو کردوں اور جو قبر بلند نظر پڑے، اس کو زمین کے برابر کردوں۔(۳) سو عبدالوہاب نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا (ہے) اگر عمل کرنا سنت پر بے ادبی ہے، تو شاید مجیب کے نزدیک ترک سنت اور ہدم سنن ہدیٰ کا نام ادب ہوگا۔ معاذ اللہ توبہ!

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہوئے تھے اور یہ حکم خواص انبیاء میں سے ہے کہ گھروں میں مدفون ہوں، چنانچہ کتب فقہ میں موجود ہے(۴) اور پھر صحابہ کے زمانہ میں، یا تابعین یا تبع تابعین کے وقت

---

(۱) صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يجصص القبر، وان يقعد عليه، وان يبنى عليه صحيح مسلم كتاب الجنائز ص ۳۱۲ ج ۱ [مطبع مجتبائی دهلی ۱۳۱۹ھ] نیز کتاب مذکور باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه ج ۱ ص: ۳۳۰ رقم الحدیث ۹۷۰ نظر محمد الفاریابی مکتبه دارطیبه ریاض ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء] اور درمختار ج ۱ ص ۱۲۵ میں ہے: ولا يرفع عليه بناء (وفي الشامي) بحر ولو لمدرسة ويكره لو للاحكام بعد الدفن۔ مطلب في دفن الميت ص: ۶۰۱، ج ۱ باب الجنائز [مطبع مجتبائی] نیز ردالمحتار علی الدرالمختار ج ۲ ص: ۲۳۷ [دارالفکر، بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء]

(۲) پیش نظر نسخہ میں یہاں بخاری لکھا ہوا ہے مگر غالباً یہ کتاب سے یہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔ کتاب الجنائز ص ۳۱۲ ج ۱ [مطبع مجتبائی دهلی ۱۳۱۹ھ] نیز بیہقی، سنن کبریٰ، کتاب الجنائز باب فی البناء علی القبر رقم الحدیث ۶۷۰۱ ص ۳۲۱ ج ۴ [دارالقبلة للثقافة الاسلامیه بیروت ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۴ء] نیز دیکھئے اس ماخذ کتاب مذکور ج ۲ ص ۵۰۲ رقم ۱۵۲۲، ۱۵۲۳ [شعیب الارنؤوط، دارالرسالة العلمیة، تعلیق: حمد اوبی ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء] ترمذی [محمد فؤاد باقی] کتاب الجنائز باب ماجاء فی کراهیة تجصیص القبور والکتابة علیها باب اللحدة والدفن رقم الحدیث ۱۰۵۳ ص ۳۶۹ ج ۳ [دارالکتب العلمیة بیروت لبنان] نے بھی بیان میں ذکر فرمائی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت موجود نہیں۔ (نور)

(۳) عن ابی الهياج الاسدی قال: قال علی الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان لا تدع تمثالا الا طمسته ولا قبرا مشرفا الا سویته۔ صحیح مسلم ص ۳۱۲ ج ۱ [مطبع مجتبائی دهلی ۱۳۱۹ھ] نیز مسلم شریف کتاب الجنائز باب الامر بتسویة القبر ج ۱ ص ۳۰۰-۳۰۱ رقم الحدیث ۹۶۹ [دارطیبه، نظر محمد الفاریابی ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء]

(۴) [illegible] الدر المختار مع الشامی کتاب الحظر، باب مطلب فی دفن المیت ج ۶ ص ۶۳۵ دارالفکر بیروت لبنان ۱۳۱۶ھ نیز الدر المختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۰ مطبع مجتبائی دهلی ملاحظہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں ہرگز کسی نے اس پر قبہ نہیں بنایا، یہ ایک سلطان نے بنایا ہے۔ تاریخ مدینہ کا کہ جس کا ترجمہ جذب القلوب (۱) ہے، مجیب مطالعہ کرکے دیکھیں اور انصاف کریں، کہ قبہ کس عالم یا صحابی کا بنایا ہوا ہے (۲) اور پھر اپنی تحریر کے صدق و کذب کو تولیں، خصوصاً جب خصوصیت انبیاء کے مزار کی ہو، تو پھر کیا تاب و قیاس مزار اولیاء کی باقی رہی، البتہ اگر متبعاً کسی ولی کو قبہ میں دفن کریں، تو کچھ مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو دفن کیا ہے، سو کچھ حرج نہیں۔

دیکھو صلوٰۃ وسلام متبعاً غیر نبی پر درست ہے اور بالاستقلال منع ہے۔ بہرحال خلاف قیاس پر قیاس کرنا روا نہیں۔ جناب مجیب ذرا ہوش میں ہوں، اب جواب الجواب تو تمام ہوا۔ اگر ممکن ہو حسب قاعدہ اصول وفقہ بروایات صحیحہ جواب تحریر فرمائیں، ورنہ تکلیف جواب نہ اٹھاویں، کہ ادھر سے بجز تحریر قواعد حمد اور کوئی طرز تحریر نہیں، سب وشتم ہمارا کام نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الف (مجموعہ کلاں ص ۷۲-۷۳) ب (چند یانوی ص ۳۴۹-۳۵۲)

اذان سے متعلق بدعات

(۹۸) اذان کے وقت انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

سوال: وقت استماع نام پاک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اذان میں تقبیل بہامین کس حدیث سے ثابت ہے؟

جواب کیے از علمائے اہل بدعت: تقبیل بہامین وقت استماع نام پاک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم موجب ثواب عظیم ومسنون ہے۔ چنانچہ مولوی فضل رسول (۳) مرحوم مولوی کریم اللہ (۴) نے اس کے اثبات

---

(۱) جذب القلوب الی دیار المحبوب [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

میں مدلل رسائل تحریر کئے ہیں، مگر وہابی (و) منکر اولیاء اللہ اس کو ناجائز جانتے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں اس کا مسنون ہونا اور موجب ثواب ہونا خود موجود ہے، جو مجھ کو معلوم ہے، اس کو لکھتا ہوں۔

فرمایا حضرت نے:

وقد نقل عن مسند الفردوس، المؤلفة للحافظ الإمام شهر دار بن الحافظ شهرويه الديلمي، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من قبل ظفر إبهاميه عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله في الأذان، أنا قائده ومدخله في صفوف الجنة

وفي حمل الأحاديث، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد في عشر المحرم عند الأسطوانة حذاء أبي بكر، فقام بلال، فأذن فلما بلغ أشهد أن محمدا رسول الله قال أبوبكر ظفر إبهاميه و وضعهما على عينيه، فقال، قرة عيني بك يا رسول الله! فلما فرغ بلال من الأذان توجه النبي (صلى الله عليه وسلم) إلى أبي بكر، فقال من فعل مثل مافعلت يا أبابكر، غفر الله ذنوبه حديثها وقديمها و عمدها و خطأها

مسند فردوس، تالیف امام حافظ شہردار ابن شہرویہ میں نقل کیا گیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سننے کے وقت اپنے انگوٹھے چومے، میں ان کا سردار ہوں گا۔ اور ان کا جنت کی صفوں میں داخلہ ہوگا۔

اور "جمل احادیث" میں ہے کہ رسول ﷺ دس محرم کو مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اس کے تنے کے سامنے ٹھہر گئے، جو حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سامنے تھا، بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی، جب اشہد ان محمدا رسول اللہ ﷺ پر پہنچے تو ابوبکر نے انگوٹھوں سے ناخن چومے اور ان کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور کہا.... میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہیں اے اللہ کے رسول، جب بلال اذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ابوبکر! جو اس طرح کرے جس طرح تم نے کیا، اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ، نئے پرانے، جان کر اور بھول کر کئے ہوں، سب معاف فرمادے گا۔

غرض اس بارے میں بہت کثیر علماء و محدثین کا اتفاق ہے، عبارات کتب صحیحہ کہاں تک لکھوں، منکر اس کا بے نصیب اور بے ادب ہے، گمراہ ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت کرے۔ فقط از بیاض (۱)

(۱) [illegible]

مذکورہ بالا تحریر کا رد اور تصحیح از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی:(۱)

[امام] بخاری نے روایت کیا[ہے] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ منافق کی تین نشانی ہیں، ایک ان میں سے یہ ہے کہ جب مخاصمہ کرے، بیہودہ اور گالی بکے(۲) سو مجیب نے اپنے جوابات میں جو الفاظ بیہودہ تحریر کئے ہیں، حسب حدیث صحیح، خود اپنی زبان سے بنے جو کچھ بنے۔ اہل علم کو لازم ہے کہ مناظروں میں زبان کو تھامیں اور لغو نہ بکیں۔

ازیں بعد ہوش سننا چاہئے، کہ ہزار ہا حدیث بددینوں نے اپنی طرف سے بنالی ہیں اور صدہا حدیث موضوع صلحاء نے معمول اپنی کی ہیں اور غلطی سے اس گناہ میں پڑے ہیں، چنانچہ اس امر کو اہل علم خوب جانتے ہیں، حاجت میری تحریر کی نہیں، خطبۂ صحیح مسلم اس امر کے واسطے کافی ہے۔ اسی ہزار حدیث وضعی امام ابو یوسف کو یاد تھیں، تو بس، ہر عبارت پر کہ لوگوں نے اطلاق لفظ حدیث کر دیا ہو، وہ حدیث نہیں ہوا کرتی، جب تک سند صحیح سے اس کا ثبوت نہ ہو، اور ائمہ حدیث اس کی تصحیح و تصدیق نہ کریں، اس کو حدیث جاننا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا اور کسی اہل علم کو اس کا بیان کرنا روا نہیں، ہاں البتہ جہلاء جو لباس علماء میں ہو کر، اپنے آپ کو ہوائے نفس کے مقلد کرتے ہیں اور کسی عالم کی بات کو رعونت سے تسلیم نہیں کرتے، ان کا شیوہ ہے کہ وضعی حدیثیں پیش کر کے، اپنی بدعت کو رواج دیا کرتے ہیں، تو اہل علم کو ایسے امر سے اجتناب فرض ہے۔ غرض جو حدیث کتب معتبرہ میں بسند صحیح ہو وہ قابل اعتبار ہے، ورنہ واجب الرد ہے۔ جس کو حدیث اور اصول حدیث اور فقہ اور اصول فقہ پر، کچھ نظر اور عبور ہوگا، وہ تو میری اس تقریر کو حق جانے گا، اور جس کو علم سے بہرہ نہیں، البتہ وہ جہل کی باتیں بنادے گا، مگر اہل علم کی مجلس میں خوار ہوگا۔

بعد اس کے سنو! کہ انگوٹھے چومنے کے باب میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں ہوئی، اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں لکھتا، ردمحتار شرح درمختار میں جو شامی کے نام سے مشہور ہے، نقل کیا ہے کہ لوگوں نے اس باب میں روایات کثیرہ نقل کی ہیں، مگر کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں ہوئی:

---

(۱) اصل فتوی میں "رد اجواب از اہل تحقیق" عنوان ہے۔ [نور]

(۲) عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال آیة المنافق ثلاث اذا حدث کذب، و اذا وعد اخلف، و اذا ائتمن خان و فی روایة عنه ... عمرو فی هذا الباب واذا خاصم فجر. [یہ کتب مشکوۃ باب الکبائر وعلامة المنافق الفصل الاول ص ۱۷ [اصح المطابع، رشیدیہ دہلی سے مشکوۃ باب مذکور ج ۱ ص ۲۰ رقم الحدیث ۵۷ [مکتبة البویه وداراین حزم بیروت طبعه اولی ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳ء] صحیح البخاری ص ۱۰ کتاب الایمان باب علامة المنافق [مراد آباد ۱۳۱۵ھ] نیز بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲، رقم الحدیث ۳۳ و ۳۴، مکتبه نور ص ۱۹۸۴ء] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقال الجراحی ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شی. انتهی(۱)

ترجمہ: جراحی نے کہا ہے کہ اس میں ایک روایت بھی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں۔ (ت نور)

باقی اگر کوئی قول کسی کا منقول ہو تو ثواب وعقاب میں کسی کا قول ہرگز معتبر نہیں ہوتا، اس امر میں مرفوع حدیث ہی معتبر ہوتی ہے، چنانچہ یہ قاعدہ اصول کا اہل علم پر بدیہی ہے، مجھ کو حاجت اس کے اثبات کی نہیں اور شوکانی نے اپنے رسالہ احادیث موضوعہ میں لکھا ہے کہ مسند فردوس میں جو روایت مسح عینین کی عند تشهد المؤذن بروایت ابی بکر منقول ہے اور ایسا ہی بلفظ قرة عینی جو اس باب میں روایت ہے، وہ صحیح نہیں ہوئی (۲) اور وہ بھی حدیث مجیب کی ہے، جس کو مجیب اپنی معلومات میں نقل کرتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی اپنے جوابات میں یہی تحریر فرمایا ہے، کہ یہ روایت ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا قابل عمل نہیں، اور وقت سماع نام پاک، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجز صلوٰۃ وسلام کے کچھ ثابت نہیں ہے۔ تو پس مجیب نے جو کتب احادیث اور علم حدیث سے اور ناواقف فن اصول اور اصول حدیث سے جو روایات اوراق منتشرہ پر سے، نقل کر کے پیش کرتے ہیں، دیانت ودینداری سے بعید ہے۔ ہر شخص عامی بنام علماء ہو کر جب مفتی ومجیب ہوا، تو قیامت آ گئی، اول سلیقہ تنقید روایات واجب ہوتا ہے، ازاں بعد مرتبہ افتاء ہوتا ہے۔ الحاصل یہ روایت دیلمی منقولہ مجیب، بتصریح شوکانی حیطہ صحت سے خارج ہوئی، اور شامی نے امام جراحی کے قول سے، اس باب کی سب احادیث کا غیر صحیح ہونا ثابت کر دیا، تو اب مجیب صاحب پر لازم ہے، کہ یا اس مسئلہ میں دم نہ ماریں، اور اگر جوش تقلید آبائی، سکوت کی اجازت نہیں دیتا، تو حسب قاعدہ اصول حدیث اور اصول فقہ کے اپنی احادیث کی سند کو ثابت کریں، ورنہ مفت غوغا لاحاصل ہے، قاعدۂ علم سے خارج ہے۔ علماء کے نزدیک اس وقت کلام ہو تحریر معتبر ہوگی، جو قاعدۂ علمی کے موافق تحریر ہو، ورنہ قابل استماع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۶۳۵۹)

(۹۹) اذان کے وقت انگوٹھے چومنا بدعت اور بے اصل ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، اذان میں یا اور کچھ پڑھنے میں آتا ہے، تو اکثر لوگ انگوٹھے چوم کر آنکھوں

---

(۱) عبارته وذكر ذلك الجراحي ولم ينقل عن الجراحي وهو يصح في المرفوع من كل هذا شيء انتهى. راجع الصحيح. ۳۹ ج ۱ منه عفي عنه. (۲) ذكره في المقاصد الحسنة ص ۲۹۳ ج عكس در المختار تعريف مصر ۳۳۳ هـ ب شامي. مسحه في مسنده ص ۲۲ ج المطبع المجتبائي دهلي ۱۳۱۰ هـ.

(۳) [illegible] في مسنده عن علي بكر [illegible] في ص [illegible] في سنده [illegible] الصحيح بدكره [illegible] موضوعات علامه محمد طاهر پتني ص ۳۰ ج [illegible] صحح [illegible] المقاصد الحسنة في الاحاديث المشتهرة على الالسنة [illegible] ص [illegible] صحح [illegible] المطبع المجتبائي دهلي ۱۳۱۰ هـ) طبع جديد [illegible] محمد فاضل سيد [illegible] توقيفه فقط ومصححه [illegible].

سے لگا لیتے ہیں۔ اگر یہ چومناص قرآن اور حدیث صحیح سے ثابت ہے، تو چاہئے کہ حکم عام دیا جاوے، اور جو اصل میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے، تو امر بلا ثبوت مانا جاوے۔ بینوا توجروا!

جواب: حامداً و مصلیاً! اس امر کی کوئی نص قرآن شریف یا حدیث صحیح سے نہیں، اور جو روایات لوگ اس کے باب میں نقل کرتے ہیں، وہ موضوع یا واہی ہیں، قابل اعتماد کے نہیں۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا نہیں چاہئے، بلکہ عوام کو منع کر دینا مناسب ہے، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۵)

متفرق بدعات

(۱۰۰) چند مسائل کی تحقیق، جن کو ایک شخص نے اہل سنت کا عقیدہ بتایا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ: ایک شخص چند عقائد مفصلۂ ذیل، منجملہ عقائد اہل سنت والجماعت بیان کرتا ہے، اور حنفی المذہب ہونے کا اقرار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ جب تک سنیہ ان عقائد پر مستقیم اور راسخ الاعتقاد نہ ہو، فرقہ سنیہ کے خطاب کا مستحق نہیں، اور عقائد یہ ہیں:

اول: مولود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، کہ اس میں آپ کے مناقب اور درود شریف وذکر ولادت ومعجزات ومعراج شریف وحلیہ شریف، وفات شریف، نیز مسائل نماز، روزہ وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں، بدعت مردود ہے اور اس کا فاعل بدعتی وکافر ہے، اور مجوزین مولود شریف یعنی جو مولود شریف کو جائز کہتے ہیں، مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ودیگر وغیرہ سب بدعتی ہیں؟

دوم: برسر بازار ایک تخت بچھا کر، اور اس کو فرش مکلف سے آراستہ کر کے اور وعظ سے پہلے کچھ اردو اشعار پڑھ کر، پھر وعظ اس تخت پر کھڑے ہو کر شروع کرتا ہے، ہیئت مجموعہ سے بالتخصیص موضع، یعنی بازار وتعین یوم وعظ کہنا فرض عین ہے، اس کا تارک کافر اور نیز مسجد میں وعظ کہنا منع ہے۔

سوم: ارواح پیغمبران ومرسلان واولیاء اللہ کا سیر کرنا ممکن ہے، اور ان سے فیض واستمداد لینا، عند الشرع ممنوع وامر ناجائز ہے، اس کی اصل شرع میں نہیں پائی جاتی۔

چہارم: مراقبہ ومکاشفہ وبیعت کرنا بدعت ہے، اس کا مرتکب بدعتی ہے۔

پنجم: اجماع امت کا فقط صحابہ تک رہا، بعد ازاں نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ششم: مولانا جامی ونظامی ومولانا روم وغیرہ کا کلام ایسا ہے کہ کفر کو پہنچتا ہے، گویا وہ اس کے نزدیک کافر ہیں۔

ہفتم: اہل عرب کل مردود وبدعتی ہیں، ان کے اقوال اور فتاویٰ ہمارے لئے حجت اور سند نہیں ہو سکتے۔ جس شخص کے ایسے عقائد ہیں وہ اہل سنت والجماعت ہے کہ نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟ اگر اس کو واعظ ہونے کا دعوی ہے، اس کا وعظ سننا اور اس سے مجانست وموانست کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ **بینوا توجروا. ان اللّٰہ لایضیع أجر المحسنین.**

(مجموعہ کلاں ص ۲۳-۲۴)

جواب: مولود کی مجلس زمانہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں اور ائمہ مجتہدین کے دور میں، کبھی نہیں ہوئی، اس کا ایجاد تین چار سو سال سے ہوا ہے۔ اگرچہ نفس ذکرِ ولادت وبیان احوال جناب سرور عالم کا درست ہے، مگر یہ مجالس مروجہ ہمارے زمانہ کی بدعت وگناہ ہیں، بوجوہ کثیرہ کے، کہ جس کے بیان میں طول ہے، مگر ایک وجہ لکھی جاتی ہے کہ، مولود اگرچہ جملہ مناہی ومخالف شرع سے خالی ہو، مگر چوں کہ عوام اس کو سنت مؤکدہ وموجب کمال ثواب ومہتم بالشان جان رہے ہیں، تو ایسی شے کا کرنا مکروہ ہووے گا۔ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

مایفعل عقیب الصلوات مکروہ، لأن الجہال یعتقدونہا سنۃ أو واجبۃ. وکل مباح یؤدی إلیہ فمکروہ، انتہی (۱)	جو کچھ کہ لوگ نماز کے بعد (مثلاً سجدہ) کرتے ہیں وہ مکروہ ہے، کیونکہ جاہل اس کو سنت اور واجب سمجھ لیتے ہیں، اور ہر وہ مباح چیز جس کو ضروری سمجھا جائے وہ مکروہ ہے۔

پس صاف معلوم ہو گیا کہ جس امر مباح کو عوام سنت جاننے لگیں، وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا مولود کی مجلس، اگرچہ اس میں کوئی خرابی نہ ہو، ناجائز ہے، چہ جائیکہ اس میں دیگر محرمات بھی موجود ہوں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے کہیں ایسی مجلس مولود کو جائز نہیں لکھا، نہ کسی دیگر معتبر نے۔ فقط۔

۲۔ اور وعظ سر بازار بھی درست ہے، اور مسجد میں بھی، جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں وعظ فرمایا ہے، احادیث اس سے پُر ہیں۔ غرض وعظ سب جگہ درست ہے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے، خواہ کہیں ہو۔

اور ارواح انبیاء اور اولیاء کا ہر جگہ سیر کرتے پھرنا، کہ اُن سے استعانت واستمداد لوگ کریں، بے شک خلاف شرع کے ہے، بلکہ خود قبر کے پاس بھی جائز نہیں۔ مجمع البحار میں لکھا ہے۔

---

(۱) عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱۔ باب ومما یتصل بذالک مسائل سجدۃ الشکر (بندر بولی ۱۲۵۸ھ) ب۔ حلبی کبیری ص ۱۳۶، ج ۱۔ الباب الثالث عشر مما یتصل بذلک مسائل سجدۃ الشکر (ملتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

من قصد بزيارة قبور الأنبياء والصلحاء، أن يصلي عند قبورهم ويدعو عندها ويسئلهم الحوائج، وهذا لايجوز عند أحد من علماء المسلمين. فان العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله (تعالى) وحده. انتهى (۱)

جس شخص نے انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت کا اس وجہ سے ارادہ (یا سفر) کیا کہ ان کی قبروں کے پاس نماز پڑھے گا اور وہاں دعائیں کرے گا، اور اپنی ضرورتوں کو طلب کرے گا، تو یہ علمائے اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز پڑھنا اور ضرورتوں کا مانگنا اور مدد چاہنا، یہ صرف حق تعالیٰ وحدہ لاشریک کا حق ہے۔

ہاں، البتہ اگر استمداد کے یہ معنی ہوں، کہ ان کی حرمت سے دعا حق تعالیٰ سے کرے، درست ہے اور مراقبہ ذکر اور فکر ہے، اور دل کو برے خطرات سے بچانا، قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ (الحشر - ۲) سو عبرت پکڑو اے آنکھ والوں (ترجمہ شیخ الہند)

پس اس کو کون ناجائز کہہ سکتا ہے؟ ہاں ایسے مراقبات کہ خلافِ شرع لوگوں نے ایجاد کئے ہیں، وہ البتہ منع ہیں، اور ایسا ہی بیعت سنت ہے، کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، بیعت ترکِ معاصی واتباع سنت پر کی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ (الحشر - ۲) تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے، وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور بیعت میں توبہ کرنا گناہوں سے اور استقامت طریقہ سنت پر، اور طریقہ استقامت شریعت کا سیکھنا ہوتا ہے، اور رسول اسی واسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کے سنت ہونے میں کیا کلام ہے؟ ہاں اگر شیخ خلافِ شرع ہو، یا شرائط پیری کی اس میں نہ ہوں، یا ایسے بیعت ہو کہ عوام جہال کرتے ہیں، کہ فقط بیعت ہونے کو موجب نجات جانتے ہیں، خواہ کچھ کرو، تو ایسی بیعت لاریب منع اور بدعت ہے۔

اور اجماع امت ہر روز مقبول ہے، مگر امت سے مراد امت مقبولہ ہے، کہ علماء واتقیاء ہوں اور حجت شرعیہ کے موافق اجماع ہو، اور خلاف نص کے اور اجماع سابق کے خلاف نہ ہو۔ جب شرائط اجماع موجود ہو جاویں گے، معتبر ہووے گا۔ اجماع ناقص رائے پر خلاف نص کے اور مخالف ائمہ ہدی کے کچھ ٹھہراویں، مردود ہے اور غیر معتبر۔

اور مولانا جامی وغیرہ اولیاء سب مقبول ہیں، ان کے بعض کلام ایسے ہیں، کہ ظاہر میں موہم خلافِ شرع کے ہوتے ہیں، مگر تامل سے اہل علم جانتے ہیں کہ خلاف شرع کے نہیں، سو جس کو فہم ایسا نہ ہو وہ حسن ظن رکھے، بدگمان نہ ہو، وہ مقبول ہیں،

(۱) مجمع بحار الانوار، علامہ محمد طاہر پٹنی، مادہ "زور" ص: ۴۴۴، ج: ۲ (حیدرآباد: ۱۳۹۰ھ) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان کو برا کہنا زبوں [برا] ہے، اور اہل عرب کا قول وفعل جو خلاف شرع کے ہو، وہ البتہ برا و بدعت ہے، اگرچہ علماء سے کیوں نہ ہو، مگر سب عرب کو برا اور بدعتی کہنا بہت زبوں ہے۔ عرب سے محبت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کقوله أحبوا العرب (۱)

پس اسی طرح یک لخت سب عرب کو بدعتی کہنا برا ہے، ہاں ان کے بدعتی برے ہیں اور عمل خلاف شرع مردود ہے، ان کے قول وفعل کی کچھ حجت نہیں۔ حجت دین میں قرآن اور حدیث اور فقہ کی ہے اور بس۔

الحاصل یہ جو لکھا گیا عقیدہ اہل سنت کا ہے، اس کے موافق جو کہے وہ متبع سنت ہے، اس سے ملنا اور وعظ سننا لازم ہے، اور جو اس کے خلاف کہے وہ قابل التفات کے نہیں، اور قلیل فرق کہ مآل دونوں کلام کا ایک ہی ہو جاوے، فرق نہیں ہوتا اور افراط و تفریط اچھی نہیں دین میں۔ میانہ روی موافق حدیث کے لازم ہے۔ واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں، ص ۲۷-۲۵)

(۱۰۱) صلوٰۃِ رغائب بدعت ہے: السلام علیکم۔ خط آپ کا آیا بندہ کو آج تک اس کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہوا، آج سے شروع جواب کرتا ہوں۔

مسئلہ: صلوٰۃ رغائب کو امام نووی نے شرح مسلم میں بدعت لکھا ہے (۲) آج کل کے علماء کا اگر اعتبار نہیں تو پہلوں کے قول کا اعتبار کرو اور پھر یہ سنو کہ اگر غزالیؒ نے اس صلوٰۃ کو لکھا ہے (۳) مگر اس کا اہتمام کرنا اور ضروری جاننا بھی تو بدعت ہے۔ اسکے بدعت ہونے کا تو خلاف کسی کو نہیں۔ غزالی نے اہتمام رغائب کو نہیں لکھا ہے، اگر نفس صلوٰۃ کو لکھا

---

(۱) قال رسول الله ﷺ: أحبوا العرب لثلاث لأني عربي، والقرآن عربي، وكلام اهل الجنة عربي. رواه البيهقي في شعب الايمان، عن ابن عباس، ۴۲۴۰، رقم الحديث: ۱۴۹۶ [نیز دیکھئے مشكوة الفصل الثالث ص. ۵۵۳، ج: ۲ باب مناقب قريش. اصح المطابع رشيديه، دهلي: ۱۹۵۵ء] نیز دیکھئے: مشكوة ج: ۵ ص: ۲۳۲۲ رقم الحديث: ۶۰۰۶. ت رمضان بن احمدبن علي آل عوف [مكتبة النزيه رياض: ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء]

وأخرجه الحاكم في المستدرك (۴ ۸۷) [دار المعرفة بيروت] وقال تابعه محمدبن الفضل عن ابي حريج، وصححه ولم يوافقه الذهبي وشاهد آخر في حديث ابي هريرة أخرجه الطبراني في الأوسط، فالحديث ضعيف لاصحيح ولاموضوع- تنزيه الشريعة لابن عراق (۲ ۳۰۲-۳۱) [دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۰۱ھ]

[نور]

(۲) اس کے بعد اصل ماخذ میں یہ فقرہ بھی درج ہے "مگر غزالی سے بھی مقدم ہے" جو یہ ہوں نے بھی ہوسکتا ہے صحیح نہیں۔ اس لئے اس کو وہ پر متن میں درج نہیں کیا۔ کیونکہ [illegible] الاسلام حضرت (محمد بن محمد) کی ولادت ۴۵۰ھ (۱۰۵۸ء) میں وفات ۵۰۵ھ (۱۱۱۱ء) میں ہوئی ہے۔ اور محدث جلیل، شارح صحیح مسلم، حضرت یحییٰ بن شرف کی ولادت ۶۳۱ھ (۱۲۳۳ء) میں اور وفات ۶۷۶ھ (۱۲۷۷ء) میں ہوئی۔ یعنی علامہ نووی کی ولادت امام غزالی کی وفات کے ایک سو چھبیس سال بعد ہوئی۔ امام غزالی اور علامہ نووی کی وفات میں تقریباً پونے دو سو (۱۷۱) سال کا فاصلہ ہے۔ ملاحظہ ہو [illegible] وفيات الاعيان ابن خلكان تذكرہ امام غزالی ص ۳۳۵-۳۳۶ ج ۲ (۱) دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ) ب: الاعلام للزركلي ص ۲۲-۲۲ ج ۷۔ (بیروت ۱۹۷۹ء)

تتمہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے تو اہتمام بہر حال بدعت رہا اور جماعت کرنا، اس کا مکروہ تحریمی، سب کتب فقہ میں لکھا ہے۔ فقط

(فرخ آباد ص ۱۷-۱۸)

(۱۰۲) بدعات کا مرتکب گنہگار ہے: **سوال:** مسائل مختلفہ، مثل فاتحہ مروجہ و مولود شریف مروجہ وغیرہ کا عمل کرنے والا شخص، بباعث اختلاف گنہگار اور بدعتی ہوگا، یا نہیں؟

جواب: گنہ گار ہوگا کہ مرتکب بدعات ہے۔ فقط (بدست خاص ص ۳۹)

(۱۰۳) مرتکب کبیرہ اور بدعات میں ملوث شخص کی دینی غلطی کا ذکر غیبت ہے، یا نہیں؟ مسئلہ: جو شخص گناہ کبیرہ اور بدعات کرتا ہو، اس کی غیبت اور برائی بغرض اطلاع عوام، کہ اس کی صحبت سے احتراز کریں، درست ہے، بلکہ ضروری اور موجب اجر ہے۔ بدعتی کی غیبت غیبت نہیں ہوتی۔ فقط رشید احمد گنگوہی

الف. (مجموعہ کلاں ص ۸۵) ب. (چندیانوی ص ۷۶)

(۱۰۴) بابا فرید گنج شکر کے متعلق، چند مبالغہ آمیز اشعار کا حکم؟

سوال: چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین: در بارہ شخصے محمد حسین نامی، از اولاد حضرت بابا فرید الدین چشتی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کہ خلاف عقائد اہل اسلام قائل تناسخ شدہ است، والزام دروغ گوئی خویش، بنام گرامی بابا فرید الدین گنج شکر صاحب منسوب ساختہ۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا....

نماز رغائب کو اور بھی متعدد بڑے علماء اور محدثین نے بدعت کہا ہے۔ علامہ ابن فرحون مالکی (وفات ۷۶۹ھ) فرماتے ہیں: "وقد نص العلماء على انها من البدع" تاريخ المدينة المنورة المسمى نصيحة المشاور وتغرية المجاور، مرتبہ حسین محمد علی شکری۔ ص ۲۵ (المدينة المنورة: ۱۴۱۷ھ)

رد المحتار (شامی) میں ہے قال في البحر ومن هنا يعلم كراهية الاجتماع على صلوة الرغائب التي تفعل في رجب۔ ص ۴۶۱ ج ۱۔ شامی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۰ھ) نیز ردالمحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۲۶ [دار الفكر بيروت ۱۳۹۶ھ/۱۹۶۶ء] [نور]

(۳) قال العراقي في الاحياء أما صلاة رجب فقد روى باسناد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: ما من احد يصوم أول خميس من رجب ثم يصلي فيما بين العشا والعتمة الخ (إحياء علوم الدين ص ۱۱۶ ج ۱ مطبع نولكشور ۱۲۹۰ھ)

وتعقبه المرتضى الزبيدي فقال في اتحاف السادة قال ابن الجوزي موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم. وقد اتهموا به ابن جهضم ونسبوه الى الكذب. وسمعت شيخنا عبد الوهاب الحافظ يقول رجاله مجهولون. وقد بحثت جميع الكتب فما وجدتهم انتهى وقال [ولقد ابدع من وضعها وقال وانما حدثت بعد اربعمأة اتحاف السادة ۳/۴۲۳-۴۲۴، مطبوعه دار احياء التراث العربي. عكس مطبع ميمنية مصر، مطبوعه ۱۳۱۱ھ]. [نور]

علامہ ابن عراق نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر تنزیہ الشریعہ کی پہلی فصل میں مفصل بحث کی ہے، اس کتاب کی پہلی فصل میں وہی احادیث درج ہیں، جو بالاتفاق موضوع ہیں (تنزيه الشريعه المرفوعه لابي الحسن ابن عراق الكناني كتاب الصلاة فصل اول. ص ۹۰ ج ۲) (دار الكتب العلمية بيروت، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

در رسالہ سیف فریدی، مطبوعہ مطبع دبیر ہند واقع شہر امرتسر، پنجاب، بالائے صفحہ شصت و یک، ایں ابیات کہ دال بر دعویٰ باطلہ تناسخ وے اند، برائے معائنہ ومشاہدہ علماء وفضلا، نقل ابیات وے رقم می شود، تا کہ عقائد باطلہ وے معلوم گردد۔ نقل ابیات از سیف فریدی:

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین، محمد حسین نام کے ایک شخص کے بارے میں؟ حضرت بابا فرید الدین چشتی پاک پٹنی کی اولاد میں ہے، یہ شخص اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف تناسخ کا قائل ہوا ہے اور اپنی اس جھوٹی بات کو، بابا فرید الدین گنج شکر سے منسوب کرتا ہے۔

رسالہ سیف فریدی (جو مطبع دبیر ہند امرتسر کی چھپی ہوئی ہے) کے ص:۶۱ پر یہ شعر جو اس کے تناسخ کے جھوٹے دعوے کا ثبوت ہیں، علماء فضلا کے نقل اور مشاہدہ کے لئے لکھے جاتے ہیں، تا کہ اس کے باطل عقیدہ کو معلوم کرلیں۔[ت:نور] نقل اشعار از سیف فریدی:

کروں پہلے تعریف رسول — لکھوں حال پیر اپنے کا ہو قبول
یہ تھا حکم بابا فرید زماں — سہ کرر لکھا دیکھا میں نے عیاں
کہ ہو تین باری جہاں میں ظہور — میرا چار سو بسکہ نزدیک و دور
زمانہ یہ اول تو موجود ہے — کہ ظاہر میرا نام مسعود ہے
زمانہ دگر میں ہوں، ثانی فرید — باہم ابراہیم ہوں میں پدید
زمانہ ثالث میں جب پھر آؤنگا — محمد حسین نام دھرواؤں گا
اسی کے میں کسوقت میں ہونگا پدید — سمجھنا مجھے گویا ثالث فرید
کہ آخر زمانہ کا ہے یہ ظہور — ہے اسرار ثالث فریدی کا نور
زمانہ وہ ثالث کا اب آگیا — یہ ارشاد بابا کا پورا ہوا

پس بینوا توجروا! از جواب ایں مسئلہ تناسخ کہ بابا فرید صاحب، بحسب تحریر محمد حسین پاک پٹنی، بعد از وفات دو مرتبہ اندریں جہان فانی، بذریعہ والدین دیگر تولید یافتہ اند، مرتبہ اول پیدا شدند، بنام شیخ ابراہیم کہ سجادہ نشین پاک پٹنی بود، موسوم گردیدند۔ ومرتبہ دویم بعد شش صد سال، در خانہ تاج محمود چشتی پاک پٹنی، ظہور تولید یافتند ومحمد حسین نام نہادند۔

وایں محمد حسین، مانند مرزا غلام احمد قادیانی، در کتاب اسرار عترت فریدی خویش، بکذب نویسی از قادیانی سبقت بردہ است۔ ایں سائل را مسرور وممتاز فرمایند، وجوابش بروایات کتب معتبرہ تحریر نمایند۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

رحمہ پس بیان کیجئے اور اجر پائے کہ تناسخ کے اس مسئلہ کے جواب میں، کہ حسب تحریر محمد حسین پنجی، بابا فرید ثانی وفات کے بعد، اس جہان فانی میں، دوسرے والدین کے ذریعہ دوم مرتبہ اور پیدا ہوئے ہیں۔ پہلی مرتبہ شیخ ابراہیم پاک پٹن کے سجادہ نشین کے نام سے، دوسری مرتبہ چھ سو سال کے بعد، تاج محمود چشتی کے گھرانہ میں ظہور ولادت ہوا اور محمود حسین نام رکھا گیا۔

اور یہ محمد حسین مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح، کتاب اسرار عترت فریدی میں جھوٹ لکھنے میں، قادیانی سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اس سوال کے جواب سے سائل کو مسرور فرمائیں، جواب کتب معتبرہ کی روایتوں سے تحریر فرمائیں۔

بندہ سائل سید حسن شاہ بخاری النقوی، ساکن موضع پانہ مہار، ڈاک خانہ بصیر پور، تحصیل دیال پور، ضلع منٹگمری معروضہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ

جواب۔ تعدد تولد کہ مبنی بر تناسخ است نزد اہل سنت والجماعت باطل است، ونسبت آں بحضرت شیخ (یعنی بابا فرید گنج شکر پاک پٹنی علیہ الرحمہ) محض افتراء است، ومدعی ایں نسبت وایں مذہب محض جاہل است، تصدیق دعواش ناروا است، واقوالش محض خطا۔ از آنجا کہ مسئلہ تناسخ در جملہ کتب کلام مزین است، وکذب ایں بیان باشارات آیات واحادیث مبین، وبندہ بوجہ معذوری چشمان، از نقل روایات مجبور، لہذا بر نفس مسئلہ اکتفا کردہ شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

۔ رحمہ (یعنی شخص یا روح نے) نئی مرتبہ پیدا ہونے کا خیال تناسخ کے نظریہ پر مبنی ہے، جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل (اور قطعاً غلط حقیقت) ہے، اس کا حضرت شیخ بابا فرید گنج شکر) سے انتساب صرف افتراء ہے۔ بابا فرید کی نسبت اس بات کو صحیح جاننے اور اس نظریہ کو صحیح ماننے والا بے عقل ہے، اس سے دعویٰ و بیان بھی غلط ہے، اس کی باتیں فضول ہیں۔ اس لئے کہ تناسخ کا مسئلہ عقائد و کلامی سب کتابوں میں موجود ہے، اور اس کا بطلان بہت آیات واحادیث اور دلائل سے صاف ظاہر ہے۔

بندہ آنکھوں سے معذوری کی وجہ سے روایات نقلیہ نقل کرنے سے مجبور ہے، اس لئے ضروری مسئلہ لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

منقول از فتاویٰ نذیریہ ۱۰۰ تا سید نذیر حسین محدث ص ۹۰۔ ۱۰۔ ظہیر محمدی اہلحدیث ص ۱۳۳۳ھ

(۱۰۵) جو شخص تقویۃ الایمان کو برا کہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ مسئلہ

تقویۃ الایمان کو برا جانتا ہے، اس نے ایمان میں شک ہے۔ اس میں آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کے [illegible] اور جو مسائل اس نے نہایت صحیح اور درست ہیں، ان پر عمل کرنا تین ایمان ہے، اس کے خلاف کرنا فسق ہے۔

فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ [illegible])

toobaa-elibrary.blogspot.com

باب دوم

کتاب الطہارت

پانی کے مسائل

(۱۰۶) پانی کی کتنی مقدار پاک یا ناپاک ہے؟ سوال: برسات میں جو پانی چھپ چھپا سا ہو جاتا ہے، مثلاً قریب چھ سات گز کے پانی، ایک پتھریلی زمین میں بھر گیا، حالانکہ اس میں گوبر وغیرہ بھی خورد، ریزہ ریزہ پڑا ہوا ہے، وہ پانی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: اگر پانی کثیر ہے قدر دس دس ہاتھ کے لمبا چوڑا، چار انگشت گہرا، تو پاک ہوگا، جیسا حوض کا پانی۔ جب تک رنگ، بو، مزہ گوبر کا اس میں اثر نہ آوے۔

(رشید احمد عفی عنہ)

(بدست خاص، سوال ۲۳)

(۱۰۷) کس تالاب کا کس قدر پانی پاک ہوتا ہے؟ سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے، کہ جو تالاب بستی کے آس پاس ہوا کرتے ہیں، کہ جن میں برسات کے موسم میں پانی بھر جاتا ہے اور بعد برسات خشک ہو جاتے ہیں، اور پھر لوگ ان میں پاخانہ پیشاب کیا کرتے ہیں، تو ایسے تالاب کا یہ حکم ہے کہ ان میں پانی خواہ کتنا ہی ہو جائے [مگر] جب تک وہ پانی بہہ کر نکل نہ جائے، تب تک وہ تالاب ناپاک رہتا ہے۔ آیا یہ مسئلہ صحیح ہے، یا غلط؟

جواب: اگرچہ مسئلہ صحیح ہے، مگر فتویٰ اس پر ہے کہ اگر پانی بہت ہو تو پاک ہے۔ واللہ اعلم۔ (بدست خاص ص ۱۰)

(۱۰۸) اگر کتا کنویں میں پیشاب کر دے تو؟ مسئلہ: اگر چاہ میں سگ [کتے] نے پیشاب کر دیا، جس ہو گیا، سب پانی نکالنے سے پاک ہو جاوے گا۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۹)

(۱۰۹) اگر کنویں میں کوئی جاندار گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کنویں میں کوئی چوہا یا اور کوئی ناپاک چیز جاندار، مثلاً بلی زندہ نکالنے سے قبل نکالیں، یا آدمی ہی کر مر زندہ نکالا؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: سیدڑ وغیرہ جو ناپاک نہیں، جیسے چوہا تو کچھ نکالنا نہیں آتا، زندہ نکلے تو کچھ پانی نہ نکالے۔ احتیاط اس میں ڈول نکال دیوے۔

[ضروری وضاحت یہ جواب ناقص ہے۔ اصل تحریر کا کونا تجز گیا ہے تاہم جو موجود تھا یہاں لکھ دیا۔ نور]

(بدست خاص سوال ۱۵۳)

(۱۱۰) اگر کنویں میں سے سڑا ہوا سانپ نکلے، تو کیا حکم ہے؟ **سوال:** اگر چاہ [کنویں] میں سے سانپ سڑا گلا ہوا نکلے تو کچھ ڈول نکالے جاویں گے یا نہیں؟

جواب: ناپاکی کے سبب پانی نکالنا ضروری نہیں۔ (۱) مگر زہریلی وجہ سے چاہئے (کہ) نکال دے۔ واللہ اعلم۔

(بدست خاص ص ۱۰)

(۱۱۱) کنویں کے پانی کے مسائل میں وسعت ضروری ہے: **سوال:** حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ یہ فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب کوئی جانور مثل گلہری وغیرہ کے، کنویں سے پھٹا یا پھولا برآمد ہو، اندریں صورت سارا پانی کنویں کا نکالا جاوے، یا فقط دو سو تین سو ڈول پر کفایت کی جاوے، جیسا کہ بعض رسائل میں مسطور ہے۔ باوجود مالدار اور نئی استعداد ہونے اہل محلہ کے، اور بوقت معذور ہونے اخراج سارے پانی کے، سب پانی کیونکر نکالا جاوے؟ اور اگر باوصف علو ضعف روایت ہذا یعنی دو سو ڈول ہونے روایت مسطور کے تین سو ڈول نکال کر، اسی کنویں سے پانی سے باوصف ہونے پانی موجود کنویں کی، چار پانچ ہزار ڈول اسی سے وضو کرتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے، وہ نمازیں واجب الاعادہ ہوویں گی یا نہیں؟ بینوا توجروا!

الجواب هو الموفق للصواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین اللّٰھم رب زدنی علماً و نجست کنویں میں گر جاوے، بقول اصح سارا پانی نکالا جاوے گا۔ نہ وہ تین سو ڈول۔ کما فی الھدایۃ

واذا وقعت فی البئر نجاسۃ نزحت، و کان نزح ما فیھا من الماء طھارۃ لھا باجماع السلف و مسائل البئر مبنیۃ علی اتباع الآثار دون القیاس (۲)

---

(۱) [illegible] (۲) الھدایۃ ص ۲۲ ج ۱ فصل فی البئر (دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء) [پاک بورڈ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ: اور جب کنویں میں ناپاک چیز گر جائے، تو اس کا پانی نکالا جائے گا اور باجماع سلف یہ پانی کا نکالا جانا اس کنویں کے لئے مطہر و پاک کرنے والا ہوگا۔

علی ھذا! جب کوئی جانور چھوٹا یا بڑا، کنویں سے پھٹا یا پھولا برآمد ہو، سارا پانی نکالنا چاہئے، جیسے بوقت مرجانے بڑے جانور مثل بکری وغیرہ کے سارا پانی نکالا جاتا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

و إن ماتت فيها شاة أو آدمي أو كلب نزح جميع مافيها من الماء، لأن ابن عباس و ابن الزبير أفتيا بنزح الماء كله حين مات زنجي في بئر زمزم. فإن انتفخ الحيوان فيها أو تفسخ نزح جميع مافيها صغر الحيوان أو كبر. انتهى.(۱)

ترجمہ: اور اگر کنویں میں بکری یا آدمی مرجائے یا کتا گر کر مرجائے، اس کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ کیوں کہ حضرت ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے تمام پانی نکالنے کا فتوی دیا تھا، جب ایک حبشی زمزم کے کنویں میں گر کر مرگیا تھا۔ اگر اس میں جانور پھول گیا یا پھٹ گیا (اس وقت بھی) تمام پانی نکالا جائے گا، جانور چھوٹا ہو یا بڑا۔

اور اگر بجہ کثرت پانی کے بالکل صاف کرنا متعذر رہو، دو عادل آدمیوں کے اندازہ کے موافق، جن کو معاملہ پانی میں بصارت ہو، پانی موجودہ نکلوایا جاوے۔ پیندا جھاڑ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ كما في در المختار.

و إن تعذر نزح كلها لكونها معينًا، فقدر ما فيها وقت ابتداء النزح، قاله الحلبي. يوخذ ذالك بقول رجلين عدلين، لهما بصارة بالماء، به يفتى.(۲)

و قال الشامي شارحه: هو الأصح كافي و درر وهو الصحيح و عليه الفتوى ابن كمال، وهو المختار معراج، و هو الأشبه بالفقه هداية. أي الأشبه بالمعنى المستنبط من الكتاب و السنة.(۳)

اس کے شارح علامہ شامی نقل کرتے ہیں کہ کافی اور درر میں اس کو اصح قرار دیا ہے اور ابن کمال نے اس کو ہوالاصح اور علیہ الفتوی سے ذکر کیا ہے اور معراج میں ہو اختیار کے لفظ سے اور ہدایہ میں ہوالاشبہ بالفقہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

---

۱ ہدایہ ص ۴۶ ج ۱ فصل فی البئر مصطفی کانپور ۲۶۹ ھ

۲ در مختار ص ۳۹ ج ۱ فصل فی البئر عکس محتبائی دیوبند ۳۳۲ ھ

۳ [illegible] فصل فی البئر [illegible]

اور چونکہ یہ قول کتاب وسنت یعنی قرآن اور حدیث کے موافق ہے، اور روایت دوسو ذرع کی، اس کے مقابلے میں غیر معتبر ہے، یہاں اور متعدد بار بغداد، لہٰذا صاحب الہدایہ نے صراحت کردی فقال: فکانہ بنی قولہ علی ما شاھد فی آبار بغداد.

اور صاحب درمختار نے روایت دوسو تین سو ذرع کو، بعد بیان روایت مذکور کے یہ لفظ قیل جو ضعف روایت کی طرف اشارہ ہے، نقل کیا [ہے] حیث قال وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائۃ اور پھر شامی نے شرح لفظ قیل میں خوب ہی تردید اور تضعیف روایت مذکور دوسو ذرع کے بعد، بیان اقوال مختارین روایت ہذا کی ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے:

قولہ قیل جزم بہ فی الکنز و الملتقی، وھو مروی عن محمد و علیہ الفتوی(۱)

ترجمہ: مصنف کا قول، قیل اسی پر کنز اور ملتقی میں جزم ہے اور یہی امام محمد سے مروی ہے اور اسی پر فتوی ہے۔

یہ جو درمختار میں ہے کہ بعض کا فتوی دوسو ذرع کی روایت پر ہے، ایسا ہی کنز میں ہے اور ملتقی الابحر میں اور یہ قول امام محمد کا ہے اور صاحب خلاصہ لکھتے ہیں کہ اس پر فتوی ہے اور ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے بموافقت نصاب اور بموافقت عتابیہ

و تاتارخانیۃ عن النصاب و ھو المختار معراج عن العتابیۃ و جعلہ فی العنایۃ روایۃ عن الإمام. (۲)

اور اسی تاتارخانیہ نصاب سے نقل کیا گیا ہے اور صاحب معراج نے عتابیہ سے مختار قرار دیا ہے اور اس کو عنایہ میں امام کی روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

صاحب معراج اس قول کو مختار عن الامام و ھو المختار والأیسر کما فی الاختیار و أفاد فی البحر ان المائتین و الجبان لکھتے ہیں اور عنایہ میں اس روایت کو امام صاحب کی طرف منسوب کرکے مختار لکھتا ہے اور موجب آسانی۔ بحوالہ کتاب الاختیار شامی اور نہر الفائق میں ہے کہ۔

والمائۃ الثالثۃ مندوبۃ. فقد اختلف التصحیح و الفتوی و ضعف ھذا القول فی الحلیۃ وتبعہ فی البحر بأنہ إذا کان الحکم الشرعی یرجع الجمیع فالاقتصار علی عدد مخصوص یتوقف علی دلیل سمعي یفیدہ. و أین ذالک؟ بل المأثورۃ عن ابن عدس

---

(۱) شامی ص ۲۱۵ ج ۱ (دار الفکر، بیروت ۱۳۹۹ھ) نیز ملاحظہ ہو البحر الرائق ص ۱۱۹ ج ۱

toobaa-elibrary.blogspot.com

وابن الزبير خلافه حين القيا بنزح الماء كله حين مات زنجي في بير زمزم، و أسانيد ذالك الأثر مع دفع ماأورد عليها مبسوطة في البحر و غيره(۱)

دوسوڈول نکالنا واجب ہے اور تین سوڈول مستحب۔ صاحب شامی فرماتے ہیں کہ ملتقی پہ ہوئی بروایت دوسوڈول، اور کل پانی میں ان کتابوں سے معلوم ہوا کہ اختلاف ہے، مگر دوسوڈول کی روایت کو صاحب حلیہ اور بحر الرائق نے اس دلیل کے ساتھ ضعیف للعاب، کہ جب احادیث صحیحہ سے سب پانی نکالنا ثابت نہ، پھر دوسوڈول پر کفایت نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ کسی حدیث قوی سے اس کا ثبوت نہ ہو جائے اور حدیث کیا کسی دلیل شرعی سے، اس روایت کا ثبوت نہیں، بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ و عبداللہ ابن زبیرؓ سے، اس کے برخلاف ثابت ہے، کہ دونوں صحابہ نے سارے پانی نکالنے کا حکم دیا تھا، جب ایک حبشی چاہ زمزم میں مر گیا تھا۔

اور اس حدیث کی سند مع جواب ان اعتراضوں کے، جو بعض حضرات نے کئے ہیں، مفصل بحر الرائق وغیرہ میں لکھے ہیں قال في البحر و كان المشائخ إنما اختاروا ما عن محمد، لانضباطه كالعشر تيسيرًا كما مر. قلت لكن مر أن مسائل الآبار مبنيه على اتباع الآثار، على أنهم قالوا إن محمدًا أفتى فيما شاهد في آبار بغداد فإنها كثيرة الماء، و كذا ماروى عن الإمام من نزح مائة في مثل آبار الكوفة لقلة مائها، فيرجع إلى القول الأول. لأنه تقدير مس له بصارة و خبره بالماء في تلك النواحي. لا لكون ذالك لازمًا في آبار كل جهة والله اعلم(۲)

ترجمہ: جو میں نے کہا بعض مشائخ امام محمد کی روایت کو بطریق اندازہ کے اس طرح قبول کرتے ہیں، جیسے دہ حوض کے اندازہ میں بعرض آسانی (شامی لکھتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی یہ بیان ہو چکا ہے اور آئندہ آوے گا، کہ مسائل آبار کی احادیث پر مبنی ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ امام محمد کا فتویٰ بغداد کے کنوؤں سے پانی کے اندازہ سے موافق تھا، اور ان میں بہت پانی ہوتا تھا، اور اسی طرح امام صاحب کا فتویٰ ہوا ہے، دوسوڈول کے اندازہ سے موافق، جو کہ بہت سے پانی سے ہوتے تھے، اور اسی قول کی طرف مشائخ نے رجوع کیا ہے، کیونکہ کل پانی موجود نہ نکالنے سے نکلوا دینا، جو کہ بہت سے پانی سے اندازہ کیا ہے، اس کا سبب ہوا ہے (شامی) سے اندازہ کے موافق سب شہروں کے کنوؤں میں یکساں فتویٰ لازم نہ ہوا ہے

---

(۱) الف شامی ص ۱۴۳ ج ۱ (اشرفی دہلی ۱۳۲۸ھ) بحر الرائق۔

(۲) ایضاً ص ۱۴۵۔ ب شامی ص ۲۱۵ ج ۱ (دار الطباعۃ ۱۳۹۹ھ) (نور ص ۱۴۹ ج ۱۔ ج شامی ص ۱۴۳ ج ۱ الفصل فی الماء (اشرفی دہلی) شامی ج ۱ ص ۲۱۵

اور جب بصورت عدم تاویل وتقیید مرجوح ہونا روایت ہذا کا باحسن وجہ معلوم ہوگیا، پھر فتویٰ دینا روایت مرجوح پر باوجود موجود ہونے، قول قوی مدلل کے جہالت ہے اور خرق اجماع۔

کما فی مقدمة الدر المختار: وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهلٌ وخرق للإجماع.(۱)

ترجمہ: جیسا کہ درمختار میں ہے کہ حکم اور فتویٰ قول مرجوح پر، جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔

قال الشامی فی شرحه: قوله، بالقول المرجوح کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف، إذا لم یصح ویقو وجهه (۲)

علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے، کہ قول مرجوح کی بات، جیسے امام محمد کا قول امام ابو یوسف کا قول ہوتے ہوئے، جب کہ قول اول صحیح نہ ہو اور اس کی تقویت کی کوئی وجہ ہو۔

اور جب مقید یا غیر معتبر ہونا روایت دوسو تین سو ڈول کا بخوبی معلوم، پھر جن لوگوں نے باوصف علم، عدم اعتبار روایت مذکور، اس پانی سے غسل اور وضو کر کے نماز پڑھی گنہگار ہوئے اور وہ سب نمازیں واجب الاعادہ ہوئیں، بوجہ علم نجاست، اب بوجہ عدم اعتبار روایت دوصد دَلو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ العبد الضعیف محمد دیدار علی رضوی حنفی

جواب صحیح ہے — جواب بہت صحیح بلکہ اصح ہے — المجیب مصیب — صح الجواب

(محمد دلاور علی حنفی) — (ابو محمد عبد الرحمٰن پنجابی ثم الالوری) — (محمد عبد الرحیم مفتی راج الور) — (محمد کرامت اللہ خان)

واضح ہو کہ مولانا کرامت اللہ صاحب نے جونی زمانہ آفتاب دہلی ہیں، اور مقتدا اور استاد بڑے بڑے عالموں کے، جو مدرسہ حسین بخش پنجابی واقع دہلی کے واعظ ہیں۔ اس فتویٰ کی تائید میں معہ مہر مولوی جمیل صاحب، چونکہ بہت بڑا فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا تھا، لہٰذا بغرض اختصار کے کہ رسالہ بہت دراز نہ ہو جائے، ان کے دستخط پر فقط کفایت کی گئی، فتویٰ میرے پاس موجود ہے۔ یہ عبارت طویلہ اور جواب سب صحیح ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ تفسخ حیوان سے جب کل پانی نجس ہو جائے، تو بصارت اہل بصیرت پر اعتماد کیا جائے، کہ پانی جدید کنویں میں ظاہر ہو جائے، یا تخمینہ کر کے اس قدر پانی نکال دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبد الرحمٰن پانی پتی عفی عنہ

بقلم عبد السلام انصاری عفی عنہ تحریر ۱۷ ذوالحجہ ۱۳۱۳ھ

یہ دستخط مولانا عبد الرحمٰن صاحب قاری محدث پانی پت کے ہیں، جو شاگرد رشید ہیں مولانا شاہ محمد اسحاق کے، بوجہ کبر سنی اور ضعف کے دستخط اور مہر مولانا کے صاحبزادۂ کلاں عبد السلام صاحب سے کھوائے ہیں۔

---

(۱) در مختار، مقدمة المصنف ج: ۱ ص: ۱۵ [عکس مجتبائی] [نور]

(۲) شامی، ص: ۵۱ ج: ۱ مطلب لا یجوز العمل بالضعیف حتی لنفسه علامہ مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی، ج: ۱ ص: ۷۵-۷۶ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ فتوی جب بخدمت مولانا رشید احمد گنگوہی ہمراہ عریضہ اول بھیجا گیا فتوی بلا مہر واپس فرمایا۔ لہٰذا نقل بعینہ اس مکتوب مولانا کے جو متعلق اس فتوی کے ہے، نقل کی جاتی ہے، اور بعدہٗ جو جواب استفتاء مرسلہ پر، ہمراہ عریضہ مذکورہ تحریر فرمایا ہے، مع مضمون استفتا تحریر ہوتا ہے:

تحقیق از حضرت مولانا گنگوہی: از بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون! آں کہ آپ کا مکرمت نامہ پہنچا۔ باب تطہیر چاہ آب میں وسعت بہت مناسب ہے، بلکہ ضروری ہے، ورنہ بہت حرج ہو جاتا ہے۔ چونکہ بہت علماء کا فتوی اس پر بھی ہو چکا ہے اور تمام پانی کے نکالنے میں دقت اور دشواری ظاہر ہے، اگر بعض جگہ سہل ہو، اور احکام شرع عموم پر ہوتے ہیں، تو سہولت کی روایت پر فتوی دینا اور عمل کرنا بہتر ہے، اور ہمارے دیار کے چاہ کثیر الماء ہیں، گمان کرتا ہوں کہ الور کے کنوئیں بھی ایسے ہی ہوں۔ تو فتوی امام محمد کا ایسے ہی چاہ میں دو صد دلو کا ہے، چنانچہ آپ خود شامی سے آخر عبارت نقل فرماتے ہیں اور قلیل الماء چاہ عرب اور پہاڑ کے ہوتے ہیں، بعض چاہ دہلی میں بھی بندہ نے ایسے دیکھے کہ پانی ان کا موجود، قدر دو سو تین سو ڈول کا ہوتا ہے، سو اس میں تمام آب نکالنا دشوار نہیں ہوتا۔ بندے نے مدرسہ دار البقاء دہلی کے چاہ کو بھی دیکھا اور تجربہ کیا کہ وہ ناپاک ہوا، تو اسی قدر دلو نکالے، پھر اس قدر پانی اس میں رہا کہ ڈول اس میں نہیں ڈوبا، بعد دو تین پہر کے اس میں پانی پھر جمع ہوا اور دوسرے روز پانی مثل سابق ہو گیا۔ تو شامی یہ توفیق کرتا ہے کہ تمام آب کے نکالنے اور دو صد دلو میں توفیق حاصل ہے۔ پس آپ بھی دو صد دلو پر فتوی اگر دیں، اپنے ممالک میں، تو قطع نظر سہولت کے مدعیٰ حاصل ہے، اور پھر امام صاحب کوئی تحدید نہیں فرماتے، رائے مبتلیٰ بھم پر چھوڑتے ہیں، اگر کسی کو یہ ظن ہو جائے کہ دو سو ڈول سے کم ہی میں، سب پانی موجود نکل گیا ہے، تو اس کے نزدیک چاہ پاک ہو گیا۔

الحاصل پانی کے باب میں وسعت ضروری ہے اور چاہ کے مسائل میں، اس قدر تنگی صعوبت سے خالی نہیں، اس واسطے صاحبین کے مذہب پر فتوی دینے میں، اسقدر شبانہ روز کی نجاست میں تمام فرش وظروف مسجد ومحلہ ناپاک ہوتے ہیں، اور ثوب اور جس جس شئے کو رطوبت لگے اور یہ خشک رطب شئے کو لگا، سب نجس ہوا ہے، تو سخت دشواری ہے۔ فقط والسلام

تحقیق المسائل ۱۰ از ناد یدار علی الوری (ص ۱۱ تا ص ۱۸ طبع اول بلا سنہ)

(۱۱۲) اگر دو کنویں ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہوں، تو کیا ایک کے ناپاک ہونے سے، دوسرا ناپاک ہو جائے گا؟ اگر دو کنوئیں بفاصلہ یک دست بھی ہوویں، تو ایک کی نجاست سے دوسرا نجس نہیں ہوتا، جب تک تحقیق قطعانہ ہو جائے کہ، اس قدر زمین میں نجاست سرایت کر سکتی ہے، دس ذراع کی روایت، یا..... کی شرح وقایہ کی قابل اعتبار نہیں (۱) مگر ہاں جو ایسی زمین متخلخل ہووے، کہ دس ورعہ تک اثر پہنچے، ہم اپنے دیار میں ایسا نہیں

(۱) شرح وقایہ ص ۸۸ ج ۱: فصل مایجوز بہ الوضوء (مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۲۰ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاتے اور اگر ایسا اتصال ہے کہ سرایت جزماً ہوتی ہے، تو دونوں کو طاہر کرے [دونوں] ناپاک ہوئے۔

(مجموعہ مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد صاحب، مکتوب نمبر ۶ قلمی)

(۱۱۳) ڈھیکلی کے کھنچے ہوئے پانی کا حکم: سوال: ڈھیکلی (۱) کا کھنچا ہوا پانی پینا کیسا ہے؟

جواب: پاک ہے، اور استعمال اس کا درست ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں، جہلاء کی واہیات غلط ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص، ص ۳۳)

(۱۱۴) جو پانی درختوں کے پتوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو، اس کا حکم؟ سوال: جس پانی میں درخت کے پتے، بہت دنوں تک پڑے رہنے سے پانی بگڑ گیا ہو، تو اس سے وضوء جائز ہے، یا نہیں، اور وہ پانی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: پانی پاک اور وضو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(بدست خاص، ص ۳۲)

(۱۱۵) اگر کنویں میں استعمالی جوتا گر پڑے تو؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ اگر ایک کنویں میں جوتا مستعمل گر پڑا ہو، اور وہ کنواں تحت وتصرف اہل اسلام کے ہو اور جوتے کا نکلنا، بباعث کثرت آب غیر ممکن ہو، یعنی غوطہ مارنے و کانٹا ڈالنے و چرس ڈالنے سے پانی نہ ٹوٹے اور جوتہ نہ نکلے اور اس بستی میں کوئی اور ایسا کنواں یا تالاب نہ ہو، جس سے اہل دیہہ اکتفا کر سکیں، آیا ایسے کنویں کا پانی پینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے کنویں میں سے تین سو ڈول نکال دیویں، پاک ہو جائے گا، اگر چہ جوتی نہ نکلے، (۲) جوتی اگر چہ اس میں پڑی رہے، پانی نکال ڈالیں پاک ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۰۵-۲۰۶)

(۱۱۶) اگر گوہ کنویں میں گر جائے، تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر ضب از چاہ بعد از وقوع زندہ برآوردہ شود، حکم چاہ چیست؟ بینوا توجروا۔

ترجمہ: اگر گوہ کنویں میں گرنے کے بعد زندہ نکالی جائے، تو اس کنویں کے لئے کیا حکم ہے؟

---

(۱) ڈھیکلی۔ کنویں سے پانی نکالنے کی ایک بڑی قدیم، ایک نلی [بڑی لکڑی] کے ایک سرے پر بہت بڑا ڈول، دوسرے سرے پر ایک بھاری وزن باندھ دیتے ہیں بڑے ڈول کو پانی میں ڈبو کر چھوڑ دیتے ہیں، تو پچھلے بھاری وزن کے دباؤ سے دوبڑا ڈول نما، پانی سے گل آتا ہے۔

مستفاد از اردو لغت [مرتبہ اردو لغت بورڈ، حکومت پاکستان] ص ۲۶۴، جلد ۱۰ اگر چی ۱۹۹۰ء (نور)

(۲) یہ بات، سبب تعذر ہے، درمختار میں ہے یسنزح کل مائها بعد اخراجه الا اذا تعذر (۱ ۳۹) فصل فی السراعکس. محتانی ذهبی نیز شامی [فصل فی البئر ص: ۱۴۱ ج: ۱ مطبع مجتبائی دہلی] اور سوال سے یہ بات واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جوتا نکالنا دشوار تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب :ضب از حشرات است کہ خون ندارد، خورونش نزد حنفیہ ناجائز است، مگر چاہ از وقوع آں ناپاک نمی گردد مثل مار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۶)

ترجمہ: گوہ حشرات [ارض] میں سے ہے، جس میں خون نہیں ہوتا، حنفیوں کے یہاں اس کا کھانا ناجائز ہے، مگر اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا، جس طرح سانپ کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پاکی اور ناپاکی کے مسائل

(۱۱۷) اگر نجاست قلیل پر پانی ڈالا، وہ بہہ کر پھیل گیا، تو یہ کپڑا کیسا ہے؟ سوال: اگر درم سے کم نجاست لگی ہوئی ہے اور اس پر پانی ڈالا، اور وہ پانی بہہ کر کپڑے میں درم سے زیادہ پھیل گیا، مگر وہ نجاست اپنی جگہ سے نہیں ٹلی اور نہ پھیلی ہے، گو وہ پانی اس نجاست میں اچھی طرح پھیل کر، کپڑے میں پھیلا ہے، تو ایسی صورت میں اس کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ علیٰ ہذا القیاس، اگر نجاست بدن میں لگی ہوئی ہو، اور اس کا بھی ایسا ہی معاملہ ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب :وہ پانی نجس مثل نجاست کے ہے، تو پھیلنے پانی سے زائد از قدر درہم پارچہ و بدن نجس ہوا، اب نماز صحیح نہ ہووے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۲۶)

(۱۱۸) اگر بدن پاک ہے اور کپڑا گیلا یا اس کا عکس، تو کیا کیا جائے؟ سوال: بدن ناپاک ہے، مثلاً پیشاب میں بھیگ کر خشک ہو گیا، اور کپڑا پاک گیلا ہے، یا کپڑا ناپاک خشک ہے اور بدن گیلا ہے تو ہر دو صورت میں کپڑا پھیرنے سے، کپڑا یا بدن ناپاک ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر ایسی رطوبت ہو کہ کپڑے سے بدن کو لگے، پھر بدن سے کپڑے پر لگے، تو ناپاک ہوگا، یا عرق سائل ہو کہ کپڑا تر ہو جاوے، اس صورت میں نجس ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط (بدست خاص، سوال ۲۴)

(۱۱۹) اگر بدن کا نصف حصہ نجاست سے آلودہ ہو، تو پورے جسم کا دھونا ضروری ہے، یا نہیں؟ سوال: اگر کسی کا بدن زائد از نصف، نجاست سے بھرا [ہوا ہو، یعنی خراب ہو] تو تمام بدن کا غسل فرض ہے، یا بدن نجاست آلودہ کا؟

جواب: نجاست جہاں لگی ہو، اس کا دھونا فرض ہے، سارے بدن کا دھونا فرض نہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱۱۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۲۰) جنبی کا پسینہ پاک ہے، لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو؟ سوال: جنبی کو پسینہ آیا تو کپڑے پاک رہے یا ناپاک، یا بدن کو پیشاب لگا ہوا ہے اور پسینہ آیا تو کپڑا پاک رہا یا نہیں؟

جواب: جنبی کا عرق پاک ہے، اور ناپاک نجاست سے بدن آلودہ ہوا اور عرق بہتا ہوا نکلا، جس سے کپڑا تر ہو کر بدن کو لگے تو کپڑا ناپاک ہو جاوے گا۔ (بہشتی گوہر، مسئلہ ۱۰)

(۱۲۱) اگر بھیگے ہوئے ناپاک کپڑے پر پاک کپڑا رکھا گیا تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر نجس پانی کے بھیگے ہوئے کپڑے پر، پاک کپڑا رکھا ہوا ہو، تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں تری آجائے؟

جواب: اگر تری اس قسم کی ہو کہ ہاتھ کو لگے، تو نجس ہے اور اگر صرف اس کی ٹھنڈک ہاتھ کو لگتی ہو تو نجس نہیں۔ (بہشتی گوہر، ص ۳۹)

(۱۲۲) اگر بھیگا ہوا کتا جس میں سے پانی ٹپک رہا ہے، کپڑے پر بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کتا پانی میں بھیگا ہوا ایسا ہو کہ اس کے بالوں میں سے پانی نہیں ٹپکتا ہے اور وہ کپڑے پر بیٹھ جائے اور کپڑا بھیگ جاوے، مگر ایسا نہیں جو نچوڑا جاوے، یا وہ کتا ایسا بھیگا ہوا ہو کہ اس کے بالوں میں سے پانی نہیں ٹپکتا، مگر کپڑے پر بیٹھ جانے سے کپڑے پر اثر معلوم ہو تو وہ کپڑا پاک رہا یا نہیں؟

جواب: اگر کپڑے پر اتنی رطوبت پہنچے، کہ ہاتھ کو اس کی رطوبت لگ جاوے، تو نجس ہے اور اگر صرف ٹھنڈک ہاتھ کو لگتی ہے، تو نجس نہیں۔ (بہشتی گوہر، ص ۳۹)

(۱۲۳) اگر بھیگے ہوئے کتے کے جھڑ جھڑانے سے چھینٹیں کپڑوں پر لگ جائیں تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کتا پانی میں بھیگا ہوا ہے، بال جھڑ جھڑاوے اور اس کی چھینٹیں کپڑے کو لگ جاویں، مگر ایسی تری نہیں ہوتی کہ جو کپڑے سے نچوڑی جاوے، تو وہ کپڑا ناپاک ہوا یا نہیں؟

جواب: جن کے نزدیک کتے کی کھال ناپاک ہے، کپڑا ناپاک ہوگا، اور جو پاک کہتے ہیں، ان کے نزدیک بشرطیکہ پانی پہلے سے ناپاک نہ ہو، کپڑا پاک رہے گا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بہشتی گوہر، ص ۳۹)

---

(۱) امام شافعیؒ کے نزدیک کتا نجس العین ہے، اس کی کھال بھی ناپاک ہے، دوسرے فقہاء کے نزدیک کتا اگرچہ دوسرے جانوروں کی طرح نجس العین نہیں ہے، لیکن وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح اس کی کھال پاک ہے، اسی وجہ سے کتا اگر ناپاک پانی میں بھیگا ہوا نہیں ہے، تو اس کے جھڑجھڑانے اور کپڑے پر چھینٹیں پڑنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ (بالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۲۴) کتے کے پیر پر گارا لگا ہوا تھا، پھر خشک مٹی لگ گئی اور وہ کپڑے پر بیٹھ گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر کتے کے پاؤں پر گارا لگا ہوا ہے یا اس کے پاؤں بھیگے ہوئے تھے اور پھر خشک مٹی لگ گئی ہے اگر وہ کتا کسی کپڑے پر پاؤں رکھ دے اور اس کے پاؤں کا گارا یا مٹی کپڑے سے لگ جاوے تو وہ کپڑا پاک رہا یا نہیں؟

جواب: اگر وہ مٹی اتنی تر ہے کہ کپڑے پر اس کی رطوبت لگی اثر کرتی ہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ کو رطوبت لگتی ہے تو ناپاک ہے اور اگر صرف بردہ (ٹھنڈک) محسوس ہوتی ہے تو کپڑا نجس نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

(ہدیۃ خاص ص ۳۶)

(۱۲۵) گھوڑے یا بیل کی دُم سواری کے لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ سوال: بیل اور گھوڑے کی دُم [یا پر] سواری کی حالت میں جو پانی راستہ میں آجاتا ہے اس میں بھیگ جاتی ہے پھر وہ دُم سوار کے پیروں کے مارتے ہیں تو وہ کپڑے بھیگ کر ناپاک ہو جاتے ہیں، وہ پاک رہتے ہیں؟

جواب: پاک رہتے ہیں، کیونکہ جب دُم سے اثر نجاست کا جاتا رہا پاک ہوگئی۔ البتہ اگر دُم پر نجاست لگی ہو تو اس حالت میں پارچہ نجس ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ہدیۃ خاص ص ۳۳)

(۱۲۶) راستوں میں جو گارا کیچڑ ہو جاتا ہے اس کی چھینٹوں کا حکم: سوال: راستوں میں جو کیچڑ اور گارا ہو جاتا ہے اس کی چھینٹیں جو سواری کے جانور کے یا غلط کپڑوں لگ جاتی ہیں تو وہ پاک رہتے ہیں یا نہیں؟

جواب: پاک ہیں، جب تک نجاست کیچڑ کی محقق نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ہدیۃ خاص ص ۳۳)

(۱۲۷) اگر کپڑے کا ایک حصہ پاک ہے کچھ ناپاک ہے اس پر نماز پڑھنے کا حکم: سوال: ایک کپڑے کا کچھ حصہ پاک ہے اور کچھ ناپاک ہے یا کسی کپڑے پر ناپاکی لگی ہوئی ہے اور وہ حصہ پاک ہے تو اس کپڑے کو بچھا کر یا اس کپڑے سے پاک پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کپڑا خود بہت موٹا ہو جیسے جاجم اور نمد ہو یا خود پتلا ہو جیسے چادر یا لحاف چادر۔

جواب: نجاست و بچا کر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس حالت میں نماز پڑھنا درست نہیں۔

(ہدیۃ خاص ص ۳۰)

[illegible] ۳۹۳ ج ۳ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۲۸) اگر بوریہ یا فرش دبیز ہو اور اس کا ایک حصہ ناپاک ہو جائے، تو دوسرے رخ پر نماز کا حکم؟ سوال: بوریہ کے نیچے کی جانب، اگر ناپاکی لگ جاوے اور وہ تن دار ہو یا نہ ہو، مگر اوپر کی جانب کچھ اس کا اثر نہیں ہے، تو اس بوریہ پر نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر وہ بوریا اور فرش اسقدر موٹا ہے، کہ بیچ میں سے اس کی تقسیم ہو سکتی ہے، تو نماز دوسری جانب پر جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۳)

(۱۲۹) کورے ناپاک برتن، کس طرح پاک ہوں گے؟ سوال: کورے برتن پر اگر پیشاب یا کتے کی رال گر جاوے، تو وہ دھونے سے پاک ہوتا ہے، یا آگ میں جلانے سے؟

جواب: پاک ہو جاتا ہے۔ [دونوں طرح سے] (بدست خاص ص ۴۱)

(۱۳۰) ناپاک لکڑی اور اینٹ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟ سوال: خشک لکڑی پر یا اینٹ خام یا پختہ پر، اگر پیشاب گر کر سوکھ جاوے، تو وہ پاک رہی یا ناپاک، اور لکڑی خشک، دو شدہ [جلی ہوئی] ہو یا قائم خواہ تر ہو، سب کا حکم ایک ہی ہے، یا جدا جدا؟

جواب: لکڑی یا خشت ناپاک سوکھنے سے پاک نہیں ہوتی مگر جو زمین میں کبھی [پیوست یا زمین میں گڑی ہوئی] ہو، وہ متبعاً زمین کے، پاک ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بدست خاص ص ۳۰)

(۱۳۱) اگر بچہ کچے یا پکے فرش پر پیشاب کر دے تو وہ جگہ کس طرح پاک ہوگی؟ سوال: فرش پختہ یا خام یعنی زمین یا مسجد میں، اگر بچہ کا پیشاب کر دے، تو بعد خشک ہونے کے، بدون دھوئے جگہ پیشاب کے، وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر خشک ہو کر اثر باقی نہ رہے، یعنی بعد پیشاب کا بھی نہ رہے، تو پاک ہو جاتی ہے، خواہ فرش پختہ ہو یا خام زمین ہو۔ فقط (بدست خاص ص ۱۱)

(۱۳۲) گوبر کو مٹی میں ملا کر زمین لیپنا جائز ہے، مگر؟ سوال: [illegible] دونوں ملا کر اس سے دیوار یا زمین کو لیپنا جائز ہے، یا نہیں؟ [illegible]

جواب: [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہ رہے اس وقت زمین، دیوار پاک ہو جاتی ہے، پھر اس زمین پر بدون پردہ، نماز درست ہوتی ہے اور یہی حال اس زمین، دیوار پر پانی گر کر جو پھینٹ اڑے، کہ اگر اثر گوبر کا پانی میں پائے، اگر کپڑے کو پانی لگا تو نجس ہے اور جو خشک پر پانی پڑ کر فوراً پھینٹ اٹھے اور کچھ اثر گوبر کا اس میں نہیں، تو پاک ہے۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۴-۳۶)

(۱۳۳) گوبر ملی ہوئی مٹی سے لیپے ہوئے، مکان کی طہارت و نجاست کا حکم؟ گوبر مٹی مخلوط سے مکان کا لھیسنا جائز ہے [مگر] مکان نجس ہوگا، اگر ثوب مبسول (لگا ہوا) اس پر پڑا اور اثر گوبر کا آیا، تو ثوب بھی نجس ہو جائے گا۔ خشک کپڑا اگر تر پر رکھا اور محض نمی آئی تو نجس نہیں، اگر اجزاء پانی کے آ گئے کہ دبانے سے ظاہر ہو جاویں، ہاتھ پر یا پارچہ پر، تو وہ بھی نجس ہوا۔ کذا فی کتب الفقہ۔ (فرخ آباد ص ۲۲-۲۱)

(۱۳۴) اگر کوئی غذا یا رقیق دوا ناپاک ہو جائے تو؟ **سوال:** ایک بڑے ظرف میں کوئی غذا یا دوا رقیق بیش قیمت رکھی ہے، پھر اس میں کوئی ایسی نجاست گری، جو نمودار نہیں ہے، تو اب دوا یا غذا کسی طرح طاہر ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ اس کو آگ پر رکھا جاوے، یہاں تک کہ تھوڑا سا حصہ اس میں سے جل جائے، تو وہ طاہر ہو جائے گی، یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو اس کے طاہر کرنے کا اور کیا طریق ہے؟ فقط

جواب: جب بڑا ظرف کسی سیال شئے جیسا رس شکر کا، مثلاً نجس ہوا، تو اب وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتا، البتہ روغن (۱) سیاہ پاک ہو جاتا ہے کہ وہ چکنا ہے، پانی میں خلط نہیں ہوتا۔ فقط (فرخ آباد ص ۲۵-۲۷)

(۱۳۵) آم کے درخت کے کیڑے کے جسم کا مادہ، اگر کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ **سوال:** آموں کے بور کے موسم میں سفید رنگ کے لیٹے چوڑے پوڑے، جس میں سے زرد پیپ سی نکلا کرتی ہے جو ہو جاتے ہیں، اگر وہ دب کر مر جاویں اور ان کی زردی تھوڑی یا بہت، کپڑے کو لگ جائے تو وہ کپڑا پاک رہتا ہے، یا نہیں؟

جواب: کپڑا پاک ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم (بدست خاص ص ۴۳)

(۱۳۶) بلی اور کتے کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ **سوال:** پیشاب کتے اور بلی کا پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: بول بلی کا ناپاک اور کتے کا بھی ناپاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۱۰۱)

---

(۱) سیاہ کڑوا تیل، سرسوں کا تیل۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

طہارت کے متفرق مسائل

(۱۳۷) جس شخص کا مرض کی وجہ سے ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** معذور آدمی جس کا بول ہر وقت جاری رہتا ہو کہ کپڑا پاک نہ رہ سکے، اس کا حکم کیا ہے؟ ہر وقت نماز میں اور [پاک] کپڑے سے نماز پڑھا کرے (کذا) یا اسی ناپاک سے، کیونکہ ہر وقت میں [کپڑا] بدلنے اور پاک کرنے میں دقت ہوتی ہے؟

جواب: ہر وقت وضو نیا کرے اور ہر وقت کپڑے کو پاک کر لیوے، کپڑا پاک کرنے میں کچھ حرج نہیں، تین دفعہ پانی نکال دیوے۔ فقط واللہ اعلم (بدست خاص، ص ۱۷)

(۱۳۸) بڑا استنجا کرتے وقت اگر ہوا خارج ہو، تو کیا کرنا چاہئے؟ **سوال:** پانی سے بڑا استنجا کرنے کے وقت اگر بائے سرے (یعنی ریح خارج ہو جاوے) تو طہارت دوبارہ کرے، یا نہیں؟

جواب: استنجاء پانی سے کرتے [وقت] اگر بائے نکل جاوے، دوبارہ استنجا [کرنے] کی ضرورت نہیں، کیونکہ بائے نجس نہیں اور بائے کے ساتھ جو کچھ پانی نکلے گا، اس میں نجاست مخلوط نہیں ہوئی، جو کچھ ہوئی ہوگی، تو وہ بہت قلیل غیر معتبر ہووے گی، مگر ایک بار پانی ڈال دینا بہتر ہے۔ فقط (مجموعہ خاص، سوال ۷)

(۱۳۹) ڈھیلے سے استنجا خشک کرتے وقت سلام کرنا اور اس کا جواب دینا؟ **سوال:** استنجا کلوخ (۱) سے کرنے کے وقت سلام علیک کرنا، یا جواب دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس وقت سلام کرنا، جواب سلام کا دینا جائز ہے، جیسا کلام کرنا درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۰۲)

رنگوں کے پاک یا ناپاک (۲) ہونے کا بیان اور متعلقہ مسائل

(۱۴۰) پڑیا کا رنگ پاک ہے، یا ناپاک؟ **سوال:** گولی اعنی پڑیا کے رنگ کا کیا حکم ہے، طاہر [ہے] یا غیر طاہر، سب کا ایک ہی حکم [ہے] یا جدا جدا؟

---

(۱) مٹی کے ڈھیلے۔

(۲) تقریباً چالیس سال پہلے تک، کپڑے رنگنے کے لئے کئی قسم کے رنگ آتے تھے، بعض کچے بعض پکے، کچھ گولی (Teblet) کی صورت میں، کچھ کھلے ہوئے گویا پسے ہوئے، پھر ان میں کچھ دیسی کہلاتے تھے، یعنی ہندوستانی یا مقامی لوگوں کے بنائے ہوئے، کچھ کو خصوصاً ملکیہ والے رنگوں کو ولایتی کہا جاتا تھا۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب: گولی کا جواب تحقیق پر ہے، سنا ہے معتبر یوں ہے کہ سوائے بادامی کے، سب گولی میں شراب پڑتی ہے، لہٰذا نجس ہے، مگر پختہ رنگ کی گولی کو، بعد رنگ کے پاک کر کے استعمال کرے، تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

(مجموعہ رامپور ص ۳)

(۱۴۱) کیا سب انگریزی رنگ، ناپاک ہیں؟ سوال: پڑیا کا رنگ سب قسم کا استعمال کرنا، ناجائز ہے، یا علاوہ بادامی رنگ کے، اور جو نسی پڑیا بجائے نیل کے دھوبی لوگ کپڑوں میں استعمال کرنے لگے ہیں، وہ بھی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: پوڑیا انگریزی سب نجس ہیں، مگر سنا ہے کہ بادامی پاک ہے اور دھوبی نیل بڑی لگاتے ہیں، اگر وہ بھی پڑیا لگا دیں تو بیجا ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۰۴)

(۱۴۲) کن رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں سے، نماز درست ہے؟ سوال اول: پڑیا یا کسنبہ کی رنگی ہوئی روئی (اور) کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

سوال دوم: رضائی رنگ و بچھونے وغیرہ میں روئی [میں] پڑیا، خواہ کسنبہ کی رنگی ہوئی، ڈالنی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: پڑیا تو نجس ہے اس کو نہ ڈالے اور دوسرے رنگ کی خواہ کسنبہ ہو یا اور کچھ، عورت کو درست [ہے] اور مرد کسنبہ کو نہ استعمال کرے۔ فقط [دونوں سوالات کا ایک ہی جواب درج ہے۔ نور] (بدست خاص، سوال ۵۲-۵۳)

(۱۴۳) چھلپرہ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا صحیح ہے: سوال: چھلپرہ(۱) کا رنگا کپڑا مرد عورت کو پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: چھلپرہ کا رنگ مرد عورت کو، دونوں کو درست ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۳)

(۱۴۴) جس رنگ کے ناپاک ہونے کی تحقیق نہ ہو، وہ پاک ہے: سوال: کچے رنگ کی دریس اور ململ سرخ سے بھی نماز ہو جاتی ہے، یا مثل پوڑیہ کے رنگ کے، یہ بھی ناپاک ہے؟

جواب: اس رنگ کی مجھے تحقیق نہیں، مگر جب تک نجاست ثابت نہ ہو، پاک کہنا چاہئے۔ (بدست خاص، ص ۴۵)

(۱۴۵) انگریزی رنگ ناپاک ہیں: سوال: رنگنا کپڑے کا پڑیہ میں جائز ہے، یا غیر جائز؟ مفصل ارقام فرماویں۔

جواب: پوڑیا میں اکثر اقسام میں شراب کا ملنا محقق ہوا ہے، لہٰذا نجس ہے، نہ رنگنا چاہئے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۲)

(۱) چھلپرہ کیا ہے، اس کا رنگ کیسا ہوتا ہے، راقم سطور کو خاصی جستجو کے باوجود اس کا پتہ نہیں ملا۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حیض ونفاس اور متعلقہ مسائل

(۱۴۶) حیض کی غیر متعینہ مدت میں، اکثریت کا خیال کیا جائے گا: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک عورت کی عادت غیر معینہ ہے، کبھی خون چار روز جاری رہتا ہے اور کبھی پانچ، علی ہذا آٹھ روز تک۔ اس عورت نے چھ روز میں بعد موقوف ہونے خون کے، غسل کیا اور نماز ظہر ادا کی، بعد نماز پھر خون ظاہر ہوا عشاء تک، پھر کچھ اثر نہ پایا، پس اس عورت کیلئے کیا حکم ہے۔ بعد عشاء کے غسل یا قبل غسل، اپنے خاوند سے صحبت کرے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: عشاء کی نماز دوسرا غسل کر کے پڑھے، اور زوج اس کا اس کے پاس نہ جاوے، جب تک آٹھ روز تمام نہ ہو لیویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۳۱-۱۳۲)

(۱۴۷) حیض کی تعیین کے لئے درد سے آنے کی قید؟ سوال: لکھا ہے کہ حیض وہ ہے جو بے درد کے خون آوے ایام معتاد میں، سو اگر ایام معتاد میں درد سے خون آوے، وہ بھی حیض ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: یہ قید لغو ہے، درد سے کچھ بحث نہیں، درد بسبب مرض کے ہوتا ہے۔ (بدست خاص، سوال ۴)

(۱۴۸) اگر مقررہ دنوں کے علاوہ کسی دوا وغیرہ کی وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟ سوال: اگر غیر ایام معتاد میں دوا دینے سے کسی کو حیض ہوا تو وہ عورت نماز روزہ کرے یا نہیں؟

جواب: اگر دوا کے سبب حیض آوے، تو نماز روزہ ترک کرے، مگر استحاضہ ہو تو ترک نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۱) (بدست خاص ص ۶)

(۱۴۹) جو خون پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں: سوال: ایک عورت دو بیٹے میں دو بار حیض آتا ہے، تو وہ بہ دو دفعہ میں نماز روزہ ترک کرے یا کیا کرے؟

جواب: اگر ایک حیض سے پاک ہونے پر پندرہ روز بعد آوے تو وہ حیض ہے نماز روزہ ترک کرے، جو پندرہ روز سے پہلے آوے، تو وہ استحاضہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) اسی طرح اگر دوا پینے کی وجہ سے معتادہ کو ایام عادت میں بالکل خون خاص نہ ہو تو وہ پاک ہے اور اگر تھوڑی دیر خون ظاہر ہو کر بند ہو گیا تو وہ بھی حیض نہیں ہے۔ [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۵۰) ایام حمل میں خون آنے کی وجہ سے نماز روزہ ترک نہ کرے: سوال: ایک عورت کو حیض معمولی طور پر ایام حمل میں ہوتا ہے، تو وہ نماز روزہ کرے، یا نہیں؟ علی ہذا! اگر عورت حاملہ کو غیر معتاد ایام میں حیض آجاوے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایام حمل میں حیض نہیں ہوتا، استحاضہ ہوتا [ہے] روزہ نماز ترک نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۶۲)

(۱۵۱) حیض ونفاس کی حالت میں، سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا: سوال: حائض ونفساء کو سجدۂ تلاوت سننے سے، واجب ہوجاتا ہے، یا نہیں؟

جواب: واجب نہیں ہوتا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۶۸)

(۱۵۲) حائضہ کے ساتھ اس کے شوہر کا حائل کے ساتھ مس کرنے کا، کیا حکم ہے؟ سوال: حائض عورت کو بالائے زانو معہ جامہ یا عریاں مس کرنا، اور شہوت نکالنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بر بہنہ ناجائز اور حائل کے ساتھ درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۴۵)

وضو کا بیان

(۱۵۳) وضو کے وقت کلی اور ناک میں پانی دینے میں مبالغہ کرنا؟ سوال: وضو کرتے ہوئے دہن اور ناک میں پانی دینے کے وقت مبالغہ کرنا، کیسا ہے؟

جواب: بہ مبالغہ کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص ۶)

(۱۵۴) وضو میں ٹھوڑی تک دھونے میں عورت مرد، بالغ نابالغ سب کے لئے؟ سوال: نابالغ یا عورت وضو کرتے ہوئے ٹھوڑی کے نیچے، جس جگہ تک ڈاڑھی کے بال جمے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں تک دھوئے یا فقط ٹھوڑی ہی دھوئے۔ گلے کو جہاں تک بال ہوتے ہیں نہ دھوئے، یعنی گلے کی ہڈی جو ابھری ہوئی ہوتی ہے، وہاں تک دھوئے یا کہاں تک؟

جواب: اس میں بالغ نابالغ، مرد عورت سب کا ایک حکم ہے، تفاوت نہیں۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص ۵۲)

(۱۵۵) عورتوں کے لئے پورے سر کا مسح؟ سوال: عورتیں بھی مسح سر کا مثل مردوں کے کریں یا اور طرح؟

جواب: عورتوں کو مسح سر کا کرنا مثل مردوں کے فرض ہے اور سب امور میں مسح سر کے عورتیں مثل مردوں کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: احقر رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ فتاویٰ ص ۳۰)

(۱۵۶) مسواک کرنا اور استنجا میں ڈھیلا لینا عورت کے لئے کیسا ہے؟ سوال: مسواک کرنا اور ڈھیلا لینا عورت کو مستحب ہے مثل مردوں کے اگر حاجت ہو اور ڈھیلے کی حاجت مرد کو نہ ہو تو اس کو بھی ضرورت ہے یا نہیں۔

جواب: مسواک کرنا مستحب ہے اگر منہ یا دانت میں نجاست نہ ہو کسی دوسری شئے سے صاف کر لیوے مگر سنت مؤکدہ اس سے ہی حاصل ہوتی ہے کہ فعل فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اگرچہ صفائی دوسری شئے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

(مجموعہ فتاویٰ ج ۱ ص ۳۰)

(۱۵۷) مرد عورت کی شرمگاہوں کے ملنے سے بغیر پانی نکلے وضو کا حکم؟ سوال: یہ کتاب میں لکھا ہے کہ اگر فرج بر فرج باشد وضو شکست شود اگر پانی نکلنے سے وضو جاوے گی یا بدون نکلنے پانی کے فقط ایستادگی کر فرج بر فرج ہونے سے وضو جاتی رہتی ہے؟

جواب: مساس سے بغیر نکلے پانی کے وضو جاتی رہتی ہے۔ فقط

(ہدایت خاص ص ۲۹)

(۱۵۸) اگرچہ مرد عورت کے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتی لیکن؟ سوال: مرد عورت اگر ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں بقصد یا بلا قصد ہاتھ یا بدن لگ جاوے مرد محرم ہوں یا غیر محرم تو وضو رہتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہاتھ لگانے سے امام صاحب کے نزدیک وضو نہیں جاتی۔ حنفیہ دلیل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک (۲) وضو جاتی رہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) مستفاد ہے ایک ناقض کے مباشرۃ فاحشۃ بحکم کے کہ لگ جانے یا وضو ٹوٹ جاتا ہے ناقض غیر مقترنہ کو تو لگانے سے کیسے ٹوٹے گا [illegible]

(۲) [illegible] الفقہ الاسلامی [illegible] ج ۱ [illegible] الفقہ الریاض [illegible]

[illegible] ۱۴۱۹ھ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیمّم

(۱۵۹) جنبی کو غسل اور وضو کے لئے تیمم میں، ایک ہی نیت کافی ہے: سوال: تیمم میں غسل اور وضو کے واسطے جنبی کو فقط نیت غسل کی کرنا کافی ہوگا، یا وقت تیمم غسل اور وضو دونوں کی نیت کرے، اور دونوں کے واسطے علیحدہ علیحدہ ضرب لگاوے؟

جواب: ایک تیمم میں دونوں کی نیت کرلے، ایک ہی تیمم کافی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

(بدست خاص، ص ۵۸)

(۱۶۰) سفر کی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو، تیمم کا کیا حکم ہے؟ سوال: سفر میں راستہ چلتے ہوئے اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے، کہ اپنے ہمراہی لوگ بباعث جلدی کے ٹھہرتے نہیں اور نہ اتنا تساہل کرتے ہیں، کہ جو آدمی کہیں وضو کرلے اور پانی اپنے پاس ہوتا نہیں، اور بعض جگہ ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ اندھیرے میں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ پانی کہاں ملے گا، اور اگر کوئی گاؤں یا چاہ یا تالاب معلوم بھی ہوا کہ فلاں جگہ ہے، تو ساتھی لوگ ٹھہرتے نہیں، اور تنہا وہاں تک جانے میں دقت ہے، کہ رات ہوگئی ہے، کہیں ٹھہرنے کا موقع نہیں، ادھر ہمراہی لوگ الگ ہوتے ہیں، یا اور کوئی ضروری کام ہے، کہ جو بہت جلد منزل پر پہنچنے سے ہوتا ہے، تو ایسے وقت میں نماز تیمم سے جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہندوستان میں جائز نہیں، (۱) اور نہ ایسی صورت میں تاخیر نماز جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(بدست خاص، ص ۴۵)

---

(۱) کیونکہ ہندوستان میں ہر جگہ پانی ملنے کی امید ہوتی ہے مگر وہ علاقے اس سے مستثنیٰ ہیں، جہاں کئی کئی میل تک پانی نہیں ملتا، جو یقینا ہے، جیسے ہندوستان میں راجستھان وغیرہ کا علاقہ، اس کے لئے یہ حکم نہیں۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسرا باب

کتاب الصلوٰۃ

اذان واوقاتِ صلوٰۃ

(۱۶۱) حنفی اور واقف کے لیے، ایک مرتبہ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کہنا؟ سوال: [ایک شخص] بروقت کہنے تکبیر کے، حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح ایک ایک مرتبہ کہتا ہے، یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایک ایک بار حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کہنا مذہب شافعی، مالک میں ہے، مگر یہ شخص یا جاہل ہے یا غیر مقلد، لہٰذا اس کی یہ حرکت بوجہ نفسانیت وہوا کے ہے، بیجا ہے۔ واللہ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۱۲۹-۱۳۰)

(۱۶۲) تہجد اور اذان کا جواب؟ سوال: تہجد سنت مؤکدہ ہے یا مستحب اور جواب اذان اور دعا بعد اذان اور سننا اذان کا واجب ہے، یا کیا؟

جواب: تہجد میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک مؤکدہ اور بعض کے نزدیک مستحب، اور اذان کا سننا مستحب اور اس کا جواب بھی مستحب ہے [فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۵۶)

(۱۶۳) اذان کے بعد لوگوں کو جماعت کے لئے بلانا؟ سوال: لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ جب اذان مسجد میں ہو جائے، تو مؤذن کو یا اور جو آدمی داخل مسجد ہے، اگر باہر سے ان آدمیوں کو جو باہر کسی مکان میں ہیں بیٹھے ہیں، اس غرض سے بلا لے کہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہیں، تو ایک کفارہ کا کبیرہ آتا ہے، ان کو بلانا جائز ہے یا نہیں، اور کفارہ آتا ہے، یا نہیں؟

جواب: بعد اذان کے مؤذن یا دیگر حاضر مسجد کو کسی کو جماعت کی شرکت کے واسطے اطلاع کر دینا اور بلانا درست ہے، بلکہ ثواب ہے اور یہ عوام کا کلام ہے کہ بکرا کفارہ آتا ہے، سو یہ غلط ہے۔ البتہ بعد اذان کے الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنے کی عادت کرنا بعض علماء کے نزدیک بدعت ہے، اور یہی صحیح ہے کہ عوام کے نزدیک اذان لغو ہو جاتی ہے اور موجب سستی کا ہوتا ہے، مگر کسی رہ گئے کو مطلع کر دینا، یہ ہرگز منع نہیں، نہ اس میں کچھ کفارہ ہے فقط۔ واللہ اعلم

رشید احمد (فیوض رشیدیہ ص ۳۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۶۴) جو افراد اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید نہیں کرتے، وہ سخت گنہگار ہیں: سوال: ایک عورت اپنے بھائی اور باپ اور والدہ اور خاوند کو، اگر انھوں نے اس کو نماز کی تاکید نہ کی ہو، تو دوزخ میں لے جاوے گی، صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص اپنے متعلقین و زوجہ ہو یا غیر زوجہ، نماز کی تاکید نہ کریں گے باوجود قدرت کے، تو بے شک وہ گنہگار ہیں، مستحق عذاب، مگر جو خدائے تعالیٰ معاف فرماوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاکسار ص ۵۵)

(۱۶۵) سایہ اصلی کی تحقیق نیز ظہر اور عصر کا وقت مسنون؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ حدیث ظل الرحل کطولہ کا یہ مطلب ہے کہ ہر چیز کا سایہ بعد دلوک الشمس مشرق کی طرف ناپنے چاہئے فئے زوال کا قرآن و حدیث میں نہیں ذکر نہیں ہے، پھر اپنے اس قول کی تشریح بیان کرتا ہے۔ تشریح یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ بعد دلوک الشمس کے فئے زوال کے، ایک مثل مشرق کی جانب یعنی پورب کی طرف ناپنے چاہئے، مثلاً ایک لکڑی سیدھی گڑی ہوئی جاوے مثلاً یہ لکڑی ہے، اس کا سایہ دوپہر کے وقت آج کل شمال کو ہوتا ہے، اس سایہ کو پچھم کی طرف ناپنا چاہئے، جب جو سایہ یعنی پورب شمال کی طرف بڑھتا جائے، اس کو اس لکڑی کی جڑ سے لکڑی کے برابر ہوتا ہے تو ظہر کا وقت آخر اور عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ یعنی جو سایہ بڑھتا جاوے گا، اس کے سر سے سیدھی لکڑی جنوب کی طرف کھینچئے، یہ سے، جب اس لکڑی کی جڑ سے سر تک برابر اس کے مقدار کے پورب کی طرف ہو جاوے گا، تو ظہر کا وقت ہوگا، یہ مطلب حدیث ظل الرحل کطولہ کا ہے، اور جو سایہ یعنی مشرق و شمال کی طرف بڑھتا جائے گا اس کا [illegible] وقت ہوگا۔

[illegible] مطلب حدیث ظل الرحل کطولہ کا یہ ہے کہ جس طرف بغیر قید جہت کے، کسی شے لکڑی وغیرہ کا [illegible] بعد دلوک الشمس کے برابر یعنی ایک مثل اپنے ہو جائے فئے زوال یعنی اصلی سایہ چھوڑ کر، وہ وقت عصر کا ہے۔ نواب صاحب یا نواب صدیق حسن خان صاحب نے مسک الختام میں زیر حدیث مذکور (وقت ظہر یہ ہے کہ سایہ ہر شخص مقدار [illegible] سے ڈھل جائے) (۱) اور اسی کتاب کے ص ۱۲۹ میں ہے

[illegible] فئے زوال [illegible] ۱۲

[illegible] ۲۹۰۔

بمصير ظل الشيء مثله غير الظل الذي يكون عند الزوال دخل وقت العصر [illegible]

[illegible] بعد دلوک الشمس [illegible]

[illegible]

جواب اول از مولانا عبدالجبار غزنوی: [illegible]

[illegible]

كانت قدر صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصيف ثلاثة أقدام إلى خمسة أقدام وفي الشتاء خمسة أقدام إلى سبعة أقدام(۳)

[illegible]

حتى خرج وقت الظهر بمصير ظل الشيء مثله غير الظل الذي يكون عند الزوال دخل وقت العصر (۱)	[illegible]

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) عن عبد الله بن مسعود [illegible] باب وقت صلاة الظهر [illegible]

[illegible] المكتبة الإسلامية بيروت ۱۳۲۵ھ

[illegible] باب وقت الصلاة [illegible] ۱۳۰۵ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور زرقانی علی الموطا میں ہے

صل الظهر اذا كان ظلك مثلك، اى مثل ظلك سوى الزوال(۱)

ظہر کی نماز پڑھو، جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے۔ یعنی اس سایہ کے بغیر جو زوال کے وقت ہو۔

شرح مختصر حنابلہ میں ہے:

وقت العصر المختار من غير فصل بينهما وينتهى الى مصير الشيء مثليه بعد فيء الزوال اى بعد الظل الذى زالت عليه الشمس (۲)

عصر کا پسندیدہ وقت ان دونوں کے بیچ میں، بغیر کسی فاصلہ کے ہے، اور یہ ہمیشہ سایۂ مثل کی طرف لوٹتا ہے، جو زوال کے بعد ہوا، یعنی اس سایہ کے بعد جس پر سورج کو زوال ہوا۔

منہاج میں جو فقہ شافعیہ میں نہایت معتبر کتاب ہے، لکھتے ہیں

آخر وقت الظهر اذا صار ظل الشيء مثله سوى ظل استواء الشمس (۳)

ظہر (ظہر) کا آخر وہ ہے جب ہر ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے بغیر اس سایہ (وقت زوال کے سایہ) کے جو ہو۔

ابن قاسم زیادی اپنے رسالہ میں جو فقہ مکی میں معتبر کتاب ہے، لکھتے ہیں

آخر وقت الظهر اذا صار ظل كل شيء مثله بعد ظل استواء النهار

زوال کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں تو یہ بات مشہور و معروف ہے

فالاول اذا صار ظل كل شيء مثله سوى فيء الزوال وهو رواية عن ابى حنيفة (فى الزوال) هو فيء الذى يكون بالانتهاء وقت الزوال (۴)

پہلوں (حضرات صاحبین) نے کہا ہے کہ جب کسی بھی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے زوال کے سایہ کے علاوہ۔ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے زوال کے بارے میں کہ یہ وہ سایہ ہے جو زوال کے وقت ہوتا ہے۔

---

۱ شرح الزرقانی علی الموطا کتاب الصلوٰۃ باب وقت الصلوٰۃ ص ۱۰۰ ج ۱ مطبوعہ مصر

۲ شرح المنتہی المسمی بشرح منتہی الارادات المعروف بدقائق اولی النہی لشرح المنتہی المسمی بمنتہی الارادات فی جمع المقنع مع التنقیح وزیادات لشیخ تقی الدین ابی البقاء منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن ادریس البہوتی الحنبلی ص ۱۳۵ ج ۱ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ریاض ۱۳۹۰ھ

۳ منہاج الطالبین وعمدۃ المفتین ص ۷۰ مطبع مصطفی البابی مصر ۱۳۷۶ھ [اور]

۴ یہ حوالہ کہاں سے لئے گئے ہیں، خاص توجہ کے باوجود راقم نہیں سمجھ سکا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اسی طرح شوکانی نیل الاوطار میں اور دُرَرُ البهیه میں فرماتے ہیں:

و آخره مصير ظل الشيئ مثله، سوى فيئ الزوال. (۱)

اس (ظہر) کا آخر وہ ہے جب ہر ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے بنصف النہار (وقت زوال) کے سایہ کے علاوہ۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مصفی (۲) و حجۃ اللہ البالغۃ (۳) میں اور نواب صاحب نے اپنی تصانیف میں، اس کے ساتھ تصریح کی ہے۔ غرض فیئ زوال کے سوا ایک مثل یا مثلین تک ظہر کا وقت رہتا ہے، اور من بعد عصر کا وقت ہونا، مسئلہ متفق علیہا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اس ملک میں پوس ماگھ کے مہینوں میں سارے دن میں کوئی ایسا وقت نہیں آتا، کہ سایہ ہر شئی کا اس سے زیادہ نہ ہو، تو وقت ظہر کونسا ہوا، لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ سوائے فیئ الزوال کے، جب ایک مثل ہو جائے تو وقت عصر داخل ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ فیئ زوال کس طرح نکالنا چاہئے، علماء نے اس کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ زمین ہموار میں ایک لکڑی کو سیدھا کھڑا کر کے دیکھے، کہ عین استوائے شمس میں سایہ اس لکڑی کا کس قدر ہے، لکڑی کے مثل یا کم وبیش، جس قدر سایہ ہو، اُسی قدر سایہ چھوڑ کر، اُس پر زائد جو ایک مثل ہو جاوے عصر کا وقت داخل ہوتا ہے، لکڑی کی جڑ سے ایک مثل پورا کرنے سے وقت عصر کا داخل نہیں ہوتا۔ امام ابوالحسن مالکی، شرح رسالہ ابن ابی زید میں لکھتے ہیں:

و يعرف الزوال قال بان يقام عود مستقيم اذا تناهى الظل فى النقصان و أخذ فى الزيادة فهو وقت الزوال، ولا اعتداد بالظل الذى زالت عليه الشمس فى القامة بل يعتبر ظله لعطف ظله مفرداعن الزيادة.

اور زوال کو پہچاننا (اس طرح سے) کہا کہ ایک لکڑی سیدھی کھڑی کیجئے، جب اس کے سایہ کی کمی ختم ہو جائے اور وہ بڑھنا شروع ہو جائے، وہ زوال کا وقت ہے۔ اس سایہ کا حساب نہیں ہے، جو سورج کے زوال سے پہلے کے وقت تھا، بلکہ اعتبار اس سایہ کا ہے جو زوال کے سایہ کے علاوہ ہو۔

---

(۱) نيل الاوطار ابواب المواقيت باب وقت الظهر ص: ۳۲۳-۳۲۴ ج: ۱ رقم الحديث: ۴۱۹ ضبطه وصححه محمد سالم هاشم (دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۲۵ھ) ۲ الدر البهيه مع اردو ترجمه، از نواب صديق حسن خاں ص: ۷۰ (مطبع فاروقی، دہلی: ۱۲۸۹ھ) [نور]

(۲) حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے: "ابتدائے وقت ظہر زوال شمس است از وسط آسمان، و آخر وقت او اینست کہ باشد سایہ ہر چیز بے مثل قامت آں چیز" (مصفی مع موطا، ص: ۷۷، طبع اول، فاروقی، دہلی: ۱۲۹۳ھ) اور موطا میں فرماتے ہیں: آخر وقت الظهر أن يكون ظل كل شيئ مثله، ص: ۱۱۱، ج: ۱ رقم الحديث: ۱۲۸ / دار الكتب العلمية، بيروت ۱۴۰۱ھ] (نور)

(۳) حجة الله البالغة، باب اوقات الصلوة (۲/ ۱۱) ت: السالم بوري [دیوبند ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء] [نور]

ور طحطاوی میں ہے:

واستثنى في الزوال، لأنه قد يكون مثلاً في بعض المواضع في الشتاء، و قد يكون مثلين، فلو اعتبر المثل من عند ذي الظل لما وجد وقت الظهر عندهما ولا عنده.(۱)

اور زوال کو مستثنیٰ کیا ہے، کیوں کہ کبھی کبھی گرمی میں بعض مقامات پر ایک مثل سایہ ہوتا ہے اور کبھی دو مثل ہوتا ہے۔ پس اگر مثل یا مثلین کا زوال کے وقت سایہ کے ساتھ حساب کیا جائے، تو ظہر کا وقت نہ مثل اول پر ملے گا، نہ مثلین پر۔

ور شامی میں ہے:

قوله ولو لم يجد ما يغرز، اشار إلى أنه إن وجد خشبةً يغرزها في الأرض قبل الزوال، و ينتظر الظل مادام متراجعاً إلى الخشبة، فإذا أخذ في الزيادة حفظ الظل الذي قبلها فهو ظل الزوال: فإذا بلغ الظل طول القامة مرتين أو مرة سوى ظل الزوال، فقد خرج وقت الظهر، و دخل وقت العصر.(۲)

اگر ایک لکڑی مل جائے اس کو زمین میں زوال سے پہلے گاڑ دو، اور زوال کے وقت کا انتظار کرو، جب لکڑی کا سایہ اس لکڑی کی طرف واپس آنے لگے، تو جب سایہ بڑھنے لگے، اس کو پہلے سایہ سے الگ یاد رکھیں، جو سایہ اس سے پہلے کا ہے وہ زوال کا سایہ ہے، جب سایہ اصل چیز کی لمبائی سے دوگنا ہو جائے، زوال کے سایہ کے علاوہ، تو ظہر کا وقت ختم ہوا اور عصر کا وقت داخل ہو گیا۔

ور شرح وقایہ میں ہے:

مثلاً إذا كان في الزوال مقدار ربع المقياس. فآخر وقت الظهر أن يصير ظله مثلي المقياس وربعه، هذا في رواية عن أبي حنيفة، و في رواية أخرى عنه وهو قول أبي يوسف و محمد والشافعي: إذا صار ظل كل شيء مثله سوى في الزوال.(۳)

مثلاً جب فی زوال پیمائش کی لکڑی کی چوتھائی کے برابر ہو جائے ظہر کا آخری وقت ہے جب اس لکڑی کا سایہ ڈیڑھ گنے سے سوا ہو جائے۔ یہ امام ابو حنیفہ کی ایک روایت ہے، اور صاحبین کی ایک روایت میں اور یہی

---

(۱) الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل [illegible] ص ۲۹۰

(۲) رد المحتار، كتاب الصلوة، باب المواقيت، فصل في بيان الأوقات التي تكره فيها الصلوة، ج ۱، ص ۳۷۱

(۳) شرح وقاية مع حاشيه عمدة الرعاية، كتاب الصلوة، باب المواقيت، ج ۱، ص ۱۳۲

ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کا قول ہے، کہ جب ہر اک چیز کا سایہ زوال کے سایہ کے علاوہ، اس لکڑی کے برابر ہو جائے۔

اور کفایہ میں ہے:

و طریق معرفة الزوال، أن ینصب عوداً مستویاً فی أرض مستویة، فما دام ظل العود فی النقصان، علم أن الشمس فی الارتفاع لم یزل بعد، و إن استوی الظل علم أنه حال الزوال، فإذا أخذ الظل فی الزیادة علم أنها زالت. فیخط علی رأس الزیادة فیکون من راس الخط إلی العود فیٔ الزوال، فإذا صار ظل العود مثلیه من رأس الخط لامن العود، خرج وقت الظهر عنده.(۱)

اور زوال کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہموار زمین میں ایک لکڑی سیدھی گاڑ دی جائے، تو جب سورج کا سایہ اس لکڑی سے کم رہے، تو سمجھ لو کہ سورج چڑھ رہا ہے، جب سایہ اس لکڑی کے برابر ہو جائے، تو معلوم ہوا کہ زوال کا وقت ہے اور جب سایہ بڑھنے لگے تو معلوم ہوگا، کہ زوال ختم ہوا۔ اس زاید سایہ پر نشان لگا دیں، اس نشان کو لکڑی تک فیٔ زوال ہے، اور جب فیٔ زوال کا سایہ اس نشان سے بڑھ کر ایک مثل ہو جائے، (اس کا خیال رہے کہ یہ سایہ لکڑی کی جڑ سے شمار نہ ہوگا) تو ظہر کا وقت نکل جائے گا۔

اور شرح مختصر وقایہ میں ہے:

ثم یعلم علی رأس الظل، علامة عند الخرافه، فإذا صار الظل من تلک العلامة لا من العود مثلی العود ،خرج وقت الظهر عند ابی حنیفة.(۲)

پھر جانو کہ سایہ کے آغاز پر اہل فن کے یہاں ایک نشان ہوتا ہے، پس جب سایہ اس نشان سے بڑھ کر اصل لکڑی کے برابر ہو جائے، نہ کہ لکڑی سے اس تک، تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہو گیا۔

شاید زیدیہ دو قول متاخرین حنفیہ کے دیکھ کر، اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے، مگر درحقیقت یہ اس کی سمجھ کا فرق ہے، ان دونوں قولوں کا بھی وہی مطلب ہے جو شامی اور صاحب شرح وقایہ نے بیان کیا ہے۔ مطلب اس علامت اور خط سے بھی

(۱) الکفایة شرح الهدایة . کتاب الصلوة ،باب المواقیت، ص ۱۰۰ جلد اول [illegible] ۱۳۰۲ھ (فوٹو)
نیز الکفایة شرح الهدایة باب المواقیت ص ۲۹ ج [illegible]

(۲) شرح الوقایة ، کتاب الصلوة، بیان الاوقات للصلوات الخمس ص [illegible] جلد اول مطبع مجتبائی دهلی ۱۳۲۰ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

یکی ہے کہ فی الزوال کا قدر معلوم کرنا ضروری ہے۔ اس علامت اور خط کے اندازہ پر سایہ جس طرف ہو جاوے، اسی قدر وقت عصر چھوڑ کر، زائد ازاں ایک مثل پورا کرنا ضروری ہے۔ غرض کہ زید کی تشریح و بیان کی سند میں میری نظر سے نہ کسی محدث کا قول گذرا ہے اور نہ کسی فقیہ کا۔ یہ فقط اُس کا عندیہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

عبدالجبار ابن عبداللہ الغزنوی

جواب مولانا رشید احمد گنگوہی: بے شک فیصلہ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی بہت درست ہے، اور پیمائش ان کی موافق حدیث جابرؓ جو ذیل میں درج ہے، بہت ٹھیک ہے، کہ جس طرف سایہ بعد زوال پڑے، لکڑی کی جڑ سے بقدر سایہ اصلی یعنی فی زوال اور ایک مثل کے ہو جانے سے، وقت عصر کا ہو جاوے گا۔ حدیث یہ ہے:

عن بشیر بن سلام قال: دخلت أنا و محمد بن علی، علی جابر بن عبد اللّٰہ الأنصاریؓ فقلنا له: أخبرنا عن صلوة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، و ذاک زمن الحجاج بن یوسف. قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فصلی الظهر حین زالت الشمس و کان الفیء قدر الشراک، ثم صلی العصر حین کان الفیء قدر الشراک و ظل الرجل الخ.

بشیر بن سلام سے روایت ہے کہ میں اور محمد بن علی، حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق بتائیے اور یہ حجاج بن یوسف کا دور تھا، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ظہر کی نماز پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور اس وقت ہر چیز کا سایہ اس کے بالکل برابر تھا، پھر عصر کی نماز پڑھی جب سایہ ہر شے اور آدمی کے سایہ کے برابر ہو گیا تھا۔

یہ حدیث نسائی میں صحیح سند سے مروی ہے اور سندھی محدث نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے

قدر الشراک بکسر الشین أحد سیور النعل التی تکون علی وجهها، و ظاهر هذه الروایة أن المراد الفیء الأصلی لا الزائد بعد الزوال، ولذلک استثنی فی وقت العصر (۲)

شراک شین کے زیر سے ہے، جوتے کا تسمہ جو جوتے کے اوپر ہوتا ہے۔ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اصل سایہ مراد ہے، وہ زائد سایہ نہیں جو زوال کے بعد ہوتا ہے، اسی سے اس نے وقت عصر کو مستثنیٰ کیا ہے۔

اور مجمع البحار میں لفظ شراک کے تحت میں، اس حدیث شراک کی شرح یوں کی ہے:

صلی الظهر حين كان الفئ بقدر الشراک، هو أحد سيور النعل تكون على وجهها ،و قدره هنا ليس على وجه التحديد لكن زوال الشمس لايبين إلا بأقل ما يرى من الظل و كان حينئذ بمكة هذا القدر، و الظل يختلف باختلاف الأزمنة و الأمكنة الخ. (۱)

ظہر کی نماز پڑھیں جب کہ فئے زوال اور (زاید) سایہ اس طرح برابر ہو جائیں، جیسے ایک جوتے کا تلہ دوسرے تلے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی یہ مقدار یہاں تحدید کے لئے نہیں، کیوں کہ سورج کے زوال کا وقت صحیح طور سے محقق نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ سایہ ذرا سا بڑھ نہ جائے، اور مکہ مکرمہ میں یہی پہچان تھی اور سایہ وقت اور علاقوں کے اعتبار سے کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

یہ پیمایش موافق حدیث ایک مثل کے ہے، یہی مذہب راجح ہے اور مذہب ثانی جو رائج نہیں، لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں، جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ کا مضمون ہے:

صَلِّ الظهر إذا كان ظلك مثلك ،والعصر إذا كان ظلك مثليك (رواه في الموطا).

ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور عصر پڑھو جب تمہارا سایہ دوگنا ہو جائے، اس کو مؤطا میں روایت کیا ہے۔

اسی واسطے مولوی عبد الجبار صاحب نے مذہب ثانی کی پیمایش بھی درج کر دی، ورنہ ان کے نزدیک روایت معمول بہا ایک ہی مثل ہے۔ اور زید کی پیمایش پر جو قول کسی فقیہ یا محدث کا نہ ملا تو بیان کر دیا کہ یہ اس کا عندیہ ہے، پھر پیمایش زید مخالف ہے حدیث کے بھی، حدیث کہتی ہے فئ یعنی سایہ پیمایش کیا جاوے اور زید کی پیمایش میں دھوپ چلتی ہے اور دوسرے مخالف ہے حدیث قیراط سے بھی، جو بخاری در باب وقت عصر من أدرک رکعة قبل الغروب لایا ہے، جس سے عصر کا وقت بہ نسبت ظہر کم معلوم ہوتا ہے، نہ برابر نہ زیادہ۔ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے، اگر وقت عصر کے ایک مثل پر تفریع کی جاوے، جیسا کہ مذہب جمہور کا ہے۔

وأجيب بمنع المساواة و ذالک معروف عند أهل العلم بهذا الفن ، وهو أن المدة التي بين الظهر والعصر أطول من المدة التي بين العصر و المغرب (۳)

---

(۱) مجمع البحار، علامہ محمد طاہر پٹنی ص ۲۱۲، ج ۱۳ لمحب للشرک (۱) [illegible]

(۲) [illegible] ص ۳ (باقیات الصلوٰۃ) (الجامع الصحیح ۱۳۲۰ھ) [illegible]

ص ۱۳ رقم الحدیث ۹ تحقیق دکتور محمد داحمد القاسمہ [illegible]

(۳) فتح الباری کتاب مواقیت الصلوٰۃ وفضلہا باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

منع مساوات سے (اعتراضات کا) جواب دیا گیا ہے اور یہ اس فن کے ماہرین میں مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو وقت ظہر اور عصر کے بیچ میں ہوتا ہے، وہ اس وقت سے زائد ہوتا ہے، جو عصر اور مغرب کے بیچ میں ہوتا ہے۔

زید کی پیمائش میں برخلاف اس کے، زید کا مقولہ درست نہیں ہے، ورنہ لازم آوے گا کہ جس ایام میں سایہ اصلی ایک مثل یا اس سے زائد ہو، تو نماز ظہر کا کوئی وقت نہ رہے گا، اس لئے کہ بفور ڈھلنے کے ایک مثل سایہ ہو جانے کے، سبب اس تقدیر پر عصر کا وقت ہو جاوے گا فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

(فتاوی نذیریہ ضمیمہ جلد دوم ص ۱۴ تا ۱۸ (طبع اول، دنی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۳۳۳ھ)

(۱۶۶) مثل ثانی ظہر میں داخل ہے یا نہیں؟ سوال: مثل ثانی بقول معتمد علیہ در ظہر داخل است یا نہ؟ وآں کہ بعضے دریں باب حتی یساوی ظل ..... حجت می آورند، نزد آں صاحب قابل حجت است یا نہ؟ اگر بست وجہ استدلال بیان نمائید، والا محض جواب کافی است۔

ترجمہ: مثل ثانی معتمد علیہ قول کے مطابق ظہر میں داخل ہے یا نہیں، اور وہ بعض اصحاب جو اس بحث میں: حتی یساوی ظلہ کو دلیل میں لاتے ہیں، آنجناب کے نزدیک لائق استدلال ہے، یا نہیں۔ اگر ہے تو استدلال کی وجہ بیان کیجئے، ورنہ صرف جواب کافی ہے۔

---

(۱) اس فتوی کے ضمن میں مولانا عبدالرحمن مبارک پوری نے حضرت مولانا گنگوہی کی تحقیق سے کچھ اختلاف بھی کیا ہے، مناسب ہے کہ اس کو بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔ دونوں مجیب نے جو کچھ لکھا ہے بہت صحیح و درست لکھا ہے مگر مجیب ثانی نے جو یہ فرمایا کہ "مذہب ثانی (یعنی وقت ظہر کا مثلین تک باقی رہنا) جواز تک نہیں لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں، جیسا کہ حدیث ابوہریرہ کا مضمون ہے

"صل الظهر اذا كان ظلك مثلك والعصر اذا كان ظلك مثليك"

سو یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ابوہریرہ کی اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی کا بے اصل ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس واسطے کہ اس حدیث میں ظہر و عصر کے اول وقت کا بیان نہیں ہے، بلکہ آخر وقت کا بیان ہے۔ مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ آخر وقت زوال آفتاب سے ایک مثل تک ہے۔ اور آخر وقت ایک مثل سے مثلین تک ہے۔ پس اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی کا بے اصل ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے: قال في التعليق الممجد

والتصريف على ذكر اواخر الاوقات المستحبة دون اوائلها. فكانه قال: الظهر من الزوال الى ان يكون ظلك مثلك والعصر من ذلك الوقت الى ان يكون ظلك مثليك. انتهى والله تعالى اعلم و علمه اتم. [تحفہ حنفیہ بجواب فتاوی نذیریہ ص ۱۹ ج ۱ مؤلفہ]

الف: رواه في الموطا ج ۱ ص ۶ رقم الحديث: ۹ تحقيق الدكتور محمود احمد (موسسة النداء ۱۴۲۴ھ: ۲۰۰۴ء)

ب: التعليق الممجد على موطا الامام محمد للعلامة اللكنوي كتاب الصلاة باب وقوت الصلاة ص ۱۰۱ حاشيه ۹ محمد يوسف لكهنوي مطبع بلاسه نيز التعليق الممجد على المؤطا باب مذكور ج ۱ ص: ۱۵۱-۱۵۲، تحقيق الدكتور تقي الدين الندوي ناشر ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: در مثل ثانی علماء حنفیہ اختلاف کردہ اند۔ مشہور روایت ہموں است کہ مثل ثانی در ظہر است بگر بعض مقتدین بر مذہب صاحبین فتویٰ دادہ اند۔ واحوط ہم ہمیں است کہ ظہر در مثل وعصر بعد مثلین خوانند۔ وچونکہ از اہل ترجیح ایں ناکارہ نیست، در وجہ ترجیح کلام نمی تواند کرد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواب مثل ثانی میں علماء احناف نے اختلاف کیا ہے۔ مشہور وہی روایت ہے کہ مثل ثانی ظہر میں ہے۔ مگر بعض مقتدین صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اور زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ظہر مثل اول میں اور عصر مثلین کے بعد پڑھیں۔ چونکہ یہ ناکارہ اہل ترجیح میں سے نہیں ہے، وجہ ترجیح میں گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ فتاویٰ ص ۱۰۷-۱۰۸)

(۱۶۷) خروج دجال کے وقت نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟ از رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، بعد سلام مسنون! آنکہ نوشتہ بودا آیا حال معلوم ہوا۔ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے بھائی کی مغفرت ہوئی۔

اور جواب مسائل کا یہ ہے۔ کہ جس وقت خروج دجال ہوگا وہ اپنے تصرف سے نظر بندی کردے گا، جس کی وجہ سے لوگوں کو دن معلوم ہوگا، تو درحقیقت اس برس روز میں، مثل اور ایام کے طلوع وغروب واستواء وغیرہ سب کچھ ہوگا لیکن نظر بندی کی وجہ سے نظر کچھ نہ آئے گا، تو ایسی صورت میں اسباب نماز پنج وقتی بے شک واقع ہوئے، لیکن قصور اپنے ادراک کا ہوا، لہٰذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندازہ کرکے پڑھو۔ (۱) خلاف اس کے کہ جب در توبہ بند ہوگا اور آفتاب مغرب سے نکلے گا، اس سے قبل تین روز تک آفتاب طلوع نہ ہوگا، تو وہاں یہ فرمایا کہ جیسے بالفرض اگر آفتاب ابر غلیظ میں نظر نہ آئے اور عالم میں اندھیرا رہے، تو اندازہ کرکے نمازیں پڑھنا چاہئے۔ یونکہ اسباب واقع میں متحقق ہیں، گو ہم کو کسی وجہ سے محسوس نہ ہوں اسی طرح دجال کا ایک دن درحقیقت برس روز ہے، یعنی تین سو ساٹھ روز ہیں، اور ان میں طلوع وغروب اپنے اپنے موقع سے ہوتا ہے، گو ہم کو بوجہ نظر بندی نظر نہ آوے، تو جو دن کی نمازیں، اندازہ سے پڑھنا چاہئے اور قواعد واصول سے کچھ منافی نہیں۔ (۲)

(مجموعہ فتاویٰ ۱ ص ۲۳)

---

(۱) [illegible] ... وفي الله ... الله ... الذي ... اركضها فيه صلوا ... قال لا الدرو ... الله قدره ... مسلم كتاب الفتن ... دهلي ۱۲۱۹ھ ... كتاب الفتن ... الساعة ... ترقيم الحديث ۲۹۳۷ ... ابوداؤد نظر محمد فاريابي ادارة ... رياض ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء] (مشكوة، كتاب الفتن، باب العلامات بين يدي الساعة الفصل الاول ص ۴۷۳، اصح المطابع وراشديه دهلي ... ۱۳۸۳ھ/۱۹۵۵ء، للاشكوة ... ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء

(۲) [illegible]

سمتِ قبلہ اور متعلقہ مسائل

(۱۶۸) قطب تارہ سے قبلہ کا رخ پہچاننے کا کیا طریقہ ہے؟ **سوال:** قبلہ کا رخ قطب تارہ سے کس طرح پہچانتے ہیں، اس کو داہنے مونڈھے پر رکھیں یا اس سے آگے، اور اسی طرح آفتاب سے کیوں کر پہچانیں؟ جیسا سنا ہے کہ موسم سرما میں آفتاب نمازی [سے] بائیں جانب رہے، اور موسم گرما میں داہنی جانب رہے۔

جواب: ہندوستان کے لوگ داہنے مونڈھے پر اس کو لیویں اور سوا نہیں، کہ جس سے آگے پیچھے کا حال ضبط ہو سکے، یہ ریاضی سے علاقہ رکھتا ہے (اس کے بعد کچھ عبارت ضائع ہو گئی ہے۔ نور)

(بدست خاص، سوال ۱۳۵)

(۱۶۹) ریل کے سفر میں نماز کا مسئلہ؟ **سوال:** ریل میں بحالت روانگی نماز ہوتی ہے، یا نہیں، اور گاڑی میں قبلہ کی جانب منھ بھی نہیں کر سکتا اور نہ سجدہ ہو سکتا ہے، تو کیا کرے، پڑھے یا نہ پڑھے؟

جواب: ریل جاری میں نماز نفل تو ہوتی ہے اور فرض میں اختلاف ہے، احتیاط اولیٰ ہے، چلتی میں نہ پڑھے، کھڑی ہوئی پر پڑھے، اور جو سجدہ نہ کر سکے تو توقف کرے، چوکی پر جا کر نیچے اتر کر پڑھے۔ ( )

(بدست خاص، سوال ۱۲۶)

(۱۷۰) ریل کے سفر میں تیمم، نماز اور قبلہ کا مسئلہ؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، کہ اکثر اوقات بحالت سفر ریل میں، نمازی کو دشواریاں پیش آتی ہیں: بعض وقت پانی میسر نہیں ہوتا، بعض موقعوں پر جگہ نہیں ملتی، بعض صورتوں میں سمت ٹھیک نہیں ہوتی۔ ایسی صورت نہ ملنے پانی کے تیمم کر لیا جاوے اور درحالت جگہ نہ ملنے کے شارے سے نماز ادا کی جائے اور سمت کا عمل کس طرح کیا جاوے، جیسا جہاز اور کشتی پر حکم ہے، بنیت ضرورات] ہے۔ بیان مسئلہ۔

اس کا جواب بدلائل مدلل، بنا بر مذہب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر فرمایئے، کیونکہ نہ ریل میں اکثر نماز قضا کر دیتے ہیں یہ بیضہ تحریر ہے۔

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب : اگر ریل میں پانی نہ ملے اور قریب اسٹیشن پہنچنے پر، امید پانی ملنے کی ہو، تو اخیر تک انتظار کرے، اور جب اندیشہ نماز قضا ہونے کا ہو جائے، تو تیمم سے نماز ادا کر لینی چاہئے اور ایسے ہی جگہ نہ ملنے پر بھی، انتظار کیا جاوے، جب وقت نکلنے کا اندیشہ ہو، تو اشارہ سے اس وقت نماز ادا کر لینی چاہئے، مگر ان دونوں صورتوں میں، پھر اطمینان کے وقت اعادہ نماز کا اولیٰ ہے اور اقرب الی الاحتیاط ہے۔ اور سمت قبلہ وقت نماز شروع کرنے کے متعین و متحقق کر لینی چاہئے، پھر اگر اثناء نماز میں ریل پھر جاوے اور اطلاع ہو جاوے تو پھر جانا چاہئے، اور اگر اطلاع نہ ہو، تو خیر پھر اعادہ نہیں آتا۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم مہر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

یہ فتویٰ ایک ناقص کتاب میں ہے، جو نماز کے مسائل اور اوراد کی جامع ہے، اس کتاب کے صرف چند اجزاء اول آخر سے ناقص میرے پاس ہیں، ص ۱۵۳ ص ۱۹۲ تک۔ اسی میں یہ فتویٰ شامل ہے ص ۱۷۸ تا ۱۸۹۔ اس کتاب کے نام، اس کے مصنف اور سنہ اشاعت وغیرہ کی تحقیق نہیں۔ (نور)

(۱۷۱) ریل میں تیمم، سمتِ قبلہ اور نماز کا حکم؟

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ اکثر اوقات بحالت سفر ریل، مسافر کو نماز پڑھنے میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں، بعض وقت پانی میسر نہیں آتا، بعض موقع پر جگہ کم و تنگ ملتی ہے، بعض صورت میں سمت کعبہ ٹھیک نہیں ہوتی۔ آیا در صورت پانی نہ ملنے کے تیمم کر لیا جاوے اور در حالت جگہ نہ ملنے کے، اشارہ سے نماز ادا کی جاوے اور سمت کا عمل اس طرح پر ہو، جیسا کہ جہاز یا کشتی پر حکم ہے۔ اس کا جواب کتب فقہ سے بعبارت عنایت ہو۔ بینوا توجروا۔

جواب : اگر ریل میں نماز کا وقت آ جائے اور پانی موجود نہ ہو اور اسٹیشن بھی قریب نہ ہو، تو نماز تیمم سے درست ہے۔ ایسے ہی اگر سمت ریل کی قبلہ کی طرف ٹھیک نہ ہو، تو اس کو اسباب وغیرہ رکھ کر قبلہ کی طرف نماز ادا کرنا چاہئے اور تھوڑا انحراف نماز کی صحت میں مضر نہیں ہے، البتہ اگر بالکل ہی جنوب یا شمال کی طرف رخ ہوگا، تو نماز درست نہ ہوگی، اور اشارہ سے نماز درست نہ ہوگی، اس لئے کہ جہت کا بھی انتظام ہو سکتا ہے، اور اتنی جگہ بھی مل سکتی ہے کہ نماز ادا کر لے، اور پھر جب قدرت ہو اس وقت اعادہ کرے۔ فقط والسلام

بندہ آنکھوں کی معذوری کے سبب نقل روایات سے مجبور ہے۔ فقط والسلام بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

قال فی الدر المختار: من عجز عن استعمال الماء لبعده میلاً الخ و هو المختار فی المقدار لیتیمم۔ (۱)

(۱) الدر المختار ج: ۱/ص: ۴۰ (عکس مجتبائی دیوبند۔ الف: شامی ص: ۱۵۵، ج: ۱ مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۲۸ھ۔ ب: رد المحتار علی الدر المختار، ص: ۲۳۲ - ۲۳۳ ج: ۱، باب التیمم (دار الفکر بیروت) (نور)

ولغیرہ ای غیر معانیها اصابة جهتها بأن یبقی شیٔ من سطح الوجه سامتاً للکعبة أو لهواء ها الخ . (۱)

ومنها القیام فی فرض لقادر علیه و علی السجود الخ (۲) فقط

کتبہ رشید احمد گنگوہی الجواب صحیح: عزیز الرحمٰن عفی عنہ

الجواب صحیح: [حیبانِ خدا میں سب سے بڑھ کر ہے، حبیب احمد۔ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی)

[بجمع فتح محمد متمسک ۱۳۱۵] (مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی) اصاب المجیب: محمد حسن عفی عنہ الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ

جواب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کا ہے بہت ہی ٹھیک ہے، راکب ریل کو ان شرائط مذکورہ کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے۔ محمد عبدالغنی عفا اللہ مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی الجواب صحیح: محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ۔

یہ فتوی بھی اسی ناقص کتاب میں ہے، جو نماز کے مسائل اور اوراد کی جامع ہے، اس کتاب کے صرف چند اجزاء اول آخر سے ناقص میرے پاس ہیں، ص ۱۵۳ ص ۱۹۲ تک۔ اسی میں یہ فتوی بھی شامل ہے ص ۱۷۹ تا ۱۸۰۔ (نور)

سترہ

(۱۷۲) نماز پڑھنے والے کے سامنے، اگر گزرنے والا سترہ رکھ دے تو؟ سوال: زید نماز پڑھتا ہے اور بکر اس کے آگے کو جانا چاہتا ہے، تو اگر بکر خود ایک لکڑی مقدار سترہ سامنے کھڑی کر کے، نمازی کے روبرو سے گزر جاوے تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ کرنا جائز ہے اور سترہ اس سے ہو جاتا ہے۔ (۳)

(بدست خاص، ص ۵۱)

---

(۱) الدر المختار ج: ۱/ص: ۶۸، مطبع عکس مجتبائی دیوبند. الف: الدر المختار مع الشامی ۱ ۲۸۷، باب شروط الصلاة، مبحث فی استقبال القبلة (مجتبائی، دهلی ۱۲۸۷ھ) ب: شامی ج. ۱، ص. ۴۲۸ دار الفکر بیروت. ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء. [نور]

(۲) الدر المختار ۱ ۷۰، باب صفة الصلوة (مطبوعہ سعید کمپنی ایجوکیشنل پریس کراچی۔ عکس مجتبائی، دہلی ۱۳۳۱ھ) نیز الدر المختار مع الشامی ج: ۱ ص: ۲۹۹ ۲۹۹ مجتبائی دهلی ۱۲۸۷ھ [نور]

(۳) اس فتوی کا مصداق یہ صورت ہے کہ نمازی کے سامنے پہلے کوئی سترہ قائم کر دیا جائے، پھر گزرنے والا گزر جائے اور سترہ وہیں قائم رہے۔ جیسے پیٹ فارم پر کوئی نماز پڑھ رہا ہے، اس کے سامنے اٹیچی رکھی پھر آگے سے گذر گیا اور اٹیچی وہیں رکھی رہی، یا کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے، تو اس کے سامنے کوئی تختہ رکھ کر سترہ بنا دیا، لیکن نمازی کے سامنے اپنا ہاتھ لمبا کر کے، رومال یا کوئی کپڑا الگا دیا اور اس [illegible] رومال لے لیا، یہ صورت اس باب کا مصداق نہیں، یہ رومال (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۷۳) نماز پڑھنے والے کے سامنے سے کس قدر فاصلے سے گزرنے کی اجازت ہے؟

سوال: نمازی کے آگے کو نماز پڑھتے ہوئے نکل جانا، کتنے فاصلہ تک جائز ہے؟

جواب: جنگل میں سجدہ کی جگہ کو بچا کر نکلنا درست ہے، اور جو مسجد چالیس ہاتھ لمبی اور چالیس ہاتھ چوڑی ہو اس میں بھی ایسا ہی (ہے) اور اس سے کم مسجد اور گھر میں، مطلقاً آگے جانا منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص:۲۳)

(۱۷۴) امام محمدؒ کے قول: "اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنے سے باز نہ رہے تو اس سے قتال نہ کیا جائے"، کا کیا مطلب ہے؟

سوال: امام محمدؒ کے قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سامنے نمازی کے گزرنے سے باز نہ آئے، تو اس سے لڑنا بھی نہیں چاہئے (۱) اس صورت میں قتال کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب: امام محمدؒ نے کہیں نہیں لکھا کہ نمازی کے سامنے سے جانے سے باز نہ آوے (۲) (کذا) معلوم نہیں تم سے کس نے کہا ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۰-۴۲)

امامت و جماعت کے مسائل و متعلقات

(۱۷۵) جماعت اور صف کی درستگی ضروری ہے، چاہے تکبیر کے بعد ہو:

سوال: تکبیر جب شروع ہو جائے یا ختم ہو چکے، اس وقت جماعت کو دائیں بائیں سرک جانا، کیسا ہے؟

جواب: جماعت [کی] اصلاح اور سیدھا [ہونا] ضرور [ی] ہے، اگرچہ تکبیر کے بعد ہو۔ درستی جماعت کرنی چاہئے۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۳-۲۳۴)

(۱۷۶) مسجد کی اندرونی و بیرونی صفوں کے، درمیان اگر کپڑے کا پردہ ہو؟

سوال: مسجد میں پردہ پڑا ہوا ہے اور جماعت ہو رہی ہے، باہر کے فرش پر بھی جماعت ہے اور پردہ درمیان میں حائل ہے، درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پردہ حائل ہے، نماز ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۶۷)

---

(۱) اصل میں اسی طرح ہے، غالباً صحیح عبارت یوں ہوگی: "تو اس سے لڑنا نہیں چاہیے"۔

(۲) یہ فقرہ اسی طرح ناتمام ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۷۷) نماز کی صفوں میں، سب سے زیادہ ثواب کس جگہ کا ہے؟ سوال: جماعت میں ثواب زیادہ اوّل جماعت والوں کو ہے، یا سب میں برابر ہے، یا دائیں بائیں والوں میں، یا جو شخص امام کے پیچھے ہے ان میں بروئے ثواب تفاوت ہے؟ تحریر فرماویں۔

جواب: اول صف کو زیادہ ثواب ہے اور اول صف میں امام کے پیچھے کو زیادہ، پھر داہنے کو پھر بائیں کو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص ص ۴۲)

(۱۷۸) نابالغ بچہ تنہا صف میں کس جگہ کھڑا ہو؟ سوال: نابالغ یعنی لڑکا اگر اکیلا ہو، تو صف اول میں بالغوں کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھے، یا پیچھے تنہا کھڑا ہو کر پڑھے؟

جواب: اگر تنہا ہو تو بائیں جانب صف میں کھڑا ہو جاوے۔ (بدست خاص، ص ۵۲)

(۱۷۹) جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت: سوال: [ایک شخص] قرآن خوانی میں یہ کہتا ہے کہ میرے برابر دوسرا کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا اور میری نماز کسی مولوی کے پیچھے نہیں ہوتی۔

جواب: اگرچہ وہ شخص قرآن اچھا پڑھتا ہے، مگر اس کے پیچھے کہ قرآن قدر مایجوز پڑھے، نماز اس کی درست ہے، اور عالم جو قرآن بقدر مایجوز پڑھتا ہو، اس کا امام ہونا حق ہے۔ اور یہ قول اس کا کہ میری نماز کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، محض جہل، ناشی تکبر اور عجب سے ہے، دین کی بات نہیں۔ (مجموعہ کلاں ص: ۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰)

(۱۸۰) نابینا اگر محتاط ہو تو اس کی امامت؟ سوال: یہ شخص اندھا اور ذات سے جولاہا ہے، اس کے پیچھے ہم لوگ نماز پڑھیں یا نہیں اور قابل رکھنے کے ہے یا نہیں؟

جواب: اندھا اگر محتاط ہو اور مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن اچھا پڑھتا ہو، اس کی امامت درست ہے بلا کراہت، اور جولاہے کی اقتداء بھی درست ہے، اندھا ہونا اور جولاہا ہونا مضر امام کو نہیں۔ البتہ جسکے ایسے حالات ہوں کہ اوپر کے سوالات میں مذکور ہوئے، اس کو امام بنانا منع اور سخت بیجا ہے۔ اگر واقعی اسکے ایسے حالات ہیں، وہ ہرگز قابل رکھنے کے نہیں۔ اگر ایسے شخص کو امام بنا دیں گے تو سب ماخوذ اور گنہگار ہوں گے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۹-۱۳۰)

(۱۸۱) باصلاحیت نابینا امام کسی بھی برادری کا ہو، اس کی امامت؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں: کہ امام مسجد ایک شخص نابینا، قوم کا تیلی عرصہ دراز سے مقرر ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، بشرط موجودگی اور امام عالم کے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: احق بالامامت وہ شخص ہے کہ علم صلوٰۃ سے واقف ہو اور قرآن اچھا پڑھتا ہو اور متقی ہو، ایسے شخص کو امامت کے واسطے مقرر کریں۔ اگر خلاف اس کے امام مقرر کریں گے تو مکروہ ہے اور جب امام حی مقرر ہو گیا تو امامت حق اسی کا ہے، بدون اس کی رضا کے دوسرے کو امامت کرانا مکروہ ہے۔ پس اب جو تم نے اس کو امام حی مقرر کر لیا ہے، اگر قرآن اچھا پڑھتا ہے، متقی ہے اور مسائل نماز کے خوب جانتا ہے، تو قابل امامت کے ہے، اگرچہ نابینا ہے۔ پس اگر کوئی عالم آوے تو اس کو لائق ہے کہ ان سے نماز پڑھوائے، مگر عالم کو بدون اس کی رضا کے امام ہونا مکروہ ہے اور جو وہ ہی پڑھا دے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اور جو وہ مسائل نہیں جانتا، یا قرآن اچھا نہیں پڑھتا، یا متقی نہیں تو تم لوگوں پر کراہت ہے کہ تم نے ایسا امام کیوں ٹھہرایا، اب.....دوسرا کوئی امام عمدہ عالم آجاوے، تو پھر اس کو لازم ہے کہ عالم کو امام بناوے، اگر مع ہٰذا، وہ ہی پڑھاوے تو نماز ہو جائے گی، اگر قرآن میں ایسی سخت غلطی نہیں کرتا، لیکن ترک اولیٰ ہے کہ افضل کے ہوتے ایسا امام بنے، فقط۔ یہ حکم شرع کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۳-۱۴۴)

(۱۸۲) حنفیہ کے نزدیک نابالغ کی امامت؟

سوال: یہ ہے کہ تراویح میں قرآن سننے کے واسطے نابالغ کے پیچھے نماز پڑھنا بعض علماء کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔ فتویٰ کس قول پر ہے؟

جواب: اصل مذہب حنفیہ کا نابالغ کی اقتداء بالغوں کے واسطے عدم جواز کا ہے، اور یہ ہی مذہب معتمد ہے، بعض علمائے متاخرین نے جواز کا حکم دیدیا ہے، سو وہ مذہب میں چنداں معتبر نہیں۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۷-۱۲)

(۱۸۳) جس کی تا اور طا صاف نہ ہو، اس کی امامت کا حکم؟

سوال: اس زمانہ میں اکثر لوگ حروف مشتبہ الصوت، تا و طا وغیرہ میں فرق نہیں کرتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں، انکے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے کو امام بنانا درست نہیں، قرآن صحیح خواں کو امام بناوے، ورنہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۳۱)

(۱۸۴) جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت؟

سوال: جو شخص اُمّی حافظ قرآن ہو اور مجرد ہو اور ہمسایہ کی نامحرم عورتوں جوانوں کے پاس، بہ بہانے پڑھانے اور سنانے سورۂ قرآن و مناجات و غزلوں کے، رات میں اور دن میں جاتا ہو، اور جوان عورتوں مکارہ کو، بہ بہانے جھاڑ پھونک بعض اعضاء یا دیکھنے بعض زیور کے، بلمس مساس کرتا ہو، اور بعض سے بعض وقت خلوت بیٹھنے کو بھی حاصل ہوتی ہو، جو بتصریح علماء گناہ کبیرہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے اور کسی لڑکے مراہقہ یعنی قریب بلوغ کو، جب اکثر تعلیم سبق قرآن ہو تو مکان خالی میں زنجیر لگا کر ہو، اور ان مواضع تہمت سے باوصف ملامت مردوں احتراز نہ کرے، اور امور مذکورہ پر مصر رہے اور تمام سال مسجد جماعت محلہ میں بجز نماز جمعہ نہ پڑھے، اور نہ قاً کبھی پڑھے تو التزام جماعت ہرگز نہ ہو اور تیار جماعت چھوڑ کر تنہا پڑھ جاوے، یا قبل جماعت کبریٰ، ایک دو کو ساتھ لیکر تفریق جماعت کرے اور رمضان المبارک میں طالب امامت صلوۃ تراویح اور سنانے قرآن کا ہو اور بعض ضعیف الایمان اس کو بجہت زود خوانی (جس کے واسطے "رب تال للقرآن" (۱) وارد ہے) واسطے امامت کے پسند کرتے ہیں اور امام صالح مرتل کو ناپسند کرتے ہیں، اور بعض بلکہ اکثر اس کی امامت سے کارہ ہوں، یا ناجائز سمجھتے ہوں، تو ان میں کون حق پر ہے، اور اس طرح کا امام بروئے شرع محمدی کیا حکم رکھتا ہے۔ بینوا توجروا!

اور نیز جہالت اور بے علمی کے ساتھ کلام شطحیات (۲) کرتا ہو اور راہ الحاد [پر] چلتا ہو اور بعض حافظ قرآن ایسے بھی ہیں، کہ بالکل نماز پنجگانہ کے پابند نہیں، یا قطعاً پڑھتے ہی نہیں مگر قرآن رمضان میں سناتے ہیں اور صرف رمضان میں نماز پڑھتے ہیں، اور اس طرح کے امام اور اس کے مددگار براہ ضد و فساد، باہر فرش پر اپنے امام کو کھڑا کر کے پڑھیں اور بعض نمازی [نماز] توڑ کر باہر جا میں، تو مسلمانوں کو ایسے نزاع میں کیا حکم ہے۔ آیا ان کو لڑ کر مسجد سے نکال دیں، یا علیحدہ علیحدہ ایک وقت میں، دونوں پڑھی جاویں۔

جواب : یہ حافظ فاسق ہے، اس کی امامت منع ہے، اس کو امام بنانا حرام ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ فاسق کو امام بنانا سب مسلمین پر حرام ہے، کیونکہ ایسے فاسق کی اہانت لازم ہے اور تعظیم و تکریم اس کی حرام ہے، اور امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم ہے۔ پس جو لوگ اس کو ضد سے امام بناتے ہیں لاریب! وہ مرتکب گناہ کبیرہ کے ہو کر، فاسق بنتے ہیں، اور علیٰ ہذا القیاس جو حافظ دوازدہ ماہ نماز سے غافل ہوتے ہیں، وہ بھی فاسق ہیں، ان کو قرآن سننے کی غرض سے امام بنانا نہ چاہئے کہ فاسق کی امامت لازم آتی ہے، البتہ اگر وہ توبہ و عہد کریں کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے اور قضاء ماسبق میں مصروف ہوں، تو مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

(بدست خاص)

(یہ فتویٰ جو حضرت مولانا کا لکھا ہوا ہے حضرت کی مہر سے مزین ہے، ہمارے ذخیرہ میں ہے۔ نور)

(۱۸۵) کبوتر باز کی امامت کا حکم؟

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی نسبت کہ امامت کرتا ہے اور کبوتر بازی کرتا ہے؟

---

(۱) یہ روایت ملا علی قاری نے حیاۃ الحیوان کے باب "فی قراءۃ القرآن" کے شروع میں نقل کی ہے مگر علامہ زبیدی نے تحاف السادۃ میں اس کی تخریج نہیں فرمائی اور اس کا معنی بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ نیز یہ روایت اور نہیں ملی۔ تحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ص ۲۹ ج ۲ (دار احیاء التراث العربی بیروت) نور)

(۲) (یعنی خلاف شرع سے دنیا کے خلاف شریعت باتیں ہیں۔ ۱۲ منہ)

جواب: کبوتر پالنے درست ہیں، مگر اڑانا اور بازی کرنا منع ہے، ایسے آدمی کی امامت مکروہ ہے، اور نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۲۳۳-۲۳۴)

(۱۸۶) پردہ کی حدود کا اہتمام نہ کرنے والوں کی امامت کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جن کی عورتیں منہ کھول کر سر بازار پھرتی ہیں اور باذنِ خاوند کے پھرتی ہیں اور جو کوئی غیر شخص آوے تو خاوند ان کے ان سے کہیں کہ چلے آؤ، عورتوں سے پردہ نہیں کراتے، تو ایسے فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟ یا بالکل ناجائز ہے، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر فقط چہرہ عورت کا کھلا ہے اور کوئی عضو مثلاً سر کے بال اور ٹانگ نہیں کھلتی، اور علیٰ ہذا جس کے گھر میں کوئی خالہ، ماموں کا پسر جاوے اور سوائے چہرہ کے اور کوئی عضو نہ دیکھے، تو وہ عورت اور اس کا خاوند فاسق نہیں ہوتا، فاسق کے پیچھے خواہ کسی طرح کا فاسق ہو، نماز مکروہ تنزیہی (۱) ہوتی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۱)

(۱۸۷) فاسق وفاجر کی تعریف اور اسکی امامت؟

سوال: ۱۔ فاسق وفاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

۳۔ امامت کے لئے ذات کا لحاظ ہے، یا علم کا؟

الجواب: ۱۔ فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اوامر شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو، خواہ بعض کا، اکثر کا یا کل کا، اور فاجر سے بھی یہی مراد ہے۔ امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے، نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ فقط

۲۔ نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہو جاتی ہے، اگرچہ امام کا اعلم اور متقی ہونا بھی ضروری و بہتر ہے۔

۳۔ امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔

فقط رشید احمد

الاجوبة صحيحة. دستخط مہر

فتویٰ دار العلوم دیوبند (مجموعہ فتاویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب۔ باب امامت وجماعت ص ۲۹۸-۲۹۹ ج ۳۔ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۱) اصل میں یہ عبارت خط نسخ میں لکھی ہوئی ہے، صحیح یہ ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے دوسرے فتاویٰ میں بھی صراحت ہے۔ (مفتی محمد شفیع عفی عنہ)

(۱۸۸) چوری کے جانور ذبح کرنے والے کی امامت؟

سوال: ایک شخص کی عورت بے پردہ ہر جگہ پھرتی ہے اور وہ خود بھی چوری کے جانور ذبح کر ڈالتا ہے اور علاوہ ازیں امامت بھی کرتا ہے، ایسے شخص کی امامت شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب: ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط کتبہ رشید احمد عفی عنہ

جواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ، مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند مرتبہ مولانا مفتی مظفر الدین صاحب (باب امامت و جماعت)

ص ۲۹۷ ج ۳ (دیوبند ۱۳۹۰ھ)

(۱۸۹) ولد الزنا کی امامت؟

سوال: ایک شخص جس کی ماں بے نکاح ہو اور باپ اس کا یہ سمجھتا ہو کہ کنیز بے نکاح مباح ہے اور پھر بعد میں اس سے نکاح کرے، اور وہاں سوائے اس کے اور کوئی پڑھا لکھا، جو امامت کر سکے نہ ہو، تو ایسے شخص کی جب کہ وہ سعادت مند اور ہر طرح پر لائق ہو، امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور کو امام مقرر کرنا بہتر ہے، جب کہ وہ قوم میں اعلم و افضل ہے، کوئی خرابی اس کی امامت میں نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار.

باب الإمامة و الأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلوة فقط صحة و فسادا، بشرط اجتنابه لفواحش الظاهرة (۱) ألخ، قال الشامي: قوله" بشرط اجتنابه الخ" كذا في الدراية عن المجتبى، و عبارة الكافي وغيره: الأعلم بالسنة أولى، إلا أن يطعن عليه في دينه الخ (۲)

فقط رشيد أحمد عفى عنه

(امامت کا باب) امامت کا زیادہ حق دار وہ شخص ہے، جو نماز کے ٹوٹنے اور ٹھیک ہونے کے مسائل سے زیادہ واقف ہو، شرط یہ ہے کہ برائی کی کھلی باتوں سے بچتا ہو۔ شامی نے لکھا، شرط یہ ہے کہ برائی کی کھلی باتوں سے بچتا ہو، الخ کہ یہی درایہ میں مجتبیٰ سے نقل کیا گیا ہے، اور کافی وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں: کہ سنت سے واقف زیادہ بہتر ہے مگر یہ کہ اس کے دین پر کوئی (شبہ یا) الزام ہو۔

الجواب صحيح، قال في الشامي عن البحر وغيره و لو عدمت أي علة الكراهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري.

---

(۱) در مختار، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ۱ ۹۲ (میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی نمبر ۱، ۱۳۳۰ھ)

(۲) شامی ص: ۳۷۴ ج ۱، باب الامامۃ (مطبع نجتبائی دہلی) نیز شامی ص ۵۰۷ ج ۱ طبع بیروت ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ جواب صحیح ہے۔ شامی میں بحر الرائق سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ، اگر کراہت کی وجہ موجود نہ ہو، جیسا کہ دیہاتی شہری سے بہتر ہے اور غلام آزاد سے۔

والعبد من الحرو ولد الزنا من ولد الرشدة، والأعمیٰ من البصیر؛ فالحکم بالضد. الخ۔(۱)

اور ولد الزنا ولد الرشد سے، اور نابینا بینا سے، بس مسئلہ ضد کی ترتیب پر ہے۔

فتاویٰ دار العلوم دیوبند مرتبہ مولانا ظفیر الدین صاحب ص ۲۹۸ ج ۳۔ (باب امامت وجماعت) (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۱۹۰) شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق ونکاح کے، بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ ایک عورت بوجہ مفلسی شوہر وکج نہادی خود، اپنے خاوند سے متنفر ہو کر بلا طلاق اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور بارہا اس کے خاوند نے بلایا، مگر بد طینتی سے نہیں گئی، پھر چند عرصہ بعد اس کی بڑی بہن اپنے گھر لے آئی، عرصہ کے بعد وہ بڑی بہن مرگئی، بعد ازیں اس عورت غیر مطلقہ کے خاوند نے اپنی دختر کو، جو اس عورت کے شکم سے تھی، بھیجا کہ اپنی والدہ کو لے آ، اب اس کا وہاں رہنا اچھا نہیں، مگر وہ اسکے ہمراہ نہ آئی۔

پھر اس عورت کی بھاوج اور خالہ بتقریب تعزیت وہاں پر گئی اور اس عورت کو فہمائش کی کہ ہمارے ساتھ چل، مگر مسماۃ مذکورہ نے باشتعالک اپنے بہنوئی کے انکار کیا، بعد اس کے اس بہنوئی سے نکاح کر لیا۔ وہ شخص باوجودیکہ پیر جی اور مولوی مشہور ہے اور اس موضع میں نماز پنج گانہ وجمعہ پڑھاتے ہیں، اور ان کو یقین کامل اس کی طلاق کا نہیں ہے، بلکہ ایک مرتبہ شوہر سابق سے کہلایا، کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دیدے، اگر ان سے کہا تو جواب دیا کہ ایک طلاق ضمناً ہوئی ہے، وہ طلاق ضمناً دے چکا، اب نکاح کو عرصہ چند سال کا ہوا اور اس کی اولاد پیدا ہوئی، اس اولاد کو ولد الزنا کہیں یا نہ کہیں؟

اور پیر جی صاحب چہلم وغیرہ کو مباح کہتے ہیں اور طعام پر فاتحہ پڑھتے ہیں، اور جو گائے وغیرہ خریدتے ہیں، تو اپنے مکان پر لا کر اس کے داہنی کھر کو پانی ڈالتے ہیں، اور ہر سال اپنے بھائی کی قبر کو، اس کپڑے سے کہ جس پر کلمہ شریف لکھا ہوا ہے، غلاف پوش کر کے روشنی کرتے ہیں، اور اکثر کام غیر مشروع کرتے ہیں۔ سو بوجہ امور مذکورہ کے پیر جی صاحب کے پیچھے نماز جمعہ وغیرہ درست ہے، یا نہیں؟ اور ان کو دیوث کہنا اور ان سے بغض للہ رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: لاریب! ایسا شخص فاسق ہے، اور دیوث کا اطلاق ایسے آدمی پر درست ہے، اور ایسے شخص سے اگر بغض، بوجہ اللہ تعالیٰ کے کرے تو موجب اجر ہے، اور نکاح اس شخص کا ہرگز درست نہیں ہوا، کیونکہ جب تلک پہلا خاوند طلاق نہ دیوے، نکاح درست نہیں ہو سکتا اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ گلدستہ ص ۱۱۲-۱۱۳)

(۱) شامی ص: ۳۷۶ ج: ۱، باب الامامة (مطبع مجتبائی، دہلی) نیز شامی ج: ۱ ص: ۵۶۰ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۹۱) غیری منکوحہ سے جو نکاح کرے اس کی امامت کیسی ہے؟ سوال: [illegible] مسجد [illegible] عورت سے جو نکاح کرے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: امامت سے شخص کی وجہ فاسق ہونے سے مکروہ تحریمی ہے فقط۔ حررہ احمد عفا عنہ

[illegible] قال فی الدر المختار و کرہ امامۃ عبد و فاسق و قال فی رد المحتار قال فی شرح المنیۃ ان کرھۃ تنزیھیہ کرھۃ تحریمیہ ( )

[illegible] لانہ لا یجوز لہ ان یتزوج زوجۃ غیرہ و کذلک المعتدۃ (۲)

(۱۹۲) اگر امام نے عورت کی نیت نہ کی مگر عورتیں نماز میں شامل ہوں تو کیا حکم ہے؟ سوال: [illegible] نے عورت کی امامت کی نیت نہ کی، عورتیں نماز میں شامل ہوں تو کیا حکم ہے؟ اس وجہ سے کہ اس کو معلوم نہیں ہے، یا معلوم تو ہے مگر [illegible] یا وہ بعد نیت باندھنے کے شامل نماز ہوئی پیچھے سے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: عورت نے [illegible] نیت عورت کی کرنا ضروری نہیں، بدون نیت کے بھی نماز عورت کی [illegible] ہے۔ ۳

(۱۹۳) عورت کا امام بنانا کیسا ہے؟ سوال: [illegible] میں اگر کوئی عورت امام بن کر نماز پڑھاوے [illegible] نے یا نہیں؟

جواب: [illegible] عورت کی امامت [illegible] نے سے نماز میں [illegible]

---

(۱) المحجوم (الشامی) کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ ص ۳۷۰ ج ۱ (مطبع مجتبائی، دھلی ۱۲۹۷ھ) و ص ۳۱۳-۳۱۴ ج ۱ حلبوں [illegible]

(۲) [illegible]

(۱۹۴) حنفی امام کا شافعی مقتدیوں کو، اپنی وضو سے متعلق اطلاع دینا مناسب ہے: **سوال:** یہ کہ اگر حنفی المذہب [نے] شافعیوں کی امامت کی اور وہ شافعی کے نزدیک بے وضو تھی، مگر مقتدیوں کو معلوم نہیں ہے، تو حنفی کو اس امر سے مقتدیوں کو اطلاع دینا واجب ہے، یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ واجب ہے، تاکہ وہ لوگ اپنے مذہب کے موافق اپنی نماز درست کریں اور عمرو کہتا ہے کہ واجب نہیں ہے، لیکن اولیٰ ہے، واجب اس واسطے نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو باوضو سمجھتا ہے، مخالف کا قول اس کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

جواب: خبر دینا حنفی کا شافعی مقتدی کو کہ میرا، تیرے عقیدے و مذہب کے موافق وضو قائم نہیں، درمختار (۱) سے اولیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے وجوب نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ یہ مذہب شافعی کو مرجوح جانتا ہے، پھر کیوں واجب ہو، ہتہ اولیٰ ہے۔ فقط!

(مجموعہ فرخ آباد ص ۱۲۸)

(۱۹۵) غیر مقلد غیر محتاط کی امامت کا حکم؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین: کہ زید آمین تو پکار کر نہیں پڑھتا مگر مولوی محمد نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے، یہاں تک کہ جو اشتہار دربارہ گرفتاری ان کی کہ مکہ معظمہ میں مشتہر ہوا تھا، اس نے اس کو پھاڑ ڈالا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کے برا کہنے والے کو برا جانتا ہے، پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟ فقط

الجواب: جو مولوی نذیر حسین کا مداح ہے، بے شک وہ غیر مقلد ہے، اور اس کی امامت درست نہیں۔ اول تو ان لوگوں کے عقائد و اعمال وہ ہیں، جو جامع شواہد (۲) میں لکھے ہیں، جس سے انکا فاسق مبتدع ہونا معلوم ہوتا ہے، دوسرے یہ فرقہ تعصب کرے، خواہ مخواہ اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں، بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے، عند الحنفیہ۔ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے، لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(شواہد الحق مرتبہ مولوی حمید الدین دہلوی ص ۵)

(۱۹۶) نیچریوں اور غیر مقلدین کے پیچھے نماز کا حکم؟ **سوال:** وہ عقائد اہل نیچری کہ خالقیت افلاک وفرشتگان وغیرہ کے قائل نہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

---

(۱) الشامی کتاب الوسوسۃ والمراقبۃ مطلب الاقتداء بالشافعی ص ۶۶۹ ج ۱ [مکتبہ نعمانیہ دیوبند] ومطلب مذکور ج ۱ ص ۶۷ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء]

(۲) جامع الشواهد في اجراح الوهابي عن المساجد: اہل حدیث علماء سے بعض نظریات و عقیدے کی تحقیق [جو] یہ ہیں مرتب [یہ] مختصر سے رسالہ [کی] ہے [جس] میں [ان] بتیس صفحات میں علماء اہل حدیث کے مقتدیات [ان] کے متعلق [جو] بعض عقائد [ان] سے [ہیں] ص ۲ سے ص ۸ تک اس کی تحقیق [ہے] فریق سے علماء کی تعداد تقریباً شامل ہیں جس سے [ہیں] [ص ۳۰۰ تک ہے] [۱۲]

غیر مقلدین جو خون رعاف وغیرہ سے وضو ٹوٹے کو نہ مانتے ہوں] اور ڈھیلا بعد استنجاء مطلق نہ کرتا ہو، اس کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا۔

جواب: قومنچری کافر ہیں کہ منکر قطعیات کے ہیں، ان کی امامت ہرگز درست نہیں اور جو غیر مقلد مواضع خلاف میں احتیاط کرے اور قول اس کا معتبر جانا جاوے بسبب صلاح کے اس کی امامت درست ہے، بعد مراجعت، اور جو مسائل خلاف میں احتیاط نہیں کرتا، اگر تحقیق ہو کہ بعد رعاف مثلاً وضو نہیں کیا، تو اس کی بھی امامت درست نہیں، اور جو حال معلوم نہیں، تو اس کی امامت درست ہے، مرتبۂ تنزیہہ۔

البتہ بدون ڈھیلے لینے کے پانی سے استنجاء کرنے والے کے، بظاہر حال اس بلاد و نماز نہیں ہوئی، کیونکہ ایسے قوی مزاج کہ بعد یوں کے قطرہ نہ آوے پنجاب میں شاید کوئی ہووے، ورنہ سب کو قطرہ آتا ہے۔ تو بس بعد پانی کے بدن اور کپڑا بالضرور نجس ہوگا۔ ہاں! اگر محقق ہو جائے کہ اس کا مزاج ایسا قوی ہے کہ قطرہ نہیں آتا، تو بے شک اس کی نماز درست ہے اور اقتداء کا حال اوپر معلوم ہو چکا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۵-۲۳۶)

(۱۹۷) نماز سے متعلق چند مسائل کی تصحیح و تحقیق:

سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مقتدی نے امام کو سجدہ میں پایا، بعد ایک سجدہ کرنے کے اور مقتدی نے رکوع کیا اور دونوں سجدہ کئے، تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جاوے گی، اور اگر پایا امام کو بعد رکوع کے سجدہ میں، پس رکوع کیا اور دونوں سجدہ کئے امام کے ساتھ، تو نہیں فاسد ہوئی نماز اس کی۔ اس واسطے کہ ایک رکعت کی زیادتی نماز کو تو کرتی ہے اور ایک رکعت سے کمی نہیں تو کرتی، اور اگر رکوع کیا مقتدی نے پہلے امام سے، اور سر اٹھایا پہلے رکوع امام سے پس نہیں جائز ہوا رکوع اس کا، اور اگر پایا امام کو اندر رکوع کے پس جائز ہوئی نماز۔ اور جب پہنچا طرف امام کے اور امام ہے رکوع میں اور نیت باندھی اور قیام میں حاضر ہوا، یہاں تک کہ سر اٹھایا امام نے رکوع سے، تو نہیں شریک ہوا اندر اس رکعت کے۔ اگر پایا امام کو رکوع میں بقدر ایک تسبیح کے، تو شامل ہوا رکعت میں، نزدیک امام ابوحنیفہ اور محمد کے اور شرح استجابی میں لکھا ہے کہ اگر نہ پہنچا سے بقدر تین تسبیح کے رکوع میں، یا نہ پڑھے تین تسبیح تو نہیں جائز ہوئی نماز اس کی، اور اگر رہے خدر ناک رکھا اور ہاتھ نہ رکھا سجدہ کی جگہ میں، یا ہاتھ رکھا اور ناک نہ رکھا جگہ سجدہ میں، تو نہیں جائز ہے نماز اس کی صحیح ہے، یا غلط؟

جواب: یہ تمام مسائل صحیح ہیں، بلکہ یہ مسئلہ کہ اگر ناک نہ رکھے اور ہاتھ رکھے تو نماز صحیح نہیں، درست نہیں، بلکہ فقط ہاتھ رکھنا بدون ناک کے، نماز کو برابر درست کر دیتا ہے۔

(مدت ہے ص ۱۰۰ ج ۵)

(۱۹۸) مقتدی کے نیت باندھتے ہی امام نے سر اٹھا لیا، کیا اس صورت میں بھی مقتدی شاملِ نماز ہے؟ **سوال:** امام رکوع میں ہے، کہ مقتدی نے نیت باندھ کر ارادہ رکوع میں جانے کا کیا، کہ جو امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا، تو مقتدی شامل نماز امام ہو گیا، یا دوسری نیت کرے؟

جواب: اس صورت میں شامل نماز کا ہو گیا، دوسری نیت کی کیا ضرورت ہے؟ (بدست خاص، سوال ۱۶۲)

(۱۹۹) جو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نیت باندھ چکا، وہ نماز میں شریک ہے: **مسئلہ:** جو قبل سلام امام کے نیت باندھ چکا شریک ہو گیا، اب اس کو قعدہ کرنا ضروری نہیں، نماز ویسے ہی تمام کرے۔

(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد مکتوب نمبر ۱۸)

(۲۰۰) اگر مقتدی مسجد سے باہر یا چھت پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے؟ **سوال:** اگر مسجد کے احاطہ کے اندر، مسجد سے علیحدہ جو مکان ہے، یا مسجد کے احاطہ سے بھی علیحدہ مکان پر، مقتدی نماز پڑھیں اور امام مسجد کے اندر ہو، یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہوں، تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: درست ہے، بشرطیکہ اتصال صفوف رہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۱۶)

(۲۰۱) اگر صرف ایک یا دو مقتدی ہوں، تو کہاں کھڑے ہوں؟ **سوال:** اگر ایک امام ہو اور دو یا ایک مقتدی، تو وہ مقتدی برابر کھڑے ہوں، دائیں بائیں، یا پیچھے؟

جواب: دو مقتدی پیچھے کھڑے ہوں، [ایک مقتدی ہے تو امام کے دائیں جانب] فقط

(بدست خاص، ص ۱۴)

(۲۰۲) جو مسجد شاہراہِ عام پر ہو، اس میں جماعت ثانی جائز ہے: **سوال:** جس مسجد میں دوسری جماعت کرنی جائز ہے، وہاں اس جگہ کو بھی بدلے جہاں جماعت ہوئی ہے، یا نہیں اور تکبیر بھی دوسری کہے، یا نہیں؟

جواب: جو مسجد شاہراہ پر ہے، وہاں اذان و جماعت ثانی اس جگہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۶۰)

(۲۰۳) ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعتیں سخت مکروہ ہیں: **سوال:** کچھ مسلمانوں نے زید کو امام بنایا اور کچھ دوسرے مسلمانوں نے عمرو کو، اور ایک فریق دوسرے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے، تو ایسی حالت میں ان دونوں فریق کو ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں ایک ہی ساتھ جماعت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور دونوں کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: فرض نماز کا دونوں سے ادا ہو جاتا ہے، مگر دونوں فریق مرتکب کراہت ہیں، کیونکہ تفریق جماعت سخت مکروہ ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۲)

(۲۰۴) اگر جماعت سے نماز پڑھتے وقت کسی وجہ سے سب مقتدیوں کی نماز ٹوٹ گئی، تو ان کیلئے اس مسجد میں جماعت ثانی کا حکم؟ سوال: اگر نماز جماعت سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا، کہ ان کی نماز نہ ہوئی، اور امام نے اپنی نماز اچھی طرح ادا کی، تو ان مقتدیوں کو دوبارہ جماعت کرنا جائز ہے، یا نہیں۔

جواب: دوبارہ جماعت درست نہ ہوئی مگر بکراہت، پس بہتر ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص ص ۳۲)

(۲۰۵) مقررہ وقت سے پہلے، مسجد میں جماعت کا حکم اور اس کا ثواب؟ سوال: قبل از وقت معین، اگر دو چار شخص نے ضرورت سفر یا اور کسی ضرورت میں، مسجد میں جماعت کرلی، بعدہٗ امام معین کے ساتھ وقت مقررہ پر جماعت ہوئی، جماعت اولیٰ یہ ہوئی یا پہلی، اور پہلوں کو ثواب جماعت [کا] ملے گا، یا نہیں؟

جواب: جماعت اولیٰ امام حی وامل محلہ کی ہوتی ہے، اس صورت میں جماعت اولیٰ دوسری ہے اور ثواب جماعت بھی دوسری جماعت والوں کو ہوگا۔ پہلے لوگوں کی جماعت مکروہ تھی اور ثواب بھی جماعت کا نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۴-۱۴۵)

(۲۰۶) کسی مسجد میں امام کے دیر سے آنے کی وجہ سے ترک جماعت کرنا، یا امام سے پہلے نماز پڑھ لینا؟ مسئلہ: ترک جماعت درست نہیں، اگر بسبب تاخیر امام کے حرج ہے، تو دوسری مسجد میں چلے جایا کرے، مگر ترک جماعت سخت گناہ ہے اور امام سے پہلے پڑھ جانے میں فساد ہوتا ہے، اس سے بھی اجتناب واجب ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۴)

(۲۰۷) مسجد میں پہنچ کر نماز سے پہلے کچھ دیر وقفہ کرنا کیسا ہے؟ سوال: نمازیانِ مسجد سنت کے بعد کچھ دیر بیٹھ کر وقفہ کرتے ہیں، بلا انتظار کسی کے، اور پھر نماز شروع کرتے ہیں، یہ فعل مستحسن ہے یا نہیں؟

الجواب: مسجد میں آ کر انتظار کرنا جماعت کا اور نمازیوں کا موجب ثواب ہے اور ذکر کے واسطے بھی ثواب ہے، اور کوئی وقفہ مشروع نہیں۔ فقط۔ (مجموعہ رام پور، ص ۸)

(۲۰۸) متعین امام کے علاوہ امام بن کر جماعت شروع کردے اور امام آجائے، تو وہ کیا کرے؟

سوال: محلّہ کا امام کسی عذر کے سبب سے نماز کے وقت مسجد میں نہ ہو اور نمازی کسی کو امام کر کے نماز شروع کر دیں، پھر امام آجائے تو وہ شریک جماعت ہو یا نہ ہو، اور ان لوگوں کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں نماز مقتدیوں کی، دوسرے امام صاحب کے پیچھے درست ہوگئی اور امام مذکورہ کو بھی جماعت میں ضرور شریک ہونا چاہئے۔

فتاوی دار العلوم دیوبند مرتبہ مولانا ظفیر الدین صاحب ص ۲۹۸-۲۹۹ ج ۳۔ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۲۰۹) نماز میں قرأت فرض ہے، جس کو قرأت نہ آئے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ: قرأت مطلق [نماز میں مطلق قرأت فرض ہے] مگر معذور کو تا حصول قرأت، قدر فرض تسبیح وتہلیل چاہئے، سو آپ نے؟ اگرچہ اس مصلی کو قرآن آتا تھا مگر تعمیم فوائد کے واسطے مسئلہ معذور عن القرأۃ کا بھی فرمادیا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بوجہ صیغہ خطاب کے، خود مخاطب کو ہی قرآن قدر فرض کے یاد نہ تھا، یا عربی تھا یا عجمی تھا، اس سے کچھ غرض نہیں بلکہ وہ عربی تھے اور قرآن بھی کچھ یاد تھا، اور یہ بیان بطور تعمیم فائدہ بیان مسئلہ واقع کے ہے اور بس فقط۔ والسلام (مجموعہ کلاں ص ۲۴۰)

(۲۱۰) نماز میں قرأت زبان سے ضروری ہے:

سوال: اگر نماز میں قرأت دل ہی میں پڑھی زبان سے نہیں پڑھی، تو نماز ہوئی یا نہیں، اور اسی طرح اگر علاوہ نماز کے قرآن شریف دل ہی دل میں پڑھا، تو ثواب قرآن پڑھنے کا ہوا، یا نہیں؟

الجواب: نماز میں قرآن زبان سے پڑھنا فرض ہے، دل سے کفایت نہیں، اور خارج نماز کے بھی تفکر کا ثواب تو ہوگا، مگر قرأت کا ثواب جب ہی ہوگا کہ زبان سے پڑھے۔ (۱) فقط

(بدست خاص، سوال ۱۲۱، جواب: ۱۲۲)

(۲۱۱) سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد دیر تک وقفہ کرنا؟

سوال: [امام] نماز میں بعد ختم الحمد کے بہت دیر ٹھہرتا ہے، یہ ٹھہرنا کیسا ہے؟

---

(۱) زبان سے پڑھنا تصحیح حروف کا درجہ ہے، یعنی زبان حرکت کرے مخارج پر لگے اور حروف کی ادائیگی ہو، چاہے اپنا پڑھنا خود بھی نہ سنے، یہ زبان سے پڑھنا ہے اور اگر اپنا پڑھنا خود سنے تو یہ زبان سے پڑھنے کا اعلیٰ درجہ ہے، بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ان کے ہونٹ بالکل نہیں ہلتے، یہ دل میں پڑھنا ہے ان کی نماز نہیں ہوتی۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب : بعد فاتحہ کے سکون [سکوت] دیر تک منع ہے، کیونکہ بعد فاتحہ کے بقدر آمین یا بسم اللہ کے توقف درست ہے اور زیادہ مکروہ ہے، اور امام شافعی [کا] مذہب مقتدیوں کے فاتحہ پڑھنے کے واسطے سکوت کرنا ہے، جب کہ اس کا مقتدی کوئی شافعی نہیں، تو اس کو سکوت محض ہوائے نفسانی اور غیر مشروع اور جہل حقیقت الحال سے ہے، لہذا اس و اس حرکت سے منع کرنا چاہئے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے، وہ محض جاہل ہے۔ ایسی حالت میں پیچھے اس کے نماز مکروہ تحریمی ہووے گی۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱)

(۲۱۲) فاتحہ خلف الامام سے متعلق چند مباحث:

بنام منصب علی از بندہ رشید احمد عفی عنہ

السلام علیکم آدمیاں گم شدند، ملک خدا [را] خر گرفت۔ علماء مر گئے جہلاء [کی] نفسانیوں نے فتنہ اندازی پر کمر باندھی، اگر صاحب (کذا) اہل دیانت ہو، یہ ہی بہت ہے۔ کہ کروڑوں پدمنوں علماء تمام ہندوستان میں حنفی المذہب ہیں، کیا سب کے سب بے نماز و گمراہ ہیں، اب غدر [۱۸۵۷ء] کے بعد دیندار عالم پیدا ہوئے۔ افسوس، جس بات کو قدیم صدہا سال سے لوگ کرتے آئے ہیں اور سب علماء حقانی کر کے بتلاتے رہے، وہ تو ایک امر لغو ہو جاوے اور جواب کے چند نوخیز سمجھ گئے، وہ عین حق اور دین ہووے، پس اب سنو کہ:

آیت: اِذَا قُرِئَ الْقُرآن فاستَمِعُوا له وَاَنْصِتُوْا الخ (۱)

خطبہ کے وقت کلام کرنے میں اور ذکر کرنے میں اور نماز میں خلف امام قرآن پڑھنے اور کلام کرنے میں نازل ہوئی ہے، اور مطلقاً خلف امام کچھ پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں خود ابو ہریرہؓ سے اور دوسرے صحابی سے حدیث ہے، کہ ارشاد فخر عالم علیہ السلام ہوا ہے۔ إذا قرأ فأنصتوا. (۲) یعنی جس وقت امام پڑھا کرے تم چپ رہا کرو۔ پس فاتحہ بھی قرأت ہے، آیت اور حدیث اپنے عموم پر ہے اور مطلقاً قرأت خلف امام کو منع کرتی ہے، اور دیگر احادیث بھی ہیں، جن سے منع ہونا قرأت خلف امام کا ظاہر ہے، البتہ امام شافعی صاحب اور دیگر علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنا چاہئے، مگر انہوں نے یہ طرز نکالا ہے کہ امام فاتحہ پڑھ کر جہریہ میں چپ ہو جاتا ہے، تاکہ مقتدی فاتحہ پڑھ لیویں! اور مذاہب ائمہ ایسے مسائل میں کہ مختلف صحابہ میں ہوں سب حق ہوتے ہیں۔ البتہ جو شخص مقلد کسی ایک شخص کا ہے، اس کو اس پر عمل کرنا چاہئے

(۱) واذا قُرئ القُرآن . فاستمعُوا له و انصتُوا لعلّكُم تُرحمُون ترجمہ. اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔ (سورہ اعراف، ۲۰۴ ترجمہ شیخ الہند)

(۲) عن ابی هريرةؓ، مسند امام احمد ۳۷۶/۲ ط. دار الفكر، بيروت۔ ۱۹۷۸، مسند احمد۔ [مسند ابی هريرةؓ ت. احمد محمد شاكر رقم الحديث ۸۸۷۵ ص: ۳۷، ج: ۹] [دار الحديث، القاهره] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور مباحثہ اور ترجیح علماء کا کام ہے نہ کہ [عوام کا۔ سوان کے شبہات اور دلائل کے جواب ہو سکتے ہیں، کہ بندہ کو ان کا علم ضروری نہیں، کیونکہ آپ بطور تحقیق استفسار کرتے ہیں، لہذا جو امر محقق بندہ کے نزدیک ہے، جواب دیتا ہوں۔

کہ جو حنفی فاتحہ پڑھتا ہے خلف [امام] کسی وجہ تحقیق سے، کہ اس کو بسبب اپنے علم یا تقلید کے، اس خاص مسئلہ کی حقیقت اور ترجیح واضح ہوگئی، اسکی نماز ہو جاتی ہے، یہ کہنا کہ اسکی نماز نہیں ہوئی نامناسب امر ہے، اور جو وجہ تعصب کے اس کا مرتکب ہے گنہگار ہے، اور ایسے شخص کی اقتداء درست ہے، مگر ایسے متعصب کو امام بنانا مکروہ ہے اور جو لوگ فاتحہ خلف امام نہیں پڑھتے انکی نماز بے شک درست اور تمام ہے، کچھ اس میں حرج نہیں۔ تم لوگ اس قضیہ کو رفع کرو اور ایسے فتنہ اندازوں سے الگ رہو، آئندہ محتاط رہو۔ اور آپ ثبوت کتب معتبرہ سے جو طلب کرتے ہو، تو خود حدیث صحیح مسلم کی لکھ چکا ہوں اور اگر یہ مراد ہے کہ تمام تحقیق لکھی جاوے، تو صاحب! رسائل لکھے گئے اور نفسانیت کے مقام میں کسی نے نہیں مانا۔

اب مختصر یہ ہے کہ مولوی محمد [حسین] بٹالوی کہ رائس ورئیس اس قوم کے ہیں، اب حنفیہ کے ثبوت وحقیقت کو لکھ رہے ہیں، اگر دل چاہے تو ان کی اشاعت السنہ جلد نمبر (۱) کو دیکھ لو فقط۔

بعد کتاب اللہ کے صحیح بخاری ہے عند الاکثر، پھر صحیح مسلم اور علمائے مغرب نے صحیح مسلم کو بخاری سے اول کہا [ہے] اور دیگر کتب صحاح بھی معتبر ہیں اور جب قرائن اور دلائل لاحق ہو جاتے ہیں تو حدیث دیگر کتب کی صحیحین سے بھی راجح ہو جاتی ہے، چنانچہ کتب اصول حدیث میں لکھا ہے..... سو یہ بحث اول لوگوں کی لغو ہے اور بخاری میں خلف امام فاتحہ پڑھنا ہرگز کسی روایت میں ثابت نہیں، البتہ یہ حدیث ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی نماز بدون فاتحہ کے نہیں ہوتی، مگر نماز امام اور مقتدی کی ایک نماز ہے، امام کی فاتحہ مقتدی ہی کی فاتحہ ہے۔ (مجموعہ ص ۹۸ ج ۲)

(۲۱۳) ایک رکعت میں سورہ بقرہ پھر دوسری رکعت میں سورۃ النساء پڑھی تو کیا حکم ہے؟

سوال: ایک شخص نے ایک رکعت میں سورۃ بقرہ اور دوسری رکعت میں سورہ نساء پڑھی، تو نماز مکروہ ہوئی یا کیسی ہوئی؟ اور ایک سورہ درمیان سے چھوڑ کر پڑھنا چھوٹی سورتوں میں مکروہ ہے، یا بڑی سورتوں میں بھی یہی حکم ہے۔

جواب: یہ صورت مکروہ تنزیہی ہے، چھوٹی بڑی سورت کا سب کا ایک حکم ہے۔

---

۱ [illegible] (نور)

(۲۱۴) درمیان سے سورت پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں، اسی طرح قنوت اور جنازہ میں دعا کے شروع میں بسم اللہ کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** جب کسی سورۃ کو درمیان سے پڑھے تو بسم اللہ کرے یا نہیں، اور وتر میں جب دعائے قنوت پڑھے، بسم اللہ کرے یا نہیں، اور نماز جنازہ میں جب درود یا دعا پڑھے تو بسم اللہ کرے یا نہیں؟

الجواب: جب کسی سورۃ کو درمیان سے بھی پڑھے تب بھی، بسم اللہ کرے اور وتر میں جب دعائے قنوت پڑھے تب بھی بسم اللہ کرے اور جنازہ کی نماز میں جب درود یا دعا پڑھے اور بسم اللہ شروع میں پڑھے، کچھ حرج نہیں۔(۱)

کتبہ رشید احمد — اجواب صحیح۔ عزیز الرحمن

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۶۹۔ ج ۲۔ (ایچ ایم سعید ۱۳۹۳ھ)

(۲۱۵) مختلف سورتوں کے متفرق رکوع ایک نماز میں پڑھنے کا حکم؟ **سوال:** اگر کسی نے مثلاً سورۂ بقرہ کا دوسرا رکوع، نصف ایک رکعت میں پڑھا، اور سورۂ آل عمران کا دوسرا رکوع نصف دوسری رکعت میں۔ یا سورۂ بقرہ کا تیسرا رکوع نصف دوسری رکعت میں پڑھا، تو نماز ہوئی یا نہیں، یا مکروہ ہوئی؟

الجواب: سب طرح درست ہے۔ فقط (بہشتی گوہر ص ۱۹)

(۲۱۶) دونوں رکعتوں کے دونوں سجدے فرض ہیں: **سوال:** رکعت واحدہ میں ہر دو سجدہ فرض ہیں، یا ایک واجب و ایک فرض۔ درصورت اخیر فرض کونسا ہوگا و واجب کونسا؟

الجواب: دونوں سجدہ ہر ہر رکعت میں فرض ہیں۔ (مجموعہ امثور ص ۹)

(۲۱۷) رکوع اور سجدہ میں الصاق کعبین کی بحث: الصاق کعبین رکوع و سجود میں جیسا کہ مختار ہے اس کی کتاب حدیث سے اس کا نشان معلوم نہیں ہوتا، اور چونکہ اس کی سنیت نیز خلاف میں نے بہت مرتبہ کہا ہے۔ بعض پہلے حضرات بھی اس میں مگر رہے ہوا ہے۔ بخاری (۲) کا الصاق عجب یا عدم مقتدیوں کا عدم ۱۰ سے ۱۳ الوس سے محدثات مقصود ہے اور نماس وتر میں خلوف، اور یہاں وہ بظاہر نہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اگر سجود(۱) میں إلصاق کعبین کیا جاوے تو توجه أصابع رجلين إلى القبلة نہیں ہوسکتا، مگر ہاں! جس کا سارا پنجہ پاؤں کا مساوی اور سب انگشت پا برابر مساوی ہوویں، تو مضائقہ نہیں۔ اور ایسا پا[ؤں] تو کہیں شاذ و نادر ہوتا ہے، تو اب حقیقی معنی الصاق میں توجه اصابع الى القبلة فوت ہوتی ہے، تو بظاہر یہ مراد نہیں، اگر محاذات (۲) پر حمل کیا جاوے تو رکوع و سجود کی خصوصیت کیا ہے، یہ قیام کی سنت ہونی چاہئے، مگر یہ معنی مراد نہیں ہوسکتے، کیونکہ شامی سجدہ کی بحث میں کہتا ہے:

قد منا أنه ربما يفهم منه أن السجود كذلك ،إذ لم يذكروا تفريجها بعد الركوع فالأصل بقاؤهما هنا كذلك الخ(۳)

ترجمہ: اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں، کبھی کبھی اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سجدے بھی اس طرح ہیں، کیوں کہ ان دونوں کو رکوع کے بعد، کھولنے کا ذکر نہیں، تو اصل ان کا یہاں اس طرح باقی رہنا ہے۔

سو تفریج (۴) کے مخالف الصاق مراد رکھتے ہیں اور وہ معنی حقیقی کے مراد ہونے پر دال ہے، اور اس الصاق کی کہیں سند نہیں ملی، پہلے بھی تحقیق کیا تھا۔ فقط (مکتوبات بنام مولانا خلیل احمدؒ مکتوب نمبر ۳۴)

(۲۱۸) چاول اور چینی پر اگر ماتھا ٹک جائے، تو سجدہ کا حکم؟

سوال: چاول اور جوار اور چینی پر اگر ماتھا نہ دھنسے، تو سجدہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس چیز پر ماتھا قائم ہوجاوے گا، نماز درست ہوجاوے گی، چاول ہو یا گندم، ورنہ نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۱۵۸)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا: (۳) یہ سوال مقدر کا جواب ہے، بخاری شریف میں ٹخنے ملانے کا تذکرہ ہے (بخاری کتاب الصلوۃ باب الزاق المنكب) حضرت نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے مقتدیوں کا ٹخنے ملانا بھی صفیں سیدھی کرنے کے لئے تھا، یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے باہم ٹخنے ملا کر محاذات کریں، پھر ڈھنگ سے کھڑے ہو کر نماز شروع کریں اور اگر صفیں سیدھی کرنے کا کوئی اور ذریعہ ہو، مثلاً صف کی لکیر بنی ہوئی ہو یا صف بچھی ہوئی ہو، تو اس کے ذریعہ بھی صف سیدھی کی جاسکتی ہے، اس وقت ٹخنے ملا کر صف سیدھی کرنے کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں کچا فرش تھا، کوئی نشان نہیں تھا، اس لئے صحابہ ٹخنے ملا کر صف سیدھی کیا کرتے تھے، غیر مقلدین نے اس کو حالت قیام میں کھڑے ہونے کا طریقہ سمجھ لیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ (پالن پوری)

(۱) یہ ایک دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے، کہ اگر درمختار کے قول سے سجدہ میں ٹخنوں کو ملانا مراد لیا جائے تو کیا حرج، شاذ و نادر ہی کسی کے پاؤں کا پنجہ مساوی ہوتا ہے اور سب انگلیاں برابر ہوتی ہے اور حقیقی الصاق کی صورت میں عام لوگوں کی پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گی، اس لئے بظاہر یہ بھی مراد نہیں۔ (پالن پوری)

(۲) یہ ایک اور سوال مقدر کا جواب ہے، کہ بخاری میں ٹخنے ملانے کا جو مقصد محاذات ہے، درمختار کی روایت میں وہ کیوں نہ مراد لیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ پھر رکوع و سجود کی خصوصیت کیا ہوگی، بلکہ یہ قیام کی سنت ہوگی مگر یہ معنی مراد نہیں لے سکتے، کیونکہ شامی نے صراحت کی ہے کہ سجدے رکوع کی طرح ہیں، پس اگر رکوع میں ٹخنے ملائے گئے، تو وہ سجدوں میں بھی ملے رہیں گے۔ (پالن پوری)

(۳) شامی (نسخہ ہندیہ) ص ۳۳۹ ج ۱ باب اطالة الركوع للجاوی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۷ھ) نیز شامی (رد المحتار) ص ۵۰۴ ج ۱ باب اطالة الركوع. (مطبوعہ دار الفکر بیروت: ۱۳۹۹ھ) [نور]

(۴) یہ بحث کا خلاصہ ہے کہ جو لوگ الصاق کعبین کے قائل ہیں اور تفریج (کشادہ رکھنے) کے مخالف ہیں، وہ الصاق کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، صرف محاذات مراد نہیں لیتے اور الصاق حقیقی کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ طحاوی باب التطبيق في الركوع میں تفریق کے افضل ہونے کی صراحت ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۱۹) اگر التحیات کی جگہ طاحیات پڑھ دیا، تو؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ کسی شخص نے بسبب سہو یا جلدی یا عدم صحت، بجائے التحیات لفظ طاحیات پڑھا، نماز اس کی ہوگئی یا نہیں، اور پڑھنے والے پر گناہ ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: نماز ہوگئی،(۱) مگر جو غفلت سے یا جان کر ایسا کلمہ پڑھا، گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص ۲۳۱)

(۲۲۰) فرض اور نفل میں جلسہ اور قومہ کے اذکار یکساں ہیں، مگر؟ **مسئلہ:** جلسہ [اور] قومہ کے اذکار فرض [و] نفل میں یکساں ہیں، تنہا آدمی فرض میں پڑھے، جماعت میں تطویل کرنا نہیں چاہئے۔ فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص ۱۲۴)

(۲۲۱) نماز میں قعدہ کے وقت نظر کہاں رکھے؟ **سوال:** نماز پڑھتے ہوئے قعدہ میں نظر سجدہ کی جگہ پر رکھے یا چھاتی پر؟

جواب: دونوں جگہ درست ہے، غرض خیال و نظر بندی ہے۔ (بدست خاص، سوال ۸۸)

(۲۲۲) بغیر اجازت، دوسرے کے کپڑوں میں نماز کا حکم؟ **سوال:** بعض دھوبی کسی غیر کے کپڑے سے نماز پڑھ لیتے ہیں، تو جو کوئی غیر کے کپڑے سے بدون اجازت نماز پڑھے، تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب: ادا ہو جاتی ہے۔ (بدست خاص، ص ۴۰)

(۲۲۳) تھوک نگل لینے سے روزہ اور نماز ٹوٹنے کا حکم؟ **سوال:** روزہ دار کے منہ میں اگر بلغم یا تھوک جمع ہو جاوے حالتِ نماز میں، یا غیر نماز میں، تو روزہ اور نماز ہوئی یا نہیں، اگر وہ بلغم یا تھوک منہ میں آیا ہوا، نگلا جاوے؟

جواب: اگرچہ نگل جاوے، درست ہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۴۱)

(۲۲۴) اگر دانتوں میں غذا، رہ گئی اور نماز کے بعد پتہ چلا؟ **سوال:** جو نماز کے بعد مسوڑھے میں سے کچھ غذا نکلی، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: غذا کا رہنا دانتوں میں مفسد نہیں۔ فقط (مجموعہ کلاں، ص ۱۴۷)

---

(۱) نماز اس لئے ہوگئی کہ زلت [غلطی سہواً] کا تعلق صرف قرأت کے ساتھ ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۲۵) نماز پڑھنے والے نے اگر چھینک آنے پر الحمدللہ یا کسی بری خبر پر انا للّٰہ کہہ دیا، تو؟

سوال: مصلی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا، یا کوئی مصیبت کی خبر کان میں پڑی اور اس نے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کہا، یا جمائی آئی اور اس نے لاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ پڑھا، یا اچھی خبر پاکر سبحان اللہ کہا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: خبر سار [خوشی دینے والی] یا موجب رنجش سے نماز جاتی رہتی ہے،(۱) اور اگر جمائی لی اور لاحول پڑھا ہے، یا چھینک پر الحمدللہ کہا اور جواب کسی کا مقصود نہیں، تو نماز ہو جائے گی، اور انا للّٰہ مصیبت دینی پر ہے تو نماز جائز، اور اگر مصیبت دنیوی پر ہو تو ناجائز، اور اگر دوسرے کی چھینک پر الحمدللہ یا یرحمک اللہ کہے، تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۳)

(۲۲۶) اگر خارش یا مچھروں کے کاٹنے کی وجہ سے، نماز میں بار بار کھجایا، تو؟

سوال: اگر نماز میں بہت دفعہ، یعنی چار پانچ مرتبہ بدن میں خارش اٹھے، یا مچھر وغیرہ نے کاٹا اور اس نے یعنی نمازی نے اتنی ہی دفعہ کھجلایا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: [نماز] ہو جاتی ہے بسبب ضرورت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۳۰)

(۲۲۷) نماز میں گریہ وزاری کا حکم؟

سوال: اگر نماز میں غلبہ محبت خدا اور رسول سے، یا خیال نعمت ہائے خداوندی کا کر کے، یا اپنے گناہوں کے خیال سے، یا قرآن کے معنوں کا خیال کیا اور لذت حاصل ہوئی اور دل میں جوش آیا۔ غرض جس طرح سے ہو بباعث دنیا نہ ہو، نہ رنج ومصیبت بیماری بدنی کی ہو، بلکہ از صمیم دین [دین کی وجہ سے] ہو کہ کوئی خیال دینی ہی ہو، اگر کوئی گریہ کرے یا آہ کرے، یا ہُو کرے کہ آواز ظاہر ہو، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: غلبہ محبت حق تعالیٰ سے یا ذکر جنت ونار سے، اگر گریہ ہو یا آہ، اوہ نکلے یا صوت نکلے، نماز میں نقصان نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۳۱)

(۲۲۸) اگر نماز میں رو پڑا، یا آہ یا ہُو کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص جماعت میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ یک بیک از خود رو پڑا، یا بآواز بلند لفظ اللہ یا آہ یا ہُو یا حق یا کانپ کر ہُو ہُو کر اٹھا، اور ہم کو علم نہیں کہ آیا اس کو بذوق الٰہی یہ کیفیت پیش آئی، یا بغیر ذوق الٰہی اور ان صورت ہائے مرقومہ بالا شخص مذکور کی نماز ہوئی یا نہیں، اور نیز اس کے قرب وجوار کے لوگوں کی نماز باقی رہے گی، یا فاسد ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) یعنی ایسی چیز کے جواب دینے سے نماز صرف خبر سن لینے سے نہیں جاتی کیونکہ اس سے تو اب مقصود ہے جس سے دوام ہے اور مقصد صلوٰۃ ہے۔ (باقیات فتاویٰ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب: اگر نماز میں لفظ اللہ یا کوئی اسم حق تعالیٰ کا، نمازی مقتدی یا امام نے کہا، تو اس سے نماز کی حال مفسد نہیں ہوئی اور جو ہو، ہا، آہ، اوہ نکلا، اگر بذوق وخشیت سے یا ذکر جنت ورحمت سے نکلا، تو بھی نماز نہیں جاتی، اور جو بدون اس کے کہا تو نماز فاسد ہوتی ہے، اور جس کا حال معلوم نہیں ہے، اس کے حال کو حسن ظن کے ساتھ خیر پر حمل کرنا چاہئے، بدگمانی نہ کرے، جب تک دلیل قوی اس کے فریب وریا کی نہ ہو، اور اس کے پاس والوں کی نماز میں کوئی فساد ونقصان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ ریاکار بھی ہو، اگر ریا کرتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگی، نہ [کہ] پاس والے کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(۲۲۹) کن ٹوپ میں نماز؟

مسئلہ: باس کن ٹوپ میں، جس طرح چاہے نماز پڑھے، نماز درست ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۲)

(۲۳۰) صدری (فتوئی) میں نماز؟

سوال: خواندن صلوٰۃ در صدری کہ در ملک پنجاب فتوحی (۱) گویند، باوجود جامہ دیگر، چہ حکم دارد؟

ترجمہ: صدری میں جس کو پنجاب میں فتوحی کہتے ہیں، اس میں دوسرا کپڑا موجود ہوتے ہوئے، نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر از فتوحی سینہ وکمر وشانہ ودست پوشیدہ شد، نماز دراں باوصف بودن پارچہ دیگر بلا کراہت ادا می شود، البتہ دیگر پارچہ افزودن ادب است، اگر در فتوحی موافق وافی نماند، کراہت تنزیہی خواہد بود۔ فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۶)

ترجمہ: اگر فتوئی سے سینہ، کمر کندھے اور ہاتھ چھپ جائے، تو دوسرا کپڑا موجود ہونے کے باوجود، اس میں بلا کراہت نماز ہوجائے گی، مگر دوسرے کپڑے کا اضافہ کرلینا ادب ہے۔ اور اگر فتوئی ضرورت کے مطابق ہے، تو اس میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ (ت نور)

(۲۳۱) بلاٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز؟

سوال: عمامہ کے نیچے ٹوپی نہ ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب: عمامہ بلاٹوپی سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ ٹوپی کا ہونا مستحب ہے فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۸)

---

(۱) فتوحی: وہ لمبا کرتہ جو پہاڑی علاقوں میں پہنا جاتا ہے، اسے پہاڑی علاقوں میں فتوئی کہتے ہیں۔ فرہنگ اصطلاحات پشاوری مرتبہ مولوی فقیر محمد صاحب ص ۳۳۶۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۳۲) اگر نماز میں، مردار کی ہڈی بدن پر ہو؟ **سوال:** مردار کی ہڈی گلے وغیرہ میں لٹکا کر نماز درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: مردار کی ہڈی پاک ہوتی ہے، سوائے خنزیر کے، سو اس کے ساتھ ہونے سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آیا۔ فقط (مجموعہ کلاں، ص ۱۴۷)

(۲۳۳) قضاء نماز کو ادا کی نیت سے پڑھنا: **سوال:** اگر ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت آ گیا، تو اس قضا شدہ نماز ظہر کو اگر بہ نیت ادا پڑھے اور نیت قضاء کی نہ کرے، حالانکہ نماز قضا ہی پڑھی ہے، تو وہ نماز ادا ہو گئی، یا نہیں؟

جواب: [نماز] ادا ہو جاتی ہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۴۰)

(۲۳۴) ادا نماز کو قضاء کی نیت سے پڑھنا؟ **سوال:** اگر وقت نماز کا تھا مگر مصلی نے اس ادا نماز کو بہ نیت قضاء ادا کیا، حالانکہ ادا ہی پڑھی ہے تو نماز ادا، ادا ہو گئی، یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (بدست خاص، ص ۴۰)

(۲۳۵) نماز کے بعد کی تسبیحات (اور صوم عرفہ) مستحب ہیں: **مسئلہ:** بعد نماز کے تسبیح تحمید تکبیر مستحب ہے اور صوم عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں۔ شاہ عبدالعزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد، ص ۱۹)

مکروہاتِ نماز

(۲۳۶) محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کا حکم؟ حافظ علی حسن امام مسجد نے جو جواز کا فتویٰ باہر کی محراب میں کھڑے ہونے کے بارے میں، کسی اردو کتاب کے حوالہ سے دیا تھا، حضرت (گنگوہی) قدس سرہ نے جواباً یہ ارشاد فرمایا، کہ بس تم اپنی کتاب کو رہنے دو، امام کو محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا، خواہ محراب اگلی ہو یا پچھلی، بہر حال مکروہ ہے۔ (مجموعہ رام پور، ص ۱۶)

(۲۳۷) عمامہ پر سجدہ مکروہ ہے: **سوال:** ٹوپی اگر سجدہ گاہ اور ماتھے کے بیچ میں حائل رہے، تو نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: حیلولہ کلاہ کا جبہہ وارض میں مکروہ ہے۔ فقط (مجموعہ کلاں، ص ۱۴۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۳۸) نماز میں بلاضرورت زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے: مسئلہ: اگر قوی آدمی بلاوجہ زمین پر اعتماد کرکے (ٹیک لگا کر) کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور ناقض ہرگز نہیں اور ضعیف کے واسطے اجازت ہے، مکروہ بھی نہیں۔ (مجموعہ کلاں، ص ۱۳۴)

(۲۳۹) نماز پڑھنے والے کے سامنے اگر کوئی صاف تصویر ہو تو؟ سوال: کسی چیز گھڑی وغیرہ پر تصویر ہے اور وہ نمازی کے سامنے رکھی ہے، تو نماز ہو جاوے گی، یا مکروہ ہوگی؟

جواب: اگر ایسی تصویر ہے کہ معلوم ہوتی ہے تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر ایسی چھوٹی ہے جیسے مچھر مکھی کہ کپڑے پر ہونے سے معلوم نہیں ہوتی، تو مکروہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۷)

نماز میں سہو اور سجدۂ سہو کے مسائل

(۲۴۰) اگر چار رکعت میں قعدہ اولیٰ نہیں کیا، تو سجدہ سہو سے نماز ہوگئی: سوال: اگر چار رکعت نفل کی نیت کی تھی اور دو رکعت کے بعد قعدہ وسط کا نہ کیا اور تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، پھر چاروں رکعت کے بعد اخیر میں سجدہ سہو کر لیا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: [نماز] ہوگئی۔ فقط (بدست خاص، ص ۱۱)

(۲۴۱) فرض نماز میں چار رکعت کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا اور مزید دو رکعتیں پڑھ لیں تو؟ سوال: ایک شخص مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہے اور آخر قعدہ کے بعد سہو سے پانچویں رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، بعد میں یاد آیا تو اس نے دو رکعت [پوری] کر کے سجدہ سہو کر لیا اور نماز تمام کی، تو دو رکعت جو بعد فرض کے پڑھتے ہیں، وہ ادا ہوگئی، یا نہیں؟

جواب: دو رکعت سنت مؤکدہ اس سے ادا نہیں ہوتی، یہ دو نفل ہو جاویں گے۔ فقط واللہ اعلم (بدست خاص، ص ۴۴)

(۲۴۲) اگر آخری قعدہ میں التحیات کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا تو کیا کرے؟ سوال: اگر اخیر رکعت میں آدمی نے التحیات پڑھی اور پھر بھول کر کھڑا ہو گیا اور بعد کھڑا ہونے کے یاد آیا، کہ رکعت تمام ہو چکی ہیں اور پھر بیٹھ گیا، تو دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے، یا بدون التحیات پڑھے سجدہ سہو کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: اس صورت میں دوبارہ التحیات نہ پڑھے، بیٹھ کر سلام پھیرے، اور سجدہ سہو کرے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۹)

(۲۴۳) اگر دو رکعت کے بعد تیسری کیلئے کھڑا ہو گیا، اس وقت یاد آیا تو کیا کرے؟ سوال: اگر دو رکعت نفل یا فرض کی نیت کی اور قعدہ اخیرہ کا یاد نہ رہا، تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ سجدہ بھی کر لیا، تب یاد آیا کہ تیسری رکعت ہے، تو اگر اس کے ساتھ اور ایک رکعت ملا لے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، یا از سر نو نماز توڑ کر نیت باندھے۔

جواب: اگر فرض نماز تھی جیسے [کہ] فجر کی نماز اور بدون قعدہ کے تیسری رکعت کا سجدہ کیا تو [چوتھی] ملا لیوے، چاروں نفل ہو جاویں گی اور جو نفل ہو تو بھی چاروں نفل ہو جاویں گی اور سجدہ سہو کر لیوے، اور فرض ہو تو اعادہ کر لیوے۔

(بدست خاص، سوال ۴۰)

(۲۴۴) اگر ایک رکعت پر بھول کر سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا تو؟ سوال: ایک شخص نے دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور ایک رکعت پڑھ کر سہواً کہ دونوں پڑھ لی ہیں، اور اس نے سلام پھیر دیا اور بعد سلام پھیر دینے کے یاد آیا کہ ایک رکعت ہوئی ہے اور بہت جلد کھڑا ہو کر دو رکعت بھی پڑھ لی تو سجدہ سہو کا کرے، یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں سجدہ سہو کرے، نماز ہو جاوے گی۔ (بدست خاص، سوال ۴۳)

(۲۴۵) وتر کے بعد کی دو نفلوں کا بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہو کر؟ سوال: دو نفل جو بعد وتر کے پڑھتے ہیں، ان کو کھڑے ہو کر پڑھنا زیادہ ثواب ہے یا بیٹھ کر؟

جواب: کھڑے ہو کر پڑھنے میں پورا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب۔

(بدست خاص، ص ۴۹)

(۲۴۶) اگر امام سجدہ سہو بھی بھول گیا، سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو؟ سوال: امام سے نماز میں سہو ہوا اور سجدہ سہو بھی بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، مقتدیوں کو یاد تھا بعد انصراف امام انھوں نے صرف سجدہ سہو ادا کیا، تو اندریں صورت مقتدیوں کی طرف [سے] جبر نقصان ہو جاوے گا، یا نہیں؟

الجواب: اگر امام نے بعد دو سلام کے قبل کسی ترک منافی صلوٰۃ کے سجدہ کیا، تو درست ہے اور سب کی نماز کا جبر ہوا اور جو مقتدی تنہا سجدہ کرے گا، وہ معتبر نہیں، اور نہ جائز ہو سکتا ہے۔

(مجموعہ، ص ۹)

(۲۴۷) اگر درمیان قعدہ میں سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا تو؟ سوال: اگر نمازی نے وسط کے قعدہ میں ہی ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا اور بعد میں یاد آیا کہ ابھی نماز تمام نہیں ہوئی اور اسی نیت سے کھڑے ہو کر نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: وسط قعدہ میں درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر [دیا] تو بسبب تاخیر کے سجود سہو آوے گا اور جو نہیں پڑھ اور بعد سلام کے منہ ہو گیا، تو قیل وقفہ کے سبب سجدہ سہو نہ آوے گا۔ (بہشتی خاص، ص ۱۵۵)

(۲۴۸) اگر بھول کر ایک رکعت رہ گئی اور سلام و دعا کے بعد یاد آئی تو؟ سوال: کسی نے بھول کر ایک رکعت رہ گئی اور بعد سلام و دعا مانگنے کے یاد آئی، تو اسی نیت سابق سے اگر ایک رکعت پڑھ لے اور سجدہ سہو کرے تو نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

جواب: درست ہے، کیوں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مفسد صلوٰۃ کا نہیں۔(۱) (بہشتی خاص، ص ۳۹)

(۲۴۹) سہواً سلام پھیرنے کے بعد بقیہ نماز کس طرح پوری کرے؟ سوال: ایک نمازی نے سہواً سلام پھیر دیا اور اس کی رکعت باقی تھی، جو بعد سلام کے دعا مانگنے یا کچھ دیر تک ٹھہرنے یا قبلہ کی جانب سے منہ پھیرنے یا کسی سے بات کرنے کے بعد یاد آ گئی، تو پھر اس کو پوری کرے یا از سر نو پڑھے؟

جواب: اگر منہ [سینہ] پھیر لیا یا بات کر لی تو از سر نو نماز پڑھے اور جو دعا وذکر کیا ہے، مفسد صلوٰۃ نہیں کیا، تو سجدہ سہو کر کے نماز تمام کرے۔ فقط (بہشتی خاص، ص ۳۵)

(۲۵۰) جو نماز ترکِ واجب کی وجہ سے لوٹائی جائے، اس میں نئے مقتدی کی شرکت؟ مسئلہ: جس وقت نماز فرض کو واجب سے ترک سے ادا کیا، تو ادا ہو گئی جب ہے، لیکن واجب مثل وتر کے نہیں، بلکہ درحقیقت وہ نفل ہے، کہ یہ بسبب ترک کے نقصان فرض کے وجوب اس کو عارض ہو گیا ہے، جیسے کوئی شخص نذر معین دو رکعت نفل کی کرے، تو درحقیقت یہ نماز نفل ہے لیکن واجب بسبب نذر کے اس کو عارض ہو گیا ہے، اس وقت سے بعد عصر ادا کرنا اس کا جائز نہیں، یا کوئی نفل شروع سے تو پڑھے تو ادا واجب ہو گا، تو وقت ہے درحقیقت نفل ادا کرتا ہے، جس کو وجوب عارض ہو گیا ہے۔ پس جبکہ اس نماز میں وقت ہے وہ نماز درحقیقت نفل ہوئی، تو اس کے پیچھے فرض پڑھنے والے کا نماز جائز نہیں، کیونکہ اس کو وجوب عارض ہو گیا ہے، یعنی نفل سے خارج نہیں ہوئی اور یہ نماز پڑھنے والا فرض پڑھتا ہے اور جب ہوئی جیسے وتر، تو ہم قیاس مختلف کی اس کے پیچھے اقتدا نہ ہوئی، یہ فرض فقط ہے وہ فرض ہے درحقیقت، تو فرض ہمارے نزدیک قوی ہوتا ہے، بعض ضعیف اور یہاں ضعیف سے اور بعض قوی، تو ضعیف سے پیچھے قوی کی جائز ہوگا۔

---

(۱) [illegible]

(۲۵۱) اگر امام قعدہ اخیرہ کے بعد، سہواً کھڑا ہو جائے تو؟

سوال: امام اگر آخر قعدہ [میں] نہ بیٹھے اور سہواً کھڑا ہو جاوے، تو مقتدی اتباع امام کریں، یا نہیں۔ درصورت عدم اتباع اگر بیٹھ کر سلام پھیر دیویں تو نماز ان کی جائز [ہوگی] یا نہ؟ اگر شق اول اختیار کی جاوے، تو اطاعت امام بھی ضروری تھی اور وہ متروک ہے، پھر دلیل جواز اس کی کیا ہوگی؟

جواب: مقتدی امام کو سبحان اللہ یا دیگر ذکر سنا کر بٹھا دیں، اگر نہ بیٹھے تو سجدہ تک انتظار کریں اور امام کرتے رہیں، اگر امام لوٹ آیا سجدہ سہو کر کے، سب کے ساتھ سلام پھیرے اور جو نہ لوٹا اور سجدہ رکعت خامسہ کا کر لیا تو مقتدی سلام دے کر رخصت ہو ویں، امام کو چھوڑ دیویں کہ امام نوافل میں چلا گیا، وہ امام فرائض کا تھا نہ نوافل کا، اب امام نہیں رہا، دوسری نماز پڑھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ رام پور ص ۲-۳)

(۲۵۲) جماعت کی نماز فاسد ہونے کے بعد کیا کسی کے نزدیک، صرف امام کی نماز کا اعادہ کافی ہے؟

سوال: اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جاوے اور وہ اس سے ایسے وقت مطلع ہو کہ مقتدیوں کا اجتماع نہ ہو سکے، تو کیا یہ کسی کا مذہب ہے کہ تنہا امام کا اعادہ کرنا کافی ہے، اور مقتدیوں پر ضرور [ی] نہیں؟

جواب: یہ مذہب حنفیوں کا نہیں ہے، کسی اور کا ہوگا، مجھے معلوم نہیں۔

(مجموعہ رام پور ص ۶-۴)

(۲۵۳) سجدہ سہو میں مقتدی کی نماز تبعاً کامل ہوتی ہے:

سجدہ سہو میں آپ کی رائے سے موافق کرتا ہوں، کہ صلوٰۃ مقتدی تبعاً کامل ہوتی ہے، اعادہ کا استخراج صاحب فہم نے کیا ہے اور کسی کی رائے اس طرف نہیں گئی۔

(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد قلمی، مکتوب نمبر ۲۶)

(۲۵۴) سنتوں کی چار رکعتوں میں پہلا قعدہ واجب ہے:

سوال: سنتوں میں مثلاً چار رکعت میں قعدہ وسط کا فرض ہے، یا واجب؟

جواب: واجب ہے امام صاحب کے نزدیک۔

(بدست خاص، سوال ۵۹)

(۲۵۵) اگر چار سنتوں کی نیت کی اور چار رکعت کے بعد، بھول کر کھڑا ہو گیا اور چھ مکمل کر لیں تو؟

سوال: اگر چار رکعت سنت کی نیت کی اور بعد قعدہ آخر کے پانچویں رکعت کے واسطے بھول کر کھڑا ہو گیا اور یاد آنے کے بعد دو رکعت اور پڑھ لی، تو سجدہ سہو بھی کرے، یا نہیں؟

جواب: سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۲۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنتوں اور نوافل کے مسائل

(۲۵۶) فجر کی سنتیں اس وقت پڑھنا، جب جماعت شروع ہو چکی ہو؟ سوال: اگر جماعت صبح کی نماز کی شروع ہوگئی ہے، تو بہتر یہ ہے کہ جماعت میں مل جاوے، یا کہ یہ بہتر ہے کہ سنت فجر کی پڑھ کر جماعت میں شامل ہو، اگر یہ جانتا ہو کہ ایک رکعت فرض کی ضرور جماعت میں مل جاوے گی؟

جواب: مذہب حنفیہ یہ ہے کہ سنت پڑھ کر شریک جماعت ہو بشرطیکہ سنت کو پردہ میں پڑھے۔ جماعت کے روبرو پڑھنا ہرگز درست نہیں، مگر اس وقت میں ایسا کرنے سے عوام جماعت کے پاس سنت پڑھنے لگتے ہیں، لہٰذا حسب مذہب شافعی اور محدثین علیہم الرحمہ کے، بالکل سنت سے منع کرنا مناسب وقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۲۱)

(۲۵۷) اگر جماعت ہو رہی ہو تو فجر کی سنت کب پڑھے؟ سوال: اگر جماعت فجر کی ہو رہی ہے تو سنت پڑھے یا جماعت میں شریک ہو جاوے، اور اگر شریک جماعت ہو گیا، تو وقت ضرورت کے سنت بعد نماز ادا کرے، یا بعد طلوع آفتاب؟

الجواب: سنت فجر بعد شروع ہونے جماعت کے، اگر کوئی جگہ علیحدہ مسجد کے ہو پڑھ لے، کیونکہ ان کی تاکید بہت وارد ہے، بشرطیکہ جماعت میں شرکت کی توقع ہو، اور اگر سنت فجر نہ پڑھ سکا تو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے، فرض کے بعد متصل نہ پڑھے، بلکہ بعد طلوع آفتاب کے پڑھے۔ اور اپنے وقت سے ٹل کر سنت مؤکدہ مؤکدہ نہیں رہتی، مگر بعد طلوع آفتاب کے پڑھ لینا بہتر ہے۔ ھکذا فی کتب الفقہ فقط

کتبہ رشید احمد عفی عنہ

مندرجہ فتاویٰ دار العلوم (دیوبند) ص ۳۲۶ ج ۳۔ (دیوبند ۱۳۸۴ھ)

(۲۵۸) فجر کی نماز شروع ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم: سوال: جس وقت صبح کی جماعت کی تکبیر ہو گئی ہو، اس وقت میں سنتیں پڑھنی جائز ہیں، یا جماعت میں شریک ہونا جائز ہے اور یہ سنتیں واجب ہیں، یا سنت مؤکدہ؟

جواب: اگر جماعت کی تکبیر ہو جاوے تو اگر ایسی جگہ ہو کہ سب لوگوں کی نظر سے پردہ ہو، تو جلدی جلدی ادا کرے فرضوں میں شریک ہو جاوے، جو ایسی جگہ نہ ہو تو ترک کر دے، پھر اگر ہو سکے تو دن چڑھے پڑھ لیوے، ورنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سنت کی قضا نہیں ہے۔ دو رکعت قبل فرض فجر سنت مؤکدہ ہیں، واجب نہیں۔

(۲۵۹) مسجد میں اگر پردہ پڑا ہوا ہے تو بیرونی حصے میں فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم؟ سوال: مسجد میں پردہ پڑا ہوا ہے اور جماعت ہو رہی ہے تو فجر کی سنت باہر کے فرش پر پڑھ کر جماعت میں شامل ہو یا بدون پڑھے کیونکہ پردہ میں پڑھنا مکروہ ہے اور قضا ہو جاتی ہے۔

جواب: جائز ہے، سنت پڑھ کر شریک ہو جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۶۰) مغرب کی سنتیں اوابین میں شامل نہیں: صلوٰۃ اوابین جو نوافل بعد مغرب ہیں سنت مؤکدہ سے زائد ہیں، لہٰذا وہ سنت میں پڑھے گئے جو وعدہ اور ثواب وارد ہوا ہے، وہ در صورت داخل کرنے سے بھی خاص ہو سکتا ہے، روکنی قطع دلیل نہیں، مگر یہ کہ سنت مؤکدہ ہیں اور وہ نوافل مستحبہ کا ہے اور مستحبات ہیں جداگانہ احادیث میں آیا ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۴)

(۲۶۱) جمعہ کی سنتوں کی نیت کس طرح کرے؟ سوال: جمعہ میں اس کی چار رکعت اور بعد جمعہ چار رکعت کی نیت کس طرح کرے؟

جواب: چار رکعت سنت پڑھتا ہوں۔ فقط

(۲۶۲) سنتوں اور نفلوں میں وقت کا ذکر کرنا ضروری نہیں: سوال: سنن و نوافل میں نیت کرتے وقت اس وقت کا بھی نام لے، یا نہیں؟

جواب: ذکر وقت کی حاجت نہیں۔

(۲۶۳) نوافل میں اگر نیت سے زیادہ پڑھ لیا تو؟ سوال: اگر دو رکعت نفل کی نیت کی تھی مگر دو رکعت کے بعد سہو سے قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت پڑھ لی، تب یاد آیا اور ایک رکعت اور ملا کر نماز پوری کر لی، کیا حکم ہے؟

جواب: سجدۂ سہو کرنے سے نماز تمام ہو جاتی ہے، امام صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک ایک رکعت اور ملا لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۶۴) نوافل میں اگر ایک مرتبہ میں آٹھ رکعت کی نیت کی، تو کیا سب کا ادا کرنا ضروری ہے؟ سوال: نوافل میں اگر ایک مرتبہ میں آٹھ رکعت کی نیت کی، تو سب کا ادا کرنا ضروری ہے؟ رکعت کا، در صورت فاسد ہونے نماز کے؟

جواب: دو رکعت اول واجب ہو گئی، جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہوا، تو دو دیگر واجب ہو گئیں۔

(بدست خاص، ص ۱۱)

دیدیا دو پر مثلاً، تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ فقط

[نوٹ: ایک ضروری مسئلہ: صحت نماز جمعہ کے لئے ملک تام یا وقف ہونا مسجد کا شرط نہیں۔ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۲۶۵) دن اور رات کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ، کتنی رکعتیں درست ہیں؟

سوال: نوافل میں دو ہی رکعت ہوتی ہیں، یا زیادہ بھی؟

جواب: جس قدر چاہے پڑھے، دن کو چار بیک سلام اور رات [کو] آٹھ رکعت بیک سلام بلا کراہت ہوتی ہیں، اس سے زیادہ درست نہیں، مگر بکراہت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۱۲)

(۲۶۶) نوافل کی چار رکعت کی نیت کی اور پہلا قعدہ بھول گیا تو؟

سوال: اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور وسط کا قعدہ نہ کیا سہو سے اور تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، تو یاد آیا کہ قعدہ نہیں کیا، تو اب کیا کرے، آیا بیٹھ کر التحیات پڑھے، یا بعد چاروں رکعت کے سجدہ سہو کرے؟

جواب: بیٹھ کر تشہد پڑھ کر، پھر آخر میں سجدہ سہو کرے۔ فقط

(بدست خاص، ص ۱۲)

(۲۶۷) نوافل کی جماعت میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟

سوال: نوافل کی جماعت میں علاوہ امام کے، کتنے مقتدی ہونے چاہئیں؟

جواب: تین تک جائز زیادہ مکروہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۶۸)

(۲۶۸) نوافل کی عمومی جماعت کا حکم؟

سوال: نوافل کی جماعت کا جواز تو اس حدیث سے جو ایک صحابی فرماتے ہیں، کہ میں نے نماز تہجد بجماعت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے پڑھی ہے، نکلتا ہے۔ لیکن چوں کہ اس وقت وہ صحابی ہی حاضر تھے کوئی دوسرے نہ تھے، لہٰذا وہ تنہا شامل ہوئے اور سورج گرہن اور تراویح میں بہت سے آدمی شامل ہوئے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نوافل میں خواہ کتنے ہی آدمی ہوں، جائز ہے۔ تو قلیل آدمیوں کا جماعت نوافل میں انحصار ہونا، کس طرح ثابت ہوتا ہے؟

جواب: نوافل کی جماعت مکروہ ہے، مگر نماز تراویح، نماز کسوف، صلوٰۃ استسقاء میں جائز ہے، اور سب میں مکروہ تحریمہ [ہے]۔

(بدست خاص، ص ۶۸)

(۲۶۹) تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں؟

سوال: نماز تہجد کی بارہ رکعت ہیں، یا کم؟

جواب: تہجد کی ادنیٰ دو رکعت اور اعلیٰ کی کوئی حد نہیں، ہزار رکعت ہوں یا زیادہ، مگر فعل شارع علیہ السلام سے دس رکعت سے زیادہ ثابت نہیں ہوتی، اکثر اوقات میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۳۴)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جمعہ اور خطبہ کے متعلقات ومسائل

(۲۷۰) جمعہ کا اول وقت اور جمعہ بستی میں ایک جگہ ہونا، بہتر ہے: سوال: ایک قصبہ میں سابق میں تین جگہ جمعہ ہوتا تھا، مصلحت سمجھ کر قدیم جامع مسجد کا جمعہ چھوڑ کر ایک مسجد میں مقرر کیا تھا، اب صاحبان اس طرف کے قریب ایک بجے کے یا پیشتر جمعہ پڑھ لیتے ہیں، اس صورت میں اکثر نمازی محروم رہ جاتے ہیں، اگر مسجد قدیم میں اہل محلہ جمعہ ادا کریں تو جائز ہے، یا نہیں؟ جواب ارقام فرماویں اور جمعہ کا وقت کب تک ہے۔ بینوا توجروا!

جواب: جمعہ کا وقت عصر تک رہتا ہے، ظہر کا وقت اور جمعہ کا ایک ہی ہے، پس اس عذر سے کہ وہ ایک بجے جمعہ سے فارغ ہو جاتے ہیں، دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا اچھا نہیں۔ جمعہ ایک جگہ ہونا اولیٰ ہے اور جمعہ کا اول وقت ہونا مستحب ہے، پس اس عذر سے تفرقہ مناسب نہیں، مع ہذا! اگر دوسری جگہ کریں گے تو جمعہ ادا ہو جائے گا، گو تفرقہ غیر مناسب ہے۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۶۰)

نوٹ: ایک خطبہ وری مسئلہ شہر و گاؤں میں فرق کیا ہے؟ غمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۲۷۱) چھوٹے قصبے میں جمعہ ایک ہی جگہ ہونا مناسب ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک جامع مسجد میں جس میں قدیم سے جمعہ ہوتا ہے اور چند اشخاص نے بوجہ خصومت کے، دوسری مسجد میں جو جامع مسجد نہ ہو اور اس مسجد میں آواز اذان قدیم کی جاتی ہو، جمعہ قائم کریں و امام مسجد ایسا مقرر کریں کہ مولوی بھی ہو اور حکمت بھی کرتا ہو اور ناچ ورائج بھی سنتا ہو، پس سوائے جامع مسجد قدیم کے، دوسری مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے جائز ہے، یا نہیں، اور ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اور یہ کیفیت ایک قریہ میں واقع ہو، جس میں سو دو سو نمازی ہوں، اور پانچ چار یا دس آدمی ہیں، اگر ہم ان اشخاص کو مانع ہوں، تو کچھ نقصان تو نہ ہوگا، اور کوئی گناہ تو نہ ہوگا، بس! بینوا توجروا! اور ہم کو اتنا اختیار بھی ہے کہ ہم بند کر سکتے ہیں۔

جواب: چھوٹے قصبے میں جمعہ ایک جا ہونا مناسب ہے اور تفرقہ باہم کرنا اور دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا نامناسب ہے۔ اگرچہ جہاں جمعہ درست ہے وہاں تعدد جمعہ کا فقہاء نے لکھا ہے، مگر بوجہ نفسانیت و پرخاش کے تفرقہ کرنا اور دس پندرہ آدمی کا جدا [علیحدہ] ہو کر جمعہ قائم کرنا، ظاہر ہے کہ محض افتراق ونزاع باہمی ہے، جس کو شریعت میں حرام فرمایا ہے۔ پس ایسی وجہ سے تفرقہ اور تعدد لازم منع ہے۔ سو جو لوگ بلا وجہ شرعی براہ تفرقہ اندازی، اس بیس آدمی

سے جمعہ جدا کرتے ہیں، بے شک وہ گنہگار ہوں گے، اور تفرقہ انداز جمعیت اسلام کے ہوکر مخالف حکم قرآن شریف کے ہوویں گے۔ قال اللہ تعالیٰ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا الخ (آل عمران-۱۰۳) ترجمہ: اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کو فہمائش کرنا چاہئے، اگر مان لیویں بہتر ہے، مگر ایسا نزاع کرنا کہ موجب زیادت فتنہ کا [ہو] نہ چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۹۱-۱۹۲)

(۲۷۲) جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنا؟ سوال: جمعہ کے روز دوپہر کو بھی نماز پڑھنا جائز ہے، جس وقت میں اور دنوں میں نماز کو منع کرتے ہیں [جائز ہے، یا] کیا حکم ہے؟

جواب: بعض علماء کے نزدیک درست ہے۔ (بدست خاص، ص ۴۱)

(۲۷۳) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنے کا حکم؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکرمی جناب مولوی محمد احسن صاحب زید عنایتہم، بعد سلام مسنون، مطالعہ فرمائیں۔ نامہ گرامی پہنچا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ خطبہ بزبان غیر عربی پڑھنا کتب فقہ سے مکروہ معلوم ہوتا ہے اور کراہت بھی تحریمہ معلوم ہوتی ہے، اس باب میں تحریرات بھی ہو چکی ہیں، اور قرونِ ثلاثہ میں حالانکہ صحابہ و تابعین علیہم الرضوان ممالک عجم میں تشریف لے گئے، چنانچہ خود ابن عباسؓ فارسی زبان والوں کے حاکم رہے، مگر گاہے فارسی میں خطبہ پڑھنا ثابت نہیں ہوا، لہٰذا کسی عالم ماضی نے یہ کام نہیں کیا اور اب بھی اسی وجہ سے کوئی نہیں کرتا۔

البتہ عید کا خطبہ کہ خود مسنون ہے، اگر اس میں بعد ادائے قدر خطبہ کے مضامین ضروریہ بیان کر دیویں، تو نہایت الامر ترک اولیٰ ہو جاوے گا۔ بہر حال بوجہ عدم ثبوت قرون ثلاثہ کے اور تصریح کراہت کے کتب معتبرہ حنفیہ سے، اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا، اور اصل خطبہ کی ذکر ہے اور ذکر بضمن تذکرہ و وعظ مسنون ہے۔ (۱) فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۳)

---

(۱) اور اصل خطبہ کی ذکر ہے یہ ان لوگوں کے استدلال کا جواب ہے جو غیر عربی میں خطبہ دینے پر اصرار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ پند و موعظت ہے اور جب لوگ عربی نہیں جانتے تو عربی میں خطبہ دینے سے کیا فائدہ! جواب یہ ہے کہ خطبہ در حقیقت ذکر اللہ ہے، سورہ جمعہ میں ہے (فاسعوا الی ذکر اللہ) اور ذکر بضمن تذکرہ و وعظ مسنون ہے اس میں ایک دوسرے خلجان کو رفع کیا ہے کہ خطبہ جمعہ کا مقصد وعظ و نصیحت بھی ہے اور وہی خطبہ کا ظاہری پہلو ہے اور ذکر کا تحقق اس کے ضمن میں ہوتا ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے کہ خطبہ کا ظاہر وعظ ہو اور ضمناً ذکر ہو۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۷۴) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ کیسا ہے؟ غیر عربی میں خطبہ مکروہ لکھتے ہیں، کتب فقہ میں خطبہ کا اصل مقصد ذکر اللہ ہے اور ضمن پند میں سنت ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۴)

(۲۷۵) ہمیشہ عصاء ہاتھ میں لے کر خطبۂ جمعہ پڑھنا؟ عصاء لیکر بالدوام خطبہ پڑھنا، بلا اصرار جائز ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ رام پور ص ۴۴)

(۲۷۶) خطبہ میں الوداع پڑھنا: خطبہ میں الوداع پڑھنا بدعت ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۹)

(۲۷۷) احتیاط الظہر فضول ہے: مولوی محمد صاحب السلام علیکم

خط آیا حال معلوم ہوا، جریانِ لطائف سے فرحت ہوئی، مبارک ہو، ان کی خوب ملازمت رکھو اور انوار کی تمنا مت کرو، انوار کوئی معتبر مقصود نہیں، نفس ذکر اور طمانیت فی الذکر مطلوب اصلی ہے، اس کو نہایت غنیمت اور عنایت الٰہی تعالیٰ شانہٗ جان کر معروف و مشغول ہو: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (۱) اگر مشق کروگے سب کچھ ہو جاوے گا، غفلت بھی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے، ہر دم یکساں نہیں رہتا، کچھ تعجب نہیں۔

بندہ اپنے امور میں پریشان ہے، اسی واسطے دیوبند جانا نہیں ہوا، اس ماہ تو ہرگز نہیں جا سکتا، شاید جمادی الآخر کے اخیر میں جاؤں۔

جہاں جمعہ ادا ہوتا ہے کہ مصر اور قصبہ ہو امام جمعہ کا عامہ نے مقرر کر رکھا ہے، تو وہاں احتیاط ظہر پڑھنا لغو ہے، اور گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، وہاں ظہر جماعت کر کے ادا کریں، وہاں خود ظہر فرض ہے۔ اس واسطے بعض فقہاء نے احتیاطاً ظہر کو منع کیا ہے اور جس نے اجازت دی ہے تو وہاں اجازت دی ہے، کہ تحقق ادا و سقوط فرض ذمہ کا بادا، جمعہ نہ ہوتا ہو، اور ارتفاع بھی محقق نہ ہو، سو دونوں فریق درست فرماتے ہیں، کچھ نزاع نہیں، مسئلہ قریہ اور امام میں کچھ شبہ نہیں۔

جمعہ بعض روایات سے معلوم ہوا کہ مکہ میں فرض ہو چکا تھا اور یہ آیت فَاسْعَوْا الخ (۲) مدینہ میں نازل ہوئی، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء نزول قباء میں جمعہ فرض ہوا اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی سالم میں پانچویں روز نزول قباء سے، جمعہ بنی سالم میں ادا فرمایا۔ تاہم نزول اس آیت کا اس کے بعد ہوا، پھر اس آیت سے فرض کرنا جمعہ کا عجب ہے، ہاں حکم فرضیت اس سے مستفاد ہوتا ہے، مگر معلوم و مستفاد ہونا اور چیز ہے اور فرض کرنا دیگر امر، دونوں میں فرق لازم ہے۔

---

(۱) سورۃ ابراہیم، آیت ۷ ترجمہ: اگر احسان مانو گے تو اور بھی دوں گا تم کو (ترجمہ شیخ الہند)

(۲) فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع (الجمعۃ ۹) ترجمہ: تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑو خرید و فروخت۔ (ترجمہ شیخ الہند)

آپ لکھتے ہیں کہ جمعہ اس قریہ میں عموماً سب پر فرض ہے، گاؤں مصر کی قید نہیں، پس کہ اگر عموم ہے تو زن و مرد تندرست و مریض و اعمی و اعرج و مسافر، مقیم صحراوآبادی سب کو عام ہووے گا، جہاں کہیں مؤذن ہو جیسا ہو جمعہ فرض، جرعت و فرادی، اب مسافر و مریض و جنگل و عورت جب اس کی تخصیص سے نکلے گا، اسی طرح گاؤں اور بالا میہ نے بھی تخصیص ہو جاوے گی۔ جس قطعی [دلیل] سے اس آیت کی تخصیص کرتے ہیں، اول اس کی قطعیت ثابت کریں، بعد تسلیم مخصوص البعض خود ظنی ہوتا ہے۔ غرض اس زمانہ کے علماء جہل سے جو چاہیں کہیں، پہلے علماء، لوایا ایسی سمجھ نہیں تھی کہ عموماً یا ایھا الذین امنوا کو نہ پوچھتے۔ نہیں! انھوں نے سمجھ کر قیود لگائی ہیں، اور احادیث سے قیود کا اثبات ہے، در صورت قصبہ کے اور معین امام کے احتیاط الظہر نہ پڑھے، اور گاؤں میں جمعہ نہ پڑھے۔ تشدد کرنا مسئلہ مختلفہ میں اچھا نہیں، پس دونوں فریق پڑھنے والے کو آثم اور نہ پڑھنے والے کو توبیخ، دونوں خارج اعتدال سے ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۲-۱۲۳)

سفر اور مسافتِ قصر کے مسائل

(۲۷۸) منزل کا عرب کے دستور کے مطابق اعتبار ہے، کوس کی قید نہیں: سوال: منزل کے کوس کی شمار ہوتی ہے، شرع میں؟

جواب: موافق عرب دستور کے منزل کی شمار ہے، کوسوں کی قید نہیں علی الصحیح۔ (بہشتی زیور، مسائل ۶۲)

(۲۷۹) ہر طرح کے سفر میں سیرِ متوسط کا اعتبار ہے: فقہاء نے تین قسم کی راہ مقرر کی ہیں ایک جبل دوم ریگستان، تیسرا ہموار، اور ہر طریق میں متوسط سیر کا اعتبار کیا ہے، اگر مسافت [سفر] تین مرحلہ کے درجہ مثلاً ایک روز میں طے ہوتی ہے تو سفر ہوگا، اور جو بیس طور ایک مرحلہ تین روز میں طے ہوتا ہے تو سفر نہ ہوگا۔ بعد اس قاعدے کے ہم کہتے ہیں کہ شتر اور خچر اور بیلگاڑی اور شکرم اور ریل سب ایک ہی قسم کی راہ سے طے ہوتے ہیں، یہ مرحلہ ثلاثہ اگر شکرم اور ریل سے ایک روز یا ایک پہر میں طے کیا تو یہ سیر متوسط نہ ہوگی اور اگر پیدل ایک مرحلہ تین روز میں طے کرے تو سفر نہ ہوگا۔ فقہاء کے زمانہ میں ایسی سیر کا وجود نہ تھا۔ اس کی تنقیح کرتے ہم [ہیں] کہ تین مرحلہ ایک روز میں طے ہوتے ہیں یا نہیں۔ [مقدار] میں ہے، ردالمحتار میں ہے

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۸۰) اگر تین منزل کا سفر ریل سے کرے، کیا تب بھی قصر کرے؟ **سوال:** ریل میں اگر تین منزل کا سفر کرے تب بھی قصر نماز پڑھے یا نہیں یا اس کا کچھ تحدید نہیں؟

جواب:

(۲۸۱) اگر گھر سے بلانیت کے تین منزل کا سفر کیا تو قصر کرے، یا نہ کرے؟ **سوال:**

جواب:

(۲۸۲) ایک منزل کے تین چکر لگانے سے، مسافر ہوگا، یا نہیں؟: **سوال:**

جواب: جو منزل کے گرداگرد، ایک روز کی مسافت سے پھرتا ہے، وہ مسافر نہیں ہوتا فقط۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۴۷)

(۲۸۳) کیا ریلوے کے ملازمین کو، سفر ملازمت کے دوران قصر کرنا چاہئے؟

سوال: جو ملازمان ریل خواہ وہ ریل کے چلانے والے ہیں، یا ہمراہ جانے والے، و نیز ملازمان محکمہ بندوبست، و محکمہ نہر، و ڈاک خانہ جات، و مدرسہ ہائے سرکاری، بحکم سرکار تین منزل یا زیادہ سفر کرتے ہیں، نماز قصر کی اجازت ہے، یا نہیں؟

پھر جن ریل کے ملازموں کے واسطے حکم سفر جائے متعین سے ہر روز، یا تیسرے روز جاری ہوتا رہتا ہے، بعد واپسی بھی [ان کو] نماز قصر چاہئے، یا نماز حضر؟ پھر بعض ملازمین کے مبداء یا منتہائے سفر یا وسط سفر میں مقیم ہیں، وہاں پہنچ کر نماز کا کیا حکم ہے، اور بعض کے اہل و عیال ہر سہ جائے مذکورہ میں نہیں ہیں، خود ملازم ہیں، کسی قدر مقیم رہ کر، پھر ہمراہ ریل چلے جاتے ہیں، ان کو کیا ارشاد ہے؟

سو ریل کے اور محکمہ کے جو ملازم سفر بطور دورہ کے کرتے رہتے ہیں، ان کے واسطے حکماً ایک جا خاص دفتر کی متعین ہے، بعد واپسی بمقام دفتر، بصورت ارادہ قیام کم از پندرہ روز، نماز قصر چاہئے، یا حضر، ان کل ملازموں کے واسطے حکم نماز مثل اہل خیمہ کے ہے، جن کا مسکن صحرا ہے، یا کچھ تفاوت ہے؟ فقط

جواب: ملازمان ریل وغیرہ سب جب بعزم تین منزل کے سفر کے روانہ ہوں، تو راہ میں قصر صلوٰۃ کا کریں گے، اور جب کسی مکان میں جا کر ٹھہریں، اگر وہ جگہ جنگل ہے، تو نیت اقامت ان کی قابل اعتبار کے نہیں، اور جو وہاں آبادی ہے جیسے مکانات اسٹیشن، مگر صورت گاؤں کی ہو جاتی ہے، اگر پندرہ روز کی نیت سے قیام کرے گا، تو مقیم ہو کر اتمام صلوٰۃ کا کرے، ورنہ اس مقام پر بھی قصر ہی کرے۔ لہٰذا جو ملازم کہ دوسرے تیسرے روز پھر سفر پر جاتے ہیں، وہ مکان پر بھی قصر کیا کریں، کہ مسافر ہیں اور جو ملازم کہ راہ میں مثلاً ان کا گھر واقع ہوتا ہے، اگر وہ وطن اسٹیشن سے علیحدہ ہے، مثلاً ایک دو کوس، اور یہ ملازم بدون دخول وطن کے سفر کرتا ہے، وہ بھی مسافر ہے قصر کرے، اور جو اسٹیشن پر آبادی ہے اور اہل و عیال اس کے وہاں ساکن ہیں، تو وہاں تک اگر چلنے کی جگہ سے تین منزل کے قدر ہے، تو مسافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

پھر اس وطن سے چل کر منتہیٰ مقصد تک کا بھی، یہ ہی حال ہے، اور واپس ہونے کا بھی یہ ہی قاعدہ ہے، اور مبداء منتہا، پر اگر وطن ہے، تو وطن میں پہنچ کر بھی قصر نہ کرے گا، بلکہ اتمام صلوٰۃ کرے گا کہ سفر تمام ہو گیا ہے، اور جس کا کہیں ہر سہ مواقع میں گھر نہیں، وہ برابر مسافر رہے گا اور جو شخص سب جگہ سفر کر کے، ایک بلد خاص میں بمحل دفتر قیام کرتا ہے، اگر اس کے عیال وہاں نہیں، تو وہ وطن اقامت ہے، اگر وہاں پندرہ روز کی نیت سے اقامت کرے گا، تو سفر نہ رہے گا، مقیم ہو جاوے گا، پھر جب وہاں سے سفر کر کے گیا، جب واپس آئے تو وہ وہاں مسافر ہے، اب جدید نیت قیام پندرہ روز کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرے تو مقیم ہے، ورنہ مسافر ہے، کہ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ لوٹ کر آنے میں دوسری نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سب ملازم اہل خیام کے حکم میں نہیں، کیونکہ گھر اور عیال دوسری جگہ موجود ہیں، کہ وہاں کا وطن اصلی سے یہ ان سے جدا ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فتاویٰ ص ۲۳۲، ۲۳۳)

(۲۸۴) دورانِ سفر وطن سے گزرنے والے مسافر کے لیے حکم؟ مسئلہ

اگر تتبع و تحقیق [سے] معلوم ہے کہ عبور میرے وطن پر کو ہوگا اور وہ [اس] قدر سفر نہیں، تو قبل رسیدن وطن تتبع مسافر نہیں اور بعد خروج از وطن اگر منتہی بھی قدر سفر نہیں، تو جب بھی مسافر نہیں، کیوں کہ از مبدا تا منتہی ثلث منازل ہونا، سفر کے لیے ضروری ہے۔

(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد قلمی، مکتوب نمبر ۱)

(۲۸۵) سفر میں پوری نماز پڑھنے سے گنہگار ہوگا، سنت چاہے پڑھ لے:

سوال: سفر میں اگر نماز پڑھی پوری تو گنہ گار ہوا، یا نہیں؟ اور اگر قصر پڑھے تو سنت بھی پڑھے یا نہیں، اور در صورت نہ پڑھنے کے گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: امام صاحب کے نزدیک گنہ گار ہوتا ہے، سفر قصر میں سنت پڑھے، مگر تاکید کم ہو جاتی ہے، نہ پڑھے تو گناہ نہیں۔ فقط

(بدست خاص، ص ۱۰)

(۲۸۶) سفر میں قصر نہ کرنے پر گناہ، اور فرض نہ ہونے کی صورت میں، حج قربانی اور نوافل پر ثواب کیوں ہے؟

سوال: حاشیہ قرآن مجید (۱) پر حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے لکھا ہے کہ سفر میں نماز قصر کرے، اور اگر پوری پڑھے گا تو گناہ ہوگا نے انعام حق سے بے پروائی کی، تو اس بنا پر جس پر حج اور قربانی فرض نہیں ہے، وہ اگر حج کرے یا قربانی کرے، تو وہ انعام حق سے لاپروائی کرتا ہے، یا وہ اس حکم میں داخل نہیں، اور اگر اس حکم میں داخل نہیں، تو کس وجہ سے داخل نہیں؟

جواب: یہ آپ کی فہم کی کوتاہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے دو رکعت فرض کی سفر میں، اب اگر کوئی فرض نہ پڑھے اور چار رکعت پوری کرے، تو اپنی رائے سے حکم اور رخصت حق تعالیٰ کو ٹالتا ہے، اس واسطے اس پر وعید ہے۔ جیسے فجر کی چار رکعت پڑھے، اور نوافل میں جو اجر و ثواب ہے، اس کی تحصیل موجب رضامندی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کوئی حاکم کسی کو ہدیہ دیوے اور رعیت قبول نہ کرے، رد کر دے، اس [کے] واسطے وعید ہے، مگر جو رعیت [نہ]

(۱) موضح القرآن (منسوب بہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب) لہایت والاعلامہ سوی (؟) جس قصر حکم کیا ہے [نہ] ص ۱۰۰

toobaa-elibrary.blogspot.com

جرمانہ کا ہوتا ہے؟ نہیں! بلکہ انعام پاتا ہے، ایسا ہی رخصت کا نہ ماننا برا ہے اور نوافل ادا کرنا عمدہ ہے جو نوافل کو بھی مثل فرض کے سمجھے، تو گنہ گار ہوتا ہے، اس بدعت و دخل اپنی رائے کے سبب سے۔ فقط

(ہدیہ خلیل ص ۲۹)

مسافر کی نماز کے مسائل

(۲۸۷) مسافر اگر مقیم کے پیچھے پڑھ رہا ہے، تو نماز پوری پڑھے: سوال: مسبوق مسافر امام مقیم کے پیچھے آخر رکعت التحیات میں ملے، تو جس وقت امام سلام پھیرے، تو وہ مسبوق مسافر نماز اپنی پوری پڑھے یا قصر کرے؟

جواب: نماز پوری پڑھنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ہدیہ خلیل ص ۵۲)

(۲۸۸) مقتدی مقیم، جس نے مسافر کے پیچھے نماز پڑھی، اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال: اگر مسافر امام ہے، اور مقیم مقتدی، تو چار رکعت والی نماز میں، جب امام دو رکعت کے بعد سلام پھیرے، تو مقیم جو اپنی دو رکعت پوری کریں، ان میں قعدہ پڑھیں یا نہیں؟ اور کوئی ایسا شخص ہو چوے، جس سے سجدۂ [سہو] نماز میں دونوں رکعت باقی میں، تو سجدۂ سہو بھی کریں یا نہیں؟

جواب: چپ رہنے پڑھتے اور سجدۂ سہو بھی نہ کرے، وہ جب امام کے پیچھے ہیں۔ فقط (ہدیہ خلیل ص ۵۲)

(۲۸۹) مقیم مقتدی، مسافر کے پیچھے نماز کی تکمیل میں، سورہ فاتحہ پڑھنے سے گنہ گار ہوں گے: سوال: اگر مقیم مقتدی اپنی دو رکعت باقی کو [کریں] میں قعدہ پڑھیں، تو وہ گنہ گار بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر الحمد بھی نہ پڑھیں، تو مقتدی [کے] پڑھنے سے قیام بھی نہ کریں، تب بھی گنہ گار ہوتے ہیں یا نہیں، اور نماز بھی [کی] ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: [illegible] (ہدیہ خلیل ص ۵۲)

(۲۹۰) اگر مقیم مسافر امام کے پیچھے التحیات میں شامل ہو تو، نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال [illegible]

جواب: جیسے مسبوق مقیم کا پڑھنا ہے، اسی طرح پڑھے۔ فقط (مدت خادم عفی عنہ)

(۲۹۱) اگر مقیم نے امام مسافر کے پیچھے ایک رکعت پڑھی، وہ باقی تین رکعات کس طرح پوری کرے؟ سوال: اگر مسبوق مقیم نے (مدت خادم عفی عنہ) مسافر امام کے ساتھ پڑھی، تو باقی تین رکعت کس طرح پڑھے؟ یا ایک رکعت میں الحمد اور قرأت اور دو میں فقط الحمد پڑھے، یا کیا کرے؟

جواب: ایک میں قرأت، دو بلا قرأت۔ فقط (مدت خادم عفی عنہ)

(۲۹۲) چاند اور سورج گہن کی نمازوں میں قرأت، اجتماعی یا تنہا کی تفصیل؟ سوال: چاند اور سورج گہن کی نمازوں میں، دونوں میں جماعت و قرأت بآواز بلند ہوتی ہے، یا کیا؟

جواب: سورج گہن میں نماز بجماعت ہے اور چاند گہن میں الگ الگ۔ سورج گہن میں قرأت آہستہ اور چاند گہن میں اختیار ہے، آہستہ پڑھے، خواہ پکار کر۔ (مدت خادم عفی عنہ)

ابواب الجنائز

(مردہ کے کفن دفن، ایصال ثواب اور متعلقہ مسائل)

(۲۹۳) نزع کے وقت پیاس لگنے کی ایک بے اصل روایت کا ذکر: سوال [illegible]

[illegible] نزع کے وقت آنی دینا کہ رمضان کی پیاس تھی ہے اور شیطان شیشہ میں پانی لے کر سامنے حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے [illegible] اگر پی لیتا ہے تو چاہئے کہ اس وقت شربت مروہ دیا جاوے تاکہ اس کی پیاس بجھے اور شیطان کا [illegible] صحیح ہے یا غلط؟

جواب [illegible] کچھ اصل نہیں۔ فقط (مدت خادم عفی عنہ)

(۲۹۴) عورت کا اپنے مردہ شوہر کو غسل دینا کیسا ہے؟ عورت [illegible] درست ہے مگر [illegible] غسل نہیں دے سکتا یہ مذہب صحیح ہے اور [illegible] غسل نہیں [illegible] صحیح نہیں [illegible] قرآن [illegible] جماعت [illegible] نہیں [illegible]

ہوسکتا ہے۔ مع ہذا، یہ خصوصیت مصاہرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، دوسرے کے واسطے جائز نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دینا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، حجت نہیں۔

اور کتاب درمختار، تمام عرب وعجم کے نزدیک معتبر ہے، غیر مقلد اپنے فہم سے عاجز ہیں، بخاری کے سمجھنے کی ان کو قوت نہیں، اپنے نفس اور فہم کے مقلد ہیں، فہم حدیث سے ان کو کچھ کام نہیں، طعن ائمہ کا ان کا مذہب اور اتباع اپنے نفس کا ان کا مشرب ہے، حق تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے اور راہ حق پر چلنے کی توفیق دیوے اور ظلمات نفسانیہ سے ان کو نکالے۔ فقط والسلام

(مجموعہ کلاں ص ۲۵۔۲۲۳)

(۲۹۵) کفن کے اوپر ڈالی جانے والی چادر کا، کیا حکم ہے؟ **سوال:** مردہ پر علاوہ کفن کے جو چادر اس غرض سے ڈالتے ہیں، کہ مردہ جوڑا [بندھا] ہوا، برا معلوم نہ ہو، جیسے ہندوؤں کا مردہ ہوتا ہے، نیز وہ چادر محتاج کو نہ دی جاتی ہے، تو اس کا ڈالنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، مگر یتیم کے مال سے نہ کرنا چاہئے۔ (بدست خاص ص ۳۶)

(۲۹۶) نابالغ بچوں کے کفن کی مقدار کیا ہے؟ صغیر لڑکا لڑکی چار پانچ سال تک کو کامل کفن دینا اولیٰ ہے، جو ایک یا دو پارچہ میں لپیٹ کر دفن کر دیویں، جب بھی درست ہے، اور جب بارہ گیارہ سال کا ہو تو، کامل کفن دینا چاہئے۔

(مجموعہ کلاں ص: ۲۲۹)

(۲۹۷) مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا؟ **سوال:** مردہ کے بالوں میں وقت غسل کنگھی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم (بدست خاص ص: ۹)

(۲۹۸) میت کے سر پر عمامہ کی تحقیق اور کفن کی مقدار مسنون؟ عمامہ میت کے سر پر بعض روایات میں، فعل عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما(۱) سے مروی ہے، لہٰذا اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے، مگر بذریعہ احادیث صحیحہ کے کفن تین پارچہ ہیں۔

(فرخ آباد ص: ۴۸)

(۲۹۹) مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد، اس کا منہ قبر کو دکھانا کیسا ہے؟ **سوال:** مردہ کو قبر میں رکھ کر کفن کے بند کھولنا اور لوگوں کو اور قبر کو منہ دکھانا کیسا ہے؟

---

(۱) عن ابن عمر أنه كفن ابنه واقدا في خمسة أثواب قميص و عمامة، وثلاث لفائف و أدار العمامة التي تحت حنكه. (رواه سعيد بن منصور، كذا قال العيني في العمدة) (۵۲) (اعلاء السنن ص ۹۸، ج ۹ [مكتبة الامدادية مكة المكرمة] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: کی وَدھا اونی نہیں، مگر حرام بھی نہیں مگر قبر کو دھانا واہیات ہے، حماقت ہے، ایسا نہ کرے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۰۰) قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا؟ سوال: نماز جنازہ کی قبرستان میں پڑھنا یعنی قبریں سامنے جنازہ کے ہوں، جائز ہے، یا نہیں؟ یا یہ بھی ایسا ہی حکم رکھتی ہے جیسا اور نماز قبرستانوں میں پڑھنا منع ہے

جواب: نماز جنازہ قبرستان میں جائز ہے۔ واللہ اعلم

(۳۰۱) بے نمازی کی تہدید! نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی فلاں صاحب سلمہ!(۱)

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، خط آپ کا آیا، حال معلوم ہوا، بندہ بعافیت ہے اور شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہے۔ بے نماز آدمی فاسق ہے، کافر نہیں ہوتا، البتہ اگر نماز کے فرض ہونے کا منکر ہو جاوے، تو کافر ہو جاوے گا۔ تو تارک نماز کو یہ جاننا کہ اس کی جنازہ کی نماز نہ پڑھتے، بیجا ہے۔ البتہ تغلیظ اور چشمک (۲) کے واسطے نماز نہ پڑھی جاوے، تو مضائقہ نہیں اور نہ حدیث صحیح ہے کہ ہر فاسق پر نماز پڑھنی چاہئے اور امام نے جو قتل کا حکم تارک صلوٰۃ پر لگایا ہے، وہ تعزیری صورت ہے نہ شرعی حکم ہے۔

غرض یہ امر جو فیہ مختلف کہتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ مشرک قطعی ہے، خلاف تمام علماء کے ہے اور ظاہر حدیث یا اجماع کے حکم دیتے ہیں تو دیگر احادیث ان کی سمجھ کے خلاف حکم دے رہی ہیں، غرض یہ قول ان کا خلاف احادیث اور اقوال علماء ہے۔ نماز تارک صلوٰۃ کی پڑھنی جائز ہے اور وہ مسلمان فاسق ہے۔ فقط

(۳۰۲) بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے کی نماز جنازہ کا حکم؟ سوال: زید جو اس سے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن جائز ہے، یا مثل چمار وغیرہ کے بھنگیوں کے بھنگیوں کا جائز ہے حال میں [illegible] ہو جاوے تو اس کی نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: [illegible] سے جنازہ کی نماز نہ پڑھنی چاہئے [illegible] نماز پڑھنی چاہئے [illegible] قبرستان میں بھی دفن نہ کریں۔ فقط

---

(۱) [illegible] (۲) تغلیظ کے لغت میں [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۰۳) جنازہ اگر زمین پر رکھا ہو تو چارپائی پر بیٹھنا کیسا ہے؟ سوال: جنازہ رکھا ہوا ہے اور آدمی چارپائی پر بیٹھے ہوئے ہیں، تو کچھ گناہ ہوا کہ نہیں؟

جواب: کچھ گناہ نہیں، اگر چہ جنازہ زمین پر ہی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۵۷)

(۳۰۴) جنازہ کے ساتھ کھانا یا اناج لے جانے کا حکم؟ سوال: ایک رسم یہ مقرر کر رکھی ہے کہ جب میت ہوتی ہے، تو اس میت کے ساتھ کچھ روٹیاں پکوا کر، اور کچھ اناج قبر تک لیجاتے ہیں، اور بعد دفن کرنے کے وہ روٹیاں، اور اناج غربا کو تقسیم کرتے ہیں، اور اگر کوئی نہ لے جائے، تو طعن کرتے ہیں۔

جواب: مردہ کے جنازہ کے ساتھ روٹیاں لیجانا مکروہ ہے، کہ فعل یہود کا ہے، اگر صدقہ مد نظر ہو قبل مردہ کے بجائے کے گھر پر تقسیم کردے، اور جو طعن کے خیال سے ہوتا ہے، اس میں ثواب مردہ کو نہیں ہوتا ہے اور کرنا اس کا حرام ہے۔ فقط۔ رشید احمد (تالیفات رشیدیہ ص ۶-۵)

(۳۰۵) قبر میں پکی ہوئی اینٹیں وغیرہ رکھنے کا حکم؟ سوال: قبر میں لکڑی اور پختہ اینٹوں کا لگانا فقہ کی کتابوں میں مکروہ لکھا ہے، مگر ہمارے ملک میں لکڑی کے تختوں کا استعمال بلا کراہت جاری ہے، کوئی عالم بھی منع نہیں کرتا، پختہ اینٹوں کو سب عالم منع کرتے ہیں۔ اس فرق کی کیا وجہ ہے اور لکڑی کا مکروہ ہونا، کسی حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

حدیث میں قبر پر گچ کرنے کی ممانعت آئی ہے، (۱) پختہ اینٹوں کی بھی ممانعت ثابت نہیں ہوئی، بلکہ زید کہتا ہے کہ حفاظت کے واسطے پختہ اینٹوں کا بھی مضائقہ نہیں، گچ وغیرہ سے قبر کی زینت کرنا، البتہ مکروہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب: قبر میں پختہ اینٹ اور لکڑی، سوائے بانس اور نرسل کے سب کتب فقہ میں مکروہ لکھا ہے، اگر کوئی عالم منع نہ کرے تو غفلت ہے، مگر جو ضرورت ہو کہ قبر بدون اس کے نہیں رہ سکتی، تو ناچاری (۲) ہے، ورنہ روایت فقہ کے مقابلہ قول چند عوام کا، جو اپنے آپ کو عالم زعم کرتے ہیں، قابل تعمیل نہیں ہوتا۔

اور فقہا علت حدیث کو سمجھ کر مسائل استخراج کرتے ہیں، وہ بھی حدیث سے ہی ہوتے ہیں تجصیص قبور سے منع فرمایا تو استحکام کی ممانعت معلوم ہوئی خشت و آجر کی ممانعت، بدلالۃ النص اس سے ثابت ہوئی ہے (۳)۔ فقط (مجموعہ فتاویٰ ص ۳۵-۳۴)

---

(۱) فی عیون [illegible] [illegible] ص ۱۹ واحد [illegible] ص ۹۹۱۔

(۲) [illegible]

(۳) عن جابر قال نهى رسول الله [illegible] ان يجصص القبور وان يقعد عليه وان يبنى عليه "مسلم كتاب الجنائز باب النهى عن تجصيص القبر والبناء عليه (۲۱۲)، مطبع مجتبائی دهلی [illegible] = صحيح مسلم ج ۱ ص ۳۳۰ رقم ۹۷۰ (دار طيبة رياض [illegible])

عن جابر قال نهى رسول الله [illegible] ان تجصص القبور وان يكتب عليها وان يبنى عليها [illegible] قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح ترمذی كتاب الجنائز ص ۲۰۳ [illegible] باب ما جاء فی كراهية تجصيص القبور والكتابة عليها باب الجنائز ص ۳۳۹ [illegible] حديث ۱۰۵۲ [illegible]

(۳۰۶) قبر میں پتھر لگانا اور صندوق بنانا؟ پتھر اگرچہ از قسم تراب ہے، مگر پٹاؤ اس کا قبر پر مکروہ لکھا ہے اور صندوق بھی مکروہ ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۴)

(۳۰۷) قبر پر مٹی ڈالتے وقت منھا خلقنکم پڑھنے کا ثبوت؟ تین دفعہ مٹی قبر پر ڈالنے میں تین کلمہ منھا خلقکم پہلی دفعہ، دوسری دفعہ و فیھا نعیدکم تیسری دفعہ: و منھا نخرجکم (۱) بعض روایات سے ثابت ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۴)

(۳۰۸) تدفین کے بعد میت کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنا؟ سوال: اور ایک رسم کہ جس وقت مردہ کو دفن کر کے مکان پر آتے ہیں، تو ان کے ہمراہ کے کل آدمی جو جنازے کے ہمراہ جاتے ہیں، وہ میت کے مکان پر جمع ہو کر یا بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر اپنے مکانوں کو جاتے ہیں، ان میں نمازی بے نمازی سب شامل ہیں۔ اس طرح بعد میں دفن کرآنا اور جمع ہو کر فاتحہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: بعد دفن کے دروازۂ میت پر جا کر فاتحہ پڑھنے کو منع لکھا ہے، درالمختار وغیرہ کتب فقہ میں۔ لہٰذا بعد دفن کے اپنے اپنے گھر چلے جاویں، دروازہ میت پر تعزیت کے واسطے نہ جاویں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی — یہ جوابات صحیح ہیں۔ محمد مراد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر

(فیوض رشیدیہ ص ۸)

(۳۰۹) مقامی لوگوں کے لئے تعزیت صرف تین دن تک ہے؟ مسئلہ: حاضر بلد کے واسطے تین روز تعزیت کے ہیں، کہ تین روز سوگ کرنا شرع سے اجازت ہے، پھر نہیں۔ کیونکہ غم کو بھلانا چاہئے نہ یاد دلا کر پریشان کرنا، اور غائب کے واسطے زیادہ ایام میں اجازت ہے مگر نہ یہ کہ ماہ دو ماہ کے بعد آوے، کہ یہ ایام بھول جانے کے ہوتے ہیں، ایسے میں آنا محض لغو اور رسم باطل ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۳)

(۳۱۰) میت کے گھر تیسرے روز تک کھانا کھانے کا حکم؟ سوال: میت کے گھر طعام کھانا تین روز سے اول جائز ہے، یا نہیں، شادی ہو یا غم میں، بینوا توجروا۔

جواب: میت کے گھر کا کھانا جو صدقہ کا ہے، وہ تو جائز فقراء کو ہے، غنی کو مکروہ ہے اور جو اہل میت برادری کی روٹی پکاویں، وہ مکروہ تحریمہ اور حرام ہے۔ اور جو فخر و ریاء کا طعام ہو وہ بھی حرام ہے، اور جو دور سے مہمان

---

(۱) منھا خلقکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخری) بسم اللہ و فی سبیل اللہ و علی ملۃ رسول اللہ (ک عن ابی امامۃ قال لم وضعت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کنز العمال للعلامہ علی ابن حسام الدین المتقی الھندی ص ۶۰۲ ج ۱۵ رقم الحدیث ۴۲۳۹۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) [فور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تعزیت کے واسطے آوے، اس کو کھانا درست ہے، خواہ قبل سہ روز کے ہو، یا بعد سہ روز کے ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۲۱-۲۲۲)

(۳۱۱) اگر محلہ میں موت ہوجائے، تو اہل محلہ کے لئے کھانا پینا منع نہیں؟ سوال: جس محلہ میں کوئی مرجاوے، تو اس کے یعنی محلہ کے لوگوں کو مردہ کے دفن ہونے تک، کھانا کھانا جائز ہے، یا نہ کھانا مستحب ہے۔

جواب: درست ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۲۹)

(۳۱۲) نفل نماز وروزہ کا زندہ آدمی کو ثواب ہبہ کرنا؟ سوال: نفل نماز اور روزہ کا ثواب زندہ آدمی کو ہبہ کرنا جائز ہے، یا نہیں۔ برتقدیر اول موہوب لہ سے اس ثواب کے عوض میں، دنیا کا مال لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ تو ظاہر ہے کہ فرض نماز روزہ میں نیابت درست نہیں، لیکن ادائے فرض سے دو فائدہ ہیں: سقوط عذاب اور حصول ثواب، سو اگر کوئی شخص فرائض کا فقط ثواب دوسرے شخص کو ہبہ کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور نفل عبادت کا ثواب فاسق یا مبتدع کو ہبہ کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: ثواب نوافل کا زندہ کو بھی دینا درست ہے، جیسا مردہ کو دینا درست ہے۔ فقط اور فرض کا ثواب دے سکتے ہیں (۱) اور فاسق کو ثواب دے سکتے ہیں۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۱۰-۱۵)

(۳۱۳) زیارت قبور کے واسطے کون سے دن افضل ہیں: سوال: زیارت قبور کے واسطے کون کون دن افضل ہیں، اور کس دن میں مردوں کو، اپنے زائران کے آنے سے اطلاع زیادہ ہوتی ہے؟

جواب: زیارت قبور کو جمعرات جمعہ اولیٰ معلوم ہوتا ہے، بعض روایات سے۔ (بدست خاص، جواب نمبر ۱۱۶)

---

(۱) فی الشامی وبهذا علم انه لا فرق بين ان يكون المجعول له مبتاا وحيا والظاهر انه لا فرق بين ان ينوى به عند الفعل للغير اوبفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره لاطلاق كلامهم وانه لافرق بين الفرض والنفل ط (شامی ج: ۱ ص ۶۰۵، مطلب فی القرأة للميت واهداء ثوابها له)

وفی منحة الخالق على البحر الرائق للعلامة الشامیؒ وسيذكر هناك ان الحج يقع عن الفاعل فيسقط به فرضه وهو صريح فی المراد، (البحر الرائق ج: ۳، ص: ۱۰۷) وفيه ايضا فی مقام آخر: وتعليل المسئلة بانه متبرع بجعل ثواب عمله لاحدهما يفيد وقوع الحج عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه وان جعل ثوابه لغيره (البحر الرائق ج ۳، ص ۱۲۲)

وفی سكب الانهر على ملتقى الابحر (ومن اهل بحجة عن ابويه) بغير امر (نفع عين احدهما جاز لانه متبرع (وللانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره فی جميع العبادات) فرضا اونفلاً (مجمع الانهر ج ۱، ص ۳۰۹)

وفی رد المحتار على الدر المختار تحت قوله: الاصل ان كل من اتى بعبادةٍ مّا، له جعل ثوابها لغيره. وفی البحر بحثا ان اطلاقهم شامل للفريضة لكن لا يعود الفرض فی ذمته لان عدم الثواب لايستلزم عدم السقوط عن ذمته اھ على ان الثواب لاينعدم كما علمت وسذكر قبيل لو اهل بحج عن ابويه انه قيل انه يجزيه عن حج الفرض وهذا يؤيد مابحثه فی البحر ويؤيده ايضا قوله فی جامع الفتاوى (شامی ج: ۲ ص: ۲۳۶) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۶۴) قبر پر بیٹھنے، تکیہ لگانے اور قبرستان میں ہنسنے کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** قبر پر بیٹھنا یا تکیہ لگانا، یا ہنسنا، یا سخن دنیاوی کرنا، یا سونا، یا حقہ پینا اندر مقبروں کے، اور خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے یا حرام، یا جائز؟

جواب: قبر پر بیٹھنا، تکیہ لگانا بعض علماء کے نزدیک درست ہے اور بعض منع کرتے ہیں، اور قبر کے پاس حقہ پینا، ہنسنا، باتیں کرنا اولیٰ نہیں، کہ محل موت یاد کرنے کا ہے، نہ غفلت کا۔

(بدست خاص جواب نمبر:۱۸۸)

(۳۶۵) ثواب وظائف توقیفی امر ہے، اس کی عقلی تقسیم نہیں ہوسکتی: **مسئلہ:** ثواب وظائف توقیفی امر ہوتا ہے، اس کی تقسیم اجزاء پر عقلاً نہیں ہوسکتی کہ دو رکعت کا ثواب اگر شارع نے فرمایا، تو ایک رکعت میں نصف اس کا تجویز کیا جاوے۔ البتہ ذکر جس قدر کرے گا ثواب ہوگا، مگر ثواب موعود اسی قدر مقدار شرع پر ملتا ہے، مگر جو شارع خود حصر فرمادیوے، اس وقت مضائقہ نہیں۔

عبادت بدنی ذکر مالی سے زائد و افضل ہے، مع ہذا بعض وجوہ فضیلت مالی میں، بدنی سے زیادہ ہیں، اس واسطے یہ حساب کتاب عقلاً جاری نہیں ہوسکتا، فضیلت جزئیہ حصر نہیں ہوسکتی۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ ذاکر معتق سے افضل بعض وجہ سے اور معتق اعلیٰ ذاکر سے ہے بعض وجہ سے۔ (۱) فقط

(مجموعہ فتاویٰ ج: ۱ ص: ۲۰)

(۳۶۶) صغیر السن بچہ ایصال ثواب کا محتاج نہیں، مگر ایصال ثواب سے اس کا درجہ بلند ہوجاتا ہے: **سوال:** اگر کوئی بچہ بعد پیدائش قبل از بلوغت یعنی اس اثناء میں صغیر سن مرجاوے، تو اس کے واسطے بھی ایصال ثواب کی یا دعا کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے ایصال ثواب کرنے یا نہ کرنے سے اس کا کوئی فائدہ یا حرج متصور ہے یا نہیں؟

---

(۱) [illegible]

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب : ایسے بچہ کو ثواب تو نہیں کہ مغفور ہے بلکہ جو ثواب پہنچایا جاوے گا، تو رفع درجہ اس کو حاصل ہوجاوے گا۔(۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۲۳)

(۳۱۷) بلاتعیین تاریخ ایصال ثواب میں حرج نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے محققین، مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ہر سال میں بلاتعیین تاریخ کے دس بیس آدمی کو جمع کرکے، اللہ طعام کھلاتا ہے، اور نیت اس نے ثواب کی اپنے بزرگوار مرحوم کے نے کرلیتا ہے۔ آیا یہ ایصال ثواب اس کو ہر سال میں جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: بلاتعیین تاریخ ایصال ثواب طعام پر حرج نہیں اور موجب اجر کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

الجواب صحیح، قال ہو الحق رحمہ اللہ تعالیٰ فی مسائل اربعین وتقسیم طعام بہ نیت ثواب بے تعیین یوم جائز ست ونے در منع آں وارد۔ کتبہ ابوالحسن عفی عنہ مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔

جواب صحیح ہے، مشتاق احمد عفی عنہ سہارنپوری۔ ہذا الجواب علی ہذا السوال صحیح، عنایت الٰہی عفی عنہ سہارنپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور۔

الصواب المجیب۔ محمد ناظر حسن عفی عنہ دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ الجواب صحیح۔ عزیز الرحمٰن دیوبندی عفی عنہ مدرس اول۔ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ الجواب صحیح محمد مراد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر۔ الصواب من المجیب محمد بشیر الدین میرٹھی۔

جواب صحیح ہے، العبد احمد علی عفی عنہ بجنوری۔ الجواب صحیح محمد صدیق احمد عفی عنہ کاندھلوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ۔ الجواب صحیح محمد اسماعیل، بلوی۔ الصواب ما بعدہ ایصال ثواب باعث اجر ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ العبد المذنب عبدالرحمن پانی پتی۔ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ الجواب صحیح، خادم طلبہ فقیر غلام محمد بہ شیار پوری، مدرس مدرسہ اول کرنال۔

الجواب بغیر تاریخ خاص معین کرنے کے ثواب پہنچانا خاص یہ فعل کرے، یا ہر سال یا کرے، کسی طرح قواعد شرع کی مخالف نہیں، بلکہ اس کا کرنا اور منع کرنا خیر کثیر کا کرنا اور منع کرنا ہے، اور وہ جائز نہیں۔ ہاں تعیین یوم

---

(۱) اصل میں گا کے بجائے گی ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر سال بلا تعیین تاریخ

بلا تعیین تاریخ ایصال ثواب

منظوم امیہ ہے۔ ص ۲۱-۲۹ تالیف مولانا امیہ بازخیل (انبالہ خانیوال)

ترجمہ: عبادات مالیہ اور بدنیہ کا تاریخ کی تعیین کے بغیر مشائخ کی ارواح، بزرگان دین یا عام مسلمانوں کو ایصال ثواب کرنا بہت اچھا اور اجر وثواب کا باعث ہے۔ کسی مصلحت یا مجبوری کی وجہ سے تاریخ بھی متعین کرلیں، حرج نہیں۔ شرط یہ ہے کہ اس تعیین کو اہتمام کو شریعت کا کام نہ سمجھیں، ورنہ یہ کام بدعت ہوجائے گا، اس لئے کہ ثواب پہنچانے کے لئے کسی وقت کا مقرر کرنا، شارع [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] سے ثابت نہیں۔ [ت: نور]

(۳۱۸) رسوم مروجہ کی شرعی حیثیت:

جو رسوم مروجہ زمانہ کسی حجت شرعیہ سے نادرست اور ناروا ہیں، ان کے عدم جواز میں تو کچھ کلام نہیں ہے، مگر جو رسوم کہ فی نفسہ مباح ہیں، خواہ بدرجہ مندوب و مستحسن پہنچے ہوئے ہیں۔ اگر عوام ان کو بمنزلہ واجب مؤکد جاننے لگیں، یا عملاً ان کے ساتھ برتاؤ واجب کا کرنے لگیں، کہ ان کے ترک سے حجاب اور ندامت لاحق ہونے لگے، اور باوجود عدم وسعت کے ان کے ارتکاب کی سعی کی جاوے، اور تارک پر ملامت ہوتی ہو، جیسا کہ اب اکثر بلاد اور اکثر طبائع میں، بہ اعتبار اکثر رسوم کے ایسے ہی مشاہد ہیں، تو بلاریب ایسا التزام و معاملہ نادرست اور موجب معصیت ہے۔

اور اگر خود مرتکب رسم اس عقیدے اور خیال سے بری ہے، تب سے یہ اندیشہ، فساد عقیدہ عوام اس کے ارتکاب نادرست ہوگا، چنانچہ کتب فقہ وحدیث سے یہ امر ظاہر و باہر ہے۔ ایسے وقت میں تارک رسوم اور ماحی بدعات ورسائی رواج طریقہ سنیہ، بے شک مثاب اور ماجور ہوگا۔ علی ما دلت علیہ الاحادیث الصحیحۃ و الروایات

toobaa-elibrary.blogspot.com

الفقهية المستندة المعتبرة الصريحة.

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اصلاح الرسوم تالیف: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ص:۹۲

شائع کردہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، مقیم گنگوہ۔[مطبوعہ در حیات حضرت مولانا گنگوہیؒ۔۱۳۲۰ھ]

(۳۱۹) اسقاط مروجہ کا حیلہ ثابت نہیں: سوال: اسقاط مروجہ بعد میت، کس حدیث سے ثابت ہے۔ بروایات صحیحہ بیان فرماویں فقط۔

جواب از عالم انبالوی: اسقاط مروجہ ایک صدقہ دینا ہے، واسطے میت کے، اور یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ترکیب اسقاط کتب فقہ میں مذکور ہے، فقط۔ تمام شد جواب انبالوی

تردید جواب بالا از حضرت گنگوہیؒ: طریق اسقاط کہیں احادیث میں مذکور نہیں، متاخرین نے ایک حیلہ وضع کیا ہے، اگر کوئی کرے کرے ورنہ کچھ حرج نہیں۔ سائل پوچھتا تھا کہ اس کا ثبوت کہاں سے ہے، جناب مجیب نے اس سے اعراض کیا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۷۲۔۷۱)

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

چوتھا باب

کتاب الزکاۃ

(۳۲۰) چاندی کی زکوٰۃ رقم کی صورت میں ادا کرنا؟ سوال: اگر دو تولہ چاندی زکوٰۃ کی چاہتی ہو تو اس کی قیمت کر کے دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قیمت چاندی کی زکوٰۃ میں پیسوں سے دینا، قیمت کر کے جائز ہے اور چونی، اٹھنی سے، جائز نہیں۔ (۱)

(بدست خاص ص ۵۹)

(۳۲۱) جو رقم منی آرڈر پر خرچ ہوتی ہے، وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں؟ سوال: اگر کوئی شخص مثلاً (دس روپے) بمد زکوٰۃ دوسری جگہ بذریعہ منی آرڈر بھیجے اور ۲ (پیسے) اس مرسلہ میں بابت محصول، ڈاک داخل رجسٹر سرکار کرے، تو اس صورت میں یہ دو آنہ، زکوٰۃ میں محسوب ہونگے، یا نہیں؟

الجواب: جو خرچ منی آرڈر کا ہوا ہے، وہ زکوٰۃ میں محسوب نہ ہوگا، اسکا دینا واجب رہے گا۔ (۲) فقط

(مجموعہ رام پور ص ۷)

(۳۲۲) جس کی آمدنی خرچہ کے لئے کافی نہیں، اس کو زکوٰۃ اور صدقہ دینا؟ سوال: ایک شخص جائداد رکھتا ہے، لیکن اس کی آمدنی سے اس کا خرچ بھی نہیں چلتا ہے، بلکہ محتاج رہتا ہے، اور فاقہ کشی میں گزرتی ہے، مگر جائداد ایسی ہے کہ اگر فروخت کرے تو دو سو تین سو روپے مل سکتے ہیں، مگر آمدنی میں اس کی روٹی کپڑے کا بھی گزارا نہیں ہو سکتا۔ تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا اور نذر دینا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) [illegible] (۲) نیز فقہ عزیز جلد ۱ زکوٰۃ پر پہنچانا ذمہ داری مالک کی ہے۔ (یاسین بہاری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: جس کی جائداد کی آمدنی سال بھر کو کافی نہیں اور قیمت میں دو سو روپیہ کی ہے، وہ فقیر ہے، زکوٰۃ لینا اس کو اور صدقہ واجبہ لینا درست ہے۔ (بہشتی خاص، سال ۱۳۳)

(۳۲۳) غنی کون ہے؟ مسئلہ: غلہ میں عقارات میں شرح وقایہ کی روایت اعتبار قیمت کی ہے، اور بعض نے آمدنی ہی حاصل کا اعتبار کیا ہے، کہ آمدنی ایک ہو کافی ہو، یا سال کو کافی ہو، سو [ایک] سال کی کفایت اظہر ہے، کہ غنی وہ ہے کہ سال بھر محتاج نہ ہو۔ بندہ بھی اس ہی روایت شامی کو صحیح جان کر فتویٰ دیتا ہے۔ فقط۔

رشید احمد (عنایت حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ خیر الجوی مکتوب ۳۲ قعدہ)

(۳۲۴) خاندانی ملازم کو زکوٰۃ دینا؟ سوال: ایک شخص خدمتی نہیں ہے، مگر خلاموں کے طور والد کے زمانے سے گھر میں رہتا ہے، تو اس کو صدقہ فطر یا نذر وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں، اور خلاموں کے طور رہنے سے یہ غرض ہے کہ یہ کھانے اور پہننے کے اور کچھ وسیلہ نہیں رکھتا ہے۔

جواب: یہ شخص خدمتی نہیں، ان کو صدقہ زکوٰۃ وغیرہ دینا درست ہے۔ فقط۔

(بہشتی خاص، متفرق سوال ۲)

نوٹ: یہ مسئلہ عورت کو زکوٰۃ دینے خاوند کو دینے سے متعلق ہے یا نہیں؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ [نور]

(۳۲۵) اگر کم عمر بچے کے نام کوئی زمین ہے تو اس کو نذر (صدقہ) لینا؟ سوال: اگر باپ اپنے بچے صغیر سن کے نام کوئی زمین خرید کرے، یا اپنی ہی زمین اپنے بچے کے نام ہبہ کر دے، اور وہ زمین مثلاً سو روپیہ کی قیمت کی ہو تو اس کے نذر میں چیز کا لینا درست ہوگا یا نہیں۔ حالانکہ اس زمین کا قابض (و) متصرف وہ باپ ہی ہے، کیونکہ زمانہ بچہ نہیں رکھتا ہے، اور اس زمین کی پیداوار باپ خرچ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صغیر نابالغ ہے، اور اس کی ملک ہوئی اور غنی ہو گیا، اب اس کو نذر اس کو دینے سے اور پیداوار اس زمین کی صغیر پر خرچ کرنے سے باپ اس کو نہ کھاوے تو جو چیز اس کو دینے سے دینا درست ہے۔ فقط (بہشتی خاص ص ۲۹)

(۳۲۶) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینے کا حکم؟ سوال زکوٰۃ وغیرہ مسلم کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے، اگر وغیرہ مسلم کو دیا تو ادا نہ ہوئی، مسلمان کو پھر دینا چاہئے۔ فقط، واللہ اعلم

(بہشتی خاص ص ۶۷)

(۳۲۷) صدقات واجبہ سادات کے لیے حرام ہیں: سوال: آج کل زکوٰۃ و دیگر صدقات واجبہ سادات کو دینا درست ہیں یا نہیں؟

الجواب: صدقات واجبہ آج کل بھی سادات کو دینا حرام ہیں۔ فقط

(مجموعہ ص ۲۰۳)

(۳۲۸) سادات کے لیے قربانی کی کھال کا حکم؟

سوال: دیہات میں امامت کراتے ہیں اور باشندہ ..... ان کو لینا جائز ہے یا نہیں اور دلیل جائز اور غیر (۱)

جواب: ..... کو لینا درست نہیں، کیونکہ زکوٰۃ اور فطرہ اور صدقہ فرض سب بنی ہاشم کو لینا حدیث (۲) میں منع ہو گیا ہے اور چمڑا قربانی کا صدقہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہدیہ ہے، اس کا بنی ہاشم کو لینا درست ہے، اسی وجہ سے خود قربانی والا بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے، کہ وہ صدقہ نہیں، بلکہ مثل گوشت کے ہے کہ سب کو حلال و مباح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ ص ۲۰۲، ص ۲۰۳)

(۳۲۹) بنی ہاشم کے لئے صدقات نافلہ کا حکم؟

بنی ہاشم کے حق میں صدقہ نافلہ کی ہدایہ و بعض کتب سے اباحت معلوم ہوتی ہے اور بعض محققین نے منع للعامہ اور ظاہر یہی ہے کہ غسالہ ہے اوساخ الناس کا، کہ صدقہ نفل سے بھی معصومیت دفع ہوتی ہے، اگرچہ قلیل ہی ہو، پس غسالہ سے خالی نہیں اور حدیث میں یہی وجہ منع کی ہے۔ زکوٰۃ کا جواز خلاف ظاہر روایت سے ہے اور خلاف ظاہر نصوص کے۔

(مجموعہ فتاویٰ ص ۲۰۴)

(۳۳۰) صدقات نافلہ کا غنی کو کھانے کا حکم؟

سوال: (الف) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ زید ذی مقدور ہو کر بشمول زمرہ مستحقین و معذورین طعام دعوت کھاتا ہے، اور اس کھانے میں لوگ وقتاً فوقتاً بغرض ایصال ثواب ارواح اموات اپنی متاجوں کو کھلاتے ہیں بشریک ہوتا ہے۔ قول زید یہ ہے کہ یہ کھانا اللہ کے واسطے کا ہے، سب کو بلا استثناء کسی کے کھانا اس کا درست ہے۔ پس جس نے کہ اللہ کے نام کا کھانا سن کر قبول دعوت طعام میت سے انکار کیا، یا بعد از قبول دعوت رہا، وہ شخص اللہ پاک سے دور پڑا، کھانا اس کا دوزخ ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل زید ناجائز محض ہے، ذی مقدور آدمی کو عادت مستمرہ اس کا رہی، لڑنی نہ چاہئے۔

رہی بحث للہیت، وہ طعام میت پر منحصر نہیں ہے، علماء و تعظیم العلم، احباب و رضاء اللہ تعالیٰ کھلانا، و فاتحہ و نیاز مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ و اکثر کھلانا و تقسیم کرنا، یہ بھی لئی ہیں، علاوہ ازیں دیگر امور اور بھی اسی قبیل سے ہیں، جیسا کہ ولیمہ و عقیقہ و معاشرت

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible] صحیح مسلم ۱ ۳۴۴ کتاب الزکوٰۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ، مسلم شریف ص ۱ [illegible] ۱۰۰۲ ابو عیسیٰ محمد الترمذی ۱۴۲۶ھ ۲۰۰۶ء ۱۰۲۰

ومباشرت بازن و پرورش و تعلیم اولاد صغیر، وادائے حج، وطواف بیت اللہ، وزیارت مدینہ منورہ، ودیگر اماکن ومشاہد مقدسہ، و اجرائے مدرسہ اسلامی، وتعمیر پُل ومسجد وچاہ، ومہمان سرائے، ونفع رسانی اہل اسلام، وداد دہش فقراء، وایتام، واطعام محتاجین وغیرہ وغیرہ، مگر ہر امر کے لئے موقع ومحل جدا ہے۔

طعام میت اسی کو مقتضی ہے کہ محتاجوں اور معذوروں کو کھلایا جاوے، کیوں کہ اہل مقدرت کے کھانے میں محرومی محتاجین کی ہے، پس حق اہل مستحقان کیوں مارا جاوے۔ اندریں صورت حق بجانب کس کے ہے۔

اور یہ بھی استفسار طلب ہے کہ عرف ہمارے دیار میں اللہ واسطے کا کسے کہتے ہیں، اور طعام میت خاص حق مساکین ہے، یا وہ اور غیر ان کے سب برابر ہیں، اور بعد کھلانے محتاجین کے طعام باقی ماندہ میں سے، خود بازن وفرزند وغیرہ اہل قرابت کے کھانا، یا کسی اپنے دوست یا مقدور اہل وسعت کو، تفریح القلب اخلاصاً وثواباً ہمراہ خود کھلانا، یا اس کے گھر طعام بھیجنا، کیا حکم رکھتا ہے اور ذی مقدور آدمی کو قبول اور رد طعام اموات جائز ہے، یا ناجائز۔ اور طعام فاتحہ عام مومنین اور خواص اولیاء اللہ میں کیا فرق ہے، اور کھانا اور کھلانا اس کا کیوں کر مسنون ہے۔

(ب) صاحب صلوٰۃ خمسہ مفروضہ کو مرد بے نمازی کے گھر کی دعوت لینا اور عورت بے نماز [ی] کے ہاتھ کا پکایا ہوا، کھانا کھانا کیسا ہے اور جو مرد نمازی اور عورت بے نماز [ی] ہو تو کیا کرنا چاہئے، اور کس دعوت میں تنہا مساکین احق ہیں اور کس موقع پر اشخاص غیر محتاجین اور کس محل پر دونوں؟ اندریں صورت بہتر کیا ہے، آیا محتاجین کو اولاً کھلا کر اور رخصت کر کے، پھر ذی مقدوروں کو کھلاوے، یا ہر دو طرح کے لوگ جلسہ واحد میں شامل ہو کر کھاویں، اور روزہ نفل کو اثنائے روزہ میں افطار کرنا، کس موقع پر جائز ہے، اور کون سے مقام پر ناجائز۔ جواب اس کا مدلل ومشرح مرحمت ہووے۔ بینوا توجروا!

الجواب: (الف) صدقہ فرض کہ زکوٰۃ ہے اور واجب کہ صدقہ فطر اور نذر ہے اور جملہ صدقات واجبہ غنی کو حرام ہیں، اور صدقہ نفل خواہ ایصال ثواب میت کا ہو، خواہ ارواح مشائخ کرام وانبیاء علیہم السلام یا کسی وجہ کا صدقہ نفل ہو، یہ سب ایک حکم رکھتے ہیں، کہ غنی کو مکروہ تنزیہی ہیں، نہ حرام۔

قال فی الهداية: و لاتدفع الى غنى الخ . ترجمہ: ہدایہ میں کہا ہے: صدقات غنی کو نہ دیئے جائیں۔ [ت: نور]

مراد اس سے زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ ہے۔

قال فی فتح القدیر [وقال فی النهاية] و كذا يجوز النفل للغنى انتهى(۱)

ترجمہ: اور فتح القدیر میں کہا ہے: اور اسی طرح صدقہ نافلہ بھی، غنی کے لئے جائز ہے۔ (ت: نور)

(۱) شرح فتح القدیر علامہ کمال الدین ابن ہمام کتاب الزکاۃ باب من یجوز دفع الصدقات الیہ دین لایجوز ص ۳۲۲ جلد ثانی [دار الفکر بیروت، بلاسنہ، عکس طبع قدیم]

toobaa-elibrary.blogspot.com

پس ذی مقدرت اگر غنی ہے تو اس کو.....(۱) ثواب کا کھانا حرام نہیں، اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے اور طعام.....(۲) نکاح و ولیمہ و عقیقہ و تعمیر مکان وغیرہا۔ اس میں غنی فقیر سب یکساں ہوتے ہیں۔

ہبہ اغنیاء کو بلا کراہت جائز ہے، اور اگر طعام میں مقصد یہ ہو کہ فقراء پر صدقہ اور اغنیاء پر ہدیہ، تو خواہ جمع کر کے کھلاوے، خواہ جدا جدا ہر حال درست ہے اور جو محض صدقہ کا کھانا ہے، تو اس میں غنی کو شریک ہونا ترک اولیٰ ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (۳)

یہ اصل فتویٰ برصغیر ہند کے نامور خطاط، حضرت شاہ سید نفیس الحسینی صاحب نفیس رقم، لاہور پاکستان کے ذخیرہ میں محفوظ تھا، شاہ صاحب نے اس کا عکس دے کر ممنون فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ!

(۳۳۱) بے نمازی کے گھر کھانا کھانا کیسا ہے؟

بے نماز [ی] کے گھر کا کھانا حرام نہیں، کہ فخر عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہودی کے گھر کا گوشت تناول فرمایا تھا۔ البتہ اس سے مودت اور دوستی نہ چاہئے، کہ فاسق گنہگار ہے، البتہ اگر تالیف مراد ہو، یا کوئی دوسری وجہ ہو تو، عجب نہیں۔

علی ہذا! زنِ بے نماز [ی] کے ہاتھ کا پکایا درست ہے اور صدقہ فرض کو فقط مساکین کو کھلانا اولیٰ ہے، اغنیاء بھی اگر کھاویں تو ثواب ہوگا، مگر کم، اور تقدم تاخر اطعام میں اختیار ہے، چاہے اکٹھا کھلاوے، اس کا کوئی حق و استحقاق مبنی مصلحت صاحب طعام کے ہے، جس طرح چاہے کھلاوے اور ضرورت ضیافت کے واسطے روزہ نفل کا افطار کرنا چاہئے، اگر صاحب طعام ناراض ہو، یا اصرار کرے، اگر نہیں روزہ نہ توڑے۔ کذا فی کتب الحدیث والفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(۳۳۲) فاسق کا صدقہ کیا ہوا مال لینے اور اس کی عیادت کرنے کا حکم؟

سوال: علمائے دین سے سائل کا سوال ہے: کہ جو لوگ فاسق و فاجر ہیں، جیسے ڈاڑھی منڈانے والے، یا چڑھانے والے، یا ناچ دیکھنے والے، یا ستار سننے والے، یا افیون کھانے والے، یا سونے کی انگوٹھی پہننے والے۔ ایسے شخص فاجر و فاسق جو گناہ کبیرہ علانیہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، کچھ خوف و خطر نہیں رکھتے۔ ایسے شخص اگر بیمار ہووے اور وہ صدقہ نکالے جان اپنی کا۔ تو ایسا صدقہ مسلمان مؤمن کو، شرعاً لینا جائز ہوگا، یا نہ ہوگا؟۔

سوالِ دیگر: جو شخص قربانی نکالے یا قربانی میں بکرا ذبح کرے، یا گائے کرے، تو اس میں کچھ گوشت اپنے

(۱-۲) یہ عبارتیں ضائع ہوگئیں ہیں۔

(۳) ہدایہ، مبین، کتاب الزکاۃ، باب من یجوز دفع الصدقات الیہ ومن لایجوز (معارف الزکاۃ، ص ۲۰۶، ج ۱۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بھائی کو دے، کچھ اقرباء کو دے، کچھ مسکین کو دے، ایسے ہی شخص مومن مسکین کو دے اور اقرباء مومن کو دے۔ تو ایسے شخص فاجر و فاسق کا مال، مؤمن مسلمان کو قربانی کا گوشت لینا جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: فاجر و فاسق سے دوستی اور محبت کرنا تو اچھا نہیں، مگر اس کی عیادت کرنا اس لحاظ سے کہ شاید اس کو عبرت ہو، یا اپنے اوپر سے رفع شر کا کرنا، یا کوئی نفع دین کا ہو تو درست ہے، اور جو وہ صدقہ کرے یا گوشت قربانی کا کسی کو دیوے، اگر اس کے مال کی حرمت کا یقین نہیں اور حلال مال ہونے کا غالب گمان ہے، تو لینا اس کا مسلمان کو درست ہے، کچھ حرج نہیں۔ مگر دوستی محبت ایسے سے نہ کرے، بلکہ اس کو بوجہ اللہ تعالیٰ ہو سکے تو نصیحت کرتا رہے۔ فقط والسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۱۔۲۱۲)

(۳۳۳) صدقات کے کھانے سے، دل سست اور مردہ ہو جاتا ہے؟

سوال: بعض آدمیوں سے سنا ہے کہ اگر کوئی مریض ہو یا کوئی مر گیا ہو، تو ان کے واسطے جو کھانا بطور صدقہ یا خیرات پکاتے ہیں، تو اس کے کھانے سے دل مریض اور مردہ اور سیاہ ہو جاتا ہے، اور کہتے ہیں:

طعام المریض یمرض القلب، طعام المیت یمیت القلب.

مریض کی صحت کے لئے [صدقہ کی نیت سے کھلایا گیا] کھانا دل کو بیمار کرتا ہے اور مردے کے [ایصال ثواب کے لئے] کھلایا گیا، کھانا دل کو مردہ بنانے والا ہے۔

(ت: نور)

تو آیا یہ کھانا پکانا اور کھانا شرعاً ناجائز ہے، یا کیا؟

جواب: یہ کھانے پکانے اور کھانے کھلانے جائز ہیں، مگر صدقات کے کھانوں سے دل سست ہو جاتا ہے اور ان دونوں مقولوں سے یہی غرض ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پانچواں باب

کتاب الصوم

روزے سے متعلق مسائل

(۳۳۴) تھوک نگل لینے سے روزہ اور نماز ٹوٹنے کا حکم؟ سوال: روزہ دار کے منہ میں اگر بلغم یا تھوک جمع ہو جاوے، حالت نماز میں یا غیر نماز میں، تو روزہ اور نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ بلغم یا تھوک منہ میں آیا ہوا، نگل جاوے؟

جواب: اگر چہ نگل جائے، درست ہے، فقط (بدست خاص ص ۴۱)

(۳۳۵) روزہ کی حالت میں پانی میں، ریح خارج ہونے کا حکم؟ سوال: روزہ دار کو اگر پانی میں بائے سرے [ریح خارج ہو جائے [یا استنجاء کرنے کے وقت، تو روزہ رہا، یا نہیں؟

جواب: استنجاء کرنے میں بائے نکلنے سے، روزہ میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، فقط (بدست خاص، سوال نمبر)

(۳۳۶) انزال سے کب روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ انزال خروج منی کو کہتے ہیں، مساس سے انزال مفسد صوم ہے۔ مذی کے خروج سے صوم فاسد نہیں ہوتا، اور انزال اگر کلام سے ہو، مفسد نہیں۔ علی ہذا! اگر نظر سے ہو، خواہ کلام سے، خواہ فکر سے مفسد نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ فرخ آباد ص: ۲۳۔۲۴)

(۳۳۷) روزہ میں اگر چونا یا کوئی اور چیز، دماغ میں چڑھ جائے؟ مسئلہ: چونا یا کوئی شے دماغ میں چڑھ جانے سے، روزہ فاسد ہوتا ہے، مگر کفارہ نہیں، اگر چہ دوا ہو یا غیر دوا۔

(از مکتوب بنام مولانا خلیل احمد صاحب، مکتوب ۲۹ قعدہ)

(۳۳۸) حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے: سوال: جو شخص رمضان میں حقہ نوش ہو، اسکے روزہ کا کیا حال ہے؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: حقہ مفسد صوم ہے، اگر صوم رمضان میں کسی نے جان کر حقہ پیا روزہ فاسد ہوا، اور کفارہ واجب ہوگیا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۲۳۵)

(۳۳۹) کسی ظالم کے خوف سے روزہ قضا کرنا؟

سوال: ایک ظالم ایک شخص سے کہتا ہے، کہ اگر تو اس ماہ رمضان میں روزہ رکھے گا، تو میں تجھ سے تیرا سب مال چھین لوں گا، اور اس شخص کو اس مال کے جانے سے بہت دقت اور تکلیف ہوگی، اور وہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جو اس کو اس ظلم سے بچائے، اور اس کے پاس ایسا سامان اور حمایت بھی نہیں ہے، کہ اس کے ذریعہ سے وہ حاکم سے فریاد کر کے، اس مال کو جو ظالم غصب کرتا ہے، وصول کر سکے۔ اس صورت میں مظلوم کو دفع ظلم کے واسطے، اس رمضان میں افطار کرنا، اور اس کی قضاء، دوسرے مہینے میں جائز ہے، یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ جائز نہیں ہے، اس واسطے کہ یہ شخص نہ مریض ہے، نہ مسافر، اور بکر کہتا ہے کہ یہ افطار اور قضاء جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ مرض اور سفر میں افطار کی علت قرآن سے ثابت ہے، کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا اور صورت مذکورہ میں روزہ رکھنے میں ایسی سختی ہے، کہ اکثر اوقات مرض اور سفر میں بھی نہیں ہوتی۔

اس مسئلہ میں زید کا قول ٹھیک ہے یا بکر کا، ان مسائل کا جواب شافی دوسرے ورق پر روانہ فرمائیں، اور اپنی خیریت سے اطلاع دیجئے۔ فقط، والسلام عریضہ ادب: نظیر حسن عفی عنہ

جواب: اکراہ جان پر ہوسکتا ہے نہ مال پر، اگر مال لینے کی تخویف کرے اور روزہ فرض سے روکے، تو مال اگرچہ جاوے ترک فرض درست نہیں ہے، اور غرض سفر کی تخفیف سے مال کو بچانا نہیں ہوسکتا، (۱) مال خرچ کے واسطے ہے، جان کی راحت کے واسطے ہوتا ہے۔

ہنوز طبع میری درست نہیں ہوئی، اسی واسطے سبق طلباء کا شروع کرایا نہیں گیا۔ فقط (فرخ آباد، ص ۱۱۔۱۵)

(۳۴۰) کفارہ اور فدیہ کے کھانے کے عوض میں قیمت دینا؟

سوال: یہ کہ کفارہ اور فدیہ کے کھانے کے عوض میں، قیمت دینا جائز ہے، یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ چند صیام کا فدیہ آیا، ایک بار ایک شخص کو دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کفارہ میں قیمت دینا بھی درست ہے، جس قدر ایک آدمی کو دیا جاتا ہے کہ ایک صاع یا نصف صاع ہے، اس کی قیمت دے دیوے درست ہے، اور فدیہ صوم وصلوٰۃ میں بھی قیمت دینا درست ہے، مگر کفارہ کا طعام و قیمت ایک کی ایک کو ملے گی، اور فدیہ کے طعام و قیمت کو چاہے سب ایک کو دے دیوے، تو درست ہے۔

(فرخ آباد، ص ۲۴۔۲۵۔۲۷)

---

(۱) یعنی سفر کی رخصت پر حفاظت مال کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (یاسن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۴۱) افطار کے مسجد میں بھیجے گئے کھانے پر کس کا حق ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس سوال کے۔ کہ زید نے ماہ رمضان شریف میں کھانا یا مٹھائی واسطے افطاری روزہ داروں کے مسجد میں بھیجا، کہ کل روزہ دار کھاویں، زید کو ثواب ہو، پس عمر مع دو چار ہمراہیوں کے وہ کھانا یا مٹھائی، بے اجازت کل روزہ داروں کے، ایک مسکین بکر کو دے دیتا ہے، اس صورت میں کل روزہ داروں کو رنج ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو اپنے حصہ میں سے بکر مسکین کو دیدے اور ہمارا حصہ ہمیں دے، پس عمر زبردستی سے بکر مسکین کو دیدیتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟ زید کو بھی نہایت رنج ہوتا ہے، کہ میں مسجد میں کل روزہ داروں کے لئے بھیجتا ہوں، خاص عمرو بکر کے واسطے نہیں بھیجتا۔ اگر عمر کھانا یا مٹھائی پھر بکر مسکین کو دے گا، تو میں پھر مسجد میں نہیں بھیجوں گا۔

جواب: زید مسجد میں بھیجنے والے کے خلاف کسی کو دینا نہیں چاہئے، کہ مالک کی رضا و اجازت کے خلاف تصرف کرنا حلال نہیں، بلکہ حرام ہے۔ جس طرح مالک کی مرضی ہو، اسی طرح حلال ہے، ورنہ جائز ہرگز نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (ضمیمہ فیوض رشیدیہ ص ۴، ۵)

(۳۴۲) محرم کی فضیلت صرف عاشورہ کے روزہ کی وجہ سے ہے: فضیلت محرم کی بعد رمضان جو وارد ہے، وہ صوم عاشورہ کی فضیلت ہے، نہ تمام ماہ کی، اور صوم عاشورہ خود حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۰)

(۳۴۳) یوم عاشورا کے روزہ کا حکم؟ سوال: دس تاریخ محرم کو جو شخص روزہ تڑا دیوے اور کہے کہ حرام ہے، یہ غلط ہے یا صحیح؟

جواب: روزہ عاشورہ کا دسویں محرم کو مستحب ہے اور اس کا بہت ثواب حدیث شریف میں آیا ہے، جو اس کو حرام کہتا ہے وہ محض جاہل ہے۔ روافض کے یہاں یہ روزہ حرام ہے۔ اہل سنت کے نزدیک، بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک، یہ روزہ مستحب ہے، اس کو حرام کہہ کر تڑوانے والا بے شک گنہگار ہے، اور جاہل حکم شرع سے ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۹۔۱۳۱)

(۳۴۴) ۲۷ رشعبان کے نفلی روزہ کا حکم؟ سوال: یہ کہ ۲۷ تاریخ شعبان کو، جس قدر آدمی روزہ دار تھے، سب کے روزے تڑوا ڈالے اور کہا کہ آج کا روزہ رکھنا بالکل حرام ہے، روزہ داروں نے روزہ نفلی سمجھ کر رکھا تھا، اس روز ان کا روزہ رکھنا درست تھا، یا نہیں؟

جواب: ۲۷ رشعبان کو روزہ نفل رکھنا درست ہے، حدیث میں ایک دو روز پیشگی رمضان سے روزہ رکھنے کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

مکروہ فرمایا ہے، کہ اس طرح روزے رکھے کہ ایک دو روزہ رکھ کر رمضان میں ملا دیوے، ورنہ شعبان کے اول و آخر میں روزہ نفل رکھنا درست ہے۔ خود فخر عالم علیہ السلام شعبان میں بکثرت روزہ رکھتے تھے۔ ایسے روزہ کو حرام کہنا جہل ایسے شخص کا ہے کہ نہ حدیث کو سمجھا اور نہ مطلب حدیث سے واقف ہوا محض جاہل ہے۔ کیونکہ احادیث میں ان ایام کے جواز کی دلیل موجود ہے، لہٰذا بلا وجہ روزہ توڑوانا اس کا بیجا ہوا، اور بدون سمجھے جانے فتوی دینا حرام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

فأفتوا بغير علم فضلوا و أضلوا (۱)

ترجمہ: بغیر جانے فتوی دیں گے، پس گمراہ ہوں گے اور گمراہ کریں گے۔ [ت: نور]

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۸۔۱۲۹)

(۳۴۵) نماز کے بعد تسبیحات اور عرفہ کا روزہ مستحب ہے؟ مسئلہ: بعد نماز کے تسبیح، تحمید، تکبیر مستحب ہے اور صوم عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں۔ شاہ عبدالعزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۱۹)

(۳۴۶) یوم عرفہ کا روزہ عرفات میں؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع سید المرسلین، اس مسئلہ میں: کہ زید بلباس واعظ کسی شہر میں تعلیم کرنے آیا اور عرفہ ذی الحجہ کے روزہ کو، مجمع عام جامع مسجد میں منع کیا اور نویں تاریخ کو علی العموم روزہ سے منع کیا، حالانکہ صوم یوم التاسع کی بزرگی میں، احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے:

مامن أيّام أحبّ الى اللّٰه تعالىٰ ان يتعبّد له فيها من عشر ذى الحجة، يعدل صيام كلّ يوم منها بصيام سنة، وقيام كلّ ليلة منها بقيام ليلة القدر (۲)

---

(۱) مسلم شریف عن هشام بن عروة عن ابيه قال سمعت عبدالله بن عمرو بن العاص يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله لايقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذالم يترك عالما اتخذالناس رؤساً جهالا فسئلوا فافتوا بغيرعلم فضلّوا و أضلوا ص ۳۴۰ ج ۲ كتاب العلم (مطبع مجتبائی دهلی ۱۳۱۹ھ) نیز مسلم ج ۲ ص ۱۲۳۲۔۱۲۳۳ رقم الحديث ۲۶۷۳ [نور]

(۲) رواه الترمذی، كتاب الصوم، باب ما جاء فی العمل، ت محمدفؤاد عبدالباقی. التحفة ۵۲ رقم الحديث ۷۵۹ ص ۱۳۱ ج ۳ [دار الكتب العلمية، بيروت] وابن ماجة، كتاب الصيام، باب صيام العشر ج ۲ ص ۲۲۰، ۲۲۱، الحديث ۱۷۲۹ وقال الترمذی اسناده ضعيف [نیز دیکھئے: مشكوة المصابيح: كتاب الصلاة باب فی الاضحية، الفصل الثانی ص ۱۲۹ ج ۱ [عكس اصح المطابع، رشيديه دهلی ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۵ء] مشكوة كتاب الصلة باب فی الاضحية ت. رمضان بن احمدس على رقم الحديث ۱۴۷۱ ص ۵۸۸ ج ۱ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ابوداؤد سے روایت ہے۔

قال عليكم بصوم اياه العشر و إكثار الدعاء و الاستغفار و الصدقة فيها فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم. الويل لمن حرم خير أيام العشر وعليكم بصوم يوم التاسع خاصة فإن فيه من الخيرات، أكثر من أن يحصيه العادون.(۱)

وروى أنه عليه الصلوة و السلام قال: [صيام] يوم عرفة احتسب على الله تعالى ان يكفر السنة التي قبله و السنة التي بعده.(۲)

ہاں! اگر زید مذکور یہ کہتا کہ یوم الثامن و یوم التاسع کا روزہ، بباعث عجز ادائے افعال حج مقام عرفات میں مکروہ ہے، جیسا کہ قاضی خان نے اپنے فتاوی میں تحریر کیا ہے۔ عبارت فتاوی کی یہ ہے:

ولا بأس بصوم يوم عرفة، سواء كان في الحضر او في السفر، إذا كان يقوى عليه ويكره صوم يوم عرفة و كذا يوم التروية لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج. (۳)

جواب: فضائل صوم یوم عرفہ کے احادیث میں وارد ہیں اور تمام امت اس کے استحباب کی مقر ہیں، کسی کو اس میں خلاف نہیں۔ مسلم نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے:

وسئل عن صوم يوم عرفة، فقال يكفر السنة الماضية و الباقية. الحديث(۴)

اور دوسری حدیث مسلم میں ہے:

صيام يوم عرفة أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله و السنة التي بعده. الحديث (۵)

پس جو شخص اس صوم کو مکروہ بتاتا ہے، وہ ناواقف و جاہل حدیث سے ہے۔ ہاں! عرفات پر روزہ مکروہ تنزیہی

---

(۱) رواہ ابوداؤد۔ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ راقم سطور کو نہیں ملی۔

(۲) رواہ مسلم، کتاب صوم، ص ۳۶۹ ج ۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ) نیز کتاب الصیام، باب استحباب صوم ثلاثة ايام من كل شهر وصوم يوم عرفة، ت ابوقتیبہ نظر محمد الفاریابی، رقم الحدیث: ۱۱۶۲، ص ۵۱۹ ج ۱ [دار طیبہ، ریاض ۱۴۲۷ھ]۔

(۳) فتاوی قاضی خان۔ کتاب الصوم، فصل فیما یکرہ للصائم و ما لا یکرہ ص ۹۹ ج ۱ (مطبع مصطفائی کبیر والکھنؤ ۱۳۱۰ھ) نور

(۴) صحیح مسلم کتاب الصوم، باب صوم یوم عرفہ، ص ۳۶۹ ج ۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ) نیز باب مذکور میں ۵۱۸، رقم حدیث ۱۱۶۲(۲۷۴)

(۵) صحیح مسلم کتاب الصوم، باب استحباب صوم یوم عرفہ، مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ نیز ص ۵۱۸ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۱۶۲ [دار طیبہ، ریاض ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶م]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، اس لئے کہ ذکر وتلبیہ وہاں کا ذکر مسنون ہے، اس میں سبب روزہ کے کوتاہی ہوجاوے گی، ورنہ اگر وہاں کسی نے روزہ رکھ لیا تو ثواب ملتا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹)

(۳۴۷) ہزاری روزہ کی حقیقت؟ سوال: ہزارہ روزہ کو ہزار کی نیت سے رکھنا چاہئے، یا غفلی کی نیت سے، بعض تکرار کرتے ہیں۔

جواب: ہزارہ روزہ کی اصل، احادیث صحاح سے کہیں نہیں ملتی۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۴)

(۳۴۸) عشرہ محرم میں ذکر شہادت پڑھنے اور روزہ وصدقہ کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: [کہ] عشرہ محرم کو ذکر شہداء بیان کرنا اور اسی عشرہ میں روزہ رکھنا اور خیرات کرنا کیسا ہے؟ اس کا جواب کتب معتبرہ سے دیجئے۔ بینوا توجروا۔

جواب: عشرہ [محرم] میں ذکر شہادت پڑھنا حرام ہے، اس واسطے کہ یہ مشابہ رافضیوں کے ہے، وہ ان ایام میں اس ذکر کو افضل عبادت جانتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہ کام کرے، وہ ان میں ہی ہے، پس ایسا کام کرنا رافضی ہونا ہوا۔

اور روزہ عشرہ کی نویں کو مستحب ہے اور خیرات وصدقہ دینا سب روز درست ہے، اس دن میں [بھی] جائز ہے، مگر تخصیص کہ اسی روز میں ضرور ہو، بدعت ہے۔ کسی کام کو بدون اجازت شرع کے خاص کرنا حدیث میں منع فرمایا ہے۔ فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۳)

تراویح سے متعلق مسائل

(۳۴۹) بیس رکعت سے زائد تراویح کا حکم؟ سوال: یہ کہ ماہ رمضان میں بیس (رکعت) تراویح پڑھا چکا تھا، کہ ایک شخص کی وضو ٹوٹ گئی تھی، اُس سے دو رکعت تراویح فوت ہوگئی تھی، اس نے وتر کسی کو نہ پڑھائی، آیا بعد رکعت بیس کے وتر پڑھاتا، یا یہ دو رکعت پڑھانی ضرور تھی؟

جواب: تراویح بیس رکعت ہے، اس سے زیادہ کو بجماعت پڑھنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے، پس جس نے بائیس رکعت کی جماعت کرائی، بے شک وہ ناواقف مسائل دین سے ہے، اس نے یہ کام بدعت اور مکروہ تحریمہ خلاف سنت کے کیا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لوگوں کو فکر ہوتا کہ بعد تیس رکعت سے دو رکعت جماعت نہ پڑھتے، اس فعل سے لوگ بھی تنبیہ ہوتے۔ فقط

(مجموعہ فتاویٰ ص ۱۲۹، ۱۳۰)

(۳۵۰) نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم؟ سوال: نابالغ کے پیچھے تراویح درست ہے یا غیر درست، اور اس کو پڑھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نابالغ کی اقتداء تراویح میں [ایک قول کے مطابق] صحیح، اور راجح یہ ہے کہ درست نہیں۔ فقط

(مجموعہ فتاویٰ ص ۱۰۰، ۱۰۲)

(۳۵۱) اگر تراویح کی چار رکعت ایک سلام سے پڑھے تو؟ سوال: اگر نماز تراویح چار رکعت بیک سلام پڑھے، تو دو رکعت کے بعد تیسری رکعت میں سبحانک اللھم بھی پڑھے، یا نہیں؟ اور وسط قعدہ میں درود و دعا بھی پڑھے، یا نہیں؟

جواب: پڑھے، مگر چار رکعت سے [زیادہ] پڑھنا خلاف سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بہشتی گوہر ص ۱۱)

(۳۵۲) تراویح میں اگر کسی نے دو رکعت کی جگہ تیسری اور چوتھی بھی پڑھ لی تو؟ سوال: تراویح میں اگر کسی نے دو رکعت کی نیت کی تھی، مگر وہ قعدہ بھول گیا اور تیسری رکعت کو مقید بالسجدہ کرلیا، تو پھر سجدہ سہو کر لینے کی صورت میں، ہر چہار رکعت تراویح میں شمار کی جاویں گی، یا دو رکعت؟

جواب: دو رکعت شمار ہوویں گی، اگر چار پڑھیں اور تین پڑھی تو اعادہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد

(نسخہ حامدیہ ص ۱۰)

(۳۵۳) تراویح میں قرآن ختم کرنے کا حدیث سے ثبوت؟ سوال: حامداً و مصلیاً و مسلماً!

امابعد! عرض یہ ہے کہ ان مسائل کا جواب شافی تحریر فرمائیے

اول یہ کہ تراویح میں قرآن ختم کرنے کی روایت، آپ نے تحریر فرمایا تھا ابوداؤد میں ہے، سو ہم لوگوں کو تلاش کرنے سے اس کتاب میں نہیں ملی، سوا اس کے اور کسی کتاب میں بھی نہیں ملتی ہے۔ مہربانی کرکے یہ تحریر فرمائیے کہ صحابہ سے یہ عمل کن ابواب میں کون سے باب میں، کس راوی سے منقول ہے؟

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ

السلام علیکم

ابوداؤد کی جلد اول کے ص ۲۷۳ میں ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو امام تراویح بنایا تھا، وہ پس

toobaa-elibrary.blogspot.com

روز جماعت کراتے تھے اور دس روز اپنے گھر میں پڑھتے تھے، اور ختم قرآن کرنا صحابہ کا نماز تہجد میں، ہر ماہ احادیث سے ثابت ہے۔(۱) چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو کو آپ نے ہر ماہ ختم قرآن کا حکم فرمایا تھا۔ پس رمضان میں بھی بیس روز کا ختم تراویح میں اس سے واضح ہوگیا، اور یہ امر دیگر کتب احادیث میں بھی ہے، یہاں تک کہ مشکوٰۃ میں بھی۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۱۲-۷)

(۳۵۴) تراویح کا الم ترکیف سے پڑھنا، حکماً ہے، یا رواجاً؟

سوال: نماز تراویح میں جہاں تمام قرآن (شریف) نہیں پڑھا جاتا ہے، وہاں الم ترکیف سے پڑھتے ہیں، یہ بات حکماً ہے، یا رواجاً۔

جواب: جہاں سے چاہے پڑھے، دس سورت کو دو دفع پڑھنے کے سبب اس کو لوگوں نے ٹھہرا لیا ہے، ورنہ مثل دیگر نوافل کے ہیں۔ فقط

(بدست خاص ص ۱۲)

(۳۵۵) تراویح میں قل ھو اللہ کو اعوذ و بسم اللہ کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: تراویح میں جب قرآن ختم کرتے ہیں، تو قل ہو اللہ کو اعوذ و بسم اللہ کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے ہیں، یہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اعوذ تو نہ پڑھے، مگر بسم اللہ کے ساتھ تکرار قل ہو اللہ کا بعض کتب فقہ میں لکھا ہے، مضائقہ نہیں، مگر یہ ختم تمام قرآن میں ہے، نہ سورتوں سے پڑھنے میں۔ فقط

(بدست خاص ص ۱۲)

(۳۵۶) کیا نوافل کی جماعت جائز ہے؟ اور مجمع کمالات ظاہری و باطنی جناب مولانا رشید احمد صاحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی کتنی رکعات پڑھیں؟

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض خدمت شریف میں یہ ہے کہ چند مسائل جواب طلب ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ آج کل جو لوگ نفلوں کی جماعت کرتے ہیں، یہ جائز ہے؟ اور اگر یہ جائز ہے تو کتنے آدمیوں تک جائز ہے؟ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ رمضان کے علاوہ ایام (میں) تین آدمیوں تک جائز ہے، اور رمضان میں جتنے چاہے ہو جائیں مقتدی، درست ہے، جماعت کے ساتھ، اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ سوائے رمضان کے نفل جماعت ہی جائز نہیں اور اگر تین آدمیوں سے زائد ہو جائیں، تو آیا وہ جماعت مکروہ تحریمہ ہے؟

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کس صورت سے پڑھی اور کتنی رکعت تک پڑھی؟

اور مثلاً ایک مسجد کا امام ہے اور اس مسجد میں وقت مقرر ہے، تو اس وقت مقررہ کے اندر، اگر امام دو چار منٹ کی تاخیر

---

(۱) عن الحسن أن عمر بن الخطاب ؓ جمع الناس على أبي بن كعب، فكان يصلي لهم عشرين ليلة، ولا يقنت بهم إلا في النصف الباقي، فإذا كانت العشر الأواخر تخلف فصلى في بيته، فكانوا يقولون أبق أبي، سنن أبي داؤد، كتاب الوتر (۲/ ۲۵۶) رقم الحديث: ۱۴۲۴ ات: شيخ محمد عوامه، [مؤسسة الريان بيروت: ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴م] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرے، اس نیت سے کہ مقتدی زیادہ شامل ہو جائیں، اور امام تاخیر کرنے سے پہلے مقتدی نمازی بہت غصہ ہوتے ہیں، اور ناراض ہو کر امام کو برا کہتے ہیں، تو اب اس میں شرعاً حق کے اوپر کون ہے؟ امام یا مقتدی؟

جواب: السلام علیکم۔

الجواب۔ جماعت تراویح کی رمضان میں سنت ہے اور سوائے تراویح کے، رمضان اور غیر رمضان میں جماعت نفل کا ایک حکم ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر تین مقتدی اور ایک امام ہو، تو جماعت نفل کی بلا کراہت درست، رمضان و غیر رمضان میں اور جو چار مقتدی ہوں تو بکروہ تحریمہ ہے، رمضان ہو یا غیر رمضان۔ فقط۔

[**تراویح**] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شب پڑھی اور باندیشہ واجب ہو جانے کے ترک فرمادی، (۱) تو اس سے ثابت ہوا کہ ہم لوگوں کو تراویح پڑھنی چاہئے اور خود فرمادیا کہ تمہارے واسطے تراویح کو سنت کر چلا (۲) اور آپ [کا] ادا کرنا، کبھی اول شب سے شروع ہوا اور اخیر شب میں تمام کیا، اور گاہ آخر شب میں سب پڑھ لیں۔

اور عدد رکعات، سو احادیث ضعاف سے ثابت ہے کہ بیس رکعتیں تھیں (۳) ایک حدیث ضعیف کو دوسری حدیث ضعیف سے اتنی قوت حاصل ہوگئی، کہ قابل سند ہو جائے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیس رکعتیں پڑھنا، خود ایک حجت ہے، (۴) اور احادیث صحاح (میں) کوئی حدیث اس کے منافی نہیں، اگرچہ نافہم اسے منافی سمجھیں اور اس کی بحث اس وقت کرنے کی گنجائش نہیں۔ فقط

مقتدی کی توقع میں دو چار منٹ دیر جائز بلکہ سنت ہے، البتہ اتنی دیر نہ کرے کہ حاضرین کو تکلیف ہو، کہ یہ مکروہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ — الجواب صحیح — ابوالحسن عفی عنہ

[اوراق نقل فتاوی حضرت مولانا گنگوہی، مخزونہ نیشنل میوزیم لائبریری، کراچی]

عکس بشکریہ ڈائریکٹر صاحب نیشنل میوزیم۔ کراچی، پاکستان

---

(۱) رواہ الشیخان عن عائشۃ رضی اللہ عنہا صحیح بخاری، کتاب التہجد باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل جلد اول، جزء ثانی ص ۴۶ رقم ۱۱۲۹ [مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴م] نیز بخاری شریف باب ندورج ۱ ص ۱۵۲، حدث: ۱۱۱۷ھ (نور)

(۲) یہ حدیث امام نسائی نے روایت کی ہے۔ کتاب الصیام باب من قام رمضان وصامہ ایماناً واحتساباً ج ۱ ص ۳۰۸، [مجتبائی دھلی ۱۳۱۵ھ] بیر ص ۵۳۹، رقم الحدیث ۲۲۰۶ تحریج صفی حمبل العطار، [دار الفکر بیروت ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۵ء] بیر الترغیب والترھیب للمنذری، کتاب الصوم باب الترغیب فی صیام رمضان احتسابا ص ۶۴ ج ۲ رقم الحدیث ۳۴ [دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۷ھ] (نور)

(۳-۴) تفصیلات کے لئے دیکھئے فتح الباری شیخ الاسلام حافظ ابن حجر (کتاب صلوۃ التراویح ص ۲۵۳، ۲۵۴ ج ۴ دار الفیحا دمشق بلاسہ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۵۷) رمضان المبارک میں اگر عشاء کی جماعت نہ ملے، تو تراویح اور وتروں میں شامل ہونے کا حکم؟ **سوال:** رمضان میں جو شخص فرضوں کی جماعت سے محروم رہ گیا ہے، تو وہ شخص تراویح میں اور وتر کی جماعت میں بھی شامل ہو، یا نہیں؟

جواب: جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے، کچھ حرج نہیں۔ فقط (بدست خاص ص ۴۲)

(۳۵۸) تراویح کے وقت اسی جگہ یا صف سے آگے پیچھے فرض یا سنتیں پڑھنا؟ **سوال:** رمضان میں جماعت تراویح کی ہو رہی ہے اور ایک شخص آیا کہ جس نے فرض نماز نہیں پڑھی، تو وہ شخص اگر اسی مسجد میں برابر جماعت کے، یا آگے پیچھے جگہ دیکھ کر، فرض اور سنت پڑھے تو ہو جاویں گے، یا نہیں، یا کہیں اور جگہ اوٹ میں پڑھے۔

جواب: ایسی حالت میں فرض پڑھ لیوے، تو درست ہے، مگر اولیٰ نہیں کہ مخالفت مسلمین کی ہے۔ فقط

(خاص ص: ۱۵۶)

[نوٹ: ایک اور مسئلہ: مسافر اگر روزے رکھتا ہو، تو اس کے لئے تراویح کا حکم؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

رویتِ ہلال کے مسائل

(۳۵۹) ایک قاضی کی دوسرے قاضی کو چاند کی اطلاع، کب قابل تسلیم ہے؟ **سوال:** قاضی بصرہ نے بنام قاضی کوفہ بذریعہ تار برقی یہ خبر بھیجی، کہ ہم نے حکم عید کا دیا ہے، اس خبر کے آنے سے قاضی کوفہ کو حکم عید کرنے کا دینا اس شہر کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر قاضی بصرہ نے یہ تار دیا کہ عدلین کی شہادت پر رویت ہلال ہوئی اور اس پر ہم نے حکم افطار دیدیا ہے، تو قاضی کوفہ اس خبر پر کوفہ میں حکم عید کا دیوے، تو جائز ہے، کہ خبر کتاب القاضی کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتویٰ نقل بدست مولانا عبد الحکیم، چلانوہ۔ موجود ذخیرۂ نور)

(۳۶۰) عید کا چاند ایک شہر میں نظر آئے اور دوسرے میں نظر نہ آئے تو کیا کیا جائے؟ **سوال:** رمضان یا عید کا چاند، اگر ابر وغیرہ کے سبب سے، ایک شہر میں نہ معلوم ہوا اور دوسرے شہر والوں کو معلوم ہو، تو حنفیہ کا مفتی بہ مسئلہ کیا ہے؟

فقہ کی مشہور کتابوں میں یہ فتویٰ لکھا ہے کہ دوسری جگہ کی سچی خبر کا اعتبار کرنا چاہئے، اگرچہ بہت دور کی خبر ہو۔ مگر اس ملک میں بعض علماء یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ زیادہ دور کی خبر معتبر نہیں ہے، جہاں تک سفر کرنے میں قصر واجب نہیں ہے، فقط وہاں تک کی خبر معتبر ہے۔ تو صحیح اس مسئلہ میں قول اول ہے، یا قول ثانی؟ اگر قول ثانی صحیح ہے تو اس قول کو حنفیہ نے کس کتاب میں ترجیح دی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے، کہ فقہ حنفیہ کے نزدیک قول اول و ترجیح معلوم ہوتی ہے اور منجمین کے قول سے معلوم ہوتا ہے قول ثانی مذہب حنفیہ میں سے کس فقیہ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے؟

جواب: حنفیہ کے نزدیک رمضان اور شوال کا چاند اگر مشرق میں دیکھا گیا تو مغرب میں بھی شرعاً ثبوت ہلال واجب ہے، یہ ظاہر الروایۃ ہے اور کتب فتویٰ اس پر مبنی ہے، دوسری روایت ظاہر الروایت کے مقابل اگرچہ دوسری بھی ضعیف نہیں ہے، اور یعنی شہر کنز وغیرہ کا یہ فتویٰ ہے۔ فقط

(۳۶۱) تار کے ذریعہ چاند کی خبر کب معتبر ہے؟

سوال: زید نے بکر سے جو ریلوے تار برقی کا ملازم ہے بذریعہ تار برقی کے بھیجی کہ ہم نے رویت ہلال کیا ہے، اس خبر کے پہنچنے سے عمرو کو روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر زید مخبر عدل ہے تو اس کی خبر پر صوم جائز ہے اور فطر بعد تین کی خبر پر جائز ہے، ایک عدل کی خبر سے فطر جائز نہیں اور عدلین اگر اپنا بلال دیکھنا لکھیں تو معتبر ہوگا، اگر اپنے شہر کے دو آدمی یا دیکھنا لکھیں تو معتبر نہ کیا جاوے گا۔ حاصل خبر تار کا معتبر ہے، جیسا کہ تحریری خط کا معتبر کیا جاتا ہے، اور عدالت وغیرہ سب موجود ہونا ضرور نہیں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمد یوسف عفی عنہ، بروز سوموار، ۲۹ رمضان، ۱۳۴۶ھ

صحیح: محمد کفایت اللہ عفی عنہ، بروز سوموار، ۲۹ رمضان، ۱۳۴۶ھ

(۳۶۲) اگر کوئی شخص تار یا خط کے ذریعہ، چاند ہونے کی اطلاع دے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مثلاً لکھنؤ کا رہنے والا مراد آباد والوں کو خبر دیوے بذریعہ تار برقی یا خط یا خبر بھیجنے کی کہ یہاں چند شخص نے رمضان وغیرہ کا ہونا دیکھا، ان کا خبر دینا معتبر ہوگا یا نہیں، موافق مذہب امام ابوحنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بذریعہ برقی کے جواب فرمائیں اور نیز محدثین کا اس میں کیا مذہب ہے؟

جواب: لکھنؤ کا یہاں کا رہنے والا مثلاً خبر دینے کی کو دوسرے شہر کے یا تار برقی کے یا تحریر خط کی تو فی ہے، یا خبر میں کسی کے نام درج خط کی ذکر کرے، یہ تحریر کا شہر معتبر ہوگا جس کی طرف سے خبر دینے والے کا ثقہ ہونا اور دو مخبر کی خبر و تحریر ہونا چاہئے، اگر دو ثقہ خط سے یا تار سے خبر رویت پہنچی تو فطر درست ہو جائے گا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ ثبوت خط یا تار کا مثل خبر زبانی کے ہے اور جو کچھ روایت زبانی میں ہے وہی خط اور تار کی خبر میں ہونا معتبر ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۳) ملاحظہ ہو فتاویٰ ۳۶۰ ص ۱۰ ج ۱ مسئلہ رویت ہلال بحساب طبع جدید۔ (۴) بقیہ ص ۳۶۱ ج ۱ مسئلہ رویت ہلال بحساب طبع جدید۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

عیدین اور متعلقاتِ عیدین

(۳۶۳) صدقۂ فطر میں ستو دینے کا کیا حکم ہے؟

سوال: صدقہ فطر میں گندم خام یا جو خام دینا، یعنی جیسے گندم یا جو کا ستو کہا کرتے ہیں، کہ وہ کچی ہوا کرتی ہیں، جائز ہے، یا نہیں، اور دے تو کتنے دے؟

جواب: اگر وہ خشک ہو گئے ہوں تو دینا جائز ہے اور اسی قدر دیئے جائیں گے جس قدر گندم پختہ دیئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴۹)

(۳۶۴) حضرت عثمانؓ کا خطبۂ عیدین نماز سے پہلے پڑھنے کی وجہ اور اردو میں خطبہ کا حکم؟

سوال: پہلے نماز عیدین سے خطبہ پڑھنا، بعض کتب میں حضرت عثمان سے ثابت ہے، یہ سنت عثمانی ہے یا بدعت مروانی؟

جواب: عیدین کے احکام کو جو عیدین سے جمعہ پہلے ہو، اس میں تلقین اور وعظ کی مستحسن ہے اور خطبہ میں اردو بیان کرنا مکروہ ہے، اور حضرت عثمان [غنی] رضی اللہ عنہ نے قبل نماز [عید] خطبہ پڑھا ہے، اس واسطے کہ ان کے وقت میں دور دور سے لوگ حاضر ہوتے تھے، اگر آپ نماز پڑھ کر خطبہ پڑھتے تو دور والے شریک نماز نہ ہوتے اور دیر کرنا پڑتی تا کہ باہر کے آدمی آجاویں اور پھر خطبہ پڑھتے تو خلق کثیر کو گرمی کی تکلیف ہوتی، اس واسطے یہ سہولت پیدا کی، کہ خطبہ اول پڑھا کہ شرکت باہر والوں کو حاصل ہو جاوے اور خطبہ سے کوئی حاضر محروم نہ رہے، اور عیدین کا خطبہ سنت ہے نہ کہ واجب۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(فرخ آباد ص ۵۱)

(۳۶۵) کیا عیدین کی نمازوں میں زبان سے تکبیرات کی نیت کرنا ضروری ہے؟

سوال: نماز عیدین وجنازہ میں تکبیرات کو نیت کرنے کے وقت، زبان سے کہنا مثلاً نیت کی نماز دو رکعت واجب عید الفطر کی مع چھ تکبیرات، چاہئے یا نہیں، فقط ویسے ہی نیت کر لے۔

جواب: زبان سے کہنے (کی) ضرورت نہیں اور تکبیرات کی نیت بھی ضرور [ی] نہیں؟ فقط نماز عید کی اور جنازہ کی نماز کی نیت کافی ہے۔

(بدست خاص جواب ۱۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۶۶) عیدین اور جمعہ اگر فوت ہوجائیں تو کیا کریں؟ سوال:

پھر جس نے نہیں پڑھی وہ دوسری جماعت اسی جگہ یا نہیں اور گھر کے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا بدون جماعت ہی پڑھ لے یا نہیں؟

جواب: اگر جمعہ و عید فوت ہوجائے تو لوگ وہ امام مقرر کرکے دوسری جگہ اور گھر میں تو درست ہے اس جگہ نہ پڑھیں۔ بدون جماعت یہ نمازیں درست نہیں ہوتیں۔ فقط

(ہدیۃ الخاص ص ۲۰۱)

(۳۶۷) اگر کسی وجہ سے مقتدی کی، جمعہ یا عید کی نماز فاسد ہوگئی تو وہ کیا کرے؟ سوال:

عیدین کی یا جمعہ کی نماز مقتدی کی نہ ہوئی اس وجہ سے کہ اس کے بدن سے خون نکل آیا یا اور کچھ ہوا تو وہ نماز کو دوبارہ پڑھے یا نہیں؟

جواب: تنہا دوبارہ یہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔

(ہدیۃ الخاص ص ۲۰۱)

(۳۶۸) عیدگاہ میں ممتاز اور بااثر لوگوں کے لئے جگہ، خاص کر لینے کا حکم؟ سوال:

شہروں میں یہ دستور ہے کہ جب وہ عید یا بقر عید کا ہوتا ہے تو قاضی شہر کا آٹھ بجے ایک فرش واسطے ان لوگوں کے جو عیدگاہ میں اگلی جماعت میں بچھوا دیتا ہے اور کسی کو اس پر بیٹھنے نہیں دیتا، بلکہ جو شخص قاضی کے فرش (کے) آنے سے پیشتر اگلی جماعت میں اپنی چادریں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں، تو قاضی کا آدمی یا خود قاضی ان کو وہاں سے اٹھا دیتا ہے اور قاضی اور اس کے ہمراہی جو کہ سرکاری اور اس سے متعلق ہوتے ہیں، وہ دس بجے آکر اس پر بیٹھتے ہیں، اور اس فرش پر اندرونی قاضی سے پہلے بیٹھ جاتا ہے، تو قاضی اس کو پچھلی جماعت میں کر دیتا ہے، اور اندرونی قاضی صاحب سے یوں کہتا ہے کہ یہ شخص صحیح واسطے اگلی جماعت کے تھوپ دی تکلیف اٹھاتے ہیں اور آپ اور آپ کے ہمراہی اس وقت دس بجے آئے، قاضی یہ خبر سنتے ہی اگلی سے پچھلی میں کر دیئے جاتے ہیں، بعد آپ کو اگلی جماعت کا شوق ہے، تو آپ وقت اپنے ہمراہیوں سے پہلے آجانے، تو درجواب اس کے قاضی نے کہا کہ اگرچہ ہم دس بجے آتے ہیں لیکن فرش تو ہمارا پہلے آجاتا ہے۔ جو حکم خدا اور رسول کا ہو تحریر فرماویں؟

جواب: قاضی کا پہلے فرش بچھوانا ایسے لوگوں کے واسطے منع ہے اور خود بھی چادریں اٹھوا دینی جس طرح سے مسجد و عید سب وقف مکان ہوتے ہیں، سب مسلمان اس میں برابر ہیں، جو پہلے آئے وہ اپنی جگہ کا مستحق ہے، کسی کو بھی جگہ متعین نہیں پہلے آنے والے کو حق ہے اور اپنی جگہ کا وہ اس سے پہلے بھی مستحق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے واسطے منبر میں مکان بنایا جاوے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نہیں! کیونکہ منیٰ جگہ پہلے جانے والے کی ہے۔ (۱) یعنی جو پہلے پہنچ کر ٹھہر گیا، وہی اس جگہ کا مستحق ہے، وہاں اپنا مکان بنانا جگہ کا روک لینا ہے، یہ درست نہیں۔ پس یہ قاضی جو ایسا کرتا ہے گنہ گار ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

یہ جواب صحیح ہے محمد مراد عفی عنہ

فیوض رشیدیہ ص ۲۳ (فخر المطابع میرٹھ: بلاسنہ)

(۳۶۹) عید کے موقع پر انعام وغیرہ دینا اور دعوت؟

اور انعام عیدین اور تقسیم طعام عیدین میں بھی روا ہے، اس کو مؤکد نہ جانیں کہ اوقات سرور میں یہ امور ثابت ہیں۔ ہاں! اگر ترک ان کا طبع پر گراں اور موجب شرم اور خفت جانا جاوے، تو البتہ داخل بدعت ہو جاویں گے۔

(فتح آباد ص ۴۸)

(۳۷۰) عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھنا؟

سوال: عید کے روز سویاں ضروری جانتے ہیں اور ان کا پکانا کھانا موجب ثواب جانتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کام کو کسی روز اپنی رائے سے ضروری جاننا بدعت ہے، فاعل اس کا مبتدع ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۴۲-۲۴۱)

(۳۷۱) عصر کے بعد اور لہو لعب کے ساتھ عید کی نماز؟

سوال: نماز عیدین بعد عصر قبل مغرب مع لہو ولعب، مثل تاشہ و باجہ و سنکھ وغیرہ کے جا کر پڑھنا، موجب ثواب کے ہوں گی، یا نہیں؟ اگر کوئی منع کرے اور کہے کہ وقت نماز عیدین قبل زوال ہے، اس وقت جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہمارے [بڑے] ہمیشہ سے اسی وقت پڑھتے چلے آئے ہیں اور بعض لوگ قبل زوال کے پڑھ کر، عوام کے ساتھ بعد عصر کے پڑھتے ہیں، موجب ثواب کے ہونگے، یا نہیں؟ اور وقت نماز کا کب سے کب تک ہے، مع سند حدیث وفقہ کے جواب تحریر کریں، تاکہ عوام کو سند ہوئے۔ بینوا توجروا۔

جواب: نماز عید کا وقت دو پہر تک ہے اور بعد زوال کے عید کی صلوٰۃ کا وقت نہیں رہتا، قال فی الہدایۃ:

واذا زالت الشمس خرج وقتها (۲) الحدیث

ترجمہ: جب سورج ڈھل گیا [زوال ہو گیا] عید کی نماز کا وقت ختم ہو گیا۔ (ت: نور)

پس جو لوگ عید کو بعد عصر پڑھتے ہیں، ہرگز واجب صلوٰۃ عید کا ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ تارک صلوٰۃ واجب ہو کر فاسق ہوتے ہیں، اور پھر بعد عصر کے نماز غیر مفروضہ کا پڑھنا بھی حرام ہے۔ لقوله عليه السلام:

---

(۱) رواه الترمذی عن عائشة: قالت: قلنا: یارسول الله الانبنی لک بناء [وفی نسخة محمدفواد محمدعبدالباقی (بیتا) یظلک بمنی] قال: لا، منی مناخ من سبق. ص: ۱۷۷، ج: ۱، ابواب الحج باب ماجاء منی مناخ لمن سبق [کتب خانه رشیدیه دهلی] ت: محمدفواد عبدالباقی رقم الحدیث ۸۸۱، ص: ۲۲۸، ج: ۳ [دار الکتب العلمیة بیروت: ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء] اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) ہدایہ ص ۱۵۳ جلد اول باب العیدین (مطبع مصطفائی ۱۲۸۹ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

لاصلوة بعد العصر (۱) الحدیث ترجمہ: عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ (ت: نور)

سواس وقت میں نماز عید پڑھنے میں، دوگناہ ان کے ذمہ پر لازم ہوئے، ایک صلوٰۃ واجب کا، اپنے وقت سے ترک کرنا، دوسرا بعد عصر کے نماز پڑھنا اور پھر ڈھول، باجہ اور لہو، کہ یہ سب جملہ اوقات میں حرام ہیں، بجانا۔ یہ تیسرا موجب فسق و فجور ان لوگوں کا ہے۔ بہر حال یہ لوگ سخت فاسق گنہگار ہیں، ایک ذرہ بھی ثواب ان کو نہیں، بلکہ وبال بر وبال معاصی کا ان کے ذمہ پر ہوتا ہے، اور رسم باپ دادا کی خلاف شرع، موجب عصیان کا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

أولو كان آبائهم لايعقلون شيئا ولايهتدون. (البقرہ)

پس ایسے رسوم اجداد کو، کہ خلاف حکم کتاب اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو، ترک کرنا فرض عین ہے، کسی مسلمان کو اس کا ارتکاب جائز نہیں، اور ایسی حرکات غیر مشروعہ سے توبہ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۴۰۔۲۳۹)

(۳۷۲) عیدین کے بعد بطور خاص مصافحہ کرنے کا حکم؟

عیدین کے بعد مصافحہ اور معانقہ بخصوصیت کرنا بھی بدعت ہے۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۴۲۹)

(۳۷۳) مصافحۂ عیدین: مصافحہ مطلقاً مسنون ہے، تخصیص کسی وقت (ابتداءً) کی بدعت ہے، پس جو مصافحہ عیدین کو زیادہ مؤکد جانیں، یا کبھی نہ کریں مگر عیدین کو ضرور کریں، یہ بدعت ہے۔ ایسا ہی جو کبھی نہ کرے، بعد وعظ کے ضرور کرے، یا وعظ کے بعد مصافحہ کو زیادہ مؤکد و موجب ثواب کا جانے، لاریب بدعت ہے، اس میں کیا کلام ہے؟ فقط (فتاوی آبادص ۱۸)

(۳۷۴) تکبیرات تشریق عید کی نماز کے بعد بھی واجب ہیں:

سوال: تکبیر تشریق جو نویں ذوالحجہ کی صبح سے شروع ہوتی ہے، تو دسویں تاریخ [کو] عید کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہنا واجب ہے، یا نہیں؟

جواب: تکبیرات تشریق بعد نماز عید کے بھی واجب ہیں، تیرہویں کے عصر تک۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۹)

---

(۱) متفق علیہ، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس و لاصلوة بعد العصر حتی تغیب الشمس رواہ البخاری، باب لایتحری الصلاة قبل غروب الشمس ج ۱ ص ۱۰۱، رقم الحدیث ۵۸۶ [الریاض ۱۴۰۴ھ] نیز بخاری باب مذکور ج ۱ ص ۸۲-۸۳، رقم الحدیث ۵۷۸، مکتبة الاصلاح لال باغ مرادآباد، الهند، ۱۴۱۵ھ، ورواہ مسلم، ج ۱ ص ۲۷۵، مطبع مجتبائی دهلی، ۱۳۱۹ھ، ونیز مسلم، ت: ابوقتیبه نظر محمد الفاریابی رقم الحدیث ۸۲۷ ص ۳۷۰ ج ۱ [نیز دیکھئے مشکوة المصابیح ص ۹۴ ج ۱ کتاب الصلوة، الفصل الاول، باب اوقات النهی] کتب خانه رشیدیه دهلی ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء] نیز مشکوة باب مذکور ج ۱ ص ۴۳۳، رقم الحدیث ۱۰۴۱ رمضان بن احمد بن علی آل عوف، [مکتبة اللوء الدولیة حزم ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھٹا باب

کتاب الأضحیۃ

(قربانی اور چرم قربانی کے مسائل)

(۳۷۵) قربانی واجب ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہائے مفصلہ ذیل میں: [کہ] ذبیحہ قربانی عیدالاضحیٰ فرض ہے، یا واجب، یا سنت مؤکدہ، یا مستحب؟

جواب: اضحیہ عند الحنفیہ واجب ہے، کہ اسکے ترک میں وعید وارد ہوئی ہے اور یہ ہی تحقیق ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۲)

(۳۷۶) قربانی سفر میں واجب نہیں، قیام میں ہے: مسئلہ: خلاصہ جواب مسئلہ یہ ہے کہ حالت سفر میں اضحیہ نہیں، اور قیام میں واجب۔ بصورت مرقومہ میں اگر بوقت اضحیہ کے سفر ہے، واجب نہیں، اگر وجوب کا جواب بندہ نے دیا تھا تو خطا تھی، خیال اس قدر ایام پر نہیں کیا۔ فقط

(حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد صاحب، مکتوب: ۳۰)

(۳۷۷) اپنے مکان میں اور بارھویں ذوالحجہ کی شام تک قربانی صحیح ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکان زید کے اندر قربانی کرنا درست ہے، یا نہیں، اور قربانی کرنا کتنے روز تک درست ہے؟

جواب: قربانی کو اپنے مکان میں ذبح کرنا درست ہے، کوئی کراہت اس میں نہیں اور تمام امت کے نزدیک یہ امر جائز ہے، کیوں کہ حدیث میں مطلق قربانی کرنے کا حکم ہوا ہے، کوئی قید مکان کی نہیں فرمائی، پس مقید کرنا مطلق نص کا اپنی رائے سے ممنوع ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ذات یوم فقال من صلّی صلوتنا و استقبل قبلتنا فلایذبح حتّی ینصرف. الحدیث(۱)

---

(۱) أخرجه البخاري في كتاب الأضاحي، باب في ذبح قبل الصلاة اعاد بنسخه هندية ص ۱۳۴ ج ۲ [مراد آباد ۱۴۱۵ھ] (ص ۸۹)

= بخاری باب مذکور ج: ۳، ص: ۸۹ رقم الحدیث: ۵۵۶۳ [مكتبة النهضة الحديثة، مكة المكرمة، الرياض ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ) جو شخص نماز پڑھتا ہے، مسلمانوں کی نماز اور متوجہ ہوتا ہے ہمارے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف، وہ ذبح نہ کرے قربانی کو، جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیوے۔ [ترجمہ حضرت گنگوہی]

پس کچھ قید اس میں نہیں اور فخر عالم علیہ السلام نے جو مصلی (۱) پر ذبح کیا ہے، تو اعلام کے واسطے، کہ سب کو اطلاع ہو جاوے اور آپ سے پہلے کوئی نہ کرے، اس واسطے کیا ہے اور صحابہ اپنے اپنے گھر میں اور جہاں کسی کا دل چاہتا تھا، کرتے تھے، چنانچہ کتب سے واضح ہے۔ پس جہاں چاہے ذبح کرے، اس میں کوئی قید کسی مکان کی نہیں اور قربانی کرنا پہلے روز افضل ہے، دسویں تاریخ کو۔ اور گیارہویں اور بارہویں کو بھی درست ہے، چنانچہ حدیث میں ہے، پھر تیرہویں کو درست نہیں۔ لہٰذا بارہویں کی شام تک وقت قربانی کا ہے۔ کذا فی کتب الفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ گلدستہ ص ۱۹۷، ۱۹۸)

(۳۷۸) اگر قربانی واجب تھی اور ایام قربانی گزر گئے، تو کیا کرنا چاہئے؟ سوال: اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب ہے اور اس سے ادا نہیں ہوئی، کہ ایام قربانی گزر گئے، تو اس کا عوض دوسرے سال قربانی کرے، یا قیمت قربانی ساتواں حصہ کسی محتاج کو دیوے۔

جواب: اس صورت میں قیمت قربانی کی صدقہ کرے، اگلے سال قربانی کرنے سے ادا نہیں ہوگا، فقط (۲)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، سوال ۱۰)

(۳۷۹) قیمت دیدینے سے قربانی ادا نہیں ہوگی: سوال: جس حالت میں کوئی شخص گوشت قربانی لینے والا نہیں ہے تو ایسی صورت میں قیمت قربانی شرعاً بیت المال میں داخل ہونی چاہئے، یا نہیں؟ یا بطور خود قربانی کرنے والا حسب حصص مقررہ شرعی، یا خلاف حصص مقررہ شرعی کے للہ تقسیم کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں اس کو مثل قربانی کے ثواب ہووے گا، یا نہیں؟

جواب: قیمت دینے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، ذبح کرنا ہی واجب ہے، خواہ قیمت بیت المال میں دیوے، یا فقیر کو دیوے، کسی حال واجب ادا نہیں ہوگا، اگر جان کر ذبح کو ترک کرے گا، گنہگار ہووے گا۔ البتہ اگر کسی عذر سے ایام قربانی کے نکل گئے، تو قیمت اضحیہ کی فقیر پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ گلدستہ ص ۱۹۳، ۱۹۴)

---

(۱) اس سے مراد مصلی العید ہے، یعنی جہاں عید کی نماز ادا کی جائے۔ یعنی وہیں نماز عید الاضحیٰ ادا فرمائی، وہیں قربانی بھی فرمائی تھی۔ (نور)

(۲) اگر وہ قضاء میں حصہ کافی نہیں ہوگا، بلکہ متوسط درجہ کا بکرا ذبح کرنا ہوگا، حصہ کا جز کیا اب تک نہیں ملا۔ (اضافہ از حضرت مفتی محمود حسن)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۸۰) مردہ کی جانب سے کی گئی قربانی کا حکم؟ **سوال:** قربانی جو کسی مردہ کی طرف سے کی جاوے، تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے، آیا سب صدقہ کرے یا آپ بھی کھاوے، مثل اور قربانی کے؟

جواب: اگر مردہ وصیت کر گیا ہے کہ قربانی میری طرف سے کرنا، تو سب گوشت کھال کو صدقہ کرے،(۱) اور جو خود اپنی طرف سے کرتا ہے، تو جس طرح اپنی قربانی کا مختار تصرف کا ہے، اس کا بھی ویسا ہی ہوگا۔ فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(بدست خاص، سوال ۸۴)

(۳۸۱) اگر کسی وجہ سے دس ذی الحجہ کو نماز نہیں پڑھی گئی، تو اس دن زوال کے بعد قربانی کا حکم؟ **سوال:** دس تاریخ ذی الحجہ کو نماز نہیں پڑھی گئی کسی وجہ سے، تو قبل نماز قربانی بھی مصر یا قریہ والوں کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قریہ میں تو ہر حال جائز ہے، کہ محل نماز عید کا نہیں، اور مصر میں اگر نماز نہ ہو تو بعد زوال کے، اگر قربانی کر لیوے تو درست ہے، نماز دوسرے روز پڑھی جاوے گی۔ قبل زوال اگر ہو گئی تو درست نہیں۔(۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، سوال ۴۸)

(۳۸۲) جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی ایسے مقامات پر صبح صادق کے بعد قربانی؟ **سوال:** گاؤں کے رہنے والے کو قربانی نماز پڑھ کر کرنا افضل ہے، یا نماز سے پہلے قربانی کرنا افضل ہے، اور قبل نماز قربانی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جہاں نماز ادا نہیں ہوتی وہاں بعد صبح صادق کے جائز ہے، خواہ کبھی ہو درست ہے، پہلے [ہو] یا پیچھے۔

(بدست خاص، سوال ۲۱)

(۳۸۳) عید الاضحیٰ کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا بہتر ہے: **سوال:** قربانی کے گوشت میں سے۔ قربانی کرنے والا پہلے کچھ گوشت کھا لیوے تب اور کچھ کھانا کھاوے، یہ سنت ہے، یا کیا؟

جواب: اولیٰ یہی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۶۰)

(۳۸۴) قربانی میں کتنے حصے ضروری ہیں؟ **سوال:** ذبیحہ قربانی عید الاضحیٰ کتنے حصوں پر تقسیم ہونا چاہئے، اگر حصص مقررہ شرعی پر گوشت تقسیم نہ ہو تو آیا قربانی جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

جواب. اضحیہ [میں] اراقت دم واجب ہے اور پھر گوشت اضحیہ کا مالک صاحب اضحیہ ہے، چاہے سارا کھاوے، چاہے سب کو صدقہ کر دیوے، چاہے سارا ہدیہ میں دے دیوے، مستحب یہ ہے کہ ثلث کو صدقہ کرے اور ثلث ہدیہ اور ثلث خود کھاوے، بہر حال گوشت کو جو چاہے سو کرے، اضحیہ فقط ذبح سے ادا ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ قوانین ص ۱۸۱)

(۳۸۵) قربانی کے گوشت میں اگر سب شریک رضامند ہوں تو تقسیم گوشت میں کمی زیادتی کا حکم؟

سوال: قربانی کا گوشت اگر شریک کو (۱) سے تقسیم کریں اور کسی شریک کے پاس کم جاوے اور کسی کے پاس زیادہ، یا کوئی شریک اپنے حصہ سے زائد چھین لیوے یا چرا لیوے، تو وہ قربانی جائز رہی، یا سب کے حصہ کی ناجائز ہوئی۔

جواب: رضامندی سے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بہشتی گوہر ص ۵۹)

(۳۸۶) قربانی کے جانور میں تقسیم حصص کی ایک صورت کا حکم؟

سوال: سات آدمیوں نے مشورہ کیا، ایک گائے کی قربانی کرنے کا اور کہا کہ ہم سب شریک ہو جاویں گے، اور قیمت گائے کی مبلغ ۹ روپیہ سب کو معلوم تھی، لیکن چونکہ گائے کا مالک قرابتی شخص تھا، اس لئے قیمت گائے کی نہ تو جمع کی اور نہ مالک کو دی، مگر یہ بات ٹھہرائی کہ اس گائے کی ہم قربانی کریں گے۔ جس روز قربانی کا دن ہوا تو ایک شخص حصہ داروں میں سے، کہیں گیا تھا، نماز عید الاضحیٰ پڑھنے کے واسطے، اور وہ شام تک وہیں رہا، تب ان چھ شخصوں نے مشورہ کیا کہ شاید وہ ساتواں شخص شریک قربانی نہ رہے، تم چھیوں آدمی قربانی کر لو، چھ حصہ ٹھہرا کر اس کا حصہ نہ ٹھہراؤ، غرض ان چھیوں نے قربانی کر لی، بعد قربانی کرنے کے جس وقت گوشت تقسیم کرنا شروع کیا تو وہ ساتواں شخص بھی آ گیا اور کہا کہ میرا حصہ بھی لاؤ اور قیمت میرے حصہ کی لے لو۔ چونکہ اس وقت تک بعضے حصہ داروں نے تو اپنے حصہ کے دام دے دیئے تھے اور بعض کے رہے تھے، تب ان میں جھگڑا ہوا کہ اب اگر ہم شریک کر لیں تو شاید ہماری قربانی بھی جاتی رہے، تو اس صورت میں اگر وہ ساتواں شخص بھی شریک ہو جاوے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر گائے کو سات حصہ مقرر کر کے خرید کر لیا تھا، تو وہ شریک ہو چکا ہے۔ اب چھ کے ذبح کرنے سے اور قصد کرنے سے اس کا حصہ ساقط نہیں ہوا، اور جو تجویز ہی تھی، بیع نہیں ہوئی تھی، اس کی غیبوبت میں چھ نے بیع کی، تو اب وہ شریک نہیں ہو سکتا، اگر شریک کریں گے تب بھی درست نہیں، بلکہ شریک کرنا منع ہے، کیونکہ وہ جیسے کی قربانی

(۱) [illegible]

ہو چکی۔ البتہ ذبح سے پہلے آ کر شریک ہو جاتا، تو کراہۃً درست تھا، اب کچھ نہیں ہو سکتا، قربانی ہو چکی۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱۳۰)

(۳۸۷) قربانی کیلئے باہم معاملہ طے ہو جانے کے بعد، ایک شریک کے موجود نہ ہونے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

سوال: تین آدمیوں نے ایک جانور قربانی کرنا ٹھہرایا اور مبلغ (پانچ روپئے) کو وہ جانور ٹھہرا، لیکن ہنوز اس کی قیمت ادا نہیں ہوئی کہ جو روز عید الاضحیٰ کا آ گیا، ان تین میں کا ایک شخص کہیں چلا گیا، کہ اس عرصہ میں ان دو آدمیوں نے کہا کہ شاید وہ تیسرا شریک نہ رہے ہم دونوں ہی قربانی کر لیں، بعدہ ان دو آدمیوں نے قربانی کر لی اور گوشت تقسیم کرتے تھے کہ جو تیسرا بھی آ گیا اور ان میں تکرار ہوا، کہ اب شریک کرنا درست نہیں، آخر ایک حصہ دار تو اپنا نصف حصہ تقسیم کر لے گیا، اور دوسرے نے کہا کہ بھائی! اس حصہ میں ہم اور تم دونوں شریک رہے، وہ ایک حصہ ہر دونوں نے نصفا نصف تقسیم کر لیا اور یہ کہا کہ اگر یوں جائز ہوا، تو میں تم سے تمہارے حصہ کے موافق دام لے لوں گا، اور اگر جائز نہ ہوا تو یہ گوشت میں قرابتی کو دینے میں سمجھ لوں گا، تو اس صورت میں اگر وہ تیسرا شریک رہے، تو قربانی جائز رہی، یا نہیں؟

جواب: اگر گائے کی بیع ہو چکی تھی اور ہر سہ شریک قربانی کے ہو لئے تھے اور قیمت ادا نہیں کی تھی، پھر ایک غائب ہوا اور دو نے جانور ذبح کر لیا، تو وہ ہر سہ کا مال تھا، ہر سہ کی قربانی ہوئی، ہر سہ برابر گوشت لیویں گے اور جو فقط قرار دادِ قیمت تھی، بیع تام نہیں ہوئی اور پھر دونوں [نے] خرید کر قربانی کی، تو قربانی دو کی ادا ہوئی، نہ تیسرے کے ذمہ سے قربانی ادا ہوئی، نہ اس کی ملک گوشت ہو سکتا ہے۔ نہ اس کی بیع درست ہے کہ گوشت دیکر قیمت گوشت کی لیوے، البتہ قرابت کے سبب جو گوشت اس کو دیا، قربانی اس کی درست ہو گئی، مگر ثالث کے ذمہ قربانی واجب رہی۔

(بدست خاص، سوال ۱۴۳)

(۳۸۸) اگر قربانی کا ایک شریک نہ پیسے دے، نہ گوشت لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر قربانی ہونے کے بعد ایک شریک قیمت قربانی کی نہ دے، اور اس قربانی کا گوشت بھی نہ لے تو وہ قربانی جائز رہی یا نہیں، اور اس کے حصہ کے گوشت کو کیا کرے؟

جواب: اس کی طرف سے قربانی ادا ہو گئی، قیمت اس کے ذمہ واجب ہے، اس سے لی جاوے اور گوشت اس کو دیا جاوے۔ (۱)

(بدست خاص ص ۹)

(۱) یعنی یہ اس کا حق ہے اس تک پہنچایا جائے، لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے نہ لے تو اس کا بھی اسے اختیار ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۸۹) اگر قربانی کرنے والا قربانی میں غرباء اسلام کی نیت کرلے؟ **سوال:** آنحضرت سے جو اپنے غرباء امت کی طرف سے دنبہ (کی) قربانی کرتے تھے، تو آیا اب کوئی مالدار قربانی کرے اور وقت قربانی یہ نیت کرے کہ ایک حصہ غرباء اہل اسلام کی طرف سے ہے، تو ان کو قربانی کرنے کا ثواب ملے گا، یا جو قربانی کرنے سے ثواب ملتا ہے، وہ ملے گا۔

جواب: کسی کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے، خواہ کوئی ہو، مگر اگر کسی کی طرف سے کرے، تو ایک کے واسطے ایک دنبہ ہو اور جو ثواب پہنچا دے، تو ایک بکری کا ثواب خواہ تمام مسلمانوں کو پہنچا دیوے، درست ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۰)

(۳۹۰) اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی مگر اس نے غرباء اسلام کی طرف سے قربانی کی نیت کی، تو کیا حکم ہے؟ **سوال:** ایک شخص نے ایک دنبہ قربانی کیا اور کہا کہ یہ دنبہ غرباء اہل اسلام کی طرف سے ہے، تو قربانی اس کے ذمہ سے ادا ہوئی یا وہ اور قربانی کرے؟

جواب: اس حالت میں قربانی اس شخص کی ادا ہوئی اور غرباء کو ثواب مل جاوے گا۔ (بدست خاص، سوال ۱۲۷)

(۳۹۱) اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو، تو اس کا دفن کرنا؟ **سوال:** اگر فرض کیا جاوے سو آدمی ہیں اور ہر ایک نے جداگانہ قربانی کی، اور بوجہ عدم موجودگی اشخاص لینے والوں کے، گوشت قربانی عیدالاضحی [زمین] میں دفن کیا گیا، اور کھال بیت المال میں داخل ہوئی۔ پس بصورت مذکور قربانی کرنی جائز ہے، یا نہیں؟ اور بحالت نہ کرنے قربانی کے حج ہو سکتا ہے، یا نہیں، اور کھال ذبیحہ قربانی کی بیت المال میں داخل ہونی چاہئے، یا نہیں؟

جواب: اوپر جواب میں واضح ہو گیا کہ قربانی اراقت دم کا نام ہے، گوشت سے کچھ علاقہ نہیں، اگر گوشت کو بلا وجہ دفن کر دیں گے، جب بھی اضحیہ میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، البتہ مال ضائع کرنے کی برائی ہووے گی، اور جو کوئی (گوشت) کھانے، لینے والا نہیں، تو دفن کرنا ضرور ہے تا کہ تعفن سے خلق کو اذیت نہ ہووے، اور کھال بھی ملک مالک کے ہے، خواہ خود اپنے کام میں لاوے، خواہ بیت المال میں دیدیوے، یہ حر ہے جس کو چاہے دیوے، جہاں چاہے صرف کرے۔

اور حج دوسری عبادت ہے اور قربانی دوسری، حج کو قربانی سے کیا علاقہ ہے، اگر حج کرنے کو جاوے اور قربانی نہ کرے تو حج میں کچھ کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا، اگر قربانی نہ کی اور حاج پر بسبب سفر کے قربانی واجب نہ ہو، تو ظاہر ہے اور سفر نہیں رہا تھا کذا اور قربانی واجب تھی، پھر بھی اگر حاج نے قربانی نہ کی، تو قربانی نہ کرنے کا گناہ اس پر ہووے گا، مگر حج میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، البتہ جو ذبح حج کے متعلق ہے، اگر اس کو نہ کرے گا تو حج میں قصور رہے گا۔ فقط کھال کو بیت المال میں سب ذبح کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

دینی درست ہے، خواہ اضحیہ ہو خواہ ذبح متعلق حج کا ہو، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کا ں ص ۱۹۲۔۱۹۳)

(۳۹۲) اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو؟ سوال: اگر کوئی شخص گوشت قربانی لینے والا نہیں ہے، تو بس قربانی کرنے والا بوجہ دفن کرنے گوشت قربانی کے، گنہگار ہوا یا مصیب بہ ثواب؟

جواب: اگر کوئی گوشت لینے والا نہ ہو، تو دفن کرنا موجب ثواب کا ہے، کہ خلق کو تکلیف بدبو سے محفوظ رکھتا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کا ں ص ۱۹۳)

[نوٹ: ایک اور مسئلہ: قربانی کا گوشت کافر اور بھنگی، چمار کو دینا، کیسا ہے؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۳۹۳) خصی جانور کی قربانی درست ہے: سوال: خصی جانور کی قربانی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: درست ہے۔

(مجموعہ رام پور ص ۱۰)

(۳۹۴) نادیہ بیل کی قربانی کا حکم؟ سوال: نادیہ بیل اس کو کہتے ہیں جس کے کہیں بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا زائد ہو جاوے، مثل جیب [زبان میں] کے، یا کم [ہو جائے] اور ہنود اس کو معیوب جان کر ڈکوت[1] کو دیتے ہیں، اس کا خریدنا، یا قیمت سے خرید کر قربانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نادیہ کی قربانی درست ہے، اس کو کفار معیوب و منحوس جانتے ہیں، اس میں کوئی عیب شرعی نہیں۔

(بدست خاص سوال ۸۲)

(۳۹۵) اگر جانور کا کان چرا ہوا ہو تو اس جانور کی قربانی کا حکم؟ سوال: جس جانور کا کان طول میں یا عرض میں چرا ہوا ہو، یعنی شگاف ہے زائد از تہائی، لیکن جدا نہیں ہوا، تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: شگاف گوش میں کان [سے] کچھ کم نہیں ہوتا، لہٰذا اسکی قربانی درست ہے، مگر اولیٰ نہیں۔

(بدست خاص سوال ۵۵)

(۳۹۶) جس جانور کے کچھ دانت ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی کا حکم؟ سوال: جس جانور کے دانت ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی بھی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ یا کچھ دانتوں کے ٹوٹ جانے کی تعداد ہے؟

جواب: اگر چارہ وغیرہ کھانے کے بقدر دانت موجود ہوں، تو اس کی قربانی جائز ہے۔ (بدست خاص ص ۵۲)

---

(۱) ڈوت ایک ہندو قوم کا نام جو باپ کی طرف سے برہمن اور ماں کی طرف سے گوالے ہوتے ہیں۔ نور اللغات مولوی نور الحسن نیر کاکوروی ص ۱۳۹ جلد ۳ (طبع ۱۹۹۸ء) یہ لوگ ہندوؤں کے دینی دیوتاؤں اور مذہبی رسومات کے لئے دودھ اور مزدکے کے جانوروں سے پالنے کا اور ان کی خرید و فروخت کا کام کرتے تھے (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۹۷) نادیہ بیل کی اگر اکثر آنکھ جاتی رہی ہو تو اس کی قربانی؟ سوال: جس نادیہ بیل کے آنکھ میں جیب یعنی گوشت زائد ہو جاوے، وہ بھی قربانی کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر آنکھ میں گوشت آنے سے نظر آتا ہے تو درست ہے، اور جو اکثر نظر آنکھ کی جاتی رہی ہو تو درست نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۸۳)

(۳۹۸) جس جانور کو ہندوؤں نے دیوتا کے نام کر دیا ہو، مگر اپنی ملکیت میں رکھا، اس کی قربانی کا حکم؟ سوال: ہندو بعضے جانور کو کسی دیوتا وغیرہ کے نام کا کر دیتے ہیں اور اس کو ڈنی کہا کرتے ہیں، مگر مالک متصرف اس پر خود ہی رہتے ہیں۔ فقط اس کے دودھ کو جما کر گھی نہیں نکالتے ہیں، باقی دودھ بھی خود ہی پیتے ہیں اور اس کو فروخت بھی کر دیتے ہیں، تو ایسے جانور کا خرید کرنا خواہ قربانی کرنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۴۴)

(۳۹۹) فاسق کی کی ہوئی قربانی کا گوشت لینے کا حکم؟ سوال: جو شخص قربانی نکالے، یا قربانی میں بکرا ذبح کرے یا گائے کرے، تو اس میں کچھ گوشت اپنے بھائی کو دے، کچھ اقرباء کو دے، کچھ مسکین کو دے، ایسے ہی شخص مومن مسکین کو دے اور اقرباء مومن کو دے، تو ایسے شخص فاسق و فاجر کا مال مومن مسلمان کو، قربانی کا گوشت لینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: فاجر و فاسق سے دوستی اور محبت کرنا تو اچھا نہیں، مگر اس کی عیادت کرنا اس لحاظ سے کہ شاید اس کو عبرت ہو، یا اپنے اوپر سے رفع شر کا کرنا، یا کوئی نفع دین کا ہو تو درست ہے۔ اور [مال] جو وہ صدقہ کرے یا گوشت قربانی کا کسی کو دیوے، اگر اس کے مال کی حرمت کا یقین ہو، وہ حلال مال ہونے کا غالب گمان ہے، تو لینا اس کا مسلمان کو درست ہے، کچھ حرج نہیں، مگر دوستی محبت ایسے سے نہ کرے، بلکہ اس کو بوجہ اللہ تعالیٰ ہو سکے تو نصیحت کرتا رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ فتاویٰ ص ۲۱۱-۲۱۲)

(۴۰۰) کیا قربانی کی کھال سادات کو دینا جائز ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ کھالاں قربانی کی مسجدوں میں مؤذنوں کو اور اماموں کو تصدق کر دیتے ہیں، اور بعض ان میں سید بھی ہوتے ہیں، تو عندالشرع سیدوں کو دینا جائز ہے، کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: سید اور غنی کو گوشت و کھال قربانی دینا کچھ حرج نہیں۔ جو کچھ سید کو دیا جاتا ہے یا غنی کو وہ صدقہ نہیں، بلکہ ہدیہ ہے، جیسا گوشت سب کو دینا درست ہے، کھال بھی درست ہے۔ اگر کھال کو فروخت کر کے قیمت اس کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیوے تو پھر غنی اور سید کو درست نہیں، کہ قیمت کا صدقہ ہوتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کاناں ص ۱۳۲)

(۴۰۱) قربانی کی کھال چاہے خود رکھے چاہے غنی کو دیدے: مسئلہ: قربانی کی کھال کا مختار ہے، چاہے خود استعمال کرے، چاہے صدقہ فقیر کو دیوے، چاہے ہبہ غنی کو کر دیوے، واجب کچھ نہیں، اختیار ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ آباد ص ۴۰)

(۴۰۲) قربانی کی کھالوں کا مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب: کہ قیمت قربانی کی کھالوں کی تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قیمت جلد اضحیہ کا صدقہ کر کے فقیر کو مالک کرنا واجب ہے، مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا درست نہیں ہے، مگر کسی فقیر کو مالک کر دیوے اور فقیر اس کو اپنی طرف سے تعمیر مسجد میں صرف کرے، تو درست ہے۔ فقط

(تحقیق المسائل، تالیف مولانا سید دیدار علی الوری ص ۱۸-۱۹)

(۴۰۳) قیمت چرم مسجد میں لگانا درست نہیں: سوال: زید کہتا ہے کہ چرم قربانی مسجد میں لگانا اور عمر کہتا ہے کہ چرم قربانی مؤذن کو یا کسی یتیم کو دینا چاہئے، یہاں پر ہمیشہ چرم قربانی کا مؤذن کو دیا جاتا تھا، امسال بعض لوگوں نے اس کو فروخت کیا اور مسجد بنانے میں صرف کرنے کا خیال ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ کس کا حق ہے؟

الجواب: چرم قربانی مؤذن کو اس کی اجرت اذان وخدمت مسجد میں، دینا اور مسجد کی تعمیر وضروریات میں لگانا درست نہیں ہے، بلکہ جب کھال کو فروخت کیا گیا، تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہو گیا، اور اس کو انہی مصارف میں صرف کرنا ہوگا جو صدقات واجبہ کے مصارف ہیں اور تملیک متحقق ہو جائے۔ پس مؤذن کو..... مسجد واجرت اذان کے طور پر دینا درست نہیں ہے۔ اگر وہ غریب آدمی ہو اور مالک نہ ہو، تو اس کو بطور صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ سید نہ ہو۔

قال فی الدر المختار: لایصرف إلی بناء نحو مسجد الخ(۱) قال فی الشامی: قوله نحو مسجد کبناء القناطر و السقایات، و إصلاح الطرقات و کری الأنهار الی أن قال و کل مالا تملیک فیه(۲)

پس صورت مسئولہ میں نہ قول زید کا درست ہے نہ عمر کا، البتہ اگر مسجد میں ضرورت ہے تو اس قیمت چرم قربانی کو کسی غریب کو جو سید نہ ہو دے کر اور مالک بنا کر، پھر ضرورت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، بغیر اس طریق کے درست نہیں۔

کتبہ رشید احمد عفی عنہ — الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ

مندرجہ فتاویٰ دار العلوم (دیوبند) مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب ص ۲۹۴ ج ۶۔ (دیوبند، ۱۳۹۲ھ)

---

(۱) الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب المصرف (۱ ۱۴۰-۱۴۱) شمس کتبخانی، دیوبند ۱۳۳۲ھ [نور]

(۲) ردالمحتار کتاب الزکاۃ، باب المصرف (۲ ۶۲) کتبخانی، سنہ ۱۳۸۶ھ، نیز باب مذکور ج ۲ ص ۳۴۴، مطبع دار الفکر بیروت لبنان، طبعہ اولیٰ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۰۴) چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے: سوال:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے قربانی کی کھال کی قیمت سے کتب بنا بر درس وتدریس خریدکر میں، اور بعد خرید حکم [عدم] جواز معلوم ہوا، اب اگر کتب مذکورہ فقراء کو دی جاویں، تو شخص مذکور ضمانت سے بری ہوجائے گا، یا نہیں؟ اور کھال قربانی سے ان کتب کو بدلنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: کھال سے کتاب کا بدلنا درست ہے مگر قیمت کھال کا صدقہ کرنا واجب ہے، اس سے جو کتاب خریدی، اس کو آپ ضمان دینا چاہئے کہ قدر قیمت کے فقراء کو دیدیوے، اور کتاب کے صدقہ کرنے سے ضمان ساقط نہ ہووے گی۔ (۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعۂ کلاں ص ۱۳۲-۱۳۳)

(۴۰۵) قربانی کی کھالوں کی قیمت کا صدقہ واجب ہے: سوال:

قربانی کی کھال فروخت کرکے اس کی قیمت سے مدرسوں کی تنخواہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قربانی کی کھال کو [فروخت] کرکے فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، تنخواہ مدرسین اس سے درست نہیں، بلکہ طالب علمان مفلس کو دیویں۔

(مجموعۂ فرخ آباد ص ۳۳-۳۴-۳۶)

(۴۰۶) قربانی کے جانور کے سامان کا شرعاً کیا کیا استعمال درست ہے؟

کیا حکم ہے علمائے دین کا ان مسائل میں:

کھال، جھول، باگ، نعل وغیرہ قربانی کو مسجد میں دینا، کہ متولی مسجد فروخت کرکے فرش وغیرہ ضروریات مسجد میں خرچ کرلے جائز ہے، یا کیسا؟

کھال ورسن وباگ کو قربانی والا واسطے استعمال مصلے وڈول کے اور رسن کو پانی کھینچنے کے لئے، مسجد میں وقف کردیوے آیا جائز ہوگا، یا نہیں؟

کھال وجھول وباگ وغیرہ جن کو حکم تصدق کا ہے، آیا شخص غنی ذی نصاب کو بھی دینا درست ہے جیسا کہ نعل وپائے وغیرہ کا غنی کو دینا، یا خود غنی صاحب قربانی کو کھانا اور کھال کا استعمال کرنا درست ہے۔

---

(۱) قربانی کرنے والا خود کھال بھی استعمال کرسکتا ہے اور کسی ایسی چیز سے جو باقی رہنے والی ہو، بدل بھی ہوسکتا ہے جیسے کھال کے بدلہ میں کتاب سے دین کا استعمال درست ہے مگر جب کھال بیچ دی جواب قیمت صدقہ کرنا واجب ہے، اس میں کوئی تصرف جائز نہیں۔ پس اس سے کتاب خرید کرنے کی وجہ سے ضمان واجب ہوگا اور کتاب کا مالک وہی ہوگا۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

تو پھر تصدق کے معنی خاص تصدق بمعنی تملیک فقراء کے ہوں گے، یا عام تصدق بمعنی ہبہ، چاہے غنی ذی نصاب کو دے، چاہے فقیر کو، یا تملیک ہی شرط نہیں ہے، جس جگہ چاہے خرچ کر دیوے۔

سہارنپور میں یہ تعامل ہو رہا ہے کہ امام یا مؤذن یا دوسرے خدمت گذار مسجد کو جب مقرر کرتے ہیں، کہہ دیا جاتا ہے کہ جو آمدنی بعد ختم قرآن مجید ماہ رمضان میں ہوگی، یا جو آمدنی بعد عید الاضحیٰ کے کھالہائے قربانی کی، اہل محلہ سے آوے گی، وہ تم کو ملے گی، اور اگر بالفرض کسی جگہ نہ کہا جاوے، تو بسبب عرف کے ان خدمت گذاران کو خود معلوم ہے، کہ آمدنی معمولہ ملے گی اور عام لوگ موافق تعامل کے برابر خدمت گذاران مسجد کو، خواہ مخواہ وہ ذی نصاب ہوں، یا نہ ہوں، دیتے چلے جاتے ہیں، آیا یہ دینا جائز ہوگا اور قربانی میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا، یا کیا حکم ہے، یا کچھ تفصیل ہے؟

اور اگر قربانی والا اس خیال سے کہ یہ خدمت گذار مسجد مذکور الصدر بھی، صاحب حاجت ہے، اور مجھ کو حاجت مذکور [میں] دینا ہے، خدمت گذار مسجد بہ نسبت دوسرے حاجت مند کے بہتر ہے، بلالحاظ ان کے اجرت خدمت کی، خواہ ذی نصاب ہوں، خواہ فقیر دیوے، یہ امر موجب خرابی قربانی کا تو نہ ہوگا، یا کیسا؟

اور خرید کتب وقفیہ مدارس میں، خواہ ان کی جلد وغیرہ میں بھی یہ کھال وغیرہ صرف ہو سکتی ہیں، یا نہیں، ظاہراً کارکن مدرسہ کے متولی ہوں گے، تملیک کسی خاص شخص کی نہ ہوگی، بینوا توجروا!

اگر کوئی روایت فقہ کی کسی کتاب میں ہو، اس کتاب کا حوالہ مع نشان باب کے درج فرماویں۔

الجواب: قربانی کے کھال ولحم کا اگر کسی کو مالک کر دیوے اور وہ موہوب لہ اپنی ملک کو بیع کر کے، مسجد میں یا جہاں خرچ کرے درست ہے، اور صاحب قربانی کو یہ سب امور ناجائز ہیں۔ فقط

کھال ورسن کو مسجد میں رکھنا درست ہے اور ملک دینے والے کی پردہ کر، مستعمل ہووے گا، بطور وقف کے، یہ درست ہے۔ کھال وغیرہ غنی کو دینا درست ہے، تصدق کرنا فقیر کو ہوتا ہے اور آپ استعمال کرنا بھی درست ہے اور ہبہ اور ہدیہ بھی اس کا درست ہے۔ تصدق واجب نہیں علی التخییر ہے۔

اول تو اجرت امامت اور تاذین کی مکروہ ہے، پھر اگر فتوی متاخرین پر جائز کہا جاوے، تو یہ تعارف سہارنپور کا مجہول، ایسی اجرت ناجائز، ہاں بطور وعدہ کہہ دیوے تو مضائقہ نہیں۔ اور تصریح وعدہ کی کر دیویں ورنہ المعروف کالمشروط سے کراہت آجاوے گی، مگر قربانی میں اس سے کوئی خلل نہیں، جیسا اوپر سے واضح ہو گیا۔

اور مدارس میں اگر کھال مہتمم یا کسی کو دیویں، کہ وہ فروخت کر کے صرف کرے تو کوئی قید نہیں، مالک جس طرح چاہے صرف کرے، ورنہ رعایت قاعدہ کی رہے گی کہ کھال سے استبدال کتاب کا درست ہے، مگر فروخت کرنا روپے سے اور پھر

toobaa-elibrary.blogspot.com

خرید نا یا جلد بنوانا ناجائز ہے۔ اور جو روپیہ قیمت کھال کا آوے، اس کو فقط طلباء پر صرف کرنا بطور صدقہ درست ہے، اور سب امور اس سے کرنا عین جائز ہے، مہتمم مدرسہ وکیل صرف کا ہوتا ہے، مثل مالک کے اس کو صرف کرنا چاہئے، فقط۔ روایات فقہ حدیث سب سچے ہیں، مگر فرصت نقل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

صحیح شریعت تالیف مولانا حشمت علی خلف سید محمد علی بخش بخاری (شاگرد مولانا محمد مظہر نانوتوی) حاشیہ ص ۱۸۱ ص ۱۸۹ مطبع مجتبائی، علی ۱۳۰۰ھ

(۴۰۷) علمائے دیوبند قربانی کی کھالیں فروخت کرکے، کتابوں کی جلد سازی کیلئے کیوں استعمال کرتے ہیں؟

سوال: مدرسہ دیوبند کے حالات ایک کتاب میں مطالعہ سے گذرے، ان سے معلوم ہوا کہ قربانی کی کھالیں بھی اس مدرسہ کے امداد کے واسطے بھیجی جاتی ہیں وہاں کا مفروخت کرکے، منتظم لوگ ان کی قیمت سے کتابیں خرید کرتے ہیں، اور کتابوں کی جلدیں اور مدرسہ کا فرش بھی بنواتے ہیں۔ سوق مثل سوال یہ امر ہے کہ وہاں کے علماء نے اس مسئلہ میں فقہائے حنفیہ کی مخالفت کس مصلحت سے جائز رکھی ہے اور یہ پھر سننا چاہئے کہ وہاں کے عمدہ اکثر مسائل فقہ میں اور مدرسہ کے انتظام میں، آپ کی مخالفت نہیں کرتے ہیں، جدا آپ کے ارشاد کو واجب العمل جانتے ہیں، لہٰذا امیدوار ہوں کہ میرے شبہ کا جواب شافی تحریر فرمائیں۔

جواب: مدرسہ دیوبند میں قیمت جلد اضحیہ مہتمم کے سپرد کرتے ہیں، وہ اس کی کتب خرید کر طلبہ کو دیدیتے ہیں یا خوراک میں دیتے ہیں اور جلد اگر بنواتے ہیں تو صاحب عمرو کے کہ اس سے بنوا دیتے ہیں، جیسہ بضرورت کرتے ہیں، اور کسی فقیہ حنفی کی مخالفت اس میں نہیں ہوتی، معلوم نہیں آپ نے کس امر کو خلاف فقہ تجویز کیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۰۰)

ذبح وغیرہ کے متفرق مسائل

(۴۰۸) تکبیر وتسمیہ صرف ذبح کرنے والے کے ذمہ ہے: **مسئلہ:** از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

جلد سوم مسنون آنکہ ذبح کرنے والے پر ایک دفعہ تکبیر واجب ہے اور پکڑنے والے پر نہیں ہے، اس صورت میں کہ ذبح کرنے والے نے تکبیر کہہ دی ہے اس جانور مذبوحہ میں کچھ حرج نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم (فتاویٰ ص ۱۰۰)

(۴۰۹) اگر تکبیر وتسمیہ صرف دل میں پڑھی زبان سے حروف ادا نہیں کئے تو؟ **سوال:** وقت ذبح تکبیر وتسمیہ کی دل میں نیت کی زبان سے بھی کچھ نہیں کہا، کسی نے خفیہ بھی نہیں سنی، تو ذبیحہ حلال ہوا یا حرام

جواب: تکبیر وتسمیہ زبان سے کہے، ایسا کہ آپ سنے، فقط دل کے کہنے سے حلال نہیں ہوتا۔

(بدست خاص سوال ۱۰۰)

(۴۱۰) ذبح کے وقت تکبیر وتسمیہ پڑھنا بھول گیا تو؟ سوال: وقت ذبح کرنے جانور کے اگر تکبیر پڑھنا یاد نہ رہے اور بلا تسمیہ ذبح کر دی ہے، تو جائز ہے، یا ناجائز؟

جواب: نسیان سے تکبیر کا نہ ہونا معاف ہے، ذبح درست ہو جاتا ہے۔ فقط (بدست خاص سوال ۱۰۶)

(۴۱۱) ذبح فوق العقدہ کا حکم؟ سوال: مذبوحہ فوق العقد وطاہر باشد یا غیر طاہر، حلال است یا نہ؟ ہر چہ باشد جواب تحریر فرمائید، اجر یابید۔

ترجمہ: وہ جانور جو عقدہ (گلے پر ابھری ہوئی ہڈی) کے اوپر ذبح کیا گیا ہو، پاک ہے یا ناپاک؟ حلال ہے یا نہیں؟ جو صورت بھی ہو جواب تحریر فرمائیں، اجر پائیں گے۔

جواب: در مذبوح فوق العقد واگر مری قطع شود حلال است، واگر مری ہم قطع نمی شود حرام، ایں را صاحب درمختار مرجح کردہ وجمع روایات نمودہ وہمیں ارجح باشد۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: عقدہ سے اوپر ذبح جانور کی، اگر مری (خاص رگ) کٹ گئی تو حلال ہے اور اگر یہ رگ نہیں کٹی تو حرام۔ اسی کو درمختار کے مصنف نے ترجیح دی ہے اور سب روایات جمع کی ہیں، یہ ہی سب سے بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۸)

(۴۱۲) ذبح کے وقت گردن کی گرہ سے اوپر کٹ جائے تو؟ سوال: گردن میں جو ایک گرہ ہوتی ہے جانور کے ذبح کرنے میں، اگر اس گرہ سے اوپر ذبح ہو جائے، تو درست رہتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اگر نلکی اور دونوں رگیں کٹ جاویں، تو حلال ہے ورنہ حرام۔ پس یہ تحقیق کر لینا چاہئے، کہ گرہ کے کٹنے سے یہ تینوں کٹتے ہیں، یا نہیں؟ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی (بدست خاص ص ۳۹)

(۴۱۳) ذبح کرنے کے بعد اگر جانور نے حرکت کی ہو، چاہے خون نہ نکلے تو وہ حلال ہے:

السلام علیکم و علی من لدیکم. حامداً و مصلیاً کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں:

سوال: ایک شخص نے، کسی جانور پرند یا ہرن وغیرہ کا بندوق سے شکار کیا اور زخمی ہو کر وہ جانور گر گیا، اور اس کو ذبح کیا، ذبیحہ میں کچھ خون نہیں دیا اور بعد ذبح وہ جانور تڑپتا بھی رہا،

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس حالت میں بغیر نکلے خون کے، اس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بعد ذبح کرنے کے ہر گاہ کہ جانور نے حرکت کی ہے، تو اگر چہ خون نہیں نکلا، وہ جانور حلال ہو گیا، اس کا کھانا درست ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ۱۹۹)

(۴۱۴) کافر کا قول کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، کب معتبر ہے؟ سوال: ترجمہ کنز میں لکھا ہے کہ اگر کافر کہے، کہ یہ گوشت مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، تو اس کا قول مانا جاوے گا۔ اور ایک فتوی میں لکھا ہوا ہے، کہ جب تک مسلمان کے سامنے کہ جس کے روبرو وہ گوشت ہوا ہے رہا، تب تک پاک ہے، اور اگر کچھ دیر بھی اس مسلمان کی نظر سے وہ گوشت غائب ہوا، تو وہ ناپاک ہے، پھر اس کافر بیچنے والے کا کہنا نہ مانا جاوے گا، ان میں کون سا قول معتبر ہے۔

جواب: یہ قول دونوں درست ہیں، مگر تمہاری سمجھ میں ان کا فرق نہیں آیا۔ (۱) (بدست خاص ص ۵۰)

(۴۱۵) اگر جانور کا گوشت اور کھال ذبح کرنے سے پہلے، الگ الگ بیچ دے تو کیا حکم ہے؟ سوال: بعض جگہ ایسا کرتے ہیں کہ گائے کی کھال اور پیٹا قبل از ذبح قصاب کو قیمت کر دیتے ہیں، کہ اتنے میں کھال اور پیٹا اور اتنے میں گوشت۔ تو یہ تو معلوم ہے کہ یہ بیع کرنا منع ہے، مگر اور خریداروں کو وہ گوشت کھانا خرید کر، جائز ہے یا نہیں، یا فقط قیمت کھال کی ٹھہرائی اور گوشت بعد ذبح بیچا، تب بھی وہ گوشت کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: گوشت کھانا جائز ہے، خریداروں کو بیع صحیح کے ساتھ، کہ گوشت کو بہ بیع صحیح خریدیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۵۵)

(۴۱۶) ذبح سے پہلے جانور کی کھال فروخت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ؟ سوال: گائے وغیرہ کا چمڑا قبل از ذبح قیمت ٹھہرانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، اگر اسی جلسہ میں نکال کر قبضہ کرا دیویں، ورنہ منع ہے اور بیع فاسد ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳۷)

---

(۱) معاملات میں فاسق، کافر، اور غلام کا قول معتبر ہے کیونکہ معاملات بکثرت پیش آتے ہیں، اور دیانات میں عدالت شرط ہے پس فاسق اور کافر کا قول معتبر نہیں اور یہ قید کہ یہ گوشت مسلمانوں کا ذبح کیا ہوا ہے از قبیل معاملات ہے اور ان میں کافر کا قول معتبر ہے اور کسی گوشت کا حلال یا حرام ہونا از قبیل دیانات ہے اور ان میں کافر کا قول معتبر نہیں، پس اگر کوئی کافر کہے کہ یہ گوشت حلال ہے، تو اس کا یہ قول معتبر نہیں۔ یہ مسئلہ درمختار شامی میں کتاب الحظر والاباحۃ کے شروع میں ہے، کہ کافر کا قول کہاں مانا جائے گا اور کہاں نہیں مانا جائے گا۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

عقیقہ اور متعلقہ مسائل

(۴۱۷) عقیقہ امر مستحب ہے مگر ہر سال کی نذر ماننے سے؟ مسئلہ: عقیقہ امر مستحب ہے اور ایک بار مستحب ہے سو جس نے نذر کی ہے ہر سال ذبح کرنے کی اس نے نذر کی ایک امر کی کہ جس اس کے شرع میں واجب ہے یعنی اضحیہ تو اب ہر سال کا عقیقہ نذر کے سبب واجب ہوا اور منذور میں سے کھانا، تو نہ کھانا چاہئے اگر اس میں سے کچھ کھایا تو قدر اس کے صدقہ کر دیوے۔ فقط (کتاب ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ، قلمی ص ۱۸)

(۴۱۸) قربانی میں عقیقہ کا حصہ کرنا؟ سوال: ایک گائے میں چھٹے شریک قربانی کی نیت رکھتے ہیں اور ساتواں شریک عقیقہ کی نیت رکھتا ہے تو اس طور سے قربانی اور عقیقہ ایک جانور میں درست ہے یا نہیں؟

جواب: یہ شرکت درست ہے۔ واللہ اعلم (درست ص ۱۰۹)

(۴۱۹) عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنی درست ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ جو اکثر کتب میں مندرج ہے کہ ذبیحہ عقیقہ کی ہڈی نہ توڑی جائے اس کی کیا اصلیت ہے اور اگر صحیح ہے تو کون سی ہڈی مراد ہے؟

جواب: عقیقہ کے ذبیحہ کی ہڈی توڑنی درست ہے سب ہڈیں توڑنی جائز ہیں جیسے قربانی کے یہ امر کہ عقیقہ کی ہڈی نہ توڑے کوئی روایت نہیں محض اقاویل ہے اور بس۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(تحریر کتاب ص ۱۸۰)

(۴۲۰) ختنہ کے لئے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے: سوال: بعض آدمی غیر پیدا ہونے لڑکے کے یا دو چار روز بعد ختنہ کرا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے مسان کا خلل بچہ کو نہیں ہوتا، آیا یہ فعل بنائے شریعت یا حکمت کیا ہے اور بطور مسنون ختنہ کرنا، کتنی عمر میں چاہئے؟

جواب: بطور علاج درست ہے شرع سے ممانعت نہیں اور ختنہ کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(درست ص ۳۰)

(۴۲۱) ختنہ کے موقع پر زبردستی پیسے وصول کرنا جائز ہے: سوال: ایک رسم ختنہ کی ہے اس میں حاضرین سے روپیہ زبردستی (اس سے) لیتے ہیں جو ابھی قریب ہوا ہے یتیم ہو جب تک اس سے روپیہ نہ لے جاویں

toobaa-elibrary.blogspot.com

تب تک اس کی ختنہ نہیں ہونے دیتے، بلکہ جبراً مبلغان مذکور لیتے ہیں، یہ دس روپیہ مذکور لینے جائز ہیں، یا نہیں؟ یہ رسم توڑ ڈالنے (کے) قابل ہے، یا نہیں؟

جواب: ختنہ بدون روپیہ لئے برادری نہ ہونے دیوے یہ ظلم ہے، ایسا روپیہ لینا حرام ہے اور اس رسم ظلم کا ترک کرنا واجب ہے، خصوصاً یتیم سے روپیہ لینا سخت حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فیوض رشیدیہ ص ۸)

(۴۲۲) بچے اور بچی دونوں کے کانوں میں اذان مستحب ہے: سوال: لکھا ہے کہ پسر کے کان میں اذان کہنا، بعد پیدائش کے مستحب ہے، تو دختر کے کان میں اذان کہنے کا بھی یہی حکم ہے، یا یہ حکم فقط لڑکے کے واسطے ہی ہے؟

جواب: اذان گوش دختر میں بھی مستحب ہے۔ واللہ (تعالیٰ) اعلم

(بدست خاص، ص ۱۰)

(۴۲۳) اذان ولادت کے فوراً بعد ہونی چاہئے: سوال: بعد پیدائش کے اذان کان میں کہنے کی [بعد] تولد کے کیا حد ہے، آیا فوراً بعد وضع حمل کے کہی جاوے، یا کئی روز بعد؟

جواب: بعد تولد کے فوراً اذان کہنی چاہئے تاکہ اول اس کے کان میں خدا کا نام پڑے، مگر بعد غسل ہونا چاہئے۔

واللہ (تعالیٰ) اعلم (بدست خاص، ص ۱۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتواں باب

کتاب الحج

حج اور اس کے مسائل ومتعلقات

(۴۲۴) جائداد کی فروخت کی صورت میں کب حج فرض ہے؟ **سوال:** ایک شخص قرض دار ہے، اور ایسی جائداد رکھتا ہے، اگر اس کو فروخت کرے، تو قرض بھی ادا ہو جاوے اور مبلغ تین سو روپے بچ بھی جاویں، تو اس پر حج کرنا فرض ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر سوائے خانۂ سکونت کے جائداد ہے، کہ اس کی قیمت سے قرض ادا کر کے اور آنے تک کا نفقہ عیال کا دیکر، اس قدر باقی رہے کہ حج کر لیوے، تو حج فرض ہوگا اور اب دو سو روپیہ میں حج ہو سکتا ہے۔

(بدست خاص ص ۱۳۳)

(۴۲۵) رمضان المبارک کے عمروں سے حج افضل ہے: **مسئلہ:** رمضان (مبارک) کے عمروں سے حج افضل ہے، عمرہ رمضان کا انعام مراد ہے کہ حج نفل کے اصلی ثواب کے برابر، انعام عمرہ رمضان کا ملتا ہے، انعام حج نفل بہت ہے، جیسا یٰسین کے جواب میں گذرا۔ (۱) بعد نماز فجر کے اشراق پڑھ کر جانا بھی حج عمرہ کے برابر ہے، پھر کاہے کو کوئی حج کو جاوے اور تکلیف اٹھاوے۔ (۲) فقط

(مجموعۂ فرخ آباد ص ۲۰)

(۴۲۶) مدینہ منورہ حج سے پہلے جانا افضل ہے، یا بعد میں؟ **سوال:** حج سے پہلے مدینہ شریف جانا افضل ہے، یا بعد میں، یا برابر ہے؟

---

(۱) یہ جواب زیر نظر مجموعہ فتاوی میں دوسرے مقام پر درج ہوا ہے۔ [نور]

(۲) یہ دلیل ہے: حدیث میں ہے کہ نماز فجر کے بعد اگر کوئی اشراق تک اسی جگہ رہے، اشراق پڑھ کر گھر لوٹے تو اس کو ایک حج کا اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ اصلی ثواب ہے اور حج اور عمرہ کا انعامی ثواب ہے، حساب ہے، ورنہ لوگ حج اور عمرہ کیوں کرتے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بہتر بعد حج کے جانا ہے، پہلے جاوے تو جب بھی کچھ حرج نہیں۔ فقط

(بدست خاص سوال ۱۲۶)

(۴۲۷) طواف خانہ کعبہ، حجر اسود کے بوسہ کی وجہ اور زم زم کے لانے کا جواز اور شرعی حدود؟

مسئلہ: طواف خانہ کعبہ کا اور بوسہ حجر اسود کا بحکم حق تعالیٰ عبادت ہوا ہے اور زم زم کا لانا بھی بحکم شرع درست ہوا ہے، مگر طواف سوائے بیت اللہ کے دوسری شے کا حرام ہے، اور بوسہ بھی قبور وغیرہ اشیاء کو دینا حرام ہے، لیکن جس شے کا بوسہ شرع نے جائز کر دیا، وہ درست ہے، جیسا استاد، پیر حق کے ہاتھ کو، قرآن شریف کو، مگر قبر کو بوسہ دینا گناہ ہے۔ زمزم کو بصورت گنگا کے پانی کے لانا بھی منع ہے اور بدون اس صورت کے لانا، جیسا کہ لوگ لاتے ہیں درست ہے، جیسا کنویں کا پانی لاتے ہیں، اسی طرح زمزم کا لاوے تو کیا حرج ہے، دور سے لانے میں گرنے اور خشک ہونے کا اندیشہ ہے، اس واسطے ٹین کے برتن میں منہ بند کر کے لاتے ہیں، اگر شیشہ میں یا بوہیہ میں رکھ کر، گنگا کے لوگوں کی طرح لاوے گا تو بیشک حرام ہے۔ یہ سب مسائل کتابوں میں مفصل لکھے ہیں۔ فقط والسلام

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۶۔۲۲۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آٹھواں باب

کتاب النکاح والطلاق

[نکاح، مہر، طلاق، رضاعت وغیرہ کے مسائل]

(۴۲۸) باپ کی مزنیہ سے بیٹے کا نکاح؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید، اپنی ایک منکوحہ رکھتا ہے اور اس منکوحہ سے ایک لڑکا بالغ ہے۔ زید ایک عورت غیر سے ہم پیالہ وہم نوالہ رہتا ہے اور برتاؤ منکوحہ جیسا، اس عورت غیر سے رکھتا ہے، اور دوسرے طور کا بھی مرتکب ہے۔ چند ایام زید کو اسی طرح سے گذرے، بعد چند ایام کے عورتِ غیر، زید کے قابو سے نکل گئی، اب اس عورت مذکورہ بالا سے زید کا فرزند، اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے، کہ جس سے زید مانوس تھا، نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں، اور اگر نکاح کرلیا ہے تو جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: زید کے فرزند کا نکاح اس عورت سے ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ عورت پسر زید پر حرام ہے، اگر نکاح کرلیا ہے، تاہم نکاح صحیح نہیں ہوا، تفریق کرانا واجب ہے، کذا فی کتب الشریعۃ۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص: ۲۰۹۔۲۱۰)

(۴۲۹) منکوحہ کے پہلے شوہر کی بیٹی سے نکاح؟ سوال: زینب بیوہ کا نکاح زید سے ہوا، اور زید نے بعد کئی روز کے زینب کو طلاق دیدی، تو پھر زید کا نکاح زینب کے پہلے خاوند کی بیٹی ہندہ سے ہوسکتا ہے، یا نہیں، یا اس کا بالعکس۔ یعنی اگر پہلے ہندہ سے نکاح ہوا تو بعد میں زینب سے (نکاح) ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر ہندہ (۱) اس منکوحہ سے ہو، تو دونوں صورتوں میں ناجائز (۲) ورنہ دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ واللہ اعلم (بدست خاص، ص: ۱)

---

(۱) اصل میں زینب لکھا ہوا ہے، جو کہ سبقت قلم ہے۔

(۲) منکوحہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہونے کے لئے منکوحہ سے وطی یا خلوت صحیحہ شرط ہے۔ (ففی الدر المختار بنت زوجته الموطوءة الی ان قال لماتفرر ان وطی الأمهات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الأمهات (۲/ ۱۸۷) کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، طبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء | نور وفی الشامی واحترز بالموطوءة عن غیرها فلاتحرم بنتها بمجرد العقد أما الصحیحة فلاخلاف فی أنها تحرم البنت تأمل. انتهی کتاب النکاح فصل فی المحرمات (۲/ ۲۷۸) | مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۹ھ | نیز شامی فصل مذکور ج ۳ ص ۲۸ | دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء | نور

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۳۰) بیوی کے لڑکے کی مطلقہ سے نکاح؟ سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے ایک لڑکا پہلے خاوند سے تھا، اس لڑکے کا نکاح اس شخص نے ایک عورت سے کر دیا، اس لڑکے نے اس عورت کو طلاق دیدی، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے بھی اسے طلاق دے دی، اب اگر یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں؟ فقط۔ بینوا توجروا!

الجواب: اگر شخص مذکور اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے، یعنی اپنی عورت کے اس لڑکے کی زوجیت سے، جو شوہر اول سے ہے نکاح درست ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ۔ (۱)

و دلیلہ ماقال فی الشامی: ولاتحرم بنت زوج الأم ولا أمه (الیٰ أن قال) ولا زوجة الربيب ولا زوجة الراب (۲)

کتبہ رشید احمد — الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن

(فتاوی دار العلوم دیوبند مجموعہ فتاوی مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب، ص ۳۰۵۔۳۰۶ ج ۷ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۴۳۱) ایسی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرنا، جس کا شوہر زندہ ہو؟ سوال: زید نے ایک عورت سے جس کا شوہر زندہ ہے اور نہ اس کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہے، اس سے نکاح کیا ہے، اور کل برادری نے جب زید سے کہا یہ نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ شوہر اس عورت کا ابھی تک زندہ موجود ہے، زید نے در جواب اس کے کہا، مجھ کو جائز اور کو حرام ہے۔ اس بات پر زید کو کل اہل برادری نے ذات سے علیحدہ کر دیا، ان کا مقولہ ہے کہ اگر اس کام سے توبہ کرے تو برادری میں شامل کریں گے، فقط۔ یہ نکاح کرنا اور برادری کا یہ کہنا کیسا ہے اور زید فاسق ہے، یا کافر ہے؟

جواب: یہ نکاح حرام ہے اور زید نے جو جواب دیئے ہیں، اس میں اندیشہ کفر کا ہے، غرض زید سخت فاسق ہے اس کا نکاح ہرگز نہیں ہوا۔ فقط اور اس کو ذات سے ڈالنا عمدہ بات ہے۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاوی رشیدیہ ص)

(۴۳۲) اہل سنت اور شیعوں میں باہمی نکاح؟ سوال: درمیان اہل سنن و روافض مناکحت جائز ہے، کہ نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: مناکحت روافض سے اہل سنت کو جائز نہیں، بلکہ ممنوع ہے شرعاً، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) اور حلال ہیں تم کو سب عورتیں ان کے سوا (ترجمہ شیخ الہند) ص ۲۴۰

(۲) شامی فصل فی المحرمات ص ۲۷۹ ج ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۸ھ) نیز ص ۳۰۳ جلد ۲، ص ۳۰۳ | مکتبہ ماجدیہ ۲: ص ۳۹۱ | نیز ص ۳۱ ج ۳ | دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء | (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوا، سے مودت ومخالطت کو منع فرمایا ہے، اور مناکحت میں یہ امر موجود ہے، لہٰذا مناکحت باہم اہل سنت اور روافض کی جائز نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۲)

(۴۴۳) نکاح بیوگان کو حق جان کر، اس کی مخالفت کرنے والا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے، کہ یہ قرآن شریف سے ثابت اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہے، اور اس کے کرنے والے کو بے غیرت اور کمینہ کہتا ہو، یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں، اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں، مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے ہم اس کو عار اور ننگ جانتے ہیں، اور اس کے مرتکب کو حسب رواج اپنی قوم کے نام رکھتے ہیں، اور کم ذات کہتے ہیں۔

اب ان دونوں صورتوں میں مطابق شرع شریف کے ایسے شخص کا کیا حکم ہے، اس شخص کے ساتھ معاملہ رشتہ ناطہ کا کرنا، یا شادی غمی میں اس کے شامل ہونا، یا اس کے جنازہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا، کیسا ہے؟ فقط بینوا توجروا!

الجواب: حکم حق تعالیٰ کو (۱) یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، جو سبب یا موجب بے عزتی کا جانے، یا اس کے کرنے والے کو بے غیرت کہے، وہ ملعون کافر ہے، اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی اور مرتد ہے، اور باوجود اعتراف اس امر کے، یہ حکم حق تعالیٰ کا اور سنت ہے، اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ وعار کا سبب جانتا ہے، یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے۔ وہ شقی ملعون، اپنے رواج کفر کو، خدا تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے، پس ایسے شخص سے ترک ملاقات ومعاملات کرنا عین حق ہے، اور اس سے رشتہ رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاوے، اور اس کو مبغوض ترین حق تعالیٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اور اس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے، کہ وہ کافر ہے۔ کذا فی کتب الحدیث والفقہ والعقائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۲)

میرے والد ماجد، تالیف مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، ص: ۴۹ سے ص ۵۱ تک (دار الاشاعت کراچی، ۱۹۷۵ء)

(۴۴۴) کیا ہیجڑے اور خنثیٰ مشکل کا باہم نکاح ہو سکتا ہے؟

سوال: خنثیٰ مشکل جس کو حیض بھی ہوتا ہو اور نشان رجولیت بھی ہو، اگر اس کو شہوت مردانہ اور زنانہ دونوں ہوتی ہوں، تو اس کا کیا حکم ہے، کیونکہ اس کو مرد

---

(۱) اصل میں "کو پا کے" لکھا ہے ص ۵۰ مگر بظاہر اس میں کتابت کی غلطی ہے اس لئے درست کر دیا۔ [نور]

(۲) یہ فتوی ہندوستان کے ممتاز علماء اور اہل فتوی کی تصدیقات کے ساتھ، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں، اشتہار کی صورت میں، مطبع نجمی دہلی سے سنہ ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۸-۸۹ء) میں چھپا تھا۔ یہ فتوی مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کی تالیف "میرے والد ماجد" میں درج ہے ص ۴۹ تا ۵۱ (طبع اول، کراچی ۱۹۷۵ء) اگرچہ یہ فتوی فتاوی رشیدیہ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی ص ۷ ج سوم، اور فتاوی رشیدیہ شائع کردہ محمد علی تاجران کتب کراچی میں شامل ہے، ص ۱۸۴-۱۸۵، مگر مجموعہ تالیفات رشیدیہ۔ (لاہور: ۱۴۱۲ھ) میں درج نہیں، اسی لئے یہاں شامل کر لیا گیا۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

عورت دونوں کی خواہش ہے۔ اس کا نکاح کسی طرح ہوسکتا ہے، یا نہیں، اور خنثیٰ مشکل، جو یہاں پھرتے ہیں، وہ کیا ہیں، یا کوئی اور ہوتا ہے۔

جواب: یہ ہیجڑے جو یہاں پھرتے ہیں مرد ہیں، اور خنثیٰ مشکل وہ ہے، جس میں دونوں علامتیں ہوں اور کوئی جانب متحقق نہ ہو، اور ایسا خنثیٰ جس میں دونوں شہوتیں متحقق ہوں، موجود نہیں۔ (۱)

(بدست خاص ص ۴۶)

(۴۳۵) مخنثوں سے نکاح کا ایک اور پہلو؟ سوال: ایک مخنث بروئے شہوت مردانہ ہے اور ایک مخنث بروئے شہوت زنانہ ہے، تو ان کا باہم یک دیگر یا کسی اور عورت یا مرد سے نکاح ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ مخنث نہیں ہے مرد یا عورت ہے، ان کا نکاح باہم بھی درست ہے اور غیر سے بھی، واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴۶)

(۴۳۶) اپنے باپ کے تائے یا چچا کی لڑکی سے نکاح اور شیعہ عورت سے نکاح کا حکم؟ سوال: اپنے باپ کی تائی یا چچی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، یا نہیں؟ کیونکہ رشتہ میں اس کی پھوپھی ہوئی ہے۔ دیگر زید کے ایک لڑکی ہے، زید اگر اپنے تائے یا چچا حقیقی کے بیٹے سے نکاح کردے، درست ہے، یا نہیں؟ کیونکہ رشتہ میں وہ لڑکا لڑکی کا چچا ہوتا ہے۔

دیگر عورت [اہل] سنت والجماعت (۲) کو شیعہ سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور اولاد اس کی کیسی ہے؟ اور وہ عورت اپنے شیعہ خاوند کے مال سے، حج زکوٰۃ ادا کرے، جو کہ اس کے خاوند نے اس کو دیا ہے، اس کا ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ وہ عورت خاوند شیعہ کے مال سے، کسی عالم وغیرہ کی دعوت کرے، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: باپ کے تائے یا چچا کی دختر [لڑکی] سے نکاح درست ہے، زید کی لڑکی کا نکاح زید کے تائے چچا کے لڑکے سے درست ہے۔ دیگر (اہل) سنت و جماعت زن کو شیعہ مرد سے نکاح حرام ہے، جو ہوگیا تو اولاد حلال ہوگی۔ شیعہ خاوند کے مال سے حج کرنا اور کسی کو دینا بھی حلال ہے، کیونکہ بعضے علماء، شیعہ کو کافر نہیں کہتے، اور نکاح اس واسطے ہوجاتا ہے، اگرچہ برا ہے۔ (فیوض رشیدیہ ص ۲۳-۲۴)

---

(۱) خنثیٰ مشکل، جس میں مردانہ زنانہ دونوں علامتیں موجود ہوں، معدوم نہیں، حکیم فخر الدین خیالی حنفی، رائے بریلوی نے اپنی کتاب مہر جہاں تاب نسخہ مصنف قلمی مخزونہ ندوۃ لکھنؤ میں، احسان دانش نے اپنی آپ بیتی "جہان دانش" میں اپنے اپنے دور میں ان کے موجود ہونے اور ان کے دیکھنے کا تذکرہ کیا ہے۔ نور

(۲) اصل نسخہ میں بجائے کا کے لفظ کو ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۳۷) باپ دادا کا نابالغی میں، کیا ہوا نکاح صحیح ہے؟ سوال:

مسئلہ میں کہ مسمی چراغا نے اپنی لڑکی مسماۃ کریما کا نکاح حالت نابالغی میں، ایک مرد بالغ مسمی چیکوڑ ولد منگرو سے ساتھ اور بروقت نکاح حسب رواج برادری سے نکاح کی اجازت مسماۃ مذکورہ کی ماں سے لی اور اس کا باپ بھی حاضر تھا، اور نکاح کے قبل نسبت کو بخوشی اس نے منظور کیا تھا، اور نکاح ہو جانے تک و نیز بعد اس کے بھی اس نے ناخوشی سے انکار ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ تمام رسم و رسومات شادی جیسے بارات کا کھانا دینا، اور جہیز دینا اور لڑکی کو خوشی سے حوالہ کرنا، اور رخصت کر دینا، وغیرہ وغیرہ سب بخوشی خاطر باپ نے کیا، اور بعد نکاح برابر آمد و رفت مسماۃ کے گھر رہی۔

بعد چند روز مسمی چیکوڑ کلکتہ کو چلا گیا، وہاں کسی علت میں ایک برس کو قید ہو گیا، اور ہنوز وہ قید ہی میں تھا کہ مسمی چراغا و پدر مسماۃ نے پنچوں کو جمع کیا اور کہا کہ ہم اپنی لڑکی مسماۃ کریما کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے، انہوں نے منع کیا اور کہا کہ اس کا شوہر ہنوز زندہ ہے اور طلاق بھی نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ہم سب اس کے نکاح ثانی کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اور پنچوں نے چراغا سے پوچھا کہ تم اس کا نکاح دوسری جگہ کیوں کرنا چاہتی ہو، اس کی شادی تو چیکوڑ سے ہو چکی ہے، اس کے گھر اس کو کیوں رخصت نہیں کر دیتی، اس نے جواب دیا کہ وہ کلکتہ میں ہے اور یہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا خرچ اب ہم سے نہیں اٹھ سکتا ہے، اسی سبب سے دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ پنچوں نے اجازت نکاح ثانی نہیں دی، اور کہا کہ اگر خلاف دستور برادری کوئی کام کرو گے، تو حسب ضابطہ برادری تمہارا حقہ پانی بند ہو جائیگا، اور بے ذات کر دیں گے۔ یہ کہہ کر سب اٹھ گئے۔

اور بعد صبح ہونے کے منگرو کی زوجہ مسماۃ کریمہ کی ساس نے آ کر، چراغا سے کہا کہ رخصت کر دو، اور سب پنچوں کو بھی جمع کر کے کہا کہ ہماری بہو کو تم رخصت کر دو، اس وقت چراغا نے اقرار کیا، کہ ہم پندرہ یوم میں رخصت کر دیں گے۔ پھر پندرہ روز مسماۃ کریما کو چراغا کی اجازت سے، چراغا کے گھر سے پوشیدہ، وہ لوگ جن کے یہاں نکاح ثانی کی تقرری ہوئی تھی لے جا کر، وہیں اپنے مکان پر نکاح ثانی مسمی بہادر سے کر دیا۔ ایسی حالت میں نکاح ثانی صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور نکاح اول فسخ ہوا، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب مع الدلائل و عبارت کے ارشاد ہو، اور نیز واضح ہو کہ ہر دو نکاح کفو میں ہیں، اور لڑکی کے باپ کا خوشی سے نسبت کو قبول کرنا، اور جہیز دینا اور لڑکی کو رخصت کرنا، اور برادری کو کھانا دینا اور اس کی مرضی سے لڑکی کی آمد و رفت کرنا میں ہونا، اجازت بالدلالہ ہے یا نہیں؟ اور ہے تو لزوم نکاح اول کو کافی ہے، یا نہیں اور جب نکاح اول لازم نہیں تو نکاح ثانی جائز ہوا، یا نہ؟ بالتفصیل جواب ارقام فرمادیں۔

جواب: نکاح اول صحیح ہوگیا، اس کو کوئی فسخ نہیں کرسکتا، نہ والدین زوجہ کے فسخ کرسکتے ہیں، اور نہ خود زوجہ جواب بالغ ہوئی، فسخ کرنے کی مختار ہے۔ قال فی در المختار و رد المحتار:

و لزم النکاح، ای بلا توقف علی اجازۃ احد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الاب و الجد، و ان کان الولی ابا او جدا (۱) انتھی

پس اب چراغا[نے] جو کریمہ کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا ہے، یہ نکاح باطل ہے۔ ہرگز درست نہیں، اور پہلا نکاح اس سے فسخ نہیں ہوا، اور یہ نکاح حرام محض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ الآیۃ (۲) حرام کیا گیا خاوند والی عورتوں کا نکاح، فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۵ سے ص ۱۷۷ تک)

(۴۳۸) نکاح میں اجازت بالدلالہ کے معنی؟ سوال: اجازت بالدلالۃ جو ہم نے دریافت کی ہے، اس کی تصریح مع عبارت کتب ارشاد ہو۔

جواب: سوال میں صراحت مذکور ہے، کہ باپ نے نسبت کو بخوشی قبول کیا تھا، اور نکاح کی سب رسوم کی اور جہیز دے کر حوالہ نوشہ کے کیا تھا، پس یہ افعال تو خود اجازت نکاح کی بصراحت موجود ہیں، اور اجازت کیا خود نکاح کردینا ظاہر ہے۔ پھر دلالت اجازت کی کیا ضرورت ہے، اثبات ہے۔ یہ نکاح خود پدر کا کیا ہوا ہے، مگر چوں کہ سائل کو دلالت رضا کی ضرورت ہے، لہٰذا روایت اس کی نقل کرتا ہوں:

قال فی الدر المختار: وقبضه ای ولی له حق الاعتراض، المهر و نحوه، مما یدل علی الرضی رضا دلالة. (قال فی رد المحتار فی شرح) قوله: و نحوه کالتجهیز و نحوه. انتهی (۳)

الحاصل! اس صورت مذکورہ سوال میں، خود پدر نے نکاح کریما کا کرایا ہے، اس میں اثبات رضا کی ضرورت نہیں، یہ نکاح پدر کا کیا ہوا ہے، کہ اب ہرگز فسخ نہیں ہوسکتا۔ دختر کی طرف سے اور نہ خود پدر کی طرف سے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۷)

---

(۱) الف در مختار کتاب النکاح، باب الولی ص ۱۹۲ ج ۱ عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ ب: شامی ۳۰۴ ج ۲ باب الولی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۸ھ) نیز شامی ج ۲ ص ۳۳۰ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ نیز رد المحتار باب الولی ص ۲۶ ج ۳ (دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ) [نور]

(۲) سورہ نساء، آیت نمبر ۲۴۔

(۳) در مختار باب الولی ص ۱۹۱ ج ۱ عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ نیز شامی ص ۲۹۸ ج ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۸ھ) شامی ص ۵۸ ج ۳ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) نیز شامی ج ۲ ص ۳۳۰ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۳۹) باپ مجنون تھا، چچا نے بھتیجی کا نکاح کردیا، تو؟ **سوال:** ایک صغیرہ لڑکی کا نکاح اس کے چچا نے زید سے کردیا اور اس لڑکی کا باپ یا مادر مجنون ہے، کچھ دنوں کے بعد اس کے باپ یا مادر کو جنون سے آرام ہوگیا، اور وہ اس نکاح سے ناخوش ہے، تو اب دوبارہ اس کا نکاح کسی اور سے، اس کا باپ یا مادر کرسکتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: نکاح اس کا درست ہوگیا، باپ یا مادر کو بعد افاقہ مجاز مداخلت نہیں، مگر لڑکی بعد بلوغ کے فسخ کرسکتی ہے، بشرائط فسخ۔ واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص ص ۲)

(۴۴۰) گونگا بہرا اور صغیر ایجاب وقبول کس طرح کرے گا؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک لڑکا تو گونگا اور بہرا، دوسرا لڑکا صغیر سن بعمر آٹھ سال کے ہے، اور ان پر دونوں کا نکاح ہونے والا ہے، ایجاب وقبول ان کی طرف سے، ان کے ولی باپ یا دیگر رشتہ دار کی طرف سے جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو ولی اس کا کس طور پر ایجاب وقبول کرے؟

جواب: گونگا بہرا جو بالغ ہووے، تو اشارہ سے قبول کرلیوے اور اشارہ ہی سے ایجاب کرایا جائے، اور صغیر کی طرف سے اس کا ولی قبول کرے، اس طرح کہ اس منکوحہ کو اپنے فلاں صغیر سے قبول کرتا ہوں۔ فقط

اور بہرے گونگے کی طرف سے اس کا ولی قبول کرلیوے درست ہے، پھر جب وہ اس کے پاس بہ رضا جاوے گا۔ اجازت وتمامی نکاح کی ہوجاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۱۔۲۳۲)

(۴۴۱) برادری سے باہر نکاح کرنے والے کا مقاطعہ، گناہ ہے: **سوال:** ایک قصائی مسلمان کی عورت شوہردار کی، ایک مہاجن [ہندو، بنئے] سے ملاقات ہے اور چند مرتبہ ان دونوں کو پکڑ لیا ہے، برادری سب اس کو جانتی ہے اور ذات سے علیحدہ نہیں کرتی، بلکہ اسی قوم میں سے ایک بیوہ نے ایک نو باف مسلمان سے اپنا نکاح کرلیا ہے، تو اس کو اس بات پر ذات سے نکال دی ہے۔ ان میں سے کون سی عورت قابل، ذات سے ڈالنے کی ہے؟

جواب: جس عورت نے مسلمان سے نکاح کرلیا ہے، اس کا ذات سے ڈالنے والا گنہگار ہے۔ اور جو عورت کسی سے خراب ہے، اس کو برادری میں رکھنا نہیں چاہئے اور جو رکھتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فیوض رشیدیہ ص ۲۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۴۲) بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

سوال: ایک عورت بت پرست اپنے شوہر کو چھوڑ کر، ایک مسلمان شخص کے ساتھ چلی گئی، اور اس مسلمان نے اس عورت کو مسلمان کیا، اور بعد مسلمان ہونے کے اس عورت سے نکاح کیا۔ اب یہ عورت اس حالت میں مسلمان ہوئی یا نہیں، اور اس عورت کا نکاح مرد مسلمان سے درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں وہ عورت مسلمان ہوگئی، اور نکاح اس کا مرد مسلمان سے درست ہے۔ جب کہ اس کو تین حیض آجاویں، اور بصورت نہ آنے حیض کے تین ماہ گزرنا شرط ہے، پس نکاح اس مدت سے قبل درست نہیں ہے۔ اگر تین حیض یا تین ماہ، بصورت عدم حیض گزرنے سے، قبل مسلمان نے اس عورت سے نکاح کیا، تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، بعد آنے تین حیض کے اور بصورت عدم حیض، بعد گزرنے تین ماہ کے، نکاح کیا جاوے۔ **قال الشامی:**

فإذا مضت هذه المدة صار مضيها بمنزلة تفريق القاضي الخ(۱) ص ۳۹۰ ج ۲۔

الجواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ — کتبہ رشید احمد عفی عنہ

فتویٰ دار العلوم دیوبند۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفر الدین احمد صاحب

ص: ۲۸۹۔۲۹۰، ج: ۷ (طبع اول ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

(۴۴۳) چار سے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے مباشرت کرنے کا حکم؟

سوال: ایک شخص کو چار سے زیادہ باندیوں سے، جو جہاد میں سے ملی ہوں نکاح کرنا، یا بدون نکاح مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جو باندیاں شرعاً باندیں ہیں، ان سے ہزار سے بھی مباشرت جائز ہے اور اپنی باندی سے نکاح ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدستہ خاص ص ۲)

(۴۴۴) شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا؟

مسئلہ: درمیان عیدین کے نکاح کرنا سنت اور موجب برکت ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہوا، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے عزیزوں کا نکاح شوال میں کیا کرتی تھیں۔ پس اس نکاح کو منحوس جاننا، جہل و فسق ہے اور سنت نبوی سے مخالفت اور عداوت ہے، ایسے اقوال بے ہودہ سے توبہ پر ضرور (۲) ہے۔ ورنہ فعل سنت کے برا جاننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور ایک

---

(۱) شامی کتاب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیسا باهل لایقاع الطلاق، ص: ۳۹۰ ج: ۲ (مطبع محتبائی دهلی ۱۲۸۹ھ) نیز شامی بات مذکور ج: ۳، ص ۱۹۰، [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] نیز شامی ج: ۲ ص ۴۲۴ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ: ۱۳۹۹ھ] [نور]

(۲) پر ضرور: نہایت ضروری۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

بات سخت احمق جاہل بکتا ہے، عالم ایسی بات ہرگز نہیں کہتا۔ واللہ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۴۲)

(۴۴۵) نکاح کے وقت، اگر بعض ولی راضی نہ ہوں تو؟ سوال: لکھا ہے کہ تھوڑے سے ولیوں کا راضی ہونا، ایسا ہے جیسا سب کا راضی ہونا، اس کا کیا مطلب ہے۔ آیا درصورت موجودگی ایک ولی مقدم کے دوسرے ولیوں کو بھی اختیار ہوتا ہے اور بحالت موجودگی کل ولیوں کے، اگر ایک یا دو ولی ایک جگہ رضامند ہو کر نکاح کردیں، اور سب کے سب ولی ناراض ہوں، تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ جو کچھ مطلب ہو تحریر فرمادیں۔

جواب: یہ اس صورت میں ہے کہ جب اور اولیاء موجود نہ ہوں، اور اگر سب اولیاء موجود ہوں اور پھر بعض راضی ہوں، بعض ناراض، تو اس وقت میں بعض کی رضا معتبر نہ ہوگی، بلکہ اور کسی صورت سے ترجیح دی جاسکے گی، حاکم وغیرہ کے ہاں پیش کرکے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۵۱)

(۴۴۶) شادی کیلئے داماد سے رقم طے کرلینا کیسا ہے؟ سوال: بعضے آدمی اگر اپنی لڑکی کا کسی سے نکاح کرتے ہیں، تو اس سے یعنی داماد سے کچھ روپے لینے مقرر کرلیتے ہیں، اور تاوقتیکہ وہ مبلغان معہودہ ادا نہ کئے جاویں، تو نکاح نہیں کرتے۔ تو شرعاً اپنی دختر پر کچھ لینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ روپیہ لینا حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص: ۵۵)

(۴۴۷) نکاح کے وقت تجدید ایمان، اور کلمہ پڑھانے کا معمول؟ سوال: کلمہ پڑھنا اور خطبہ پڑھنا بروقت نکاح، باوجود عیاں ہونے اسلام کے، کون سی حدیث سے ثابت ہے۔

جواب از انبالوی: کلمہ پڑھانا اور خطبہ پڑھنا نکاح میں بہت خوب اور مرغوب ہے، کلمہ پڑھانا مستحب ہے، احتیاطاً، بموجب حدیث شریف:

جددوا إیمانکم بقول لا إلٰہ إلا اللّٰہ (۱) اپنے ایمان لا الہ الا اللہ کے ذریعہ تازہ کرتے رہا کرو۔

اور خطبہ پڑھنا مناسب ہے، چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، وقت نکاح حضرت فاطمہؓ کا خطبہ پڑھا ہے، کتب میں مسطور ہے۔ فقط..... جواب انبالوی تمام شد

جواب از حضرت گنگوہی تردید جواب بالا: خطبہ وقت نکاح لاریب مسنون ہے، مگر مسلمان کو کلمہ پڑھانا

---

(۱) ولفظہ عند الامام احمد: جددوا ایمانکم، قیل یارسول اللہ و کیف نجدد ایماننا؟ قال: "أکثروا من قول: لا الہ إلا اللہ، مسند الامام احمد، مسند ابی ہریرۃ، ص: ۳۵۹، ج: ۲ [دار الفکر بیروت: ۱۹۷۸ء/۱۳۹۸ھ] نیز ص: ۳۹۵ ج: ۸ [نسخہ محمد شاکر، مسند ابی ہریرۃ، رقم الحدیث: ۸۶۹۵ [دار الحدیث، القاہرۃ ۱۹۹۵ء]

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا، اور نہ کچھ حاجت وضرورت مسلمانوں کو کلمہ پڑھانے کی ہے، نہ نکاح اس پر موقوف ہے۔ سو کلمہ پڑھانے کو مستحب لکھنا، عجب بات ہے، کیونکہ اصطلاح فقہ اور اصول فقہ میں مستحب اس امر کو کہتے ہیں، کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو بار اس کو کیا ہو، سو چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نکاح گاہ، اس کا کرنا قولاً فعلاً ثابت نہیں ہوا، تو پھر مستحب کے کیا معنی؟ شاید مجیب علم فقہ اور اصول فقہ سے واقف نہیں ہیں، سنے سنائے مسئلوں میں لفظ مستحب کا یاد کرلیا ہے۔

سائل یہی پوچھتا ہے کہ قبل نکاح، بوجہ نکاح کلمہ پڑھانا، کس کتاب سے ثابت ہے، اور: جددوا الخ جو مجیب نے نقل کی ہے، مجیب پر واجب ہے کہ تصحیح سند اس حدیث کی، اور نقل اس کی کتب معتبرہ حدیث سے، موافق قواعد محدثین اور فقہاء اور علماء کے کریں، یا سند اس کی معتبر ہو کہ اس میں کلام کیا جائے، ورنہ پھر ایسے دعوی کی باتیں نہ فرماویں، اور حوالہ رسائل اپنے اجداد کا نہ دیں، کہ اجداد مجیب کے اقوال ان پر ہی حجت ہوں گے، علماء کے نزدیک حدیث کے باب میں بہ جز محدثین معتبرین، کسی کا قول معتبر نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۶۲۔۶۳)

(۴۴۸) نکاح میں چھوارے لٹانے کی روایت صحیح نہیں: مسئلہ: خرما لٹانے کی حدیث صحیح نہیں

اور اس میں اندیشہ تکلیف حاضرین کا ہے، لہٰذا نہ کرے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۳)

(۴۴۹) محفل نکاح میں کس قسم کا دف بجانے کی اجازت ہے؟ مسئلہ: اعلان نکاح کے

واسطے دف کا بجانا درست ہے، بشرطیکہ جھانجھ دار نہ ہو، قال فی مسند الإمام من السراجی:

''مضائقہ نیست بہ شب عروسی زدن دف بنا بر اعلان نکاح، وقتیکہ جلاجل دار نہ باشد'' انتھی (۱)

ترجمہ: رخصتی کی رات اعلان نکاح کے خیال سے دف بجانے میں حرج نہیں ہے جب تک اس میں گھونگرو [جھانجھن] نہ ہوں۔

---

(۱) اصل میں اسی طرح ہے مگر اس عبارت اور اس میں مذکور حوالوں میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مسند الامام سے فتاوی سراجیہ میں نقل کیا گیا ہے، تو وہ اول عربی ہوگا، دوسرے مسند الامام حدیث کی کتاب ہے اور فتاوی سراجیہ فقہ ومسائل کی۔ اگر سراجیہ نے اس سے کچھ نقل کیا ہے تو وہ روایت ہوگی، مسئلہ نہیں۔ آخری بات یہ ہے کہ دونوں کی عبارت فارسی میں نہیں ہوسکتی، اس کو عربی میں ہونا چاہئے تھا، اس فارسی اقتباس سے ایسا لگتا ہے کہ یہ متاخر دور کے کسی ہندوستانی عالم کی تحریر کا اقتباس ہے، غلطی سے اس پر مسند الامام اور سراجیہ لکھا گیا۔ فقط واللہ اعلم (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقی جملہ آلات معازف ومزامیر، خوردوکلاں، خواہ ہاتھ سے بجائے جائیں، یا منہ سے حرام، اوراس کی اجرت بھی حرام ہے، اورایسی مجلس میں جانا بھی حرام ہے، یہی مذہب تمام فقہاء کا ہے۔ قال فی الهداية:

"ولايجوز الاستئجار على الغناء والنوح و كذا سائر الملاهي، لأنه استيجار على المعصية، و المعصية لاتستحق بالعقد" انتهى (۱)

"وقال سيدنا قطب الأقطاب الشيخ عبد القادر جيلاني في غنية الطالبين: هذا إذا كان خالياً عن منكر كالطبل و الزمار، و العود، و الناى، و الذبائب، و المعازف، والطنابر، و الشين، و الشبابة، و الذى يلعب به الترک. فان حضر منكم لايجلس هناک لان جميع ذالک حرام" (۲) انتهىٰ

قال في الحمادية: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ان الله كرّه لكم الخمر و الميسر و المزمار و المعازف والكوبة" (۳) الحديث

فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۸۴۔۸۵)

(۴۵۰) کیا دف صرف نکاح کیلئے مباح ہے؟

سوال: دف کی اباحت خاص نکاح کے وقت ہے، یا ہر وقت؟

جواب: خصوصیت نکاح کی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(مجموعہ رام پور ص ۸)

(۴۵۱) شادیوں کی چند رسومات کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ ان مسائل کے:

سوال اول: ایک قوم نے باہم ایسا اتفاق کر رکھا ہے، کہ ہماری برادری میں جب کسی کے یہاں کوئی تقریب شادی وغیرہ کی ہوا کرے، تو خواہ وہ یتیم ہو یا غریب ہو، یا مالدار ہو، کیسا ہی ہو، اس کو برادری کی چند بھاجی مقررہ پنچایت، جس جس قدر جس جس چیز کی مقدار مقرر ہے، ادا کرنی ہوگی۔ اگر ان اشیاء مقررہ میں سے کسی چیز کی کمی ہو، تو اس کو منظور نہیں کرتے اور نہیں لیتے، اگر اس میں مقدور نہیں ہو، تو بھی بغیر اداء کئے، ان رسومات کے یعنی بھاجی مقررہ کے، کوئی تقریب شادی وغیرہ کی کرلیوے تو برادری سے، اس کا حصہ بھاجی وغیرہ کا سب بند کر دیتے ہیں، تاوقتیکہ وہ بھاجی مقررہ کو، جو بمنزلہ فرض متصور ہے، اپنے ذمہ سے ادا نہ کرلیوے۔

---

(۱) الهداية باب الإجارة الفاسدة ص ۳۰۱ ج ۳ اصح المطابع | تبيين الاجارة الفاسدة ص ۳۰۳ ج ۳۔

(۲) غنية الطالبين (۳) فتاوی حمادیہ ص: ۵۵

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور یہ بھی دستور کر رکھا ہے، جب کوئی شخص شادی کرنے دلہن کے گھر آتا ہے، تو اس سے چالیس روپیہ تو نقد برادری لیتی ہے اور چار روپیہ نقد تمام مستورات برادری کی لیتی ہیں، اور اس روپیہ کا کھانا پکا کر سب برادری کے آدمی کھاتے ہیں اور اس چار روپیہ کو عورتیں باہم تقسیم کر لیتی ہیں، اور جب تک یہ روپیہ دولہا کی جانب سے ادا نہ کیا جاوے، تب تک دولہن کو وداع یعنی رخصت نہیں کرتے۔

ان وجوبات مرقومہ بالا کو ایک شخص برادری کا منع کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ان رسومات کو بند کر دینا چاہئے، بلکہ یوں چاہئے کہ جس بھائی کو جو میسر آوے، وہ برادری کو کھلاوے، یتیم وغریب سے کچھ نہ لیا جاوے، بلکہ وہ قابل معافی از روئے حکم شرع شریف کے ہے، اس پر برادری کے لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ، ان امورات مرقومہ بالا میں شرعاً کوئی قباحت [نہیں] ہے، یہ برادری کا دستور ہے، دینا اور لینا اس میں سب برابر ہیں، جواب مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا! فقط

جواب (۱) یہ دستور بالضرور قابل موقوف کرنے کے ہے، جو کوئی بلا قید برادری کو دیتا ہے، وہ بوجہ فرحت وسرور کے ضیافت کرتا ہے، یہ قرض نہیں اور جو قرض جان کر دیتا ہے، تو حلال نہیں۔ کیونکہ قرض میں مماثل یعنی برابری شرط ہے، اور یہاں کبھی زیادہ لیا اور کبھی کم دیا یا بالعکس اس کے ہو گیا، اور پھر یتیم کا مال اس طرح کھانا حرام ہے، اور وہ نہ محل قرض لینے کا، اور نہ دینے کا، پس بے شک یہ رسم حرام ہے اور اس پر مؤکد ہونا بھی سخت نازیبا [ہے] اس کو ترک کرنا واجب ہے۔ فقط، واللہ اعلم

رشید احمد

جواب (۲) انسداد رسوم مذکور کا جب تک نہ ہوگا، رخنہ دین شرعی میں سخت رہے گا، جلد ان رسوم کو بند کرنا چاہئے، ورنہ سب برادری قیامت میں ماخوذ ہوگی۔

قال اللہ تعالیٰ: ماآتاکم الرسول فخذوہ و ما نھاکم عنہ فانتھوا الخ (الحشر: ۷)

اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

واقعی ایسی رسم نامشروعہ کو مٹانا اور موقوف کرنا، بڑے ثواب کا کام ہے۔ فقط

فقیر محمد حسین دہلوی | حبیب احمد سہارنپوری | سید محمد نذیر حسین دہلوی ۱۲۸۱ھ

رحیم بخش خاں پانی پتی | محمد رحمت اللہ | حفیظ اللہ

اصاب من اجاب محمد مراد عفی عنہ، مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ مظفر نگر۔

یہ رسم بوجوبات مذکورہ سابقہ قابل موقوف کرنے کے ہے، اور اگر دکھلاوے اور نام آوری کے سبب سے ہے تو بھی حرام ہے، واللہ اعلم حررہ محمد راغب اللہ عفی عنہ پانی پتی ۱۲۹۴ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

بے شک یہ رسوم کہ جو فی زمانہ مروج ہیں اور ان کو جہال نے لازم پکڑا ہے، عام اس سے کہ شادیوں میں ہوں یا غمی میں، قابل موقوفی کے ہیں۔ خصوصاً مال یتیم کا کھانا خواہ کسی طرح ہو حرام ہے، اس کے واسطے سخت وعید ہے۔ فقط

عبدالسلام پانی پتی عبدالرشید رام پوری

فی الواقع ایسے امور خلاف شریعت کا چھوڑنا ضرور ہے۔ ہذا ہو الحق محمد عبدالحق

أجاد من أفاد ابوجمیل عفی عنہ وجدته صحیحة العبد فیاض الدین

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني. (۱)

اس حدیث سے صاف جاننا چاہئے کہ نکاح امورات شریعت سے، اور امور شریعت میں تابعداری شریعت کی شرط ہے۔ پس جو امر اس میں خلاف شرع واقع ہو، خواہ بطریق زیادتی یا بطریق کمی وہ بدعت ہے اور جب بدعت امور شرعیہ میں آجاتی ہے، تو خواہ مخواہ سنت میں فرق آجاتا ہے۔ پس اس بدعت کا محو کرنا اور مٹانا فرض ہو جاتا ہے۔

حررہ العبد الذلیل محمد اسماعیل عفی عنہ مدرس مدرسہ فتحپوری العبد محمد سعید

قال الله تعالىٰ: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا (النساء، ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تحقیق جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ظلم سے، سوا اس کے نہیں کہ کھاتے ہیں بیچ پیٹوں اپنے کے آگ، اور البتہ جاویں گے وہ آگ میں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال یتیم کا غمی شادی وغیرہ میں، کسی طرح کھانا حلال نہیں، بلکہ حرام ہے۔ فقط،

عبدالکریم واعظ سڑک، کیرانوی۔

الجواب صحیح حدیث صحیح میں وارد ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جو کوئی شخص کھانا یا اور کوئی کام کرے اس نیت سے کہ میرا نام ہو، یا اللہ تو اس کو قیامت میں ذلیل کیجئے، غرض شہرت اور نام کیلئے جو کام کوئی آدمی کرے، وہ سب حرام ہے۔ یہ کل رسمیں فقط واسطے دکھلاوے کے ہیں، حرام ہیں۔ راقم عبدالکریم واعظ سڑک (کیرانوی)

(فیوض رشیدیہ ص ۲-۳-۴)

---

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني. وتزوجوا فاني مكاثر بكم الأمم ومن كان ذا طول فلينكح ومن لم يجد فعليه بالصيام، فإن الصوم له وجاء ابن ماجه ابواب النكاح باب ماجاء في فضل النكاح ص ۱۳۴ ج ۱ (مطبع فاروقی دهلی) ابن ماجه باب مذکور ج ۳/ص ۵۴، رقم ۱۸۴۶ تحقیق علامه شعیب الارنووط [دار الرسالة العالمية دمشق ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹ء]

دوسری حدیث شریف اسی مضمون کے متعلق یہ ہے من أخذ بسنتي فهو مني ومن رغب عن سنتي فليس مني (ابن عساكر عن ابن عمر) کنز العمال رقم الحدیث ۹۳۴ ص ۱۹۳ ج ۱۔ (موسسة الرسالة، بیروت ۱۴۰۵ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۵۲) جس مجلس نکاح میں ناچ رنگ ہو، اس میں شرکت؟ سوال: (الف) ناچ رنگ کی

محفل میں ناچ رنگ بند کرا کر، نکاح خوانی کے واسطے جانا درست ہے، یا نہیں؟ فتویٰ کیا ہے اور تقویٰ کیا ہے؟ جس شادی میں ڈھول وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں، اس میں عورتوں کو شریک ہونا، اور دوسرے مکان میں رہنا، کہ وہاں سے ڈھول وغیرہ کی آواز کرتی ہو، جائز ہے، یا نہیں؟

(ب) بعض دیار میں بعد نکاح زوج کے، زوجہ کا دوبارہ نکاح پڑھاتے ہیں، درست ہے، یا نہیں۔ اجرت نکاح خواہ طلب یا بغیر طلب، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: محفل فسق وفجور میں جانا حرام ہے، اگر اس وقت وہ معصیت موجود ہو، اور ایسی صورت میں کہ اس کے جانے سے بند ہو جاوے، بایں حیلہ جانا کہ میرے رہنے تک بدکام سے بچیں گے، مباح ہو تو عجب نہیں۔ ورنہ یہ بھی کراہت سے خالی نہیں، اگر مناہی کی جگہ جاوے، تو واجب ہے کہ منع کرے، جو نہ مانے، آپ اُن سے جدا ہو جاوے:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (الانعام:۸) تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ (ترجمہ شیخ الہند)

تقویٰ کا کیا محل ہے، فتویٰ سے بھی مجلس فساق میں جانا درست نہیں، مگر بحیلۂ مذکورہ بالا! عورتوں کو بھی مجلس مناہی میں جانا حرام ہے، اگرچہ دوسرا مکان ہو۔

ایجاب وقبول زوجین میں ہوتا ہے، پھر مکرر عورتوں میں اس کی نقل کرنی بیہودہ حرکت ہے، اور غیر مشروع امر ہے۔

قاضی کو برضا نکاح خوانی لینی درست ہے، اور اتحاد کے موقع پر برضا زیادہ مانگنا بھی درست ہے۔(۱)

(مجموعہ چندیانوی ص:۳۰۲)

(۴۵۳) جس مجلس میں ناچ گانا ہو، اس کے شرکاء اور اس نکاح کا حکم؟

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں: جس مجلس میں ناچ وغیرہ فسق کے امور ہوں، اس کے سب شریک فاسق وگنہ گار ہوتے ہیں اور نکاح اس جلسہ کا درست ہوتا ہے، اگرچہ وہ لوگ فاسق ہیں۔ پس اس نکاح سے قربت حرام نہیں ہوئی، بلکہ حلال ہے۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، اگر احتیاطاً دوبارہ نکاح کر لیوے، بہتر ہے، ورنہ ضرورت نہیں، اور سب اولاد حلال ہوئی ہے، اور اوپر لکھا گیا کہ ایسی مجلس کے شرکاء سب فاسق ہوتے ہیں۔ فقط والسلام (مہر) از بندہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعۂ کلاں ص ۲۰۶)

---

(۱) اصل میں کسی طرح ہے۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اصل میں سوال کا کچھ حصہ نقل ہونے سے رہ گیا۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۵۴) جس شادی میں خلاف شرع کام ہوں، اس میں شریک ہونا؟

سوال: جس شادی میں محفل رقص وغیرہ ہووے، یا نقارہ وغیرہ بجتے ہوں، علاوہ اس محفل کے اس کی شادی میں، جیسے طعام یا نیوتہ وغیرہ دینے میں شریک ہونا جائز ہے، یا نہیں؟ اور کھانا اس کی شادی کا تناول کرنا درست ہے، یا غیر درست؟ اور کچھائیوں میں میوہ وغیرہ لے جانا کیسا ہے، آیا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جس شادی میں خلاف شرع (۱) (امور) ہوویں اس میں شریک ہونا منع ہے، اگر مجلس خاص میں نہ ہو کہ فساق سے بمدانہت ملنا اور ان کا معاون ہونا، خود حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۰-۱۰۱)

(۴۵۵) سہرا خواص ہنود کا طریقہ ہے، اس لئے منع ہے:

سوال: بعض اشخاص کہتے ہیں کہ شادی میں سہرا باندھنا، ہندوستان میں مسلمانوں کا دستور ہے، ہندو (و) ؤں کا دستور کچھ اور ہے، وہ سہرا نہیں باندھتے ہیں۔ اس صورت میں سہرا باندھنے کی حرمت پر کیا دلیل ہے؟

جواب: جو سہرا خواص کفار کا تھا، ہنود سے مسلمانوں نے لیا (ہے) تشبیہ حرام ہے۔

رشید احمد عفی عنہ

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۲)

(۴۵۶) دلہن کی منہ دکھائی لینے کا حکم؟

سوال: ملک بنگال میں دستور ہے کہ جب دولہن کو اپنے گھر میں لاتے ہیں، دو چار عورتیں مثل نانی، دادی وغیرہ، ایک برتن میں شیرینی ہر دو کو قبل خلوت صحیحہ کھلاتی ہیں، اور دولہا سے بعوض شیرینی دو چار روپیہ منہ دکھائی لیتی ہیں، یہ فعل جائز ہے، یا نہ؟ اور وہ دولہن مالک روپیہ ہوئی، یا نہیں؟

جواب: یہ سب رسوم اور ان کا ضروری جاننا بدعت ہے، اس کا ترک کرنا ایسی حالت میں ضروری ہے، فقط۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۴، ۱۷۵)

(۴۵۷) شادی کے وقت مسجد کیلئے زبردستی پیسے لینا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ ایک قوم نے اپنی برادری میں یہ رسم مقرر کی ہے، ہر شخص کی شادی میں خواہ وہ امیر ہو یا غریب یا یتیم، دولہا سے دس روپیہ اور دولہن سے چار روپیہ لیتے ہیں، اور اس روپیہ کو مسجد میں صرف کرتے ہیں۔ سو اس طرح لینا اور لے کر مسجد میں صرف کرنا، از روئے شریعت درست ہے، یا نہیں؟ اور جب تک روپیہ نہیں لیتے، تب تک دولہا دلہن کی شادی میں شامل نہیں ہوتے، اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے، آٹھ آنہ لیتے ہیں، وہ بھی مسجد میں صرف ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط

---

(۱) اصل میں سہو قلم سے مشروع لکھا ہوا ہے، جو بے معنی و بے محل ہے، اس لئے درست کر دیا۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب اگر کوئی خوشی سے روپیہ شادی میں یا لڑکا پیدا ہونے میں دیوے، تو مسجد میں لانا اس روپیہ کا درست ہے، اور جو نا خوشی سے دیوے، تو وہ لینا بھی حرام ہے اور مسجد میں صرف کرنا بھی درست نہیں۔ اور جبر الینا دباؤ برادری ڈال کر، شرع میں حرام ہے۔ فقط

رشید احمد عفی عنہ

(فیوض رشیدیہ ص ۵)

(۴۵۸) شادی کے موقع پر رت جگا کرنا؟ سوال: ہماری برادری میں ایک رسم رت جگے کی ہے، کہ شادی سے ایک دن پیشتر کل برادری کی سب عورتیں ایک مکان میں جمع ہو کر، رات بھر مع ڈھولکی و دائرہ کے، گیت باآواز بلند گاتی ہیں، جس کا مضمون فحشانہ ہے۔ اس کا نام رت جگا رکھا ہے۔ اس رت جگا کا کرنا اور عورتوں کا جمع ہونا اور گانا اور گوانا درست ہے یا حرام یا مکروہ، اور مسلمانوں کو ایسے رت جگا میں اپنی عورتوں کو بھیجنا، جائز ہے، یا نہیں، اور جو کوئی اپنی عورتوں کو ایسے رت جگے میں جانے کی اجازت دے، گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

اور ایک آدمی برادری کا اس رسم رت جگا کو منع کرتا ہے اور نہ اس میں اپنی عورت کو بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ رسم موقوف کر دینے کے قابل ہے، کیونکہ جب کہ عورتوں کو اذان پڑھنی جائز نہیں، تو گانا کیسے درست ہے؟ یہ رت جگا قابل موقوف کر دینے کے ہے یا نہیں؟ اور برادری میں سے، جو کوئی اپنی عورت کو رت جگے میں نہیں آنے دیتا، اس کو لوگ طعن کرتے ہیں اور برادری سے خارج کرتے ہیں، ایسی برادری کو چھوڑنا مناسب ہے، یا اپنی عورت کو رت جگے میں بھیج کر، شامل ہونا جائز ہے؟

جواب: یہ رت جگا حرام ہے اول ڈھولک بجانا حرام ہے، پھر راگ گانا، جس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور پھر اس رسم کو ایسا جاننا کہ اس کے منع کرنے والے کو، ذات سے نکالیں، تو گویا واجب جانتے ہیں، لہٰذا اس رسم کا ترک کرنا واجب ہے اور کسی کو درست نہیں، کہ اپنی عورت کو وہاں جانے دیوے۔ (۱) اور جو لوگ اس کو واجب جیسا جانتے ہیں، ان کو فہمائش کر کے، اس کو ترک کرا دے، نہ مانیں تو خود علیحدہ ہو جاوے، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ

(فیوض رشیدیہ ص ۷، ۸)

(۴۵۹) طوائف کی آمدنی سے نکاح خوانی لینا؟ سوال: قاضی کو طوائف سے ایسی صورت میں، کہ اس کے پاس بجز مال حرام کے اور کچھ نہ ہو، حق نکاح خوانی لینا جائز، یا نہ؟

جواب: حرام مال سے حق نکاح خوانی لینا بھی حرام ہے۔ فقط

(مجموعہ رام پور ص ۷)

---

(۱) حاشیہ فیوض رشیدیہ ص ۷۔ "اشاعۃ السنۃ ص ۱۰۰ ج ۱۰ میں لکھا ہے" وہاں نہ جانے دیوے" اس میں اذن نہ قطعاً خاوند کا موقوف ہے، اس لئے قلم زد کر دیا گیا ہے۔ نور

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۶۰) ولیمہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال: طعام ولیمہ کس درجہ کا ہے؟ واجب، یا سنت یا مستحب، اور یہ طعام ان لوگوں کو کھانا جائز ہے۔ کھانے کے لئے کتنے روپیہ سے کم اور کام میں لگانا جائز ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اس سے جہیز بناتے ہیں اور تقریب داری اور لڑکے والے میں صرف کرتے ہیں، اور بعض غریب طاقت ولیمہ نہ رکھتا ہو تو وہ پریشان ہوتے ہیں اور محل مصرف مذکور شمار کیا جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: طعام ولیمہ مستحب ہے، نہ فرض نہ واجب، قال النووی

الاصح (عند اصحابنا) انها سنة مستحبة۔ (۱) ترجمہ: یہ قول صحیح ہے ہمارے اصحاب کے نزدیک کہ ولیمہ مستحب ہے۔

اور یہ طعام دوستوں اور قریبوں کو کھلاتے ہیں، سب مسلمانوں کو، اغنیاء و فقراء اس میں سب برابر ہیں اور فقراء غیر قریب بھی آجاویں تو ان کو کھانا نہ چاہئے، لقولہ علیہ السلام

شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الاغنياء و يترك لها الفقراء، او كما قال صلى (۲)

ترجمہ: ولیمہ کا وہ کھانا سب سے برا کھانا ہے، جس میں صرف خوش حال لوگوں کو بلایا جائے اور غریبوں کو بھلایا جائے۔ (ات نور)

اور یہ طعام اس وقت تک مستحب ہے، کہ اس کو محض شکریہ اور مستحب جانے اور کسی قسم کا فخر اور غرور اس میں نہ ہو۔ ورنہ پھر یہ طعام حرام اور مکروہ ہو جاوے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے

لاتقبلوا دعوة المتباهين — یعنی فخر کرنے والوں کی دعوت کو قبول مت کرو۔

پس ایسے کھانے کا پکانا اور دعوت کرنا دونوں حرام ہو گئے، علیٰ ہذا جب اس کو ضروری جاننے لگے، نہ کرنے پر اذیت اور طعن کی نوبت پہنچے، جب بھی یہ حرام ہو جاتا ہے اور بدعت سیئہ بن جاتا ہے۔ لقولہ تعالیٰ

ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون۔ (البقرۃ ۲۲۹) — اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے، سو وہی لوگ ہیں ظالم۔ (البقرۃ ۲۲۹ ترجمہ شیخ الہند)

امر مندوب کو واجب جاننا، یا واجب جیسا معاملہ کرنا حرام اور ظلم ہوا، اور اذیت دینا کسی کا، ترک مندوب پر حرام ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ ولیمہ مستحب نہیں، بلکہ طعام فخر اور حرام ہے، اور یہ قید کہ کھانے والوں سے روپیہ لیا جاوے اور

---

(۱) نووی برحاشیہ مسلم، کتاب النکاح، ص ۴۵۹ ج ۱ (طبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ) (نور)

(۲) متفق علیہ، رواہ البخاری فی کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، ص ۲۲ ج ۳ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی لہا الاغنیاء و یترک الفقراء و من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ و رسولہ عن ابی ہریرۃ رقم الحدیث ۔۔۔ (الریاض ۱۴۰۴ھ) مشکوۃ شریف کتاب النکاح ص ۲۷۹ ج ۲ باب الولیمۃ الفصل الاول، اصح المطابع وسعید کمپنی۔ مشکوۃ شریف رقم الحدیث ۳۲۱۸، ب رمضان بن احمد بن علی ص ۲۲۹ ج ۳ مکتبۃ النونیۃ دار ابن حزم، ۱۴۲۳ھ۔ (ف)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ں کو ضروری جانا جاوے، یہ بھی بدعت ہے۔ اگر اس روپیہ سے تعزیہ ولہولعب بنایا، تو سخت حرام کیا، کہ حکم حدیث کا ہے۔

کلُّ لھو باطل(۱) یعنی سب کھیل حرام اور باطل ہیں۔

اور جو مسجد بنائی وہ بھی مسجد نہیں ہوئی، کہ رسم کے روپے سے رسم کا مکان بنایا ہے، مسجد اس روپے سے درست ہوتی ہے، کہ حلال خالص حق تعالیٰ کے واسطے ہو:

لقولہ تعالیٰ وَ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ (سورہ جن آیت نمبر ۱۸) اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

یہ مسجد برادری کے دباؤ کی ہے، نہ کہ حق تعالیٰ کے واسطے خالصاً۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعۂ کلاں ص ۲۳۹)

(۴۶۱) ولیمہ واجب نہیں، مسنون ہے، اس کیلئے خاص دن کی تعیین نہیں: ولیمہ واجب کسی روز نہیں، بلکہ احق ہے پہلے اور دوسرے دن، دونوں دن، اور تیسرے روز اگر نیت ریاء ہو حرام ہے اور جو لوجہ اللہ مثل پہلے روز کے ہو، مباح ہے۔ اور جو ریاء سے پہلے دن ہو وہ بھی حرام ہے، تیسرے روز کو، ریاء کا طعام فرمانا باعتبار عادۃ اکثر الناس کے ہے، ورنہ اچھی نیت سے جب تک چاہے کرے اور جس قدر مقدور ہو وہی کر دیوے۔ سب دوستوں کو اور اقارب کو جمع کرنا ضرور [ی] نہیں، اور شکم سیر کرنا بھی ضرور [ی] نہیں، جو کچھ میسر آوے وہی کافی ہے، اور جب تک بشاشت نکاح ہے، اس وقت تک ولیمہ مباح ہے، پھر ولیمہ نہیں ہوتا فقط۔ ضیافت بھی مباح ہے، ثواب ولیمہ کا نہ ہوگا۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۲، ۴۳)

(۴۶۲) نابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار کب تک ہے؟ مسئلہ: دادا مثل باپ کے ہے، اس کا نکاح کیا ہوا فسخ نہیں ہوسکتا، سوائے اس کے چچا ماموں وغیرہما نے اگر نکاح دختر صغیرہ کا کر دیا، تو بفور بالغ ہونے کے اگر دختر نے کہدیا، کہ میں نکاح سے راضی نہیں فسخ کرتی ہوں، تو قاضی نکاح اس کا فسخ کر سکتا ہے، اور جو ذرا سی دیر سکوت کیا، تو پھر فسخ نہیں ہوسکتا۔ اور پسر مختار ہے، جب چاہے طلاق دیوے اس میں حاجت فسخ نہیں ہے۔ اور جب لڑکا لڑکی بعد بلوغ کے چند روز چپ رہے، تو دختر تو فسخ سے عاجز ہے، مرد جب چاہے طلاق دیوے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی (مجموعۂ کلاں ص ۲۲۹)

---

(۱) امام بخاری علیہ رحمۃ نے ان الفاظ کے ساتھ باب تو قائم کیا ہے، لیکن حدیث پیش نہیں کی۔ بخاری شریف کتاب الاستئذان باب کل لھو باطل اذا شغلہ عن طاعۃ اللہ ص ۹۳۲ ج ۲ باب ۵۲۰، مکتبۃ الاصلاح مرادآباد، ۱۴۱۵ھ] نیز بخاری ج: ۳/ص: ۵۵، حدیث: ۲۷۰۱، ریاض ۱۴۰۴ھ۔ بیر قال الحافظ فی الفتح: اخرجہ احمد والاربعۃ وصححہ ابن خزیمۃ والحاکم. فتح الباری ص: ۹۱/ج: ۱۱ مکتبہ دار الفیحاء دمشق:) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۶۳) کسی عورت کے متعلق بیوی ہونے کے دعوی کا حکم؟

اگر شاہدین عدلین کے بیان سے تقدم ثابت نہ ہو تو یہ دعوی تو لغو ہوا، اب قبضہ موجب حکم ہووے گا۔ سو جب وہ کہتا ہے کہ تصرف مدعی سے میں اس عورت کو لے گیا ہوں، تو قبض کا مقر ہوا، مگر یہ کہنا کہ یہ میری منکوحہ تھی قید ..... لگاتا ہے، کہ گویا پہلے مطلق قبض کے خلاف۔ کیونکہ مطلق قبض سے قبض صحیح ہی سمجھا جاتا ہے، تو بعد اقرار قبض مدعی کے، اپنی منکوحہ ہونا دعوی کرتا ہے، تو اس کا ثبوت نہیں۔ لہٰذا قبض مدعی میں عورت کا رہنا چاہئے، اس کی نظائر کتب فقہ میں دیکھو، معلوم ہو جاویں گی۔

مثلاً کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص سے یہ شے میں نے لی ہے، مگر میری اس کے پاس امانت تھی، اگر امانت ہونے کو مبرہن نہ کریں، تو یہ قول زائد اس کا رد ہوتا ہے، اور شے واپس دلائی جاتی ہے، فقط

(مکتوب: حضرت گنگوہی، بنام مولانا خلیل احمد سہارنپوری مکتوب: ۳)

(۴۶۴) عورتوں کو فروخت کرنے کی، ایک ناجائز بری رسم اور اس کا گناہ؟

سوال: کل ہندوستان کے نوربافوں میں دستور ہے کہ جب بعض نورباف تنگ دست ہوتا ہے، یا اس کی عورت اس کا کہنا نہیں مانتی، تو وہ نورباف اپنی زوجہ کو، مبلغ سو یا اسی روپیہ کو کل برادری کے سامنے دوسرے شخص کو فروخت کر دیتا ہے، برادری اسی وقت اس کی عورت سے جبراً مہر معاف کرا کے، طلاق نامہ لکھوا کر، اسی وقت دوسرے نورباف سے نکاح کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں روپیہ خاوند کو لینا درست ہے، یا نہیں؟ اور نکاح اس وقت ہو جاتا ہے یا بعد تین حیض کے، اور برادری روپیہ دلوانے والے دوسرے خاوند کو، اور نکاح اس وقت پڑھوانے والے اور پڑھنے والے گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ عورت کا بیع کرنا جہل اور حماقت ہے، یہ تو اختیار شوہر کو ہے کہ زوجہ کو طلاق دیوے، مگر طلاق کا عوض دوسرے شخص سے لیوے، یہ درست نہیں کہ روپیہ لے کر عورت اس کو دیوے، یہ بالکل معاملہ باطل ہے۔ لہٰذا یہ روپیہ لینا درست نہیں اور نہ اس وقت نکاح دوسرے شخص سے ہو سکتا ہے، جب تک عدت نہ تمام ہو جاوے، عدت میں نکاح حرام و باطل ہے، اس میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں فاسق و گنہ گار ہوتے ہیں، اور یہ معاملہ ہرگز درست نہیں ہے۔ اس سے باز آنا واجب ہے۔ کذا فی کتب الفقہ! واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی [نے] اپنی تصنیفات میں حدیث روایت کی ہے، کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس شخصوں پر میری امت سے جنت حرام ہے، ان میں سے ایک وہ شخص ہے، جو حُر کو یعنی آزاد کو غلام بنالے، اور بیٹیاں اور عورتیں مسلمانوں کی یہ سب حُر ہیں، پس جو کوئی ان کو فروخت کرے گا، بموجب حدیث شریف کے اس پر جنت بیشک حرام ہوگی۔ اور سوائے عذاب اُخروی کے۔ اگر دنیا میں حاکم مجازی کو اس بات کی خبر ہو، کہ نوربافان مسلمان عورتیں اور بیٹیوں کو، اس طرح

toobaa-elibrary.blogspot.com

فروخت کرتے ہیں، تو ضرور جرم بردہ فروشی میں ان پر سزائے لازمی صادر فرماویں۔ فقط

(فیض رشیدیہ ص ۸-۹) | عبد محمد عبد امریم عفی عنہ واعظ مدرسہ کیرانوی |

(۴۶۵) گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا: مسئلہ: قلت طعام وشراب اور کثرت صوم وصلوٰۃ

کرے، بارتکاب معاصی بتلبس ہیئت فسق نکاح بالکل درست ہے، اگرچہ معصیت فسق کی لازم ہے۔ اگر بدون طلاق

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۴) کہیں ایسی عورت کا نکاح ہوگا، وہ محض زنا وحرام ہے۔ فقط

(۴۶۶) تعزیہ کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو؟ مسئلہ: بعد سلام مسنون! مطالعہ نمائید، خط آپ کا آیا،

حال معلوم ہوا۔

تعزیہ دیکھنا حرام ہے، سو اس نے توبہ کرلی ہے، اگر نہیں کی تو اب کرادو، اور دو دفعہ جو اس نے تم کو بھائی کہا ہے، اس سے نکاح میں نقصان نہیں آیا۔ اور تعزیہ دیکھنے سے اگر اس نے تماشہ دیکھنے کی طرح دیکھا ہے، جب بھی نکاح نہیں ٹوٹا، البتہ جو اس کو اچھا اور عبادت جان کر دیکھا ہو، تو کفر کا اندیشہ ہے، پس تم اب اس سے دوبارہ نکاح کرلو، اس طرح کہ دو آدمی کے روبرو نکاح پڑھ لو اور مہر تین روپیہ کا کرلینا تجدید نکاح کی بہتر ہے، ورنہ بظاہر نکاح نہیں ٹوٹا۔(۱) فقط

مکرر پھر لکھتا ہوں کہ احتیاطاً دو آدمیوں کے سامنے نکاح بمہر تین روپیہ کے کرلو، اور طلاق نہیں ہوئی فقط۔

(مکتوب حضرت گنگوہی) مجموعہ کلاں ص ۲۰۶-۲۰۷)

(۴۶۷) زوجین کا ایک دوسرے کے خاص مقام کو برہنہ دیکھنا؟ سوال: مرد کا اپنی زوجہ

کو اور زوجہ کا اپنے مرد کو، ننگا دیکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، مگر مین شرمگاہ کو دیکھنا اولیٰ نہیں، فقط (بدست خاص، سوال ۵۱)

(۴۶۸) جنابت کی حالت میں خاص عضو کو دھوئے بغیر صحبت کا حکم؟ سوال: حالت احتلام

میں یا بعد جماع، بدون غسل کئے جماع کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: دوبارہ جماع کرنا، بدون غسل عضو کے مکروہ ہے، فقط (بدست خاص، سوال ۱۲۳)

---

(۱) یہ مہر اس وقت کے مقدر کے مطابق ہے جو اس فتویٰ کی تحریر کے زمانہ [تقریباً ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء] میں تھا ایک مناسب رقم تھی۔ اس وقت چاندی غالباً بیس سات آنہ تولہ ہوں، گی اس حساب سے آج کے دور پر پھیلایا جائے تو اس کی مقدار ۱۰ تولہ چاندی بنے گی، جو آج کل [رجب ۱۴۳۱ھ جون ۲۰۱۰ء میں] اکیس سو روپے (۲۱۰۰) کی ہوگی، آج کل چاندی ۳۰۱ (تین سو ایک روپیہ) فی تولہ ہے، لہذا آج کل اور آنے والے دور میں بھی تین روپے کا مہر مقرر کرنا درست نہ ہوگا۔

اس تحریر کے بعد چاندی کی قیمت تیز رفتاری سے بڑھی، یہاں تک کہ سات سو روپے فی تولہ تک پہنچ گئی تھی، اب ایک مہینہ سے ان قیمتوں میں کمی شروع ہوئی ہے، مگر کسی مرحلہ پر گھٹی نہیں ہے، گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، اس لئے ہر وقت جو قیمت ہو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ [نور] یکم صفر ۱۴۳۲ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۶۹) اپنی بیوی کو کسی آلہ وغیرہ کے ذریعہ انزال کرانا صحیح نہیں: **سوال:** [illegible] الانزال است و زنش بطی الانزال است، مرد خلاص شد و زن: نوزہ، حال خود است، و شہوت غلبہ دارد، مرد را بدست یا بآلہ منزل کردن زن، روا است، یا نہ؟

جواب: ایں ہم جائز نیست۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۲۶)

(۴۷۰) اگر عورت کی خلقت عام مزاج و معمول کے خلاف ہو تو بھی، اس سے خلاف وضع فطری تعلق صحیح نہیں: **سوال:** ایک عورت کی خلقت ایسے طور پر واقع ہوئی ہو کہ مقام قبل میں جماع ممکن نہ ہو، بلکہ شہوت جماع دوسرے مقام میں ظاہر کرے، تو اس مجبوری کی حالت میں شوہر کو اس سے مواطت جائز ہے یا نہیں؟ برتقدیر ثانی ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: لواطت کسی حال درست نہ ہووے گی، اور بیان عورت کا اگر صحیح مانا جاوے، تو مرض ایسا ہے، اس کے دفع کو بھی لواطت حرام ہے۔ فقط، واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی (مجموعہ فتاویٰ آبادص ۳۹-۴۰)

(۴۷۱) اگر عورت کو پاک ہونے کی غلط فہمی ہوگئی، شوہر نے قربت کی، بعد میں خون آ گیا تو؟ **سوال:** اگر عورت نے دس روز سے کم میں سمجھی کہ میں پاک ہوئی، بہ باعث نہ آنے خون کے کئی روز تک اور مرد نے قربت کی، تو بعد میں خون آیا تو وہ دونوں گنہگار ہوئے، یا نہیں؟

جواب: مسائل حیض [و] نفاس کے بالغہ عورت کو یاد کرنا فرض ہے، پس اس جہل مسئلہ پر گنہ گار ہے۔ اور خطاء سے قربت کرنا مرد کا معاف ہے، مگر مرد کو بھی واجب ہے کہ اپنی عورت کو یہ مسائل تعلیم کرے، خود نہ جانتا ہو تو علماء سے پوچھ کر بتادے، اس کے ترک پر وہ بھی ماخوذ ہے۔ (بدست خاص سوال ۴۶)

(۴۷۲) حائضہ یا نفاس والی عورت کو اگر خاص دنوں میں کچھ وقفہ ہو جائے، اس وقت صحبت؟ **سوال:** حائض اور نفساء کو، اگر درمیان میں حیض خشک ہو جاوے، تو جماع جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں، کہ وہ حکماً حائض و نفساء ہے۔ فقط (بدست خاص سوال ۴۴)

(۴۷۳) مردوں کے لئے ہاتھ سے شہوت دور کرنی اور عورتوں کے لئے باہم جسمانی تعلق، حرام ہے: **سوال:** مرد بے زن را اگر در غلبہ شہوت بخوف زنا، جلق نمودہ شہوت براند جائز است، یا نہ؟ و ہمچناں زن بے مرد را، مصاحقہ جائز است، یا نہ؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوال: [ترجمہ: مرد جس کے بیوی نہ ہو، اگر شہوت کے غلبہ میں زنا کے ڈر سے، جلق کے ذریعہ سے اپنی شہوت کو نکال لے، جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح بلا شوہر کی عورت کو سحق [چپٹی] جائز ہے، یا نہیں؟۔

جواب: ہر دو را جائز نیست۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: جواب: دونوں کو جائز نہیں ہے۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، علیحدہ فتوی)

والد اور شوہر کے شرعی حق کس کو اولیت ہے، اس کی تحقیق

آئندہ صفحات میں جو فتوے درج کئے جا رہے ہیں، وہ ایک طویل مضمون کا حصہ ہیں، جو شوہر اور بیوی کے والد کے حقوق شرعی کے درمیان توازن اور ایک کی دوسرے پر ترجیح کی تحقیق پر مشتمل ہیں۔ یہ جملہ جوابات مشہور اہل حدیث عالم، مولانا محمد حسین بٹالوی کے علمی رسالہ، ماہنامہ اشاعت السنہ کی، بارہویں جلد کے، پانچویں شمارہ میں چھپے تھے جس میں ایک مفصل جواب حضرت مولانا گنگوہی کا بھی ہے۔ یہ بحث اہم علمی مباحث ونکات پر مشتمل ایک اہم یادگار ہے، اس لئے اس کے تمام مشتملات یہاں شامل کئے جا رہے ہیں، مگر اشاعت السنہ میں شائع جوابات اور پیش نظر مجموعہ کی ترتیب میں، کسی قدر تبدیلی کی گئی ہے۔ اشاعت السنہ میں شائع تحریرات کی ترتیب اس طرح ہے:

۱۔ سوالات ص ۱۴۰ سے ص ۱۴۲ تک۔ ۲۔ جواب مولانا محمد حسین بٹالوی ص ۱۴۲۔۱۴۶۔

۳۔ جوابات علمائے دہلی ص ۱۴۶ سے ص ۱۴۸ تک۔ ۴۔ جواب علمائے دیوبند ص ۱۴۸ سے ص ۱۴۹ تک۔

۵۔ جواب اول حضرت مولانا گنگوہی ص ۱۴۹ سے ۱۵۲ تک۔ ۶۔ جواب دوم حضرت مولانا گنگوہی ص ۱۵۳ سے ۱۵۴ تک

راقم سطور نے زیر نظر مجموعہ فتاوی کی ضرورت کے مطابق، اس میں کچھ ترمیم کی ہے، حضرت مولانا گنگوہی کے جواب کو، دوسرے جوابات سے مقدم کر دیا ہے، باقی مباحث جوں کے توں ہیں۔ مگر راقم سطور کو اشاعت السنہ کے جو صفحات ملے وہ مکمل نہیں تھے، اس میں غالباً آئندہ صفحات میں علماء کی تحریرات وفتاوی کے علاوہ، متعدد علماء کے جوابات بھی شائع ہوئے تھے جو میرے سامنے موجود اوراق سے غائب ہیں، دریافت صفحات کا مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری کے جوابات پر اختتام ہوا ہے اور یہ جواب بھی آخر سے ناتمام ہے۔ بہر حال جو کچھ موجود ہے وہ حاضر ہے۔ [نور]

(۴۷۴-الف) شوہر اور والد کے حقوق میں موازنہ: (۱) ایک مقتدر رئیس نے اپنی دختر نیک اختر کا نکاح، ایک شخص کے ساتھ اس شرط سے کر دیا، کہ وہ خانہ دلمادی کی رسم کے مطابق، اُسی کے گھر میں اوقات عمری بسر کرے، اور اپنی

(۱) شوہر اور والد کے حقوق میں موازنہ کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے، حضرت نے اس کے دو جواب لکھے ہیں، معلوم نہیں آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ شاید پہلا جواب طویل ہو گیا ہوگا، اس لئے دوسرا بطور خلاصہ لکھا ہوگا۔ غرض دونوں جوابوں میں کوئی تخالف نہیں اور جواب اول میں جواب ۱-۱۰ نمبر قائم کئے ہیں۔ وہ سوال کے نمبر نہیں بلکہ مسئلہ کی تشقیق کی ہے، یعنی صورتیں الگ الگ کی ہیں۔

قرآن وحدیث سے والدین کے ساتھ برّ (حسن سلوک) مطلوب ہے اور شوہر کی اطاعت بھی ضروری ہے، ان دونوں باتوں کو ایک ساتھ لیکر کیسے چلا جائے، یہ بات عام حالات میں کچھ مشکل نہیں، لیکن اگر کسی حد، دونوں حقوق میں تعارض ہو جائے تو والدین کا حق زیادہ مؤکدہ ہے، البتہ شوہر کی حق تلفی بھی جائز نہیں۔ پس ایسی صورت نکالی جائے گی کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

زوجہ کو دوسری جگہ منتقل نہ کرے۔ اس شخص [شوہر] سے اس شرط کا ایفا نہیں ہوسکتا، وہ اپنی سسرال سے علیحدہ رہتا ہے، اور اپنی زوجہ کو اسی جگہ رکھنا چاہتا ہے۔

اس کی زوجہ کو اس شرط کو پورا کرنے پر اصرار نہیں ہے، اور وہ شوہر کے پاس جہاں وہ چاہے جا کر، رہنے پر راضی ہے، مگر اس کا والد اس کو شوہر کے پاس جا کر رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ درصورت مذکورۂ بالا، زوجہ پر شوہر کی اطاعت حکم لازم ہے، اور بلا اجازت والد، شوہر کے پاس چلا جانا ضروری ہے، یا اپنے والد کی اطاعت فرض ہے اور بلا اجازت والد کے، شوہر کے پاس جا رہنا، ناجائز و معصیت ہے؟

لڑکی کے والد اور اس کے ناصح مخلصوں نے، اس ایک سوال کو چند سوالات بنا کر، بہت سے علمائے وقت سے مختلف ازمنہ میں پیش کر کے استفتا کیا، جس کے جواب میں جو کچھ کسی کے خیال میں آیا، اُس کے موافق اس نے فتویٰ دیا، کسی نے والد کی اطاعت کو لڑکی پر واجب ٹھہرا کر، اس کو شوہر کے پاس جانے سے روکا، کسی نے شوہر کی اطاعت واجب بتا کر، اس کا شوہر کے پاس بلا اجازت والد چلا جانا، جائز یا واجب ٹھہرایا۔

اسی مسئلہ میں خاکسار سے ان سوالات کے متعلق استفتا کیا گیا، پس جو کچھ فکر ناقص میں آیا، وہ قلمبند کر کے مستفتی کے پاس بھیجا گیا، مگر حضرت مستفتی نے جو اشاعت السنہ کے ایک معاون ہیں، عرصہ تقریباً ایک سال سے اس امر کا تقاضا جاری رکھا، کہ ان علماء کے جوابات کو ہم اشاعۃ السنۃ میں درج کر کے، ان پر مناسب ریمارک کریں، اور جو امر ان جوابات میں ہمارے جواب کے مخالف ہے، اس کی توجیہ کریں یا اس کا جواب دیں۔

یہ امر ہم پر شاق گذرا، اس وجہ سے ہم نے اس کو اس عرصہ تک ٹلایا، آخر اُنھوں نے ہم کو اس سوال کی اجابت سے معذور نہ

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

اس فتوی میں یہ بات بھی زیر بحث آتی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو نافرمانی کی وجہ سے عاق کر دے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بدستور اسی کی اولاد رہے گی۔ پس میراث بھی پائے گی، احکام شرعیہ پر عاق کرنے کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ اولاد نے اگر واقعی نافرمانی کی ہے تو وہ اس کی سزا آخرت میں پائے گی۔

ملحوظ: شوہر اور والدین کے حقوق کا مسئلہ ہمارے معاشرے میں پیچیدہ اس لئے ہو گیا ہے، کہ شادی کے بعد عورت بالکلیہ شوہر کی ہو کر رہ جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے مالی الید پر بھی شوہر قابض ہو جاتا ہے، بلکہ ضرورت ہو تو استعمال کر ڈالتا ہے، عرب یورپ اور امریکہ کا معاشرہ ایسا نہیں ہے، وہاں عورت کا مالی ایدی اسی کا ہوتا ہے۔ چنانچہ عند الاحتیاج والدین کا نفقہ مستطیع ورثاء پر واجب ہوتا ہے، لڑکی پر بھی اگر وہ مستطیع ہے بقدر میراث نفقہ واجب ہوتا ہے، مگر ہمارے دیار میں عورتوں کے پاس کچھ رہتا ہی نہیں، سارا شوہر استعمال کر لیتا ہے، چنانچہ یہ لوگ مسئلہ جانتے ہی نہیں کہ لڑکی پر بھی ماں باپ کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح لڑکیوں کو بخشش میں لڑکوں سے بقدر نہیں دیتے نہ میراث ڈھنگ سے دیتے ہیں، کیونکہ وراثت دو طرفہ عمل ہے، باپ کی میراث لڑکی کو ملتی ہے تو لڑکی کے مرنے پر، ماں باپ کو اسی کی میراث ملتی ہے اور اس کی نرینہ اولاد نہ ہو تو بھائی بہنوں کو بھی ملتی ہے، اور ہمارے معاشرہ کی صورت حال یہ ہے کہ لڑکی کے پاس کچھ رہتا ہی نہیں، جو میراث میں لوٹے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سمجھا اور معاف نہ رکھا، تو ہم نے ان جوابات کی نقل وتوجیہ کا ارادہ کیا۔ پس پہلے اس مقام میں اپنے فتویٰ کو نقل کرتے ہیں، اس کے بعد دوسرے علماء کے فتاویٰ کو نقل کیا جاوے گا، اس کے بعد ان فتاویٰ پر مناسب ریمارک کیا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۴۷۴-ب) چند اہم سوالات: کیا فرماتے ہیں علماء دین جواب میں سوالات مفصلہ ذیل کے:

سوال اول: اطاعت والدین کی بیٹا و بیٹی شوہر دار ہو، یا غیر شوہر دار، دونوں پر برابر بلا فرق فرض ہے، یا واجب یا مستحب؟

سوال دوم: بیٹیوں پر بعد شوہر دار ہو جانے ان کے، فرضیت اطاعت والدین کی ان پر سے، بہ سبب فرضیت اطاعت شوہر اٹھ گئے، بالکل ساقط ہو جاتی ہے، یا بعض باقی رہتی ہیں، اور بعض ساقط؟ صورت مسئلہ کی کیا ہوگی، اس کو بتفصیل مع دلائل بیان فرمانا۔

سوال سوم: درصورت فرضیت اطاعت والدین اور اطاعت زوج، عورت پر دونوں کی اطاعت برابر ہے، یا کم وبیش۔ اور باپ اور شوہر کے رتبہ میں کیا تفاوت ہے، اور اعلیٰ درجہ کس کا [ہے]؟

سوال چہارم: عاق کرنا والدین کا بیٹا اور بیٹی دونوں پر مؤثر ہے، یا صرف بیٹا ہی پر، اور عاق کرنے کا اس پر جو عاق کیا گیا، کیا [اثر] مترتب ہوتا ہے؟

سوال پنجم: مثلاً زید اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو، ایک امر جائز کی تعمیل پر جابرانہ حکم اس طور پر کرتا ہو کہ، اگر تو میرے حکم کی تعمیل نہ کرے گی، تو بسبب اس کے کہ یہ عدول حکمی تیری باعث ایذا و تکلیف میرے دل کی ہوگی، میں تجھ کو طلاق دیدوں گا۔ اور باپ مسماۃ مذکورہ کا تعمیل حکم شوہر سے، اس طور پر روکتا اور منع کرتا ہو کہ اگر تو اپنے شوہر زید کے حکم کی تعمیل کرے گی، تو بہ سبب اس تیرے عقوق کے، کہ موجب ایذا و تکلیف میرے دل کی ہوگا، میں تجھ سے نہایت ناراض ہوں گا، اور قیامت میں تیرا دامن نہ بھروں گا، یا اس کا عکس یعنی باپ بطور مذکورہ حکم کرتا ہو، اور شوہر بطور مسطورہ مانع ہوتا ہو، تو اس صورت میں عورت کو عقوق باپ اختیار کرنا ہوگا، یا طلاق شوہر اختیار کرنا ہوگا۔

سوال ششم: بعد نکاح کر دینے دختر کے، باپ چاہتا ہے کہ لڑکی ہمارے گھر میں رہے اور شوہر چاہتا ہے کہ ہمارے گھر! اور باپ کسی طرح محتاج اس سے خدمت لینے کا نہیں ہے، اور باپ نے ایجاب نسبت میں قبل نکاح کے داماد سے یہ شرط بھی کرالیا تھا، کہ دختر ہمارے گھر میں رہے گی اور تم کو بھی یہیں رہنا ہوگا، تو اس صورت میں عورت کو باطاعت والدین، والدین کے گھر میں رہنا چاہئے، یا باطاعت شوہر، شوہر کے مکان میں، اور یہ شرط مذکورہ باپ کی اس عورت کے شوہر کے ساتھ صحیح ہے یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

نقل جواب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

اطاعت والدین کی اولاد پر مطلقاً فرض ہے خواہ متزوج ہو خواہ متعزب، امور مباحہ میں نہ مشروط ہیں، لاطلاق قولہ تعالیٰ:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا الآية قال فی جلالين: ای برا، انتهی (۱) وفی البيضاوی (۲) البر کل فعل مرضی انتهیٰ.

قال فی المجمع (۳) فيه حديث نهی عن عقوق الأمهات من عق والده، اذا آذاه و عصاه فی حديث الاعتكاف، البر: دون الطاعة و بر الوالدين ضد العقوق و فی القاموس، البر (بالكسر)، الصلة و الصدق و الطاعة. (۴)

الحاصل اطاعت امر مشروع کی برّ و احسان ہے اور یہی فرض اولاد پر ہے، اور احادیث و آیات اس میں کثیر ہیں، اور بدون اطاعت کے برتمام نہیں ہوتا ہے۔ فقط، واللہ اعلم۔

(۲) زوجہ پر زوج کی اطاعت بھی امور زوجیت میں فرض ہے، اور سوائے اس کے مؤکد ہے نہ فرض، لقولہ علیہ السلام:

و لو امرها ان تنقل من جبل اصفر الی جبل اسود الخ (۵)

و لقوله عليه السلام: إذا دعا الرجل امرأته الی فراشه، الحديث وغيرها من الأحاديث (۶)

---

(۱) جلالین، تفسیر سورۂ بقرہ (۸۳ ص:۱۳۔ (مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی جنس، نور محمد وغیرہ ۱۳۷۶ھ)

(۲) تفسیر بیضاوی (سورۂ بقرہ ۱۷۷) ص:۷۱ ج:۱ (مطبع میمنہ مصر) [نور]

(۳) مجمع بحار الانوار، علامہ محمد طاہر پٹنی۔ ص:۶۴۳ ج:۳ (دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۹۱ تا ۱۹) [نور]

(۴) القاموس المحیط مجدالدین فیروزآبادی۔ ص:۳۷۰ جلد اول، (باب الراء، فصل الباء (مطبع حسینیہ مصر ۱۳۳۰ھ) نیز القاموس المحیط ص ۱۱۳ مطبع دارالحدیث القاہرہ، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء] [نور]

(۵) من حبل اسود الی حبل ابيض كان ينبغی لها ان تفعله رواه احمد عن عائشة رضی الله تعالی عنها مشكوة كتاب النكاح باب عشرة النساء ومالكل واحدة من الحقوق الفصل الثالث ص: ۲۸۳ (كتب خانه رشيديه دهلی ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء] نیز مشکوۃ باب مذکور رقم الحدیث ۳۲۷۰ ت: رمضان بن احمدبن علی ص: ۱۲۵۷، ج: ۳ [مكتبة التوبه، ۲۰۰۳ء] [نور]

(۶) متفق عليه، عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه مشكوة ص ۲۸۰ كتاب النكاح: باب عشرة النساء الفصل الاول اصح المطابع رشيديه دهلی. ت: رمضان بن احمدبن علی ص: ۱۲۴۸، ج: ۳، رقم الحديث ۳۲۴۶، [مكتبة التوبه]

toobaa-elibrary.blogspot.com

و لقوله تعالیٰ:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُون عَلی النِّسَاء. الایة (۳٤:النساء) و اللّٰہ أعلم(۱)

(۳) بعد نکاح کے دختر پر اطاعت والدین کی، مثل قبل نکاح کے باقی ہے، کوئی حصہ ساقط نہیں ہوتا۔ لاطلاقات الایات و الاحادیث اور وجوب حق زوج کا مانع وجوب حق والدین کو نہیں ہے۔ جیسا والدہ کا حق والد کے حق کو مزاحم نہیں، اور والدین اگر زوج کی خدمت سے مثلاً منع کریں، تو وہ معصیت ہے، اس میں اطاعت جائز نہیں، لہٰذا کچھ تمانع نہیں۔ حق تعالیٰ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور والد کا اور والدہ اور زوج سب کا حق واطاعت ہے، کوئی ایک دوسرے کا مزاحم نہیں، اپنے اپنے درجہ پر سب فرض ہیں، سقوط کسی حصہ کا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) والدین کی اطاعت زوج کی اطاعت پر اقدم واوکد ہے، اگر والدین کسی امر غیر مشروع کا، یا اتلاف دوسرے کے حق کا نہ کرتے ہوں، کیوں کہ یہ معصیت ہے، اور یہ اس واسطے کہ جو کچھ نصوص میں تاکید برّ والدین کی ہے، وہ زوج کے واسطے نہیں ہے۔ حدیث:

انت و مالک لابیک) ترجمہ: تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

اور حدیث:

قال رجل، من أحق الناس بحسن الصحبة؟ قال أمک ثم أمک ثم أبوک، الخ أحق الناس.

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: انسانوں میں وہ کون ہے جس کا سب سے زیادہ لحاظ وخیال رکھا جائے، فرمایا: تمہاری ماں! پھر فرمایا: تمہاری ماں! پھر تمہارا باپ لوگوں میں سب سے زیادہ بھلائی کا مستحق ہے۔ [ت:نور]

---

(۱) النساء: ۳۴ مرد حاکم ہیں عورتوں پر (ترجمہ شیخ الہند)

(۲) رواه ابوداؤد بلفظ .انت ومالک لوالدک ت:محمدعوامه، کتاب البیوع باب فی الرجل یاکل من مال ولده رقم الحدیث:۳۵۲۴، ص:۹۱ ج:۴[دار القبلة للثقافة الاسلامیة جدة،۱۴۲۵ھ] وابن ماجه عن جابربن عبدالله،باب ماللرجل عن مال ولده ت:علامه شعیب الارنؤوط واصحابه رقم الحدیث:۲۲۹۱ ، ص.۳۹۱،ج:۳[مؤسسة الرسالة دمشق ۱۴۳۰ھ] عن عمروبن شعیب عن ابیه عن جده مشکوة ص:۲۹۱. کتاب النکاح باب النفقات وحق المملوک الفصل الثانی[کتب خانه رشیدیه دهلی ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوة رقم الحدیث:۳۳۵۴ ت:رمضان بن احمدبن علی ص:۱۲۹۰ ، ج:۳[مکتبة التوبه ۲۰۰۳ء] رواه ابن ماجه،عن جابربن عبدالله، باب ما للرجل من مال ولده، ابن ماجه تحقیق علامه شعیب الارنؤوط واصحابه رقم الحدیث:۲۲۹۱، ص:۳۹۱ ج:۳[مؤسسة الرساله، دمشق:۱۴۳۰ھ]

(۳) متفق علیه ،عن ابی هریرةؓ مشکوة ص ۴۱۸(باب البر والصلة) کتاب الآداب باب البر والصلة الفصل الاول[کتب خانه رشیدیه دهلی.۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء] نیز مشکوة رقم الحدیث:۴۹۱۱.ص:۱۸۳۰ ج:۴[مکتبة التوبه، نظر رمضان بن احمدبن علی آل عوف ۲۰۰۳ء،۱۴۲۳ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں الف لام داخل کر کے عام بنایا ہے، جو زوج کو بھی شامل ہے، اسی واسطے نووی شرح مسلم میں تحت اس حدیث کے لکھتے ہیں:

اجمعوا علی أن الأم و الأب آکدحرمة فی البرممن سواهما (۱)

ترجمہ: ائمہ کرام اور علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ماں اور باپ کی حرمت اور احترام ان جیسوں میں سب سے زیادہ ہے۔[ت:نور]

و ایضاً فیه: و الحقوا الزوج و الزوجة بالمحارم انتهی (۲)

اور اسی (نووی) میں یہ بھی ہے کہ، زوج اور زوجہ کے معاملات کو محارم کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔[ت:نور]

اور آیت: اَن اشکرلی وَلوالدیک الآیة (۳) کہ حق مان میرا اور اور اپنے ماں باپ کا

اور دیگر آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حق والدین زوج سے مقدم ہے، اور عقل کا بھی یہی حکم ہے کہ والدین نے، خصوصاً والدہ نے کس قدر خدمت مشقت اُٹھائی ہے، اور زوج کو سوائے حق قوام علی النساء ہونے اور ذمہ داری لفظ وغیرہ کے اور کچھ نہیں ہے اور اسباب اختیاری ہے، سوائے ابوین کے۔ مع ہذا والدین کا حق صلہ رحم نہایت اوکد ہے، پس اقدم وارجح عند التعارض، امر بر وصلہ میں والدین ہی ہیں۔ فقط، واللہ اعلم۔

(۵) عقوق، ایذا و نافرمانی کا نام ہے، پس اگر کوئی والدین کو ایذا دیوے اور نافرمانی کرے غیر مشروع، تو خود بحکم شارع عاق ہے، والدین کے عاق کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کیا اس کا اثر ہے، اور جو وہ امر معصیت یا کسی کے اتلاف حق کا امر کرتے ہیں اور اولاد نہیں مانتی، تو اس میں حق بجانب اولاد کے ہے: لاطاعة الخ نص شارع کی ہے، اس پر اگر عاق کرتے ہیں تو محض بیہودگی اور لغو ہے، بلکہ خود والدین ہی گنہگار ہیں، ہرگز ولد عاق نہیں، پس درصورت ثانی تو عاق کا کوئی اثر بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اگر زوج کسی امر جائز کو زوجہ سے کراتا ہے، جس میں بر شرعی والدین کا فوت نہیں ہوتا، تو زوجہ کو اس کو کرنا چاہئے، اور والدین کے منع کو نہ مانے کہ امر والدین کا معصیت ہے اور علی ہذا اگر والدین امر جائز کرادیں اور زوج کے کسی امر کو مانع نہیں تو کرنا چاہئے، اور زوج کے منع کو نہ مانے (علی ہذا عکس اس کا) کہ یہ منع زوج کا معصیت ہے: لاطاعة الخ، اور جو امر زوج کا ایسا ہے کہ بر شرعی والدین کے خلاف ہے، تو بھی نہ کرنا چاہئے۔

---

(۱) نووی، علی هامش صحیح مسلم، باب بر الوالدین وانهما حق ص: ۳۱۳. ج: ۲. [مجتبائی دهلی، ۱۳۱۹ھ] [نور]

(۲) نووی علی هامش صحیح مسلم، باب بر الوالدین وانهما حق ص: ۳۱۳ ج: ۲. [مجتبائی دهلی، ۱۳۱۹ھ] [نور]

(۳) سوره لقمان: ۱۴.

toobaa-elibrary.blogspot.com

غرض خلاف مشروع اور اتلاف حق میں کسی کا قول نہ مانے، البتہ اگر ایسا امر دائر ہو کہ دونوں کی خدمت، مثلاً ایک وقت میں وارد ہے اور ایک دوسرے سے عاجز ہے، تو ترجیح خدمت والدین کی ہے، بسبب اقدم ہونے بر والدین کے اطاعت زوج پر، چنانچہ جواب سوم میں مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اس صورت میں زوجہ کو بخانہ زوج رہنا چاہئے، کیونکہ یہ امر حقوق زوجیت میں ہے، کہ زوج جہاں چاہے رکھے، اپنے گھر لیجانے میں نفع ازدواج حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کے گھر رہنے سے اس کو ضرر یا انتفاع، بوجہ اتم نہیں یا دوسری مصلحت ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: الرِّجالُ قَوّامُون عَلَى النِّساءِ(۱) ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر (ترجمہ شیخ الہند)

واسكنوهنّ من حيث سكنتم الخ (۲) ترجمہ: ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو (ترجمہ شیخ الہند)

کہ بدلالۃ النص مثبت مدعی ہے، پس والدین کا خانہ زوج سے منع کرنا، جو حق زوج میں ہے اور معصیت ہے، اس امر کا ماننا عورت کو ہرگز جائز نہیں، بے تامل زوج کا امر قبول کرے اور اس سے ہرگز عقوق بجانب زوجہ عائد نہیں ہو سکتا، اور والدین کا اس وجہ سے عاق کرنا لغو اور زبوں، بیہودگی خلاف شرع کے اور یہ شرط بھی ان کی غیر مشروع ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فليس له وان اشترط مائة شرط الخ (۳) پس اس شرط کا کچھ اعتبار نہیں، فقط۔ واللہ اعلم

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی ایسی شرط کی، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں، وہ باطل [بے حقیقت] ہے۔

نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

قال الشافعي و اكثر العلماء، هذا محمول على شروط لاتنافي مقتضى النكاح الخ.

اور حنفیہ بھی مسافرت کے مسئلہ میں ایسا ہی لکھتے ہیں، مگر جو سفر میں ضرر اور فتنہ ہو، تو وفا شرط کو لازم کرتے ہیں نہ بوجہ شرط، بلکہ بوجہ ضرر و فتنہ کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴)

---

(۱) سورۃ النساء: ۳۴.

(۲) سورۃ الطلاق: ۶

(۳) البخاری، کتاب الشروط، باب المکاتب وما لایحل من الشروط، صفحہ ۳۸۱، ۳۸۲ ج ۱ [مراد آباد ۱۳۱۵ھ] نیز ص: ۱۷۳-۱۷۴ جلد اول جزء سوم. رقم الحدیث: ۲۷۳۵ (الریاض: ۱۴۰۴ھ)

(۴) نووی علی صحیح مسلم کتاب النکاح، باب الوفاء بالشروط ص: ۴۵۵، ج ۱ [مطبع مجتبائی دہلی: ۱۳۱۹ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸) روایات فقہاء اس باب میں مختلف ہیں، مگر اس زمانہ میں جو کچھ مختار اپنے اساتذہ کا ہے یہ ہے کہ ابوین [illegible] مل سکتے ہیں، تو زوجہ بدون اذن کے نہ جاوے۔ البتہ اگر نوبت قطع رحم پہنچنے کے، تو اس وقت بدون اذن شوہر چلا جانا درست ہے کہ قطع رحم حرام ہے اور معصیت میں اطاعت درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) اوپر معلوم ہوا کہ اس وقت فساد میں خروج زوجہ بدون اذن درست نہیں، اور اطاعت زوج کی ایسے امر میں ضرور ہے:

و تطیعه اذا امر (۱) ترجمہ اور اس [شوہر] کی اطاعت کرے جب وہ اس کا حکم دے۔ [illegible] حکم حدیث کا ہے البتہ درصورت لزوم قطع رحم امتثال امر نہیں چاہئے، اور ابوین اگر ملنے کو آویں، تو مکان شوہر میں دخول اُن کا بدون اذن شوہر کے درست نہیں، قال علیہ السلام:

ولا تاذن فی بیته الا باذنه [شوہر کے گھر میں کسی کو، شوہر کی اجازت کے بغیر، آنے کی اجازت نہ دے، ت. نور] البتہ باہر سے بات کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں اور زوج اس ملاقات سے منع نہیں کر سکتا، کہ قطع رحم اور حرام اور معصیت کا ماننا زوجہ کو ممنوع ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۰) اس صورت میں خدمت والدین کی مقدم ہے، خدمت زوج کو موخر رکھے، اور والدین کی خدمت کرے، اُن کا حق مقدم ہے، چنانچہ جواب رابع سے واضح ہو گیا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

جواب دیگر از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

اطاعت والدین کی امور مباحہ میں، جن میں کسی کے حق میں جور نہ ہو اور معصیت نہ ہو، سب پر فرض ہے، خواہ مرد ہو خواہ عورت، منکوحہ یا غیر منکوحہ، لقوله تعالیٰ:

اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَ الآیة کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا (ترجمہ شیخ الہند)

اور جس میں حق تلفی زوج کی ناحق ہو وہ حرام ہے، لقوله علیه السلام:

لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق (۲) خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

---

(۱) مشکوة کتاب النکاح، باب عشرة النساء الفصل الثالث. ص ۲۸۳ [اصح المطابع رشیدیہ دهلی ایسر مشکوة مات مذکور ص ۲۵۸، جلد ۳۔ رقم الحدیث ۳۲۷۲ ت رمضان بن احمد بن علی [مکتبة التوبة ۲۰۰۳ء

(۲) شرح السنه للبغوی عن النواس بن سمعان کتاب الامارة والقضاء باب الطاعة فی المعروف ص ۴۴ ج ۱۰ [المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء] مشکوة کتاب الامارة والقضاء الفصل الثانی ص ۳۲۱ عن النواس بن سمعان [کتب خانه رشیدیه دهلی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور ظلم کرنا حق ذی حق میں بھی معصیت ہے۔ پس بعد نکاح کے دختر کو شوہر کی اطاعت بھی کرنا لازم ہے، مگر حق والدین اوکد ہے۔ سو جس صورت میں زوج محتاج اپنی حاجت کا ہو، اور والدین عاجز کسی حال مستغنی خدمت دختر سے نہ ہوں، تو خدمت والدین مقدم ہووے گی، ورنہ شوہر کی خدمت میں حاضر رہے۔

اور عاق کرنا کوئی امر شرعی نہیں لغو اور غلط عوام ہے، اگر اطاعت موافق حکم شرع کے کرتی ہے اور نافرمانی والدین کی غیر مشروع میں کرتی ہے اور زوج کی خدمت شرعیہ کرتی ہے اور اس سے والدین ناراض ہو کر عاق کریں، تو کچھ اصل اس کی نہیں، والدین خود عاصی ہوویں گے اور دختر ہرگز عاق عند اللہ تعالیٰ نہ ہووے گی، بلکہ رضا والدین سے ایسا کام کرنا، موجب معصیت و نافرمانی حق تعالیٰ کا ہووے گا، البتہ اگر نافرمانی والدین کی مباحات، وغیر جور، حق زوج میں کرے تو عاق ہے من اللہ تعالیٰ، نہ والدین کے کرنے سے، کہ اثر اس کا عذاب کا ہونا اور دنیا میں سزا کا ملنا ہے، نہ حرمان میراث، جیسا عوام میں مشہور ہے۔

پس اگر زوج اپنی زوجہ کو امر مشروع و مباح کرنے کو کہتا ہے، تو اس کو اطاعت واجب ہے، لقوله عليه السلام:

و لو أمرها أن تنقل من جبل أصفر إلى جبل أسود و من جبل أسود إلى جبل أبيض كان ينبغي لها أن تفعله. الحديث، كذا في المشكوة. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اگر شوہر نے بیوی کو حکم دیا کہ وہ [فلاں چیز یا سامان کو] کالے پہاڑ سے پیلے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر منتقل کرے، تو اس [عورت] کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔

و لقوله عليه السلام: و لاتخالفه في نفسها و لامالها بما يكره، الحديث (۲) اور والدین اگر ایسے کام سے منع کریں تو نہ مانے، کیونکہ یہ منع والدین کا معصیت ہے اور جو حق زوج میں ہے، اور والدین کے اس امر کو ماننا گناہ ہے اور نہ ماننا عقوق نہیں، بلکہ والدین خود عاصی ایسے منع سے ہیں۔ علی ہذا، اگر بعد نکاح کے شوہر اپنے گھر لے جاتا ہے، تو عورت پر شوہر کے گھر جانا واجب ہے، اور باپ کے منع کو ہرگز نہ مانے، کہ امر باپ کا خلاف حکم حق تعالیٰ کے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ الآية ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

---

(۱) رواه احمد عن عائشة. مشكوة المصابيح (الفصل الثالث باب عشرة النساء) رقم الحديث: ۳۲۷۰ ج: ۳ ص. ۱۲۵۷ نیز مشکوۃ باب وفصل مذکور ص: ۲۸۳.

(۲) رواه النسائي والبيهقي في شعب الايمان عن ابي هريرة. مشكوة ص: ۲۸۳ كتاب النكاح الفصل الثالث [اصح المطابع رشیدیہ دهلی ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوۃ شریف رقم الحدیث: ۳۲۷۲ ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۱۲۵۸ ج: ۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقال علیہ السلام :

و لاتخالفه فی نفسها و مالها.(۱) الحدیث

پس اس صورت سوال میں کہ والد کسی طرح محتاج خدمت نہیں، اور دختر کو خانہ زوج سے منع کرتا ہے، ظلم کرتا ہے۔ عورت کو واجب ہے کہ نہ مانے اور زوج کے گھر جاوے۔ باقی شرط کر لینا پدر کا، کہ دختر ہر روز میرے گھر رہے گی، یہ شرط خلاف مقتضائے عقد نکاح کے ہے، قال علیہ السلام: کل شرط لیس فی کتاب اللہ فهو باطل الحدیث(۲) لہٰذا اس کا وفا کرنا زوج پر ضرور [ی] نہیں۔ فقط، واللہ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نقل جواب استفتاء از علمائے دیوبند

بعد غور کرنے عبارت سوال موجودہ سوال اول و دوم و سوم و پنجم و ششم کا ایک معلوم ہوتا ہے اور چہارم کا جدا، اس لئے دو جواب کافی ہیں۔ جب عورت کا باپ اُس کو شوہر کے گھر جانے سے منع کرے، اس میں اطاعت ضروری نہیں ہے، اور نہ ایسی شرائط بروقت نکاح کچھ مؤثر ہیں۔

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقوق والدین بڑا سخت گناہ ہے، لیکن اس کے اندر یہ شرط ہے کہ خلاف شرع پر والدین کا اصرار نہ ہو، اُس پر اطاعت کرنی ضرور نہیں ہے۔ پس عورت پر جو حقوق شرعاً شوہر کے ہیں، اُس میں ماں باپ کی اطاعت ضرور نہیں ہے اور کچھ حقوق والدین ہیں، اُس میں شوہر کی اطاعت ضروری نہیں۔ مثلاً شوہر یوں کہے کہ تو اپنے ماں باپ سے مت مل اور مت کلام کر، اس میں شوہر کی اگر نہ مانے درست ہے۔ اور اگر ماں باپ یوں کہیں کہ تو شوہر کے یہاں مت جا، اس میں ماں باپ کی نہ مانے تو درست ہے۔ کیونکہ اصل حق شوہر کا تو یہی ہے کہ اس کے گھر میں بلا حائل دیگر رہے۔ پس جہاں تک کہ خلاف شرع نہ ہو، وہ نیک اطاعت درست ہے، ورنہ وہ اطاعت درست نہیں ہے۔

(۲) عاق کرنے کا اثر بیٹا بیٹی پر کچھ نہیں ہے، یعنی وہ بیٹا بیٹی ہی رہتے ہیں، اور جائداد سے حصہ برابر پائیں گے، اور رسم عوام جہلاء ہے یا ہنود کی ہے، اور شرع شریف میں جیسے کہ دوسرے کی اولاد اپنی نہیں ہوتی ہے، جس کو متبنیٰ کہتے ہیں، ایسے ہی اپنی اولاد سے رشتہ نہیں قطع ہوتا۔

محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند صحیح بندہ محمود عفی عنہ

---

(۱) حوالہ نمبر: ۴ پر گذر گیا ہے۔

(۲) البخاری. ولفظه کل شرط خالف کتاب الله فهو باطل. وفی روایة من اشترط شرطا لیس فی الکتاب فلیس له، کتاب الشروط، باب المکاتب ومالایحل من الشروط، صفحه: ۳۸۱/۳۸۲، ج: ۱، باب: ۱۷، حدیث: ۲۶۵۴، [مراد آباد: ۱۴۱۵ھ] نیز ص: ۱۷۳ جلد سوم رقم الحدیث: ۲۷۳۵ [الریاض: ۱۴۰۴ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نقل جواب استفتاء از علمائے دہلی

جواب سوال اول: واضح ہو کہ اولاد پر والدین کی اطاعت فرض نہیں ہے، اطاعت والدین کی فرض ہونے پر دلیل نہیں، نہ کوئی حدیث نہ کوئی آیت۔ ہاں اولاد پر احسان وسلوک والدین کے ساتھ البتہ فرض ہے اور اس بارے میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا — اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو (ترجمہ شیخ الہند)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ و بالوالدین احسانا — اور جب ہم نے لیا اقرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور حدیث شریف میں آیا ہے قال ابا کل) اور دوسری حدیث میں آیا ہے۔

رضا الرب فی رضا الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد (۲) رواهما الترمذی۔

اور سوا ان کے اور آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں، جہاں سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اولاد پر، احسان وسلوک و صلہ رحمی و رضا جوئی والدین کے ساتھ فرض ہے، نہ کہ اولاد پر اطاعت والدین فرض ہے، اور جس طرح احسان وسلوک فرض ہے، ایسے ہی والدین کو ستانا اور تکلیف دینا اور قطع رحمی حرام و اکبر الکبائر ہے، اور اسی کو شرع میں عقوق کہتے ہیں۔ اور جو عاق کرنا والدین کا اولاد کو مشہور ہے، اس کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ عقوق تو فعل اولاد کا ہے، نہ والدین کا، تو والدین کا عاق کرنا کوئی چیز نہیں ہے، اور عقوق کے حرام ہونے اور اکبر الکبائر ہونے میں بہت حدیثیں آئی ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الا احدثکم باکبر الکبائر، قالوا بلی یا رسول اللہ، قال الاشراک باللہ و عقوق الوالدین الحدیث۔ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور فرمائیں، فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی۔

---

(۱) الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی بر الوالدین صفحہ ۱۱ ج ۲ کتب خانہ رشیدیہ دہلی نیز ترمذی ت کمال یوسف الحوت کتاب البر والصلۃ باب فی بر الوالدین باب التحفۃ ۱ رقم الحدیث ۱۸۹۰ ص ۲۷۳ ج ۴

(۲) الترمذی ابواب البر والصلۃ ماجاء فی الفضل فی رضا الوالدین ص ۱۲ ج ۲ ت کمال یوسف الحوت کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی الفضل فی رضا الوالدین باب التحفۃ ۳ رقم الحدیث ۱۸۹۹ ص ۲۷۰ ج ۴

(۳) الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الفضل فی رضا الوالدین صفحہ ۱۲ جلد ۲ حوالہ بالا، ت: کمال یوسف الحوت کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی عقوق الوالدین باب التحفۃ ۴ رقم الحدیث ۱۹۰۱ ص ۲۷۵ ج ۴

toobaa-elibrary.blogspot.com

پس اولاد پر احسان وسلوک فرض ہے خواہ ورثوں خواہ اناث خواہ شوہ دار ہوں خواہ غیر شوہ دار ہوں بالتفاوت۔

ایسے عقوق بھی حرام ہے، اور البتہ زوجہ پر اطاعت زوج فرض ہے

عن أبی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لو كنت امر احدا ان يسجد لاحد.

لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. رواه الترمذی (۱)

اور سوا اس کے اور حدیثیں آئی ہیں کہ جن سے فرضیت ثابت ہوتی ہے، پس زوجہ پر اطاعت شوہ (فرض ہے) (۲)

اور اطاعت باپ فرض نہیں، تو درصورت حکم کرنے دونوں کے، کس امر کو قسمیں حکم شوہ مقدم اور ترجیح ہے۔ فقط

اور اسی جواب سوال اول سے جواب سوال دوم وسوم وچہارم وپنجم کا بخوبی ظاہر ہوگیا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوال ششم: جب قبل نکاح کے باپ نے یہ شرط کرلی تھی کہ دختر ہمارے گھر میں رہے گی اور شوہر نے اس شرط کو قبول ومنظور کرلیا، تو اب اس شرط کا ایفا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان العهد كان مسؤلا. (اسراء آیت ۳۴) بیشک عہد کی پوچھ ہوگی۔ (ترجمہ شیخ ہند)

اور حدیث شریف میں آیا ہے: عن عقبة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال. أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج. رواه البخاری (۳) اور یہی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: إن مقاطع الحقوق عند الشروط ولك ما اشترطت انتهى. والله اعلم بالصواب (۴)

حررہ محمد عبدالرحمن عفی عنہ [غالباً مولانا مبارک پوری؟]

سید محمد عبدالسلام عفی عنہ	سید محمد ابوالحسن	محمد یوسف	تلطف حسین	سید محمد نذیر حسین

نقل فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی

الجواب جملہ سوالات میں جواب وتنقیح طلب ایک یہی امر ہے، کہ عورت کو شوہر کے پاس حاضر ہوجانا، جہاں وہ چاہتا ہے ضروری ہے، یا باپ کے حکم سے اس کے گھر میں رہنا، اور اس کی حکم عدولی سے، وہ گناہگار ہوسکتی ہے؟

---

(۱) الترمذی ابواب الرضاع، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة صفحہ ۲۱۹ جلد ۱ نیز محمد فواد عبدالباقی کتاب الرضاع باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة باب التحفة ۱۰، رقم الحدیث: ۱۱۵۹ ص: ۴۶۵ ج: ۳

(۲) قوسین کی عبارت اصل میں موجود نہیں لیکن اس کی وضاحت کے بغیر بات نامکمل اور ابہام ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس فقرہ کا اضافہ کیا گیا (نور)

(۳) البخاری، کتاب النکاح، باب الشروط فی النکاح صفحہ ۷۷۴ جلد ۲، حدیث ۴۹۵، مکتبة الاصلاح مرادآباد. ۱۴۱۵ھ. نیز بخاری شریف جلد: ۳ ص: ۱۹، جزء ۷۰. رقم الحدیث: ۵۱۵۱ (الریاض: ۱۴۰۴ھ)

(۴) البخاری کتاب الشروط، باب الشروط فی المهر عند عقدة النکاح صفحہ ۳۷۶ جلد ۱ باب ۲ حوالہ بالا نیز بخاری شریف ص: ۱۶۶ جلد: ۱ جز: ۳ (الریاض: ۱۴۰۴ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر کے پاس حاضر ہو جانا ضروری ہے، نہ باپ کے حکم سے اس کے گھر میں رہنا، اور شوہر ہی کی حکم عدولی سے وہ گناہگار ہوتی ہے، اس امر میں وہ باپ کی نافرمانی سے عاق نہیں ہوتی۔

اس پر دلیل جس میں شک واختلاف کی گنجائش نہیں، یہ ہے کہ حاضر باشی میں باپ کی اطاعت مطلق فرض نہیں ہے، بلکہ اس شرط وقید کے ساتھ ہے کہ اس حاضر باشی میں خدا کا گناہ نہ ہو، جس پر دلیل یہ حدیث نبوی ہے: لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق رواه محی السنة فی شرح السنة(۱)

اور اسی کی طرف آیت قرآنی مشعر ہے:

و صاحبهما فی الدنیا معروفا (ای علی وجه یعرف شرعاً و لاینکر) [لقمان، پ:۲۱] اور ساتھ دے ان کا دنیا میں دستور کے موافق (ترجمہ شیخ الہند)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

"بالوالدین احسانا" یعنی پدر و مادر را احسان کردن عظیم کہ جامع انواع آں باشد، وآں سہ نوع است: (اول) آنکہ ترک ایذا قولا وفعلا۔ (دوم) خدمت ایشاں بدن و مال۔ (سوم) حاضر بودن در وقتیکہ استدعا حضور نمایند۔ اول نوع واجب مطلق ست۔ لہٰذا در ترک آں عقوق شنیع لازم می آید، ونوع دوم مشروط ست باحتیاج آنہا، وقدرت ایں کس۔ پس اگر آنہا محتاج نباشند، یا ایں کس قدرت ندارد، واجب نیست۔ ونوع سوم نیز مشروط ست، بآنکہ در حضور مفسدہ شرعی متحقق نگردد، والا واجب نیست۔

واگر والدین یا یکے از ایشاں بفرمایند کہ نوافل طاعات را بگذار، وپیش حاضر باش، امتثال ایشان نمودن مقدم ست، واگر فرمایند کہ واجبات را ترک کن یا برائے حج فرض، مرو قبول نکند، واگر سنن مؤکدہ مثل جماعت و روزہ عرفہ را ترک بگویند، صحیح ست کہ اگر یک دو بار ترک بگویند اطاعت ایشاں نماید، واگر معتاد کنند بایں ترک حکم شاں را قبول نکند۔"

یعنی ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا [ایسا احسان اور معاملہ] جو احسان کی تمام قسموں کا احاطہ کرتا ہو، اور اس [احسان] کی تین قسمیں ہیں، اول: ان کو کسی بات یا زبان سے تکلیف نہ پہنچانا۔ دوم: جان و مال سے ان کی خدمت کرنا۔ سوم: ان کے پاس حاضر ہونا، جب وہ آنے کی خواہش ظاہر کریں۔

---

(۱) شرح السنة للبغوی عن النواس بن سمعان كتاب الامارة والقضاء باب الطاعة فی المعروف صفحه ۴۴، ج:۱۰ (المكتب الاسلامی بیروت الطبعة الاولی ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پہلی قسم مطلق واجب ہے، لہٰذا اس کے چھوڑنے [خلاف ورزی کرنے] میں نہایت نافرمانی لازم آتی ہے۔
دوسری قسم کی شرط یہ ہے کہ ان کو ضرورت ہو اور یہ شخص اس کی طاقت وصلاحیت رکھتا ہو، پس اگر وہ محتاج نہ ہوں یا یہ شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو یہ واجب نہیں ہے۔ تیسری بھی مشروط ہے اس سے کہ ان کے پاس حاضر ہونے میں شرعی طور پر کوئی نقصان نہ ہو، ورنہ واجب نہیں۔
اگر والدین یا ان میں سے ایک، اس سے فرمائے کہ نفلی عبادتوں کو چھوڑ دو، اور ان کے سامنے حاضر رہو، ان کی بات ماننا مقدم ہے اور اگر فرمائیں کہ واجبات کو ترک کردو، یا حج فرض نہ کرو، مرد قبول نہ کرے اور اگر سنن مؤکدہ، جیسے جماعت، روزہ اور (وقوف) عرفہ کو ترک کرائیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر ایک دو بار ترک کرائیں، ان کی بات مان لیں اور اگر متواتر یہی کہیں تو ان کے حکم کو قبول نہ کرے۔ (ت نور)

اور شوہر کی اطاعت حاضر باشی بغرض حاجت روائی شوہر مطلق فرض ہے، اس میں نہ اجازت والدین کی قید ہے اور نہ کوئی شرط نصوص صریحہ صحیحہ، اس اطلاق کی مثبت ہیں، از آں جملہ یہ حدیث:

اذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان، لعنتها الملائكة حتى تصبح، (متفق عليه) وفي رواية لهما قال: والذي نفسي بيده ما من رجل يدعو امرأته إلى فراشه فتأبى عليه، إلا كان الذي في السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها مشكوة (ص ۲۷۲)(۱) وازاں جملہ یہ حدیث اذا دعا الرجل زوجته لحاجته فلتاته و ان كانت على التنور رواه الترمذي (مشكوة ص ۲۷۳) (۲) وازاں جملہ یہ حدیث ای النساء خير قال: التي تسره إذا نظر و تطيعه إذا أمر و لاتخالفه في نفسها و مالها بمايكره رواه النسائي (مشكوة ص ۲۷۵) (۳)

اور کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں یہ قید دیکھی نہیں گئی، کہ عورت کا یہ فرض حاضر باشی بغرض حاجت روائی شوہر، اجازت باپ کی قید سے مقید ہے، باپ نے نکاح کردیا تو ملک بضع کا مالک شوہر کو بنادیا، اس میں سرمو اس کا تملک واختیار باقی نہیں رہا۔ اور جب شوہر کی اطاعت حاضر باشی بلا قید فرض ہوئی اور اس حکم خاص میں اس کی نافرمانی معصیت ٹھہری، تو اس

(۱) كتاب النكاح، باب عشرة النكاح الفصل الاول، ص: ۲۸۰، نيز مشكوة رقم الحديث: ۳۲۴۶ ت: رمضان بن احمد بن علي ص: ۱۲۴۸. ج: ۳، ت: رمضان بن احمد بن علي آل عوف ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء.
(۲) كتاب النكاح باب عشرة النكاح الفصل الثاني ص. ۲۸۱، حواله بالا. نيز مشكوة شريف رقم الحديث: ۳۲۵۷ ص ۱۲۵۲، ج: ۳ ت: رمضان بن احمد بن علي.
(۳) مشكوة كتاب النكاح باب عشرة النكاح الفصل الثالث ص ۲۸۳، حواله بالا نيز مشكوة رقم الحديث: ۳۲۷۲ ص: ۱۲۵۸، ج: ۳ ت: رمضان بن احمد بن علي مكتبة العوبة ۲۰۰۳ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس امر میں باپ کی اطاعت فرض نہیں ہے، بلکہ معصیت ہے۔ لہٰذا اس اطاعت کے ترک سے عورت باپ کی عاق نہیں ہوسکتی، شوہر کی اطاعت نہ کرنے سے خدا سے عاق ونافرمان وملعون بنتی ہے۔

اس جواب میں جملہ سوالات کے جوابات ادا ہوئے، تاہم تسکین سائل کی نظر سے، ان سوالات کے جوابات دو حرفی علیحدہ علیحدہ دیئے جاتے ہیں، جن کے دلائل جوابات مذکور سے مستفاد ہوسکتے ہیں۔ جواب سوال اول فرق، جو جواب سوال دوئم سے ظاہر ہوتا ہے۔

جواب سوال دوئم: حاضر باشی میں اطاعت شوہر کی رضا سے مشروط ہوجاتی ہے۔ شوہر اجازت نہ دیوے تو ساقط۔

جواب سوال سوئم: شوہر کی اطاعت حکم حاضر باشی، باپ کی اطاعت سے مقدم ہے۔

جواب سوال چہارم: عاق کرنا والدین کا فعل نہیں ہے اور جو مشہور ہے کہ باپ نے بیٹے کو عاق کردیا، محض لغو اور جاہلانہ بات ہے، عاق ہونا اولاد کا فعل ہے، یعنی امر حق میں والدین کی اطاعت نہ کرنا، اس میں بیٹا بیٹی دونوں برابر ہیں اور جس امر میں بیٹا یا بیٹی پر، اطاعت والدین فرض نہیں ہے (جیسے شوہر کے پاس نہ جانے کا حکم) اس میں نافرمانی سے، شرعاً عقوق ثابت نہیں ہوتا۔

جواب سوال پنجم: عورت اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور باپ کے عقوق سے نہ ڈرے، وہ اس حکم عدولی سے عاق نہیں ہوسکتی۔

جواب سوال ششم: عورت اپنے شوہر کے گھر میں رہے باپ کی اطاعت نہ کرے، گو شوہر کو لازم کہ وہ اپنی شرط کا ایفا کرے، اگر وہ ایفا نہ کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ عورت کو نہیں پہنچتا کہ وہ خاوند کی گنہگاری اور وعدہ خلافی کے بدلے، اس کی نافرمانی کرے اور اس کے گھر میں نہ جائے، ہاں! عورت نکاح کے وقت شوہر سے شرط کرچکی ہو، کہ میں اپنے باپ کے گھر رہوں گی، شوہر کے گھر نہ جاؤں گی۔ تو اب اس کو اختیار ہے کہ خاوند کے نہ جاوے، باپ کے گھر میں اس کی ضرورت پوری کرنے کو حاضر رہے، مگر یہ امر شافعی اور حنبلی مذہب کی رو سے جائز ہے، جو ایسی شرط کو جائز رکھتے ہیں، حنفی مذہب میں یہ شرط لغو ہے، اس کا ایفا شوہر کے ذمہ لازم نہیں آتا۔ لہٰذا حنفی مذہب میں ایسی شرط پر بھی عورت شوہر کے گھر جانے سے انکار نہیں کرسکتی، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۰۔ وغیرہ میں ہے۔

نمقہ ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ مؤلف اشاعۃ السنۃ

....

toobaa-elibrary.blogspot.com

اَلطّلاق

(۴۷۵) الفاظ کنایہ سے، نیت کئے بغیر طلاق کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مقدمہ میں: کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا، کہ "جا تو اپنے میکے کو، تو ہمارے کام کی نہیں، اور ہمیں تجھ سے کچھ سروکار نہیں ہے" اور عرصہ دو ماہ تک منھ سے نہ بولا، بعدہ باہر کو نکل گیا۔ عرصہ قریب آٹھ سال کے گذرتا ہے، اس شخص کی کچھ خبر نہیں، یعنی مفقود الخبر ہوگیا۔ اس صورت میں آیا اس عورت کو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: یہ دونوں کلمہ کنایہ طلاق کے لفظ ہیں، اور کنایہ میں جب تک طلاق کی نیت نہ ہو، طلاق واقع نہیں ہوسکتی۔ پس چونکہ زوج بعد تکلم ان کلمات کے گم ہوگیا ہے، نیت پر اس کی اطلاع دشوار ہے اور وقوع طلاق میں شک ہے، لہٰذا نکاح جو بالیقین ثابت ہے، شک سے مفتی رفع نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۱۴۔۱۱۵)

(۴۷۶) طلاق میں الفاظ کنایہ کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا، کہ تو میرے گھر سے نکل جا، میں تجھ کو نہیں رکھتا، بالکلی القط کردی، جہاں چاہے اور شوہر کرلے، مگر یہاں مت کرنا۔ ہندہ مذکورہ بارہ برس تک اسی جگہ رہ کر، دوسری جگہ چلی گئی، بعد اس کے جانے کے بکر و خالد نے زید کو فہمائش کی، کہ ہندہ کو تو لے آ، زید نے کہا کہ اس کو چھوڑ دی اور القط کردی۔ ہندہ مذکورہ مطلقہ ہوگئی اور دوسرا نکاح کرنا اس کو جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: اگرچہ الفاظ طلاق صریح کے نہیں، بلکہ کنایات طلاق ہیں، مگر ظاہر حال اور متبادر کلام سے طلاق ہی [معلوم] ہوتا ہے، پس ایسی حالت میں اس عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۴۶۔۱۴۷)

(۴۷۷) الفاظ کنایہ سے بغیر نیت کے، طلاق کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو مدت تک نان ونفقہ سے تنگ رکھا، جب وہ مجبور ہوئی اپنے باپ کے چلی آئی، اس شخص مذکور کو اکثر آدمیوں نے فہمائش کی کہ ایسا امر نہ چاہئے، تو اس شخص نے چند شرائط پیش کی اور یہ کہا، کہ اگر یہ منظور کرے تو میں لے جاتا ہوں، اور اس کے نان ونفقہ کا کفیل ہوتا ہوں۔ اگر منظور نہ کرے تو اس کی یہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

راہ، میری یہ راہ، نہ میں اس کا، اور نہ یہ میری۔ چنانچہ شرائط زوجہ نے منظور نہ کیں، اب اس باہمی گفتگو سے عورت نکاح سے خارج ہوگی، یا نہیں؟ اور اس عورت کا نکاح بعد عدت کے دوسرے شخص سے جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: اگر یہ کلام کہ اس کا یہ راہ، میرا یہ راہ، نہ میں اس کا اور نہ یہ میری، شوہر نے طلاق کی نیت سے بولے ہیں، تو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ اس نے شرائط نہ قبول کرنے پر یہ تعلیق کی تھی، پس بعد عدت دوسرے سے نکاح جائز ہے، اور جو زوج طلاق کی نیت سے انکار کرتا ہے، تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۶۰)

(۴۷۸) طلاق دی یعنی چھوڑ دیا طلاق صریح ہے: طلاق کے باب میں، جس کے عرف میں چھوڑا بمعنی طلاق شائع وذائع ہوگیا، تو البتہ صریح ہووے گا، ورنہ غلبہ معنی کا وقلیل الاستعمال معنی کو ترک نہیں کرسکتا اور کنایہ سے نہیں نکال سکتا۔ اعتدی کو ہی دیکھو کہ اعتدی کے معنی عدت کے کثیر الوقوع ہیں اور اعتداد نعمۃ اللہ ایک ضعیف معنی ہیں۔ فقط

(مکتوب بنام مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، قلمی مکتوب ۱۷)

(۴۷۹) طلاق صریح کس کو کہتے ہیں؟ مسئلہ: طلاق صریح اس کو کہتے ہیں کہ ایسے لفظ سے ایقاع کیا جاوے جو عرف میں سوائے طلاق کے دوسرے معنی پر مستعمل نہ ہووے۔ سو لفظ چھوڑا کا، ہمارے عرف میں ترک نکاح اور ترک خبر گیری نان ونفقہ دونوں پر استعمال کیا جاتا ہے، سو اس سے معلوم ہو کہ بائن ہو محتاج نیت پر، پھر اگر نیت طلاق ہووی تو طلاق بائن واقع ہووے۔

(مکتوب بنام خلیل احمد انبیٹھوی ص ۳۱)

(۴۸۰) ڈھائی یا پونے تین طلاق کے الفاظ سے کونسی طلاق ہوتی ہے؟ سوال: طلاق اگر یوں کہا، کہ ڈھائی طلاق یا پونے تین طلاق، تو نکاح رہا یا نہیں، اور تین طلاق ہوئی یا دو؟

جواب: ڈھائی اور پونے تین پوری سہ طلاق ہوتی ہے، مغلظہ طلاق ہوگئی اور ہمیشہ کو جدا ہوگئی۔

(بدست خاص، سوال ۶۱)

(۴۸۱) اگر دو طلاق، تین طلاق اور پچاس طلاق کہا، تو کتنی طلاقیں واقع ہونگی؟ سوال: اگر یوں کہا کہ دو طلاق، یا یوں کہا تین طلاق، یا پچاس طلاق، تو دو طلاق پڑی یا تین، یا ایک؟

جواب: دو میں دو طلاق، اور تین اور پچاس میں تین طلاق پڑیں گی۔ (بدست خاص سوال ۶۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۸۲) جب گھر سے چلی گئی تو طلاق ہی ہے، اس سے طلاق کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید نے عمرو سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تم نے اپنی عورت کو طلاق دیدی ہے، تو عمرو نے جواب میں کہا، کہ جب گھر سے چلی گئی تو طلاق ہی ہے، اور اگر عورت سے دریافت کیا جاتا ہے، تو وہ بھی بیان کرتی ہے کہ ہاں مجھ کو طلاق دیدی ہے۔ تب اس صورت میں طلاق عائد ہوگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا!۔

الجواب: یہ قول عمرو کا کہ، جب گھر سے چلی گئی تو طلاق ہی ہے، لفظ طلاق کا نہیں، کیونکہ اس میں کوئی لفظ ایقاع طلاق کا نہیں، اور نہ اقرار طلاق دینے کا ہے۔ اس واسطے کہ معنی اس کلام کے عرف میں یہ ہیں، کہ جب گھر سے چلی گئی تو یہ چلا جانا گویا طلاق ہی ہے۔ سو عمرو نے چلی جانے کو طلاق ٹھہرایا اور اس کو طلاق یا بحکم طلاق جانا اور حال یہ ہے کہ چلا جانا، نہ طلاق ہے اور نہ بحکم طلاق ہے، شرعاً۔

پس یہ کلام اقرار طلاق کا نہ ہوا، بلکہ چلی جانے کو بحکم طلاق قرار دینا کہنا ہے، سو اس سے نہ طلاق واقع ہوئی اور نہ اقرار طلاق کا ہوا۔ پس اقرار زوجہ کا قابل اعتبار کے نہیں اور زوج تصدیق اس کے اقرار کی نہیں کرتا، لہٰذا طلاق عائد نہیں ہوتی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۳۱)

(۴۸۳) تیری ماں، یا تیری جنتی پر طلاق کہنے سے طلاق کا حکم؟

سوال: اگر کسی نے اپنی جورو کو یوں کہا کہ تیری جنتی پر، یا کہا تیری ماں پر طلاق ہے، اگر تو یہ کام نہ کرے، تو اس کہنے سے جورو پر طلاق پڑ گئی، یا نہیں؟

جواب: اس کلام سے طلاق نہیں ہوتی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۳۴)

(۴۸۴) تعلیق طلاق کے ایک مسئلہ کی تحقیق: مسئلہ: تعلیق طلاق میں جزا کے الفاظ کے بعد حذف اداۃ [کی] تحقیق ضروری ہے۔

سو اس تعلیق میں انا ابنک ہے، اگر اپنی زوجہ کو کوئی ماں کہہ دے انت أمی یا أختی و علی ھذا تو ان صورتوں میں نہ طلاق ہوئی ہے، نہ ظہار نہ تحریم یمین، اس قیاس پر کہ اگر اپنے آپ کو پسر اپنی زوجہ کا کہہ دیا، تو کچھ بھی نہ ہوگا، کیونکہ زوج کا ابن ہونا، زوجہ کے ام ہونے کو لازم ہے، سو جب یہ لغو ہے، ایسا ہی وہ بھی لغو ہے۔ یہ مسئلہ کتاب الظہار درمختار میں ہے۔

اور یہ جواب جو بندہ لکھتا ہے کہ یہ تعلیق لغو باطل ہے، شاید اکثر علماء اس میں تردد فرماویں، مگر فقیہ اس کو قبول کرے گا، انشاء اللہ تعالیٰ! کیوں کہ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں معنی حقیقی و مجازی ہر دو ناجائز ہیں ھذہ بنتی کا، جو اصول میں لکھتے ہیں۔

(مکتوب بنام مولانا خلیل احمد مکتوب نمبر ۲۹)

(۴۸۵) حبس وجبر کی طلاق؟ مسئلہ طلاق میں روایت حنفیہ کی بندہ کی نظر میں اس وقت نہیں، مگر دفع ضرر ضروری ہے، اگر بہ حبس وجبر طلاق دلادی، تو چونکہ زوج مُقِر اور متہمت ہے، جائز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(مکتوب بنام مولانا خلیل احمد، مکتوب ۳۲)

(۴۸۶) طلاق سے بغیر گواہوں کے رجوع؟ سوال: اگر کسی شخص نے طلاق کے بعد رجوع کیا، اور رجوع پر گواہ نہ کیے، تو وہ رجوع ہونا صحیح ہوا، یا نہیں، اور وہ شخص گنہگار بھی ہوا، یا نہیں؟

جواب: رجوع قبل گزرنے عدت کے درست ہے، مگر بدون گواہ محل تہمت ہے اور سنت کو ترک کرنا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص ص ۱۷)

(۴۸۷) حلالہ میں شرط لگانا اور دوسرے شوہر سے قربت کیے بغیر، پہلے سے نکاح؟ سوال: اگر زید اپنی عورت کا نکاح بکر سے کرادے اس شرط پر، کہ بعد چند روز کے طلاق دیدینا اور بکر منظور کرلے، تو زید بعد عدت بکر نکاح کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ وعدہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ یا بکر قبل صحبت کے طلاق دیدے گا، تو زید کو حلال ہوجاوے گی، یا بکر سے صحبت کرنے کے بعد درست ہوگی۔ بینوا توجروا!

جواب۔ تین حیض عدت ہووے گی اور جو حاملہ ہو تو وضع حمل، [مدت عدت ہے، اس سے پہلے] یہ عورت حلال نہیں ہوسکتی۔ (۱)

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۱۔۱۲۲)

(۴۸۸) ظہار کا کفارہ؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، آپ کا خط آیا، بسبب کم فرصتی کے جواب میں دیر ہوئی۔

مسئلہ: جس نے اپنی عورت کو کہا، کہ اگر تجھ سے جماع کروں تو اپنی والدہ سے کروں، تو اس کلمہ سے طلاق واقع نہیں ہوئی بلکہ یہ قسم ہوگئی، سو اگر اس نے جماع کرلیا تو کفارہ قسم کا دینا ہوگا، اور کفارہ قسم کا یہ ہے کہ دس آدمی فقیر کو ڈیڑھ ڈیڑھ سیر گندم پختہ دیوے، کہ مجموعہ پندرہ سیر ہوتے ہیں، یا دس آدمی فقیر کو صبح وشام دس روز تک شکم سیر کھلاوے، مگر جن کو صبح کھلاوے، شام کو انہیں کو کھلاوے۔ خواہ ڈیڑھ ڈیڑھ سیر گندم کی قیمت دیدے، بہرحال اس کو کفارہ قسم کا دینا ہوگا، اور ڈیڑھ سیر پختہ وزن سہارنپور ہوتے ہیں، شاید انبالہ کا وزن کم ہو، فقط۔

کتبہ احقر العباد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۱)

---

(۱) یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ یہ جواب سوال سے غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مفقود شوہر کا حکم

(۴۸۹) جس کا شوہر گم ہو اس کے نکاح کا، مذہب امام مالک پر فتویٰ؟ **سوال:** زید عرصہ دس سال سے مفقود الخبر ہے، اس کی موت و حیات کی کچھ خبر نہیں ملتی ہے، حتی الوسع تلاش کی گئی کچھ پتہ نہیں ملتا۔ ہندہ زوجہ اس کی نوجوان ہے، زمانہ کی حالت نازک دیکھ کر اس نے وعظ صاحب و بزرگ صاحب کا ارادہ ہے، کہ اس کا عقد ثانی کسی دوسرے شخص نیک بخت کے ساتھ کر دیا جاوے، اور فتاویٰ رشیدیہ میں شاید یہ لکھا ہے کہ امام مالک صاحب یا امام شافعی صاحب کے یہاں یہ درست ہے کہ اس قدر مدت کے بعد اس کا عقد کر دیا جاوے۔ اور ضرورتاً حنفی المذہب بھی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں، لہٰذا قصد یہ ہے کہ حضور والا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے تاکہ اس کے موافق اس کا عمل درآمد کیا جاوے۔

(۴۹۰) جس کا شوہر گم ہو گیا ہو اس کے لئے چار سال بعد نکاح کی اجازت؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ یہ فتویٰ و تحریر مجھے قاضی عبد الحق صاحب پورقاضوی سے ملی ہے اور میں حضرت مولانا گنگوہی کی تحریر پہنچا تا ہوں۔

"کہ از قاضی عبد الحق حاصل شد و الحقر (یعنی حضرت مولانا تھانوی) خط مولانا، شناختہ"

جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہوئے کہ بعد تحقیق اس کا نہیں نشان نہیں ملتا اس وقت سے کامل چار سال کر کے حاکم مسلمان تفریق کر دیوے، بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ وہ عورت عدت کرے، اور پھر نکاح دوسرے سے کر لیا جاوے، یہ مذہب امام مالک کا ہے، اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ

(امداد الفتاویٰ مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ص ۳۲۰، ۳۲۱ ج ۲)

مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع طبع اول ادارہ اسلامیات

(۴۹۱) کیا مفقود الخبر شوہر کی زوجہ کا نکاح اعلان کرا کر، کرنے کی اجازت ہے؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین نکاح مفقود الخبر شوہر میں جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص نکاح مذکور کو جائز رکھتا ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت مذکورہ صبر نہ کر سکے اور مستعد زنا ہو، اس صورت میں شرع شریف سے کیا حکم ہے، نکاح کی اجازت ہے یا نہیں؟ جوابات مع سند کتب حدیث و فقہ تفصیل مذاہب تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

جواب: مسئلہ نکاح مفقود میں خلاف علماء کا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ جب تک اس کے سب ہم عمر فوت نہ ہو جاویں، نکاح اس کی زوجہ کا درست نہیں فرماتے اور امام شافعی صاحب اور امام مالک صاحب بعد چار سال کے وعدت کے

تمام کے بعد جائز فرماتے ہیں، پس جس شخص نے بوجہ ضرورت کے کہ وقوع زنا کا خدشہ ہے، بمذہب شافعی صاحب فتوی دیا ہے، اس کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی نہیں چاہئے (۱)

مسائل مختلفہ ائمہ میں تشدد کرنا مناسب نہیں، خصوصاً ایسی ضرورت میں۔ البتہ اگر نفسانیت اور خواہش نفسانی کی قید امر بیجا میں اور خلاف میں پڑے وہ برا کام ہے۔ الحاصل! زن مفقود کا نکاح ایک مذہب ہے، اس کے عمل درآمد پر بوجہ ضرورت نزاع اور طعن نہیں چاہئے، اگرچہ خود عمل اپنے مذہب پر کرتا رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۲۸)

(۴۹۲) مفقود کی بیوی نے اگر نکاح کر لیا، پھر شوہر اول واپس آ گیا تو بیوی کس کو ملے گی؟

مسئلہ: مفقود کی عورت نے اگر بفتوی کسی عالم کے نکاح کیا، تو جب اس کا خاوند رجوع کرے گا، تو زوج اول کو وہ عورت ملے گی، ثانی زوج سے لے جاوے گی، البتہ اگر حاکم نے تفریق وعدت کرا کے نکاح کرایا ہو، تو اب اول کو نہ ملے گی، کہ تطلیق حاکم سے افتراق ہو گیا ہے۔ حنفیہ نے موت اقران کو عدت شمار کیا ہے اس کی شرح میں اپنے اپنے زمانہ کے موافق، عمر اقران کو لکھ دیا ہے، کبھی نوے کبھی ستر کبھی کچھ اور شوافع نے چار سال ٹھہرائے ہیں، اگر حنفی بضرورت شافعی کے مذہب پر عمل کر لیوے، تو عجب نہیں، درست ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۲۳-۱۲۴)

(۴۹۳) جس شخص کے متعلق یہ شبہ ہو جائے کہ وہ مر گیا، لیکن پھر ٹھیک ہو جائے، تو اس کا نکاح اور ملکیت قائم رہتی ہے:

سوال: جو شخص مر جاوے اور پھر بعد کچھ دیر کے زندہ ہو جاوے، تو اس کی زوجہ سے اس کا نکاح رہا، یا نہیں؟ اسی طرح اور چیزیں جو اس کی ملک تھیں، ان کا کیا حال ہے؟

جواب: مر کر کوئی زندہ نہیں ہو سکتا۔ یہ امر محال ہے۔ بلکہ سکتہ یا غشی ایسی ہو جاتی ہے کہ حیات بالکل معلوم نہیں ہوتی، لہٰذا نکاح بھی باقی ہے اور ملک بھی قائم ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص ص ۲۰)

.....

(۱) یعنی اس مرد صالح کے پیچھے نماز نہ پڑھنی، غلط ہے۔ ۱۲

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مہر

(۴۹۴) مہر مؤجل کی صورت میں، عورت کا شوہر کو خود سے روک دینا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک عورت کا دین مہر سارا مؤجل قرار پایا ہے، اس صورت میں وہ عورت بغیر افتراق کلی، خاوند پر نالش طلب مہر کی کرسکتی ہے، یا نہیں، اور اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: ہرگاہ کہ تمام مہر مؤجل ٹھہر چکا ہے، ہمارے ملک میں باوجود مہر مؤجل ہونے کے، دخول، خلوت کا ہونا مقرر ہوتا ہے، لہٰذا گویا دخول وتفویض کرنا عورت کا اپنے نفس کو مشروط ہوگیا۔ لأن المعروف كالمشروط. پس اس عورت کو جس اپنے نفس کا مصاحبت سے اور مطالبہ مہر قبل حلول اجل معروفہ یا مقررہ کے، ہرگز درست نہیں ہے۔ قال فی رد المحتار:

هذا كله إذا لم يشرط الدخول قبل حلول الأجل، فلو شرطه و رضيت به ليس بها الامتناع اتفاقاً. انتهىٰ (۱)

الحاصل اس صورت میں عورت کا مطالبہ مہر کرنا اور اپنے نفس کو روکنا، ہرگز شرعاً درست نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعۂ گلاں ص ۱۲۴)

(۴۹۵) مہر معلوم نہ ہونے کی صورت میں کس طرح ترتیب ہوگی؟

سوال: عورت متوفی وعورت موجودہ کے، مہر نہ معلوم ہونے کی صورت میں، کیا حکم ہے؟

الجواب: عورتوں کا مہر اگر معلوم نہ ہو تو مہر مثل متعارف پر فیصلہ ہووے گا، کہ عرف میں ہر قوم کا ایک مہر مقرر ہے کہ اس میں کم زیادہ نہیں کیا جاتا: المعروف كالمشروط. فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ رام پور ص ۲)

(۴۹۶) اگر بیوی نے تنہائی میں مہر معاف کردیا تو؟

سوال: جب زید کا نکاح ہوا تھا تو مہر پانچ سو روپیہ کا مقرر ہوا تھا، مگر زید کی حیثیت اس قدر ادا کرنے مہر کی نہیں تھی، زید نے تنہائی میں عورت سے کہا کہ ادا کرنے مہر کا مجھ میں مقدور نہیں، معاف کردے، منکوحہ زید نے کہا، کہ معاف کیا۔ پھر ایک عرصہ بعد دو عورتوں اور دو مردوں کے سامنے کہا

---

(۱) رد المحتار (فی البحر عن الفتح و هذا كله) باب مطلب فی مع الزوجة نفسها لقبض لمهر نیز سنۂ ہندیہ ص ۳۵۹ ج ۳ (منیع جتبائی دہلی ۱۲۸۸ھ) نیز شامی ن ۳ ص ۱۴۵۔ ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء (مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز شامی ن ۲ ص ۳۱۹ (کتب ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ ۔ ۱۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ مہر معاف کردے، اس نے کہا کہ معاف کیا، جب منکوحہ نے معاف کرنے کو کہا، تو نکاح کو تین چار برس گذر چکے تھے۔ زید مہر سے بری ہوگیا، یا نہیں؟

جواب: مہر اس صورت میں معاف ہوگیا، اگرچہ زید کے کہنے سے معاف کیا تھا۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۰۔۱۲۱)

(۴۹۷) نکاح کے وقت بیوی کو دیا گیا زیور، مہر میں شامل نہیں؟ سوال: اور جو زیور عند النکاح زوجہ کو دیتے ہیں، وہ مہر میں داخل ہے، یا احساناً وہبۃً دیتے ہیں، اگر مہر میں داخل نہیں اور بطور احسان اور ہبہ ہے، تو زوجہ مالک ہوتی ہے، یا نہ؟ اور زوج کو لوٹانے کا اختیار ہے، یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اور مہر وہ ہے جو وقت نکاح کے مقرر ہوتا ہے، اگر اس زیور کو مہر میں تصریح کر کے دیوے، تو مہر میں مجرا ہووے گا، ورنہ حسب عرف اپنے دیار کے، یہ زیور خارج مہر سے ہوکر، یا ملک زوج کی اور عاریت ٹھہرے گا، اگر ایسا عرف وہاں کا ہے: المعروف کا المشروط کذا فی کتب الفقه. واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۵۔۱۷۶)

(۴۹۸) جو زیور بیوی کی ملکیت نہیں کیا تھا، وہ شوہر کا ہے؟ سوال: زید نے اپنے باپ کی مرضی سے اپنی عورت کو دو سو روپیہ کا زیور بنوا دیا تھا، مگر مملک عورت نہیں کیا تھا، ہاں بنوایا اس کے نام سے اور زید اپنے باپ کے شامل رہتا تھا، علیحدہ نہیں ہوا تھا، اور زیور زید اور اس کے باپ کی کمائی سے تیار ہوا تھا، پس اس زیور میں کچھ عورت کو حصہ پہنچے گا، یا نہیں۔ زیور شادی زید کے تین چار برس بعد تیار ہوا؟

جواب: زیور اگرچہ عورت کے پہننے کو بنایا مگر چونکہ ملک عورت کی نہ کیا تھا، تو زیور واپس زید کو ملے گا۔ البتہ زید پر نفقہ عدت کا دینا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۰، ۱۲۱)

(۴۹۹) مہر کی ادائیگی، ترکہ کی تقسیم سے مقدم ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس صورت میں کہ محمد جعفر فوت ہوئے مسماۃ نادری بیگم زوجہ، و مسماۃ زینب دختر، و مسماۃ ستارہ بیگم والدہ، مسمایان حاجی بیگم و فضل النساء، و حیدری بیگم ہمشیرگان زندہ چھوڑیں، نادری بیگم زوجہ خواستگار دین مہر ہے، اور بقیہ دیگر ورثاء خواستگار حقوق شرعیہ بروئے وراثت شرعی کے ہیں، اور ماسوا ان وارثوں کے دو برادر عم زاد بھی چھوڑے، پس ادائے دین مہر مقدم ہے، یا توریث، اور مدعیہ مہر نے مہر اپنا نہیں بخشا۔ بینوا توجروا!

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: اول دین مہر تمام وکمال ادا کیا جاوے گا، اگر بعد ادائے مہر کے کچھ باقی رہے، اس وقت فرائض جاری ہوویں، چونکہ ترکہ مہر سے بہت قلیل ہے، لہٰذا توریث ورثہ باطل ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فتاویٰ ص ۱۱۸)

(۵۰۰) اگر وارثوں میں متوفیہ کے مہر کی مقدار میں اختلاف ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین. کثرھم اللہ تعالی الی یوم الدین اس مسئلہ میں کہ ہندہ منکوحہ زید کی، بقضائے الٰہی مر گئی، ہمہ وارث متوفیہ نے زید سے مہر طلب کیا، مقدار مہر میں باہم عمرو اور خالد کے خلاف ہے۔ عمرو مہر مثل قبیلہ پدر متوفیہ و مہر مروجہ قوم طلب کرتا ہے کہ خالد قبول نہیں کرتا، وہ ایسی مقدار ظاہر کرتا ہے کہ نہ مطابق مہر مثل کے ہے اور نہ موافق مہر مروجہ قوم کے، پس تصفیہ اس کا شرعاً کیونکر ہو؟ کتب فقہ میں جو لفظ خاندان یا قوم واقع ہوا ہے، اس سے کیا مراد ہے اور مہر مثل میں باعتبار مماثلت کون کون عورتیں داخل ہیں؟

اور یہ امر بھی استفسار طلب ہے کہ مہر دختران ہم قوم اور ہم عمر اور عرف کا بھی شرعاً اعتبار ہے، یا نہیں، اور ترتیب معاملہ مہر کس طرح پر ہوگی، اور یہ بھی ہے کہ ہمارے قصبات میں مہر شرفاء اور قوم ارذال کا معین ہے، یہاں پر دختران قوم میں حسن و جمال اور عقل و مال اور بکارت و ثیابت وغیرہ کا کوئی اعتبار و تفرقہ نہیں، جو مہر بارہ کا ہوتا ہے وہی ثیبہ کا۔ پس کتب فقہ میں جو فرق و تفاوت لکھا ہے، آیا وہ موافق تقاضائے اسی وقت کے تھا، یا دوام کے لئے تا یوم القیامہ! اور جو یہ صورت ہے تو ہمارے قصبات کے عرف میں جو مہر یکساں اور مساوی ہوتے ہیں، اس کا کیا نتیجہ، جواب اس کا مرحمت ہو۔ بینوا توجروا! فقط

جواب: ایسی حالت میں مہر مثل پر فیصلہ ہوگا، مگر ہاں جو زوج گواہان عادل سے ثابت کر دیوے کہ مہر مثل نہ تھا، بلکہ حسب دعوی زوج کے تھا، ..... اور مہر مثل وہ ہی ہوتا ہے، جو عرف و قوم میں شائع ذائع ہو۔ ہمارے دیار میں شرفاء کا اور ارذال کا مہر معین ہے، علی التفرقہ۔ حسن ..... بکارو ثیوبۃ و عمر وغیرہا امور کے سب کا مہر یکساں ہوتا ہے۔

تحریرات کتب فقہ کی ان کے عرف کے موافق ہیں، نہ ہمارے عرف کے، پس اس صورت میں اگر زوج گواہان عدول سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیوے، تو بہتر، ورنہ مہر مثل قوم کا دینا ہووے گا۔ ہکذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ | مہر، حضرت مولانا | (فتاویٰ قدیمہ حضرت گنگوہی مجموعہ مولانا وغیرہ ص ۱۰۰)

(۵۰۱) بیوی کا اپنے شوہر کے مال پر مہر کے عوض قبضہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں: کہ ہمارے ملک میں جو یہ رواج ہے کہ عورت بعد مرنے اپنے شوہر کے، اس کی متروکہ پر بدین مہر قابض اور مالک سمجھی جاتی ہے، اور دین مہر ایک قرض ہے عورت کا بذمہ مرد کے، اور کوئی دائن جزو یا کل حصہ ادا مدیون پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

مالکانہ طور سے بلا استحصال حق ملکیت، مجرد دعوی دین کی وجہ سے مالک اور قابض نہیں ہوسکتا۔

پس اگر وہ عورت متروکہ شوہر کے قبضہ کر لینے سے حقیقتاً اور شرعاً مالک ہوسکتی ہے، تو مثلاً جائیداد متروکہ شوہری ہزار یا آٹھ سو روپیہ کی ہے اور دین مہر دو ہزار روپیہ کا، تو ایسی کم قیمت جائیداد پر، اس عورت کے قابض ہوجانے سے، تمامی دین مہر ذمہ شوہر [سے] ادا ہوجاتا ہے، یا نہیں۔ اور شرع میں وارثان شوہر کے لئے، ادائے دین مہر کی بابت کوئی میعاد مقرر ہے، یا نہیں؟

مثلاً، کوئی عورت بعد مرنے اپنے شوہر کے بیس برس تک، ایسی جائیداد متروکہ شوہری پر قابض رہی، کہ جس کی آمدنی پچاس روپیہ یا سو روپیہ، سالانہ اس کو وصول ہوئے، اور اس قدر مدت کے بعد وارثان شوہر دین مہر اس کا جو ہوا ادا کرنا اور جائیداد مقبوضہ کا واپس لینا چاہیں، تو ان ورثاء کو اداء دین مہر مذکور کا مجاز اور اس عورت کو عند الشرع لے لینے زر مہر اور واپس کر دینے جائیداد مقبوضہ کا، استحقاق حاصل ہے، یا نہیں؟ اور بعد اس قدر مدت کے اگر عورت منکوحہ مستحق لینے دین مہر کی، وارثان شوہر سے ہوسکتی ہے، تو مدت قبضہ جائیداد کی آمدنی زر مہر میں مجرا اور محسوب ہوسکتی ہے، یا نہیں؟

اگر وہ آمدنی لائق مجراء دین مہر کے نہیں ہے، تو وہ محاصل جائیداد شوہری بعد وصول ہوجانے کل زر مہر کے، کس حق میں محسوب اور شمار ہوگی؟

جـــواب: اگر عورت ترکہ شوہر پر بوجہ اپنے دین مہر کے قبضہ کرے، نیت معاوضہ اور ملک سے، تو بفتوی متاخرین مالک ہوجاتی ہے، اگر اس کی نیت یہ ہے کہ بعوض کل دین مہر کے اس کو لیتی ہوں، تو تمام مہر ادا ہوگیا، اب اس کا کچھ دعوی زوج پر ثابت مہر کا نہیں رہا۔

اور جو یہ نیت ہے کہ قدر قیمت مثل کے، جو اس نے کوئی قدر معین کر دی ہے، اس میں لیتی ہوں، تو باقی مہر جو زائد قدر قیمت مثل سے ہے، ذمہ زوج کے باقی رہتا ہے، پس بعد اس کے کہ اس نے اپنے مہر میں اس ترکہ کو لیا، خواہ تمام مہر میں یا بعض میں، تو بعد اس کے ورثہ زوج اگر مہر ادا کر کے ترکہ کو واپس لے لیویں، تو عورت پر جبر نہیں ہوسکتا۔ البتہ اگر عورت برضاء خود دیدیوے، مختار ہے، کہ عورت اس کو یا بیع کرتی ہے یا اقالہ بیع سابق کا کرتی ہے، تو اس صورت میں آمدنی جو عورت نے اس ترکہ سے حاصل کی ہے، مجرا نہیں ہوسکتی، کہ وہ محصول اپنی ملک کا اس نے حاصل کیا ہے۔ کذا یفهم من کتب الفقه، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعۂ کلاں ص ۲۲۳-۲۲۴)

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

حرمت مصاہرت

(۵۰۲) مس سے حرمتِ مصاہرت کب ثابت ہوتی ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسئلوں میں:

زید نے اپنی عورت کو ایک عرصہ کے واسطے اپنی والدہ کے پاس بھیج دیا تھا، جس جگہ اس کا باپ نوکر تھا اور خود اپنے مکان پر رہا، عرصہ دو ماہ بعد زید کی خوشدامن بیوہ، اس گاؤں میں کہ زید اپنے مکان میں علیحدہ رہتا تھا، آئی اور رہی ایک روز بارادۂ بد، زید اپنے پلنگ سے اُٹھ کر، جس پلنگ پر خوشدامن سو رہی تھی آلیٹا، اور دونوں رضائی میں باتیں کرتے رہے، تھوڑی دیر بعد زید نے اس کے شکم و سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کس کر آغوش میں پکڑا، لیکن اس وقت دونوں اپنے اپنے کپڑے پہنے ہوئے تھے، یعنی برہنہ نہیں ہوئے تھے، اور نہ بوسہ لیا، صرف حرکات مندرجہ بالا صادر ہوئیں، اس وقت میں زید کو خوف خدا آیا، کہ کم بخت کیا کرتا ہے، اس کا مرتبہ بجائے ماں کے ہے، یہ تصور کر کے اس کے پلنگ سے علیحدہ ہوا اور باہر کو چلا گیا اور صبح کو اپنی خوشدامن کو رخصت کر دیا، یا کہ ایک دو روز بعد، لیکن اس سے کچھ گفتگو نہ کی۔

اس بات کو عرصہ پانچ سال کا ہو گیا، یا کچھ کم، یا زیادہ ہوا ہوگا، اس عرصہ کے بعد آج بروز بدھ دو فروری ۱۸۸۷ء (جمادی الاول ۱۳۰۴ھ) کو زید نے ضمیمہ "مراۃ النساء" میں صفحہ ۹ پر لکھا دیکھا، کہ جو شخص اپنی خوشدامن کو از راہ شہوت کے ہاتھ لگا دے گا، تو عورت اس کی اس پر حرام ہو جاوے گی، جب زید نے یہ حرکات کی تھیں، اس کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، بعد پانچ برس کے آج جو یہ مسئلہ دیکھا، تو وہ فعل بد اپنا زید کو یاد آیا، اس واسطے یہ بات من وعن لکھ کر، دریافت کرتا ہے، کہ عورت منکوحہ زید کی، زید پر حلال رہی یا کہ نہیں، یا کہ بوجہ ناواقفیت کے زید کو کفارہ دینا آوے گا۔ مع دلائل فتویٰ تحریر فرماویں۔

اگر عورت منکوحہ زید کی قابل زید کے نہ رہی، تو عورت پر عدت کے ایام کب واجب ہوں گے، زید سے ایک دختر تین سالہ اور فرزند گیارہ ماہ کا ہے، اگر عورت زید لائق زید نہ رہی، بحکم شرع شریف یہ دختر و فرزند کس کو ملیں گے، زید کو یا عورت کو؟

جواب: سینہ و شکم پر اگر شہوت سے ہاتھ پھیرا تھا اور پیٹ پر کچھ کپڑا نہ تھا، یا کپڑا باریک تھا کہ گرمی شکم کی ہاتھ کو محسوس ہوئی تھی اور ایسا ہی آغوش میں دبانے میں، گرمی بدن کی بدن کو لگی، تو حرمت ثابت ہو گئی، اور منکوحہ حرام ہو گئی، اور جو گرمی بدن کی محسوس نہیں ہوئی، یا شہوت سے یہ کام نہیں کیا، تو کچھ حرج نہیں ہوا۔ بہر حال بشہوت اگر بدون حائل یا باریک حائل سے مس ہوا، تو منکوحہ حرام ہوئی، خواہ ناواقفیت سے ہو، یا کسی طرح۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اب جس وقت سے عزم عدم قربت کا کرے گا، اس وقت سے عدت تین حیض کی ہو کر افتراق ہوگا، اور کفارہ سے کچھ نہیں ہوسکتا، اور دختر اور پسر عورت کی پرورش میں رہیں گے اگر عورت چاہے، بشرطیکہ کسی نامحرم دختر سے نکاح نہ کرے اور یہ خرچ اولاد کا زید دیتا رہے گا، جب تک ساڑھے سات برس کے ہو جاویں، بعد اس کے زید لے سکتا ہے۔

کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں ص ۱۱۹۔۱۲۱)

(۵۰۳) اپنی دختر کو صرف ہاتھ لگ جانے سے، حرمت مصاہرت کی تحقیق؟ سوال: لکھا

ہے کہ اگر مرد حالت شہوت میں ہو اور لڑکی کے ہاتھ لگ جاوے، تو بیوی ہمیشہ کو حرام ہو جاوے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آیا نعوذ باللہ مرد دانستہ قصداً لڑکی کو ہاتھ لگا دے، تب بیوی حرام ہوتی ہے، یا کہ ارادہ بیوی کا کرتا ہے اور لڑکی پاس پڑی ہے اور اندھیرے میں لڑکی کے بلا ارادہ ہاتھ لگ جاوے، یا یوں سمجھ کر کہ یہ بیوی ہے، اندھیرے میں ارادہ سے ہاتھ لگا دے اور جب معلوم کرے کہ لڑکی ہے، ہاتھ اٹھا لیوے، تب بھی بیوی حرام ہوتی ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: اگر لڑکی مشتہاۃ ہے اور ہاتھ لگ گیا قصداً یا سہواً یا خطأً، اور ہاتھ لگنے سے شہوت پیدا ہوئی، یا غلبہ شہوت کا ہو جاوے، تو حنفیہ کے نزدیک والدہ اس کی ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے۔ (۱)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، شوال ۱۲۹۴)

(۵۰۴) کم سنی میں بچی کو شوہر نہیں لے سکتا اور نفقہ بھی اس کے ذمہ نہیں ہے: مسئلہ: تا ایام

حضانت صغیرہ کو زوج نہیں لے سکتا اور نفقہ بھی زوج کے ذمہ نہیں آتا، (۲) جو آپ سمجھے درست ہے، ہاں مراہقہ کو لے سکتا ہے کیوں کہ ایام مراہقت حضانت سے خارج ہو جاتے ہیں، **علی الصحیح**۔ اس لئے کہ بسبب فتنہ کے اب تا حیض حضانت نہیں ہونی چاہئے، بلکہ مشتہاۃ ہونے تک۔ فقط

رشید احمد

(مکتوب بنام مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مکتوب ۳۹)

---

(۱) یعنی ہاتھ لگتے وقت شہوت یا غلبہ شہوت ہو، یعنی کہ مس کے بعد شہوت کا پایا جانا، حرمت مصاہرت کو ثابت نہیں کرتا۔ ففی الدر المختار والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما الدر المختار (۱ ۱۸۸) مکس نجتبائی ۱۳۲۲ھ [نور]

وقال العلامة الشامی قال فی الفتح وقوله بشهوة فی موضع الحال فیفید اشتراط الشهوة حال المس، فلو مس بغیر شهوة، ثم اشتهی عند ذالک المس لا تحرم علیه رد المحتار (۲ ۲۸۰) نجتبائی دہلی (۱۳۸۸ھ) کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ص: ۳۰۴ جلد ۲ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ نیز رد المحتار کتاب النکاح ج: ۳ ص: ۳۳ باب مذکور دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ [نور]

(۲) یعنی مطلقہ بیوی کا نفقہ بایں وجہ کہ وہ صغیر کی پرورش کر رہی ہے، شوہر کے ذمہ نہیں، البتہ جب تک وہ دودھ پلائے مرضعہ ہونے کی وجہ سے، اس کا نفقہ بچے کے باپ پر واجب ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

رضاعت

(۵۰۵) حرمت رضاعت، صرف دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید جس روز پیدا ہوا بندہ نے اسی روز، گود میں لے کر اپنی چھاتی منھ میں دیدی، اور بندہ اس روز شیر دار نہ تھی۔ بلکہ اس کو وضع (حمل) کیے ہوئے چار برس گذرے تھے اور یہ ہی بیان بندہ کا ہے، اور یہی بیان دوسری دو مرضعہ اور ہیں وہ بھی بیان کرتی ہیں، اور بعد گزرنے عرصہ دس سال بندہ کی لڑکی پیدا ہوئی، اس کے ساتھ اس نے سعیدہ کو دودھ پلایا، پس اب سعیدہ اور زید میں اخوت رضاعی ثابت ہوئی، یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: حرمت رضاعیہ شیر لینے سے ثابت ہوتی ہے، فقط پستان منھ میں لینے سے ثابت نہیں ہوتی۔ پس جس صورت میں کہ بندہ کے دودھ نہیں، تو زید کی حرمت رضاعیہ ثابت نہیں ہوگی، اور نکاح زید کا سعیدہ سے شرعاً جائز ہووے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۱-۱۱۲)

(۵۰۶) ثبوت حرمت رضاعت کی ایک صورت:

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ مسماۃ رحیمہ کے دو لڑکیاں مسماۃ کریما و فہیما، کریما کے ایک لڑکا مسمی خالد (تھا) پانچ، چھ مہینہ اس کو دودھ پلا کر بقضاء الٰہی انتقال کیا، مسماۃ رحیما، خالد کی نانی سے اس وقت کوئی لڑکا شیر خوار اس کی گود میں نہ تھا، اور دودھ اس کا بالکل تو دس برس سے خشک ہو گیا تھا، ہر گاہے کہ خالد کو دودھ پلانا شروع کیا، خدا کی قدرت سے دودھ اس کے اُتر آیا، اچھی طرح سے دو برس تک پلایا، اور مسماۃ رحیما خالد کی نانی یہ چاہتی ہے، کہ نکاح خالد کا فہیم کی لڑکی کے ساتھ کردوں۔ پس از روئے شرع شریف کے نکاح خالد کا فہیم کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: نکاح خالد اولاد فہیم سے ہرگز نہیں ہو سکتا، کیونکہ خالد بھائی رضاعی فہیم کا ہو گیا، تو سب اولاد فہیم کی اولاد اخت خالد کی ہوئی اور نسب رضاعی حرام ہے۔ کذا فی عامۃ کتب الفقہ

اور شیر میں کوئی قید ولادت کی نہیں، جس طرح شیر عورت کے نازل ہو جائے گا، اس پر مدار حرمت کا ہووے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی (مہر)

الجواب و الی اللہ. حررہ محمد رحمت علی غفرلہ اللہ الوافی.

صحیح جواب و ھو الحق و الصواب اللہ سبحانہ اعلم حررہ ابو القاسم تجاوزہ اللہ عن سیئاتہ

(یہ اصل سوال و جواب، مرقع کاغذات خاندانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ میں محفوظ ہیں۔)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۰۷) صرف دو عورتوں کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی: سوال: کیا فرماتے

ہمارے دین کرام اسلام ومفتیان ملت عظام: کہ ایک عورت نے پہلے اپنا دودھ دینا ایک لڑکی کو بیان کیا، پاس دو عورتوں کے۔ ب عند التفتیش مطلق جواب دیتی ہے کہ حالت بیماری میں ضرور چند دفعہ اس لڑکی نے دودھ چوسنا چاہا، الا چوسا نہیں، وہ عورتیں مذکورہ بالا ضرور چوسنا بیان کرتی ہیں، مرد کوئی بھی اس پر شہادت نہیں دیتا۔ آیا حکم شرعی مناکحت باہمی کا دیتی ہے، یا نہیں؟

جواب: ثبوت رضاعت، بمذہب حنفیہ دو عورتوں کے قول سے نہیں ہوسکتی، جب تک دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد شہادت نہ دیویں، لہٰذا، یہاں فقط دو عورت اقرار عورت پر شاہد ہیں، ثبوت رضاعت عند القاضی اس سے نہیں ہوسکتا، البتہ تقویٰ اس کے ترک میں ہے۔ کما ورد فی الحدیث (۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۵)

(۵۰۸) شوہر بیوی کی ملاقات کے امکان کی صورت میں اولاد ثابت النسب ہے: مسئلہ: اصل

اس مسئلہ یہ ہے کہ مرد و مدار عورت دونوں دعویٰ کریں کہ یہ پسر ہمارا ہے، تو چونکہ لقاء و جماع ممکن ہے، نسب شرع ثابت کرے گی اور تہمت زنا کی لگا کر، بچہ کو ولد الزنا، اور والدین کو زانی اور کاذب نہ بناویں گے، یہ مطلب درمختار کا ہے اور طاعن مطلب کو نہیں سمجھا، خواہ مخواہ زنا ثابت کرتا ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۷۲)

(۵۰۹) اسقاط حمل کرانے میں کب کس درجہ کا گناہ ہے؟ سوال: اسقاط حمل کرنے میں دوا

وغیرہ سے، اگر قبل از جان پڑنے کے کرے، گناہ بھی ہوتا ہے یا نہیں، اور اگر بعد جان پڑنے کے کرے تو گناہ مثل خون کرنے کے ہوتا ہے، یا کیا؟

جواب: بعد جان پڑنے کے گناہ قتل کا ہے اور بعد اعضاء کے بن جانے کے بھی گناہ ہے، مگر قتل سے کچھ کم۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص ص ۲۵)

(۵۱۰) زنا چاہے محصنہ کرے یا غیر محصنہ، اس پر حد بھی ہے گناہ بھی: سوال: تحفۃ العجم ترجمہ

کنز میں لکھا ہے کہ اگر جبرت دے کر زنا کیا تو حد نہیں، (۲) تو یہ حکم رنڈی کسبی کا ہے یا محصنہ کا بھی۔ اور جس گناہ کے

---

(۱) یہ حدیث عقبہ ابن حارث کی حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کی تخریج امام بخاری وغیرہ نے کی ہے (مشکوۃ کتاب النکاح باب المحرمات، فصل ۲، ص ۲۶۸، رقم ۳۱۲۴ تفصیل کے لئے حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مشکوۃ باب نکاح ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۳۱۶۹ مع مقدمۃ التوبہ دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳ء ۱ بیانا پونی

(۲) تحفۃ العجم ترجمہ مدیہ وقایہ مترجم مولانا محمد سلطان خان شاہجہاں پوری، مولف تحذیر الخوان، ضمیمہ تقویۃ الایمان کتاب الحدود، باب الوطی الذی یوجب الحد اولا ص ۱۷۵ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۹ھ ۱۸۹۲ء

کرنے سے حد نہ آتی ہو تو اس میں خدا کا گنہگار بھی ہوتا ہے یا نہیں، مثلاً اگر کوئی کسی کی زوجہ سے حرام کا مرتکب ہوا اور زنا کرے، تو اس پر حد تو نہیں، مگر وہ شخص گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ روایت مفتیٰ بہا نہیں، حد آتی ہے، اور حد اگرچہ نہ ہو مگر گناہ ہوتا ہے۔ گناہ ہونا دوسری بات ہے اور حد کا آنا دوسرا امر ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۲۵)

میراث

(۵۱۱) تقسیم میراث زکوٰۃ کی ادائیگی پر مقدم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنے مال کی زکوٰۃ سالانہ اپنے مال سے جدا کر کے رکھی، تاکہ مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کرے، پھر زید مذکور کو مرض وغیرہ نے اتنی فرصت نہ دی کہ زکوٰۃ مستحقین پر تقسیم کرے، اور زکوٰۃ اپنے مال کی علیحدہ رکھے ہوئے چھوڑ کر، انتقال کر گیا۔ اب آیا وہ روپیہ جو علیحدہ رکھا ہے، مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کر دے، یا ورثہ کے حصہ میں آوے گا۔ جیسا کہ حکم شرع شریف ہو، ارقام فرمائیے اور اجر عظیم اللہ سے پائیے؟

الجواب: روپیہ مذکور اب وارثوں کو بطور ورثہ کے ملے گا، یہ روپیہ زکوٰۃ میں تقسیم نہ ہوگا، ہاں! اگر زید مرحوم وصیت کر جاتا کہ اس روپیہ کو مستحقین زکوٰۃ پر تقسیم کر دینا، تب تو زکوٰۃ کے طور پر تقسیم ہو جاتا اور یہاں زید نے وصیت نہیں کی، وہ جانے اور اس کا ذمہ جانے، اب یہاں تو ریث مقدم ہوگی زکوٰۃ پر، اور بس۔ ( ) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۶ ج ۳)

(۵۱۲) بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے صرف اپنا حصہ لینے کی اجازت ہے:

سوال: زید مر گیا اور اس نے بکر اپنا لڑکا صغیر سن اور اپنی بیوی وارث چھوڑی، تو اگر زید کی بیوی اپنے خاوند کے ترکہ میں سے، کچھ نقد یا جنس وغیرہ بنام خدا نکالے اور اس کا ثواب زید مردہ کو بخشے تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اپنے حصہ کے قدر نکالنا جائز ہے اور یتیم لڑکے کے حصہ میں تصرف ناجائز۔ واللہ اعلم (بدست خاص ص ۶)

(۵۱۳) اگر بیوی شوہر سے پہلے مر جائے تو اس کا باقی ماندہ مہر کس طرح تقسیم ہوگا؟

سوال: اگر کوئی عورت قبل اپنے شوہر کے وفات پا جائے، تو اس کے مہر بذمہ شوہر ہونگے، یا نہیں؟

الجواب: عورت فوت ہوئی اس کا مہر جو ذمہ (شوہر) کے ہے، وہ ترکہ ہے، میراث اس میں جاری

(۱) البتہ گر ورثاء عاقل بالغ ہوں تو ان کو اپنی طرف سے میت کی زکوٰۃ میں وہ رقم صرف کرنی چاہئے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ میت کا ذمہ فارغ ہو جائے گا۔ (پرنس یوسی)

ہوگی۔ نصف یا ربع مہر کا زوج کو ملے گا، باقی دیگر عورت کے ورثاء کو مثل دیگر ترکہ کے، اور مطالبہ زوج پر اس قدر مہر کا ورثاء کریں گے۔ فقط۔ (مجموعہ رام پور ص)

(۵۱۴) والد کا قرض ادا کرنا اولاد کے ذمہ واجب ہے: **سوال:** ترکہ کو اپنے والد کے ذمہ کا قرض، بعد وفات والد کے دینا واجب ہے، یا نہیں؟

جواب: والد کا قرض پسر پر واجب ہے، اگر ترکہ چھوڑے تو اول ترکہ سے دین ادا کرنا واجب ہوگا اور جو ترکہ نہیں چھوڑا، تو واجب نہیں محض احسان والد پر ہے اگر دے دیویں۔ فقط (بدست خاص، سال ۵)

(۵۱۵) اگر باپ کے متروکہ مال کے متعلق، یقین ہے کہ وہ حرام آمدنی کا ہے، تو اس کا ورثاء کو لینا؟ **سوال:** ماقولکم دام فضلکم کہ باپ نے بذریعہ حلال یا حرام کچھ مال پیدا کیا، یا بیٹوں کو معصوم ہو تحقیق طور سے کہ ذریعہ حرام سے مال پیدا کیا ہے، اس صورت میں بیٹوں کو لینا وہ مال حرام ہے، یا حلال، مگر ہاں یہ بات معلوم نہیں کہ باپ نے کون سے سبب حرام سے حاصل کیا ہے، یا کس شخص کا مال بطور ممنوعات شرعی لیا ہے، صرف اسی قدر معلوم ہے کہ حرام سے حاصل کیا ہے۔ بینوا توجروا!

جواب: اگر ورثاء کو محقق ہے کہ ہمارا مال حرام وجہ سے حاصل ہوا ہے، تو یہ مال ورثاء کے حق میں بھی حرام ہے، اگرچہ ارباب حقوق معلوم نہ ہوں، اور نہ وجہ خاص حرمت کی تحقیق ہو۔ پس ایسی حالت میں اس مال کو فقراء پر صرف کرے، اس نیت سے کہ قیمت کو اہل حقوق کو دلایا جائے، اور بعض روایات میں جو جائز لکھا ہے، وہ روایت صحیح نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۴۱۶)

(۵۱۶) جس مال کے والد کا ترکہ ہونے کا یقین نہیں، اس میں وارثوں کا حق نہیں: **سوال:** ماقولکم دام فضلکم. زید کی دو ہمشیرہ ہیں، ان دونوں نے زید سے وراثت کا دعویٰ کیا، زید نے ان سے کہا کہ گواہ لاؤ اس امر کے ثبوت میں کہ جو مال میرے پاس موجود ہے، یا میری ملک میں ہے، یا وہ باپ کا مال ہے۔ وہ دونوں گواہ لانے سے عاجز ہیں، اور زید نے انکار کیا اور حلف کیا کہ جو مال میرے قبضہ میں ہے، میرا ہی ہے، باپ کا نہیں ہے، اگر تم کو دعویٰ ہو تو عدالت میں یا جہاں چاہو استغاثہ کرو، اس حلف کے سات آٹھ برس بعد، زید نے انتقال کیا، اب ورثاء زید کو اس مال کا دینا واجب ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: ہرگاہ کہ ورثاء زید کو یقین یہ ہے کہ یہ شے سب ہمارے مورث کی ہے، اور خود مورث کی پیدا کی ہوئی ہے، تو حصہ دینا ان پر واجب نہیں۔ البتہ اگر حجت سے ثابت ہو جاوے کہ زید کو اپنے مورث سے ملی تھی اور حصہ شرکاء

زید کا، اس میں سے ہے، تو دینا حصہ بقیہ ورثاء کا واجب ہے، مگر حسب بیان سائل ثبوت اس امر کا نہیں ہوا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ مکالمات ص ۲۱۵۔۲۱۶)

(۵۱۷) دو بھائیوں کی مشترک خریدی ہوئی زمین میں، میراث کی تحقیق؟

سوال: کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں: کہ کوئی مکان یا کوئی باغ موقوعہ کسی مقام کا بیع نامہ بنام دو برادران حقیقی کے ہے، اور تا زندگی ان دونوں بھائیوں کے اس پر قبضہ مشترکہ رہا۔ ایک بھائی کی دو دختران پیدا ہوئی کہ وہ ہر دو دختران، یکے بعد دیگرے ساتھ ایک شخص رشتہ دار، ہم جدی خود کہ وہ بجائے دیگر قیام پذیر تھا، کتخدا کر دیا اور دوسرا بھائی راوی مدعی، دونوں [نے] باتفاق ومشورت باہمی خود، ایک نے اپنے نواسگان کو اپنا حصہ لکھدیا، اور دوسرے نے اپنے بنی اعمام کو اپنا حصہ لکھدیا، مگر بوجہ اتفاق باہمی، اصل بیع نامہ اس بھائی کے پاس رہا کہ جس نے حصہ اپنا بنی اعمام کو لکھدیا تھا، اور دوسرے کے بھائی کی اولاد یعنی نواسگان کے پاس فقط اقرار نامہ بقرار ہر دو برادران، اس مضمون کا ہے، کہ اس چیز میں نصف مشاع کے مالک فلاں فلاں اور نصف مشاع کا مالک فلاں شخص ہے، ہم دونوں عاریتاً رہتے ہیں اور اس پر قابض ہیں، جب چاہیں وہ ہم دونوں سے اپنی چیز لے لیں، ہم کو عذر نہ ہوگا۔

چنانچہ بسبب اتفاق باہمی کے وہ چیز نسلاً بعد نسل زائد از صد سال، اولاد در اولاد بنی اعمام کا، ہر طرح پر قبضہ اور تصرف رہا، اولاد نواسگان کا کبھی قبضہ ودخل اس پر نہیں ہوا، اور بعد چندیں مدت مدید اولاد نواسگان نے خود دعویٰ نصفی خود کا کیا کہ بیع نامہ اس چیز کا خاص ہمارے پرنانا کے نام پر ہی ہے اور اقرار نامہ ہر دو پرنانا ہائے سے، نصفی حصہ ہمارے نام ثابت ہوتا ہے، اور نقل اس بیع نامہ کی جو حسب الاتفاق ہاتھ اولاد نواسگان کے آ گیا، وہ بھی پیش کیا اور کہا نہ ہم اس مقام کے باشندہ اور نہ تم وہاں کے مردمان، رذیل وشریف ہندو مسلمان دیرینہ سال یا موجودہ حال سے واقف ہیں، اور نہ ہم ان بائیعان مندرجہ بیع نامہ کو [جانتے ہیں] اور نہ ان حدودات وغیرہ سے آگاہ ہیں، اور نہ نام ان شاہد ومہور بائے مشتبہ حاشیہ کو جانتے ہیں، کیونکہ (کیوں کر؟) اس بیع نامہ کو بیقید ان گواہوں اور ناموں وغیرہ کے لکھ سکتے ہیں، مگر اولاد بنی اعمام صاف انکار بیع نامہ اور اقرار نامہ ونیز عدم قبضہ اولاد در اولاد نواسگان سے کرتے ہیں۔ پس اس صورت میں از روئے شرع شریف کچھ کسی طرح سے دعویٰ اولاد نواسگان کا، بروئے نقل موجودہ واقرار نامہ اصل اقراری ہر دو برادران ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: اگر کسی نے اقرار کیا کہ یہ شے مقبوضہ میری ملک فلاں شخص کی ہے، تو اگر پہلے سے ملک مقر کا ہونا ثابت ہوتا ہے، تو یہ اقرار ہبہ قرار دیا جاتا ہے، کما ہو مصرح فی الکتب، مگر جو قبل اقرار کے ثبوت بیع کا مثلاً ہو جاوے، تو اس وقت اقرار ملک بیع کا البتہ ہو جاوے گا۔ اس صورت سوال میں اگر بیع نامہ لکھنا جدید مدعی کا ثابت ہو جاوے تو یہ اقرار مفید ملک نواسگان لاریب ہے، نصف مدعی کے مالک نواسگان ہونگے اور تمامی قبض فریق ثانی کا مسقط حق نواسگان کا نہیں ہو سکتا، مگر اس ہبہ نامہ موجودہ میں ثبوت فقط پیش کرنے اور مواہیر کے ہونے سے نہیں ہو سکتا، جب تک دلائل خارجیہ سے ثابت نہ ہو جاوے کہ یہ بیع نامہ فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے اور بعد اس کے کوئی عمل درآمد خلاف اس کے

نہیں ہوا، یا یہ کہ فریق ثانی اقرار کریں۔ پس چونکہ فریق ثانی منکر ہیں، تو اب اثبات کے واسطے دوسری حجت کی ضرورت ہے، اس قبالہ سے ثبوت حق کا شرعاً نہیں ہوسکتا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۲۳۶۔۲۳۷)

(۵۱۸) اگر بھائی بہن کا حق نہیں دیتا تو بہن کو اپنے حق کے بقدر، چوری سے لینا کیسا ہے؟

سوال: بہن کا حق بھائی نہیں دیتا ہے اور بہن نے بھائی کی ایک ایسی چیز چرالی، جو اس کے حق کے موافق ہے، تو بہن کو وہ چیز جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر بھائی سے حق مانگتی ہے اور نہیں دیتا، تو اپنے حق کے قدر لینا درست ہے، جو زیادہ لیا تو حرام ہے اور جو شرم سے حسب دستور مانگتی نہیں اور پھر اپنے حق میں چوری کرے گی، تو حرام ہے، اس کو یہ مال حلال نہ ہوگا۔ (بدست خاص، سوال ۹۶)

نوٹ: ایک اور ضروری مسئلہ: اگر متوفی نے جائیداد سے بہن یا والدہ کو حصہ نہیں دیا، تو اولاد کو لازم ہے کہ ان کو حصہ دے۔ حضرت کا ایک اور فتوی جو یہاں درج نہیں، ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ [نور]

نوٹ: ایک اور ضروری مسئلہ: اگر باپ کے ترکہ میں سے بہنوں کو محروم کردیا، تو اگر یہ قابض اس جائیداد کو رہن کریں، تو کیا حکم ہے؟ یہاں رہ گیا ہے، ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ [نور]

(۵۱۹) بہنوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے کی وجہ سے ترکہ کا حق ختم نہیں ہوسکتا:

سوال: زید کی بہنوں نے زید سے دعوی وراثت کیا، زید نے کہا کہ تمہاری شادی بیاہ، تمہارے لڑکے کی شادی بیاہ، تمہارے داماد کی تربیت وتعلیم، تمہاری مخلصی اور محبس وغیرہ امور میں علاوہ خورش وپوشش کے، تمہاری آمدنی سے کسی قدر میرا زیادہ صرف ہوا ہے، وہ تم دیدو اور اپنا ترکہ لے لو۔ ان بہنوں نے یہ بات کہی کہ ہم تمہارے شریک تھے، گو میرے واسطے ہزار دو ہزار خرچ کیوں نہ ہوا ہو، مگر ہم نہیں دیں گے۔ ازروئے شرع زید ان خرچوں کو پاسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: ترکہ کا حصہ بہنوں کا واجب ہے اور جو کچھ بھائی نے احسان وسلوک کیا ہے، وہ صلہ ہے، پس اس صلہ وسلوک کرنے سے، ترکہ کا حصہ ساقط نہیں ہوسکتا اور نہ صلہ کا حساب ترکہ میں کیا جاوے، ترکہ کا حصہ دینا زید کو واجب ہے، اور عذر صلہ کا بالکل لغو ہے وفضول [ہے] فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۱۴)

(۵۲۰) ترکہ کی تقسیم کی ایک خاص صورت کی وضاحت:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: زید وعمر، وسہ ہمشیرہ حقیقی ہیں، زید وغیرہ کے پدر نے اپنی حیات میں اپنا ترکہ میراث اسی صورت پر تقسیم کردیا، دو دو سہام پسران کو اور ایک ایک سہام دختران کو دئے اور تقسیم نامہ مع مہر وگواہی کے تحریر کردی، پس بعد فوت ہوجانے پدر مذکور کے زید وعمر نے ہمشیران کے سہام کی آمدنی نہیں دی، اپنے قبضہ وتصرف میں رکھی، اور عرصہ تک یہ ہی عمل درآمد رہا، اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

کاغذ سرکاری میں بھی، کل ترکہ برمع سہام ہائے ہمشیرہ کے نام زید، عمرو کا درج رہا۔ بعد ازاں عمر خود، اور برادران زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا، زید نے ہر دو سہام عمرو کے اور یکم سہام منجملہ سہام ہمشیرہ ہائے سے، بنام اہلیہ عمر کے کاغذ سرکاری میں درج کردیا، [اہلیہ] عمرو قریب عرصہ بیس یا زیادہ سال کے قابض رہی اور آمدنی لیتی رہی، اور زید بھی اسی عرصہ میں مرگیا، اور زید نے دو پسر اور دو دختر چھوڑا، اب عرصہ دو سال کا ہوا، اہلیہ عمر کی لاولد مرگئی، کوئی برادر حقیقی اہلیہ عمر کے نہیں ہے، ایک برادر اور ایک ہمشیرہ عمومی زاد اور چار پسر دیگر برادر عمومی زاد کی ہیں، سو یہ ترکہ جو کہ بنام اہلیہ عمرو کاغذ سرکاری میں درج ہے برادر عمومی زاد کو، بموجب حکم فرائض اللہ کے پہنچا، سو برادر مذکور کو یہ ترکہ لینا درست ہے، یا نہیں؟ اگر یہ ترکہ لیا تو بذمہ برادر مذکور کے عنداللہ وعندالناس، کچھ ضمان تو نہیں آتا، اور لینے میں کچھ مبتلا بہ معصیت تو نہیں ہوتا ہے؟ بینوا توجروا!

جواب: زوجہ عمرو کے ورثاء جو چچا کی اولاد ہیں، ان کو اس قدر ترکہ لینا کہ اس کے خاوند کا حق تھا، اور زوجہ عمرو نے بوجہ دین مہر اس کو لیا تھا درست ہے، اور جو حق ہمشیرہ عمر وظلماً اس کے قبضہ میں تھا، اس کا لینا حرام ہے، اگر لیویں گے تو غاصب اور ظالم ہوویں گے اور آخرت میں وبال میں اس ظلم کے ماخوذ ہوویں گے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۴)

(۵۲۱) تقسیم میراث کی ایک ترتیب کی وضاحت؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ مسماۃ آمنہ فوت ہوئی، اس نے دو پسر انور علی وشفاعت و دختر جنت النساء وزوج سلطان علی چھوڑے۔ ترکہ آمنہ متوفیہ کا علیٰ فرائض اللہ تقسیم ہوا، مگر سلطان علی کے پاس آمدنی کل آتی رہی، سلطان علی انور علی کو حسب حصہ دیتا رہا، مابقیہ اپنے اور شفاعت علی کے خرچ میں لاتا رہا، اور دست برداشتہ بہت قلیل کچھ، جنت النساء کو بھی دیا۔

بعدہ جنت النساء نے انتقال کیا، اس نے ایک پسر سرفراز علی چھوڑا، سلطان سرفراز کو بھی اسی طرح قلت کے ساتھ دیتا رہا، زاں بعد سلطان فوت ہوا اور اس نے انور وشفاعت چھوڑے، حق جنت النساء وسرفراز کا بابت عدم وصولی بذمہ سلطان وشفاعت چاہتا ہے، اگر سرفراز کسی طور سے شفاعت علی ورثہ سے لے لے، تو عندالشرع درست ہے، یا غیر درست ہے؟ بینوا توجروا.

جواب: جو کچھ ترکہ وحصہ جنت النساء کا ہے، اس کو سرفراز لے سکتا ہے، مگر جو کچھ محاصل بلاحساب سلطان نے ترکہ وحصہ جنت النساء کا کھایا، اور جنت النساء نے تکرار نہ کیا، قبول رکھا، وہ شفاعت علی سے نہیں لے سکتا، اور نہ ورثہ شفاعت سے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۸۔۱۱۹)

(۵۲۲) جس چیز کیلئے کوئی جائز وصیت موجود ہے، اس کا فروخت کرنا؟

مسئلہ: موصی بہ کا فروخت کرنا ورثاء موصی کی طرف سے حرام وغصب وظلم ہے اور اس کی قیمت کا لینا غیروں کو بھی ظلم ہے اور خالو بھی ظالم ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۴۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۲۳) کتابوں کی وراثت میں عالم جاہل کا فرق نہیں: سوال: اگر کوئی شخص اپنے بعد کتابیں چھوڑے اور اس کی اولاد میں سے بعض خواندہ ہیں، بعض ناخواندہ، کوئی پسر کوئی دختر، تقسیم کتب سب پر ہوگی یا بعض پر، درصورت ثانیہ کس پر؟ اگر مورث کا اپنی زندگی میں یہ برتاؤ ہو کہ بعض کو اپنے پاس رکھے ہوئے نسخے اور اسی قسم کے نسخہ دوسرے کو خرید کر دیدے، یا اس کا وعدہ کردے، تو صورت اولی میں دونوں فریق کی کتابوں کی قیمت کر کے تقسیم کی جاوے گی، یا بحال سابق ویسے ہی چھوڑیں گے، صورت ثانیہ میں بعد ممات مورث، اس کے جملہ مال متروکہ میں سے، خرچ کتب موعودہ کا نکالا جاوے گا، یا نہیں؟

جواب: کتب بھی ترکہ ہیں، اس میں پسر و دختر خواندہ و ناخواندہ سب حصہ میں برابر ہیں، اور جو کتاب صحت میں پسر کو ہبہ کردی ہے، وہ اس کی ہے، اس میں میراث نہ ہووے گی اور وعدہ کا کوئی اعتبار نہیں، باطل ہو جاوے گا۔ فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ رام پور ص ۲)

(۵۲۴) جو پنشن مورث نے وصول کرلی صرف اسی میں میراث جاری ہوگی، بعد میں جو ملے وہ اسی کا حق ہے، جس کو ملے: سوال: ایک حوالدار نے سرکار کا کچھ کار نمایاں کیا، سرکار نے اس کے ساتھ یہ خاص رعایت کی، کہ پنشن کے وقت اس سے وعدہ کیا کہ، اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکوں کو نسل در نسل اور لڑکیوں کو حین حیات، اس پنشن کا حق ملتا رہے گا۔ اب اس حوالدار کا انتقال ہو گیا اور حسب قرارداد اس کی تین لڑکیوں کو سات روپے تقسیم ہو کر ملتے رہے، متوفی کی ہمشیرہ نے یہ کہا کہ شرع کی رو سے میرا بھی حق ہے، سرکار سے مجھے بھی ملنا چاہئے، سرکار نے پنشن دینی موقوف کردی اور کہا کہ اگر شرع کی رو سے اس میں بہن کا بھی حق ہے، تو ہم سب کو حصہ رسد دیں گے ورنہ نہیں اور جب تک شرع کا کوئی فیصلہ نہیں معلوم ہوگا، اس وقت تک پنشن دینا ملتوی رکھا جائے گا، اور روپے جمع ہوتے رہیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ اس کا حکم مع دلیل معلوم ہو جائے۔

جواب: میراث ترکہ مملوکہ میں ہوتی ہے، کہ وقت موت، مورث کے ملک مورث میں موجود ہو، اور پنشن محض مدۂ عطا ہے، جس قدر پنشن لے چکا اس میں ملک ہو گئی اور جس کو ہنوز قبض نہیں کیا، اس میں ملک مورث کی نہیں ہوئی۔ پس بعد موت مورث کے مال موجودہ میں تو سب ورثہ، قدر حصہ شرعیہ کے میراث پاویں گے اور پنشن موعودہ میں، جس سے وعدہ سرکار نے کیا ہے، وہ ہی مستحق ہے نہ غیر اس کا..... مثلاً اس میں حین حیات دختران کے دختران سے وعدہ ہے، لہٰذا اس کی مستحق دختران ہیں نہ دیگر وارث۔ پس بوجہ ارث نہ دختران کو یہ پنشن ملتی ہے نہ کسی دوسرے کو، ہاں بوجہ وعدہ کے حق دختران کا ہے اور کسی کا نہیں ہے۔ پس دعوی میراث کا ہمشیرۂ متوفی کا باطل ہے، کہ پنشن کوئی ورثہ ترکہ مورث متوفی کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں.....اس میں روایت کی ضرورت نہیں کہ ترکہ حد خود کافی ہے۔ فقط

مکتوب حضرت مولانا گنگوہی، بنام مولانا عبدالرحمن صدیقی امروہوی۔
مشمولہ، تصوف نمبر ماہنامہ نظام کان پور ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۴ء ص ۱۱۶، ۱۱۷

(۵۲۵) ترکہ کی تقسیم میں شیعوں کے مسلک پر عمل اور فتویٰ؟

سوال: اگر زید مدعی اثبات حق فرائض کے لئے عالم باعمل کو عدالت میں طلب کرے، پس اس شخص کو تائید حقیت مذہب کا چاہئے یا موافق فرائض باطلہ، مذہب مورث شیعہ کی تائید کرے اور اثبات حق مدعی باطل کرے، اور توریہ نہ کرے یا توریہ کرکے اس کا حق عدالت سے دلائے، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ جواب بہت جلد مرحمت ہو کیونکہ عدالت میں داخل ہونگے۔

جواب: یہ ہے کہ درصورت مورث کے شیعہ اور وارث کے سنی ہونے میں، اگر حسب روایت دیگر علماء کے کوئی عالم میراث جاری کرے تو بموجب حکم شرع شریف اور مذہب حق کے جواب لکھے، اگر حسب مذہب روافض کے لکھے گا تو مورد

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰه فَاُولٰئِكَ هُم الفَاسِقُونَ. (المائدہ ۴۷)

ترجمہ: اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان (ترجمہ شیخ الہند)

کا ہووے گا اور ضال مضل بنے گا۔ أفتوا بغير علم فضلوا و أضلوا. (۱)

ایسا فتوی اور ایسا حکم مردود ہووے گا اور مفتی اور حکم فاسق ٹھہرے گا اور حکم اس کا رد کیا جاوے گا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۱-۱۷۰)

(۵۲۶) اس زمانہ کے روافض کافر ہیں، نہ ان کی میراث سنی کو ملے گی، نہ سنی کی ان کو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہائے مفصلہ ذیل میں۔

(ایک) شخص سنی المذہب ترکہ مورث شیعہ میں وارث ہوسکتا ہے، یا نہیں، اور عکس بھی ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: روافض اس زمانہ کے جو منکر قطعیات نصوص کے ہیں، کافر ہیں، حسب فتوی شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے۔ پس سنی کو میراث شیعہ کی نہیں ملے گی اور علی ہذا، شیعہ کو میراث سنی کی نہیں ملے گی، کہ توارث مسلمان وکافر میں درست نہیں ہوتا: لاتوارث بين المسلم و الكافر (۲) یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۶۹، ۱۷۰)

نوٹ: اس مسئلہ پر حضرت گنگوہی کا ایک اہم مفصل، خود نوشت فتوی جو یہاں درج ہونے سے رہ گیا ضمیمہ دوم کے آغاز پر ملاحظہ فرمائیں۔ (نور)

(۱) صحیح مسلم کتاب العلم ص ۳۴۰ ج ۲۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۱ھ) ت بوتحیہ نظر ثم غاربی، کتاب العلم رقم الحدیث ۲۶۷۳ ص ۱۲۳۳ ج ۴ دار طیبہ، بیروت ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء، نیز مشکوۃ باب مذکور ص ۳۴ ج ۱ مطابع رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء۔ (نور)

(۲) الأشباه والنظائر لابن النجيم ص ۳۲۶ دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۰۰ھ ۱۹۸۰ء۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نواں باب

کتاب البیوع والمعاملات

(۵۲۷) اقرارنامہ لکھنے سے پہلے معاملہ شرعی کا ہونا ضروری ہے: سوال: اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین: کہ ایک شخص نے ایک اقرارنامہ، کہ جس کی نقل بجنسہ کی جاتی ہے۔ سواس قسم کا اقرارنامہ از روئے شرع شریف جائز ہے، یا نہیں اور شرع شریف کے موافق، پھر قابل درآمد ہے، یا نہیں؟

منکہ شیخ محمد ذاکر علی بن شیخ امام الدین بن شیخ غلام مہدی، ساکن قدیم جہانگیر آباد عرف نوگانوہ، پرگنہ ام، جو کہ حقیقت موروثی وغیر موروثی، وزرخرید از روئے بیع ورہن وغیرہ، مفصلہ ذیل واقعہ مسطور، آباد متعلقہ ضلع سہارنپور، بشمول دیگر برادران، مسمون شیخ خدا بخش وشیخ کبیر علی وغیرہ خریدی گئی ہے، اوراس میں صرف ایک نام من مقرکا، کاغذات اسناد خرید میں مندرج ہوا ہے، اوروقت خرید کے نام رسول بخش، ونبی بخش وعبدالرزاق برادران حقیقی پسران شیخ امام الدین مذکور کا، بسبب عدم موجودگی کے، کہ وے ہریک برسر روزگار کے تھے، نہیں کیا گیا تھا۔

اب من مقرنے، باسترضاء وخوشی اپنی کل جائیداد، حقیت موروثی وخرید حال، کہ جو آج تک قبضہ من مقر کے رہی، نام رسول بخش ونبی بخش وعبدالرزاق، ہرسہ برادران مذکور کا کل حقیت مقبوضہ میں، برادران مذکور بالا کو بحصہ مساوی سہیم وشریک مقرر کردیا ہے۔ اور مبلغ شش صد وپانزدہ، بابت خرید اس حقیت دادنی مہاجن، ذمہ من مقر باقی ہیں، اوروہ روپیہ بھی حسب حصص ذمہ ہرسہ برادران ونیز ذمہ من مقر کے [کہ] جس وقت برادران مذکور روپیہ بالا کو، حسب حصص ادا کریں گے، ہرایک اپنی حقیت میں قابض ومتصرف ہوں، اور بالفعل مبلغ بست روپیہ سالیانہ آمدنی دیہات مذکور سے بابت نفع، رسول بخش کو آئندہ سے دیتا رہوں گا، اور نام برادران اپنے کا، وقت ادائی روپیہ کے، کاغذ سرکار میں مندرج کرادوں گا، ومبلغ ہشتاد روپیہ پیداواری سے، ہرسہ حصہ برادران کو، بعد ادائے زرقرضہ حسب حصص خود، بابت نفع حقیت دیہات کے دیتا رہوں گا، اور آج کی تاریخ سے جو حقیت خرید کی جاوے، موافق حصہ اپنے کے مبلغ ادا کیا کرے گا، درصورت نہ دینے روپیہ، اس کو کچھ مداخلت اوپر حقیت کے نہیں ہوگی۔ بنابرآں ایں چند کلمہ بطریق اقرارنامہ نوشتہ دادہ شد کہ عندالحاجت بکار آید، فقط۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ اقرارنامہ درست ہے اور شرعاً جائز ہے، کیونکہ خلاصہ مضمون اس کا یہ ہے کہ مقر نے اپنی مملوکہ جائیداد میں اپنے تین برادروں کو شریک کرلیا اور چاروں بھائی بحصہ برابر شریک ہوگئے، اوراس امر کا وثیقہ یہ اقرارنامہ

لکھدیا، مگر اس اقرار نامہ کی صحت کے واسطے پہلے یہ ہونا ضرور ہے، کہ مقر اپنے ہر سہ برادران کو یہ کہے، کہ میں نے تم کو اس حصہ پر شریک کیا اور ہر سہ برادران اس کو قبول کر لیویں، اور قدر جائیداد اور اس کی قیمت خود معلوم ہے، کہ اس قدر ہے۔ پس بعد اس ایجاب وقبول کے یہ وثیقہ لکھدیا ہو، جیسا تمام عقود میں بیع اور رہن اور اجارہ وغیرہا میں، یہ ہی ضرور ہوتا ہے، کہ اول عقد شرعی ہو، پھر اس کا اقرار نامہ لکھا جائے، تو معتبر ہووے گا، اور یہ شریک کرنا حکم مبیع میں ہوتا ہے، چنانچہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔

اور یہ لکھنا مقر کا کہ آئندہ کو بھی یہی عمل درآمد رہے گا، وعدہ ہے، سو وعدہ کا تحریر کرنا بھی درست ہے۔ بہر حال یہ اقرار نامہ شرعاً درست ہے اور ہر سہ برادر شریک مقر کے، بوجہ مبیع کے ہو گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۹ تا ص ۱۵۱)

(۵۲۸) زمین کی خریداری اور ملکیت کے معاملہ میں اصل مالک اور وکیل شراء کے اختلاف کا فیصلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مفصلہ ذیل میں: کہ زینب نے زید سے کہا کہ میری فلاں فلاں جائیداد کو جو نیلام ہو گئی ہے، اس کو میرے واسطے اپنے نام سے خرید کر لو، تو اس صورت میں زید زینب کا وکیل بالشراء کہا جائیگا، یا نہیں، اور یہ خریداری زید کی ہے، یا زینب کی؟

زید نے حسب سوال اول، انہیں جائیداد معینہ مذکورہ کو، جو زینب کا متروکہ شوہر ہی تھا، خریداران نیلام سے اپنے نام سے خرید کیا، اور بعض کی قیمت بھی اپنے پاس سے ادا کی اور زینب سے کہا، کہ وہ جائیداد تمہارے واسطے میں نے خرید کر لی ہے، جب قیمت دو گے، لے لینا۔ بعد چندے حسب اجازت زینب، خالد پسر زینب کے نام، اس کا بیع نامہ بعد وصول کرنے زر ثمن کے لکھدیا، مگر ایک قطعہ اراضی کہ جس کا زر ثمن زینب کے ذمہ ہنوز باقی تھا، اس کی نسبت یہ کہا، کہ بوجہ اطاعت اپنے بڑے بھائی کے، کہ وہ مجھ کو منع کرتے ہیں اور میں مجبور انہ، ان کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، مصلحتاً اس وقت بیع نامہ میں نہ لکھواؤ، آئندہ کسی موقع سے، میں لکھدوں گا، چنانچہ بعد چند روز کے اپنی بھانجی کے جہیز کے حیلہ سے، خالد پسر زینب کو، جو زوج اس کی بھانجی کا تھا، دینا چاہا، اس وقت میں بھی وہ ہی برادر بزرگ اس کا حارج ہوا، تب زید کے کہنے سے خالد نے باجازت اپنی والدہ کے، زید کے بڑے بھائی سے گفتگو کی۔ آخر کار اسی وقت زید کے بڑے بھائی مع چھوٹے بھائی محمود و خالد پسر زینب کے اسی زمین پر آئے اور زید کو بھی بلایا اور چند اشخاص معتبرین اور بھی وہاں اتفاقیہ آ گئے تھے، زید نے ان سب کے سامنے خالد پسر زینب سے کہا، کہ یہ زمین ہم نے دیا، مگر ہم کو قیمت لینا منظور نہیں اور دستاویزات پسر زینب کے حوالہ کرنے لگا، برادر بزرگ زید نے، جو کہ پہلے حارج ہوا تھا اور اب راضی ہوا، دستاویزات زید سے لے کر اپنے چھوٹے بھائی محمود کو دیں، کہ دستاویزات کی پشت پر لکھ کر دیدینا، و پسر زینب نے باعتبار ان کے دیانت داری اور راست بازی و قرابت کے، ان سے

toobaa-elibrary.blogspot.com

کھونے کی کوئی فکر نہ کی، اور اراضی مذکور پر، بہمہ وجوہ سولہ سترہ برس سے قابض ہے اور آٹھ نو برس ہوئے کہ زید نے انتقال کیا، اب پسر زید دعویدار ہے، کہ یہ معاملہ ہبہ کا ہے، پس بوجہ ہبہ میں مشاع ہے اور ہبہ مشاع کا جائز نہیں۔

پس بحکم شرع شریف یہ زمین دینا زید کا (۱)..... زرِ ثمن وصول کرنے سے انکار کرنا، ہبہ زمین قرار پائیگا، یا بوجہ اس کے کہ زید نے اس..... زینب اس واسطے خریدی تھی، کہ ہبہ زرِ ثمن کا پسر زینب کے لئے تھا صورت میں بوجہ جواز ہبہ زرِ ثمن زینب سے، زرِ ثمن زید متوفی کو پانا چاہئے، یا نہیں۔ بالبوجہ اس کے کہ..... جائیداد کا بیع نامہ خود کے نام، باجازت زینب لکھ چکا تھا بوجہ مانع ہونے بڑے بھائی کے مجبور تھا جب کہ بڑے دینا خالد کو ابراء زرِ ثمن قرار پائیگا۔ بینوا بتعمیق النظر فی السوال، توجروا من الرب المتعال.

جواب: اس صورت میں کہ زینب نے زید کو اپنی جائیداد نیلام شدہ کی خرید کو کہا، اور زید نے خرید کیا تو زید وکیل بالشراء ہے اور یہ مبیع ملک زینب کی ہے، نہ زید کی۔ قال فی الدر المختار:

والملک یثبت للموکل ابتداءً فی الأصح (۲) انتهی

جس جس قطع (زمین) میں بیع نامہ وکیل نے، بنام موکلہ کے لکھدیا، اس میں تو کچھ نزاع نہیں، اور جس کا بیع نامہ نہیں لکھا اور باسقاط ثمن، قبضہ موکلہ کا کرادیا، وہ بھی ملک موکلہ کی ہی ہے، اور یہ اسقاط ثمن کا ہوا ہے، جو وکیل نے اپنے پاس [سے] دی تھی اور دستاویزات کے دینے نہ دینے پر، کچھ موقوف نہیں۔

قال فی الدر المختار: وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعه الوکیل من ماله انتهی (۳)

پس یہ معاملہ ہبہ زمین مشاع کا ہرگز نہیں..... خریداران نیلام اس زمین کا مالک ہی نہیں ہوا، اور اسقاط زرِ ثمن کا، ذمہ زینب سے ہوا ہے، نہ ہبہ ثمن کا، پس تمہارے واسطے (خرید کرنی) بمنی خرید کرنے زینب کے ہو۔ قال فی الدر المختار:

تملک الدین ممن لیس علیه الدین باطل (۴)

بیع نامہ بعد وصول کرنے زرِ ثمن کے..... زینب کی ہے، ابتداء خرید سے اور اسقاط ثمن بھی ذمہ زینب سے ہوا ہے، واللہ اعلم۔ کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۲ سے ۲۰۴ تک)

---

(۱) سوال کا جو مضمون غائب ہے وہ اصل نسخہ میں پھٹ کر ضائع ہو چکا ہے۔ نور

(۲) درمختار کتاب الوکالہ ج ۴ ص ۵۰۴، تحت مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ] نیز شامی کتاب الوکالہ ص ۵۱۴ ج ۵ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ] (کتاب الوکالة قبیل باب الوکالة بالبیع والشراء ص ۵۰۲ ج ۴ مطبع مجتبائی) [نور]

(۳) الدر المختار (۱۰۵/۰) باب الوکالة بالبیع والشراء [مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ] (نور)

(۴) درمختار کتاب الهبة فصل فی مسائل متفرقة ۲ ۱۲۵ مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ [نیز شامی کتاب الهبه فصل فی مسائل متفرقه ص ۵۰۸ ج ۵ (دار الفکر بیروت:) نیز شامی ج ۴ ص ۵۲۱ مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۲۹) اگر غصب کی ہوئی جائیداد کو غاصب بیچ دے اور اصل مالکان میں سے کوئی اس کو خرید لے تو وہ کس کی ملکیت ہوگی؟

سوال: [illegible] انگریز نے زبردستی سے اپنے قبضہ میں [illegible] ایک مدت کے اس کوٹھی کا معہ زمین وملبہ نیلام کیا۔ مالکان اراضی میں سے ایک شخص [illegible] اس کوٹھی کو معہ زمین وملبہ کل خرید کرلیا، کہ جس میں اس دوسرے شخص کی زمین بھی نیلام میں آئی تو بموجب شرع شریف مشتری نیلام کو وہ جائز ہوا، یا نہیں؟

جواب: جب انگریز حاکم نے زمین چھین کر اپنا مکان بنایا، تو وہ انگریز مالک زمین کا ہوگیا، اب جو نیلام خرید کرے گا، وہی اس کا مالک ہوجاوے گا، کسی دوسرے کا اس میں سوائے مشتری نیلام کے حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵۳۰) مسلمانوں کی جو زمینیں قرضہ کی وجہ سے نیلام ہوئی ہوں، ان کا خریدنا؟ **سوال:** شیئے منقولہ وغیر منقولہ مسلمانوں کی جو بلا رضامندی ان کی، پابندی قوانین سرکار انگریزی قرق ہوکر، نیلام ہوتی ہیں، تو دوسرے مسلمانوں کو ان کا خرید کرنا، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ اشیاء مجبور مسلمانوں کی ملک سے، بذریعہ اس نیلام کے شرعاً خارج سمجھی جائیگی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: علی ہذا! جو اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ بلا رضامندی مدیون، ڈین میں نیلام ہوتی ہیں، یا حقوق مشروعہ میں، وہ بھی نیلام درست ہے، اور خریدنا اس کا جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۹۵۔۱۹۶)

(۵۳۱) جس چیز کو حاکم جبراً نیلام کرے، اس کا خریدنا کیسا ہے؟ **سوال:** دیگر اس ملک میں کنجر و باوریے اور جھلی مار جن کا پیشہ ہمیشہ چوری وغیرہ کا ہے، اور وہ لوگ لوٹ مار بھی کیا کرتے ہیں اور مسلمان بھی نہیں ہیں، اور عیسائی حاکم نے ان کو پکڑا اور مال ان کا نیلام کرواڈالا، تو مسلمان کو اس مال کا خریدنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس چیز کو حاکم جبراً نیلام کرواڈالے گا، وہ چیز مسلمانوں کو خریدنی جائز ہووے گی، خریدنا اس کا درست ہے۔ فقط۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فیوض رشیدیہ ص ۲۶ ج ۱)

(۵۳۲) اپنے آدمی کو مناسب قیمت دلوانے کے لئے، نیلام میں برائے نام حصہ لینا؟ **سوال:** ایک بھائی اپنا گھوڑا فروخت کرتا ہے، یا سرکار نے نیلام کرالیا، اور دوسرا بھائی کہ جس کو خریدنا تو منظور نہیں ہے، مگر چاہتا ہے کہ بھائی کا مال زیادہ قیمت کو بکے، ارزاں نہ جائے، وہ اس کو بطور مشتریان کھڑا ہوکر، قیمت میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

بڑھادے، تو جائز ہے، یا نہیں، یا حرام ہے۔

جواب: اگر قیمت عدل تک پہنچادے، محض خیر خواہی اور ظلم سے بچانے کو، تو درست ہے، ورنہ منع ہے کہ یہ دھوکہ اور خیانت ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۱۶۰)

(۵۳۳) اپنے مال کا عیب چھپا کر فروخت کرنا حرام ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص مال تجارت عیب اس کا پوشیدہ کر کے فروخت کرتا ہے، اس طور (پر) مال فروخت کرنا درست ہے، یا نہیں، حرام ہے یا حلال؟ اور اس شخص کا بھائی متقی پرہیز گار ہے، اور اس کا شریک مال تجارت میں نہیں ہے، مگر بھائی اپنا خیال کرے، وصولیت مبلغان مال تجارت میں مدد دہی کرتا ہے، اس کو مدد دینا چاہئے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح تجارت کرنا حرام ہے، مگر جو روپیہ اس تاجر کا کسی کے ذمہ پر ہے، اگر اس کا بھائی وصول کر دیوے، درست ہے، ہاں عیب ناک مال اگر ظاہر ہو گیا، اور وہ شخص اس کو رد کرنا چاہے، تو اس وقت قیمت یعنی جبراً قیمت لینی، درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۴۸)

(۵۳۴) ادھار اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے، یا نہیں؟ سوال: کسی چیز کا نقد مثلاً دس روپیہ کو، اور نسیہ (ادھار) بارہ روپیہ کو بیچنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے بشرطیکہ مجلس عقد میں محقق ہو جاوے کہ یہ نسیہ (ادھار) خرید ہوا ہے، یا نقد، تا کہ مجلس میں جہالت ثمن نہ رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۳)

(۵۳۵) قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر بیچنا بے مروتی ہے: اگر کوئی شخص قرض یعنی ادھار میں کوئی شے زیادہ قیمت کو دے، تو جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں اور نہ سود ہے، البتہ بے مروتی ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۱۷)

(۵۳۶) ادھار کی وجہ سے، بازار کے بھاؤ سے زیادہ قیمت پر مال بیچنا خریدنا، کیسا ہے؟ سوال: ایک شخص نے ایک روپیہ نقد کا اناج بازار سے خریدا، ایک من، اور دوسرے کو ادھار دے دیا ۳۵ سیر، یا نقد بھاؤ اناج کا ۳۵ سیر ہے اور ادھار ایک شخص دیتا ہے تیس سیر، یہ جائز ہے، یا نہیں؟(۱)

---

(۱) یہ اس وقت کی بات ہے جب اناج ایک روپیہ کا من یعنی چالیس سیر ہوتا تھا۔ آج کل جب اناج کا بھاؤ بارہ سو روپیہ کوئنٹل (۱۰۰ کلوگرام) ہے، اس وقت ایک روپے کے معاملہ کا خیال بھی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بقدر ادھار کے نقد سے کم نرخ پر بیع کرنا جائز ہے، اگرچہ مروت کے خلاف اور ترک اولیٰ ہے، مگر حرام اور سود کے حکم میں نہیں۔ (بدست خاص ص ۸۰ ج ۹)

(۵۳۷) قرض لینے دینے میں مکیلات وموزونات کا فرق؟

سوال: بیع مکیلات وموزونات جو کہ نسیۃً (ادھار) ممنوع ہے، اس میں دَین بھی شامل ہے۔ اعنی کوئی اناج کا بیع کے طور پر لین دین نہ کرے، بلکہ قرض کے طور پر لیویں دیویں اور یوں کہے کہ اسی قدر پھر ہم تم کو دیدیں گے، یا تم سے لے لیویں گے، یہ امر جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو مابہ الفرق دونوں کا کیا ہے، حالانکہ علت ربوا دونوں میں علی السواء معلوم ہوتی ہے؟

الجواب: قرض مکیل وموزون میں درست ہے باتفاق، کہ قرض بیع نہیں ہوتا بلکہ عاریۃ ہی ہے، اور بیع میں ربوا ہے، نہ قرض میں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی (مجموعہ ۱۲ ص ۳)

(۵۳۸) گیہوں قرض لینے میں، اس کی ادائیگی کی صحیح صورت؟

سوال: ایک نے فصل ربیع کے وعدہ پر گندم ادھار لئے اور فصل ربیع میں وعدہ پر نہ دیئے، یہاں تک کہ فصل خریف بھی آ گئی، اب اگر گندم کی قیمت لے تو نرخ جو ربیع میں تھا وہ لگاوے، یا حال میں جو نرخ ہے وہ لگاوے، یا گندم ہی لیوے؟

جواب: جس نے قرض لیا گندم اور وعدہ پر نہ دیا، تو دوسرے وقت وہ ہی مقدار دینی واجب ہے، مگر رضامندی کے ساتھ نرخ موجود پر قیمت کر کے، قیمت لینی بھی درست ہے، اور قیمت ربیع کی درست نہیں۔

(بدست خاص سوال ۱۴۱)

(۵۳۹) اناج کی بدھنی جائز ہے، یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدھنی (اُ) ناج کی جائز ہے، یا نہیں۔ درصورت جائز ہونے کے، زید نے عمرو کو چار روپے دیئے، کہ فصل ساونی میں فصل اساڑھی میں نرخ سوا من گیہوں، یعنی گندم پانچ من لوں گا، عمرو نے اقرار کیا کہ ادا کردوں گا۔ جب موسم اساڑھی کی آئی تو زید نے عمرو سے موافق وعدہ کے تقاضا کیا۔ عمرو نے یوں کہا کہ میرے پاس (اُ) ناج گندم موجود نہیں ہے، آج (اُ) ناج گندم کا نرخ بیس سیر کا ہے، بیس [روپے فی] سیر کے اعتبار سے، پانچ روپے تمہارے ہوتے ہیں، پانچ روپے لے لو، زید نے چار روپے دیئے تھے، اب پانچ روپے لینا جائز ہے، یا نہیں؟

درصورت جائز ہونے کے عمرو نے زید سے یوں کہا کہ میرے پاس روپیہ بھی نقد نہیں ہے، فصل ساونی میں نرخ تیس سیر کے (اُ) ناج زیری (۱) پانچ روپیہ کی ادا کردوں گا، روپیہ میرے پاس رہنے دو، آیا (یہ) جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) اناج زیری، گھنیا قسم کا وہ اناج جو عموماً جانوروں کو کھلانے کے کام آتا ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بیع پھل کی اس وقت کرے کہ بالکل بڑھ چکے اور نہایت کو پہنچ جاوے اور اس سے پہلے بیع فاسد ہوتی ہے۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۲۳۳۔۲۳۴)

(۵۴۴) بہار آنے سے پہلے باغوں کا فروخت کرنا؟ سوال: بہار باغ قبل از آمد بہار فروخت کرنا، اس وعدہ پر کہ اگر موسم بہار میں تھوڑے انبہ بھی مل جاویں گے، تو یہ روپیہ جو قیمت کا ٹھہرا ہے، سب مالک باغ کا رہا، اور اگر کچھ بھی وصول نہ ہوا، تو روپیہ مشتری بہار کو واپس ہو جاوے گا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح بیع حرام ہے۔ (بدست خاص، سوال ۵۰)

(۵۴۵) پھل ظاہر ہونے سے پہلے باغوں کی فروخت؟ سوال: باغوں کی فصل کا درخت پر بیچنا فقہ کی کتابوں سے ناجائز ہے، خصوصاً جب کہ بیع پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہو، کیوں کہ مبیع معدوم ہے اور منازعت کا احتمال ہے، مگر اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فرصت نہیں کہ اپنی باغوں کی حفاظت کریں، اور معتبر نوکر بھی نہیں ملتے ہیں، جس کو نوکر رکھتے ہیں، وہ پوری حفاظت بھی نہیں کرتا، بلکہ خیانت کرتا ہے، ہمارا بہت نقصان ہوتا ہے، اور فصل کے بیچنے میں جھگڑا نہیں ہوتا، بلکہ ہم اپنے نقصان سے بچتے ہیں اور مول لینے والا اپنی خوشی سے لیتا ہے، لہذا یہ بیع جائز ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں، فصل کا درختوں پر بیچنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہرگز یہ بیع درست نہیں، اور ایسے عذرات سے حکم شرع کا بدل نہیں سکتا۔ فقط

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۰)

(۵۴۶) باغ کی فصل فروخت کرتے وقت جنس متعین کرنا، کب صحیح ہے؟ سوال: فروخت کرنا درختان باردار کا اس طرح پر، کہ اس کی قیمت کے ساتھ کچھ جنس اپنے واسطے بھی ٹھہرا لے، مثلاً ایک صد روپیہ و یک صد ثمر انبہ وغیرہ ٹھہرایے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس باغ میں بہت بار انبہ ہو، کہ قطعاً اس میں سے سوا نبہ استثناء کر کے، بار باقی رہے، تو ایسا استثناء درست ہے، ہاں ایسا استثناء مجہول کہ بعد اخراج مستثنیٰ کے، بقاء محقق نہ ہو، درست نہیں فقط۔ کذا فی کتب الفقه

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتوی علیحدہ، بدست خاص)

(۵۴۷) ٹوکروں صندوقوں میں رکھے ہوئے سامان کو، بغیر دیکھے خریدنا؟ سوال: خرید نا نیلام کہ اکثر شے ٹوکروں اور صندوقوں میں نیلام ہوتی ہیں، اور پوری حقیقت ان کی معلوم نہیں ہوتی، کہ ان کے اندر کس قدر مال ہے، اور کیا چیز ہے، اور کہاں کہیں کھونا یا کھرا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بیع پھل کی اس وقت کرے کہ بالکل بڑھ چکے اور نہایت کو پہنچ جاوے اور اس سے پہلے بیع فاسد ہوتی ہے۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۲۳۳۔۲۳۴)

(۵۴۴) بہار آنے سے پہلے باغوں کا فروخت کرنا؟ سوال: بہار باغ قبل از آمد بہار فروخت کرنا، اس وعدہ پر کہ اگر موسم بہار میں تھوڑے انبہ بھی مل جاویں گے، تو یہ روپیہ جو قیمت کا ٹھہرا ہے، سب مالک باغ کا رہا، اور اگر کچھ بھی وصول نہ ہوا، تو روپیہ مشتری بہار کو واپس ہو جاوے گا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح بیع حرام ہے۔ (بدست خاص، سوال ۵۶)

(۵۴۵) پھل ظاہر ہونے سے پہلے باغوں کی فروخت؟ سوال: باغوں کی فصل کا درخت پر بیچنا فقہ کی کتابوں سے ناجائز ہے، خصوصاً جب کہ بیع پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہو، کیوں کہ مبیع معدوم ہے اور منازعت کا احتمال ہے، مگر اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فرصت نہیں کہ اپنی باغوں کی حفاظت کریں، اور معتبر نوکر بھی نہیں ملتے ہیں، جس کو نوکر رکھتے ہیں، وہ پوری حفاظت بھی نہیں کرتا، بلکہ خیانت کرتا ہے، ہمارا بہت نقصان ہوتا ہے، اور فصل کے بیچنے میں جھگڑا نہیں ہوتا، بلکہ ہم اپنے نقصان سے بچتے ہیں اور مول لینے والا اپنی خوشی سے لیتا ہے، لہٰذا یہ بیع جائز ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں، فصل کا درختوں پر بیچنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہرگز یہ بیع درست نہیں، اور ایسے عذرات سے حکم شرع کا بدل نہیں سکتا۔ فقط

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۰)

(۵۴۶) باغ کی فصل فروخت کرتے وقت جنس متعین کرنا، کب صحیح ہے؟ سوال: فروخت کرنا درختان باردار کا اس طرح پر، کہ اس کی قیمت کے ساتھ کچھ جنس اپنے واسطے بھی ٹھہرا لے، مثلاً ایک صد روپیہ و یک صد ثمر انبہ وغیرہ ٹھہرا لیے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس باغ میں بہت بار انبہ ہو، کہ قطعاً اس میں سے سو انبہ استثناء کر کے، بار باقی رہے، تو ایسا استثناء درست ہے، ہاں ایسا استثناء مجہول کہ بعد اخراج مستثنیٰ کے، بقاء محقق نہ ہو، درست نہیں فقط۔ کذا فی کتب الفقه

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتوی علیحدہ، بدست خاص)

(۵۴۷) ٹوکروں صندوقوں میں رکھے ہوئے سامان کو، بغیر دیکھے خریدنا؟ سوال: خرید نا نیلام کہ اکثر شے ٹوکروں اور صندوقوں میں نیلام ہوتی ہیں، اور پوری حقیقت ان کی معلوم نہیں ہوتی، کہ ان کے اندر کس قدر مال ہے، اور کیا چیز ہے، اور کہاں کہیں کھونا یا کھرا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: جب تک کسی چیز کی کیفیت معلوم نہ ہو اس کا خریدنا اچھا نہیں، دلیل اس کی علماء جانتے ہیں، فقط تم کو اس قدر کافی ہے کہ بیع فاسد ہے، جب تک اس کی کیفیت نہ معلوم ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ (اعلم)

رشید احمد گنگوہی (فیوض رشیدیہ ص ۲۵۔۲۶ طبع اول)

(۵۴۸) عام خریداروں کے لئے کشمیر وکابل کے پھلوں اور میوہ جات کی، شرعی بیع کی تحقیق؟

سوال: علمائے دین شرع متین سے سائل کا سوال ہے: کہ کسی مسلمان کو جس چیز کا علم نہ ہو اور نہ جانتا ہو، اس کے حال کو دریافت کرے، بار بار اس کے چھپے ہوئے حال کو کہ، یہ گندم یا گڑ کہاں سے لایا تھا اور جس سے لیا تھا، وہ شخص بہتر تھا یا بدتر تھا، اور شرع کی خرید وفروخت کو جانتا تھا، یا نہیں جانتا تھا۔ کسی کے پوشیدہ حال کو کھود کھود کر، دریافت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ کوئی شخص انبہ فروخت کرتا ہو بازار میں، ایسے شخص سے خرید کرنا بے تحقیق جائز ہے، یا نہیں؟ خریدار کو اس کا علم نہیں ہے، کہ اس نے بیع شرع کے موافق کی ہے، یا نہیں؟

اور دوسرے کابل سے انار آئے، اب حال اس کا کچھ معلوم نہیں کہ اس نے شرع کے موافق خرید کئے، یا نہیں۔ تیسرے کشمیر سے سیب آئے، اب معلوم نہیں کہ کشمیر میں جو ایک خریدار خرید کے لایا، اس نے شرع کے موافق خرید کئے، یا نہیں کئے اور خریدار یہ کہتا ہے کہ جو چیز کہ غائب ہے، اس کو میں کھود کھود کر دریافت نہیں کرتا۔

جواب: کشمیر وکابل کے میوہ کی کنج وکاوش کرنا ضرور (ی) نہیں ہے، علی ہذا، جو انبہ بازار میں فروخت ہوتے ہیں، اگر کوئی شبہ ہوتا ہو تو پوچھ لیوے، ورنہ کچھ ضرورت تحقیق کی نہیں۔ اور اسی طرح اگر حال ظاہر مسلمان کا اچھا ہے، تو خواہ مخواہ اس کے حال کی تحقیق کرنا، کچھ ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شبہ حرمت کا ہو تو مضائقہ نہیں ہے، یا کوئی آمدنی حرام کی غلط ہونے کا قرینہ ہو، یا فاسق آدمی ہونے کی وجہ سے، کوئی احتمال غالب ہو، تو تحقیق کر لینا اولیٰ ہے، ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۹)

(۵۴۹) بیع سلم کی شرائط اور اس کے احکام؟

رواج بیع سلم کا یہاں پر چند قسم ہوتا ہے:

اول: یہ کہ زید عمرو سے کہے، کہ یک من گندم دیتا ہوں، فصل میں اس قدر لوں گا، اور حال یہ ہے کہ بوقت دہش گھن کھایا ہوا دیتے ہیں اور اچھا لیتے ہیں۔

دوم: یہ کہ عمداً باقرار قصد یک من دیتے ہیں اور سوا من لیتے ہیں۔

سوم: یہ کہ نخود یا شعیر دیتے ہیں اور گندم لیتے ہیں، خواہ وزن میں برابر ہوں، یا کم۔

چہارم: یہ کہ نقد دیتے ہیں بایں اقرار، کہ فصل میں ۲۰ ٹار مثلاً لیں گے، اگر وقت ٹھہرانے کے بہت کم نرخ ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پنجم: یہ کہ غلہ جوار یا بھٹہ دیتے ہیں، اور فصل ربیع میں گندم یا نخود برابر یا زیادہ، بحسب قرار داد، باہم لیتے ہیں۔

ششم: یہ کہ خراب گڑ یا لات (۱) یا راب دیتے ہیں اور کولہو کے موسم میں عمدہ لیتے ہیں۔

اور کتاب نافع خریداران میں یہ سات شرطیں لکھی ہیں

اول: بیان جنس، کہ گندم لئے جائیں گے یا جو، سو یہ ضرور ہوتا ہے۔

دوم: بیان نوع مثلاً بارانی ہونگے یا چاہی، سو یہ طرفین میں سے کوئی نہیں کرتا، بلکہ بجائے اس کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جیسے تیرے یہاں ہوں، ویسے ہی دیدینا۔

سوم: بیان صفت، کہ اچھے ہوں یا برے، سو بجائے اس کے یہ اقرار ہوتا ہے کہ نئے لیں گے۔

چہارم: بیان مقدار، کہ ناپ تول میں اس قدر ہوں۔

پنجم: مدت، کہ اتنے دنوں کے بعد لیں گے اور اس کی کمتر مدت یک ماہ ہے، زیادہ کا اختیار ہے کہ کبھی بیان ایک ماہ وغیرہ کا کر دیتے ہیں اور گاہے یہ ٹھہرا دیتے ہیں کہ فصل میں لے لیں گے۔

ششم: راس المال کی مقدار، کتنا دیا جاوے گا، سو یہ ضرور مقرر ہوتا ہے۔

ہفتم: اس جگہ کا نام کہ جہاں مسلم فیہ ادا کی جائے، بشرطیکہ لیجانے میں کچھ بار برداری پڑتی ہو، ورنہ کچھ حاجت نہیں۔ جہاں معاملہ ہوا ہے وہاں ہی مسلم فیہ ادا کی جائے۔ (۲)

یہاں یہ دستور ہے کہ جب غلہ تیار ہوتا ہے، پیر (۳) میں یا اپنے یا اس کے آنگن [صحن] میں، تولا دیتے ہیں، فقط۔

تفصیل ہر شرط کی مفصل ارشاد ہو اور بدھنی فساق اور کفار سے بھی درست ہے، یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ نافع خریداران میں مذکور ہے، کہ نقد کے عوض میں کم کر دینا اور اُدھار کے عوض زیادہ کو فروخت کرنا درست ہے، اس کی کیا مراد ہے، جائز ہے، یا نہیں؟ انتھیٰ ملخصاً

الجواب: پہلی صورت سوال کی کہ من بھر گندم دے کر، فصل میں لینا چاہا، قرض کی صورت ہے، اگر دینے والے نے مثلاً خراب جنس دی اور اچھی لینا شرط کرتا ہے، تو یہ حرام اور سود ہو جائے گا، کیوں کہ قرض میں جیسا لیویں ویسا ہی دینا واجب ہوتا ہے۔ ہاں اگر شرط کچھ نہیں کی اور یہ کہا کہ من بھر کے بدلہ من بھر دیدینا، یا یہ کہا کہ جیسی دیتا ہوں دیدینا، تو قرض درست ہو گیا، دیتے وقت اگر اچھی جنس اپنی خوشی سے، بدون شرط دے دیوے، تو کچھ حرج نہیں۔

---

(۱) مختلف چیزوں یا کسی ایک چیز کا ڈھیر یا انبار ذخیرہ۔ [نور]

(۲) نافعہ خریداران، مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۱۷۔۱۸ (مطبع بھوانی پرشاد۔ نول کشور، دہلی ۱۳۰۰) اگرچہ یہ تمام شقیں نافعہ خریداران میں درج ہیں مگر بعینہٖ اس کے یہ الفاظ نہیں ہیں، اس میں فرق ہے۔ [نور]

(۳) پیر (بروزن سیر) اناج صاف کرنے کی جگہ، کھلیان، انبار خانہ جس کو صاف نہ کیا گیا ہو۔ نور اللغات۔ مولوی نور الحسن نیر کاکوری، ص ۱۹۸، جلد دوم (دہلی ۱۹۹۸ء) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسری: صورت کہ من بھر کے عوض سوا من لونگا، صریح سود وحرام ہے۔

تیسری قسم: کہ گندم کے بدلہ دوسری جنس مقرر کر لیوے، یہ بھی سود وحرام ہے، بسبب نسیئہ۔

چوتھی: صورت سلم جائز کی ہے، روپیہ اب دیدیوے اور لینے کی تاریخ مقرر کر دیوے، یوں نہ کہے کہ فصل میں لوں گا، فصل زمانہ ممتد مجہول ہے، بلکہ دن مقرر کر دیوے اور سب شروط جو کہ نافع خریداران میں لکھی ہیں، مذکور ہونا ضرور ہے۔

پانچویں: صورت بھی ناجائز ہے، کیونکہ بیع نسیہ اشیاء ربویہ کی ہے۔

ششم: صورت قند سیاہ وغیرہ کی، اس کا حال بھی پہلی صورت کا سا ہے، اگر خراب گڑ دے کر عمدہ ٹھہرالیا، تو قرض ناجائز ہوگا، اور مطلق گڑ دیا اور لینے والے نے اپنی رضا سے عمدہ دیا، تو درست رہا۔

اور دوسری شرط چاہی بارانی سے یہ غرض ہے، کہ چاہی عمدہ قسم اور موٹا خوش رنگ وزنی ہوتا ہے، اور بارانی ضعیف سب امور میں۔ سو اگر بارانی وچاہی کی قید نہ ہووے، مگر قسم اول جو عمدہ موٹا ہونا بیان کیا جاوے، تو بھی سلم درست ہوجاتی ہے، مگر یہ شرط کہ جیسی پیدا ہوجاوے وہی دیدینا، یہ شرط مفسد سلم کی ہے، کہ تعین حق اور تقرر بیع کا نہیں ہوتا، تو یہ شرط نہ کرنی چاہئے۔

اور دوسری بات یہ کہ کھیت اور قریہ کی بھی شرط مفسد سلم کی ہے، یوں کہے کہ اس قسم [کی] گندم لوں گا، نہ یہ کہ تیرے کھیت، یا اس گاؤں کے، یوں نہ کہنا چاہئے۔

اور اگر چاہی یا بارانی میں کوئی اور فرق ہے، جو اہل زراعت کو معلوم ہے، تو اس شرط کو مصرح کرنا چاہئے۔ اور جدید وقدیم کی صفت بھی ضرور ہے، کہ اس میں بھی فرق ہوتا ہے، اور سرخ وزرد کا بھی ذکر ہونا چاہئے۔ حاصل ان سب کا یہ ہے کہ جنس سلم کی ایسی بیان ہوجائے، کہ پھر اس میں نزاع نہ رہے، اور ہر طرح مقرر ومتعین ہوجائے، گویا دیکھ رہا ہے، اور وزن سے بھی سلم کرنا درست ہے اور تین ماہ چار ماہ یا زیادہ مدت بھی روا ہے، مگر مدت جو کچھ ہو تاریخ سے مقرر کی جاوے، اور ایک ماہ سے کم نہ ہو زیادہ کا اختیار ہے، اور جگہ لینے میں یہ ہے کہ اگر کسی قریہ میں سلم کی اور لینے کے وقت لینے والے نے کہا، کہ میرے گھر پہنچاوے، تو بار برداری کی شے مسلم الیہ کا صرفہ ہوگا، اس میں تکرار ہوگا، لہٰذا لینے کی جگہ بار برداری کی شے میں مقرر کر دیویں، تاکہ تکرار نہ ہو۔ [یہ جواب غالباً ناتمام ہے اس کے آخری صفحات موجود نہیں۔ نور]

(مجموعہ رام پور ص ۲۷۔۲۹)

(۵۵۰) گھی میں بیع سلم؟ سوال: گھی کی بدھنی یعنی بیع سلم جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: گھی کی سلم بشرائط خود جائز ہے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۵۱) ہندو سے ایک معاملہ میں شرکت طے ہوئی تھی، وہ مرگیا اور اس کا کوئی وارث نہیں، تو؟

سوال: مخدوم معظم حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم عاصی بے حد، نظر محمد عفی عنہ تسلیمات مستمرانہ بجا لا کر عرض رکھتا ہے، کہ ایک ہندو نے ایک بچھڑی نصف حصہ پر ایک مسلمان کو پالنے کو دی تھی، کہ جب یہ بیاجاویگی اس کی نصف قیمت تجھ سے لے لونگا، یا دے دونگا۔ اب وہ ہندو مالک مرگیا ہے اور اس کا کوئی وارث قریبی بھی نہیں ہے، تو بروئے شرع شریف اس گائے کا، واسطے قربانی کے یا واسطے کھانے کے خرید کرنا، اس مسلمان سے جائز ہے، یا نہیں۔ فقط

دیگر عرض آں کہ غلام زادہ کو اب بفضل الٰہی صحت ہے، لیکن ایک تعویذ مرحمت ہو جائے۔ والسلام

نیازمند: نظر محمد عفی عنہ از آنجہ

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم

وہ گائے تو اس بقال کی ہے اس کے وارثوں کو دینا چاہئے، خواہ کوئی ہو، اور اجرت اس کی پرورش کی اس مسلمان کو ملے گی، وہ مالک نہیں، نہ نصف کا نہ کل [کا] اس کی پرورش کی اجرت کی تخمین کرو، اور اگر کوئی وارث نہ دیوے، تو گائے سے وصول کریں، مگر ایسی مشتبہ شے کو قربانی کے واسطے خرید مت کرو، فقط عزیز کی صحت سے طمانیت ہوئی، تعویذ مفوف ہے۔ فقط والسلام (مکتوب علیحدہ، بدست خاص)

(۵۵۲) قرض خواہ مجبوری میں، قرضدار سے عدالت وڈگری کا خرچ لے سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ، عدالت انگریزی میں اسٹامپ وطلبانہ ومختتانہ وغیرہ کا خرچہ، جس میں سود بھی شامل ہوتا ہے، ڈگری دار کو محض بہ پابندی قانون، بلالحاظ شرع شریف کے دلایا جاتا ہے، وہ شرعاً مسلمان کو لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر اس خرچہ میں جائیداد کسی مسلمان کی نیلام کی جاوے، تو دوسرے مسلمان کو اس جائیداد کا خرید کرنا، شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر کسی مدیون نے دائن کو مجبور کیا اور دائن نے بہ ناچاری نالش کی، تو جو کچھ خرچہ وغیرہ عدالت نصاری کا دیا، اگرچہ وہ ظلم اور خلاف شرع ہے، مگر دائن مدیون سے اسے لے سکتا ہے، البتہ سود کا لینا درست نہیں۔ اور پھر اس خرچہ میں سوائے سود کے، جو جائیداد مدیون کی نیلام ہو جاوے گی، اس کا دوسرے مسلمان کو بھی خریدنا درست ہووے گا۔ قال (فی) نور الأنوار:

أفتى المتأخرون بضمانه لفساد الزمان بالسعي الباطل و كثرة السعاة فيه(۱) انتهى.

---

(۱) نور الانوار۔ مبحث الکلام ص: ۲۷۰ (مطبع قیومی کانپور) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور چونکہ سود محض باعتبار زائد ہے اس کا لینا اور اس کے نیلام میں خریدنا اور اگر کوئی لیوے تو مالک کو اس کو رد کرنا واجب ہے۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۹۵۔۱۹۶)

نوٹ: ایک اور مسئلہ بیع اوھار بثمن کا وعدہ کرنا کہ فلاں روز دوں گا، ضروری ہے یا نہیں؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور

(۵۵۳) ڈگری دار کا مقدمہ کی پیروی کا بالائی خرچ لینا؟

سوال: ڈگری دار کو خرچہ بالائی لینا، جو کہ بابت پیروی مقدمہ وکلاء وغیرہ میں صرف ہوتا ہے، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: مظلوم اگر ظالم سے اپنا خرچ لیویں، تو درست ہے، فقط (مجموعہ رام پور ص ۴۔۶)

(۵۵۴) پرچی کے ذریعہ سامان کی خرید وفروخت؟

سوال: چٹھیاں (۱) ڈال کر، کسی چیز کا خرید وفروخت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: حرام ہے، کہ اس کو قمار اور جوا کہتے ہیں۔ (بدست خاص، سوال ۵۹)

(۵۵۵) فاسق کا قول تجارت میں معتبر ہے؟

سوال: علمائے دین سے سائل کا سوال ہے: کہ بعض اشخاص تجارت آڑھتہ وغیرہ کی کرتا ہے اور ڈاڑھی منڈاتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے کہ کم نہیں تولتا ہوں، یعنی وزن کم نہیں دیتا ہوں، ایسے اشخاص کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

اور بعض شخص ایسا ہے کہ وہ تجارت بساطی کی کرتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے کہ میری کوٹھی (۲) دس ہزار روپے کی ہے اور اس کے یہاں بنگل یعنی انگریزی باجا اور شطرنج اور گنجفہ بکتا ہے۔ اور بہت چیز حلال بھی فروخت ہوئی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں، ایسے شخص کا قول قابل اعتبار ہے، یا نہیں؟

اور بعض شخص ایسا ہے کہ وہ نوکری سرکار کی کرتا ہے اور شرع کے خلاف لکھتا پڑھتا ہے اور کفاروں کو تعظیم دیتا ہے اور سودی تمسک پر گواہی لکھتا ہے، یا برائے تحریر دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے عہد کیا ہے، کہ رشوت نہ لوں گا اور جھوٹ نہ بولوں گا۔ ایسے شخص کا اعتبار کرنا، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

اور بعض شخص یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے پیشہ بہتر اختیار [کیا] ہے، عطر وغیرہ کا اور پھر فروخت کرتا ہے، رنڈی ڈوم وغیرہ کو اور پھر کہتے ہیں میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں، ایسے شخص کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں۔ یا کوئی فاسق وفاجر ہو اور گناہ کبیرہ کرتا ہو، اس کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں۔

بعض شخص ایسا ہے کہ وہ کسی اپنے نوکر فاسق وفاجر کو، کچھ روپیہ تحویل خرچ میں اس کے سپرد کردے، کہ میرے کام میں صرف کردو ایسے فاسق وفاجر کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور مالک کہتا ہے کچھ حساب تم سے لینا ضروری نہیں، تمہارے

---

(۱) پرچیاں ڈال کر: ہمارے علاقہ میں آج کل جس کو معروف اصطلاح میں کمیٹی: یعنی ہر ماہ کسی رقم کے اضافہ اور کمی کے نفع کا اوسط کم زیادہ کرتے رہنا۔ (نور)

(۲) کمپنی جس میں مختلف لوگوں کے حصے (شیر Share) ہوں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوپر اعتبار ہے۔ ایسے شخص فاسق وفاجر پر اعتبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اور کوئی شخص دوسرے فاسق وفاجر سے کہتا ہے یہ عدد بے شمار تم کو دیتا ہوں، تم اپنے میں اس کا شمار کرلینا، اور جو کہہ دوگے اس کا اعتبار ہے۔ ایسے فاسق وفاجر کا قول لائق اعتبار کے ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: ڈاڑھی منڈانے والا، اور بگل باجے ممنوعات کا فروخت کرنے والا، اور نوکری نصاریٰ کی خلاف شرع کرنے والا، اور سودی تمسک لکھنے والا، اور گناہ کبیرہ کرنے والا۔ ذومنکن کا مال کھانے والا، فاسق ہوتا ہے۔ یہ سب کام مفسق ہے، اور فاسق کا قول معتبر ہے، اگر ظن غالب صادق ہونے کا اس کے قول میں ہو۔ اور فاسق کی بات کا قبول کرلینا درست ہے، اگر غالب ظن اس کے جھوٹ بولنے کا نہ ہو، کذا فی کتب الفقہ۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ فتاویٰ ص ۲۱۰۔۲۱۱)

(۵۵۶) جانور کو حصہ پر دینا؟ سوال: مرغ یا بیل وغیرہ یا پھلدار درخت، کسی کو حفاظت کے واسطے دینا، اس طرح پر کہ تو حفاظت کر اور بیل وغیرہ گھاس وغیرہ دے، تیرا اتنا حصہ اور میرا اتنا حصہ، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جانور کو حصہ پر دینا درست نہیں ہے، درخت کا پھل محافظت کے واسطے حصہ پر، دینا جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۶۰)

(۵۵۷) چوری کے سامان کا خریدنا؟ سوال: اگر یوں معلوم ہو کہ یہ شئے چوری کا ہے، تو اس کا خرید کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: چوری کے مال کا خریدنا حرام ہے۔ فقط، واللہ اعلم (بدست خاص، سوال ۱۳۶)

(۵۵۸) ہنڈی لفافہ اور اسٹامپ کی کمی زیادتی کے ساتھ فروخت اور منی آرڈر کا حکم؟ سوال: ہنڈوی کمی زیادتی سے لینا دینا، اور لفافہ اور اسٹامپ کمی زیادتی سے فروخت کرنا، درست ہے، یا نہیں، مگر سرکاری دستور لفافہ واسٹامپ پر یہ ہے کہ فیصدی تین روپیہ سے، کمیشن خریدار کو دیا جاتا ہے، اور درصورت عدم فروختگی، سرکار واپس بھی کرلیتی ہے۔ ان کا فروخت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور منی آرڈر کا کرایہ درست ہے، یا نہیں؟

جواب: ہنڈوی کی کمی زیادتی درست نہیں، علیٰ ہذا، لفافہ اسٹامپ، کی زیادتی سے فروخت کرنا، درست نہیں، اسٹامپ کی بیع کی، اجرت لینی جائز ہے۔ منی آڈر کرانا درست نہیں ہے۔ (۱) (فیوض رشیدیہ ص ۲۱)

---

(۱) یہ فتویٰ اس وقت کا ہے جب منی آرڈر (MONEY ORDER) کا سسٹم نیا نیا شروع ہوا تھا، اس کی صحیح نوعیت اور طریق کار واضح اور متعین نہیں تھا۔ معاملہ کی صحیح نوعیت بعد میں واضح ہوئی، اب اس کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۵۹) روپئے کے نرخ سے کم یا زیادہ پیسے لینے کا حکم؟

سوال: (۱) روپیہ کے ساڑھے سولہ آنہ لینے، یا ساڑھے پندرہ آنہ دینے، جائز ہیں، یا نہیں؟

جواب: روپیہ کے نرخ سے پیسے، کم زیادہ لینا دینا، جائز ہے۔ فقط (۲) (فیوض رشیدیہ ص ۲۱)

اجارہ

(۵۶۰) کرایہ کے ایک مکان کے معاملہ میں فسخ اجارہ کا حکم؟

سوال: جو زید نے مکان کرایہ پر خالد کو دیا ہے، وہ پردہ کا جدا مکان ہے، اس مکان کے بہت لینے والے آدمی ہیں، اور یہ مکان دوسرا زید کا ملحق مکان زنانہ کے نشست گاہ ہے، اس کا کوئی لینے والا نہیں ہے، کیونکہ اس مکان میں زنانہ سکونت نہیں کر سکتی، جو لیتا ہے واسطے سکونت عیال و اطفال کے لیتا ہے اور خالد تنہا رہتا ہے، کوئی عورت اس کی نہیں ہے، وہ اس مکان نشست گاہ میں سکونت کر سکتا ہے۔ اس واسطے زید چاہتا ہے کہ مکان کا تبادلہ خالد سے کر لیوے، خالد منظور نہیں کرتا ہے اور کرایہ مکان کا جو خالد کے پاس ہے، وہ ایک روپیہ سود کے تین روپئے آٹھ آنے ہوتے ہیں، تو ایک روپیہ سود میں مجرا ہو گیا، باقی دو روپئے آٹھ آنے کا دائن کی طرف سے احسان ہے، اور احسان کی یہ صورت ہے کہ جس کا قرض دیتا ہے، وہ ہی اپنی ضرورت میں لیکر، دو روپیہ آٹھ آنہ سود معاف کرتا ہے، اور ایک روپیہ پر راضی ہوتا ہے، یعنی بمقابلہ ایک روپیہ کے تین روپیہ آٹھ آنہ چھوڑتا ہے اور اس مکان کے سوا اور کوئی مکان زید کے پاس ایسا نہیں ہے، کہ قرض دہندہ کو دے کر سود سے بچے، تو اس صورت میں فسخ اجارہ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ مکان جدا نہیں ہے، ایک مکان کے تین ٹکڑے کر کے، دو زنانہ ایک مردانہ بنائے گئے ہیں، اس واسطے کہ زید کے دو بیٹے ہیں، تاکہ بعد مرنے زید کے باہم دونوں پسر کے نزاع نہ ہووے، اس واسطے زید اس مکان کو فروخت نہیں کر سکتا، اور نہ فروخت کر کے اداء قرض کا کرتا، لاچار ضرورت رہن کی ہے۔ فقط

جواب: جبراً فسخ کرنا اجارہ کا اس صورت میں صاحب مکان کو درست نہیں، البتہ اگر رضاء سے فسخ کر دیوے تو

---

(۱) یہ مسئلہ جس وقت کا تھا جب روپیہ یعنی درہم و دینار مستقل نرخی تھے، فلوس یعنی پیسے تابندہ نرخی تھے اور فلوس من وجہ سامان اور من وجہ ثمن تھے، اس وجہ سے کمی بیشی جائز تھی مگر اب جب کہ فلوس مستقل نرخی نہیں رہے، جملہ روپیہ اجزاء قرار دیئے گئے تھے تو اب روپیہ ریزگاری کے عوض کم و بیش بیچنا جائز نہیں۔ (پالن پوری)

(۲) یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت ایک روپیہ میں چونسٹھ پیسے ہوتے تھے یعنی اگر ایک روپیہ کھلوانا یا بدلوانا ہے تو تبادلہ میں پورے چونسٹھ پیسے دینے ضروری تھے، بیس پیسہ بھی کم دینا دینا تھا یہ معاملہ صحیح نہ تھا۔ اسی طرح آج ایک روپیہ میں سو پیسے ہوتے ہیں مگر اب قانوناً تمام چھوٹے سکوں کا چلن بند ہو گیا ہے، آج کل بازار میں نہ ایک پیسے کا سکہ موجود ہے نہ دو کا، نہ پانچ کا، اسی طرح پچاس پیسے تک تمام سکے خلاف قانون قرار پا گئے ہیں اور بازار سے غائب ہیں۔ اس وقت صرف پچاس پیسے کا سکہ موجود ہے، وہ بھی عنقریب ختم ہو جانا ہے، اس لئے ایک روپئے میں سو پیسے کی بات صرف روا جارہ جائے گی، عملاً ختم۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مروۃ ہے مستاجر کی۔ کذا فی کتب الفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۲۲۔۲۲۳)

(۵۶۱) کرایہ کا مکان خالی کرانے کے لئے جبر کرنا؟ سوال: اگر اس فتوی شرعی سے منحرف ہو اور قبول نہ کرے، تو زید پر یہ امر جائز ہوگا یا نہیں، کہ کرایہ نامہ کو چاک کرڈالے اور معاہدہ باہمی سے انکار کردے، کہ خالد نے حکم شرع کو قبول نہیں کیا۔

جواب: ایسے شخص کا یہ ہی علاج ہے، کہ اس نے فتوی شرعی کو نہیں مانا اور زید کو گناہ سود میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ فقط، محمد مراد عفی عنہ(۱)

[جواب] ہرگز کرایہ نامہ کو چاک کرکے، خالد کو نکال دینا درست نہیں، کہ فسخ اجارہ کا یہاں کوئی عذر شرعی موجود نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۲۰)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ، جواب مسئلہ مولوی مراد صاحب نے بدون کتاب دیکھے لکھ دیا تھا، چونکہ بندہ کی فہم میں نہ آیا، جو کچھ معلوم تھا لکھ دیا، معاف فرماویں۔ آپ کی بیماری سے رنج ہے، حق تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرماوے۔

مولوی مراد صاحب السلام علیکم

اس مسئلہ کو کتاب الاجارہ کے، باب فسخ الاجارہ میں دیکھنا چاہئے، کہ عذر فسخ اجارہ کے مؤجر اور مستأجر کی طرف سے جو ہیں، ان کو کہتے ہیں، کہ اگر مالک پر دین ہوجاوے، کہ اندیشہ قید کا ہو اور سوائے اس شے کے اور کوئی دوسرا مال نہ ہو، جس کی بیع سے ادائے دین کرسکے، اس وقت فسخ کا اختیار ہوتا ہے، فقط سو آپ نے دین میں رہن کرنا عذر قرار دیا ہے۔

اس مسئلہ کو دیکھو اور آئندہ کو احتیاط رہے، کہ جواب [صحیح] ہو۔ ظاہری نفع و نقصان اور ظن و تخمین کو کام نہ ہو، کتاب کو خوب غور سے دیکھ کر جواب لکھو، اور عبارت کتاب کی نقل کیا کرو، تاکہ دوسروں کو پھر گنجائش رد نہ ہو اور جب خوب ماہر ہوجاؤ، اس وقت نقل عبارت کی ضرورت نہیں۔ یہ کلمات اپنا دوست جان کر بطور نصیحت لکھے ہیں، بہر خدا تعالیٰ ملال نہ فرمانا، اپنوں کو نصیحت کرتے ہیں، غیروں سے کام نہیں، فقط، سب کو سلام پہنچے۔ (مجموعہ کلاں ص ۲۲۰۔۲۲۱)

(۵۶۲) سود سے بچنے کے لئے مقررہ مدت سے پہلے مکان خالی کرالینا؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم در باب مسئلہ ذیل کے: کہ زید نے مکان اپنا میعاد معین کرکے خالد کو کرایہ پر دیا، بعد اس کے زید کو کہ مدیون ہے، بکر دائن نے کہا کہ مکان میرے پاس رہن کردے، تجھ کو سود سے

(۱) مولانا محمد مراد، فاروقی، بھنی، شاگرد رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی و حضرت مولانا گنگوہی، و بانی مدرسہ مرادیہ، حوض والی مسجد، مظفر نگر [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

سبکدوشی ہوجاوے گی، کرایہ مکان کا معاف کرتا ہوں، عذاب دین سے مجھ کو چھڑاوے۔ خالد اس بات کو قبول نہیں کرتا، حالانکہ اس کا کچھ نقصان نہیں ہے، بلکہ فائدہ ہے کہ کرایہ نہیں دینا پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں زید کو اختیار خالی کرانے مکان کا، اور دوسرا مکان خالی کرایہ دار کو دینے کا ہے، یا نہیں، درصورت نہ خالی ہونے کے زید عذاب دین میں رہتا ہے۔ عندالحق [یا نہیں؟]

جواب: جواب یہ ہے کہ خالد کو مناسب ہے کہ مکان زید کا خالی کردے، تاکہ وہ سود سے بچے، جو بہت بڑا گناہ ہے، جس کے لینے اور دینے پر وعید شرعی مرتب ہوتی ہے، اور سود کے گناہ سے بچنا اور دوسرے مسلمان کو بچانا، ہر مسلمان کو ضروری اور واجب ہے۔ درصورت نہ خالی کرنے مکان کے زید کے، سود دینے کا گناہ خالد کے ذمہ مرتب ہوگا، جب اپنے آپ گناہ میں مرتب ہوا، تو اس گناہ سے اس کو نجات دینی ضروری ہوگی، وہ یہ ہے کہ اس سے مکان خالی کرادیا جاوے اور جو کہ اس سے معاہدہ ٹھہرالیا تھا، اس کے بدلہ جو زید اپنا دوسرا مکان دیتا ہے، وہ کافی اور وافی ہے۔ فقط محمد مراد عفی عنہ

(از مولانا ملا محمد مراد فاروقی پٹنی ثم مظفرنگری)

[جواب از حضرت مولانا گنگوہی:] اس صورت میں زید سود مقررہ سے تو خلاصی ہوتا ہے، مگر دین کے سود میں مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ انتفاع رہن بھی سود ہے اور فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے، پس اگر خالد رضاء سے فسخ اجارہ یا تبدیل کرلے درست ہے، مگر جبراً اس پر زید نہیں کرسکتا، اور چونکہ زید کے پاس اور گھر بھی ہے، لہٰذا اس مکان کے ترک کا عذر اور جبر شرعاً درست نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعۂ کلاں ص ۲۱۹۔۲۲۰)

(۵۶۳) کیا اپنے جائز حق کی وصولی کے لئے، کذب وتوریہ کی گنجائش ہے؟

سوال: ماقولکم دام فضلکم اندراس مسئلہ کے کہ جو کوئی واسطے رفع ظلم اور احقاق حق کے فریب صوری کرے، جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً زید کا ہزار روپیہ بکر کے پاس واجب ہے، جس کو اب زمانہ تین برس سے زیادہ کا گذر گیا ہے اب بکر روپیہ دینے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمادی ہوگئی، اب تمہارا روپیہ کیسا؟ اب اگر زید کوئی کاغذ جعلی، نسبت اسی روپیہ واقعی کے، اندر اپنی میعاد کے بنائے، تو اس پر مواخذہ شرعی ہے؟ یا نہیں؟

یا مثلاً کوئی معاملہ واقعی سچا، درمیان زید و بکر کے ہوا ہو اور کاغذ بھی لکھ دیا گیا، مگر اس کاغذ میں کوئی لفظ ایسا ہے کہ از روئے قانون انگریزی وہ لفظ خلاف شرع ہے، اور موجب حرام ہے، اور بکر از راہ بددیانتی ادا حقوق زید سے انکار کرتا ہے، یا اس پر اور کوئی ظلم سخت تجویز کرتا ہے، جس کا زید متحمل نہیں ہوسکتا ہے۔ اب اگر زید واسطے احقاق حق و رفع اس ظلم سخت کے، اس مضمون کو حذف کرے، ایک دو لفظ موافق قاعدہ و قانون انگریزی لکھ کر، مقدمہ سچا دائر کرے، یا وقت دوران مقدمہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے کوئی کلمہ جھوٹ، واسطے احقاق حق ورفع ظلم کے، اظہار میں بیان کرے، تو اس پر مواخذہ شرعی ہے، یا نہیں؟

اور اب اس زمانہ میں کوئی مقدمہ کیسے ہی سچے سے سچا کیوں نہ ہو، بوجہ پابندی انگریزی قانون، بلا آمیزش جھوٹ ممکن نہیں ہے، کہ درست ہو جاوے اور اس میں احقاق حق ہو جاوے، تو اب کیا کرنا چاہئے؟ بینوا بسند الکتاب من الفقه و السنة و الکتاب، توجروا عند الله الوهاب.

جواب: محض اپنا حق وصول کرنے کے واسطے، کہ کسی کو اس میں مضرت جان و مال کی دینا نہیں، کوئی صورت پیدا کرنا اور کذب و توریہ سے اپنا حق حاصل کرنا، درست ہے۔ شرعاً اس میں کچھ اثم و ملامت نہیں، کتاب و سنت و فقہ سے سب سے ثابت ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۶۔۲۱۷)

(۵۶۴) ڈبل پیسے کا منصوری پیسے سے تبادلہ؟

سوال: پیسہ ڈبل کو بھنانا، بایں طور کہ ایک منصوری لے لیا اور باقی کوڑی لے لی، یہ بھنانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: فلوس ڈبل کے بدلہ میں، فلوس منصوری (۱) اور کوڑیاں لینی، درست ہے، علی الاصح فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۰۔۱۰۲)

رہن

(۵۶۵) رہن کی زمین سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں؟

سوال: رہن کی زمین کی پیداوار میں سے، جو خرچ ہل یا ہتی وغیرہ کی لکڑی کا اور لوہے کا اور مزدور کا، اور بیلوں کا اور حاکمی کا ہوتا ہے، مجرا ہونا چاہئے، یا نہیں؟

جواب: رہن زمین کا تصرف ہی درست نہیں، تو مجرا کیا ہوگا، اور باقی کیا ہوگا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۳۳)

---

(۱) نوے، سو، سال پہلے پیسے کی بڑی قیمت تھی، تانبہ کے پیسے ہوتے تھے، ایک روپیہ میں چونسٹھ پیسے آتے تھے، اور ہر اک پیسہ میں خود کئی رقمیں چھپی ہوئی رہتی تھیں، ہر اک پیسہ کے دو منصوری پیسے آتے تھے، اور ہر اک منصوری پیسہ میں دمڑیاں ہوتی تھیں، اور ہر اک دمڑی میں پانچ کوڑیاں، اور ہر اک کوڑی میں بھی کچھ نہ کچھ آ جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک پیسہ میں سولہ عدد متفرق چیزیں [سامان] خریدی جا سکتی تھیں، دوسری صورت یہ تھی کہ ایک پیسے میں سولہ گنڈے ہوتے تھے ہر اک گنڈا دو پائی کے برابر ہوتا تھا، پھر اس میں اسی طرح دمڑی اور دمڑی کے بعد کوڑیاں آتی تھیں۔ آج حال یہ ہے کہ بھیک مانگنے والے فقیر بھی ایک دو روپے کا سکہ دیکھ کر، واپس کر دیتے ہیں کہ اس کا کیا آئے گا۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۶۶) شی مرہونہ سے نفع لینے کا حکم؟ اور مسئلہ شاۃ مرہونہ میں یہ کہنا ہے، کہ جو مرتہن نے اذن راہن سے شیر پیا، اس کا ضمان نہیں، عام ہے کہ بشرط انتفاع رہن رکھا تھا اور نفع لینا حرام تھا، یا بلا شرط وعرف رہن رکھا تھا اور پھر اذنِ انتفاع دیا۔ اس میں حلت وحرمت سے کچھ بحث نہیں۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۲۷)

(۵۶۷) رہن سے نفع کے لئے ہدایہ کے ایک مسئلہ کی وضاحت: مسئلہ: ہدایہ میں کچھ خلاف نہیں۔ اصل یہ ہے کہ نفع جو قرض کے عوض میں بشرط [اضافہ یا نفع] ملے حرام ہے؟ اور اس کو ربوا اور سود کہتے ہیں اور اگر بلا شرط ملے تو وہ درست ہے۔ اور یہ قاعدہ بھی محقق ہے کہ: المعروف کالمشروط. پس اب سنو! کہ حاصل اس مسئلہ کا کہ انتفاع باذن درست ہے، یہ ہوا کہ اگر کسی نے رہن کیا اور انتفاع رہن نہ مشروط ہوا اور نہ عرف میں ٹھہرا ہوا تھا، پس بقدر رہن کے اگر بلا وجہ بخوشی خود راہن مرتہن کو اذن، انتفاع کا دیوے، تو درست ہے۔ پس اس سے جواز انتفاع رہن، جو اس زمانہ میں جاری ہے، ہرگز جائز نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں انتفاع معروف ومقرر ہے، سو وہ مثل مشروط کے ہو کر حرام ہے، اور یہ اذن خود شرط ہے، نہ اذن مباح۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۲۶ تا ۱۲۷)

(۵۶۸) کیا رہن رکھی گئی چیز کو مرتہن فروخت کر سکتا ہے؟ سوال: اگر کسی شخص نے اپنا زیور گرو [ی] رکھا اور کچھ دنوں کے بعد مرتہن نے راہن سے کہا کہ اپنا زیور چھڑا لے، اور اس نے کہا کہ میرے پاس تو ابھی چھڑانے کا بندوبست نہیں ہے اور مرتہن کہتا ہے کہ میں تنگ ہو رہا ہوں، مجھ کو روپیہ کی ضرورت [ہے] تو اس زیور کو فروخت کر دے، اور راہن زیور فروخت کرنے سے انکار کرتا ہے، تو اس صورت میں مرتہن، اس زیور کو فروخت کر کے، اپنا روپیہ وصول کرے، تو جائز ہے یا نہیں۔ یا کسی جگہ دوسرے [کو] رہن کر کے، اپنا روپیہ وصول کر لے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مرتہن بلا اذن راہن یا حکم حاکم اس شے کے بیچنے یا رہن رکھنے کا مجاز نہیں، مگر جب بالکل مجبور ہو جاوے اور کوئی صورت وصول کی نہ ہو تو اس وقت بیچ کر، بقدر اپنے دین کے رکھ کر، باقی مالک کو دیدے۔ واللہ اعلم (بدست خاص ص ۵)

ہبہ

(۵۶۹) ہبہ کے ایک معاملہ کی شرعی تحقیق؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بندہ والد نے زید کو متبنیٰ کر کے کل جائداد اپنی بنام زید ہبہ بلا عوض لکھ دیا، اور ایک اقرار نامہ شرطی زید سے لکھوایا کہ میں مقر، ہمیشہ اطاعت میں رہوں گا، کبھی بد چلنی وبد اطواری نہ کروں گا۔ اگر تا حیات بندہ کی کبھی قصداً انتقال جائداد موہوبہ کا کروں، تو بندہ واہبہ جائیداد موہوبہ مجھ سے واپس کر لے، البتہ بعد وفات بندہ واہبہ جائیداد موہوبہ کا مجھے اختیار ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہندہ نے جائیداد موہوبہ پر قبضہ نہیں دیا، بلکہ ڈیڑھ برس کے بعد ایک درخواست دی، کہ میں نے ہبہ نامہ بنام زید لکھدیا ہے، مگر داخل خارج نام کا بعد میرے موہوب لہ کو اختیار حاصل ہے، اور موہوب لہ نے بھی عرصہ دو برس گیارہ ماہ کے بعد، ایک درخواست دی، کہ میں نے بوجہ دل شکنی ہندہ کے داخل خارج نہیں کرایا، و نہ ابھی قصد ہے۔ بعد اس کے کئی برس بعد داخل خارج کی کارروائی ہوگئی۔ مگر قابض دخیل متصرف ہندہ رہی، اور واقعی ہندہ نے قبضہ موہوب لہ کو بھی نہیں دیا، جب مرض الموت میں بیمار ہوا، ہندہ نے اپنا ہبہ ہوش وحواس میں زید سے واپس کرلیا، اور زید نے بلا عذر ہبہ نامہ واپس دے کر، ابراء نامہ لکھدیا۔ سوائے تحریر واپسی کے ابراء نامہ میں یہ بھی لکھدیا، کہ آج تک نام میرا رجسٹر سرکار میں برائے نام رہا، مگر مالک وقابض جائیداد موہوبہ کی ہندہ رہیں، تاریخ ہبہ نامہ اور اقرار نامہ سے، وقت واپسی ہبہ وتحریر ابراء نامہ تک، کوئی شے جائیداد موہوبہ میں تغیر وتبدل نہیں ہوئی۔

ایسی صورت میں ہبہ ناجائز اور رجوع عن الہبہ، جائز ہے، یا دونوں، یا کون ناجائز ہے۔ بینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب.

جواب: یہ ہبہ اوّل ہی ناتمام تھا، کیونکہ موہوب لہ کا قبضہ موہوب شے پر نہیں ہوا، لہٰذا رجوع بھی درست ہوگا:

قال فی الدر المختار: وتتم الهبة بالقبض الكامل فی يده محرز مفرغ مقسوم . انتهى(۱)

چوں کہ ہبہ تمام نہیں ہوا، لہٰذا رجوع میں اس کے معصیت نہیں ہوئی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۵۱۔۱۵۲)

(۵۷۰) موہوبہ زمین کے ایک معاملہ کی تحقیق؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ زید نے، ایک جائیداد زینب کی، جو بحکم عدالت انگریزی نیلام ہوگئی تھی، خریدار نیلام سے خریدا۔ زینب کے واسطے بطور اسم فرضی اپنے نام سے خریدی، اور زینب سے کہا میں نے تمہارے واسطے خریدی ہے، قیمت اس کی تم یا تمہاری اولاد وقتاً فوقتاً ادا کردے۔ بعد چند روز کے زید نے بمقابلہ چند اشخاص معتبرین کے، عبداللہ پسر زینب سے اسی زمین پر کھڑے ہوکر کہا، کہ اس زمین کو کس طرح پر لوگے، عبداللہ نے کہا کہ جس طرح پر دوگے، تب زید نے کہا، کہ زمین [میں] نے دی اور مگر قیمت میں نہ لوں گا، یا یہ کہا کہ قیمت مجھ کو لینا منظور نہیں، پس اس صورت میں زر ثمن کی ہبہ سمجھی جائے گی، یا زمین کی۔ بینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب.

جواب: زید اس خرید نیلام میں فضولی ہے اور خرید فضولی کی فضولی پر تمام ہوجاتی ہے۔ قال (فی) الدر المختار

---

(۱) اصل میں اسی طرح ہے مگر درمختار اور شامی کے مطبوعہ نسخوں کی عبارت میں کسی قدر فرق ہے، اور یہ عبارت نقل کی گئی ہے جو حاصل مفہوم ہے جملہ عبارت کے لئے ملاحظہ ہو درمختار کتاب الهبة ص ۵۹۱ ج ۱۲ مکس مجتبائی اور شامی ج ۸ ص ۱۰ مکس مجتبائی دہلی باب [illegible] شامی کتاب الهبة ص: ۶۹۰۔۶۹۲ ج: ۵ (دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ)

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ(۱) پس قول زید کا زمین میں نے دی ہبہ ہے، کہ دینا ہبہ کا لفظ ہے، مگر قیمت نہ لوں گا، دفع احتمال بیع کا ہے، لہٰذا یہ عقد ہبہ زمین کا ہے، نہ ہبہ ثمن کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۲۔۱۵۳)

(۵۷۱) مرض الموت میں ہبہ کی گئی جائیداد کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب: کہ کوئی شخص بحالت صحت یا مرض الموت میں، اپنی جائیداد کو، باوجود موجودگی دیگر ورثاء کے، خاص ایک شخص، ذوی الفروض یا عصبہ یا ذوالرحم یا اجنبی کے نام ہبہ یا بیع کر دے، تو یہ نافذ ہوگا، یا نہیں؟ بلکہ جملہ ورثاء پر بطور فرائض (تقسیم) کیا جاوے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر کسی نے حالت صحت میں اپنی جائیداد کسی وارث کو دے کر، تقسیم کرا کر، قابض کرا دیا، ہبہ صحیح ہو گیا، اب بعد فوت اس شخص کے ورثاء کا کوئی دعویٰ اس میں نہیں ہو سکتا اور جو صحت میں کہا مگر مشاع ہے، یا قبض موہوب لہ نہیں ہوا، تو ہبہ فاسد ہے۔ بعد موت واہب کے یہ ہبہ فسخ ہو کر، سب ورثاء پر تقسیم ہوگا اور جو بیع کر دی ہے تو کسی حال میں بھی بیع فسخ نہ ہو سکے گی، اگرچہ مرض الموت میں کی ہو، بشرطیکہ محاباۃ نہ ہو بلکہ ثمن مثل کو بیع کی ہو، اور ہبہ ثمن نہیں تو ثمن میں وہی حال ہوگا، جو اصل شے؟ جواب ہے، اعنی صحت میں تام اور مرض میں باطل ہے۔ اور جو یہ ہبہ مرض الموت میں کیا ہے تو بالکل باطل ہے، ہبہ وارث کو مرض الموت میں باطل ہوتا ہے۔ اس میں سب ورثاء برابر میراث پاویں گے۔ فقط ہکذا فی سائر کتب الفقہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ رام پور ص ۱)

(۵۷۲) ہبہ کی ہوئی چیز کو واہب کے ورثاء واپس لے سکتے ہیں؟

سوال: ورثاء واہب کو، شے موہوبہ کا ورثاء موہوب لہ سے، بہ جبر لے لینا جائز ہے یا نہیں، بصورت عدم جواز ان کی شان میں کیا وعید ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: بعد موت موہوب لہ کے حق استرداد ساقط ہو گیا، اب ہرگز ورثا واہب ورثہ موہوب لہ سے، موہوب واپس نہیں لے سکتے۔ اگر جبراً لیویں گے تو غاصب، ظالم، فاسق شرعاً ہو کر، ماخوذ بعذاب ظلم و غصب ہوویں گے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۳)

(۵۷۳) اگر ورثاء موہوبہ چیز کو زبردستی واپس لے لیں تو؟

سوال: اگر ورثاء واہب شے موہوبہ کو ورثاء موہوب لہ سے جبراً چھیننا چاہیں اور ورثاء موہوب لہ نہ دیویں اور مزاحمت کریں، اور ان لوگوں کو مار کر

---

(۱) در مختار کتاب البیوع (فصل فی الفصولی) ص ۳۱ ج ۴ مکتبہ نعمانیہ، نیز شامی باب مذکور ص ۱۰۹ ج ۵ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز شامی باب مذکور ص ۱۳۰ ج ۴۔ (مطبع مرتضوی ملتان پاکستان) ناشر

toobaa-elibrary.blogspot.com

نکال دیں، تو ان ورثاء موہوب لہ، پر کوئی ملامت شرعی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان کو کیا کرنا چاہئے، اور اگر نہیں ہے، تو مزاحمت کیوں کر کی جاوے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہرگز ورثاء موہوب لہ پر شرعاً واجب نہیں، بلکہ ظالموں کا مال نکال دینا اور اپنا مال بچانا درست ہے، ایسی حالت میں اگر ظالم کے ضرب آوے، تو بھی کچھ ضمان وتاوان نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فتاویٰ ص ۳۱۹)

(۵۷۴) ہبہ مشاع میں واہب کے وارث کا رجوع کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین: اس مسئلہ میں کہ محمد وحامد ومحمود تین بھائی تھے اور ان کے خاندان میں یہ رواج ہے کہ، جو بھائی جس قطعہ زمین پر قابض ہو گیا، دوسرے بھائی نے کچھ تعارض نہیں کیا، اور تینوں بھائیوں کی اولاد میں اب تک یہی دستور چلا آتا ہے۔ حامد نے ایک قطعہ زمین پر باغ لگایا اور ایک زوجہ زینب اور دو پسر ایک دختر کو اس پر وارث چھوڑ کر، حامد نے وفات کی، اس.....کا حق موافق باغ میں نیلام ہو گیا، زید ایک شخص خدا ترس نے، مسماۃ زینب کے واسطے خرید از نیلام، پس اس شے کو اپنے نام سے بطور فرضی رسم خرید کیا، جب زینب اور اس کے پسر نے زر ثمن دیکر، اپنے نام کرانے کا قصد کیا، تو زید کے بڑے بھائی نے زید کو لکھنے سے ممانعت کی، اس وقت میں یہ معاملہ ملتوی ہو گیا۔

عبداللہ پسر زینب کی شادی، آمنہ خواہر زید کے ساتھ ہو گئی، تب زید نے بطور جہیز دینے کا اس کو قصد کیا، تب بھی برادر زید نے اس کو باز رکھا، بعد اس خصوصیت کے بفہمائش زید عبداللہ نے برادر زید سے گفتگو کی، اور بعد رد [و] کد بسیار زید اور ان کے دونوں بھائی اور بعض اشخاص معتبرین اہل برادری، اسی موقع زمین پر آئے اور زید نے عبداللہ سے کہا، یہ زمین ہم نے ہبہ کی لیکن زر ثمن لینا ہم کو منظور نہیں، عبداللہ نے اس کو قبول کر لیا اور اسی وقت سے عبداللہ کا قبضہ داخل زمین مذکور پر چلا آ رہا ہے۔

اب بعد فوت زید چند سال کے بعد، مسمی خالد پسر زید کو، بعض معاندین عبداللہ نے ورغلا کر، اس زمین کا دعوی کرایا۔ خالد کہتا ہے کہ یہ زمین مشترک ہے اور ہبہ مشاع جائز نہیں، عبداللہ کہتا ہے کہ یہ خریداری زید کی فرضی تھی، اس نے ہمارے واسطے خرید کیا تھا، اب بوجہ خصوصیت شادی کے زید نے اپنی بہن کی مروت سے، زر ثمن ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ معاملہ ہبہ ثمن کا ہے نہ [ہبہ] زمین کا، پس اس باب میں از روئے شرع شریف، جو امر حق ہو، بسند تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا۔

جواب: زید نے نیلام، اگرچہ زینب کے ہی واسطے خرید کیا ہو، مگر چونکہ اس میں زینب کا نام لے کر نہیں خرید کیا، بلکہ ایجاب وقبول ہر دو بنام زید ہوئے، تو نیلام بنام زید ہی ہوا، زینب کا اس میں کچھ حق نہیں۔ اس واسطے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

زید اس صورت میں فضولی ٹھہرتا ہے، اس لئے کہ توکیل زینب کی یہاں.....نہیں معلوم ہوتی، لہٰذا یہ نیلام ملک زید کا ہوا۔ قال فی الدر المختار: قید بالبیع لأنه لو اشتری لغیره نفذ علیه. انتهی (۱)

پس بعد اس کے کہ یہ نیلام ملک زید کا ہوا تو زید کا، یہ کہنا کہ یہ زمین ہم نے عبداللہ کو دیا، ہبہ ہوا، اور یہ قول زید کا کہ زرِ ثمن لینا منظور نہیں، دفع اس احتمال کا ہے کہ عبداللہ بیع نہ سمجھ جاوے، جیسا کہ پہلے ثمن دے کر لکھایا چاہتی تھی۔ بہر حال ظاہر متبادر لفظ دیا سے یہ ہے کہ اور احتمال بیع کو دفع کرنا، دوسرے کلام [سے]۔ پس ہر گاہ کہ یہ ہبہ ہوا، تو ہبہ مشاع فاسد ہوتا ہے، اور اس میں وارث کو بھی رجوع کرنا درست ہے، علی الاصح! اگرچہ قبض موہوب لہ کا ہو گیا ہو، چنانچہ صاحب ردالمحتار نے تصریح ان کی کی ہے:

وفیه و کما یکون للواهب الرجوع فیها یکون لوارثه بعد موته لکونها مستحقة الرد، و یضمن بعد الهلاک کالبیع الفاسد (۲)

اور قول عبداللہ کا کہ اس نے ہمارے واسطے خرید کیا ہے، قابل التفات نہیں شرعاً۔ جیسا اوپر واضح ہو چکا فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۳، ۱۵۵)

(۵۷۵) ہبہ مشاع یا بیع کی تفصیل میں اختلاف کے ایک معاملہ کی تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں: کہ ایک قطعہ زمین میں حصہ زینب کا بحکم عدالت انگریزی، بلالحاظ شرع شریف نیلام ہو گیا، ایک شخص غیر نے خرید کیا، تب زینب نے احمد کی معرفت خریدار نیلام سے خرید کیا، مگر احمد نے زرِ ثمن اپنے پاس سے ادا کیا اور بیع نامہ بھی احمد کے نام لکھا گیا۔ احمد نے، زینب سے کہا کہ میں نے تمہاری زمین تمہارے واسطے خرید کر لی، جب قیمت دینا لے لینا، بعد چندے باجازت زینب کے احمد نے، پسر زینب عبداللہ کو جو احمد کی بہن کا داماد بھی ہے، اس زمین پر قبضہ دیدیا اور زرِ ثمن لینے سے انکار کیا۔ اب احمد کا انتقال ہو گیا، مسمی خالد پسر احمد اس بیان سے دعویدار ہے کہ زمین مشترکہ ہے اور یہ دینا احمد (کا) ہبہ ہے اور یہ مشاع ناجائز ہے اور فیصلہ اس نزاع کا بوجہ گذر جانے، میعاد قانون انگریزی کے، خالد چاہتا ہے کہ از روئے شرع شریف فقہ حنفیہ کے کیا جاوے۔

عبداللہ پسر زینب کہتا ہے کہ یہ معاملہ ہبہ مشاع نہیں ہے، یہ زمین شرعاً احمد کی ملک نہیں ہوئی، کیونکہ اسے زینب کے

---

(۱) الدر المختار، کتاب البیوع، فصل فی الفضولی (۲ ۳۱) [مجتبائی دہلی: ۱۳۳۴ھ] نیز ردالمحتار علی هامش الدر المختار ج:۴ ص:۱۳۷، مجتبائی دہلی باسنہ۔ [نور]

(۲) رد المحتار کتاب الهبه ص ۶۹۲ ج ۵، دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ نیز شامی در باب مذکور ج:۴ ص:۵۱۱، مجتبائی دہلی باسنہ۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

واسطے خرید کی تھی، احمد کو سوائے زرِ ثمن پانے کے اور کوئی استحقاق نہ تھا اور وہ حق احمد نے عبداللہ کو دے دیا، اور نیز انتقال جائیداد زینب کا، جو ابتداءً بحکم عدالت انگریزی، بلالحاظ احکام شریعت کے ذریعہ نیلام ہوا تھا، وہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

پس صورت مسئولہ میں، ازروئے شرع شریف مذہب حنفیہ کے، زمین مذکور عبداللہ پسر زینب کو ملنا چاہئے، یا زینب کو۔ اور خالد پسر احمد کو زرِ ثمن پانے کا استحقاق ہے، یا بوجہ ہبہ احمد کے زرِ ثمن زینب سے، عبداللہ پسر زینب کو ملے گا اور حسب قول عبداللہ انتقال، ابتداءً جائیداد زینب کا، جو بحکم عدالت انگریزی ہوا تھا، وہ اس صورت میں قائم رہ سکتا ہے، یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

جواب: ہرگاہ کہ زینب نے بوسیلہ احمد کے نیلام شدہ جائیداد کو خرید کیا ہے، تو احمد وکیل زینب کا ہوا اور یہ مبیع ملک زینب کی ہوگئی، اگر [چہ] بیع نامہ احمد کے نام لکھا گیا اور زرِ ثمن بھی احمد نے اپنے پاس سے دیا ہو:

ولو وکله بشراء شیء لایشتریه لنفسه(۱) انتهی درمختار

پس احمد نے بعد خرید کے بھی زینب سے اقرار کرلیا ہے، کہ یہ شے تمہارے واسطے خرید کی ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ مالک اس مبیع کی زینب ہوئی، اور حبس رکھنا مبیع کا بوجہ زرِ ثمن کے تھا، کہ جب زرِ ثمن زینب سے وصول ہوویگا، اس وقت قبضہ زینب کا کرادیا جائیگا اور یہ امر جائز ہے۔ قال فی الدر المختار:

و للوکیل حبس المبیع بثمن دفعه الوکیل من ماله الخ (۲)

اس سے بھی معلوم ہوگیا، کہ وکیل اگر اپنے پاس سے ثمن دیکر خرید کرے، تو ملک موکل کی ہی ہوتی ہے، پھر جب احمد نے پسر زینب کا قبض مبیع پر کرادیا اور ثمن معاف کردیا، تو ہبہ واسقاط ثمن کا ہوا، الحاصل یہ ہبہ زمین مبیع کا نہیں، کیونکہ مبیع خود ملک زینب کی ہے، یہ دعویٰ پسر احمد کا خلاف حکم شرع کے ہے اور یہ زمین ملک زینب کی ہے۔ فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد

اس مسئلہ کا جواب پہلے بھی یہاں سے لکھا گیا ہے، مگر اس میں خرید نا مشتری کا باذنِ زینب نہیں لکھا تھا، بلکہ بدون امر بطور فضولی خریدنا لکھا تھا، لہٰذا اس کے جواب میں یہ لکھا گیا تھا کہ مالک مبیع کا مشتری ہے اور بعد قبض پسر زینب وہ ہبہ مشاع ہوتا ہے، پس اس جواب کو اُس جواب کے مخالف نہ جاننا چاہئے، کیونکہ ہر دو سوال میں مخالفت ہے۔ جواب حسب سوال لکھا جاتا ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۰ تا ص ۲۰۲)

[**نوٹ:** ایک اور مسئلہ: مشاع کا ہبہ جب کہ اپنے شریک کو، کرے جائز ہے، یا نہیں۔ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

---

(۱) الدر المختار، باب الوکالة (۲/ ۱۰۵) [مجتبائی دہلی: ۱۳۳۴ھ۔] (نور)

(۲) درمختار باب الوکالة بالبیع والشراء (۲/۱۰۵) [مجتبائی دہلی: ۱۳۳۴ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۷۶) باپ نے اگر اپنی زندگی میں اپنا مال کسی کو ہبہ کر کے قبضہ کرادیا، تو اس میں کسی اور کا کچھ حصہ نہیں رہا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ زید اپنے پدر کے سامنے دو پسر چھوڑ کر مر گیا، بعدہ زید کے پدر جو عمرو ہے، اس نے زید کے دولڑکے جو بکر و خالد ہیں، ان دونوں کو اپنا اسباب و مال ہبہ کر دیا، اب وہ مال و اسباب خاص ان دونوں کا ہو چکا ہے، یا غیر کو بھی تقسیم ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا!

جواب: اگر عمرو نے سب اشیاء دونوں پوتوں کو ہبہ صحیح کر دیا اور قبضہ دونوں کا بھی درست ہو گیا ہے، تو اب وہ سب ان دونوں پوتوں کا ہے، کسی غیر کا اس میں حصہ نہیں، نہ حیاۃ عمرو میں نہ بعد موت عمرو کے۔ فقط کذا فی کتب الفقہ، واللہ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۱۴)

(۵۷۷) اولاد کے حق میں ہبہ کے معتبر ہونے کی تفصیل:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں: کہ ایک شخص نے اپنی کل جائیداد موروثی ومکسوبہ، اپنی اولاد میں سے دو لڑکوں کو، کہ مطیع اور فرماں بردار تھے، بنام ایک کے دو ثلث اور بنام دوسرے کے ایک ثلث، ہبہ نامہ لکھ کر قبضہ اور دخل دیدیا، دو لڑکوں کو بوجہ ان کی بدچلنی اور نافرمانی اور ایذاء رسانی کے اس جائیداد سے محروم کیا، اور وہ شخص واہب قریب آٹھ سال تک زندہ رہا اور اشیاء موہوبہ سے کچھ تعلق اور سروکار نہیں رکھا، کل جائیداد موہوب لہما کے قبضہ میں رہی اور اب تک ہے۔ اب عرصہ تین برس کا ہوا کہ واہب قضا کر گیا، اس صورت میں وہ ہبہ نامہ بموجب شرع شریف جائز ہے، یا نہیں؟ یا کسی صورت میں محروم الارث اولاد کو، اس جائیداد موہوبہ مقبوضہ موہوب لہما سے، بموجب استحقاق شرعی کچھ مل سکتا ہے؟

اور ہبہ مشاع کی تعریف شرعاً ہبہ ہے، کہ کسی جائیداد کا ہبہ کرنا جو غیر منقسم ہو، کیوں کر بوجہ نہ ہونے تقسیم کے قبضہ اس جائیداد پر نہیں ہو سکتا اور ہبہ میں قبضہ شرط ہے، پس جائیداد مواضعات میں قبضہ از روئے تحصیل وصول کے ہوتا ہے، اور تفریق حصص کی ایک ثلث اور دو ثلث سے ہو چکی، اور بموجب اس تقسیم کے جائیداد موہوبہ پر، قبضہ موہوب لہما کا ہے، اس صورت میں ہبہ مشاع سمجھا جاوے گا، یا نہیں، باقی مکانات مسکونہ پر قبضہ از روئے سکونت کے ہے اور جو زائد سکونت سے ہے وہ حمام وغیرہ کے حکم میں سمجھی جاوے گی، یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ بعد نفاذ ہبہ نامہ کے، کل جائیداد موہوب لہما نے برضامندی اپنی تقسیم کر لی، بلکہ اکثر مکانات جو مخالفوں نے بجبر کرادئے تھے، از سر نو بنا کر، مع ان مکانوں کے جو گرنے سے محفوظ رہے تھے، تقسیم کر لئے، اب حکم مشاع

toobaa-elibrary.blogspot.com

میں سمجھے جاویں گے، یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک جز کے ناجائز ہونے سے کل ناجائز سمجھا جائیگا، یا جز۔ بینوا توجروا!

جواب: اگر شخص مذکور نے اپنی جائیداد جو کسی میں مشترک نہ تھی، خالص اس کی تھی اور منقسمہ اپنے بیٹوں کو دیدی، اس طرح کہ دونوں کو ثلاثاً مالک کیا اور دونوں بیٹوں نے اس پر قبضہ وتصرف کیا، تو یہ ہر دو پسر حسب حصص مالک اس کے ہوگئے، اب کسی وارث کو بعد انتقال واہب کے اس پر دعویٰ نہیں ہوسکتا۔ اور یہ جواب حسب روایت صاحبین کے ہے، جس پر بعض کتب میں فتویٰ دیا گیا ہے: قال فی العالمگیریة:

ذکر الصدر الشهید إذا وهب من رجلین ما یحتمل القسمة حتی فسدت الهبة عنده، ثم قبضها یثبت الملک ملکاً فاسداً، قال وبه یفتیٰ کذا فی الفتاویٰ العتابیة (۱)

اور اگر خود واہب کی جائیداد اوروں میں مشترک ہے اور واہب نے اس میں کے اپنے مملوک حصے بنام ہر دو پسر ہبہ کئے ہیں، تو یہ ہبہ فاسد ہے اور مفید ملک نہیں ہے، بعد انتقال زید کے وارثان زید اس میں شریک ہونگے، اور اپنا اپنا حصہ لیویں گے۔ فی الدر المختار:

ولو سلمه شائعاً لایملکه فلاینفذ تصرفه فیه انتهی. (۲)

اور اس صورت میں قبضہ تحصیل وصول کافی نہیں ہوسکتا اور جز میں فساد آنے سے کل میں فساد نہ آوے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر) (مجموعہ فرخ آباد ص ۵۹۔۶۰)

(۵۷۸) زکوٰۃ ساقط کرنے کیلئے ہبہ کے حیلہ کی تحقیق اور حکم؟

ہبہ کے حیلہ میں، اگرچہ ہبہ کا مسئلہ کتب فقہ میں نہیں، مگر یہ مسئلہ لکھا ہے کہ بعد حولان حول کے صدقہ کرنے سے زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے، پس جب کسی نے کسی کو ہبہ کیا تو ملک واجب سے نکل گیا، اس پر زکوٰۃ نہ آوے گی۔ جب دو تین سال بعد اس نے رجوع چاہی اور موہوب لہ نے دیدیا تو فقط طلب واہب سے، اس پر ادا ضروری نہیں ہوتا، مگر بقضاء، اگر بیان قضا کی نوبت نہ آئی، اس نے دیدیا، تو یہ دینا اپنی ملک سے اخراج ہے، بحکم صدقہ ہوتا ہے، جب اس نے سب اپنی ملک سے اخراج کردیا، تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حیلہ کے موقع میں موہوب لہ سے قرار ہوجاتا ہے، سو اگر موہوب لہ بہ نیت تصدق دیدیوے، حسب قرارداد، تو زیادہ تر واضح ہوجاوے گا۔ فقط۔

---

(۱) فتاویٰ عالمگیری فصل فیما یجوز من الهبة و مالایجوز ص ۵۲۶ ج ۴ (مطبوعہ بندر ہوگلی کلکتہ: ۱۲۴۸ھ) [نور]

(۲) در مختار مع کشف الأستار کتاب الهبة ص: ۱۵۹/ ج: ۲ [عکس مجتبائی: ۱۳۲۴ھ] [نور]

نیز الدر المختار مع الشامی کتاب الهبة ص ۶۹۲ ج ۵ (دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ) نیز الدر المختار مع الشامی کتاب مذکور ص: ۵۱۱ ج ۴ [مطبع مرتضوی۔ دہلی باہتمام عزیز الدین] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسرا خدشہ جو ہبہ صغیر کا ہے، جو ظاہر معنی اس کے ہیں کہ مشتری اپنے صغیر کو ہبہ کر دیوے، تو یہ حنفیہ کا مذہب نہیں اور ان کے قواعد کے موافق نہیں، سو یا تو کسی دوسرے شخص پر اعتراض ہے، یا اس کی یہ توجیہ ہے کہ بائع ابن صغیر مشتری کو ہبہ کر دیوے، اب شفیع دعویٰ کرتا ہے کہ یہ بیع ہوئی ہے، مگر حیلہ اسقاط میرے حق کے واسطے صورت ہبہ کی بنائی ہے، تو اس میں حلف صغیر پر آنا چاہئے کہ موہوب لہ ہے، کہ یہ دار تیرے پاس آیا، واقعی بطور ہبہ ہے اور دعوی شفیع کا غلط ہے، تو یہ ممکن نہیں، مگر یہ نصب مقسوم میں ہو سکتا ہے، نہ مشاع میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس کی توجیہ سوائے اس کے کبھی بندہ سے نہیں ہو سکی، اگرچہ عسقلانی دیکھی، مگر بجز اس کے کچھ فہم میں نہیں آیا ہے اور اس وقت اس کے دیکھنے کی حاجت نہیں ہوئی۔

(مکتوبات حضرت گنگوہیؒ بنام مولانا خلیل احمد سہارنپوری مکتوب: ۵)

امانت

(۵۷۹) اگر امانت احتیاط کے باوجود ضائع ہوگئی، تو اس کا تاوان؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نے ایک چیز مرمت کے واسطے اس طرح سے زید کو دی، کہ تم اس کو اپنے باپ بکر کو دیدینا، کہ وہ مرمت کرا کے بھیجدیں گے۔ اس کے بعد جب بکر سے وہ چیز طلب کی، تو یہ جواب دیا کہ اول تو مجھ کو صحیح طور سے یہ یاد نہیں، کہ زید نے مجھے دی ہو، اور شاید دے دی ہو، تو گم ہوگئی۔ اس صورت میں اس کی قیمت یا معاوضہ اسی قسم کا لینا درست ہے، یا نہیں؟ اور یہ داخل امانت ہے یا نہیں، اور اگر امانت گم ہو جاوے، اس کا عوض لینا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

جواب: زید امین ہے، اس کے پاس سے، اگر باوجود احتیاط کے وہ شے گم ہوگئی، تو ضمان نہ آوے گا اور جو بے پروائی سے تلف ہوئی، تو ضمان دے گا، مگر اثبات اس امر کا مالک کے ذمہ پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۶۸۔۱۶۹)

(۵۸۰) مال عاریت کے گم ہونے پر ضمان؟ سوال: اگر زید از عمرو چیزے بطور عاریت بوعدہ دو روز یا سہ روز گرفت، پس آں چیز بعد از سہ روز گم شد، زید ضامن گردد، یا نہ؟

ترجمہ: اگر زید نے عمرو سے کوئی چیز عاریت کے طور پر، دو یا تین دن کے لئے لی، پھر وہ چیز تین دن کے بعد گم ہوگئی، زید اس کا ذمہ دار ہوگا، یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: ضمان بر مستعیر نیست، اگر باوجود احتیاط گم شد:

ترجمہ: اگر احتیاط کے باوجود، مستعار چیز گم ہوجائے تو لینے والے پر اس کا بدلہ نہیں ہے۔ لا تضمن باهلاک من غیر تعدمختار

مگر دریں صورت اگر موقت بسہ روز عاریت بود، پس بلاوجہ درا ودیر کرد وفوت شد، البتہ ایں تعدی موجب ضمان خواہد شد، اگر تاخیر بلاضرورت وتاخیر فاحش است، واگر بعزم ارسال بود، کہ بلا تعدی فوت شد ضمان نیست۔

فلو کانت مؤقتة فأمسکها بعده فهلکت ضمنها . انتهی فقط واللّٰه اعلم

ترجمہ: مگر اس صورت میں اگر [وہ چیز] تین دن مقررہ وقت کے لئے عاریت تھی، مگر بغیر کسی خاص وجہ کے، اس کے واپس کرنے میں دیر کی، تو اس غفلت کی وجہ سے بدلہ [ضمان] ہوجائے گا، اگر دیر کرنا بغیر ضرورت کے اور فضول تھا اور اگر بھیج دینے کا پکا ارادہ تھا اور وہ سامان بغیر دیر کئے ضائع ہوگیا، تو اس میں بدلہ نہیں ہے۔ [ت: نور]

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۷۔۱۷۸)

(۵۸۱) امین اگر امانت کو رکھ کر بھول جائے، تو یہ عذر نہیں!

اگر امین امانت کو رکھ کر بھول کر رکھ کر بھول جائے، تو یہ نسیان عذر نہیں، فقط

(نسخہ رام پور ص ۱۶)

سود

(۵۸۲) رشوت دینا اور سود کا کاروبار؟

سوال: جو لوگ سود لے کر کھاتے ہیں اور جو کچھ کارسرکاری ان کو پڑتا ہے، اس میں رشوت دے کر، اپنا کار جاری کراتے ہیں، اور جو صاحب صوم وصلوۃ کے پابند ہیں، وہ تمسک لکھتے ہیں، اور گواہی سود کی بھی دیتے ہیں، ان کا کیا حال ہے، اور ان کے مال کا، کیا حکم ہے؟

الجواب: رشوت دے کر اپنے اوپر سے ظلم ٹلانا درست ہے، اگر آدمی جانتا ہے کہ رشوت نہ دے گا، تو ستم اہل کار ان میں مبتلا ہوگا، یا اگر رشوت نہ دے گا تو مقدمہ جو حق ہے، بگڑ جائے گا، ایسی حالت میں رشوت دے کر، اگر اپنا کام درست کرالیں، یا ظلم کو رفع کرادیں جائز ہے، اس میں کچھ گناہ نہیں۔

اور جو روپیہ بلا سود نہ ملے اور ناچار ہوجاوے کہ کچھ کام نہیں چل سکتا، تو ناچار بقدر ضرورت سود دے کر لیوے، تو توقع ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ معاف کردے، کہ ناچاری میں مجبور ہوکر سود دیتا ہے۔ اور شادی غمی کی رسموں کے واسطے سودی

toobaa-elibrary.blogspot.com

روپیہ نکالے گا، تو البتہ محل لعنت بنے گا، اور جو رشوت بلاضرورت دے گا، یا کسی جھوٹے مقدمہ میں دے کر، کسی پر زیادتی کرے گا، تو البتہ سخت گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوگا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ رام پور ص ۲۶، ۲۷)

(۵۸۳) حیلہ سود کے جواز کا فتویٰ؟ سوال: حامداً و مصلیاً و مسلماً. امابعد! عرض یہ ہے کہ

ان چند مسائل کا جواب تحریر فرمائیے۔

ایک زمین دار کہتا ہے کہ ہمارے کاشتکاروں اور اسامیوں پر جو روپیہ واجب الاداء ہوتا ہے، وہ اس روپیہ کے دینے میں اس قدر توقف وانکار کرتے ہیں، کہ ہم کو عدالت میں نالش کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نالش فریاد میں ہمارا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے، پھر ان کاشتکاروں سے اگرچہ روپیہ مع خرچ کے دلوایا جاتا ہے، لیکن عدالت کی کارروائی میں بہت اصراف [خرچ] ایسے ہوتے ہیں، جس کا مطالبہ ہم نہیں کر سکتے، مثلاً کاشتکار پر ہمارے پندرہ روپے تھے، عدالت کی کارروائی میں دس روپے خرچ کرنا پڑے، عدالت کے قاعدہ سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارے پانچ روپے خرچ ہوئے، تو ہم کو بیس روپیہ دلائے جاویں گے، پانچ روپے کا ہمارا نقصان ہوا، ایسے واقعات ہم کو بہت کثرت سے پیش آتے ہیں۔

اس صورت میں اگر ہم عدالت میں یوں ظاہر کریں، کہ ہم اپنا قرض مع سود کے لینا چاہیں، تو پندرہ کی جگہ مثلاً اٹھارہ کا دعویٰ ہوگا، مع خرچ کے، مثلاً تیس وصول ہو جائیں گے۔ اس صورت میں فقط دو روپیہ کا نقصان ہوگا، مگر بعض اشخاص کہتے ہیں کہ اس صورت میں سود خواری کا گناہ بہت بڑا ہے، اور وہ زمین دار کہتا ہے کہ دنیا میں سود خواری کا الزام تو بے شک ثابت ہوتا ہے، مگر آخرت میں غالباً اس کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ ہم سود نہیں لیتے ہیں، بلکہ کاشتکاروں کی شرارت سے جو روپیہ برباد ہوتا ہے اس میں سے ہم کسی قدر سود کے بہانہ سے وصول کرنا چاہتے ہیں، سود خواری ہم کو ہرگز مقصود نہیں، بغیر اس بہانہ کے ہمارا بہت کثرت سے نقصان ہوتا ہے، لہٰذا بہ مجبوری سود کے بہانہ سے کچھ وصول کرنا چاہتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے ایسی مجبوری اور نقصان کی حالت میں سود کے بہانہ سے، اپنا وہ روپیہ وصول کرنا، جو مقروض کی شرارت سے برباد ہوا ہے، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور قانون شرع کے موافق یہ بہانہ معاف ہے، یا نہیں؟

جواب: بندہ ایسے حیلہ کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا۔ فقط

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ فرخ آباد ص ۲۸، ۲۹)

(۵۸۴) سود کے لئے حیلہ کرنا بھی گناہ سے خالی نہیں: سوال: اگر ساہوکار سود پر اناج دیتا ہو

اور قرض خواہ اسی سود کے حساب سے نرخ مقرر کر کے لے، مثلاً زید ایک روپیہ کا چھ مہینہ کے وعدہ پر، ایک من اناج دو آنہ سود کے مقرر کر کے دیتا ہے، تو اگر بکر دس آنہ کا پانچ سیر اناج کاٹ کر، زید سے کہے کہ سود تو میں دینے کا نہیں مگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

پینتیس سیر اناج ایک روپیہ کا بوعدہ چھ مہینے کے لیتا ہوں، بعد چھ مہینے کے ایک روپیہ مذکور سودوں کا تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ حیلہ بھی خالی گناہ سے نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(بدست خاص سوال ۱۴۲)

(۵۸۵) کافر کی سود کے ذریعہ حاصل کی ہوئی رقم کا مسلمان کے لئے حکم؟

مسئلہ: کافر جو سود لیتا ہے، وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے، پھر اگر کسی مسلمان کو وہ دیوے گا، تو مسلمان کے حق میں وہ مال حلال ہے، خواہ نقد ہو خواہ طعام۔

دوسری صورت [میں] طعام و گوشت ہنود کے گھر کا کھانا درست ہے۔ فقط والسلام

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۵، ۲۲۶)

(۵۸۶) نمبردار کے ظلم سے بچنے کے لئے، نہایت مجبوری میں سود کی رقم سے مطالبہ ادا کرنا:

سوال: نمبردار پر سرکار نے نہایت تشدد کیا، حاکمی وصول کرنے کے واسطے اور کھیوٹ دار روپیہ نہیں دیتا، اور حاکم بے حرمتی کرتا ہے، جائداد نمبردار کے بدلہ کھیوٹ دار کی قرق کرتا ہے، اور حوالات میں بھیجتا ہے اور پٹواتا ہے، اس صورت میں اگر نمبردار، روپیہ ساہوکار سے مجبوری کو قرض لے کر، سرکاری روپیہ کھیوٹ دار کے عوض کا ادا کرے گا، اور پھر جب اس کے پاس ہو جاوے گا، تو مع سود لے کر ادا قرض کرے گا، کیونکہ اگر ایسا نہ کرے، تو کفشوں [جوتوں] سے خبر لی جاوے اور جائداد گھر بار قرق ہو جاوے، تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر نمبردار اپنے پاس سے دے سکتا ہے اور پھر بھی اسے سودی لے کر دیا، تو گنہ گار ہوگا اور سود دینا کھیوٹ دار سے اسے درست نہیں ہوگا، اور جو مجبور و معذور ہے، تو مجبوری مضائقہ نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص سوال ۱۵۹)

(۵۸۷) دفع ظلم اور اپنی مغصوبہ چیز کے حوالہ سے، مجبوری میں سود لینے کا حکم؟

سوال: زید عمرو سے کچھ روپیہ قرض لیتا ہے اور عمرو کے لئے ایک دستاویز لکھ دیتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ اپنا قرض میعاد معین پر وصول کر سکے، زید سود دینے پر بھی راضی ہے، مگر عمرو سود لینا پسند نہیں کرتا، لیکن اس سے پہلے زید نے کچھ مال عمرو کا غصب کر لیا تھا، عمرو کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے، جس کے ذریعہ سے وہ اپنا مال مغصوب زید سے دنیا میں وصول کر سکے۔

اب عمرو کہتا ہے کہ میں ہرگز کسی سے سود لینا پسند نہیں کرتا، مگر ضرورت یا مجبوری کی حالت میں، ظاہر میں سود کا بہانہ کر کے، اپنا مال مغصوب وصول کرنا چاہتا ہے، جب دفع ظلم کے واسطے جھوٹ کا بولنا بضرورت جائز ہے، تو اسی طرح یہ صورت بھی جائز ہونا چاہئے، یا کوئی فرق دونوں صورتوں میں معلوم ہو۔

جواب: اگر کوئی شخص اپنے مال مغصوب کے عوض بنام نہاد سود کے، روپیہ وصول کر لیوے، تو درست ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۶، ۳۷)

(۵۸۸) مسلمانوں کیلئے شراب کی قیمت حرام ہے: سوال: شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ مسلمان اگر شراب بیچ کر، اس کی قیمت سے دوسرے مسلمان کا قرض ادا کرے، تو قرض خواہ کو اس مال کا لینا درست نہیں۔

یہاں ایک سوال تو یہ ہے کہ اگر قرض خواہ کو اس کے سوا اور مال نہ ملے، تو وہی مال لے لے، یا صبر کرے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جس کا اکثر مال یا کل مال کسب حرام سے حاصل ہوا ہے، اس سے اپنے مال کی قیمت، یا مزدوری کی اجرت یا نوکری کی تنخواہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ شراب کے مسئلہ سے یہ صورتیں بھی ناجائز معلوم ہوتی ہیں، مگر ان صورتوں کے ناجائز ہونے میں حرج عظیم ہے۔

جواب: شراب کی قیمت مسلمان کے حق میں حرام ہے، اگر وصول نہ ہو..... سے لینا درست نہیں، صبر کرے، اور مال حرام والے کی ضیافت و اجرت درست نہیں، اگر حرج ہے تو ہو، مسئلہ نہیں بدلتا۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۵، ۳۷)

(۵۸۹) طوائف اور سود خور کی دعوت قبول کرنی، ان سے اجرت لینی: دعوت کا کھانا رنڈی اور سود خوار کا حرام ہے، اور اجرت تعلیم حرام مال سے جائز نہیں، خواہ رنڈی ہو یا کوئی ہو، البتہ اگر حلال مال سے دیوے، درست ہے۔

(مجموعہ گلاں ص ۲۲۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

احکام الاراضی

[عشر اور متعلقہ مباحث ومسائل]

(۵۹۰) عشر کیا ہے اور یہ فرض ہے یا واجب؟ عشر کس کو کہتے ہیں شرع شریف میں، یہ فرض ہے یا واجب ہے، یا مستحب؟

جواب: عشر کھیتی اور پھل کی پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ دینا ہے اور وہ فرض ہے، مثل زکوٰۃ کے۔ واللہ اعلم

(فتویٰ) فتاوی عشر مشمولہ فیوض رشیدیہ، [طبع اول میرٹھ ۱۳۱۰ھ، ص:۱-۲)

(۵۹۱) عشری زمین کون سی ہے جس پر عشر واجب ہوتا ہے؟ سوال: زمین عشری کون سی ہوتی ہے، جس پر عشر واجب ہوتا ہے، جو زمین وراثتاً قبضہ میں آئی اور اس کی کیفیت سابقہ معلوم نہیں، کہ عشری تھی یا خراجی، اب اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو زمین مسلمان کے قبضہ میں چلی آتی ہے، وہ عشری ہوگئی، جب تک تحقیق نہ ہو کہ اول میں خراجی تھی۔ لہٰذا سب ملکات مسلمانوں کے عشری ہیں۔ فقط، واللہ اعلم

(فتویٰ ۲۔ فتاوی عشر۔ مشمولہ فیوض رشیدیہ ص ۲)

(۵۹۲) ہندوستان کی زمین عشری ہیں؟ سوال: اس زمانہ میں جو زمین مسلمانوں کی ہے، وہ بھی عشری ہے، یا نہیں، اور عشری زمین کی کیا صفت ہے؟

جواب: مسلمانوں کی ملک زمین عشری ہوتی ہیں، عشری وہ [زمین] ہے، جس میں دسواں حصہ بارانی میں اور بیسواں حصہ سینچ کی پیداوار سے دیا جاوے، اور بیان اس کا کہ عشری کس طرح ہو، ہر ایک کے سمجھ کا مسئلہ نہیں۔ اس کی تحریر کی حاجت نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتوی متفرقہ، بدست خاص)

(۵۹۳) ہندوستان کی زمین عشری ہیں یا خراجی، نیز غلہ میں سے عشر کا حساب کئے بغیر مزدوروں کو غلہ دینا، کیسا ہے؟

سوال: کھیت کٹوانے میں، مزدوری کٹوائی اسی غلہ میں سے دینا، اور بعد دماہی وغیرہ کے مجموعہ کا عشر دینا اور جس قدر مزدور کو دیا ہے، اس کا تقریبی حساب کر کے دینا جائز ہے، یا نہیں؟..... اور اراضی ہندوستان عشری ہیں یا خراجی، بینوا توجروا!

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: کٹوائی کی مزدوری اس سے دینا جیسی عادت ہے، ناجائز ہے۔ البتہ اگر اجرت مقرر ہو جاوے اور پھر اس قدر اس غلہ سے وزن کر کے دیا جاوے، تو درست ہے۔ اور جس قدر اس غلہ سے مزدور کو دیا ہے، اس کا بھی حساب کر کے، مجموعہ کے عشر کا دینا درست ہے، اور جس طرح عادت ہے کہ بیس گٹھری سے، ایک گٹھری مزدور کو دیتے ہیں، یا بعوض پانچ سیر اجرت کے، گٹھری غلہ کی مع بھوسہ کے دیتے ہیں، یہ خود فاسد و ناجائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اراضی ہندوستان کی بعض خراجی اور بعض عشری ہیں، مگر جو اراضی قدیم سے اہل اسلام کے پاس ہیں، وہ عشری قرار دی جاویں گی اور جو ایسی ہیں کہ کسی کافر سے مسلمانوں نے خرید کی ہیں، وہ خراجی ہوویں گی، بہر حال جس کا کچھ حال معلوم نہیں، وہ مسلمانوں کی ملک میں عشری ہوویں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ گلاں ص ۲۱۳)

(۵۹۴) ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب کہ اراضی ہندوستان فی زمانہ بعض معاف ہیں، اور بعض پر سرکاری محصول ہے۔ تو اس میں سے کون خراجی ہوئی اور کون عشری، یا سب خراجی یا سب عشری! اور درصورت خراجی محصول سرکاری دینا، قائم مقام خراج کے ہو جاوے گا، یا نہیں؟

جواب: ہندوستان کی زمین جو مقبوضہ اہل اسلام ہیں، جس حال میں معلوم ہے کہ کس طرح مسلمانان کے قبضہ میں آئی، اس پر تو اس قسم کا حکم ہوگا۔ مثلاً اگر عطاء سلطانی ہے تو عشری ہے اور اگر کسی کافر سے خریدی ہے تو خراجی ہے۔ حسب مذہب امام ابوحنیفہؒ۔

اور اگر اس کا حال معلوم نہیں، تو وہ عشری ہوگی۔ پس اگر وہ عشری ہے تو محصول سرکاری سے عشر ادا نہیں ہوتا، کیونکہ سرکار اس کو محل عشر میں صرف نہیں کرتی، لہٰذا مالکان زمین کو خود اس کا عشر ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر خراجی ہے تو سرکار اگر اس کو خرچ کے محل پر خرچ کرتی ہے، تو خراج ادا ہو جاتا ہے، ورنہ مالکان پر پھر خراج دینا آوے گا، مگر میں نے سنا ہے کہ اس محصول کو انگریز فوج پر خرچ کرتے ہیں، اگر یہ بات صحیح ہے تو خراج سے مالک بری ہو جاوے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (نسخہ رام پور ص ۳۔۵)

(۵۹۵) بٹائی کی صورت میں عشر مالک کے ذمہ ہے یا بٹائی والے کے؟ سوال: زمین دار نے اپنے گاؤں یا اراضی متفرقہ کا ٹھیکہ کسی شخص کو دے دیا، یا اس نے کاشتکار سے بٹائی پر معاملہ کیا، تو اس صورت میں عشر وغیرہ کس کے ذمہ ہوگا، زمین دار، یا ٹھیکہ دار، یا کاشتکار پر؟

جواب: جو زمین کہ مالک نے دوسرے شخص کو زراعت پر دی، اس طرح کہ زمین اس شخص کی اور باقی خرچ دوسرے شخص کا، اور جو کچھ پیدا ہووے، باہم تقسیم ہو کسی حصہ معینہ پر، اس کو زراعت بولتے ہیں، ٹھیکہ نہیں کہتے۔ اس صورت میں عشر و خراج حسب حصہ ہوگا۔

اگر اجارہ پر دی ہے اور اس کو بندی میں ٹھیکہ کہتے ہیں: تو اس کی یہ صورت ہے کہ مالک زمین نے دوسرے شخص کو زمین دیدی، اور اس کا محصول مقرر کر دیا، کہ ہم تجھ سے اس قدر لیں گے، خواہ نقد روپیہ ہو، خواہ غلہ۔ تو بس اس زمین کے منافع ملک اس شخص کے ہو گئے، اور مالک زمین یہ محصول معین اس سے لے لے گا، خواہ اس میں کاشت کرے، یا نہ کرے، اس میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو۔ ایسی صورت میں اختلاف ہے کہ عشر کون دے گا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالک زمین کا دے گا، اس اجرت کا حصہ کہ اس نے دوسرے شخص سے عوض زمین کے لی ہے، اور صاحبین کے نزدیک دوسرا شخص۔ اور اکثر کتابوں میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ رام پور ص ۳، ۴، ۵)

(۵۹۶) مشترک زمین کا عشر کون دے گا؟ سوال: زید و عمرو کی ملکیت میں کچھ مشترکہ زمین تھی، زید نے اپنے حصہ کا ٹھیکہ عمرو کو دے دیا، یا عمرو نے اپنے حصہ (کا) اور نیز اس کے حصہ میں، خود زراعت کی، تو ان دونوں کا عشر وغیرہ دونوں پر واجب ہوگا، یا صرف عمرو پر؟

جواب: تیسرے مسئلہ کا جواب، اوپر کے مسئلہ کے جواب سے ظاہر ہے، کہ ایک شریک اپنے حصہ کا تمام عشر دے گا اور دوسرے شریک کے زمین کا اگر اجارہ لیا ہے، تو اختلافی مسئلہ ہے اور جو زراعت پر دیا ہے، تو شریک کے حصہ میں حصہ رسد دے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ رام پور ص ۴، ۶)

(۵۹۷) کیا کافروں سے خریدی گئی، زمین خراجی ہے؟ سوال: جو زمین کفار سے خریدی جاوے، اس پر بھی عشر آتا ہے، یا نہیں؟

جواب: جو زمین کفار سے خریدی، وہ خراجی ہوگی، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک۔ فقط

(جوابات سوالات عشر جواب سوال ۳ مشمولہ فیوض رشیدیہ طبع اول)

(۵۹۸) عشر کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے؟ سوال: عشر بذمہ مالک زمین کے ہے یا مزارع پر، یا دونوں پر؟

جواب: جو مالک پیداوار کا ہے وہ عشر دے گا خواہ کوئی ہو، اگر مالک نے بٹائی کی، تو اپنے حصہ سے دیوے گا، کاشتکار اگر مسلمان ہے، وہ اپنے حصہ سے دیوے گا۔ (جواب سوالات عشر، جواب سوال ۵، مشمولہ فیوض رشیدیہ طبع اول)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵۹۹) عشر کل پیداوار پر ہے، یا خرچہ نکال کر باقی ماندہ پر؟ جو شخص زمین کو کاشت کرے، اور اس کے بونے پر جو صرف ہو، مثل تخم ریزی کے، یا بالیوں کو دیا، تو عشر بذمہ اس شخص کے کل پیداوار پر آوے گا، یا بعد منہائے خرچ تخم ریزی وغیرہ کے، مابقایا پر؟

جواب: عشر کل پیداوار پر ہوگا، صرف نکالنے سے پہلے۔ فقط (حوالہ بالا، جواب سوال نمبر ۷)

(۶۰۰) عشر کے مصارف کیا ہیں اور اس کا مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا، کیسا ہے؟

سوال: مصارف عشر کے کون ہیں، اگر عشر مدرسہ اسلامیہ میں دیا جاوے اور مہتمم اس کو تنخواہ مدرسین میں صرف کرے تو جائز ہے، یا ناجائز؟

جواب: عشر کا مصرف محل زکوۃ ہے فقراء اور مساکین، مگر تنخواہ مدرسین میں صرف درست نہیں۔ البتہ طلبہ کو اگر خرچ خوراک کے واسطے دے کر مالک کر دیں، تو درست ہے۔ (حوالہ بالا، جواب سوال ۹)

(۶۰۱) مقروض اور نابالغ کے ذمہ بھی عشر ہے، یا نہیں؟ سوال: مقروض یا نابالغ کے ذمہ عشر واجب ہے، یا نہیں؟

جواب: مقروض اور نابالغ پر عشر واجب ہے۔ فقط (حوالہ بالا، جواب سوال ۹)

(۶۰۲) کیا کافر مالکوں کو لگان دینے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے: سوال: اگر کفار حکم اپنا لگان بطور عشر کے وصول کرے، یعنی کل پیداوار میں سے غلہ بھی وصول کرے، اس صورت میں عشر ساقط ہو جائے گا، یا نہیں؟

جواب: کفار کے دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ فقط (حوالہ بالا، جواب سوال ۱۰)

(۶۰۳) کیا مال گذاری ادا کرنے سے عشر ادا ہو جاتا ہے؟ سوال: حکام کفار یا اہل اسلام جو مال گذاری کے طور سے وصول کرتے ہیں، آیا اس کے ذمہ سے عشر ساقط ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اگر ساقط نہیں ہوتا تو ملک زمین پر بعد منہائی مال گذاری کے، مابقایا پر عشر ہوتا ہے، یا کل پیداوار پر؟

جواب: کفار کے مال گذاری دینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا، مجموعہ پیداوار سے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا۔ (حوالہ بالا، جواب سوال ۴)

(۶۰۴) بارش اور کنویں سے سینچائی کی جانے والی زمین پر عشر ہے یا نہیں؟ سوال: زمین بارانی و چاہی پر عشر مساوی یا غیر مساوی، اور کس کس زمین پر عشر معاف ہے؟

جواب: بارانی پر کامل عشر ہوگا، جس میں پانی دینے کا خرچ ومحنت ہوتی ہے، اس میں نصف عشر دینا آوے گا۔ واللہ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی مہر

مسائل عشر کے مذکورہ جوابات پر علماء کرام کی تصدیق

یہ جواب درست ہے۔ احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی سہارنپور۔

المجیب مصیب، محمد بشیر احمد عفا اللہ عنہ۔ الجوابات صحیحۃ، خلیل احمد عفی عنہ۔

الجوابات صحیحۃ، بندہ محمود عفی عنہ۔ مسائل صحیحۃ بتخاوت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ انجمن ضلع سہارنپور

یہ جوابات مسائل (عشر) درست ہیں۔ محمد صدیق عفا اللہ عنہ مدرس عربی انبہٹہ

جوابات صحیح ہیں، عنایت الٰہی عفی عنہ۔ الجواب صحیح، ابوالحسن عفی عنہ

المجیب مصیب اگر خراج ہونا یا نہ ہونا محقق نہ ہو تو قبضہ قابض کا اعتبار کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم سعید امین عفی عنہ رام پوری۔

جو جواب مجیب صاحب نے ارقام کیا ہے صحیح ہے۔ حسین اللہ بن حفیظ اللہ

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ، احمد عفی عنہ رام پوری اسمہ احمد۔ جواب صحیح ہے فقیر محمد اسماعیل، مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی (محمد اسماعیل انصاری ۱۳ر شوال ۱۳۰۹ھ)

الأجوبۃ کلھا صحیحۃ معتبرۃ فقیر محمد حسین کرامت اللہ ۱۲۹۱ھ

ألا إن ھذا الجواب ھو الصحیح و الصواب واللہ أعلم و إلیہ المرجع و المآب العبد ابوالفرح محمد عبدالحمید پانی پتی۔ ۱۲۹۰ھ ھذہ الأجوبۃ کلھا صحیحۃ لاشک فیھا محمد مراد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی مظفر نگر۔

الجواب صحیح و المجیب مصیب العبد الضعیف محمد ادریس الدہلوی عفی عنہ محمد ادریس (۱۳۰۷ھ)

أصاب من أجاب محمود احمد عفی عنہ الجواب صحیح و الرأی نجیح. نمقہ العاجز ابومحمد عبد الوہاب ۱۳۰۰ھ خادم شریعت رسول الثقلین، لفنجابی الجمنگی ثم ملتانی۔ نزیل الدہلی، مدرس مدرسہ دارالہدیٰ شن شن۔

الجواب صحیح العبد سید محمد بخاری الجواب صحیح محمد حسن عشقی، ہذا الجواب صحیح سید یوسف علی عفی عنہ میرٹھ، مدرس مدرسہ صدر بازار جواب صحیح ہے سید محمد یعقوب عفی عنہ مدرس مدرسہ خیر نگر ضلع میرٹھ

ھذا الجواب صحیح، فقیر محبوب علی خاں عفی عنہ میرٹھ صدر بازار أصاب من أجاب، فأما عشر أرض الإجارۃ ففی وجوبھا علی المؤجر و المستأجر، قولان، الأول قول الإمام، و الثانی قولھما و قد افتی بھما، واللہ تعالیٰ أعلم.

کتبہ العبد الراجی رحمۃ ربہ الکریم الباری، یحیی بن علامہ محمد ایوب بیلسی۔ سامحہ اللہ بلطفہ الخفی یحی اسمہ الأجوبۃ حق، الفقیر یقول لہ ابراہیم عفی عنہ، ساکن کھاتوی

مذکورہ تمام جملہ مسائل عشر اور تصحیحات (فیوض رشیدیہ مرتبہ..... طبع اول فخر المطابع، میرٹھ [غالباً ۱۳۱۰ھ کے ساتھ جڑے ہوئے پہلے چار صفحات پر درج ہیں، جو مولانا نور محمد لدھیانوی کے مرتبہ ہیں اور مطبع حقانی لدھیانہ سے چھپے تھے۔ اس کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔(۱) (نور)

(۶۰۵) مخابرہ کی صورت میں عشر کس کے ذمہ ہے؟ سوال: مخابرہ کی صورت میں ماوجب زمیندار کے ذمہ ہے یا کاشتکار کے، یا حسب [حصہ] دونوں کے۔ ذمہ عوام بوجہ عدم واقفیت عشر وغیرہ کے ادا کرنے سے قاصر ہو رہے ہیں، لہٰذا وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت ہونا [چاہئے]

جواب: مخابرہ اور زراعت ایک چیز ہے۔ فقط (مجموعہ امپورص ۲۰۰)

(۶۰۶) سینچائی کی زمین میں عشر کی ترتیب: سوال: زید نے اپنی زمین کا ٹھیکہ کاشت کرنے کو ایک سال کو سو روپیہ کا دیا اور یہ زمین سینچی کی ہے، تو اس میں سے عشر کا دسواں حصہ دیا جاوے گا، یا بیسواں؟

جواب: اس میں بیسواں حصہ دینا آتا ہے، واللہ اعلم (بدست خاص ص ۲۰۰)

(۶۰۷) جو زمین ٹھیکہ پر دیدی گئی، اس کا عشر کس کے ذمہ ہے؟ سوال: بکر نے خالد کو کاشت کرنے کے لئے اپنی زمین کا ٹھیکہ سو روپیہ کو دیا، ایک سال کا اور خالد نے اس زمین کو کاشت کیا، تو عشر بذمہ بکر چاہئے، یا بذمہ خالد، یا بکر سو روپیہ میں سے، اور خالد پیداوار میں سے، دونوں عشر ادا کریں۔

جواب: اس زمین [کا] عشر مالک کو دینا چاہئے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ اعلم (بدست خاص ص ۲۰۰)

(۶۰۸) باغ کا عشر مالک کے ذمہ ہے یا خریدار کے؟ سوال: زید نے بہار باغ بکر کے ہاتھ بیچ دانی سو روپیہ کو، تو زید اس قیمت میں سے عشر ادا کرے، یا بکر اس پھل میں سے وقت توڑنے کے عشر ادا کرے، یا دونوں ادا کریں؟

جواب: عشر مشتری دیگا، جو پھل توڑے گا، واللہ اعلم (بدست خاص ص ۲۰۰)

---

(۱) [illegible] سے متعلق مذکورہ [illegible] کے حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے جوابات، جس کے آخر میں مختلف علماء کے کرام کی مختلف تصدیقات بھی ہیں، وقتی کے لیے [illegible] چھپی صورت میں مطبع حقانی لدھیانہ سے باہتمام مولوی نور محمد لدھیانوی چھپے تھے، اس میں ان فتاوی کے تحریر و جواب یا شامل نہیں ہیں، مگر یہ [illegible] سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ممتاز علمی و روحانی شخصیت، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے مرتب کرایا تھا۔ لکھا ہے۔

"یہ مختصر رسالہ مولوی محمد عبدالرحیم صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ رائے پور ضلع سہارنپور نے مرتب کرایا ہے"

یہ [illegible] گنگوہی کی حیات (وفات ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) میں چھپا ہے۔

[illegible] اس فتوی کی تصدیقات [illegible] سے نہیں ملتی ہے۔ یہ فتوی ۱۳۱۰ھ کا مرتبہ اور اسی وقت کا مطبوعہ ہے، اس دو ورقی کتابچہ کے جو نسخے راقم سطور کی نظر سے گزرے ہیں ان سب میں یہ باقی فتاوی رشیدیہ (جس کی ضخامت ۱۰۰ صفحات ہے) کے شروع میں جڑے ہوئے ہیں (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۰۹) حکام کے ظلم کی وجہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا؟

سوال: یہ تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی ملک زمین عشری ہوتی ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس ملک میں جو زمین مسلمانوں کی ملک میں ہیں، وہ مسلمان اپنی ملک جانتے ہیں اور حاکمی حاکم وقت کو دیتے ہیں، ایسی زمینوں میں بھی عشر واجب ہے یا نہیں؟

اور بیسواں حصہ جو کھیتی کی پیداوار میں دیا جاتا ہے، کھیتی سے یہ مراد ہے، مثلاً جو پانی ربٹ سے یا ندی یا تالاب کی سے دیا جاتا ہے، دوم مراد ہے، یا جو نہر سے یا تالاب بارانی سے مال (۱) کھود کر دیا جاتا ہے، وہ بھی کھیتی وشامل ہے؟

جواب: مسلمانوں کی زمین یہاں کے عشری ہیں، اور حاکمی ظلم کرتا ہے، اس سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ ربٹ میں بھی بیل، مزدور کا خرچ پڑتا ہے اور نہر میں بھی دینا پڑتا ہے، محض باران میں عشر آتا ہے۔ فقط

(متفرق فتاویٰ رشیدیہ ص ۱)

اراضی کے متفرق احکام ومسائل

(۶۱۰) کسی والیٔ ریاست کی دی ہوئی زمین کی شرعی حیثیت؟

جواب مسئلہ: اگر وہ جاگیر پورا ملک قابض ومتملک منقلب ہو گیا تھا، تو سب زمین افتادہ وغیر مملوک اس کی ہیں، مثل امرائے وہ متصرف ملک کا ہے، تو جب اس ارض موات کے احیاء کی اجازت اس نے کسی کو دی، خواہ کسی کے نام سے دی، مگر جو محیی ارض ہے وہی مالک ہے، کوئی بھی شریک اس کا نہیں، اگرچہ دفتر میں کسی کا نام درج ہو، مگر یہ صورت بظاہر ملک جاگیر پوری کی معلوم نہیں ہوتی، بلکہ نواب جاگیر پوری کی سلطان سے جاگیر اس ملک محدود کی ملی ہے، تو اس صورت میں نواب مالک تمام ارض منقطع کا ہوا، اب درخواست دینے والا طالب تملک نواب سے ہے، پس یہ تجویز ہبہ ہوگی۔ پس اگر وہ برادر نے اجازت دی تھی اور اس نے حسب اجازت ان کے طلب کیا اور اس نے ہر سہ کے نام پر دیا، تو ہر سہ کے نام پر ہبہ ہوا، اور وکیل اپنا اصیل اور دو کا وکیل تھا، اس نے قبول قبض کیا، تو بسبب مشاع ہونے کے فساد ہبہ تو عند الامام ہے، مگر ملک فی سد بھی ہے۔

پس جب دونوں برادر نے ترک کیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حاجت نہیں، اور ایک کے پاس چھوڑ دیا، یہ بھی ان کی طرف سے ہبہ ہی ہے۔ لفظ ہبہ کا ضرور نہیں، جیسا ہبہ تھا ویسے ہی ملک اس واحد کی ہے، اور ان دونوں کی ملک سے خارج ہو گیا۔ ہبہ بھی بدون لفظ کے تعاطی سے ہو جاتا ہے، پس اب بعد موت دو برادر کے، اولاد کا دعویٰ باطل ہے اور جو بدون اطلاع دو برادر کے

---

(۱) کھود کر وہ زمین جو کھیت میں پانی سے مستقل تیار کی جاتی ہے اسے کھودی جاتی ہے۔ ۱۲ منہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوا، تو ان کی ملک ہی اس میں نہیں ہوئی، کیوں کہ نہ قبول ان کی طرف سے ہے (اور) نہ قبض ان کا ہے، لہٰذا ہر دو صورت میں ملک قابض و متصرف کی ہے، اور دعوی برادر زادگان کا لغو ہے، اس کی روایات اگر دیکھو تو باب ہبہ میں اور احیاء اموات میں اور باب عشر و خراج میں میں گی۔ ردالمحتار میں تفصیلاً اور ہدایہ، درمختار میں اجمالاً۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۵۵۔۱۵۶)

(۶۱۱) ایک والی حکومت کی طرف سے، عطا کی ہوئی زمین کا حکم؟ سوال: زید کو ایک دربار سے

تعلق تھا، اس کے صدقہ خدمت میں وہاں سے بطور اراضی وغیرہ کے سب کو انعام پہ کچھ ملا، بعد ازاں آقا فوت کر کے درمیان مخالفت واقع ہوئی، پس آقا نے جو کچھ دیا تھا، واپس لے لیا، زید بھی ناخوش ہو کر دوسری جگہ چلا گیا۔ بعد مدت دراز زید کے دو لڑکے اس بستی میں گئے اور اسی سرکار میں نوکر ہوئے اور من جملہ عطیہ عطیہ مذکورہ پھر ان کو دیا گیا، اب اس میں زید کی باقی اولاد شریک ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اور یہ ہبہ جدید ہے، یا قدیم؟

بعد اس کے اس سرکار کی عادت دو چار برس یوں ہی رہی، کہ دو چار برس کے لئے وہ زمین چھوڑ دیا کرتے، اور پھر ضبط کر لیا کرتے، مہینہ دو مہینہ بعد چھوڑ دیتے۔ آخر کار یہ بات ہوئی کہ ان دونوں بھائیوں میں سے، بعد انتقال ایک بھائی کے اوہ زمین تنخواہ میں دوسرے بھائی کی لکھدی گئی، اب اس کا مالک کون ہے؟ مینوا توجروا۔

جواب: زید کو جو اراضی مرحمت ہوئی تھی، اگر دینے والے کی نیت ملک رقبہ زمین کی تھی، تو وہ ہبہ تھا، اور جو تصرف کے واسطے اور انتفاع کی غرض سے دیا تھا، تو عاریت تھی۔ بہر حال جب ناخوش ہو کر واپس لے لے، تو زید کی ملک سے خارج ہو گئی، اس میں پھر تعلق ملک زید کا نہیں رہا۔ پس زید کے ورثاء کا کچھ حق اس میں نہیں اور پھر دوسرے زید کو جو کہ سے، تو اس قاعدہ سے بھی نہیں دی، پھر دیدی، معلوم ہوتا ہے کہ محض انتفاع کے واسطے دیتا تھا، پس جب ایک شخص کے نام بعوض تنخواہ کے لکھی گئی، تو اب بجز اس شخص کے نام پر ہو گئی، لہٰذا اس زمین کا مالک، فقط یہی شخص ہے کہ جس کے نام پر بعوض تنخواہ کے لکھی گئی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: راقی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۴۔۲۱۵)

(۶۱۲) ہندوستان میں زمین کے مالک، ان پر قابض افراد ہیں: سوال: مسلمان یا کافر بادشاہ

کے قلمرو میں جو ملک ہوتا ہے، اس کی زمین کے مالک رعایا لوگ ہوتے ہیں، یا بادشاہ، اور بادشاہ جو محصول اراضی پیدا وار طور سے رعایا سے لیتے ہیں، وہ ان کو جائز ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: تحقیق سے معلوم ہوا کہ مالک زمین متبوضہ ہندوستان کی، قابض لوگ ہیں، اور جو محصول کفار لیتے ہیں، معلوم نہیں کہاں خرچ کرتے ہیں، لہٰذا، اس کا فیصلہ جواب کا نہیں ہو سکتا اور شرح ربط اس کی طویل ہے۔ تب فقہ سے دیکھنا چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مدت خاص ص ۳۳)

(۶۱۳) کھیتی میں شرکت کس طرح کی جاسکتی ہے؟ سوال: اگر کھیتی کی اس طرح کہ بیل اور زمین اور بیج غرض کل خرچ زید کا، اور ہل چلانا عمرو کا، اور پیداوار میں نصف میں سے ہفتم حصہ عمرو کا باقی زید کا، اور جڑی گھاس جو پیدا ہو عمرو کا، تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح درست ہے، مگر جڑی گھاس میں بھی حصہ ہونا چاہئے۔ فقط (مدت خاص ص ۳۳)

(۶۱۴) کاشتکار اور زمین دار کے معاہدہ کی طرفین کو پابندی ضروری ہے: سوال: آمدواز بنگال، ۔۔۔۔۔ [ابتدائی آدھی سطر دستیاب نہیں] آنہ فی بیگہ، دستور قدیم است کہ یک روپیہ جمع وعلاوہ ۔۔۔۔۔ بخوشی می دہند، لاکن چوں از عدم وصول باشے دیگر نوبت نباشی عدالت می افتد، ڈگری دو آنہ زائد کہ علاوہ جمع حصول می نمایند فی مندہ۔ دراں صورت آں دو آنہ باہم سود، اگر نباشی خواہد کرد، حاکم وقت دہندہ خواہد داد، وما را سے ایں درنمودن نباشی بخرچ سنگین خواہد افتاد، یا کسے بدو مندرج خواہد شد۔ وچیزے کہ مثل انعام پیادہ و دیگر عمل گان نہ کارد، دون خواہد شد، مندرج قلم نخواہد۔ اندراں صورت اگر نباشی فقط خرانہ نمودہ شود، دو آنہ معمول نقصان می شود، وہر گاہ کہ بخط سود، نباشی خواہد کرد، ڈگری خواہد بود۔

دراں صورت چہ حکم می فرمایند علماء دین، در بارہ گرفتن و نباشی نمودن، بخط سود، اگر نگرفتہ شود نقصان خاصہ می شود، وچہ حکم می دہند در بارہ گرفتن۔

الجواب کہ حاکم وقت باوجود مقرر ے نمی داند، ودیگر ایں کہ بصور خوشامد جہت حصول زمینے، دیگر سے کار، یا خوش ماندن مالک زمین، نذر یک روپیہ یا دو آنہ سے رعیت بکسے حاکم دہد، گرفتنش چگونہ است؟

من سیف الدین احمد — الی جناب مولانا واولانا رشید احمد صاحب

[اس فتوے کے سوال کی ذیر خط سطریں، وجگہ سے غائب ہیں]

ترجمہ: آنہ فی بیگہ، پرانا دستور ہے کہ ایک روپیہ جمع اور اس کے علاوہ ۔۔۔۔ خوشی سے دیتے ہیں، لیکن چوں کہ ان کے وصول نہ ہونے، یا اس کے تباہ ہونے میں کوئی اور چیز نہ ملنے کی وجہ سے، عدالت میں نالش کی نوبت پڑتی ہے اور اس میں دو آنہ جمع سے زائد وصول ہونے چاہئیں نہیں دیتے ہیں۔ اس صورت میں ان دو آنوں کی، اگر سود کے نام سے ڈگری کردی جائے، حاکم وقت وصول کرا کے دیدیتا ہے، اس کے علاوہ صورت میں نالش کرنے سے، فضول زائد خرچ پڑتا ہے۔

یا وہ خرچ جو اس [نالش] میں درج ہو اور ہر وہ چیز جو انعام کی طرح، پیادوں یا دوسرے سرکاری کام کرنے والوں [کو] دیئے جاتے ہیں، اس حکم میں درج نہیں ہونے والے ہیں۔ اگر فقط خزانہ کی نالش کی جائے، دو آنہ کا معمولی نقصان ہوتا ہے اور جب سود کے لفظ کے ساتھ نالش کی جاتی ہے، تو اس کی ڈگری دلادی جاتی ہے۔

اس صورت میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں، اس رقم کی نالش کرنے اور اس کو سود کے نام سے وصول کرنے کے سلسلہ میں: کیوں کہ اگر یہ سود نہ لیا جائے، تو ظاہری نقصان ہوتا ہے، تو اس رقم کے لینے کے متعلق، کیا حکم ہوتا ہے؟

ابواب (۱) جو کہ حاکم وقت باوجود معاملہ طے ہونے کے نہیں دلواتے اور دوسرے اس کو خوشامد کے طور پر، زمین لینے یا کسی اور کام کے لئے، یا زمین کے مالک کو خوش کرنے کے لئے، ایک روپیہ یا دو آنہ کی، رعایا کے کسی شخص یا کسی حاکم کو دیتے ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

معلوم ہو اس ضلع میں وبا بکثرت پھیلا ہوا ہے، اس واسطے جواز پر فتویٰ کیا جاتا ہے۔ هو أهل التقوىٰ و أهل المغفرة تو اور چیز اس دیار میں ظاہر وبا کو چھوڑ دیں، تو بڑے زبردست نصیب ہیں؟

الجواب: بعد سلام مسنون مطالعہ کریں، مالک زمین نے کاشتکار کو اپنی زمین کرایہ پر دی اور ایک روپیہ فی بیگھہ مقرر کیا، اور دو آنہ زائد بوجہ خرچ کے فی بیگھہ مقرر کئے، اور ایک آنہ بوجہ ابواب کے مثلاً مقرر کیا، فی بیگھہ پر، تو یہ سب جمع ہو کر فی بیگھہ ایک روپیہ تین آنہ ہوا، اگرچہ تفریق کر کے جدا جدا نام رکھا گیا، مگر یہ مجموعہ کرایہ کہا جائیگا۔

سو جب کاشتکار نے یہ قبول کر لیا، تو فی بیگھہ ایک روپیہ تین آنہ مثلاً اس پر کرایہ مقرر ہوا، اور اس کا لینا مالک زمین کو جائز ہوا اور حق اس کا ٹھہر گیا، اگرچہ کاغذ میں ایک روپیہ ہی لکھا گیا۔ پس ہر گاہ کہ کاشتکار نے ایک روپیہ دیا اور تین آنہ یا دو آنہ نہ دیا، تو اس نے ظلم کیا اور حق مالک کا غصب کیا، اب مالک اس سے اپنی فہمائش کر کے لیوے، اگر نہ دیوے تو نالش کر کے لیوے۔

سود کے نام سے نالش کرنا، اپنے حق شرعی کے وصول کے واسطے، ناچاری کو درست ہے، یہ واقع میں سود نہیں اور سود کے نام رکھنے سے سود نہیں ہوتا، پس سود کے نام سے نالش کر کے لینا درست ہے، اور جو خرچہ پڑے گا وہ بھی کاشتکار سے لینا درست ہے، کہ کاشتکار نے ہی نہ دے کر، نالش کی طرف مالک کو مضطر کیا ہے اور زیر بار خرچہ کا کیا۔ مالک اس کے تاوان کو کاشتکار سے لے گا، شامیہ درست ہے اگرچہ حاکم اس دو آنہ کو اور ابواب کے خرچ کو منع کرے، تاہم مالک مقرر کر سکتا ہے

---

(۱) ابواب دو روپیہ فی سو روپیہ مال گزاری سے ماتحت مدرسے وغیرہ وغیرہ چندے ہیں، زمین داروں سے وصول کیا جاتا ہے۔ نور اللغات مولوی نور الحسن نیر کاکوروی ص ۳۲۰ ج ۳ ص۔ (طبع ۱۹۹۶ء) ناشر۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور لے سکتا ہے۔ مالک کو اختیار ہے جس قدر کرایہ چاہے لیوے، اس میں حاکم کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ ھکذا یستفاد من الکتب، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۲ تا ۱۷۴)

(۶۱۵) رعایا کے لوگوں پر جو بیگار مقرر ہے اس کی اور زمیندار کے بعض نذرانوں کی شرعی حیثیت؟

سوال: رعایا لوگوں پر جو بیگار مقرر ہے اور اس کی مزدوری نہیں دی جاتی، اور اسی طرح جو اُن کے یہاں لڑکے کی شادی ہو، تو مبلغ دو روپیہ زمیندار لیتا ہے، گویا کرایہ مکان ہی سمجھا جاتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کو بحساب کرایہ اگر مجرا لیوے تو درست ہے، اگرچہ مجہول ہے، مگر بحسب عرف، بمذہب بعض علماء کے درست ہے۔ فقط (بدست خاص سوال ۸۵)

(۶۱۶) کھیتی کے شرکاء نے اگر کمی زیادتی طے کرلی، تو کیا یہ شرکت صحیح ہے؟

سوال: کھیتی میں دو شریک ہیں، ایک کے تین حصہ اور ایک ایک حصہ کا، اور یہ بھی اقرار ٹھہرالیا کہ گھاس مثلاً چری وخوید [یعنی ہرے جوپا گیہوں] میں حصہ والا، اپنے حصہ سے زائد لے گا اور ایک حصہ والا کم، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب: اگر کمی زیادتی معین ہو تو جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۵۷)

(۶۱۷) خودرو گھاس پر پابندی یا محصول لگانا صحیح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اندراس مسئلہ کے: کہ گھاس اور پولہ اور سوختہ اندر جنگلات کے خودرو جو پیدا ہوتے ہیں، حاکم وقت یا زمین دار، چرانا ٹرگاوان اور سوختہ اور پولہ (۱) اور بینڈ (۲) کا جو محصول لیتے ہیں، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب مع حوالہ کتاب شریف ارقام فرمادیں۔ اور بر تقدیر اگر کوئی جنگلات خودرو سے، ڈڈی [چوری] کرلاوے، شرعاً ماخوذ ہوگا، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: گھاس اور پولہ وغیرہ جنگل غیر مملوک کا، سب لوگوں کی ملک ہے، جس کو حاجت ہووے لیوے۔ پس اس کو روکنا اور اس پر محصول لینا شرعاً درست نہیں، البتہ مملوک زمین کا درخت اور بینڈ (۲) ملک مالک کی ہوتی ہے اور گھاس اور پولہ جس کو جانور کھاتے ہیں، مملوک زمیں کا بھی، ملک میں مالک زمین کے نہیں ہوتا۔ قال فی الدر المختار:

---

(۱) گھاس کا مٹھا۔ کانس یا چھپر کے پھونس کا گڈا۔ نور اللغات ص: ۱۳۵ جلد: دوم۔ [نور]

(۲) بینڈ (بالکسر) یائے معروف۔ سیٹھوں یا نرکلوں کا مٹھا۔ نور اللغات ص: ۱۸۷۔ جلد: ۱۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(وبیع) المرعی ای الکلاء واحارتها. اما بطلان بیعها فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلاث فی الماء، و الکلاء و النار.(۱)

و فی رد المحتار و الحطب فی ملک رجل لیس لاحد ان یحتطبه بغیر اذنه و ان کان فی غیر ملک فلا باسه (۲)

پس اگر کوئی جنگل غیر مملوک سے، بغیر اذن کے لیوے، تو شرعاً گناہ نہیں، مگر ایسا کام نہ کرے، کہ خواہ مخواہ قاعدہ احکام میں ماخوذ ہو کر ذلیل ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ فتاویٰ ص ۱۵۹)

(۶۱۸) خودرو گھاس، خشک لکڑی اور بینڈ کس کی ملکیت ہے؟

سوال: مولانا مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں "گیاہ و بیرمخودرو نیدہ ملک کے نیست" اس میں لکڑی و درخت جو خودرو نیدہ اور بینڈ سرپولا بھی شامل ہیں، یا وہ مستثنیٰ ہیں، یعنی وہ بھی ملک زمین دار ہوتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: گیاہ (۳) (گھاس) خودرو نیدہ کسی کی ملک نہیں، مگر بیرمخودرو نیدہ مملوک زمین کی، مملوک زمین والے کی ہوتی ہے اور بینڈ بھی مالک زمین کی ہوتی ہے، فقط (بہشت خاص ص ۳۶)

(۶۱۹) موروثی کاشتکاری کے ناجائز ہونے کی تحقیق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حکمران وقت نے ایک حق کاشت کار کا قانونی قائم کر رکھا ہے، وہ حق یہ ہے کہ جس کاشتکار نے زمین ملکیت کسی زمین دار کی، عرصہ بارہ برس تک، متواتر کسی لگان پر کاشت کر لی، وہ کاشتکار موروثی متصور ہو گیا، اس کو بلاوجہ کسی قانونی عمل کے بغیر اس اراضی سے بے دخل نہیں کر سکتا، اور نہ بلا ناش عدالت پچھا لگان کا اضافہ کر سکتا ہے، اگرچہ وہ زمین ایسی کامل ہو کہ اگر وہ کاشتکار اس زمین کو چھوڑ دے، تو وہ زمین اور کاشتکار غیر موروثی، اس لگان مقررہ موروثی سے، وہ چند بلکہ سہ چند پر بخوشی زمیندار سے لیوے، اور اس کاشتکار کو قانوناً یہ استحقاق بھی حاصل ہے، کہ اپنی طرف سے بلا رضامندی مالک زمین، دوسرے کاشتکار کو اس لگان سے جو زمیندار کو خود دیتا ہے، دو چند اور سہ چند لگان دیگر، وہ منافع جو زیادہ لگان پر زمین دی ہے، اپنے قبضہ تصرف میں لاوے، اور زمیندار بوجہ حکم حاکم وقت و پابندی قانون، کچھ دست درازی نہیں کر سکتا، اور دل سے اس کاشت کاری کاشت اور منافع اس کا سخت اسے ناگوار ہے۔

---

(۱) [مطلب فی استثناء الحمل ص ۲۵ ج ۲ عکس مجتبائی ۱۳۳۲ھ] نیز الدر المختار مع الشامی ص ۶۲ جلد ۵ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز الدر المختار مع الشامی ج ۶ ص ۱۱۰ مطلب فی استثناء الحمل [نور]

(۲) شامی نسخہ ہندی ص ۲۸۳ ج ۵ [مجتبائی دهلی ثلاثه] نیز رد المحتار (فصل الشرب) ص ۴۴۰ ج ۶ (دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ) [نور]

(۳) اصل میں لفظ گاہ ہے جو گیاہ کی جمع ہے لفظ گیاہ واحد ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدیریت صورت پر ہے شرع شریف وہ منافع، جو اس کی کاشت سے پیدا ہوئے ان میں سے کوئی حصہ
نے اور جو جائز ہے وہ کس قسم سے ہے، آیا علیحدہ ہے یا حرام ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: حق مورو ثیت شرعاً کوئی شے نہیں نہ اور مالک و متحقق پنی زمین دوسرے کو دینے کا
اگر بٹائی کاشت کرنے سے تین برس تک کاشت کیا ہو۔ اور جو شخص کہ بلا مرضی مالک کے اس کی زمین، غیر دیکھ لیتا ہے
قبضہ نہیں کرنے دیتا، وہ شخص غاصب اور ظالم ہے، اور یہ فعل اس کا حرام ہے اس پر واجب ہے کہ
کا اجر مثل ہے، اس قدر کاشت کار کے ذمہ واجب ہے، اور مالک اس کا محاسبہ شرعی نہیں کر سکتا
روپیہ سالانہ اجارہ دیتا ہے اور کاشت کار مالک کو روپے سالانہ دیتا ہے اور مالک بندوبست میں زمین نہیں دیتا
روپے سالانہ کا مطالبہ بذمہ کاشت کار باقی ہے، اگر مالک نے معاف نہیں کیا تو آخرت میں دینا ہوگا

قال العلامة الشامي ما فلاعن الذخيرة قالوا ان كانت الارض معدة للزراعة بان كانت الأرض في قرية اعتاد اهلها زراعة ارض الغير، و كان صاحبها ممن لا يزرع بنفسه و يدفع ارضه مزارعة فذالك على المزارعه و لصاحب الارض ان يطالب المزارعه بحصة الدهقان على ما هو متعارف أهل القرية، النصف او الربع أو ما اشبهه ذالك و هذا ذكر في فتاوى السغدي

علامہ شامی نے ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا مشائخ نے فرمایا کہ اگر زمین زراعت کے واسطے تیار کی
ہوئی صورت زمین ایسے گاؤں میں ہو جس کے اہل دوسرے کی زمین جوتنے کی عادت رکھتے ہوں، اور اس کا مالک
ان لوگوں میں سے ہو جو خود نہ بوتا ہو اور اپنی زمین زراعت پر دیتا ہو، تو یہ زراعت پر محمول ہوگا اور زمین والے کو حق
ہوگا کہ مزارع سے مالک زمین کل حصے کا مطالبہ کرے، جیسا متعارف ہو اہل قریہ کے نزدیک، آدھا یا چوتھائی
یا اس کے مثل، اور ایسا ہی فتاوی سغدی میں ذکر کیا گیا ہے۔ [ت۔نور]

وهو نظير الدار المعدة للإجارة إذا سكنها انسان فإنه يحمل على الإجارة، و كذا ههنا وعلى هذا أدركت مشائخ زماني.

والذي تقرر عندي، و عرضت على من أثق به أن الأرض إن كانت معدة للزراعة تكون هذه مزارعة فاسدة، إذ ليس فيها بيان المدة فيجب أن يكون الخارج كله للمزارع، وعلى المزارع أجر مثل الأرض انتهى.

اقول لكن سيذكر الشارح في كتاب المزارعة، ان المفتى به صحتها بلا بيان المدة، و تقع على اول زرع واحد فالظاهر ان ما عليه المشائخ، مبنى على هذا(۱)

(انتهى كلام العلامة الشامي)

اور یہ ظاہر ہے اس مکان کی جو اجارہ کے لئے تیار کیا گیا ہو، جب کوئی شخص اس میں سکونت کرے گا تو وہ اجارہ پر محمول ہوگا، اور یہ بات یہاں پر اس پر میں نے اپنے زمانے کے مشائخ کو پایا ہے۔ اور وہ بات جو میرے نزدیک ثابت ہے، اور میں نے اس شخص پر پیش کیا ہے، جس پر مجھے وثوق ہے، یہ کہ زمین اگر تیار کی گئی ہو زراعت کے لئے، تو یہ زراعت فاسدہ ہوگی، کیونکہ اس میں مدت کا بیان نہیں ہے، پس واجب ہے کہ پیداوار اول کی کل مزارع کے لئے، اور مزارع کے ذمہ زمین کی اجرت مثل ہو۔ انتہی

میں کہتا ہوں عنقریب شارح کتاب المزارعات میں ذکر کریں گے، کہ مفتی بہ اجارہ بلا بیان مدت کی صحت ہے، جو صرف ایک سال یعنی سال اول کے لئے واقع ہوگا، پس ظاہر یہ ہے کہ مشائخ کا فتویٰ اسی پر مبنی ہے۔

اور جب قدر اجر مثل یا قدر حصہ مالک زمین کا ہوا، تو اس کے رکھ لینے اور مالک کو نہ دینے کی حرمت، احادیث صحیحہ وروایات صحیحہ سے خود ثابت ہے، جس کی نقل اور اظہار کی حاجت نہیں ہے۔ فقط، واللہ اعلم

بندہ رشید احمد عفی عنہ **رشید احمد**

الجواب صحیح: فقار علی دیوبندی عفی عنہ

الجواب صحیح فضل الرحمن عفی عنہ دیوبند

[الجواب صحیح: حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب]

[الجواب صحیح: حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی]

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ

مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند **محمد منفعت علی**

الجواب صحیح حق

بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ **عزیز الرحمن**

شرعاً حق موروثیت کوئی چیز نہیں اور بحق موروثیت بلا رضاء مالک، زمین پر قبضہ رکھنا اور نفع اٹھانا حرام ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ

[صدر مدرس وناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی]

الجواب حق صحیح بندہ محمود عفی عنہ

صحیح

الجواب صحیح عبد الرحیم رائے پوری

صحیح الجواب صدیق احمد انبہٹوی

(۱) قال في باب مصلف زرع ارض لغيره بغير اذنه ج ۵ ص ۵۔ نجاني في حاشيته على الشرنبلالية ص ۹۵ ج ۶ (دار الفكر بيروت ۱۳۸۶ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب صواب بلا ارتیاب محمد اشرف علی عفی عنہ

[حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی]

الجواب صحیح غلام رسول علی عفی عنہ

[استاذ الکل مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی]

هذا هو الحق و الحق أحق أن يتبع: نور محمد عفی عنہ

مہتمم مدرسہ حقانی لدھیانوی [مؤلف نورانی قاعدہ]

السوال صحیح والجواب صحیح: محمد عمر دراز عفی عنہ فتح پوری

جناب المجیب العلام محمد حسن عفی عنہ

الجواب صحیح و التحقیق نقیح: مغیث الدین ساڈھوروی

[نقل از رسالہ زمیندارہ بل۔ مرتبہ [مولانا] محمد متین خطیب، نائب ناظم جمعیۃ علماء اسلام دیوبند۔]

(کمال پرنٹنگ پریس دہلی: ربیع الثانی ۱۳۶۶)

از ص ۱۹ تا ۲۲۳ تصدیقات ص ۲۴

(۶۲۰) موروثی کاشت کاری شرعاً بے اصل ہے:

سوال: جو کاشت کار بارہ سال زمین کو کاشت کر کے، مزارعہ موروثی ہو جاتے ہیں، تو ان کو بلا رضا زمیندار مالک کے، اس زمین کو کاشت کرنا اور وہی محصول مقررہ سابق دینا اور اس وقت جو مالک کو دوسرے مزارعہ، اس محصول سے زیادہ دیتے ہیں، اس کے موافق نہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کاشت کار موروثی شرع میں کوئی شے نہیں، یہ سب امور ظلم ہیں۔ ہرگز بدون رضاء مالک کے کاشت کرنا، اور کم محصول دینا حلال نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۳۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس رسالہ زمیندارہ بل کے صفحہ ۱۱ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ فتویٰ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے زمانہ میں بصورت اشتہار شائع ہوا تھا، یہ مطبوعہ اشتہار دفتر جمعیۃ اسلام میں محفوظ ہے۔ نیز یہ فتویٰ جواہر الفقہ تالیف مولانا مفتی محمد شفیع ص ۳۲۴ جلد دوم [مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند ۱۳۹۰ھ] میں بھی شامل ہے۔

حضرت مولانا کا یہ فتویٰ، فتاویٰ خلیلیہ (فتاویٰ مظاہر علوم) مرتبہ مولوی محمد خالد صاحب ص: ۳۹۲۔۳۹۴ (سہارنپور ۱۴۱۷ھ) میں بھی درج ہے۔ [نور]

دسواں باب

کتاب الوقف

(وقف مساجد اوران کے متعلقہ مسائل)

(۶۲۱) کیادارالحرب میں بھی مسجد بنانے کا ثواب ملے گا؟ **سوال:** دارالحرب میں زید نے مسجد بنائی ہے، پس اس کو ثواب مسجد بنانے کا ہوگا، یا کہ بسبب بنانے مسجد دارالحرب میں، ثواب بنانے مسجد کا نہ ہوگا؟

جواب: ثواب مسجد کا ہووے گا، اگرچہ دارالحرب میں مسجد بنائی ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

العبد رشید احمد گنگوہی حنفی عنہ (نقل بقلم مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، محفوظ در ذخیرہ خود)

(۶۲۲) جوئے میں جیتی ہوئی رقم سے، مسجد بنانے کا حکم؟ **سوال:** زید جوا کھیلا کرتا تھا، ایک مرتبہ زید نے پانچ سو روپیہ جیت لیا، پھر جوئے سے توبہ کی، اور اس پانچ سو روپیہ سے زید نے تمباکو کی دوکان کرلی، اس دوکان مذکورہ سے بہت نفع ہوا، زید نے اس روپیہ کے نفع سے ایک مسجد تیار کروائی، اب اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز (ہے) یا حرام ہے، یا مکروہ ہے۔ مکروہ ہے تو کس درجہ کا ہے، جو حکم خدا، رسول کا ہو تحریر فرماویں۔

جواب: قمار کے روپیہ سے جو نفع حاصل کیا ہے، پھر اس سے مسجد بنائی، وہ بھی مسجد نہیں، اس میں بھی نماز مکروہ تحریمہ ہووے گی، جیسا کہ پارچہ میں اگر ایک درہم بھی حرام کا مل گیا، تو نماز اس کی قبول نہیں ہوئی، اسی طرح جس زمین میں روپیہ حرام کا ہوگا، اس زمین میں نماز قبول نہ ہووے گی، چنانچہ روایت پارچہ کی مشکوۃ سے نقل ہو چکی اور تفسیر مدارک میں لکھا ہے، تحت آیات:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِداً ضِرَاراً الآیة — اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر۔ (ترجمہ شیخ الہند)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقیل کل مسجد بنی بمال غیر ذی طیب فهو لاحق بمسجد الضرار" انتهی ملخصا، والله اعلم (۱)

اور کہا گیا ہے کہ وہ مسجد جو ناپاک مال سے تعمیر کی گئی ہو وہ مسجد ضرار کے ساتھ شامل ہے۔ (تبیین)

(فیض رشیدیہ ص ۱۳۔۱۲)

(۶۲۳) جس مسجد میں حرام مال خرچ ہوا ہو، اس میں نماز پڑھنا، کیسا ہے؟

سوال: جس مسجد کی تعمیر میں اکثر مال حرام صرف ہوا ہو، اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا مکروہ، اور اس مسجد کو باقی رکھا جائے یا اس کو منہدم کیا جائے؟ سوالات معروضہ کا جواب شافی تحریر فرمائیں اور اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دیں۔ عریضہ آداب نظیہ حسن۔

جواب: جس مسجد میں اکثر مال حرام لگا ہے، اس میں نماز مکروہ تحریمہ ہوگی، اس کو توڑ کر حلال مال سے بنادے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ فتاویٰ، ص ۳۷۔۳۶۔۳۵)

(۶۲۴) شیعہ یا ہندو کی وقف کی ہوئی جانماز پر نماز پڑھنے، ان کے بنوائے ہوئے سائبان اور مسجد کے لیے ان کے چندہ کا حکم؟

سوال: الف: ایک شیعہ نے جائے نماز جامع مسجد میں وقف کردی، اس پر نماز جائز ہے یا نہیں، اور اس پر نماز پڑھنے سے ثواب نماز مسجد کا ملے گا، یا نہیں؟

اسی طرح اگر ہندو نے جائے نماز مسجد میں وقف کردی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

ب: اگر شیعہ یا ہندو مسجد میں سائبان بنوادے، تو اس کے سایہ میں نماز بلا کراہت جائز ہے، یا نہیں، اگر شیعہ یا ہندو بنائے مسجد کے واسطے چندہ دیوے، تو اس کا فرش اور دوسری تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں۔ دوسرے تعمیر سے مراد ستون و سقف مسجد ہے، جو مسجد میں داخل ہے۔ درصورت عدم جواز، حیلۂ جواز ارشاد ہو۔ فقط۔

جواب: شیعہ کی جانماز پر جو مسجد میں اس نے دی ہے، نماز پڑھنا درست ہے، اور ثواب مسجد کا ملتا ہے۔ علی ہذا، اس کا روپیہ لے کر تعمیر مسجد میں صرف کرنا درست ہے، اور اس مسجد میں ثواب مسجد کا ملتا ہے۔ علی ہذا، کافر کا روپیہ لگانا مسجد کی تعمیر [میں] اور اس کے فرش پر نماز پڑھنا اور اس کے سائبان کے نیچے نماز پڑھنا درست ہے، اور منقص ثواب مسجد کا نہیں۔ بدلیل اس کے کہ قریش کفار نے مسجد حرام کو تعمیر کیا اور فرش لگایا اور اس پر فخر عالم علیہ السلام نے نماز پڑھی

---

(۱) وقیل کل مسجد بنی مباهاة او رياء او سمعة او بغرض، سوی ابتغاء وجه الله، او بمال غیر ذی طیب، فهو لاحق بمسجد الضرار. (تفسیر مدارک ص ۲۶۲ ج ۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور فضل اس کا فرمایا، اور سقف قریش کی بنا، کے سایہ میں نماز ادا فرمائی، لہٰذا یہ سب امور درست ہوئے اور پتھر رکن مسجد میں نہیں آوے گا۔ فقط

(فیوض رشیدیہ ص ۲۰-۲۱)

(۶۲۵) اگر ہندو اپنی زمین مسجد کیلئے دے، یا اپنے پیسے سے مسجد بنوادے؟ **سوال**: اگر ہندو زمین دار اپنی زمین میں رعایا مسلمان کو اجازت بنانے مسجد کی دیوے، یا خود اپنے روپئے سے بنوادے؟ تو وہ حکم مسجد کا رکھتی ہے، یا نہیں، بینوا توجروا فقط

جواب: اگر زمیندار کافر، رعایا مسلمان کو اپنی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دے، تو یہ معنی ہیں کہ یہ زمین تم کو دی، تم مسجد بناؤ، یا یہ بسبب اس کے کہ ہنود بھی، مسجد کو ثواب کا کام جانتے ہیں، خود مسجد بنا کر مسلمانوں کو دیدے، یا وقف کردے، سب صورت میں مسجد ہوجاتی ہے اور ثواب مسجد کا اس میں ملتا ہے۔ قال فی الدر المختار:

لانه مباح بدليل صحته من الكافر. (۱)

اس سے دریافت ہوتا ہے کہ اگر کافر ایسی شے کا وقف کرے، کہ مسلمانوں کے نزدیک قربت ہے اور کفار بھی اس کو قربت جانتے ہیں، تو وقف صحیح ہوتا ہے۔ تو پس یہ مسجد کافر کی بنائی ہوئی ابھی مسجد ہوتی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی (فیوض رشیدیہ ص ۲۱)

(۶۲۶) اگر حلال آمدنی سے طوائف کا مکان خرید کر اس میں مسجد بنائی تو کیا حکم ہے؟ **سوال**: زید نے ایک مکان اس کسبی سے خریدا، جو کہ خرچی لے کر حرام کراتی ہے، زید نے اس مکان کو تڑوا کر ایک مسجد شاہراہ میں بنوائی، تا کہ نمازی نماز پڑھیں اور زید کو ثواب ہو، تو مسجد مذکور میں ہم لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہے، یا حرام، یا مکروہ؟ جو مکروہ ہے تو کس درجہ کا ہے؟ صاف صاف تحریر فرماویں، کیونکہ بعض عالم فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنا مسجد مذکورہ میں کچھ حرج نہیں، اس مسئلہ کو مع دلائل عقلی ونقلی کے تحریر فرماویں۔ فقط

جواب: اگر وہ مکان کسی کسبی کے پاس حلال مال کا ہے، مثلاً اس کے باپ کا ترکہ، اس کا مال حلال وجہ سے تھا، اس کی میراث کسبی کو پہنچی۔ اس سے مکان خرید لیا، یا دوسری کسی وجہ حلال سے، مکان اس کی ملک میں آیا ہے، تو اس صورت میں اس کا خریدنا اور بنانا درست ہوا، کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں ہے۔ اگرچہ کسبی کا خود مال مکسوبہ حرام ہے، ایسی حالت میں وہ مسجد ہے، اس میں ثواب بنانے والے کو ہوگا اور نماز میں بھی ثواب مسجد کا ملے گا، کیوں کہ اس میں سب طرح سے، مال طیب صرف ہوا ہے۔ قال علیه الصلوة والسلام:

---

(۱) الدر المختار ص ۳۰۰ ج ۱... ۱۳۳۳ھ ... ج ۳ ص ۳۵۹ ... ۱۲۸۷ھ ... شامی ج ۴ ص ۳۳۹ ... الفکر، بیروت ۱۳۸۹ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

"لایقبل اللہ إلا الطیب" (الحدیث) (۱)

اور جو وہ مکان حرام مال کسی سے خریدا ہوا تھا، یا زمین حرام مال سے خرید ہو کر، حرام مال سے مکان بنایا تھا، تو اب طیب مال سے خرید ہو کر، توڑ واکر مسجد بنانے سے یہ حلال نہیں ہوا، حال بھی حرام ہی ہے۔ اس میں نماز مکروہ تحریمی، کراہت تحریمہ، اور مسجد بنانے والے کو کوئی ثواب مسجد بنانے کا نہ ہوگا۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام

مهر البغی خبیث (الحدیث) (۲)

بدکاری کی آمدنی ناپاک حرام اور خبیث ہے۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من اشتری ثوبا بعشرۃ دراهم و فیه درهم حرام لم یقبل اللہ له صلاۃ مادام علیه الحدیث، رواہ فی مشکوۃ المصابیح (۳)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا جس شخص نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا، جب تک اس کپڑے کا لگا ہوا ہے۔

قال فی الدر المختار. أما الخبیث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیهما، انتهی

یعنی غصب کے روپیہ اور مال حرام کے ذریعہ سے، جو شے خریدی ہوئی ہو حرام ہے، اس کا نفع بھی حرام ہے، علی ہذا جو

---

(۱) رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یصعد اللہ الا الطیب الخ (کتاب الزکوۃ، باب لایقبل اللہ صدقۃ من غلول ولا شیء إلا من کسب طیب، الحدیث ۱۴۱۰، ص ۹۳ جلد اول، ج، دوم، مکتبہ الریاض الحدیثۃ ۱۹۸۴ء، ایضاً ص ۱۸۹ جلد اول رقم الحدیث ۱۳۹۲ نسخہ ہندیہ ۱۴۰۵ھ) ورواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول قال رسول اللہ ﷺ ما تصدق احد بصدقۃ من طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب، الا اخذها الرحمن بیمینه وان کانت تمرۃ الخ ص ۳۲۲ ج ۱ مطبع مجتبائی ۱۳۱۹ھ) کتاب الزکوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتها ص ۳۵۰ جلد اول رقم الحدیث ۱۰۱۴، ت: ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی [دار طیبہ، ریاض ۲۰۰۶ء]

(۲) رواہ مسلم عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمن الکلب خبیث ومهر البغی خبیث وکسب الحجام خبیث (کتاب المساقاۃ، رقم الحدیث ۵۶۸، ج ۲، ص ۷۳ [ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی ۲۰۰۶ء] نیز دیکھئے مشکوۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال، الحدیث ۲۷۶۳، ص ۱۰۸۴، جلد ۳ [مکتبۃ التوبہ بیروت ۲۰۰۳ء]

(۳) رواہ احمد فی المسند ۹۸/۲، سندا سی عمر [دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ ایضاً ص ۲۱۹ ج ۵ ت احمد محمد شاکر رقم الحدیث ۵۷۳۲ دار الحدیث القاہرہ ۱۹۹۵ء ۱۴۱۶ھ والبیہقی فی شعب الایمان، باب فی الملابس والأوانی، رقم الحدیث ۵۷۰۵ جلد ۱۱ ص ۱۰۶ [دار السلفیہ ۱۴۱۱ھ] نیز دیکھئے مشکوۃ شریف ص ۲۴۳ ج ۱ کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال (مطبع اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ) نیز مشکوۃ المصابیح ص ۱۰۹۲ جلد ۳ حدیث نمبر ۲۷۸۹ [مکتبۃ التوبہ بیروت ۲۰۰۳ء]

(۴) ردالمحتار ص ۹۷ ج ۵ باب بیع الفاسد (دار الفکر بیروت ۱۹۶۶ء) نیز مطلب فی تعیین الدراهم فی العقد القاموس ص ۱۳۵ جلد چہارم مکتبہ جدیدہ کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

شے غصب وحرام کی ہے، اس کے عوض جو روپیہ کا نفع ہوگا، وہ بھی حرام ہے۔ پس جو مکان حرام مال کا خریدا گیا ہو حرام ہے، اب اس کو حلال مال سے خریدنے میں حلت اور اباحت حاصل نہ ہوئی، اور مسجد بنانا اس میں درست نہ ہوگا، علی الاصح۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ہذا الجواب صحیح محمد امیر باز خان سہارنپوری محمد مراد حنفی عنہ مظفر نگری

(فیوض رشیدیہ ص ۱۲-۱۱)

(۶۲۷) قربانی کی کھال کا صدقہ واجب ہے، اور اس کا مسجد کی تعمیر یا تنخواہ میں استعمال؟

سوال: کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی کھال کی بیع مکروہ ہے، لیکن اگر بیع کی جاوے تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا چاہئے، مساکین کی قید ہدایہ وغیرہ میں نہیں ہے۔ فقط صدقہ کا ذکر ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ قیمت مسجد کی تعمیر میں، یا پھر مدرسین کی تنخواہ میں صرف کی جاوے، تو جائز ہو۔ کیونکہ یہ دونوں صورتیں بھی صدقے کی ہیں، اور اگر یہ صدقہ نہیں ہے، تو جس شخص نے اپنے مال کے صدقہ کرنے کی قسم کھائی، پھر اس کو مسجد کی تعمیر میں یا کتابوں کے وقف کرنے میں صرف کیا، تو وہ کس طرح سچا ہوگا، اور اگر کھال کی قیمت کا صدقہ کرنا، خاص مساکین پر بطور تملیک کے واجب ہے، تو یہ وجوب اور تخصیص کس کتاب سے ثابت ہے؟

جواب: قیمت جلد اضحیہ کا صدقہ واجب لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ صدقہ واجبہ مساکین وفقراء کو ہی دے سکتے ہیں، اغنیاء بنی ہاشم کو درست نہیں، لہٰذا قید مساکین کی نہیں ضرورت ہوئی، کہ امر بدیہی ہے، اور صدقہ واجبہ میں تملیک شرط ہے، مثل زکوٰۃ ونذر کے، پس تعمیر مسجد ومدرسہ میں درست نہ ہوگی، اور تنخواہ اجرت وبیع کے حکم میں ہے، کس طرح درست ہوگی، تنخواہ ہرگز صدقہ نہیں، بلکہ اجرت ہے، اور مسجد کی تعمیر وغیرہ اباحت ہے نہ تملیک، اور تملیک صدقہ واجب کی، سب کتب فقہ میں مسطور ہے، کتاب الزکوٰۃ جس کتاب کا چاہو دیکھ لو۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۱-۳۹-۳۸)

(۶۲۸) نظریات کے اختلاف کی وجہ سے، الگ مسجد بنانا صحیح نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسی حالت میں: کہ اپنی عزت کے بچانے کے واسطے اور اپنی نماز کے، جو جہال وناواقفین کے پیچھے صحیح نہیں ہوتی، درست کرنے کی غرض سے نہ بخیال تعلی وتفاخر تفرقہ، اپنے محلہ میں نئی مسجد کا بنانا، عاملان بالحدیث کو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ یہ سب نزاع وخلاف فریقین کا، سبب جہر آمین ورفع یدین وغیرہ چند امور کے جو عند قائلہم مستحب ہیں، واقع ہوا ہے، یہ بوجہ کسی امر واجب الاداء کے۔ اور سب اہل دین جانتے ہیں کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہر مستحب کا ادا اس وقت مستحب ہے کہ کوئی امر واجب فوت نہ ہو، ورنہ یہ ہی مستحب ایسی صورت میں حرام ہو جاتا ہے۔ اور اتفاق مسلمین ایک ایسا امر واجب منصوص ہے، کہ کسی عاقل کو بھی اس میں خلاف نہیں، پس بحکم آیت

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا الآية (آل عمران ۱۰۲) اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه الآية (شوریٰ ۱۳) یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اہل حدیث (پر) لازم و واجب ہے کہ اس امر مستحب کہ جو تفرقہ انداز عوام ہو، ترک کرے، اتفاق منصوص متعلب حاصل کریں، اور ادائے مستحب کے واسطے، جس کا ترک وقت تفرقہ کے واجب ہے، منہی شرعی اور محرم قرآن و احادیث کے سبب کو اختیار نہ کریں، اور ظاہر ہے کہ ترک ان مستحبات میں وحشت دوسرے فریق کی رفع ہو کر اتحاد و اتفاق ہے، تو اس کی تحصیل واجب ہے، اور درصورت بناء مسجد جدید کے، اس اختلاف و تنافر استحکام بناء اور تقویت بدعیت ہے، پس اس کا ترک واجب ہے۔

پس محل تامل ہے کہ حاملین حدیث بزعم خود اپنی آبرو کے واسطے تجدید بناء مسجد کر کے تفرقہ منہی قرآنی کو اختیار کرنا پسند کریں اور حق تعالیٰ کے مامور اتفاق کلمہ مسلمین کی حفاظت کے واسطے، اپنے مرغوب عمل مستحب کو، جس کو خود شارع نے اسی وقت میں منع فرماویں، ترک نہ کریں، حیف صد حیف! کہ للہ تعالیٰ فی اللہ تعالیٰ کوئی عمل کیا جاوے اور رعایت حکم اللہ تعالیٰ کی اس میں اور نگہداشت حدود اللہ تعالیٰ کی نہ ہو، اور صحاح حدیث اور آثار کرام سے، سب پر ظاہر ہے کہ ترک مستحب حفاظت واجب کے واسطے، ہر روز معمول و مامور بہا ہے، اور اسباب منہیات کے ہمیشہ ممنوع رہے ہیں، جس کے بسط میں تطویل ہے۔ فقط

الحاصل اس حالت میں بناء مسجد جدید کی، حسب حکم شارع علیہ السلام کے درست نہیں، بلکہ ترک مستحب متنازع فیہ کا کرنا اور اتفاق پیدا کرنا واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۹۴-۱۹۵)

(۶۲۹) برادری سے باہر نکاح کرنے والے کو مسجد آنے سے منع کرنا کیسا ہے؟

سوال: جس نو باف نے قصائی بیوہ سے نکاح کیا، اس نو باف کو قصائی محلہ کی مسجد میں نماز سے روکتا ہے، کہ تو نے ہماری آبرو میں بٹہ لگایا، یا نماز سے منع کرنیوالا قصائی مسجد میں گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اس شخص کو نماز پڑھنے سے منع کرنا نہ چاہئے، کہ اس نے کام کوئی ایسا نہیں کیا کہ مسجد سے روکا جاوے، پس نماز سے روکنے والا گنہگار ہوگا، واللہ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

ھذا الجواب صحیح محمد مراد مدرس مظفر نگر۔ عبدالحق بجھروی

(فیوض رشیدیہ، طبع اول لدھیانہ۔ سوال ۲۷ ص ۳۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۳۰) شادی یا خوشی کے موقع پر مسجد کے لیے جبراً پیسے لینا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے

ہیں علماء دین کہ ایک قوم نے اپنی برادری میں یہ رسم مقرر کی ہے، کہ ہر شخص کی شادی میں خواہ وہ امیر ہو یا غریب یا یتیم، دولہا سے دس روپیہ اور دلہن سے چار روپیہ لیتے ہیں، اور اس روپیہ کو مسجد میں صرف کرتے ہیں، سو اس طرح لینا اور لے کر مسجد میں صرف کرنا، از روئے شریعت درست ہے یا نہیں؟ اور جب تک روپیہ نہیں لیتے، تب تک دولہا دلہن کی شادی میں شامل نہیں ہوتے، اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے، آنے نہیں دیتے ہیں، وہ بھی مسجد میں صرف ہوتا ہے۔ بینوا توجروا! فقط

جواب: اگر کوئی خوشی سے روپیہ شادی میں یا لڑکا پیدا ہونے میں دیوے، تو مسجد میں لگانا اس روپیہ کا درست ہے، اور جو خوشی سے دیوے، تو وہ لینا بھی حرام ہے اور مسجد میں صرف کرنا بھی درست نہیں۔ فقط

اور جبراً لینا دباؤ برادری کا زوال رشوت میں حرام ہے۔ فقط رشید احمد گنگوہی

(فیوض رشیدیہ طبع اول لدھیانہ۔ سوال ۳ ص ۵)

(۶۳۱) اگر نیچے دوکانیں، ان کے اوپر مسجد بنوائی، تو کیا حکم ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین مسائل ذیل میں ایک شخص نے مسجد اس طور سے بنوائی کہ اس کے نیچے مکان یا دوکان وغیرہ ہے اور اس کے اوپر مسجد ہے، اور اس مکان وغیرہ کا کرایہ وہ شخص اسی مسجد میں صرف کرتا ہے۔ ایسی مسجد کے بنوانے والے کو اس میں نماز پڑھنے کا ثواب، مثل ان مساجد کے ہے، کہ جن کے نیچے کوئی مکان یا دوکان وغیرہ نہیں، ملے گا۔ یا کم و بیش، اور اس مسجد کا حکم مثل مساجد مذکورہ یا دیگر مکانات کے ہے؟

جواب: اگر دوکان مسجد بھی موقف ہے، تو مسجد ہوگئی اور ثواب مسجد کا اس میں مثل دیگر مساجد کے ہے اور جو دوکان کو ملک اپنی رکھا ہے اور اوپر مسجد کو وقف کیا ہے، تو یہ مسجد نہیں ہوئی، مملوک بانی کی ہے، ثواب مسجد کا اس میں حاصل نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۴۱)

(۶۳۲) مسجد کے فائدے کے لئے، اس کی چھت گرانے کا حکم؟ سوال: حامداً و مصلیاً

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ایک شخص نے مسجد کہنہ کی، جو قریب انہدام تھی تعمیر کرائی، اور مکرری نئی عمدہ بقدر وسعت اس مسجد کی چھت میں ڈالی اور ہر طرح کی اس کی درستی کرادی، مگر چوبیں اور خام ہے، موسم بارش میں ہر ہفتہ اور ہر مشرہ میں ضرورت دیکھ بھال کی، چوہے نکلنے اور چھپکلی گھاس پھوس کے رہا کرتی ہے، اگر

toobaa-elibrary.blogspot.com

چھت پختہ کرادی جائے تو بھی ضرورت مرمت کی رہے گی، بلکہ زیادہ خرچ مرمت میں ہوجائے گا اور روز مرمت کرنے کا جس کو خیال مسجد کا ہو، نظر نہیں آتا۔ لہٰذا وہ شخص کہ جس نے قیمتہ اور مرمت مسجد کی ہے، چاہتا ہے کہ جو لکڑی اس مسجد کی چھت میں ڈالی ہے، تخمینہ قیمت کا کر کے نکال لیوے، اور اس لکڑی کو اپنے مکان میں اور قیمت اس لکڑی کی اور جائداد اس سے جو پختہ صرف ہو خرچ کرے، چھت ڈال کی لگا دیوے، تاکہ سو دو سو برس تک مرمت اور دیکھ بھال کی ضرورت نہ پڑے۔

زید کہتا ہے کہ لکڑی جو مسجد میں پڑ چکی ہے، اب وہ بوجہ عظمت کے مکان میں ڈالنے کی نہیں، وہ لکڑی مسجد یا حجرہ مسجد یا خانقاہ یا مدرسہ میں ڈالی جاوے۔ اس مسئلہ کی تحقیق بدلیل قوی وثبوت واثق منظور ہے۔ یہ کام مبنیت حصول ثواب کیا جاتا ہے اور جب خوف عقوبت ہو تو باز رہا جاوے۔ حسبۃ للہ جواب تحریر ہو۔ فقط

جواب: اگر اس مسجد کا کوئی اور متولی ہو تو اس سے خرید لے، اور اگر خود ہی متولی ہو تو بھی اس شخص کو یہ تبادلہ اور بیع درست ہے، اگر مسجد کے لئے یہ تصرف مفید ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ فتاویٰ، ص ۹۲ ج ۲)

(۶۳۳) اگر مسجد کی آمدنی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو اور دوسری مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو تو؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آمدنی جامع مسجد سہارنپوری اس قدر ہے کہ جملہ حاجت سے فارغ ہو کر زر کثیر بچ رہتا ہے، اور شدہ شدہ کئی ہزار روپیہ جمع بھی ہو گیا ہے، جامع مسجد پر اس کا صرف ہونا مظنون نہیں ہوتا، اور درصورت اوپر کے جمع رہنے کے، غالب گمان اس کے تلف ہونے کا ہے، چنانچہ اسی وجہ سے ٹیکس سرکاری بھی اوپر لگ گیا ہے، اور دیگر مساجد سہارنپور کو بھی حاجت نہیں ہے کہ سب مساجد کی آمدنی ان کے مصارف کو کافی ہے، پس اس حالت میں اندیشہ تلف غالب ہے، اس روپیہ کو تعلیم دینیات میں صرف کرنا کہ وہاں اشد ضرورت ہے، جائز ہے، کہ نہیں؟ بینوا توجروا!

الجواب: کتب فقہ میں یہ مسئلہ بندہ کی نظر سے نہیں گزرا، اس قدر تو ان کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسجد کا غلہ وقف، جب کہ وہاں حاجت نہ رہے دوسری مسجد پر صرف کر دینا درست ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اندیشہ تلف غالب ہو، مگر یہ کہ کسی مسجد میں بھی حاجت نہ رہے اور اندیشہ تلف ہو تو، اس شق کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا، بلکہ ہر جنس کہ غلہ کو اسی جنس پر صرف کرنے کو لکھتے ہیں، بظاہر فقہاء کو ایسی صورت پیش نہیں آئی۔

لہٰذا بندہ لکھتا ہے کہ ایسی صورت مذکورۂ سوال میں، صرف کرنا اس روپیہ کا مدرسہ پر جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واللہ یعلم المفسد من المصلح چونکہ نیت متولیان مسجد کی خیر محض اور محافظت مال وقف ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، اور

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ بیت اللہ جو مدفون بیت اللہ میں ہے اور حاجت بیت اللہ سے زائد ہے، بعض کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اس کو نکال کر، جہاد میں صرف کریں گے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ سنانی، مثل اعلاء کلمۃ اللہ لسانی کے ہے، اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اس کو نکال کر صرف کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ نے اس کو نہیں نکالا تھا، اس لئے انھوں نے بھی نہیں نکالا۔ سو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کا نہ نکالنا، وجہ عدم جواز اخراج کے تھا، بلکہ یہ وجہ ہے کہ اخیر زمانہ میں اس کی زیادہ حاجت ہوگی، اب چنداں حاجت نہیں ہے، اور مسجد نبوی کے ستون جس وقت کے بدلے گئے ہیں اور منبر شریف جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں رکھا گیا، وہ کس پر تقسیم کیا گیا اور کبھی ثابت نہیں کہ بیع کرکے پھر مسجد پر لگایا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ وہ اشیاء کہ مسجد ضرورت میں ان کی تمام ہوگئی ہو، جب مسجد میں اس کی حاجت نہ رہے تو اس کو تقسیم کر دینا، یا دوسری جگہ صرف کر دینا جائز ہے۔

فقط، واللہ اعلم بالصواب

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نقل از فتاویٰ مقتدیہ قلمی ص ۵۵۴ ج ۲ (یعنی مجموعہ فتاویٰ، دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور، غیر مطبوعہ مخزونہ، کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور)

(۶۳۴) جس نے مال صدقہ کرنے کی قسم کھائی مسجد میں خرچ کرے اور دینی کتابیں خرید کر دے تو؟

مسئلہ: جس نے مال صدقہ کرنے کی قسم کھائی تو تعمیر مسجد میں لگانے سے، یا کتب دین وقف کرنے سے ادا ہو جاتا ہے، اور صدقہ جاریہ وہ ہے کہ جس کا ثواب دیر تک ملے۔ کتاب کا دینا، چاہ بنانا، تصنیف کرکے چھوڑنا، شاگرد کا چھوڑنا مثل خصوصیت وقف کی نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۵۔۵۶)

(۶۳۵) مسجد سے ملحق مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے اور اس پر مسجد کی زائد آمدنی خرچ کرنے کا حکم؟

سوال: احاطہ مسجد میں مدرسہ کے لیے مکان بنانا درست ہے، یا نہیں؟ آمدنی مسجد کی اس قدر زائد ہے کہ اس کے خرچ کی اس وقت نہ آئندہ ضرورت معلوم ہوتی ہے اور نہ قریب کی مسجد اس کی محتاج۔ ایسے روپیوں کو مدرسہ کے کام میں خرچ کیا جائے، یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اس قدر روپے کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟

جواب: احاطہ مسجد میں مدرسہ بنانا جائز ہے، کیوں کہ فنائے مسجد جیسے افتادہ پڑی ہے، ایسا ہی مکان بنا کر اس میں درس دینا درست ہے، مگر وہ مکان مدرسہ متعلق مسجد کے ہی رہے گا۔ وقف جدید نہ ہووے گا۔ اگر فنائے مسجد میں تعمیر کرنے لگے، تو یہ مانع ہے، ایسا ہی بنائے مکان میں کچھ حرج نہیں۔ اگر آمدنی اس قدر زائد ہے، تو مدرسہ متعلق

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسجد میں خرچ کرنا درست ہے۔ فقط

(مکتوب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بنام مولانا عبدالرحمن صدیقی امروہوی)

مشمولہ تصوف نمبر، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، ص ۱۰۱، ۱۳۸۲ھ، ۱۹۶۲ء

(۶۳۶) نقارہ بجانے کے لیے وقف شدہ جائداد کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسلام ومفتیان شریعت خیر الانام، کہ ایک شخص واسطے بجانے نقارہ (کے) کی درگاہ بزرگ (پر) کوئی مکان وقف کرے، تو یہ وقف عندالشرع شریف جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسا وقف بعد مرنے واقف کے اس کی اولاد پر بموجب فرائض وراثت پذیر ہوگا، یا نہیں؟ اور وقف کے واسطے تحریر واقف بھی لازمی ہے، یا زبانی کہہ دینا کافی ہے؟ بینوا توجروا

جواب: جو مکان نقارہ بجانے کے واسطے وقف کیا گیا ہے، وہ مکان شرعاً وقف نہیں ہوا، اس واسطے کہ (نقارہ) بجانا قبر پر گناہ ہے اور وقف قربت وطاعت میں صحیح ہوتا ہے، وقف علی المعصیت درست نہیں، وقال فی الدر المختار: وان یکون قربة فی ذاتہ انتہی (۱) پس یہ جو وقف علی المعصیت ہوا باطل ہے، اب اس میں میراث جاری ہوگی، اور وقف کے اتمام کے واسطے کتبہ تحریر ہونا ضروری نہیں۔ فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۲)

(۶۳۷) زمینِ وقف اور زمین مسجد کی فروخت کسی طرح صحیح نہیں؟

مسئلہ: زمین مسجد و بیع نہیں کر سکتے علی الاصح، مگر حالت مذکورہ سوال میں خشت وغیرہ مسجد کی دوسری مسجد میں صرف کر دیویں، اگر ضائع ہونے کا خدشہ ہو، اور زمین مسجد کے گرد ایک احاطہ بنوا دیں، جو محفوظ رہے، اور اسی طرح وقف کی بینک سرکاری کا حال ہے، کہ جب یہاں کارآمد نہیں تو دوسری جگہ صرف کریں، خواہ اس کو یا اس کی قیمت کو، مگر زمین وقف کا بیع درست نہیں۔ مگر جب بالکل ازکار رفتہ ہو جائے، گویا ہلاک ہوگئی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فتاویٰ ص ۳۹)

(۶۳۸) مسجد یا مسافر خانہ کی تعمیر کے لئے چندہ مانگنا اور اس میں سے اپنا خرچ نکال لینا؟

سوال: ایک شخص مانگ مانگ کر مسجد یا مسافر خانہ بناتا ہے اور جو روپیہ جمع ہوتا ہے، اس میں سے اپنے اہل وعیال کا اور اپنا خرچ نکال لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ جب میں اپنے اوقات اسی کام میں صرف کرتا ہوں، تو اپنا خرچ کہاں سے چلاؤں، تو یہ کام مانگ مانگ کر کرنا جائز ہے، یا نہیں، اور اس میں سے لے کر اپنے خرچ میں لانا کیسا ہے؟

---

(۱) شامی ص ۳۶۰، ج ۳ (مطبع اہل امطانع ۱۲۸۶ھ) نیز درمختار ص ۳۷۷، ج ۱، کتاب الوقف مکتبہ نبہانی ۱۳۳۱ھ نیز رد المحتار ص ۳۳۱، ج ۴۔ کتاب الوقف، دار الفکر، بیروت۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(بہشتی زیور ص ۴۱)

جواب: درست نہیں۔

(۶۳۹) مسجد کی دوکانوں کی رہن کی ایک صورت، اور اس کی وجہ سے متولی کی معزولی کا حکم؟

سوال: زید نے ایک مسجد تعمیر کی اور زیر فرش مسجد چار دوکانیں نکالیں اور مسجد کو با ستثنیٰ دوکانات مذکورہ وقف کر دیا، بعد وفات زید دوکانات معلومہ اس کے ورثہ کے قبض و دخل میں رہیں، انہوں نے عند الضرورت ان دوکانوں کو مہاجنوں وغیرہ کے پاس رہن کر دی، پھر مدت مدید کے بعد دوکانات معلومہ قبل از انفکاک بنام مسجد بیع کر دیں۔ بعد اس کے متولی مسجد کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ، حسب قانون انگریزی کہ قبل از انقضاء مدت ساٹھ سال جن میں، چند ہی سال باقی ہیں، اس کا انفکاک نہ ہوا، تو دوکانات معلومہ ملک مرتہن ہو جاویں گی، اور مسجد کے انہدام وغیرہ کا ان کو اختیار حاصل ہوگا، لہٰذا متولی نے ان دوکانات کو کسی مہاجن کے پاس رہن رکھ کر مرتہن سابق کا روپیہ ادا کیا، اور مرتہن ثانی سے قسط وار روپیہ ادا کرنے کا اقرار کیا، اب آیا متولی بوجہ ان مصالح کے، اس رہن رکھنے سے قابل عزل ہے، یا نہیں؟ دراں حالیکہ متولی عمائد شہر کے نزدیک، ہر طرح سے متدین، نیک نیت با ایمان ہے۔

جواب: یہ دوکانیں جو متولی نے خرید کی ہیں تو وقف بنام مسجد نہیں ہوئی، بلکہ متولی کی ملک ہو گئیں ہیں، اس واسطے کہ متولی نے ان کو مال وقف سے خرید نہیں کیا، بلکہ قسط وار [ادائیگی] اس کی، اور ادا، زیر رہن جو ثمن دوکانات ٹھہرا ہے، سب ان دوکانوں سے ہے، برہن و سرمایہ ادا کیا ہے، پس مسجد کے نام پر وقف ان دوکانات کا ہونا نہیں ہو سکتا۔ قال فی الدر المختار:

اشتری المتولی بمال الوقف داراً للوقف لاتلحق بالمنازل الموقوفة و یجوز بیعها فی الأصح. انتهیٰ (۱)

اس کی شرح ردالمحتار میں لکھا ہے. فلو استدان فی ثمنه وقع الشراء له.

الحاصل اس صورت میں یہ دوکانات وقف نہ ہوئی، کہ مال وقف مسجد سے شراء ان کا واقع نہیں ہوا، پس جب یہ ملک متولی ٹھہری اور اس میں متولی نے کوئی امر خلاف شرع یا مضر مسجد کا یا خیانت نہیں کی، تو اب رہن کر دینا ان کا بھی جائز ہوا، جیسا کہ بیع کرنا ان کا جائز ہے، چنانچہ روایت بالا سے واضح ہے، پس متولی سے یہ امر خلاف نہیں ہوا، رہن کرنا درست اور خرید نا جائز ہے اور یہ امر ہرگز وجہ عزل کی نہیں ہو سکتا۔ اب متولی آمدنی اس کی اگر مسجد پر صرف کرے مختار ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۸-۱۵۹)

---

(۱) الدر المختار ج ۴ ص ۳۶۹ ص نجتبائی، یونیہ ۱۳۳۱ھ

(۲) شرح ردالمحتار (شامی) ص ۳۶۹ ج ۳ بحث اشتری بمال الوقف داراً للوقف (ص مطابع دہلی)

ب ص ۴۷۱-۴۷۸ ج ۴۔ (مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۴۰) متولی وقف، ذاتی ضروریات کے لیے، کس قدر رقم خرچ کرسکتا ہے؟

سوال: متولی اوقاف محاصل وقف سے، باختیار خود، کس قدر رقم اپنے ذاتی صرف میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: وظیفہ متولی کا جو کچھ واقف نے یا اہل محلہ نے مقرر کردیا، یا درصورت عدم تقرر اجرۃ مثل سے قدر لینا درست ہے، اور زائد کو صرف کرنا، ناجائز ہے۔ قال فی الدر المحتار.

لیس للمتولی أخذ زیادة علی ماقرر له الواقف أصلا. انتهی وفیه للمتولی أجر مثل عمله. (۱)

پس زیادہ اگر اس سے لیوے گا، یہ بھی خیانت میں شمار ہوکر قابل عزل ہوجائے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاضعف رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ ص ۱۵۶۔۱۵۸)

(۶۴۱) متولی کو معزول کرنے کا حق کس کو ہے؟

سوال: شرعاً عزل متولی کے اختیارات کس کو حاصل ہیں، یا عوام کو جو ہر طرح سے بے علم، ذلیل پیشہ، بازاری آدمی ہیں؟

جواب: عزل کرنا کام اہل فہم وصلاح کا ہے، بشرط وجود (و) اعی عزل کے نہ ہر کس وناکس کا۔ چنانچہ عالمگیریہ کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے:

قیل هل یفرق الحال بین أن یکون المتصرف واحداً أو اثنین. قال لابدّ أن یکون المتصرف من الأماثل رئیس المحلة و متصرفها، انتهیٰ (۲)

علی ہذا درمختار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

و کذالک إذا کان الواقف علی أرباب معلومین یحصی عددهم إذا نصبوا متولیاً وهم من أهل الصلاح، انتهیٰ (۳)

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصب وعزل کا کام اماثل واہل اصلاح کا ہے اور اراذل کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۷۔۱۵۸)

---

(۱) درمختار ص:۳۹۲ ج:۱ کتاب الوقف، عکس مجتبائی ۱۳۳۱ھ، ردالمحتار ص:۴۵۰۔۴۵۱ ج:۴۔ باب مذکور، دارالفکر بیروت، نیز شامی ج:۳ ص:۴۲۶، ۴۲۷، مطبع مجتبائی دہلی

(۲) فتاوی عالمگیری کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المتحد الفصل الثانی ص:۴۶۳ جلد دوم، نورانی کتب خانہ پشاور پاکستان، ۱۳۱۰ھ

(۳) شامی نسخہ ہندیہ ص:۴۰۹ ج:۳ فصل مذکور بالا (مطبع اکمل المطابع دہلی) نیز ردالمحتار ص:۴۲۲ ج:۴ باب مطلب الافضل فی زماننا نصب المتولی بالاعلام المقاضی (مطبوعہ دارالفکر بیروت: ۱۳۹۹ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۴۲) متولی اوقاف کو کب معزول کیا جاسکتا ہے؟ سوال: متولی اوقاف کو کون سی وجوہ کے ارتکاب سے، لائق عزل سمجھا جاتا ہے؟

جواب: اگر خیانت یا فسق یا صرف بیچ، یا کوئی دوسری وجہ ثابت ہو جاوے، کہ جس سے متولی مامون نہ رہے، اس وقت مستحق عزل کا ہوتا ہے۔ قال فی الدر المختار:

وینزع وجوبا لو غیر مامون او عاجزا، او ظهر به فسق، کشرب خمر و نحوه فتح او کان یصرف ماله فی الکیمیاء، انتهی (۱)

پس جب کسی وجہ سے مامون نہ رہے، اس وقت لائق عزل کے ہو جاتا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۶)

(۶۴۳) متولی وقف کو بلا کسی مناسب وجہ کے معزول کرنا؟ سوال: اگر متولی اوقاف عمائد شہر اور علماء اور فضلاء کے نزدیک، ہر طرح سے قابل اطمینان اور متشرع آدمی ہے، تو شرعاً اہل محلہ اور اہل شہر بلا کسی وجہ شرعیہ کے محض عداوت نفسانیہ سے متولی کو تولیت سے علاحدہ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: ایسی حالت میں معزول کرنا متولی کا درست نہیں۔ قال فی الدر المختار:

لیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایة المستحقین حتی یثبتوا علیه خیانته. (۲)

پس جب کہ قاضی بھی بلا وجہ شرعیہ عزل نہیں کر سکتا، تو اہل محلہ کو بھی یہ امر جائز نہیں، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۷)

(۶۴۴) مسجد کے لئے آئی ہوئی رقم کا، خادمِ مسجد کو دے دینا، کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نے چند روپیہ واسطے اصراف مسجد کے براہ خدا دیئے ہیں، اب وہ روپیہ خدمت گار کو دینے چاہئیں، یا کہ اصراف مسجد میں صرف کریں، بینوا توجروا!

جواب: جو لوگ مسجد کے نام سے روپیہ دیتے ہیں، اللہ کے واسطے ہی دیتے ہیں [پس] یہ خدمت گزار مسجد کو دینا لازم ہے۔ فقط، واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۱۸-۱۱۷)

---

(۱) مختار ص ۳۸۳ ج ۴ کتاب الوقف طبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ ۱۹۱۴ء | نیز شامی ص ۳۸۰-۳۸۱ ج ۴ کتاب الوقف (دار الفکر بیروت) نیز شامی ج ۴ ص ۳۸۵-۳۸۴ [مجتبائی دہلی] (نور)

(۲) مختار ص ۳۹۱ ج ۴ کتاب الوقف طبع سنۃ مجتبائی دہلی ہند | نیز رد المحتار ص ۴۳۹ ج ۴ | نیز کتاب الوقف مطلب لیس للقاضی عزل الناظر ص ۴۰۹ ج ۳ [طبع مصطفی بابی حلبی مصر] (دار الفکر بیروت ۱۳۹۲ھ) نیز شامی ج ۳ ص ۴۹۱ [مجتبائی دہلی]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۴۵) مسجد کے لئے وقف سامان، ڈول یا روپے کا کسی اور کے لیے استعمال؟

سوال: مسجد کا روپیہ جو امین کے پاس جمع ہے، اس میں سے امین نے ڈول خرید کر مسجد میں رکھا، تو اس ڈول سے لوگوں کو اپنے گھر کے واسطے پانی لیجانا حرام ہے، یا مکروہ، یا جائز؟

جواب: جو مال وقف مسجد کا ہے، اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرنا درست نہیں، جو کسی نے روپیہ دیا اس کی نیت کا یا عرف کا اعتبار ہوگا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (ہدیت خاص ص ۴۸)

(۶۴۶) مسجد کا سامان ذاتی استعمال میں لانا؟

مسئلہ: مسجد کی شے اگرچہ زائد ہو، متولی کو اپنے خانگی صرف میں لانا منع ہے اور خیانت۔ (مجموعہ ص ۱۳۲)

(۶۴۷) مسجد کے تیل یا کسی اور چیز کا ذاتی استعمال کیسا ہے؟

سوال: مسجد کا تیل اگر زخم پر لگالیا اور اس کا عوض اور تیل مسجد میں دیدیا، اور مسجد کے روشن چراغ سے اپنا کوئی کام کیا، مثلاً کپڑا سیا، یا دنیاوی کتاب کا سبق لیا، مسجد ہی میں، یا کوئی خط اس کی روشنی میں لکھا، یا مسجد کے حمام میں سے آگ لی، یا بدن سینکا مسجد کی وقف لکڑیوں کی آگ سے، یا مسجد کے ڈول سے اپنے گھر کے واسطے پانی بھرلیا، یا مسجد کے لوٹے یا گھڑے میں پانی بھر کر، اپنے گھر میں لایا، یا مسجد کے بوریئے اور صفیں مسجد یا حجرہ میں بچھا کر سبق پڑھا یا سنا، یا مسجد کے کانٹے سے جو ڈول نکالنے کا ہے اور کسی غیر مسجد کا کوئی گرا ہوا ڈول، یا چرس نکالا تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد کا تیل اگر بدن کو لگایا، تو اس کا بدلہ دیدیوے ادا ہو جاوے گا، مگر اول ہی لگانا جائز نہیں، اگر لگا کر عوض دیا، تو ضمان مال کا ساقط ہوا، معصیت باقی رہتی ہے، توبہ کرے۔

اور مسجد میں چراغ روشن ہو، اس سے وہیں بیٹھ کر لکھنا، پڑھنا، سینکنا بدون حرج کسی کے درست ہے۔ مسجد کے حمام کی آگ لیجانا منع ہے [ضمان آوے گا، ہاں جب پانی کی آگ روشن ہے (۱) اس سے سینک لینا درست ہے، کہ کوئی نقصان وحرج کسی کا اس میں نہیں ہوتا۔

مسجد کے ڈول سے پانی گھر کا نہ بھرے، مگر باذن ڈول ڈالنے والے کے، اگر اس نے اس وقت یہ نیت کی ہو اور بعد مسجد میں دینے کے، اس کی نیت کا اعتبار نہیں، اور مسجد کا لوٹا گھر لے جانا بھی منع ہے اور مسجد کا بوریا خارج مسجد میں بچھانا بھی درست نہیں۔ علیٰ ہذا، مسجد کی کوئی شے غیر جگہ استعمال کرنا درست نہیں، مگر کانا مسجد کا اس نیت سے رکھتے ہیں کہ اور لوگ بھی نفع لیویں، سو اس سے ڈول اپنا نکالنا درست ہے۔ ہاں! اگر یہ نیت نہ ہو، بلکہ خاص مسجد کا ہی ہو، اس کو نہ برتے۔

(مکتوبہ بدست خاص بجواب سوال ۳۸)

---

(۱) اصل میں اسی طرح ہے، یعنی وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے، مسجد کے حمام میں آگ جلی ہوئی ہے۔ نور ا

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۴۸) مسجد کا گرم پانی گھر لے جانا کیسا ہے؟ **سوال:** آب گرم مسجد کے نمازیوں کے واسطے جو ہوا کرتا ہے، اس میں سے اگر کوئی شخص غسل یا وضو کے واسطے، اپنے گھر کے آدمیوں کے لئے پانی لیجاوے، تو جائز ہے، یا نہیں۔

جواب: گھر لے جانا درست نہیں، مگر باجازت گرم کرانے والوں کے، اور جو وقف مال سے گرم ہوتا ہے، تو کسی حال درست نہیں۔ فقط (بدست خاص ص ۱۹)

(۶۴۹) مسجد میں کس قسم کی گفتگو اور کون سے کام کرنے کی گنجائش ہے؟ **سوال:** کلام دنیاوی مثلاً یوں پوچھنا کہ بھائی تم کہاں نوکر ہو، کیا تنخواہ ہے یا کیا کام کرتے ہو، کھیتی کرتے ہو یا سوداگری، کیا بچت رہتی ہے، کتنے گھوڑے ہیں۔ مسجد میں کرنا، یا نوشت وخواند دنیاوی کتابوں کی، یا کپڑا سینا، یا طلبہ کو اجرت لے کر مسجد میں دنیاوی کتابوں کا سبق دینا، مثلاً گلستاں وانشاء وغیرہ کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کلام مباح قلیل مسجد میں کرنا، اس طرح کہ کسی نمازی کو حرج نہ ہو مباح ہے۔ ایسا ہی کتاب مباح کا لکھنا، یا پارچہ سینا درست ہے، اور مزدوری دیکر مسجد میں پڑھانا، بعض کتب میں مکروہ لکھا ہے اور بدون اجرت بشرط عدم تلویث مسجد کے، اور نہ حرج ہونے کسی نمازی کے، جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص سوال ۲۵)

(۶۵۰) بچے اگر مسجد میں پیشاب کردیں، تو ان کے والدین کو گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟ **سوال:** لڑکا چھوٹا اگر مسجد میں پیشاب وغیرہ کردے، تو اس کے والد کو جس کے ساتھ وہ مسجد میں گیا تھا۔ کچھ گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد میں لڑکوں کا لیجانا بسبب اندیشہ تلویث مسجد کے منع ہے، اس کا اندیشہ ہو اور لیجاوے تو گناہ ہوگا اور جو طمانیت ہو تو گناہ نہیں، مگر بہتر ہر حال نہ لیجانا ہے۔ (بدست خاص، سوال ۳۰)

(۶۵۱) مسجد میں کپڑا وغیرہ ڈال کر جگہ گھیر لینا، کیسا ہے؟ **سوال:** اول: یہ کہ مسجد میں لوگ چادر وغیرہ ڈال کر جگہ روک کر، باہر جا کر اپنے کاروبار میں مشغول ہوجاتے ہیں، اور اگر کوئی اس جگہ پر بیٹھ جاتا ہے اس سے لڑتے ہیں، یہ امر جائز ہے یا نہیں، اور ایسے فعل کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

اور دوسرا یہ کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھا ہوا، کسی حاجت کے واسطے اٹھا اور اپنا کپڑا اپنی جگہ پر استحقاق باقی رکھنے کو چھوڑ چلا، تاکہ اور نہ بیٹھے، اس کا کیا حکم ہے، اور یہ متولی اور مہتمم جو ایسی حکایت سے روک سکتے ہیں، منع نہ کریں، ان کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا!

جواب: اس طرح جگہ رکھنا مساجد میں ہرگز درست نہیں، اور یہ کام کرنے والا گنہگار ہے۔ اس واسطے کہ مساجد سب خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں، اس میں کسی کا استحقاق دوسرے سے زیادہ نہیں ہے، سب برابر ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: أَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ (سورۂ جن: ۱۵)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں۔

(ترجمہ شیخ الہند)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وقال تعالی سواء ن العاکف فیه و البد، الایة بر برت میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا۔
(الحج: ۲۵) (ترجمہ شیخ الہند)

پس جب کوئی شخص سبقت کر کے آیا، تو قدر اپنے جسم کے جس محل میں بیٹھنے یا سونے کا حق دیا ہے اس سے
انچا نادرست نہیں، اور زیادہ جگہ اگر روکے گا تو اس کو وہ ایسا روکنا حق نہیں کہ اس کی وجہ سے حاضر کا
ہے۔ لقوله علیه الصلوة و السلام

لایقیمن أحدکم أخاه یوم الجمعة ثم یخالف الی مقعده فیقعد فیه، ولکن یقول
تفسحوا، افسحوا. مشکوة جلد اول ص ۱۲۲) متفق علیه)

پس اول حدیث سے استحقاق سابق کا اور اس کو اٹھانے کی حرمت ثابت ہوئی، فرمانا، کند اور آخری حدیث سے
زیادہ جگہ لینے کی ممانعت اور زائد دوسرے حاضر کو لے لینے کی حرمت فرمانا، یونہ کہ زیادہ کرنا حق ہوتا تو تفسحوا نہ کہتے اس
طرح اس سے جگہ اپنی نکال سکتا، کہ وہ پہلے سے آیا ہوا تھا، پس ظاہر ہوا کہ زیادہ نہیں جگہ نسبتوں کے حاضر سے یعنی
کہ حاضر اس کا مستحق ہے۔

علی ہذا جب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کے واسطے منیٰ میں بنا مکان کے لینے عرض کیا تو فرمایا کہ لا، منی
مناخ من سبق. (۲) یعنی منیٰ میں میدان واسطے مکان مت بناؤ، کہ منیٰ فرودگاہ سابق کا ہے، اور درصورت بنا مکان کے
تخصیص بانی کی ہو جاتی ہے، اور قبل از رسیدن حصہ محل کا بانی کے ہے ہو جاتا ہے، اور منیٰ اس حکم میں مثل
مسجد کے ہے، کما لایخفی.

پس ظاہر ہوا کہ اس کو ایسے امکنہ میں پہلے سے جگہ کا روکنا روا نہیں۔ پس جو شخص آتا جائے اپنی جگہ دیتا جاوے
نہ یہ کہ اپنے اقارب کے واسطے جگہ خاص کر رکھے اور روکے، کہ یہ فعل ایک نوع ظلم ہے، کہ خود فخر عالم (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

---

(۱) مذکورہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، جس میں "تفسحوا" کی جگہ "افسحوا" اور "یخالف" کی جگہ "لیخالف" ہے، رواہ مسلم عن جابر رضی الله عنه
کتاب السلام باب تحریم اقامة الانسان من موضعه ص ۲۳۷ ج ۲ کتاب السلام باب تحریم اقامة الانسان من موضعه المباح
الذی سبق الیه [مطبع مجتبائی دهلی] میں باب مذکور ص ۲۰۴ ج ۲ رقم الحدیث ۵۹ ۲ ۔ و فیه نظر محمد فاروقی
دار طیبہ، ریاض ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۷ھ] نیز دیکھئے، مشکوة باب الجمعة باب التطیب و لبس الثوب ص ۲۲ ج ۱ [ت محمد ناصر الدین البانی ص ۲۷۳ ط ۱۹۸۵ء،
نیز مشکوة ج ۲ ص ۷۵۷، رقم الحدیث ۱۳۸۶ [رمضان بن محمد بن آل عوف مقدمہ ج ۲ ص ۱۴۲۳ھ] ۔ حسن، اور ابی داؤد میں ہے ولکن تفسحوا
ونوسعوا [رقم الحدیث ۱۰۷۷] ص ۱۰۵۰ ج ۲ ریاض] اصل میں متفق علیہ درج ہے۔ صحیح نہیں۔ (ور)

(۲) رواه الترمذی عن عائشة. کتاب الحج باب ما جاء ان منی مناخ من سبق ص ۱۷۷ ج ۱ [رسمیہ دیوبند بیروت مذکور
ص ۲۲۸ ج ۳ رقم الحدیث ۸۸۱ ۔ و محمد فؤاد عبد الباقی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۵۸، ۱۴۰۸ھ] و ابو داؤد کتاب
المناسک ج ۱ ص ۲۷۰ [دار الاشاعت کمکہ ۱۴۰۰ھ] سر سود و ج ۲ ص ۲۳۰ رقم الحدیث ۲۰۱۹ تحقیق شیخ
محمد عوامہ [دار القبلة للثقافة الاسلامیہ، بیروت ۱۴۲۵ھ

نے اس کو اپنی ذات خاص کے واسطے پسند نہیں کیا، پھر کسی کی کیا حقیقت ہے۔

دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے، کہ یہ شخص اگر حاجت ضروری قریب کے واسطے گیا، جیسا وضو کرنا مثلاً تو لاریب! یہ مستحق اس جگہ کا اول ہو چکا تھا، اب بھی وہی احق ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال:

اذا قام الرجل من مجلسه ثم رجع إليه فهو أحق به ، رواه أبو داؤد فی سننه (۱)

ترجمہ: جب کوئی شخص کسی مجلس سے کسی ضرورت کی وجہ سے باہر نکل جائے، پھر اسی مجلس میں واپس آجائے تو وہ اپنی پرانی جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (ت:نور)

البتہ اگر وہ جگہ کو حبس کر کے، اپنے دنیاوی کاروبار کو چلا آیا، تو وہ مستحق نہیں رہا، یہ مثل دیگر غیر حاضرین کے ہے۔ چنانچہ حدیث منی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پس بعد اس کے جاننا چاہئے کہ جب یہ امور منکرہ مسجد میں سرزد ہوتے ہیں، اگر متولی مسجد یا دیگر کوئی شخص جو قادر اس کے اوپر ہے، جان کر اس کا ازالہ نہ کرے گا، وہ بھی گنہگار ہوگا، اور ماخوذ ہوگا۔ بقوله علیه السلام:

مامن رجل يكون فی قوم يعمل فيهم بالمعاصی يقدرون علی أن يغيروا عليه ولا يغيروا إلاّ أصابهم الله منه بعقاب قبل أن يموتوا. (رواه ابوداؤد) (۲)

ترجمہ: اگر کوئی شخص کسی قوم میں (موجود) ہو اور کسی خاص گناہ (یا گناہوں) کا ارتکاب کرتا ہو، اور قوم اس کی صلاحیت رکھتی ہو کہ اس ماحول اور گناہ کے معاملہ کو وہ بدل ڈالیں، مگر (اپنی صلاحیت وطاقت کے باوجود) نہ بدلیں، تو اللہ کی جانب سے ان پر مرنے سے پہلے اس کی سزا مقرر کی جاتی ہے۔ (ت:نور)

پس ہر ہر قادر پر اصلاح اس کی اور ازالہ اس کا واجب ہے، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۳۷۔۲۳۸)

(۶۵۲) مسجد میں تھوکنے کے لئے برتن رکھنے کا حکم؟

اگر مسجد میں تلویث اور بدبو نہ ہو تو ظرف تھوک کا رکھنا درست ہے ورنہ مکروہ اور دلائل یاد نہیں، جو لکھوں۔ (مجموعہ کلاں ت ص ۱۳۸)

---

(۱) ابوداؤد عن ابی هريرة ، كتاب الادب باب من قام من مجلسه ص ۲۲۶ ج ۲ دار الاشاعت کلکتہ ۱۴۰۰ھ | نیز ابوداود کتاب الادب باب من قام من مجلسه ثم رجع ص: ۲۹۴ . رقم الحدیث ۴۸۱۸، ج:۵ ت: شیخ محمد عوامہ | مکتبہ الریان بیروت ۱۴۲۵ھ ـ ۲۰۰۴ء.

(۲) رواه ابو داؤد عن جرير بن عبد الله . كتاب الملاحم . باب فی الامر والنهی ص ۵۹۲ ج:۵ ت: شیخ عوامہ | مکتبۃ الریان، بیروت ۲۰۰۴ء ۱۴۲۵ھ | و نیز ماخذہ سمعناہ نیز ابوداود باب مذکور ج ۲، ص ۵۹۲ دار الاشاعت کلکتہ ۱۴۰۰ھ نیز مشکوۃ کتاب الآداب، باب الامر بالمعروف الفصل الثانی ص ۴۳۲، ج ۲ کتب خانہ رشیدیہ | فی ص ۴۳۲ ج ۲ مشکوۃ نسخہ جدیدہ (یہ ت) میں یہ روایت موجود نہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۵۳) مسجد میں تھوکنے، ناک صاف کرنے کا حکم؟ سوال: حدیث میں جو آیا ہے کہ سخت گناہ ہے یہ کہ، مسجد میں تھوکے اور اس کا بدلہ یہ ہے کہ صاف کرے، آیا یہ حکم تھوک کا ہے یا بلغم کا، یا دونوں کا، اور تھوک اور بلغم پاک ہیں یا ناپاک، اور اگر پاک ہیں، تو گناہ کیوں ہوا؟

جواب: تھوک بلغم اور رینٹ سب پاک ہیں، گھن کی شے کا یہ حکم ہے، گناہ گھن کے سبب سے ہے۔ (بدست خاص، سوال ۸۰)

(۶۵۴) مسجد کی دیوار سے جوتا صاف کرنا؟ سوال: مسجد کے فرش کی دیوار سے یا مسجد کی دیوار سے جوتا جھاڑنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد کی دیوار کا باہر سے بھی ادب رکھنا چاہئے، اس پر جوتا پونچھنا جھاڑنا نہیں چاہئے۔ (بدست خاص، سوال ۸۰)

(۶۵۵) مسجد کی دیوار یا فرش کے ڈھیلے سے استنجا؟ سوال: مسجد کی دیوار یا فرش میں کا ڈھیلہ ہے، تو اس سے استنجاء کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہرگز درست نہیں، کہ اس کا ادب ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۱۳۲)

(۶۵۶) مسجد میں چارپائی بچھا کر سونا کیسا ہے؟ مسئلہ: چارپائی مسجد میں بچھا کر سونا درست ہے، بلا کراہت۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۴)

(۶۵۷) مسجد میں وضو کرنے کا حکم؟ سوال: اندر مسجد کے بارش وغیرہ میں وضو کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد میں وضو کرنا درست نہیں، بے ادبی اور گھناوٹ کی بات ہے۔ (بدست خاص، سوال ۸۱)

(۶۵۸) کھوئی ہوئی چیز کے، مسجد میں تلاش کرنے اور اس کے اعلان کی حدود؟ سوال: جو چیز مسجد میں کھوئی جاوے، تو اس کا ڈھونڈنا مسجد میں کیسا ہے؟

جواب: تلاش کرنا مفقود شے کا درست ہے، مگر مسجد میں چیخ چیخ کر پوچھنا منع ہے۔ ہاں! مسجد کے باہر کھڑا ہو کر پکار کے پوچھے تو درست ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۲۶)

(۶۵۹) پیاز لہسن کچا کھا کر مسجد میں جانا؟ سوال: پیاز لہسن، خام کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: لہسن پیاز خام (کھانا) درست ہے، مگر مسجد میں بوئے دہن سے جانا حرام ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۹۲)

(۶۶۰) ایسی جگہ حقہ پینا جس سے دھواں مسجد میں آئے؟ سوال: مسجد کے فرش سے جو فرش دوسرا، ملا ہوا حجرہ کے آگے کا ہوتا ہے، اس پر بیٹھ کر حقہ پینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں دھواں نہ آوے، تو درست ہے اور جو آوے تو حرام۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۲۷)

گیارہواں باب

کتاب الحظر والاباحة

۱

حلال وحرام یا پاک اور ناپاک چیزوں کا بیان)

(۶۶۱) ناک اور منہ کی رطوبت (سنک اور بلغم) کا حکم؟ **سوال:** ناک یا منہ کی رطوبت رقیق یا غلیظ، یعنی سنک وبلغم پاک ہے، یا ناپاک ہے؟

جواب: دونوں رطوبت بچہ وجوان کی پاک ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۱۴)

(۶۶۲) سیہہ کے بدن کے تکلوں کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** سیہہ (۱) ایک جانور ہے، اس کے بدن پر تکلے سے ہوتے ہیں، وہ تکلے جب اس کے بدن سے جدا ہوگئے، پاک ہیں، یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

جواب: تکلے بدن سیہہ کے پاک ہیں، مگر تکلے کی جڑ میں جو سفید رطوبت ہوتی ہے، وہ ناپاک ہے، اس کو دفع کرکے استعمال کرے، تو درست ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۹۳)

(۶۶۳) سانپ کی کانچلی کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** سانپ کی کانچلی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: پاک ہے۔ (بدست خاص، سوال ۹۴)

(۶۶۴) مرغی کے پروں پر لگی ہوئی رطوبت کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** مرغی کے پر یا آدمی کے بال کی جڑ میں جو قدرے رطوبت سفید لگی ہوئی ہوتی ہے، اگر معہ اس رطوبت کے پر یا بال چاہ میں گر جاوے، تو وہ پانی پاک رہا، یا ناپاک؟

جواب: اگر زندہ کا پر ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور ایسے ہی میتہ (۲) کا بھی اور اگر مذبوح (۳) ہو تو پاک ہے۔ ایسے ہی آدمی کے بال کے نیچے کی رطوبت نجس ہے۔ واللہ (تعالیٰ) اعلم (بدست خاص، ص ۳)

---

(۱) سیہہ (خارپشت) ایک پرندہ نما جانور ہے جو بھیڑ سے بڑا ہوتا ہے اور اس کے پورے بدن پر بڑے بڑے خوفناک زہریلے کانٹے ہوتے ہیں۔ (نور)

(۲) مردار۔ (۳) ذبح کیا ہوا۔ [مؤلف]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۶۵) مرغی بگلے وغیرہ پرندوں کی بیٹ کی ناپاکی کا حکم: سوال: پیخال مرغی کی اور بگلے کی پاک ہے یا ناپاک، اور اسی طرح اور حلال جانوروں کی، مثلاً مور کی یا چڑیا، یا کبوتر یا ڈھیڈ [کوے] کی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: پیخال مرغی کی ناپاک ہے اور جس پرند حلال کی عادت پیخال ہوا میں کرنا ہے، وہ نجس نہیں، اور کبوتر اور کنجشک کی بھی نجس نہیں۔ (بدست خاص سوال ۱۳۱)

(۶۶۶) چیل اور اُلّو کے پر کا کیا حکم ہے؟ سوال: اُلّو اور چیل کا پَر پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: چیل اُلّو حرام ہے، اگر ذبح تکبیر سے کرے تو پران کا پاک ہے، مگر کھانا حرام ہے۔(۱)

(بدست خاص، سوال ۹۵)

(۶۶۷) گھوڑے اور گدھے خچر کا پسینہ اور لعاب پاک یا ناپاک؟ سوال: گھوڑے کا اور گدھے خچر کا پسینہ اور لعاب دہن اور رطوبت بینی کی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: گھوڑے کا لعاب اور سنک اور پسینہ پاک ہے، اور خچر گھوڑے کے ولد کا بھی، اور گدھے کا پسینہ پاک اور لُعاب مشکوک ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۰۵)

(۶۶۸) حرام چیزوں کو دوا میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ سوال: حرام شے دوا، استعمال کرنا، مثلاً شیر مادۂ خر یا شراب یا بھنگ خواہ طلاء یا شرباً، جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: شراب کا استعمال مطلق حرام ہے، کھانا طلاء کرنا، اور شیر خر اور بھنگ کو طلاء میں استعمال کرنا درست ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، علیحدہ)

(۶۶۹) جس نجاست خور بھینس کے دودھ میں گندگی کا اثر آجائے، اس کا پینا؟ سوال: جو گاؤمیش نجاست خور ہے اور اس کا دودھ نمکین ہوتا ہے تو وہ دودھ پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: جس نجاست خور جانور کے شیر میں مزہ نجاست کا آجاوے، وہ منع ہے، اس کو ہرگز نہ پیوے اور جو شیر میں مزہ نہ آوے، تو درست ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۱۰۹)

---

(۱) پرندہ کا پر پاک ہے کیونکہ اس میں حیات نہیں۔ البتہ اگر چیل، الو زندہ یا غیر مذبوح ہوں تو ان کی جڑ کی رطوبت ناپاک ہے۔ درمختار میں ہے وکذا کل ما لا یحل اکلہ اھ ح: ۱ ص: ۳۸ عکس مجتبائی ۱۳۳۴ھ] اور شامی میں ہے: وھو ما لا یتالم الحیوان بقطعہ کالریش الخ (۱/۱۵۲، باب المیاہ) مطلب فی احکام الدجاجۃ ج: ۱ ص: ۳۸ عکس مجتبائی ۱۳۳۴ھ] اور شامی میں ہے: وھو ما لا یتالم الحیوان بقطعہ کالریش الخ (۱/۱۵۲، باب المیاہ) مطلب فی احکام الدجاجۃ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ] نیز شامی نسخہ قدیمہ ص ۳۸ ج ۱ [مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ] نیز شامی باب مذکور ج ۱ ص ۲۰۹ [دار الفکر بیروت] [پاکن پور ہند]

(۶۷۰) عورت کا دودھ دوا میں استعمال کرنا یا کان میں ڈالنا کیسا ہے: سوال: عورت کا دودھ

دوا میں استعمال کرنا، یا کان میں ڈالنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: عورت کا شیر پاک ہے، مگر استعمال اس کا درست نہیں، نہ دوا میں، نہ غذا میں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱۰۸)

(۶۷۱) شوہر کیلئے بیوی کے پستان کا منہ میں لینا درست ہے، مگر اس کا دودھ پینا؟

سوال: زوج را وقت اتمام وغلبہ شہوت بغرض تلذذ سر پستانہائے زوجہ خود در دہن خویش گرفتن، جائز است یا نہ۔ و اگر شیر ازیں در دہن زوج در آمد و باشد در حلق فرو رود یا نرود چہ حکم دارد؟ بینوا توجروا!

ترجمہ: شوہر کو جب تیزی اور شہوت کے غلبہ کے وقت لذت کے لئے، اپنی بیوی کے پستان کو اپنے منہ میں لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر عورت کا دودھ شوہر کے منہ میں آ گیا ہو، اس حال میں کہ اس کے حلق میں اتر جائے، یا نہ اترے (دونوں صورتوں میں) اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پستان را در دہن گرفتن جائز است مگر شیر فرو بردن در حلق حرام است۔ اگر بمکیدن پستان چیزے از دہن آید آں را بایں اندازہ کہ فرو برد اگرچہ عاصی شد مگر در کام خلل نمی آرد۔ کذا فی عامة کتب الفقه والله تعالیٰ اعلم

ترجمہ: (اپنی بیوی کے) پستان کا منہ میں لینا جائز ہے، مگر اس کے دودھ کا حلق میں لے جانا حرام ہے۔ اگر پستان چوسنے سے کوئی چیز منہ میں آ جائے اس کو بلا ارادہ نگل لے اور وہ حلق میں چلا جائے، اس سے اگرچہ گنہگار ہوگا، مگر اس سے نکاح میں خلل نہیں آئے گا۔ فقہ کی عام کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [ت. نور]

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، بیندہ)

(۶۷۲) بعض حرام وحلال چیزوں، کھیلوں اور آداب کا تذکرہ: سوال: دوا کے واسطے

شراب پینا اور کبوتر بازی وغیرہ اور لوگوں کے سامنے گانا گانا کرنا، اور چوسر اور شطرنج بغیر بازی باندھے کھیلنا، اور راہ چلتے میں کھانا اور راہ میں پیشاب کرنا اور ایسے کھیل جیسے لڑکی کھیلا کرتی ہیں، مثلاً لڑکیاں گڑیوں اور لڑکے برجو (۱) اور کھیل پتنگ وقمار بازی (۲) وغیرہ حسبنا حرام ہیں، یا کیسا؟

---

(۱) برجو: تیتر لڑانے کا ایک کھیل جس میں مستطیل زمین کے دو مربع حصے کرتے اور باری باری کوڑیاں پھینکتے ہیں اور جتنی کوڑیوں پر تیتر وہ پھینکنے والے کی جیتی ہیں۔ اردو لغت، مرتبہ: وفاقی اردو بورڈ، حکومت پاکستان ص ۹۹۸، جلد دوم (کراچی: ۱۹۷۸ء) [نور]

(۲) پتنگ: کاغذ کی بنی ہوئی چیز جو ہوا میں اڑائی جاتی ہے۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: شراب دواءً بھی کھانا حرام ہے، مگر اگر شفا شراب میں حصر (منحصر) ہو جاوے، اور طبیب حاذق مسلم عادل کہے، تو مباح ہے، ورنہ نہیں۔

کبوتر بازی اور چوسر و شطرنج و اٹھارہ سینہ وغیرہ کھیل مطلقاً حرام ہیں، اگر بازی ہو تو قمار ہی، ورنہ حرمت ہوتی ہے۔ اور راہ میں کھانا مباح ہے، اور راہ میں پیشاب، اگر ستر کھلے یا راہ چلنے والوں کو تکلیف ہو تو حرام ہے، ورنہ درست گڑیاں کھیلنی درست، کہ انتظام خانگی کا سلیقہ ہوتا ہے اور دیگر کھیل جس میں سپہ گری آتی ہو، درست، بشرطیکہ خرچ عبادت میں نہ ڈالے، باقی سب لعب حرام ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(ہدایت خاص ص ۲۶)

(۶۷۳) مرغی ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے جو انڈے نکلیں، ان کا حکم؟ سوال: مرغی کے ذبح کرنے کے بعد، جو بیضہ سخت یا نرم اس کے شکم میں سے نکلیں، ان کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب: جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (ہدایت خاص ص ۲۶)

(۶۷۴) ذبح شدہ مرغی کے پیٹ سے کچے انڈے نکلے، ان کا کیا حکم ہے؟ سوال: مرغی ذبح کی اور اس کے پیٹ سے چھوٹے چھوٹے بیضہ نرم ہیں، تو وہ کھانے جائز ہیں، یا نہیں؟

جواب: جائز ہیں، حلال ہیں کھالیوے۔ فقط (ہدایت خاص ص ۲۶)

(۶۷۵) مری ہوئی مرغی کے پیٹ سے نکلے ہوئے انڈے کا حکم؟ سوال: مرغی مری ہوئی کے شکم میں کے نکلے ہوئے بیضہ کا، کیا حکم ہے؟

جواب: حلال ہے۔ (ہدایت خاص ص ۲۶)

(۶۷۶) ذبح کے بعد ذبیحہ کے پیٹ سے جو بچہ نکلے، اس کا کیا حکم ہے؟ سوال: ذبیحہ کے شکم میں سے بعد ذبح، جو بچہ زندہ یا مردہ نکلے، اس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مردہ کا کھانا درست نہیں اور زندہ کو اگر ذبح کر لیا تو درست ہے، بدون ذبح ناجائز۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(ہدایت خاص ص ۲۶)

(۶۷۷) مچھلی کے پیٹ سے نکلی ہوئی مچھلی کا کیا حکم ہے؟ سوال: مچھلی کے شکم میں کی نکلی ہوئی مچھلی، اعنی مچھلی کی نگلی مچھلی ہوئی کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(ہدایت خاص ص ۲۶)

جواب: جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۷۸) مچھلی اگر گرمی یا سردی سے مرجائے، تو کیا حکم ہے؟ سوال: مچھلیاں اگر گرمی یا سردی سے پانی میں مرجاویں، تو ان کا کھانا کیسا ہے؟

جواب: حلال نہیں۔ (۱) (بدست خاص، ص ۳۸)

(۶۷۹) گرمی یا سردی سے مری ہوئی مچھلی کی، کس طرح تعیین ہو؟ سوال: لکھا ہے کہ جو مچھلی بدون آفت سردی و گرمی کے پانی میں مرجاوے، تو وہ حلال نہیں، تو یہ بات کس طرح معلوم ہو کہ گرمی یا سردی سے مری ہے، یا کیسے مری ہے؟

جواب: گرمی سردی تو ایسی شے نہیں جو معلوم نہ ہو، یہ تو ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج گرمی زیادہ ہے یا سردی۔ (بدست خاص، ص ۵۰)

(۶۸۰) طافی مچھلی کی پہچان کیا ہے؟ سوال: طافی مچھلی کونسی کہلاتی ہے، جس کا کھانا منع ہے؟

جواب: جو بلا کسی عذر کے مر کر اوپر آجاوے، وہ منع ہے۔ (بدست خاص، ص ۳۸)

(۶۸۱) مردہ بکری کے پستان کے دودھ کا حکم؟ سوال: بکری مردہ غیر ذبیحہ کے پستان میں کا دودھ حلال ہے، یا نہیں؟

جواب: حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۳)

(۶۸۲) اگر نامعلوم کبوتر اپنے کبوتروں میں آجائے، تو اس کے پکڑنے اور کھانے کا حکم؟ سوال: اگر کبوتر غیر معلوم جنسہ کا، اپنے کبوتروں میں آجاوے، تو اسکو ذبح کرکے غنی کو کھالینا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کا کھانا فقیر و غنی دونوں کو درست نہیں، مگر بعد تعریف کے جب مالک کا پتہ نہ لگے، تو کسی فقیر کو دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۴۶)

(۶۸۳) نامعلوم کبوتر سے اپنے کبوتر کی نسل پیدا ہوگئی، تو اس کا کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کبوتر جس کا مالک معلوم نہیں، اپنے کبوتروں میں آجاوے اور اس کا جوڑا اسی کبوتر مادہ سے مل جاوے اور اس کے بچے ہوئیں، تو ان کبوتر بچوں کو ذبح کرکے غنی کو کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) اس سے یہ بھی ثابت ہے۔ فی الخانیة والاصل ان السمک متی مات بسبب حادث حل اکلہ، وان مات حتف انفہ لابسبب ظاهر، لایحل کمافی الطافی. الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی الهندیة ج ۳ ص ۳۵۳ [نورانی کتب خانہ پشاور، پاکستان، بلاسنہ] وفی البحر: ولایحل حیوان مائی الا السمک الذی مات بآفة الی ان قال وملقات بحر الماء او برده وبربطه فیه او القاء شئ فمونه بآفة (وهابیة ۲۲۵/۲، کتاب الذبائح، ص ۳۳۳ احسن المواعظ سے ظاہر ہے کہ گرمی یا سردی سے مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: جائز ہے اور حلال۔ (بدست خاص، ۳۶)

(۶۸۴) کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانوروں کا حکم؟ سوال: پھاٹک (۱) میں جو لاوارث جانور جاتے ہیں اور بعد پندرہ یوم کے نیلام ہو جاتے ہیں، تو بعد خرید نیلام کے، اگر اس کا مالک اول آجاوے اور معلوم ہو جاوے کہ یہ جانور فلانے کا ہے، تو مشتری نیلام کو اس کا رکھنا درست ہے، یا مالک اول کو ہی واپس کر دینا چاہئے؟

جواب: اپنی قیمت لے کر مالک پر واپس کرنا چاہئے، مگر جو وہ اجازت دیوے، تو رکھنا درست ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بدست خاص، ص ۳۳)

(۶۸۵) لاوارث بھینس کے پالنے اور اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟ سوال: ایک غنی شخص نے ایک لاوارث بھینس کی کٹڑی پالی اور خود ہی اس کا مالک بن گیا، تو اس بھینس کا دودھ اس پالنے والے کو، یا اور شخص کو جو اس کو یا اس کے دودھ کو خرید کرے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کا دودھ پینا اور خریدنا درست ہے۔ (بدست خاص، ص ۶)

(۶۸۶) ہنود جو جانور اپنے دیوتاؤں کیلئے نامزد کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اسکی تفصیل؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں: کہ اکثر ہنود گائے بیل وغیرہ، داغ دیکر کسی مردہ کے نام یا دیبی وغیرہ کے نام سے چھوڑتے ہیں، اور ان سے اور اولاد پیدا ہو کر، جنگل میں بکثرت ہو جاتی ہیں اور زراعت کا نقصان کرتی ہے، اور بعضے آدمی ان کو پکڑ کر کھا لیتے ہیں۔ از روئے شرع شریف کے حلال ہے، یا حرام؟

دیگر بعض آدمی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ، پلی ہوئی گاؤ میش یا گاؤ کے بچہ پیدا ہوتے ہیں، یہ بھی انہیں سانڈ کے چھوڑے ہوئے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے، بینوا توجروا!

جواب: ہنود جو جانور داغ دیکر بنام کسی کے چھوڑتے ہیں، تو وہ جانور ملک اس چھوڑنے والے سے نہیں نکلتا، اس کی ہی ملک میں رہتا ہے وہ نیت اس کی بیہودہ ہوتی ہے۔ ہاں! اگر اس نیت کے ساتھ اس جانور کو برہمن یا کسی کو دیکر مالک کر دے، تو نیت کا اثر ہوا اور حرام ہو گیا، پس جب تک کسی کو نہیں دیا، جیسا اب کرتے ہیں تو مالک اس کا وہی ہے۔ اب اس کو ذبح کر کے کھانے میں حرمت حق مالک کی ہے، مکروہ حرمت جو نذر لغیر اللہ کی ہے، نہیں ہوئی۔ اگر مالک اجازت دیوے، تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ غصب کا مال ہے، اور جو حاکم پکڑ کر کسی کو دیدے، جب درست ہے۔ اور اس سے جو اولاد ہوئی ہے، اس کا بھی یہی حال ہے، کہ وہ ملک گائے والے کی ہیں، اس کا اذن ہو تو حلال ہے، ورنہ غصب کا مال ہووے گا، اور جو حاکم پکڑ کر دیدیوے، جب بھی حلال ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ گلدستہ ص ۱۲۷۔۱۲۸)

---

(۱) پھاٹک، بازار احاطہ مویشی خانہ۔ نور اللغات ص: ۱۴۷ جلد دوم (دہلی: ۱۹۹۸ء) جس کو عام طور پر کانجی ہاؤس (Kanji House) کہا جاتا ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۶۸۷) طوطا حلال ہے: سوال: طوطا جو جانور ہوتا ہے اور اس کو پالا کرتے ہیں، اس کا کھانا حلال ہے یا مکروہ، یا حرام؟ (بدست خاص ص ۴۷)

جواب: حلال ہے۔ (۱)

(۶۸۸) اوجھڑی انتڑی وغیرہ کھانے کا کیا حکم ہے؟ سوال: اوجھڑی اور انتڑی اور کلیتین (گردے) اور تلی حلال جانور کی کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: سب حلال و جائز ہیں، مگر گردہ کا کھانا اولیٰ نہیں، اگرچہ درست ہے۔ (۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، سوال ۱۶۵)

(۶۸۹) کیا شوافع کے نزدیک مور کا کھانا جائز نہیں؟ سوال: طاؤس مذہب شافعی میں بھی حلال ہے یا نہیں، اور نہیں تو کس وجہ سے حلال نہیں؟

جواب: طاؤس حرام ہے عند الشوافع بعض کتب میں لکھا ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۲۰)

(۶۹۰) شریر جانور کا زبردستی دودھ نکال لینا؟ سوال: گاؤمیش وغیرہ سے زبردستی کر کے دودھ لینا، اگر وہ دودھ [نہ دے رہی] ہو اور شوخی کرتی ہو، جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً اس کی دُبر میں ہاتھ وغیرہ دے کر اور ڈرا کر۔

جواب: شوخ جانور سے زبردستی شیر لینا درست ہے، مگر فحش کی حرکت نہ کرے، تو اچھا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، سوال ۱۲۲)

(۶۹۱) جانوروں کے بچے کو اس کی ماں سے علیحدہ کرنا؟ سوال: گھوڑی یا اور جانور کا بچہ حالت شیر خوارگی میں، یعنی جب کہ وہ بچہ تھوڑا گھاس بھی چرنے لگے، یا نہ چرے، اس کی ماں سے علیحدہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کسی مصلحت کے واسطے، درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۷۶)

(۶۹۲) گھوڑے بیل وغیرہ کا خصی کرنا کیسا ہے؟ سوال: گھوڑے یا بیل کا خصی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: خصی کرنا مصلحت کے واسطے درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۷۸)

(۶۹۳) خچر کیلئے گھوڑے گدھے کو ملانا کیسا ہے؟ سوال: گھوڑی پر گدھا ڈالنا جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) یونکہ طوطا پنجہ سے شکار کرنے والا پرندہ نہیں، نہ مردار کھاتا ہے، اس لئے حلال ہے۔ (پالن پوری)

(۲) گردہ میں بھی چربی ہو جاتی ہے، اس لئے شاید حضرت نے طبی نقطہ نظر سے اس کے کھانے کو غیر اولیٰ قرار دیا ہے، ورنہ حیوان کے جو سات اجزاء مکروہ تحریمی ہیں ان میں گردہ شامل نہیں۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: خچر لینا درست ہے، بکرا بہت تنہ یہ۔ (امداد المفتین ص ۹۰۰)

(۶۹۴) گائے بھینس دودھ نکالتے وقت، اگر اس میں اپنی دم ڈالدے تو، کیا حکم ہے؟

سوال: گائے اور بھینس دودھ نکالتے وقت، جو دم کو دودھ میں ڈال دیتی ہے، تو وہ دودھ پاک رہتا ہے، یا نہیں؟

جواب: (اوپر کا جواب ہی اس کا جواب ہے) اس سے پہلے فتوی کے سوال میں یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں۔

"پاک رہتی ہے، کیوں کہ جب دم سے اثر نجاست کا جاتا رہا، پاک ہوئی البتہ اگر دم پر نجاست لگی ہو، تو اس حالت میں پارچہ نجس ہو جاوے گا۔"

لہٰذا یہی حکم دودھ میں دم ڈالدینے کا ہے، اگر دم صاف ہے تو دودھ پاک ہے، لیکن اگر دم پر نجاست لگی ہوئی ہو، تو دودھ میں دم ڈالدینے سے دودھ ناپاک ہو جائے گا۔ (نور)

(۶۹۵) کچا لہسن پیاز کھانا صحیح ہے مگر اس کو کھا کر مسجد میں جانا؟

سوال: پیاز و لہسن خام کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: لہسن پیاز خام درست ہے، مگر مسجد میں بوئے دہن سے جانا حرام ہے۔ (بدست ذکر ص، سوال ۹۲)

(۶۹۶) ناپاک لوگوں کے ہاتھ کا بنا ہوا گڑ وغیرہ استعمال کرنے کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ گاؤں وغیرہ میں جو راب پکتی ہے اور گڑ وغیرہ بنتا ہے، تو اس میں کام کرنے والے چمار وغیرہ ناپاک ترین ہوتے ہیں، مٹکے میں راب یہی قوم بھرتی ہے اور گڑ کی بھیلی بناتی ہیں، غرض یہ ہے کہ ان کے ہاتھ خوب طرح ڈوبتے ہیں، پس راب و گڑ وغیرہ کھانا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اس راب و گڑ وغیرہ کا کھانا درست ہے شرعاً۔ اس کی دلیل شرع سے کہ اگر ان کے ہاتھ نجاست میں ڈوبے ہوں، اور وہ کڑاہی یا مٹکے وغیرہ [میں] ہاتھ ڈالیں، تو اب یہ ہاتھ اس کڑاہی یا مٹکے میں پڑنے سے پاک ہو گئے۔ اب جس شے میں ہاتھ ڈالیں نجس نہ ہوگی، رہا وہ مٹکے وغیرہ جس میں نجس ہاتھ ڈالا تھا، وہ ناپاک ہے، لیکن چونکہ معلوم نہیں اور تمیز نہیں کہ وہ کون مٹکی ہے، تو اب تمام مٹکیاں کھانی حلال و درست ہو گئیں۔ ہاں لاریب! جس کو معلوم ہو کہ یہ وہی مٹکی ہے، تو اس کو اس کی راب و گڑ درست نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۱۳۵)

(۶۹۷) حرام آمدنی والے کے ہاتھ اپنا سامان بیچنا؟

سوال: تاجر کو رنڈی و ڈوم وغیرہ کو یعنی جس کی روزی حرام کی ہے، کوئی چیز فروخت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس مال سے حج و زکوۃ و قربانی و صدقہ و نذر نیاز کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: تاجر کو حرام مال والے کے ہاتھ فروخت کرنا حرام، اس کا مال حرام ہوتا ہے، ایسے مال سے حج نہ کرے، سب کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فیوض رشیدیہ طبع اول ص ۲۵)

تصدیق جواب بالا: فائدہ واضح کہ یہ صدقہ متقی پرہیزگاروں کو نہ دے، ایسے شخصوں کو جو بالکل محتاج و تنگدست ہوں مثل کوڑھی و نابینا وغیرہ کو دیدے، یا مسافر کو ٹکٹ ریل یا سواری وغیرہ دلوادے، بے نمازوں کو رضائی وغیرہ بنوادے، عالم وطلباء کی خدمت نہ کرے۔ فقط عبدالکریم واعظ سڑک (کیرانوی)

(۶۹۸) ناجائز آمدنی والے کے یہاں کھانے سے نہایت احتیاط؟ سوال: اکثر اہل کار سرکاری رشوت لیتے ہیں، بلکہ بعض اہل کار، مثلاً چوکیدار نمبر، یا ملازمان پولیس کی تو رشوت، تنخواہ سے بدرجہا زیادہ آتی ہے، اور علاوہ ازیں دیگر اہل حرفہ بھی اکثر حرام وحلال کی احتیاط نہیں رکھتے ہیں، اور قوت حلال بہت کم بلکہ مفقود ہے، اور ان کے یہاں کے کھانے سے بچنا نہیں ہوسکتا، پان یا الائچی وتمباکو وغیرہ تو ضرور [ہی] ہی لیا دیا جاتا ہے، تو اس صورت میں کیا کرے؟

جواب: احتیاط ضرور چاہئے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۴)

(۶۹۹) حرام مال میں ملی ہوئی حلال آمدنی سے بھی پرہیز؟ سوال: ایک شخص کے پاس کچھ آمدنی حرام طور سے ہے، مثلاً سود وغیرہ کی، اور حلال طور کی بھی ہے، مثلاً کھیتی وغیرہ کی، تو ایسے شخص کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: حرام حلال سے ملا ہوا مال حرام ہوتا ہے، اس کو نہ کھاوے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۳۰)

(۷۰۰) ناپاک شیرے یا تیل کی فروخت کا حکم؟ سوال: شیرہ میں یا تیل وغیرہ میں چوہا گر کر مر گیا، یا اور کوئی چیز ناپاک گر پڑی، تو اس سے اور پاک چیز کا بدلنا، یا اس کو فروخت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر منجمد ہے، اس کو اس جگہ سے نکال کر پھینک دے، باقی پاک ہے، اور نجس شے دوسرے کو دینا نہیں چاہئے، کہ وہ اس کو استعمال کرے گا۔ البتہ جس کے مذہب میں وہ ناپاک نہیں، جیسا بھنگی اس کو اطلاع کر کے دیوے، اور جو اندیشہ ہو کہ وہ دوسرے مسلمان کو دھوکا دے گا، تو نہ دے۔ (بدست خاص، سوال ۳۵)

(۷۰۱) جند بیدستر کے دوا میں استعمال کا حکم؟ سوال: جند بیدستر (۱) بقول اطباء خصیہ حیوان بحری ہیں، اس کا استعمال اور بغیر ذبح وتسمیہ کے قطع کئے جانے سے طاہر ہے، یا نہیں؟

---

(۱) جند بیدستر ایک حروف دوا ہے جس کا یونانی طب میں کئی امراض خصوصاً مردانہ امراض میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: استعمال اس کا جائز ہے اور وہ پاک ہے، اگرچہ وہ غیر ماہی ہے مگر دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے، ضرورۃ احناف کے نزدیک بھی جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فتاویٰ آبادص ۵۱)

(۷۰۲) دواؤں میں نشے والی چیزوں کا استعمال: سوال: اگر کسی مرکب دوا میں بھنگ یا افیون پڑی ہوئی ہو تو، اس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نشہ کے قدر سے کم درست ہے، فقط (بدست خاص ص ۳۰)

(۷۰۳) جوہر شراب بھی حرام ہے؟ مسئلہ: جوہر شراب میں حرمت ونجاست شراب کی باقی ہے، کہ سمیت اعلیٰ درجہ کا سکر کا ہے، اس کا استعمال [حرام] ہے۔ فقط (۱) واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فتاویٰ آبادص ۵۲)

(۷۰۴) شراب کے ناپاک ہونے کی وجہ؟ سوال: شراب اگر نشہ کی باعث سے ناپاک ہے تو افیون اور بھنگ کیوں ناپاک نہیں، اور اگر سڑ جانے کے سبب سے ناپاک ہے، تو پانی جو بلا آمیزش کسی ناپاک چیز کے سڑ جاوے وہ بھی ناپاک ہونا چاہئے۔ غرض موجب نجاست کا تحریر فرماویں اور اس کی وجہ بھی تحریر فرمادیں کہ جب شراب میں نمک ملادیں، تو وہ سرکہ بن جاتا ہے، کیوں ناپاک نہیں رہتا، کہ دراصل تو وہ ہی شراب ناپاک تھی؟

جواب: شراب بحکم حق تعالیٰ نجس ہوئی، جیسا کہ پانی اس کے حکم سے پاک ہوا، کہ شراب کو قرآن میں رجس فرمایا ہے۔

جواب تو ہو چکا۔ اب سنو! کہ ایسی حجت اگر آپ کریں گے، تو کوئی شے پاک وناپاک نہ رہے گی، مثلاً پوچھو گے کہ پیشاب کیوں نجس ہے، اگر پتلا ہونے کے سبب تو پانی اور شیر بھی چاہئے نجس ہو، اور جو آدمی کے اندر سے نکلنے کے سبب، تو تھوک بھی چاہئے ناپاک ہو۔ علی ہذا! اگر تمہارا یہ ہی قیاس ہے تو اس کا سلسلہ بے نہایت ہے، پس آپ کو ایسے شبہات نہ کرنے چاہئیں، کیا ہم اور تم اور کیا ہماری قیاس اور سمجھ جو احکام میں حجت نکالیں۔

اور سرکہ شراب کا اس واسطے ناپاک نہیں، کہ اس کی حقیقت بدل گئی، دیکھو منی اور علقہ نجس تھا، آدمی [بن کر] پاک ہو گیا کہ حقیقت بدل گئی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۳۴)

(۷۰۵) حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟ سوال: حقہ پینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: حقہ مکروہ ہے، بکراہت تنزیہی۔ (بدست خاص، سوال ۹۱)

---

(۱) یہ جواب اصل نسخہ میں اسی طرح ہے، اعلیٰ درجہ کے سکر کی صراحت سے پہلے، جو ایک لفظ ہے وہ واضح نہیں ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۰۶) تمباکو اور چونے کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ **سوال:** تمباکو کا استعمال کھانے پینے میں سونگھنے میں جیسا کہ چونا کھانا جیسا کہ پان میں کھایا جاتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ اگر اس کو مٹی پر قیاس کر کے منع کیا جائے تو یہ قیاس ٹھیک نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ مٹی کی ممانعت کی وجہ بہت ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ غالباً وہ مضرت پہنچاتی ہے، چونا ایسا مضرت نہیں پہنچاتا، اگر پتھر ہوتا ہے اس کا جزء نقصان کتھا اور چھالیہ سے ہو جاتا ہے اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔

جواب: تمباکو کی کراہت بسبب اس کی بو کے ہے، جس قدر بو اس کی زائد ہوگی کراہت زائد ہوگی، اور جن لوگوں نے اس کو حرام جانا ہے اس کو مسکر قرار دیتے ہیں اور بندہ کے نزدیک اس میں سکر نہیں، لہٰذا حرام نہیں۔ بہتہ بوجہ اپنی بو کے مکروہ ہے، اور جتنی بو ہو اتنی کراہت ہوگی۔ چونا پان کے ساتھ کھانا جائز ہے، کیونکہ یہ اس کا مصلح ہے، مٹی کی حرمت بوجہ اس کی مضرت کے ہے اور یہ مضر نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ رام پور ص:۱۳۰)

(۷۰۷) محکمہ نہر کی ملازمت اور آب پاشی کی قیمت جائز ہے: **سوال:** ایک مولوی صاحب فرماتے تھے کہ محکمہ نہر کی نوکری ناجائز ہے، کیونکہ تنخواہ زر آب پاشی سے ملتی ہے اور زر آب پاشی، جس صورت میں کہ زمین کا محصول بنام زر مال اور حاکمی سرکار نے لے لیا ہے تو دوبارہ، اس زمین کا محصول بنام آب پاشی لینا ناجائز ہے، تو اس محکمہ کی نوکری بھی ناجائز ہے، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: نہر کی نوکری جائز ہے، اور زر آب پاشی جو لیتے ہیں، وہ ظلم نہیں بلکہ پانی کی قیمت ہے، وہ ان کا مملوک ہے۔ واللہ (تعالیٰ) اعلم

(بدست خاص ص ۵)

(۷۰۸) مقدموں میں وکیل کرنا، کب مناسب ہے؟ **سوال:** لکھا ہے کہ وکیل کرنا اپنے جواب دعویٰ کے حقوق میں طرف ثانی کی رضامندی سے درست ہے، تو طرف ثانی سے کون مراد ہے، وکیل یا جس نے مقرر کیا؟

جواب: طرف ثانی مدعی یا مدعی علیہ ہوگا، مگر یہ مسئلہ یہاں کے نہیں۔ (۱) فقط

(بدست خاص ص ۳۶)

[illegible] ... غائب پر کوئی فیصلہ نہیں ہو سکتا ... جو فیصلہ ہوگا ... حضرت ... وکیل مقرر کرنے میں طرف ثانی کی رضامندی ضروری نہیں۔ (بیان کردہ)

(۷۰۹) نمائش میں سامان رکھنا جائز ہے، اور اگر کسی چیز پر انعام ملے، تو اس کا حقدار اس چیز کا بنانے والا ہے:

سوال: ایک شخص نے بایں تعین مقدر حصہ ایک چوتھی (۱) کسی شخص سے لے کر، میلہ نمائش میں بغرض انعام رکھدی، اس پر کسی قدر انعام ہوا، بقدر انعام کے مالک چوتھی، حصہ چاہتا ہے، اس کو حصہ دینا چاہئے، یا نہیں؟ اشیاء نمائش کا ایسی جگہ رکھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا!

جواب: انعام نمائش گاہ، کا بنانے والے کے واسطے ہوتا ہے، سو یہ انعام نہ حق مالک چوتھی کا ہے، نہ رکھنے والے کا، (۲) فقط۔ اور نمائش گاہ میں اسباب رکھنا درست ہے، مگر وہاں جو کوئی معصیت ہوتی ہو تو شرکت اس کی درست نہیں۔

(مجموعہ کلاں ص ۳۳۳۔۳۳۴)

(۷۱۰) مشرکانہ اور غیر اسلامی کتابیں بیچنا کیسا ہے؟

سوال: تاجر کو بیچنا کتب دین مشرکین کا جن میں رغبت ہے عبادت غیر اللہ کی اور تعریف اس دین کی، اور قصہ سانگ ہولی دیوالی اور ان کے اوتاروں کے اور پوتھیاں شاستر کی جائز ہیں، یا نہیں؟ اور ان کتابوں کا جو بدعتیوں کی تصنیف ہیں، جن میں بدعت کی ترغیب ہے، مثل عرس مزامیر وغیرہ اور کتب رافضیوں کی، جن میں ان کے مذہب کی خوبیاں اور اکابر دین کی برائیاں ہوں، اور کتب نجوم ورمل وفال وشگون اور بیچنا کتب غزلیات دیوان وغیرہ، مانند قلق، ضامن، ظفر، مؤمن، اور ان کتابوں کا جن میں تصویریں ہوں، یعنی مثنوی میر حسن، وقصہ سیاہی زادہ جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

اگر یہ منع ہیں تو کس درجہ کی ممانعت ہے، حرام ہے، یا مکروہ تحریمی، یا تنزیہی وغیرہ، مع حوالہ کتب تحریر فرماویں۔

جواب: کتب مشرکین کے مذہب کی اور حرام امور کی اور اہل بدعت کی بدعات رواج دینے کی کتب، اور شیعہ مذہب کی کتب اور نجوم فال کی کتب کا بیع کرنا حرام ہے، کہ اعانت حرام کام کی ہے اور اعانت حرام کی حرام ہے، اور قصہ کہانی کی کتب اور اشعار کے دیوان مکروہ ہیں، کہ حرام کام کی اس میں اعانت نہیں ہے، مگر عبث وقت ضائع کرنا اور لہو کے امور ہیں اور تصویر کی بیع بھی حرام ہے، ہدایہ میں لکھا ہے:

ان سبب الحرام حرام (۳) جو سبب حرام کا ہوتا ہے، وہ بھی حرام ہوتا ہے۔

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فیوض رشیدیہ، طبع اول ص ۲۳، ۲۴)

---

(۱) چوتھی، ایک قسم کا سوتی بستر، جس کو چار تہہ کر کے بچھاتے ہیں۔ نور اللغات ص: ۵۰۸۔ جلد دوم۔ (نور)

(۲) یہ مسئلہ عرف کے تابع ہے، اب عرف بدل گیا ہے، فرم کا مالک چیزیں بھواتا ہے، اور یہی نمائش میں بھی رکھتا ہے، پس وہی انعام کا بھی حقدار ہوگا۔ (یاسین پوری)

(۳) ہدایہ۔ کتاب الکراھیۃ، فصل فی الاستبراء وغیرہ ص: ۶۶ جلد چہارم، مکتبہ تھانوی، دیوبند۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۱۱) مدرس کو ہندو مسلمان شاگردوں سے عیدی لینا؟ سوال: معلم کو متعلم مسلمان یا ہنود سے عیدی یا آغازی، بطور نقد یا جنس لینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: عیدی اور آغازی معمولی وعرفی لینا سب سے درست ہے، مگر ہنود کے تہوار میں ایسے مضامین لکھ کر دینا، جن سے کفار کے تہوار کی تعریف ہو، حرام ہے۔ فقط

(مجموعہ رامپور ص ۷)

(۷۱۲) فقیر کے مانگے ہوئے پیسے اور سامان کا خریدنا تبادلہ کرنا کیسا ہے؟ سوال: فقیر لوگ جو غلہ مانگ کر جمع کر لیتے ہیں یا کپڑا، تو اُن آج کل کے فقیروں سے وہ غلہ یا کپڑا جو مانگا ہوا ہے، کسی کو خرید کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کا خریدنا درست نہیں ہے۔(۱) واللہ اعلم۔

(بدست خاص ص ۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) یہ لوگ آج کل کے پیشہ ور فقیر اکثر مالدار ہوتے ہیں، جن کو زکوٰۃ صدقات دینا جائز نہیں۔ پس وہ اس بھیک کے حقدار ہونے کی وجہ سے مالک نہیں ہوتے، اس لئے ان سے اس غلہ وغیرہ کا خریدنا درست نہیں، لیکن اگر کسی کے بارے میں بالتحقیق معلوم ہو کہ وہ غریب ہے، تو اس سے خریدنا درست ہے، مگر وہ بھیک کا سامان بیچنے والے پیشہ ور فقیر درست مالدار بھکاری ہوتے ہیں۔ (بائن پوری)

کتاب الحظر والاباحة

(مردوں اور عورتوں کے بعض مسائل)

(۷۱۳) ڈاڑھی کی کیا مقدار ضروری ہے؟ سوال: داڑھی بقدر یک مشت، مشت یعنی چار انگشت، مشہور ہے، صحیح ہے، یا غیر صحیح؟

جواب: ریش یک مشت سنت ہے، دو انگشت زیادہ جو مشہور ہے، غلط ہے۔ ایک مشت سے کم کاٹنا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۱۴) ریش بچہ کے منڈوانے کا حکم؟ سوال: زید بالغ ریش ہے، جانب ریش بچے کے اپنی منڈوانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بچہ ریش کا منڈوانا درست نہیں (۱)

(۷۱۵) کان کے پاس بڑھے ہوئے ڈاڑھی کے بال تراشنے کا حکم: سوال: متصل کان کے جو بال ریش کے بڑھ جاتے ہیں، ان کو ختم کرانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۱۶) بال کٹوانا خط بنوانا کس دن افضل ہے؟ سوال: حجامت بنوانا بروز جمعہ قبل از نماز جمعہ، یا بعد نماز جمعہ افضل ہے؟

جواب: سب جائز ہے، اس کی کوئی روایت صحیح افضلیت کی نہیں، مگر جمعہ کو صفائی قبل نماز ہو، ہے، مندوب افضل ہونا چاہئے۔

---

(۱) ریش بچہ کو عربی میں عسلفہ کہتے ہیں جو داڑھی کے حکم میں ہے، مگر مسئلہ ہے کہ بچہ کے ریش بچے سے پوچھے، ریش بچے سے نہیں (بوچھ پوری)

ہمارے یہاں پوچھے مگر یہ داڑھی کے حکم میں نہیں، ان کا کاٹنا منڈنا درست ہے۔

(۷۱۷) مونچھوں کے تراشنے کی مقدار کیا ہے؟

سوال: اندازہ گرفتن موئے لب از عرض وطول بیان فرمائید، پس اگر از حد کم یا بیش کند، چہ گناہ است؟

ترجمہ: مونچھ کاٹنے کی لمبائی چوڑائی بیان فرمایئے، پس اگر اس حد سے کم یا زیادہ کرے، تو کیا گناہ ہے۔

جواب: موئے کہ برلب (بالا) باشد آں را شارب گویند، پس ہر قدر موکہ بر دہن ولب بالا باشد آں را گیرد قدر آں کہ کنارہ لب ظاہر گردد، اگر کم ازیں خواہد گرفت، بوجہ مشابہت مجوس وہنود گناہ کبیرہ خواہد گشت:

ترجمہ: وہ بال جو ہونٹ کے اوپر ہوں، ان کو مونچھ کہتے ہیں، پس جس قدر کہ بال منہ اور اوپر کے ہونٹ کے اوپر ہوں، ان کو کاٹے، اس قدر کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے، اگر اس سے کم کاٹے گا، تو مجوسیوں اور یہودیوں کی مشابہت کی وجہ سے گناہ کبیرہ ہوگا۔ (حدیث شریف) میں ہے:

أحفوا الشوارب خالفوا المجوس. الحديث فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مونچھوں کو کٹاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم [ت: نور] (مجموعہ کلاں ص ۱۷۸، ۱۷۹)

(۷۱۸) گلے کے بال منڈوانے کی حد اور وضو میں ڈاڑھی کی حد؟

سوال: گلے پر سے بال منڈانے میں یا وضو میں بال ڈاڑھی کے دھونے میں، ڈاڑھی کہاں تک سمجھی جاتی ہے، یعنی گلے کے بال منڈانا یا وضو میں نہ دھونا، کیسا ہے؟

جواب: گلے کے بال داخل ڈاڑھی میں نہیں، اس لئے ان کا منڈانا جائز اور وضو میں دھونا ضروری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، سوال ۱)

(۷۱۹) سر کے کچھ بال منڈوانے اور کچھ بال رکھنے کا حکم؟

سوال: سر کے بال کچھ منڈانے اور کچھ رکھنے، مثلاً سر کے بیچ میں سے، یا گردن سے جائز ہیں، یا حرام؟

جواب: سر کے بال کچھ رکھنے اور کچھ منڈانے ناجائز ہیں، یا سب بال رکھے یا سب منڈا دیوے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بدست خاص ص ۶)

(۷۲۰) ابرو اور پلک کے بال کاٹنے کا حکم؟

سوال: بال ابرو کے و پلک کے اور گدی کے اور حلق کے مونڈنا اور منہ کا رواں و چہرا اور سینہ و پنڈلی وغیرہ کے بال صاف کرنا، کیسا ہے؟

---

(۱) رواہ مسلم عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال احفوا الشوارب واعفوا اللحی ص ۱۲۹ ج ۱ کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ المجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ و مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ ص ۱۳۴ جلد اول رقم الحدیث ۲۵۹ ت ابوقتیبہ نظر محمد الفاریابی [دار طیبہ ریاض ۲۰۰۶ء ۱۴۲۷ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: زائد کا کاٹنا درست ہے۔ فقط (بدست خاص ص ۳)

(۷۲۱) موئے زیرناف کا صاف کرنے کا حکم؟ سوال: موئے زیرناف کا صاف کرنا فرض ہے، یا واجب، یا مسنون اور کتنے روز میں صاف کرنے کا حکم ہے؟

جواب: موئے زیرناف کا ازالہ واجب ہے، چالیس دن تک حد ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۶)

(۷۲۲) موئے زیرناف اگر چالیس دن تک صاف نہ کیے تو؟ سوال: موئے زیرناف اگر چہل روز تک صاف نہ کرے، تو گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: چہل روز تک حد ہے، بعد چہل روز کے گنہ ہوگا۔ (بدست خاص، سوال ۳۵)

(۷۲۳) موئے زہار کہاں سے کہاں تک ہیں؟ سوال: موئے زہار کہاں سے کہاں تک ہیں، کہ جن کا حکم صاف کرنے کا ہے؟

جواب: ناف سے لیکر ذبر تک صاف کرنے کا حکم ہے۔ (بدست خاص، ۱)

(۷۲۴) مرد کو بالوں کے ازالہ کے لئے نورہ کا اور عورتوں کو استرہ کا استعمال جائز ہے، مگر؟

سوال: استعمال نورہ کا مرد کو اور استرہ کا عورت کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، غرض ازالہ موہے، اگرچہ کوئی مصلحت اس کے خلاف ہو، مگر شرع کا گناہ نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۳۶)

(۷۲۵) موئے زیرناف کا قینچی سے کاٹنا اور اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کی دی گئی خواب کی تعبیر

سوال: موئے زیرناف کو مقراض سے کاٹنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کی دلیل کیا ہے اور اگر جائز ہے تو، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیوں منع فرمایا ہے؟(۱)

جواب: یہ قصہ خود غلط ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فرمانا یعنی منع کرنا غلط ہے۔ اس کی درستی سودہ

---

(۱) یہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے ایک مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ

"ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا حضرت میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری روح سے وہ کئے مباشرت کرتے ہیں، یا حضرت جب سے یہ خواب دیکھا ہے کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ مجھ پر کیا صدمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قدر کچھ پریشانی کی بات نہیں ہے، شاید تمہاری روح موئے زیر مقراض سے تعلق ہے، اس کو منع کر دو کہ بار دگر ایسا نہ کرے۔ پس جو دریافت کیا گیا تو وہ فی الواقع ایسا ہی تھا" ملفوظات عزیزی مرتبہ خواب مبارک علی خان ص ۹-۱۰ (مطبع فیضی میرٹھ ۱۳۱۹ھ)

یہ واقعہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے حوالی و ملفوظات پر اور بھی کئی کتابوں میں ذکر ہوا ہے مگر اس میں ناجائز ہونے کی صراحت نہیں، فقط باصرف اس خواب کی وجہ سے ان کو منع کیا ہوگا؟ اس طرح کے خواب کی یہی تعبیر، قدیم ائمہ تعبیر سے بھی منقول ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے اور بالوں کا دفنیہ مقراض سے جائز ہے، مگر چونکہ استیصال اچھی طرح نہیں ہوتا، اس واسطے مستحسن بھی نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرخ آباد ص ۵۰۔۵۳)

(۷۲۶) موئے زہار کو چھپانے کا حکم؟ سوال: موئے زہار کا صاف کرکے پوشیدہ کرنا فرض ہے، یا کیا؟

جواب: شرم کی جا کے بال کو چھپانا، قریب واجب ہونا چاہئے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۲۹)

(۷۲۷) بال اور ناخن کا گندگی میں ڈالنے نیز ان کے متعلق چند احکام؟ سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بال اور ناخن جائے طہارت و پاخانہ میں ڈالنا مکروہ ہے اور مورث زحمت ہے، اور ناخن دانتوں سے یا کاردے کا ٹنا برص پیدا کرتا ہے، صحیح ہے یا غلط؟

اور ناخن گیہ یعنی نہرنہ سے ناخن کترنا جائز ہے، یا مکروہ؟

جواب: ناخن اور بال کو نجاست کی جگہ ڈالنا مکروہ ہے، اور چھری مقراض سے، ناخن کا کاٹنا درست ہے، دانت سے کاٹنا گناہ نہیں، مگر بہتر نہیں ہے۔ باقی ان روایات کا مجھ کو حال معلوم نہیں کہ کیا زحمت ہوتی ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۱۰)

(۷۲۸) مہندی اور سیاہ خضاب کا حکم؟ سوال: علمائے دین شرع متین سے سائل کا سوال ہے: کہ مہندی لگانی ڈاڑھی اپر مسلمان کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسلمان کو مہندی لگانا درست ہے، مگر سیاہ خضاب کرنا منع ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۹)

(۷۲۹) تیل کے سیاہ خضاب کا حکم؟ سوال: اور خضاب تیل اچھا ہے، یا نہیں؟

جواب: خضاب سیاہ خواہ کسی شے کی کرے ناجائز ہے، سوا سیاہ کے درست ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۲۳۳۔۲۳۴)

(۷۳۰) سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنا کیسا ہے؟ سوال: سرخ مخمل کا استعمال مردوں کے واسطے کیسا؟ احادیث جواز و عدم جواز دونوں قسم کی موجود ہیں بایں ہمہ جواب ہر قسم کی حدیث کا ہو سکتا ہے، آپ کے نزدیک مذہب محقق کیا ہے اور حدیث راجح کونسی ہے، فرد کے نیچے اگر استر کے طور پر لگا لیا جاوے، تو شرعاً خرابی ہے یا نہیں؟ درصورت خرابی مرتکب استعمال مخصوص رہے گا یا نماز میں بھی نقصان ہوگا، بینوا توجروا۔

الجواب: پارچہ سرخ کے بارے میں احادیث مختلف ہیں، بعض حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق سرخ کو منع فرمایا، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ معصفر سے منع فرمایا۔ اور بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ حلہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

آپ نے پہنا، یہ سب احادیث صحاح ہیں، لہٰذا علماء کے اس میں دو مذہب ٹھہرے: ایک یہ کہ مطلق سرخ ناجائز، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سرخ پہنا تھا وہ مخطط تھا، دوسرا یہ کہ سرخ معصفر حرام ہے، اور جہاں مطلق سرخ آیا ہے وہاں مراد معصفر ہے، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو سرخ پہنا وہ معصفر نہ تھا، بلکہ دوسری قسم کا سرخ تھا، پہلا مذہب احوط ہے اور دوسرے میں وسعت ہے۔ صاحب درمختار اور دیگر بعض فقہاء نے مذہب ثانی کو اختیار کیا ہے، پس بنابر مذہب ثانی سرخ استر جائز ہے اور پہلے مذہب پر نادرست۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ ۱۲ ص ۱۲-۱۳)

(۷۳۱) مردوں کے لئے سرخ رنگ کے کپڑے کا حکم؟ سوال: سرخ رنگ کا کپڑا مردوں کو پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: سرخ معصفر کا تو حرام ہے اور غیر اس کے خواہ سرخ خام ہو یا پختہ، بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض منع فرماتے ہیں، پس تقویٰ ترک اس کا ہے، اور اگر پہنے تو مباح ہے کہ بعض علماء کا فتویٰ کافی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ہدیت خاص ص ۱۹)

(۷۳۲) ولایتی چھینٹ کا کیا حکم ہے؟ سوال: اور آج کل کچے رنگ کی چھینٹیں، لوگ استعمال کرتے ہیں، اس سے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: السلام علیکم جو چھینٹ (۱) ولایت سے آتی ہے، وہ پاک ہوتی ہے، جب تک تحقیق نہ ہو جائے کہ کچھ نجس رنگ پڑا ہے۔ (از مرقع فتاویٰ حضرت مولانا گنگوہی مفتی اعظم ڈابھیل ریاست بڑودہ، پاکستان)

(۷۳۳) مرد کو سونے چاندی کی بوتام اور گھڑی کی زنجیر لینی کیسی ہے؟ سوال: مرد کو چاندی سونے وغیرہ کی بوتام (۲) وعلیٰ ہذا وہ گھڑی کہ جس میں اس قسم کی زنجیر ہو، زیر لباس کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: مرد کو چاندی سونے کے بٹن جو کپڑے میں لگے ہوتے ہیں، جائز ہیں، اور چاندی کی گھڑی اور زنجیر گھڑی کی حرام اور یہ گھڑی اور زنجیر عورت کو بھی ناجائز، اگر عورت بغیر گھڑی کے زنجیر ڈالیں تو جائز ہے۔ (۳) فقط۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ ۱۲ ص ۴-۶)

---

(۱) رنگ برنگ سے پھول بوٹوں کا خوش وضع اور خوش نما چھپا ہوا کپڑا۔ (اردو لغت ص ۹۶۳۔ جلد ہفتم، اردو لغت بورڈ، کراچی ۱۹۸۶ء)

(۲) لوہے، چاندی، سونے کی گھنڈی یا تکمہ۔ (نور اللغات مولوی نور الحسن نیر کاکوروی ص ۶۸۴، جلد دوم (دہلی ۱۹۹۸ء) فرہنگ آصفیہ، مولوی سید احمد دہلوی، ص: ۴۱۹، ج: ۱ (دہلی ۱۹۷۴ء)) (نور)

(۳) جو کپڑے میں لگے ہوئے ہیں یعنی کپڑے میں جڑے ہوتے ہیں وہ کپڑوں کے تابع ہونے کی وجہ سے جائز ہیں، لیکن گرہن علیحدہ ہو سکتے ہوں تو جائز نہیں۔ قولہ عورت کو بھی ناجائز، یہ نکتہ عورتوں نے سونے چاندی کا صرف زیور جائز ہونے سے لیا ہے، ورنہ مرد بھی گھڑی باندھتے ہیں، پتہ عورت کو بغیر سونے چاندی کی زنجیر پہننے تو جائز ہے، یہ نکتہ سب دوروں سے ہے۔ (بائن چوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۳۴) مردوں کے لئے گھڑی کی چاندی کی زنجیر کا حکم؟ سوال: گھڑی کو چاندی وغیرہ کی زنجیر میں، سینہ یا گلے میں لٹکانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے، چاندی سونے گھڑی وزنجیر سب ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۳)

(۷۳۵) عورتوں، مردوں کیلئے ایک دوسرے کی مشابہت کا حکم؟ مسئلہ: مردوں کا جوتہ جب دونوں میں امتیاز ہو تو درست ہے، کیونکہ تشبہ بالرجال نہیں ہے۔ پائجامہ کھلا سفید یا رنگین کا بھی یہی جواب ہے، کہ طرز پائجامہ مردوں سے جدا ہو، اور بالوں کی چوٹی گوٹے سے گوندھ کر، اسی طرح اگر نماز پڑھیں تو کوئی حرج نہیں، مگر چونڈا باندھنا جیسے قوم سکھ کی عورتیں کرتی ہیں، بوجہ شعار کفار کے مکروہ ہے اور نماز میں بھی مکروہ ہوگا۔ فقط۔

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ

(۷۳۶) کسی بیماری کی وجہ سے لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم؟ سوال: بیماری میں لوہے وغیرہ کی انگوٹھی خواہ چھلا، پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ جیسا کہ سنگ گردہ میں مفید لکھا ہے۔

جواب: اگر کوئی [اور] علاج نہ ہو، تو درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۴۰)

(۷۳۷) تعویذ کیلئے چاندی یا تانبے کے خول کا حکم؟ سوال: تعویذ کا خول چاندی تانبہ وغیرہ کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۹)

(۷۳۸) دانتوں میں سونے چاندی کی میخ لگانے کا حکم؟ سوال: دانتوں میں سونے اور چاندی کی میخ لگانا کیسا ہے؟

جواب: ضرورت کے واسطے درست ہے، ورنہ ناجائز۔ فقط (بدست خاص، ص ۳۸)

(۷۳۹) انگریزی بوٹ پہننے کا اور اس کی تجارت کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: ۱۔ جو فی منڈی یعنی بوٹ پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ اور دوکاندار مسلم کو اس کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

اور ریش نیل کا خضاب جس سے جلد سیاہ ہو جاوے؟

اور مسلمہ عورت کو زیور باجے دار پہننا اور جلاد کو جو کتب قصص، جن کا پڑھنا جائز نہیں ہے، اس کی جلد کی مزدوری جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بوٹ پہننا مسلمان کو مکروہ ہے، مشابہت نصاریٰ کی اس میں ہوتی ہے، اور دوکاندار کو اس کی بیع کرنا مسلمانوں کے ہاتھ مکروہ ہے اور کفار کے ہاتھ بیع کرے تو جائز ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور خضاب سیاہ بھی منع ہے اور عورت کو باجے کا زیور پہننا بھی مکروہ ہے، اور جو نامحرم اس کی آواز سنے تو حرام ہے۔ اور قصہ کہانی غیر مشروع کی جلد بھی بنانا مکروہ ہے، مگر اجرت اس کی جو [ہے] وہ حلال ہے۔ فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کالس ۲۱۸۔۲۱۹)

(۷۴۰) ہر قسم کا موزہ پہننا صحیح ہے؟ مسئلہ: جراب خواہ کسی طرح [کی] ہے درست ہے، مگر اگر کوئی شبہ غیر مذہب کا ہوگا تو وہ صورت مکروہ ہو جاوے گی۔ فقط (مجموعہ کالس ۳۴۰)

(۷۴۱) عورتوں کیلئے کون کون سے زیور ناجائز ہیں اور کون سے جائز؟ سوال: عورت کو گھونگھرو پازیب گوجری وغیرہ پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بجنے کا زیور نہ پہننا چاہئے، کہ باجا، ناجائز ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۷۰)

(۷۴۲) عورتوں کے لئے کس قسم کے زیور جائز ہیں؟ سوال: آپ نے عورتوں کے واسطے ہر قسم کا زیور جائز فرمایا ہے اور بعض کتب فقہ میں پتھر اور پیتل کا زیور حرام لکھا ہے۔ یہ مسئلہ ان کتابوں میں مردوں کے لئے خاص ہے یا عورتوں کے لئے بھی؟

جواب: فقہ کی کتب میں خاتم [انگوٹھی] کو لکھا ہے، مگر دوسری کتب سے سب قسم کے زیور درست معلوم ہوتے ہیں، عورتوں کے واسطے، فقط رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۰)

(۷۴۳) عورتوں کو ناک میں زیور پہننا؟ سوال: ناک کان میں گہنا پہننا عورت کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (بدست خاص، سوال ۷۱)

(۷۴۴) عورت کیلئے مسّی لگانے کا حکم؟ سوال: عورت یا مرد کو مسی لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مرد کو مسی حرام عورت کو درست، مگر دانتوں میں جزم مسی کا نہ جمے، اگر جمے گا تو غسل سے پاک نہ ہوگی۔ فقط (بدست خاص، سوال ۹۹)

(۷۴۵) کاجل لگانے کا حکم؟ سوال: کاجل لگانا مردوں اور عورتوں کو آنکھ میں جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر نفع مرض کو دے تو درست ہے مرد کو، اور عورت کو ہر حال درست ہے۔ فقط (بدست خاص ص ۳۰)

(۷۴۶) گلٹ کا زیور پہننا جائز؟ سوال: گلٹ کا زیور پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۶۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۴۷) والدین کی عزت برادری کے اصولوں پر مقدم ہے: سوال: ایک قصابانی بیوہ نے

ایک فریب کے ساتھ نکاح کیا، اس قصابانی کی پہلے خاوند سے لڑکا ہے اور برادری کے لوگ اس لڑکے کو یوں کہتے ہیں کہ اگر تو اپنی والدہ سے مدد یا اس کی خدمت یا تابعداری کی تو ہم تجھ کو ذات سے نکال دیں گے۔ اس صورت میں اگر لڑکا برادری کا کہنا مان کر اپنی والدہ سے نہ ملے اور کہنا اس کا اور تعظیم (و) تکریم واجبی نہ ادا کرے، اور نہ بیماری و تندرستی میں اپنی والدہ کے پاس آوے، آیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور جو لوگ لڑکے کو منع کرتے ہیں، وہ گنہگار ہوتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: لڑکے کو اپنی والدہ کی تابعداری فرض ہے، برادری کا کہنا خلاف شرع نہ مانے اور وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

رشید احمد

(فیوض رشیدیہ ص ۲۱، ۲۲)

(۷۴۸) بعض برادریوں کی رسومات اور ان کی شرعی حیثیت؟ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس

مسئلہ میں کہ ایک قوم میں چند چودھری مقرر ہوئے، برادری میں یہ بندوبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لاوے، یا ایک عورت کے اوپر دوسرا نکاح کرے، تو اس کے اوپر روپیہ جرمانہ ہو، دیگر جو بھاجی (۱) تقسیم ہو برادرانہ، اس کو جو واپس کرے روپیہ جرمانہ دے، دیگر جو دوبارہ بھاجی اس کی کیا جاوے، چودھری یا اور کوئی برادری کا ۴ روپیہ جرمانہ دے۔

جرمانہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہ ہونے پاوے تھا، جو پہلے سے بعضے آدمی کھانا شروع کر دیں تھے تو یہ حرج کی بدانتظامی تھی، جس سے جرمانہ کیا کرتے تھے اور بعضے آدمی پہلی بیوی کو کسی رنج کے باعث سے نہیں لے جاتے ہیں، اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے۔ جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا انتظام اچھا ہو گیا ہے اور جرمانہ کرنے کے بعد اس پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کر دیا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں جرمانہ کرنا از روئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟

دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی، چند جگہ سے واپس آئی عورتوں نے واپس کر دی، مرد ان کے موجود نہ تھے، بعد ازاں ایک چودھری نے مقرر بھاجی تھی، یہ بات قائم ہو چکی تھی کہ جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا ۴ روپیہ جرمانہ دے گا، بعد ازاں ان چند آدمیوں کو چودھریوں نے پنچایت کے روبرو بلایا، دریافت کیا کہ تمہارے یہاں سے بھاجی کیوں واپس آئی، انھوں نے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہیں تھے، صبح کو ہم کو خبر ہوئی، ہم باہر یا بازار چلے گئے بعد میں بھاجی تقسیم ہوئی، گھر میں انھوں نے لاعلمی سے واپس کر دی، ہمارا کچھ قصور نہیں ہے، اور بھائی اگر قصور مند تصور کرتے ہیں تو اللہ کے واسطے ہمارا قصور معاف فرماؤ، آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔ اس کے اوپر چودھریوں نے کچھ غور نہ فرمایا، عمر

---

(۱) بھاجی ترکاری کو کہتے ہیں، شادی غمی میں پکا ہوا کھانا برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے، وہ حصہ جو کسی قریب میں مرد یا عورتوں میں تقسیم کیا جائے۔

اردو لغت، ص: ۹، جلد سوم [اردو لغت بورڈ۔ کراچی: ۱۹۸۱ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے ان کی طرف سے عرض کیا، کہ بھائیو! جب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا معاف فرمادیتے ہیں، تو بھائی بھی ان کی خطا اللہ کے واسطے معاف کردیں، تو اس کے اوپر تمام برادری کے سامنے، ایک چودھری صاحب نے یہ فرمایا کہ بیشک اللہ اور رسولؐ معاف کردیتے ہیں، مگر پنچ معاف نہیں کرتے۔ عمر یہ کلمہ سن کر خاموش ہورہا۔ اس وقت اُن آدمیوں پر فی کس ۴ روپیہ جرمانہ کردیا اور جس چودھری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی، اس سے چشم پوشی اختیار کی، تو اس صورت میں ان کو ظالم یا ناانصاف کوئی کہہ دے، آیا جائز ہے، یا نہیں، اگر کسی نے کہہ دیا تو اس پر جرمانہ کرنا، یا اس کو جرمانہ دینا جائز ہے، یا نہیں۔ ازروئے شرع شریف؟

الجواب: یہ چودھریوں کے قواعد ہی خلاف شرع ہیں، چودھری اور سب لوگ اس کے قبول کرنے والے بے انصاف اور ظالم ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح۔ حکیم ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری عفی عنہ الجواب صحیح۔ ابوالحسن عفی عنہ۔

جواب جو حضرت مولانا مخدوم زمان، جناب مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے، درست ہے، اور یہ واضح ہو کہ ایک جماعت اہل اسلام کی متفق ہوکر، قواعد خلاف شرع شریف کے تجویز کرے اور برادری کا دستور العمل اس کو قرار دے، نہایت مذموم ہے اور اس گناہ سے زاید ہے کہ ایک شخص اس حرکت کا مرتکب ہوا، اہل اسلام کا خطاوار ہونا کسی امر میں اور بات ہے اور قواعد خلاف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر ہے۔ سرکار نے قانون خلاف اسلام ایجاد کیا، وہ جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہیں، مگر اہل اسلام کی شان سے خلاف شرع قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہے۔ احمد علی عنہ

باغ فیض (تالیف مولانا حشمت علی بنارسی شاگرد مولانا محمد مظہر نانوتوی [در عدم جواز سفر مزارات اولیاء] مطبع ہاشمی بنارس ۱۸۹۳ء/۱۳۱۱ھ)

(۷۴۹) بلانکاحی عورت رکھنے والے سے سلام وتعلقات رکھنا کیسا ہے؟

سوال: زید (جو بغیر نکاح کے عورت کو رکھے ہوئے ہے) کو سلام علیک کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا، اور اس کے ساتھ کھانا پینا مسلمان جان کر کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور زید سے یہ امورات یعنی سلام علیک وغیرہ خاص برادری زید کو ہی منع ہے، یا کل مسلمانوں کو۔

جواب: نہ زید کے ساتھ سلام علیک کریں، نہ اس کے سلام کا جواب دیں۔ زید سے سب مسلمانوں کو متارکت چاہئے، زید کو مثل چمار بھنگیوں کے جانیں، غرض سب مسلمانوں کو زید سے ترک کرنا چاہئے، کچھ برادری پر منحصر نہیں۔

(فیوض رشیدیہ ص ۲۰)

رشید احمد

(۷۵۰) شخص مذکورہ بالا کی حمایت کرنے والے گنہگار ہیں:

سوال: ایک شخص نے زید مذکور کی برادری میں سے کل برادری کی دعوت کی، جس وقت کھانا کھانے گئے ایک مہتر نے زید اور اس کی بیوی کو وہاں دیکھ کر کہا، کہ پنچو! یہ برادری کا چور ہے اس کو نکال دو، بعدہ برادری کے لوگوں نے پنچایت کی [کہ] مہتر کو ذات سے ڈال دینا

toobaa-elibrary.blogspot.com

چاہئے، کیونکہ اس نے زید کی ہتک کی، ہم نے زید کو صرف اپنے قصبہ کی برادری سے خارج کیا ہے، نہ اور کسی جگہ کی، کیونکہ جس نے ہماری دعوت کی ہے، اگرچہ ہماری برادری ہے لیکن پردیسی ہے، پھر مہتر نے کہا کہ اس نے جو یہ کام خلاف شرع کیا، تو ہمارے کل شہروں کی برادری سے، بلکہ کل مسلمانوں سے خارج ہوگیا۔ اس بات پر برادری نے کچھ خیال نہ کیا۔ زید کے ہمراہ ہو کر مہتر مذکور کو ذات سے علیحدہ کر دیا، اب اس میں برادری حق پر ہے، یا مہتر؟ فقط

جواب: مہتر نے جو کچھ کہا وہ حق کہا، اور جو لوگ مہتر کو ذات سے ڈالتے ہیں، وہ گنہگار ہیں۔ فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح، محمد مراد عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ مظفر نگر۔ الجواب صحیح، سید مخدوم کاندھلوی حال مقیم مظفر نگر، راقم عبدالحق عفی عنہ۔ العبد الآثم عبدالکریم، واعظ سڑک (کیرانہ)

(۷۵۱) قبلہ رُخ ناپاکی (گندگی) پھینکنے اور استنجے کا حکم؟ سوال: کعبہ شریف کی جانب ہاتھ سے ناپاکی پھینکنا حرام ہے، یا مکروہ، اور اسی طرح کعبہ شریف کی جانب پشت کر کے بیٹھنا، یا پیشاب استنجا کرنا کیسا ہے؟

جواب: مکروہ تحریمہ ہے اور کعبہ کی طرف پشت کرنا درست ہے، مگر پاخانہ پیشاب میں پشت کرنا، مکروہ تحریمہ ہے، مگر منہ کرنے سے کم گناہ ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۳)

(۷۵۲) ننگے کو پردہ میں گفتگو کرنا کیسا ہے؟ سوال: ننگے کو پردہ میں کلام کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ یا کچھ آیت پڑھنا ننگے بدن؟

جواب: ننگے کو کلام کرنا درست نہیں۔ (بدست خاص، سوال ۱۳۷)

(۷۵۳) استاذ سے بغیر پڑھے صحیح علاج کرنا: سوال: ایک شخص نے استاد سے حکمت نہیں پڑھی، مگر از خود طبابت کی کتابیں دیکھ کر جو کسی بیماری فہم میں آجاتی ہے، اس کا علاج کرتا ہے اور اگر کوئی بیماری سمجھ میں نہیں آتی، تو اس کا علاج نہیں کرتا ہے، تو ایسے شخص کو علاج کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر موافق قاعدہ کے علاج کرتا ہے، درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۴۵)

(۷۵۴) جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم؟ سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حالت جنابت میں طعام کھانا حرام ہے اور وہ طعام اس شخص کو لعنت کرتا ہے اور شیطان اس طعام میں بول ملا دیتا ہے، اور اس شخص کے جسم کے بال جلاتے ہیں، اور جو جان کر ناپاک رہے، وہ شخص حشر میں قبر سے ناپاک اُٹھے گا۔ یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

جواب: سب خرافات غلط، جہال کی ہفوات غلط ہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۱۳۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۵۵) مردوں کے سامنے کا بچا ہوا کھانا، عورتوں کیلئے، کیسا ہے؟ سوال: مردوں کے آگے کا بچا ہوا کھانا، جو غیر محرم ہوں، عورتوں کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کھانا فضلہ مردوں کا، عورتوں نامحرموں کو درست ہے، اگر کوئی فتنہ نہ ہو اور شیر وشکر ہو کر لعاب مل جاوے، وہ مکروہ ہے۔ فقط

(مدت خاص ص ۲۹)

(۷۵۶) رشوت خور کی اجرت اور دعوت کا حکم؟ سوال: اگر کوئی شخص کھلم کھلا رشوت لیتا ہے اور دیگر شخص کو یہ معلوم ہو جاوے، کہ طعام خوردنی میں بجز اس کے اور نہیں سے صرف نہیں کرتا۔ اس حالت میں جاننے والے شخص کو حصہ رسدی داخل کرنے کے بعد، شرکت جائز ہے، یا نہیں؟

یا ملازم کو اپنے آقا کا حال معلوم ہو کہ وہ اجرت رشوتی یا سودی مال سے دیتا ہے، اس صورت میں ایسے شخص کی چاکری درست ہے، یا نہیں، اور موہوب لہ کو ایسی اشیاء کا ہبہ، درصورت علم وعدم علم، لینا کیسا ہے؟

الجواب: جس کے یہاں رشوت یا کسی قسم کا حرام مال ہے، نہ اس کی اجرت درست، نہ اس سے شرکت کھانے میں جائز، اگر خبر ہے۔ نادانستہ ہو تو معاف ہے، فقط

(امداد مفتیین ص ۱۰)

(۷۵۷) رشوت کے کھانے پر بسم اللہ پڑھنا صحیح نہیں؟ سوال: رشوت وغیرہ کا کھانا کسی کھایا جاتا ہے تو کھانے کے وقت جو حکم بسم اللہ پڑھ کر کھانے کا ہے، بسم اللہ کہے یا نہیں، اور اگر بسم اللہ کہہ کر کھاوے، تو بسم اللہ کہنے سے اس وقت گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں، اور اگر وہ گنہگار ہوتا ہے، تو کس درجہ کا ہوتا ہے؟

جواب: رشوت کا کھانا درست نہیں ہے اور نہ اس پر بسم اللہ کہنا درست ہے، اور اگر کہے گا تو دو گناہ ہونگے، بسم اللہ کہنے کا اور کھانا ناپاک کھانے کا۔ فقط

(مدت خاص ص ۵۹)

(۷۵۸) ایک برتن میں سے ایک آدمی اگر دوسرے کے سامنے سے کھالے؟ سوال: ایک رکابی یا طباق میں جو چند آدمی کھانا کھاویں، اور ایک شخص دوسرے کے آگے سے کھاوے، تو کیسا ہے، حرام ہے، یا مکروہ؟

جواب: دوسرے کے سامنے سے کھانا ترک ادب ہے، اگر ایک قسم کا کھانا ہو اور جو کئی قسم [کا] ہو جیسے چنے، چُن چُن کر کھیل (۱) سب جگہ سے اٹھانا درست ہے، خلاف ادب نہیں۔

(مدت خاص ص ۲۹)

(۷۵۹) عصر کے بعد کھانا پینا ترک کرنے کی کوئی اصل نہیں؟ سوال: بعض لوگ جو عصر کے بعد خورد ونوش سے اجتناب کرتے ہیں، اس کی شرع میں کچھ اصل ہے، یا نہیں؟

---

(۱) کھیل چنے، جوار یا کئی وغیرہ کا بھنا ہوا بکھل ہوا چاول، وہ بھنا ہوا اناج جو بھس کر پھلا گیا ہو۔ اردو لغت ص ۷۸۲ جلد ۱۵ (کراچی ۱۹۹۳ء)

جواب: عصر کے بعد خورد و فروش ترک کرنے کی کوئی اصل نہیں، بندش عوام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ راپوری ۷)

(۷۶۰) جماعت علماء بحیثیت مجموعی مجدد ہوتی ہے؟ مسئلہ: مجدد ایک شخص نہیں ہوتا، اکثر بلکہ

عرف غیب میں مجموعہ علماء کا ایک شخص ہوتا ہے، لہٰذا ہر وقت میں جو علماء مانع بدعت ہوں اور محی سنت، ان کا مجموعہ مراد ہے۔ جس کو بایں صفت پاویں اس مجموعہ کا ایک جز خیال کریں، اور جن لوگوں نے ایک کو قرار دیا ہے ان کو سخت مصیبت پیش آئی اور تاویلات کر کے بنایا، تاہم درست نہ ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۱۵)

(۷۶۱) کیا ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے اور اولاد میں باپ کے امراض کا اثر کیوں ہوتا ہے؟

سوال: بیماری ایک کی دوسرے کو ہو جاتی ہے یا نہیں، بوجہ تاثیر ہوا کے، اور اگر نہیں ہوتی ہے، تو کیا سبب ہے کہ جب گھر میں ایک کو خارش ہوئی، تو سب گھر کے آدمیوں کو ہو جاتی ہے، یا مثلاً باپ کو بواسیر یا دمہ کی بیماری ہے تو بیٹے کو بھی ہو جاتی ہے، یا ایک شخص کو جذامی دیکھتا ہے، تو دیکھنے والے کو یا پاس والے کو بھی ضرور ہوا ہے کہ فوراً جذامی آجاتی ہے، چنانچہ تجربہ سے ظاہر ہے۔

جواب: بیماری کی تاثیر ہوا میں ہو کر، دوسرے پر اثر بیماری کا ہو جاتا ہے، بإذنہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پانی پر ہوا سرد اور آگ پر گرم ہوا مؤثر ہوتی ہے، ایسا ہی وبائی ہوا کا اثر ہے، مگر یہ حق تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، کبھی نہیں بھی ہوتا، خود مرض نہیں لگ سکتا۔

اور باپ کا مرض پسر میں اس وجہ سے ہوتا ہے کہ نطفہ سب اعضاء سے ٹپکتا ہے، لہٰذا اس نطفہ کا اثر ہو کر عضو مخصوص پسر کا ہو جاتا ہے، مثل عضو پدر کے۔ (بہشت خاص سوال ۱۰۰)

(۷۶۲) ہفتہ کے دن سفر کرنا اور مکان کی بنیاد ڈالنا کیسا ہے؟ مسئلہ: بروز شنبہ سفر کرنا اور

مکان کی بنیاد ڈالنی درست ہے، شرع میں کوئی دن نحس و شوم نہیں، سب دن اچھے ہیں، ہاں! بعض روز میں حق تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، مثل دوشنبہ پنجشنبہ و جمعہ، مگر شوم کسی دن میں نہیں، یہ قول نجومیوں کا ہے، شرع نے اس کو رد کر دیا ہے اور شرک کہا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے

الطیرۃ شرک (۱)

---

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الطیرۃ شرک، قالہ ثلاثا (مشکوۃ باب الفال والطیرۃ ص ۳۹۲ ج ۲ [صح المطابع رشیدیہ دھلی ۱۳۷۵ھ]

(۲) مشکوۃ کتاب الطب والرقی، باب الفال والطیرۃ، ص ۴۰۹، رقم الحدیث ۴۵۸۳ ج ۴ - ت رمضان بن احمد بن علی مکتبۃ الرشد ناشرون، الریاض، السعودیۃ، بیروت ۲۰۰۳، ۱۴۲۳ھ]

سو کسی زمان یا مکان یا شے میں شوم ماننا بہت برا ہے، حق تعالیٰ خالق ومؤثر ہے، جس شے کو چاہے کسی کے حق میں متبرک کردے اور جس کو چاہے شوم بنادے۔ الغرض سفر بروز پنجشنبہ موجب برکت ہے اور سفر بروز شنبہ نحس اور شوم وغیرہ [illegible] غلط ہے، اس کی اصل کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ وعلی ہذا القیاس، بناء مکان جب چاہے، شروع کرے، شنبہ ودیگر [illegible] نحس نہیں۔ یہ کلام خارج دائرہ شریعت سے ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فتاویٰ [illegible])

(۷۶۳) سات ستاروں کی تاثیر کا یقین؟ سوال: بعضے لوگ کہتے ہیں کہ مینہ اگر برستا ہے یا آندھی آتی ہے، یا کسی کو کوئی مصیبت پڑتی ہے، یا ترقی ہوتی ہے، یہ سب باتیں سبع سیارہ کی تاثیرات پر موقوف ہیں۔ یہ بات صحیح ہے، یا غلط ہے؟

جواب: یہ سب باتیں غلط ہیں، سب خدا کی قدرت سے ہوتا ہے۔ (مدت خاص ص ۵)

.....

جانوروں سے متعلق چند مسائل

(۷۶۴) جانوروں کا نگہداشت کے اہتمام کے ساتھ پالنا؟ سوال: طیور وحوش کو بے ضرورت، فقط تفریح طبع کے واسطے قید اور قفس میں رکھنا جائز ہے، یا ظلم ہے؟

جواب: جانور کا پالنا قفس میں درست ہے، اس کے کھانے دانے پانی سے ہوشیار رہے، تکلیف نہ ہو، اور قفس میں رکھنا درست ہے۔ فقط (مجموعہ فتاویٰ ۳، ص ۲۵-۲۷)

(۷۶۵) جانوروں کو کتے وغیرہ کا جھوٹا کھلانا کیسا ہے؟ سوال: حیوان کو جھوٹا سگ کا یا اور کسی طرح، ناپاک کھانا کھلانا، کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، ناپاک کھانا کھلانا حیوان کو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مدت خاص ص ۵۹)

(۷۶۶) گرم پانی سے کھٹملوں کا مارنا صحیح ہے؟ سوال: چارپائی میں کھٹمل زیادہ تکلیف دیتے ہیں اور بغیر گرم پانی کے، ان کی تخفیف مشکل ہو، تو اپنی تکلیف دفع کرنے کے لئے گرم پانی سے، کھٹملوں کا جلانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: گرم پانی سے کھٹمل مارنا درست ہے، البتہ آگ میں ڈالنا درست نہیں؟ (مجموعہ فتاویٰ ۳، ص ۳۹-۴۰)

(۷۶۷) بلی جو بار بار نقصان پہنچائے، جانوروں کو کھالے، اس کا مار ڈالنا: سوال: اگر پالتو جانوروں کی حفاظت عادت کے موافق کی جاوے، باوجود اس کے بلی کھا جاوے، چند بار ایسا نقصان کرے، تو اس ایذاء کے سبب بلی کا قتل جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بلی جو جانور یا طعام کو مکرر نقصان پہنچائے، تو قتل کرنا اس کا درست ہے۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۲۵۔۲۷)

(۷۶۸) جان یا مال کی حفاظت کے لئے کتا پالنا؟ مسئلہ: مطلق حفاظت کے واسطے کتا پالنا جائز ہے، جان ہو یا مال فقط، واللہ اعلم (فرخ آباد ص ۵۰)

(۷۶۹) کتا پالنے پر جو وعید ہے وہ کس کتے پر ہے؟ سوال: یہ ہے کہ جب کتا پالنے والے کو عیش دنیا بھی حاصل ہو اور اکثر اعمال صالحہ کی بھی توفیق ہو، تو پھر اس کا کیا مطلب ہے، کہ اس کے گھر میں فرشتہ رحمت کا نہیں آتا۔ فرشتہ رحمت سے کیا مراد ہے اور اس کے نہ آنے میں کیا نقصان ہے۔ اگر ثواب اعمال کا نقصان مراد ہے، تو بقدر قیراط کے، وہ نقصان ہوتے ہیں، کچھ ثواب کا باقی رہنا بھی ظاہر ہے، تو فرشتہ رحمت کا نہ آنا، کیسے ثابت ہوگا؟

جواب: اس کتے سے وہ کتا مراد ہے، جو موذی اور حفاظت کا نہ ہو۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرخ آباد ص ۵۰۔۵۳)

چوری اور حد وغیرہ کے چند مسائل

(۷۷۰) چوری کے سامان کا خریدنا جائز نہیں: سوال: اگر یوں معلوم ہو کہ یہ شتر چوری کا ہے، تو اس کا خرید کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: چوری کے مال کا خریدنا حرام ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۳۶)

(۷۷۱) چوری کی ہوئی چیز کا واپس کرنا واجب ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے سرقہ کیا اور پھر نادم ہو کر اس سے برأت چاہتا ہے، مال مسروقہ مالک تک نہیں پہنچا سکتا ہے، یا تو اس وجہ سے کہ مثل اس کے دستیاب نہیں ہو سکتا، یا اس کی سرکشی کے باعث، کہ اگر خبر ہو جاوے تو بری طرح پیش آوے گا، تو کیا کرے، اور اگر مال مسروق شخص تک پہنچ گیا اور اس کے پاس متغیر ہو گیا یا متغیر ہوا ہوا آیا، اس کو پہنچا، اب اس کے دینے میں حرج ہے، تو یہ شخص سارق [صاحب مال] کو اگر قیمت مثل دے دے، یا اس کے عوض بقدر اس کی قیمت کے کچھ دیدے، تو یہ شخص بری الذمہ ہو سکتا ہے، یا برأت کی اور کچھ سبیل ہے؟

جواب: حق العبد سے سارق بدون مسروق کے رد کرنے، معاف کرنے کے بری نہیں ہوتا، پس اگر مثل مسروق نہیں ملتی، تو قیمت دیوے، اور جو شے ایسی متغیر ہو گئی ہے کہ دوسری شے کہلاتی ہے، جیسا بکری اور گوشت، کہ بکری کو ذبح کر کے گوشت

toobaa-elibrary.blogspot.com

نکال لیا، تو بھی مثل شے، یا مثل نہ ہو تو قیمت دیوے اور جو تھوڑا تغیر ہوا ہے، تو وہ شے ہی دیوے۔ قیمت دینے سے بری نہ ہوگا، جب تک مالک قیمت پر راضی ہو جاوے، تو مضائقہ نہیں، اور جو مسروق منہ کی اذیت کا اندیشہ ہے، تو کسی حیلہ سے اس کے مکان میں اس شے کو رکھوا دے، کہ قبضہ مالک کا اس شے پر ہو جاوے، یہ سارق بری ہو جاوے گا۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۴-۱۳۵)

(۷۷۲) چوری کا جانور ذبح ہونے کے بعد کس کا ہے؟

سوال: اگر جانور مسروق ذبح کر دیا شد قبل از حضور مالک باز حاضر شد، پس حق سارق باشد یا مالک و خوردن او، چہ راجائز است، یا نہ۔

ترجمہ سوال: اگر چوری کا جانور ذبح کیا گیا، مالک کے آنے سے پہلے، پھر مالک آ گیا، تو اس پر مالک کا حق ہے یا چور کا، اور اس کا کھانا ان میں سے کسی کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جانور سرقہ چوں ذبح شد ملک مالک است نہ سارق، خوردنش مالک را و باذن مالک دیگراں را جائز است۔ وھو المعتمد (مجموعہ کلاں ص ۱۳۶)

ترجمہ جواب: چوری کا جانور جب ذبح کر دیا ہو اس وقت بھی مالک کی ملکیت ہے، نہ کہ چور کی، مالک کو اس کا کھانا درست ہے اور مالک کی اجازت سے، دوسروں کے لئے جائز ہے، اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ [ت. فور]

(۷۷۳) چوری کی ہوئی چیز کا مالک کے استعمال میں دیدینا بہتر ہے یا اس کا صدقہ کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ قیمت مسروق سے، کاغذات جو مسروق منہ کی ضرورت میں آتے ہیں، خرید کر اس کے دفتر میں داخل کرا دیئے گئے، تصدق سے بہتر ہوا یا نہیں؟ بیان فرمایئے اور اجر عظیم اللہ سے پایئے؟

جواب: اگر یہ کاغذ خود حکام کے کام میں صرف ہوتا ہے، تو تصدق پر مقدم بلکہ واجب ہے۔ تصدق اس وقت میں کرتے ہیں کہ اہل حق کو اپنا حق نہ مل سکے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۴-۱۳۵)

(۷۷۴) صرف ایک گواہی سے قتل کا حکم؟

مسئلہ: ایک شہادت سے فعل کا ثبوت نہیں ہو سکتا، نہ قصاص نہ دیت، قسامت بھی بسبب بعد از خرید نہیں آتا، مگر ہاں اگر وہ زمین مملوک کسی کی ہووے، تو مالک پر قسامت ہووے گا، ورنہ ہدر ہوا۔ ایسے قرائن پر قتل کا ثبوت روا نہیں۔ (مکتوب بنام مولانا خلیل احمد۔ مکتوب ۱۹)

(۷۷۵) واطی بہیمہ کو تعزیر اور بہیمہ کا حکم:

واطی بہیمہ کو تعزیر جو مناسب جانی جاوے دی جاوے اور بہیمہ ملک مالک ہے، اس کی ملکیت میں رہے، اور ذبح وغیرہ جو وارد ہوا ہے، وہ بھی زجراً ہے نہ شرعاً۔ فقط (مکتوب بنام مولانا خلیل احمد۔ مکتوب ۱۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وعظ ونصیحت کے چند احکام اور متعلقات

(۷۷۶) وعظ مسجد اور بازار دونوں جگہ درست ہے: سوال: [ایک شخص کہتا ہے] کہ مسجد میں وعظ کہنا ممنوع ہے، بر سر بازار تخت بچھا کر، فروش مکلف سے آراستہ کر کے، اس پر وعظ کہنا فرض ہے۔

جواب: اور وعظ کہنا بر سر بازار بھی درست اور مسجد میں بھی درست، جناب فخر عالم علیہ السلام نے مسجد میں وعظ فرمایا ہے، احادیث اس سے پر ہیں۔ غرض وعظ سب جگہ درست ہے، امر بالمعروف، نہی عن المنکر واجب ہے، خواہ کہیں ہو۔ فقط (مجموعہ چند یا نوی ص ۸۷۔۸۹)

(۷۷۷) وعظ ونصیحت کیلئے صلاحیت اور مطلوبہ قابلیت کیا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نوجوان مرد صالح، پرہیز گار متبع سنت وتابع شریعت، یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک لہ جاننے والا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تصدیق کرنے والا، نماز پنج گانہ پڑھنے والا، زکوٰۃ کا دینے والا، نکمی باتوں پر دھیان نہ کرنے والا، فسق وفجور سے بچنے والا، حتی الوسع مذاہب باطلہ کی تردید کرنے والا، صرف اردو کی کتابوں سے فقط صرف علم اردو بخوبی جاننے والا، احکام ممنوعہ سے بطاقت علم اجتناب کرنے والا، اگر بباعث افلاس وتنگدستی کے غریب الوطن جا کر، کتب واعظیہ تدریس: مثلاً ترجمہ اردو کنز الدقائق ومالا بدمنہ، وتفسیر عزیزی وفتح العزیز، وتفسیر جامع التفاسیر، تصنیف مولانا نواب قطب الدین صاحب مرحوم دہلوی ودیگر تصانیف نواب صاحب مرحوم، مثل تحفۃ الزوجین، وگلزار جنت، وترغیب الجماعت وغیرہ اور حدیث میں سے مظاہر الحق، مشارق الانوار ومجالس الابرار، وعقائد میں سے تقویت الایمان و صراط مستقیم شرح سفر السعادت، ونصیحت المسلمین، ورسالہ حج مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ومکتوبات مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی ودیگر کتب اردو، مثل مجموعہ سعادت وغیرہ، ایسے موقع پر کہ جہاں لوگ رسومات بدعیہ وشرکیہ میں مبتلا ہوں۔ اس کے لئے کتب مذکورہ کا وعظ ونصیحت خالصاً للہ، واسطے قائم کرنے دین کے، کہ وہ لوگ جاہل نماز روزہ وغیرہ سے، درس (و) تدریس کیلئے، دین کی ترقی روشن کرنے کے لئے، کہ وہ لوگ بوجہ جاہلیت کے دین محمدی سے بے بہرہ ہوں، درست ہے، یا نہیں؟ اور قصد اس کا صرف ترغیب وترہیب ہو، شرعاً درست ہے، یا نہیں، اور علم عربی سے ناواقف [ہے]۔ جواب مع مہر تحریر فرماویں، اللہ تم کو اجر عظیم دے۔ بینوا توجروا۔

جواب: اس کا کچھ عجب نہیں کہ آدمی علوم دینیہ نہ پڑھتا ہو، فقط فارسی اور اردو کی استعداد رکھتا ہو اور وعظ (و) درس

toobaa-elibrary.blogspot.com

کرے، مگر یہ ضرور ہے کہ یہ آدمی ان کتب اور مضامین کو خوب سمجھ لیوے اور استاذ عالم واقف سے تحقیق کر لے اور پھر بیان کرنے میں ہوشیاری سے صحیح صحیح مضامین بیان کرے، اور جو مسئلہ بصراحت مذکور نہ ہو اس میں بے شک بجواب نہ ہووے، جس قدر معلوم و تحقیق ہے، اسی قدر جواب دیوے اور بیان کرے، محل اشتباہ اور مختلف میں سوچ کرے اور محقق علماء سے تحقیق کر کے بولے، تو اس شرط کے ساتھ بنظر تبلیغ اگر وعظ واعظ کرے، تو درست ہے۔ فقط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

بلّغوا عنّی و لو آیۃ. الحدیث (۱)

اس حدیث میں جو کچھ بندہ نے لکھا ہے، سب اشارہ فرمایا ہے و العقل تکفیہ لاشارۃ

کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاوی رشیدیہ ص ۲۱۲)

(۷۷۸) جو باضابطہ عالم نہ ہو مگر محتاط اور باخبر ہو، اس کو وعظ کہنا صحیح ہے: **سوال:** ایک شخص نے قرآن شریف کا ترجمہ کسی عالم باعمل سے پڑھا، اور تقویۃ الایمان اور ما بد منہ اور نجات اور مسائل سنے اور رسائل مضبوط عالم باعمل سے پڑھے، اور سوائے ان کے اور مسائل دینی علمی تحقیقی سے تحقیق کیا کرتا ہے اور جتنا پڑھا اتنا ہی لوگوں کو وعظ سناتا ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، اور جو کوئی شخص اس سے مسئلہ دریافت کرتا ہے، کہ جو معلوم ہوتا ہے تو بتلا دیتا ہے اور جو نہیں معلوم ہوتا، تو کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو معلوم نہیں، غرض کہ اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتا ایسے شخص کا وعظ سننا اور اس کا وعظ کہنا جائز ہے، یا نہیں؟

(فتاوی رشیدیہ ص ۱۲۵)

جواب: ایسے شخص کو وعظ کہنا درست ہے۔ فقط

(۷۷۹) واعظ میں کیا کیا شرائط ضروری ہیں؟ **سوال:** کون شخص وعظ کا منصب رکھتا ہے اور واعظ میں کیا کیا شرائط ہونی چاہئیں؟

جواب: وعظ کہنے کو علم دین اور تقوی کا ہونا اور صحت روایت کا تمیز کر کے بیان کرنا، اور غلط روایات سے اجتناب رکھنا اور ہدایت خلق کی نیت سے بیان کرنا اور نفسانیت اور طمع سے پاک ہونا، شرائط واعظ ہیں، اور وعظ میں لوگوں کا حال رعایت رکھنا، کہ جس معصیت کی کثرت دیکھے اس کو بہ نرمی فہمائش کرے، اور کسی کا نام خاص کر کے نہ

---

(۱) یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ کتاب احادیث الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۱۲۶ ج ۲ حر ۲ رقم الحدیث ۳۴۶۱ مکتبہ الریاض الحدیثیۃ] نیز بخاری شریف باب مذکور ص ۴۹۱ جلد دوم رقم الحدیث ۳۴۶۱ مرتب ۴۱۵ ط مسکوہ کتاب العلم الفصل الاول ص ۱۴ ، ح ۱ ، رقم الحدیث ۱۹۸ ، ت رمضان بن احمد مکتبۃ النوبہ درس حرہ ۲۰۰۳ء نیز مشکوۃ شریف باب مذکور ص ۳۲ ح ۱ [رشیدیہ، دھلی نقل اصح المطابع ۱۳۷۵ھ]

ہو۔ اور اصل مقصد وعظ میں کی رعایت کرے۔ مناسب حال لوگوں کے مسائل بیان کرے اور قصہ و کہانی فضول بیان نہ کرے۔ اور اس قدر طویل بیان کہ لوگ اکتا جائیں، نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۴۔۱۴۵۔۱۴۶)

(۷۸۰) جاہل ان پڑھ بے سمجھ کا وعظ کرنا، ناجائز ہے:

سوال: ایک شخص بالکل امی یعنی قرآن بھی نہیں پڑھا ہوا کوئی سورت قرآن کی بھی صحیح یاد نہیں، اور زبان سے بھی تلفظ تا ہے اور اپنے کو مولوی تصور کرتا ہے، گھروں میں اور بازاروں میں وعظ بھی کہتا ہے اور لوگ اس کے وعظ میں، بسبب خراب الفاظ کے تمسخر کرتے ہیں، پھر وہ واعظ مذکور ان کو گالیاں دیتا ہے، اور حد دوں کے غلط مسئلے اور قصے وعظ میں بیان کرتا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ وعظ میں بیان کیا کہ جو کوئی عورت اپنے خاوند کا کہنا نہ مانے، تو اس کو ترو بے نیم میں باندھ کر مارو۔ ایک سائل نے وعظ میں دریافت کیا، کہ اگر کرو انیم گھر میں نہ ہو تو کیا کریں؟ واعظ صاحب نے فرمایا کہ مکان سے باہر لا کر مارو، تب لوگوں نے بہت تمسخر کیا۔ ایسے شخص کو وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کا وعظ سننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا بھی درست نہیں، کہ وہ گمراہ کرنے والا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فیوض رشیدیہ ص ۳۴۔۳۵)

(۷۸۱) وعظ کہنا کہلانا ہر جگہ ہر وقت، ہر ایک کے سامنے جائز ہے:

سوال: ایک شخص پیر جی یوں فرماتے ہیں، کہ ہمارے مولوی صاحب ایسے عالم ہیں کہ پانسو پانسو کوس تک ان کا کوئی فتویٰ رد نہیں کرتا۔ ہمارے مولوی صاحب یوں فرماتے ہیں، کہ رات کو مکانوں میں وعظ کہلانا ہرگز درست نہیں ہے، کیونکہ جب واعظ کے سامنے لالٹین یا چراغ رکھا جاتا ہے تو عورتیں واعظ کو گھورتی ہیں، اور بہت شوہر والی اور بیوہ وعظ سن کر بھاگ گئی ہیں، اور رات کو جو عورتیں پانچ پانچ سات سات محمدی جمع ہو کر وعظ سننے آتی ہیں، یہ بھی ہرگز درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں بہت فساد برپا ہوتے ہیں، سوائے اس کے یہ کہ شریعت محمدی میں رات کو مکانوں میں وعظ کہلانے کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی، اور سوائے اس کے مولوی صاحب مذکور نے اور وجوہات بھی، رات کے وعظ (کے) ناجائز ہونے کے قائم کیے ہیں، جس کی تحریر کو طول چاہیے۔

اور تعجب یہ ہے کہ مولوی صاحب جوان عورتوں کو مرید بھی کرتے ہیں، اور ان کی مریدیں اکثر بے پردہ بھی ہیں، چڑی مارنی وغیرہ، مولوی صاحب کے سامنے بے حجاب آتی ہیں، روٹی وغیرہ پکا کر کھلاتی ہیں، وہاں مولوی صاحب کو فساد کا کچھ خیال نہیں آتا ہے۔

ایک شخص نے پیر جی سے دریافت کیا، کیا وعظ سننا منع ہے؟ پیر جی صاحب نے فرمایا کہ جو میں بعد نماز مغرب وعظ مسجد میں ہو، مگر عورتیں نہ ہوں۔ سائل نے کہا کہ یہ عورتیں وعظ میں کیوں منع ہے؟ کہ وعظ سننا منع ہے، مرد مسجد میں سن رہے ہیں، سائل نے کہا کہ یہ عورتیں وعظ سنتے نہیں مانتی ہیں، وہ ہمارے بننے کو نہیں مانتی، پیر جی نے کہا، اگر نہ مانیں تو آپ جہنم میں جائیں ہم ذمہ داری نہ ہوں۔

دوسری بات سائل نے یہ کہی، کہ ہمارے بننے اور واعظ کے بننے سے زمین آسمان کا فرق ہے، پوری طرح سے ہم لوگ نہ عذاب دوزخ بیان کر سکیں اور نہ خوشخبری جنت، اور نہ حقوق زوجین و فضائل علم دین بیان کر سکیں۔ پیر جی صاحب! ہم کل بزرگوں سے سنتے آئے ہیں، بچپن سے اس عمر تک بچشم خود دیکھتے آئے ہیں، عادت وعظ گھروں میں ہوتا چلا آتا ہے، اور مولوی لوگ بھی اپنے گھروں میں مسافر واعظ کا وعظ ہوتے ہیں، جانے وہ خود موعوی ہوتے ہیں اور اپنی اور محلہ کی عورتوں کو وعظ سنواتے ہیں، اگر وعظ رات کو مکانوں میں ناجائز ہوتا، تو مولوی اپنے گھروں میں کیوں کہلواتے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمن صاحب پانی پتی نے، مولوی فتح محمد صاحب جون آبادی [کا رات کو اپنے مکانوں میں وعظ کہلایا، ورکل محلہ کی عورتوں کو سنوایا اور مولوی رحیم بخش صاحب نے بھی وعظ کہلایا، ورمولوی محمد مراد صاحب مدرس مظفر نگر نے، مولوی امیر بارخان صاحب سہارنپوری اور مولوی محمد حسین صاحب فقیر بنتی کا، اپنے گھر میں وعظ سنوایا، اور سوائے اس کے ہم جس بستی میں، واسطے تجارت کے یا کار ضروری کے پہنچتے ہیں، سب عالم اپنے اپنے گھروں میں مسافر واعظوں کا وعظ کہلاتے ہیں، اگر ناجائز ہوتا تو کوئی نہ کہلاتے۔

پیر جی صاحب! میری عقل ناقص میں یہ بات آرہی ہے اور سب لوگ اس کو جانتے ہیں کہ پہلے گھروں میں اس قدر کفر اور شرک اور بدعت کا رواج تھا، کہ سیتلا وغیرہ پوجتے تھے، اور قبروں اور جھنڈوں اور تعزیوں کو پوجتے تھے، اور بچوں کے سروں پر پیروں کے نام کی چوٹیاں اور پیروں میں بیڑیاں رکھتے تھے، اور سوائے اس کے گھروں میں سیکڑوں خرافاتیں ہوتی تھیں، سچ تو یہ ہے کہ گھروں کے وعظ سننے سنانے سے یہ بات چھوٹ گئی۔

اللہ تعالیٰ علماء دین کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے، کہ جن کی بدولت ہم لوگ ایمان (و) کفر میں فرق سمجھ گئے۔

اب سائل دریافت کرتا ہے کہ گھروں میں رات کو وعظ کہلانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور وعظ اس صورت سے ہوتا ہے کہ رات کو واسطے عورتوں کے کپڑے کا پردہ ہو جاتا ہے، اکثر عورتیں پردہ نشیں اور بعض بے پردہ، پردہ میں بیٹھ کر وعظ سنتی ہیں اور بعض عورتیں پچاس قدم دور ہوتی ہیں، اور بعض عورتیں کوٹھوں پر بیٹھ کر سنتی ہیں۔ غرض بہر صورت مردوں سے دور ہو کر، وعظ

سنتی ہیں اور سن کر عمل بھی کرتی ہیں، چنانچہ سیکڑوں عورتیں کفر وشرک سے توبہ کرتی ہیں، اور بے نمازی عورتیں نمازی ہو جاتی ہیں۔ تو اس صورت میں وعظ کہلایا جاتا ہے، اور پانچ پانچ سات سات محلہ سے، عورتوں کو وعظ سننے جانا جائز ہے، یا نہیں؟

اور خاوندوں کو ایسے وعظ میں اجازت دینی جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر خاوندان عورتوں کو وعظ سننے کی اجازت دیں گنہگار ہوتے ہیں، یا نہیں، جو خاوند وغیرہ اس صورت کے وعظ میں عورتوں کے جانے سے منع کریں، گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟ اب علماے دین سے یہ عرض ہے کہ جو حکم خدا اور رسول اُس کے کا ہو، مع دلائل تحریر فرماویں۔

جواب: وعظ کہنا اور کہلانا رات اور دن کو، مساجد میں سب جگہ سب اوقات میں، درست ہے، کوئی خصوصیت نہیں، قال اللہ تعالیٰ:

وَ ذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ. الآية ترجمہ: اور سمجھاتا رہ، کہ سمجھانا، کام آتا ہے ایمان والوں کو۔

(الذاریات ۵۵) (ترجمہ شیخ الہند)

کچھ قید زمان ومکان کی وعظ میں حق تعالیٰ نے نہیں فرمائی اور حدیث صحیح ہے:

بلّغوا عنی ولو آیة الحدیث. کہ میرے احکام کی تبلیغ کیا کرو، اگرچہ قلیل ہو۔

(رواہ البخاری) (بخاری نے روایت کیا ہے)

تبلیغ احکام کو آپ نے فرض فرمایا اور کوئی قید کسی وقت اور مکان کی نہیں فرمائی، اور اپنی رائے سے نص کو مقید کرنا منع ہے، پس ہر وقت ہر جگہ وعظ کہنا درست ہوا۔ اور جو مفاسد اس شخص نے بیان کئے ہیں، وہ دن میں بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی عورت کی چال ڈھال سے فتنہ ظاہر ہو، اس کا انتظام کرے، ورنہ خواہ مخواہ اپنے وہم فاسد سے مسلمان عورتوں پر، حکم خداوندی کا سننے سے تنگی کرنا اور منع کرنا سخت بیجا ہے۔ غرض تقریر اس شخص کی عدم جواز وعظ شب میں بیہودہ ہے۔

وعظ سننے سے مستورات کو فائدہ ہوتا ہے، ضرور سننا چاہئے، مگر جس میں کوئی مفسدہ ظاہر ہو، اس کا انتظام کر لیوے، اور بیوہ کا نکاح کرنا چاہئے، کیوں ان کو معطل کرے اور امر خیر سے روکے۔ جو وعظ سن کر وہ اپنا چارہ آپ کرے، نکاح بیوہ کا کرنا، والیان کو واجب تھا، جب انھوں نے سنت کام برا جانا، تو یہ بے غیرتی ان کو ہوئی کہ عورتیں خود اپنا نکاح کرنے لگیں، یہ عذر سخت بیہودہ ولغو ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

یہ جواب صحیح ہے: محمد مراد عفی عنہ

بے شک یہ وعظ میں جانا عورتوں کا جائز ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان تقدس میں، عورتیں عیدگاہ میں وعظ سننے جایا کرتی تھیں اور وہیں نماز بھی پڑھتی تھیں۔

مجیب، محمد مراد مظفر نگری

toobaa-elibrary.blogspot.com

کلام مجید میں صاف آیا ہے:

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً (التحریم ۶) یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر کے لوگوں کو دوزخ سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آگ سے بچنا مردوں اور عورتوں کو سب کو چاہئے، نہ کہ مردوں کو ہی ضروری ہے، اور مردوں کو امر کے صیغہ سے تاکید کیا ہے: واھلیکم فرمایا، کہ گھر کے لوگوں کو بھی بچاؤ۔ اور آگ سے بچنا خدا اور رسول کی تابعداری سے ہے، اور امر ونواہی میں اور امر ونواہی وعظ سننے سے معلوم ہوتے ہیں، اور سوائے اس کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کوئی دعوت کرتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مکان پر تشریف لے جا کر، کھانا تناول فرماتے تھے، تو بعد کھانے کے، اس گھر کے سب لوگ، نیز پڑوس کے سب مرد عورت، آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر، مسائل دینی دریافت کرتے تھے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ مرد سنیں، عورتیں نہ سنیں، بلکہ یوں فرمایا ہے: کہ علم دین کل مرد[وں] وعورتوں کو سیکھنا فرض ہے: طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة.

فائدہ: علمائے دین یوں فرماتے ہیں کہ اگر شوہر خود عالم ہو، تو شوہر پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کو علم، یعنی مسائل دینی سکھلاوے، ورنہ بیوی کو علم دین کے سیکھنے کی اجازت دیوے۔

نہ اذن دے شوہر اپنی بیوی کو مگر سات جگہ، پہلی واسطے عیادت والدین اور ان کی تعزیت کے واسطے، اور دوسری واسطے ملاقات محارم اور ان کی عیادت کے، اور تیسرے دودھ پلانے کے لئے، اگر عورت قابلہ اور دائی ہو، چوتھے واسطے غسل میت کے اگر وہ غسالہ ہو، پانچویں واسطے طلب ایک حق کے کہ دوسرے پر ہو، چھٹے واسطے ادائے حق غیر کے کہ اس پر ہو، ساتویں حج اور طلب علم دین ضروری کیلئے: کذا فی المضمرات فی کتاب النفقات و عین العلم

فائدہ: ان عبارات (کی رو) سے عورت کو وعظ میں جانا اور دین سیکھنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ قرب قیامت کے ایسے دجال اور کذاب لوگ فتویٰ دیں گے کہ وہ نہ خود سمجھیں گے، بلکہ لوگوں کو گمراہ کریں گے، اور ایسی ایسی حدیثیں بیان کریں گے کہ جو تمہارے باپ دادوں نے [بھی] نہیں سنی ہوں گی۔ (رواہ مسلم)

فائدہ: جو شخص وعظِ شب کے سننے کو عورتوں کو منع کرتا ہے، وہ بھی انھیں لوگوں میں ہے، جن کی خبر رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی ہے، کیونکہ جتنے عالم اہل اسلام میں متقدمین سے متاخرین تک ہوئے، ناچ وغیرہ کو منع کرتے چلے آئے اور وعظ کے سننے سنانے کے فضائل بیان کرتے چلے آئے۔ اور یہ مولوی مانع، خدا اور رسول کا اور کل اجماع امت کا خلاف کرتا ہے، پس شخص ایسے کے کہنے کا خیال نہ کرے، یہ گمراہ کرنے والا ہے، جو کچھ ضرورت ہو، علماء حقانی

toobaa-elibrary.blogspot.com

سے دریافت کرلیا کرے اور مرد (و) عورت کو دل وجان سے وعظ سننا چاہئے۔ یہ وعظ سننا ہدایت ہے، اس پر اجماع امت کا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

إن اللّٰه لايجمع أمتي أو قال أمة محمدٍ على ضلالة و يد الله على الجماعة، و من شذّ شذّ في النار. رواه الترمذي(۱)

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ السلام نے ہرگز ہرگز اللہ پاک میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، اور جو جماعت سے جدا ہوا، آگ جہنم میں پھینکا جائے گا۔

فائدہ: علماء یوں فرماتے ہیں، کہ امت سے یہاں مراد اہل علم ہیں، یعنی اصحاب اور مجتہدین آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا یہ گمراہی کی باتوں پر اتفاق نہ کریں گے، کیونکہ اس جماعت پر اللہ کی رحمت کا ہاتھ ہے، وہ ہمیشہ اللہ کی حفاظت میں رہیں گے اور جو کوئی ان سے جدا ہوکر، خلاف راستہ اختیار کرے گا، گمراہ ہوکر جہنم میں پڑے گا۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اصحاب (کرام رضی اللہ عنہم) اور علماء امت محمدی، سب وعظ عورتوں اور مردوں کو سناتے رہے، آج تک کسی عالم حقانی نے منع نہیں کرا، اگر یہ گمراہی ہوتا تو اس پر اجماع کیوں ہوتا اور اجماع اس پر ہے کہ گھروں میں مسجدوں میں، سب جگہ مرد اور عورتوں کو وعظ سناؤ۔ اب جو اس کے خلاف کرتا ہے، قرآن وحدیث واجماع امت کا خلاف کرتا ہے اور رحمت کے ہاتھ سے نکل کر جہنم میں پڑتا ہے۔ یا اللہ اس مانع کو ہدایت دے اور کل اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ تیرا اور تیرے حبیب کا دل وجان سے ذکر سنا کریں اور ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین! جیسے کہ تو نے اپنے کلام [قرآن شریف] میں فرمایا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (الانفال: ۲)

بے شک وہ لوگ ہیں کہ جب یاد کیا جاتا ہے اللہ ڈر جاتے ہیں دل ان کے، اور جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں اس کی، زیادہ کرتے ہیں ان کا ایمان، اور اوپر پروردگار اپنے کے توکل کرتے ہیں۔

فائدہ: افسوس ہے اس مولوی پر کہ اس نے کچھ پڑھا ہے، یا جاہلوں کی طرح مومن کہلاتا ہے کہ، کہتا ہے کہ وعظ سن کر عورتیں بھاگ جاتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن سننے سے (عورتیں) بگڑ جاتی ہیں، اور پروردگار عالم یوں فرماتا ہے کہ شناخت ایمان والوں کی یہ ہے، کہ جب ان کے سامنے یاد کیا جاتا ہے، اللہ اس کے خوف سے ڈرتے ہیں،

(۱) مشكوة كتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب و السنة، الفصل الثاني ص: ۳۰، ج: ۱، رقم الحديث: ۱۷۳، رمضان بن احمد بن علي [مكتبة التوبة، دار ابن حزم ۲۰۰۳ء] نیز باب مذکور ص: ۳۰ ج: ۱ [کتب خانہ رشیدیہ دہلی، نقل اصح المطابع ۱۳۷۵ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور جب اس کی آیت سنتے ہیں، تو ان کے ایمان بڑھتے ہیں۔ پس اس آیت سے روز ہونا یا قول مانع کا، مردود صحیح ہوا۔ قرآن شریف کے سننے سے ایمان بڑھتا ہے ایمان والوں کا۔

پس کل مرد (وں) عورتوں کو واجب ہے کہ وعظ میں جایا کریں، اور اللہ کا ذکر سن کر اپنا ایمان بڑھایا کریں، اپنے گھر ہوں یا غیر کے گھر ہوں، سب جگہ وعظ سننا درست ہے۔ عبدالکریم واعظ مرحوم کیرانوی۔

الجواب صحیح۔ مکرر یہ ہے کہ جو شخص وعظ [سننے] کو مستورات کو منع کرتا ہے، وہ خلاف کلام اللہ کی آیت کے کہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم:۶)	اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ دوزخ سے۔

سو اس کے ذمہ اپنے بیوی بچوں کو وغیرہ کو [بچانا آگ سے، خواہ اپنی نصیحت سے ہو یا غیر کی نصیحت سے ہو، امر کے صیغہ سے واضح ہے، اور شب کو وعظ ہونا زیادہ مناسب ہے، کہ طبیعت یکسو اور فراغت مورخانہ داری سے ہوتی ہے۔ سو اس وقت اطمینان کلی ہے، بہ نسبت دن کے کہ دقت ہے کہ تفکرات، امور مرجوعہ کے ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد امیر باز خان، سہارنپوری

یہ سب عبارت درست اور صحیح و درست ہے، عبدالحق عفی عنہ بگھروی ہذا الجواب صحیح۔ عبدالعزیز کھجناوری

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ. (النساء۔ ۳۴) ترجمہ پس نصیحت کرو اور چھوڑ دو ان (عورتوں) کو۔

یہاں اللہ نے صاف فرمایا ہے صیغہ امر سے، کہ عورتوں کو وعظ کرو اور چھوڑ دو، شاید یہ راہ پر آجائیں۔ اس آیت سے عورتوں کو وعظ سنانا واجب ہے، اور کہنا پیر جی کا کہ عورتیں آپ جہنم میں جاویں گی، تم کہہ کر بری ہو جاؤ۔ سو غلط ہے۔ کیونکہ اللہ نے واھجروھن فرمایا کہ اگر نہ مانے چھوڑ دو، جو شخص وعظ [سے] منع کرتا ہے، اس آیت کا منکر ہے۔ راقم حافظ امانت خان صاحب مظفر نگری (فیض رشیدیہ۔ ص ۱۳ سے ص ۱۹ تک)

(۷۸۲) وعظ کے بعد دعا اور مصافحہ میں حرج نہیں: مسئلہ: اب رہا یہ کہ بعد وعظ کے دعا، سو کچھ مضائقہ نہیں، بعد عمل صالح کے دعا مستحب ہے، اور مصافحہ رخصت ہونے کے وقت، عوام جو بعد وعظ کے کرتے ہیں، یہ بھی جائز ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۸)

علم اور تعلیم سے متعلق چند مسائل واحکام

(۷۸۳) علم سے مراد علم دین ہے، طلب علم سے اسی کی ترغیب دی گئی ہے: علم (سے) مقصود مراد ومطلوب علم دین کا ہے فقط، نہ علم دنیا کا:

قال اللّٰہ تعالیٰ: انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلمٰؤا. الآیۃ (فاطر ۲۸)

اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں، جن کو سمجھ ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

وقال تعالیٰ: یرفع اللّٰہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات. (المجادلۃ ۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند کرے گا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ان دونوں آیات میں، صاف ظاہر ہے کہ [علم سے] علم دین مراد ہے، کیونکہ خشیت حق تعالیٰ کی علم دین سے حاصل ہوتی ہے، نہ علوم دنیاوی سے، اور رفع درجات عند اللہ تعالیٰ بھی دین کے علم سے حاصل ہوتی ہے، نہ تحصیل علم دنیا سے۔ بلکہ علوم دنیا سے غفلت اور معصیت پیدا ہوتی ہے اور موجب بعد کا ہوتا ہے، **کما لایخفی.**

علی ہذا! جہاں کہیں تمام قرآن شریف میں ذکر علم مطلوب کا آیا ہے، وہاں علم دین ہی مراد ہے اور بس:

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم الحدیث(۱)

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ، علم کا سیکھنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔

وقال أیضا: من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللّٰہ (۲) الحدیث

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو علم حاصل کرنے کے لئے [اپنے گھر اور وطن سے] نکلا، وہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں بھی مراد علم سے علم دین کا ہی ہے۔ کیونکہ طلب کا فرض ہونا اور طالب کا فی سبیل اللہ ہونا، دین

---

(۱) رواہ ابن ماجہ ص ۲۰ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم [مطبع فاروقی دھلی] نیز ابن ماجہ ج: ۱ ص: ۱۵۱، رقم الحدیث: ۲۲۴ ت شعیب الارنؤوط الرسالۃ العالمیہ ۱۴۳۰ھ نیز مشکوۃ ج: ۱، ص: ۳۴ اصح المطابع رشیدیہ دھلی: ۱۳۷۵ھ نیز مشکوۃ فصل مذکور ج: ۱، ص ۳۴ رقم الحدیث ۲۱۸ [مکتبۃ النوبہ دار ابن حزم، ت: رمضان بن آل عوف ۲۰۰۳ء] [نور]

(۲) یہ حدیث ترمذی اور دارمی کی ہے۔ مشکوۃ کتاب العلم، الفصل الثانی ص ۳۴ جلد: ۱ [مکتبہ رشیدیہ اصح المطابع دھلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوۃ فصل مذکور ص ۳۴ [مکتبۃ النوبہ دار ابن حزم، ت: رمضان بن احمد ۲۰۰۳ء] حدیث: ۲۲۰ [پالن پوری]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی وجہ سے ہی ہوتا ہے، نہ بوجہ تحصیل متاع دنیا کے۔ کہ جب متاع دنیا کو شارع نے: رأس کل خطیئة فرمایا ہے۔(۱) پس جو شے کہ سر جملہ گناہوں کا ہو، وہ کس طرح فرض اور فی سبیل اللہ بن سکتا ہے، اور علیٰ ہذا، جس قدر احادیث فضل اور تحصیل علم میں وارد ہیں، سب میں مراد علم دینیات کا ہی ہے، اور بس! اور ہرگز کہیں اس سے علم تحصیل دنیا کا مراد نہیں، اور وہ حدیث جو زبان زد ہے:

اطلبوا العلم و لو کان فی الصین۔(۲) ترجمہ: علم کو حاصل کرو، چاہے وہ چین میں ہو۔

بشرط ثبوت کے، اس سے بھی علم دین ہی مراد ہے، کیونکہ قدر ما یحتاج دنیا تو ہر بلد و قریہ میں حاصل ہے، پس اس قدر مشقت کہ تا بہ چین، اس کی تحصیل کے واسطے مشقت اٹھانا فرض ہو، ہرگز کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کے واسطے امر ہووے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود رُگوب بحر کو، بوجہ مشقت کے، تحصیل دنیا کے واسطے نازیبا ارشاد فرماتے ہیں: لقولہ علیہ السلام:

لایرکب البحر إلّا حاجّ (۳) ترجمہ: حج کرنے والے کے علاوہ کوئی دریا کا سفر نہ کرے۔

پس أطلبوا کا لفظ جو فرض طلب پر دال ہے، بوجہ امر کا صیغہ ہونے کے، تحصیل متاع دنیا کے واسطے مشقت سفر کو کب فرض کر سکتا ہے، سو خلاف عقل و نقل کے ہے۔ بہر حال اس سے مراد وہ ہی علم ہے، جس کو فرمایا کہ:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر اک مسلمان پر فرض ہے۔

جس کو علم دین کہتے ہیں نہ کہ علم دنیہ کا، اور یہ روایت کتب طب کہ:

العلم علمان الخ اولاً یہ حدیث ہی نہیں۔(۴) بعد تسلیم و فرض اس کے حدیث ہونے کے، وہ خود تفرقہ کرتی ہے

---

(۱) یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری سے مرسلا روایت کی ہے (مشکوۃ کتاب الرقاق فصل ثالث ص: ۴۴۴ ج: ۲ [نقل اصح المطابع دهلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوۃ شریف ص: ۱۹۳۸ ج: ۴۔ رقم الحدیث: ۵۲۱۳ ت: رمضان بن احمد [مکتبۃ التوبہ، دار ابن حزم ۲۰۰۳ء] [نور]

(۲) یہ حدیث نہیں کسی کا مقولہ ہے۔ ابن حبان نے اس کو باطل کہا ہے اور ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور بیہقی اور خطیب وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے اور مزی نے اس کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے (کشف الخفاء، ص: ۱۳۸، ج: ۱ [دار احیاء التراث العربی بیروت] حدیث ۳۹۷ [نور]

(۳) عن عبد الله ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایرکب البحر الاحاج او معتمر او غاز فی سبیل الله فان تحت البحر نارا و تحت النار بحرا

بذل المجهود عکس طبع قدیم ص: ۴۰۵، ج: ۳ [سهارنپور:] بذل المجهود شرح ابو داؤد، باب مذکور ص: ۲۹ جلد ۹ [ت. مولانا تقی الدین الندوی المظاهری] اعظم گڈھ، ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۷ھ۔

ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی رکوب البحر. ص: ۲۰۵ جلد: ۳ رقم الحدیث: ۲۴۸۱ ت: شیخ محمد عوامه [مؤسسة الریان، بیروت: ۲۰۰۴ء]

نیز مشکوۃ کتاب الجهاد ص ۱۴۶۴ ج ۳ رقم الحدیث: ۳۸۳۸ [مکتبة التوبه بیروت: ۱۴۲۳ھ] [نور]

(۴) یہ حدیث ہی نہیں: حافظ ابن حجر نے اس کو موضوع کہا ہے اور سیوطی نے کتاب الطب کے شروع میں اس کو امام شافعی رحمہ اللہ کا مقولہ قرار دیا ہے۔ پوری عبارت ہے العلم علمان: علم الأدیان و علم الأبدان (کشف الخفا ۲: ۶۸ حدیث ۱۷۶۵) [دار احیاء التراث العربی ۱۳۵۱ھ] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ علم کی دو نوع ہیں اور علم ابدان جو فن طب ہے، علم دین سے جدا ہے۔ کیونکہ ہر نوع دوسری نوع سے متبائن اور ضد ہوتی ہے۔ بہر حال علم ابدان کا، علم دین کا غیر اور ضد ہونا، اس سے واضح ہو گیا، اور بالا واضح ہو گیا کہ جس علم کی تحصیل کا حکم ہے، وہ علم دین کا ہی ہے۔ فقط

سوا مر واضح رہے کہ جہاں علم دین کا اطلاق ہووے گا، وہاں دوسرے کسی علم کا دخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر نوع متبائن دوسرے کی ہے، پس نصوص قرآن شریف اور احادیث سے واضح ہوا کہ، علم معتبر عند اللہ تعالیٰ وعند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عرف شرع شریف میں، علم دین ہی ہے۔ اور عرف عام و خاص اہل اسلام میں قدیماً و حدیثاً، یہ ہی ہے کہ جب علم کا لفظ بولتے ہیں اور عالم کسی کو کہتے ہیں، تو اس سے مراد علم دین اور عالم علوم دینی کا ہی مراد ہوتا ہے، نہ ریاضی و طب و فلسفہ، کہ ان علوم کو کوئی بھی علوم نہیں جانتا، کہ ان کے واقف کو عالم کہتا ہے۔

خود واضح ہو گیا کہ جو وقف، تعلم علم کے واسطے کسی اہل اسلام نے کیا ہے، تو غرض اس کی حسب اصطلاح شرع و عرف عام و خاص، قوم اہل اسلام کے، علوم دینیہ ہی مراد ہوتی ہے، اگرچہ صراحتاً علم دین کا نام نہ لیا ہو، چہ جائیکہ تصریح ہو، کیونکہ قاعدہ تمام امت کا ہے: المعروف کالمشروط. لہٰذا مصرف اس وقف کا خاص علوم دینیہ کا ہونا، منصوص ہو گیا۔ قال فی الدر المختار:

شرط الواقف کنص الشارع، أی فی المفهوم و الدلالة و وجوب العمل به(۱)

پس صرف کرنا اس کا، سوائے علوم دینیہ اور مبادی علوم دینیہ کے، کسی علم دنیا میں کسی وجہ سے درست نہ ہوگا، کیونکہ علوم دنیا ضد اور غیر علوم دینیہ کا ہے، اور اب ظاہر ہوا کہ نص واقف کی، مثل نص شارع کے ہے، کہ تبدیلی اس کی ہرگز درست نہیں۔ قال (فی) رد المحتار:

فإذا قال وقفت علی الأولاد الذکور یصرف إلی الذکور، بحکم المنطوق. وأما الاناث فلا یعطی لهن، لعدم ما یدلّ علی إعطائهنّ الخ (۲)

اس سے ظاہر ہوا کہ ذکور کی قید سے دوسری نوع اولاد کا رفع ہو گیا، اور اس پر صرف اس وقف کا ناجائز ہوا، اور نیز درمختار میں ہے:

---

(۱) در مختار کتاب الوقف ج ۱ ص: ۳۹۰، فصل یراعی شرط الواقف فی اجارة" فروع مهمله" (نور)

(۲) شامی کتاب الوقف مطلب لایعتبر المفهوم فی الوقف ج:۳، ص:۴۱۶ (مجتبائی دهلی) نیز شامی ج:۴ ص:۴۳۳ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

وإن اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً و مدرسة ووقف عليهما أوقافاً لايجوزله ذلک(۱) و من اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين، أحدهما للسكنىٰ و الآخر للاستغلال، لايصرف احدهما للآخر.(۲) الخ

ان روایات سے بھی واضح ہوگیا کہ اختلاف جہت میں صرف کرنا درست نہیں، چہ جائیکہ ایک دوسرے کی ضد ہو۔ پس ثابت ہوا کہ [وقف برائے] علوم دینیہ کو تعلیم زبان انگریزی یا دیگر علوم دنیا میں صرف کرنا، قرآن وحدیث کے مقتضیٰ و فحویٰ سے، اور فقہاء کی عبارات سے ممنوع و ناجائز ہوگیا۔ اب کیسے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ وقف علوم دینیہ کو تعلیم زبان انگریزی پر صرف کرنا درست ہی نہیں، بلکہ بداہتاً معلوم ہوا کہ سخت زبوں اور ناجائز ہے۔ اور یہ تصور کرنا کہ علوم انگریزی پڑھ کر، ترقی مسلمانوں کی ہووے گی اور پھر اس کے ذریعہ سے دین حاصل کریں گے۔

اولاً: یہی قاعدہ غلط ہے کہ ترقی دنیا سے، ترقی دین کی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ دنیا و دین باہم دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں۔ اشتغال دنیا، باعث خرابی آخرت کا ہے، اور یہ مسئلہ بدیہی مسلم تمام عقلاء کا ہے، کہ اور دنیا غفلت دینے والی آخرت اور علم آخرت کی ہے اور مشغول کرنے والی کمالات وعلوم اخرویہ کی ہے۔

ثانیاً: خود ظاہر ہے کہ جب سرکار نے تمام ہندوستان میں مدارس انگریزی جاری کردیئے ہیں، کہ ہر شریف ورذیل، ہندو و مسلمان، مدارس میں داخل ہوکر، ہزارہا سے تجاوز کرکے لکھوکھا (لاکھوں) کو نوبت پہنچی ہے، کہ پاس مڈل حاصل کئے ہوئے ہیں، اور اعلیٰ درجہ کے پاس بھی قریب لاکھ آدمی حاصل کئے ہوئے موجود ہیں، چنانچہ اخبارات سے یہ امر واضح ہے اور وہ عہدہ کہ موجب ترقی کا ہو، تمام ممالک مشرقیہ ومغربیہ ہندوستان میں، پانچ چھ ہزار سے زیادہ نہیں اور وہ اب سب مامور ہیں اور قریب لاکھ آدمی کے، ان کے امیدوار ہیں، اور آئندہ کو ہر ہر سال میں دو تین ہزار آدمی دیگر تیار ہوتے جاویں گے۔

اب خیال کرنے کی جائے ہے کہ اس قدر ہنود اور ارازل میں شرفاء مسلمان کس قدر ہیں، اور کیا نسبت رکھتے ہیں، اور مسلمانوں کو کس قدر عہدہ پانے کی نسبت اور امید ہے، آیا ہزار میں ایک کو امید ملنے کی ہے، یا نہیں، پھر اس حال پر کیا توقع کوئی مسلمان عاقل کرتا ہے، کہ ہم کو عہدہ انگریزی دانی سے مل کر، ترقی قومی حاصل ہووے گی۔ جو کام انگریزی داں کا سابق ایام میں سو روپیہ میں ہوتا تھا اور بدقت اس کا واقف ملتا تھا، اب پانچ روپیہ میں اس کام کے ماہر صد بالتجا کرکے، لینے کو موجود ہیں، اور اعلیٰ درجہ کے پاس والے، مزدوری چھ آنہ روز کو، مارے مارے پھرتے ہیں، ایک چپراسی پانچ روپیہ کے مشاہرہ پر، سو سو مڈل

---

(۱) الدر المختار كتاب الوقف ج: ۱ ص: ۳۸۰ [عكس مجتبائي: ۱۳۳۴ھ] (نور)

(۲) رد المحتار كتاب الوقف، مطلب في نقل انقاض المسجد ج: ۴، ص: ۳۷۲، (محتساني دهلي) برنامي ج: ۴، ص: ۳۶۱ [دار الفكر بيروت: ۱۳۸۶ھ]. (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پاس دے امیدوار ہیں، اور سوائے حرمان اور بھوکے مرنے کے کوئی ترقی نہیں ہے۔ آئندہ کو کہ زیادت پاس کنندگان کی ہووے گی، کیا حال پیش آوے گا۔ لطف یہ ہے کہ بتوقع روزگار ہر ہر قوم و پیشہ والے اپنے گھر کی دولت فیس وخوراک میں صرف کر کے، تعلیم انگریزی پائی اور اپنے پیشہ کو ترک کر کے، اس سے نابلد محض اور محروم رہے، اور بسبب کثرت پاس والوں کے بے روزگار بھی ان کو ملنا کالمحال ہو گیا، اور دین کی تعلیم سے بھی باستمناء ترقی دنیا محروم ہوئے۔ تو دیکھو کس قدر خسر الدنیا و الدین کا مصداق وہ ہو رہے ہیں۔ پس افسوس ہے کہ اس امر مشاہد کو کوئی بھی آنکھ کھول کے نہیں دیکھتا اور توقع موہوم میں کہ ظاہر دھوکہ ہے، خراب ہو کر خواب غفلت میں ہیں اور ترقی دنیا کا خواب وخیال باندھ رہے ہیں۔

ہاں! تعلیم علوم انگریزی میں اب ترقی ذلت وافلاس مسلمانوں، بلکہ تمام اہل ہند کی واضح ہے، اگر کچھ بھی غور کوئی عاقل کرے۔ البتہ اس میں سرکار کی نہایت ترقی اور فائدہ ہے، کہ دو سو روپیہ کا کام ایک روپیہ میں ہو کر، تمام خزانہ بچت ہی بچت رہتا ہے اور آئندہ کو زیادہ امید نفع کی ہے، اور پھر عہدوں کی تخفیف اور ہندوؤں کی کثرت کا بھی معاملہ ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں تعلیم انگریزی میں ترقی وغیرہ، مسلمانوں کے دین کا مصرف برباد کر کے پیدا ہونا، عجائب روزگار اور خیال عجیب اور فکر غریب ہے۔ ۱۲ فافہم فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۸۶۔۱۹۱)

(۷۸۴) منطق وفلسفہ کی تعلیم ناپسندیدہ ہے:

مسئلہ: تعلیم صدر اخود ناپسند ہے۔ (۱) انصاف کرنا چاہئے کہ اثبات ہیولیٰ وصورت، وابطال جزء لایتجزیٰ اور اقرار قدم ہیولیٰ وصورت سے کیا مطلب ہے۔ ابطال قیامت واقرار تعدد قدماء، عدم اختیار جل علا شانہ نہیں تو کیا ہے؟ ان عقائد فاسدہ کو منہ سے نکالنا، موجب ظلمت ہے۔ اور پھر دلائل سے ثابت کر کے طلبہ کو اس پر قائم کرنا، اور شبہات کو رفع کر کے پختہ کرنا ضروری ہے، گو دل میں عقیدہ نہیں، مگر کفار کے عقیدہ کا اثبات ہے۔ اگر اس خیال کی تعلیم پادریوں کے مدرسہ میں کرے اور عقیدہ ابطال تثلیث وغیرہ ہو، تو کیوں برا جانتے ہیں، یہاں بھی وہی ہے۔ پہلے زمانہ میں بضرورت ابطال مذہب فلاسفہ اور معتزلہ، اس کو پڑھنے کی ضرورت تھی کہ مطلع ہو کر، مثل ان قواعد کے جواب دیویں، اب کیا ضرورت ہے؟ بالکل غلط ہے، سب حیلہ ہے، لہٰذا، اس کو کسی کو جائز نہیں جانتا ہوں۔ (مکتوب بنام مولانا خلیل احمد، مکتوب ۳۶)

(۷۸۵) عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں ارباب علوم عقول اور اصحاب تجربہ وشعور ادام اللہ فیوضھم الی یوم النشور مسائل مفصلہ ذیل میں:

---

(۱) صدر فلسفہ کی کتاب کا نام ہے۔ حضرت کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ فلسفہ کی تعلیم بے ضرورت اور مضر ہے۔ البتہ رد فلسفہ کی تعلیم دی جا سکتی ہے کیونکہ جب طالب علم کسی فلسفہ کا رد نہ سیکھے گا تو وہ بالکل ازمکوای طرح رد کر سکے گا۔ (اسلامی مدارس کے اعلیٰ نصاب میں شامل، فلسفہ کی مشہور کتاب امیدی اسی مقصد سے پڑھائی جاتی ہے، مصنف رحمہ اللہ نے فلسفہ کے دلائل کو تار تار کر دیا ہے، اس کو پڑھنے پڑھانے والے اکثر اصحاب کے ذہن وخیال سے یہ مقصد اوجھل ہو گیا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ امیدی کا مقصد فلسفہ کی تعلیم ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، البتہ صدر امیں فلسفہ کا رد نہیں ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) تعلیم کتابت واسطے نساء کے اس زمانہ پُر فساد میں، کہ قبائح اور مفاسد اس کے اہل دانش پر کالمشاہدہ ہیں، مکروہ ہے، تحریماً، یا نہیں؟

(۲) تعلم وکتابت وغیرہ مراہقات اور بالغات کا، بغیر حجاب کے، غیر محرم مرد بالغ سے کیسا [ہے]؟

(۳) منع نسوانِ زمانِ ہٰذا کا تعلیم کتابت سے، موافق قول محقق جلال الدین دوانی کے، کما ذکرہ فی اخلاق جلالی (۱) قرین مصلحت ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: اس زمانہ میں تعلیم کتابت کا عورتوں کو مکروہ ہے تحریماً بے شک، اور مراہقہ اور بالغہ مرد نامحرم بالغ سے بے حجاب ہونا، اگرچہ تعلیم وکتابت کے واسطے ہو حرام ہے، اور منع کرنا عورتوں کو ایسے کام سے ضرور ہے، فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد

درجہ بالا فتویٰ یا تصدیق جناب عبدالرحمٰن (غالباً مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی) کے فتویٰ کے آخر میں درج ہے، جو صواعق الملک الدیان علی من اباح الکتابۃ لنساء الزمان ص ۱۶۵-۱۶۳ تالیف مولوی نجف علی خان ابن مولوی نظام علی خان (مؤلفہ ۱۳۰۵ھ مطبوعہ مطبع احمدی بمبئی: ۱۳۰۵ھ) کے حوالہ سے زیر نظر مجموعہ فتاویٰ کے ضمیمہ میں درج ہے۔

(۷۸۶) انگریزی کا سیکھنا پڑھنا اس وقت جائز ہے، جب؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ انگریزی بغیر داخل ہونے کے کسی مدرسہ میں، بقصد روزگار اور فکر معاش کے پڑھنا، یا گورنمنٹ اسکول میں کہ اس میں انجیل پڑھائی جاتی تھی، داخل ہوکر، یا مشن اسکول میں یعنی پادریوں کے مدرسہ میں، کہ اس میں ہر ایک طالب علم کو جبراً انجیل پڑھاتے ہیں، داخل ہوکر، قصداً انگریزی اور تبعاً انجیل پڑھنا، ان سب صورتوں میں جائز ہے، یا حرام، یا مکروہ؟ علی التقید الثالث قید تحریمی تنزیہی درکار ہے۔ بینوا توجروا

جواب: انگریزی زبان کا سیکھنا مباح ہے، نفس تعلیم زبان میں کوئی معصیت نہیں، مگر امر مباح اختلاط غیر مشروع سے ناجائز ہوجاتا ہے۔ بقولھم:

اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام (۲)

پس انگریزی زبان کا خارج مدرسہ میں سیکھنا، بشرطیکہ کوئی ممنوع شرعی اس کے ساتھ نہ ہو، مباح ہے، اور اسکول میں داخل ہوکر پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ فی زماننا دخول مدرسہ میں التزام لباس وزی انگریزی کا اور اختلاط کفرۃ (و) فسقہ اور

---

(۱) علامہ دوانی نے لکھا ہے: "دبیر بائے لائق آموختہ واز خواندن ونوشتن بکلی باید منع کرد" اخلاق جلالی ص ۲۱۴ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۹ء)

مگر یہ شرعی حکم نہیں ہے اور اس دور میں اس پر عمل کرنا بالکل غلط ہے۔ وبضدھا تتبین الاشیاء۔ [نور]

(۲) الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الفن الاول، النوع الثانی، القاعدۃ الثانیۃ ص: ۱۰۹ جلد اول، دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدحنت فی الدین ضروری ہے، اور یہ امور شرعاً حرام ہیں۔ علی ہذا! جہاں انجیل کا پڑھنا، کیونکہ کلمات کفر کا زبان سے نکالنا، گرچہ عقیدہ نہ ہو، حرام ہے، قال اللہ تعالی:

فلا تقعُدْ بعد الذِّکری مع القومِ الظّالمین. تو مت بیٹھ، یاد آجانے کے بعد، ظالموں کے ساتھ (ترجمہ شیخ الہند)

(سورۃ الانعام۔ آیت: ۶۸)

و فی الحدیث: من تشبہ بقوم فھم منھم. (۱) (الحدیث)

و من کثر سواد قوم فھو منھم. (۲) (الحدیث)

قال فی رد المحتار: و الحاصل أن من تکلم بکلمة الکفر ھازلاً أو لاعِباً، کفر عند الکل و لا اعتبار باعتقادہ، کما صرح بہ فی الخانیة.

و من تکلم مخطیاً أو مکرھاً لایکفر عند الکل، و من تکلم بھا عامداً عالماً کفر عند الکل و من تکلم بھا احتیاراً جاھلاً بانہ کفر ففیہ اختلاف. (۳) الخ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۱۶، ۱۱۷)

(۷۸۷) انگریزی پڑھنا برائے روزگار؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ انگریزی پڑھنا برائے روزگار، اس طرح کہ اس کے اسکول میں داخل نہ ہو، یہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر کوئی ماسٹر ایسا ہو کہ انجیل بھی ضرور پڑھاوے اور اپنے مذہب کی ضرور تاکید کرتا ہو، اس ماسٹر سے پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: غیر زبان سیکھنا جائز ہے، تاوقتیکہ کوئی امر حرام عارض نہ ہو، مدرسہ میں اگر سیکھے تو بھی جائز ہے۔ اگر مدرس یا ماسٹر کا ایسا حال ہو تو جائز نہ ہوگا، اگرچہ اس کا عقیدہ ایسا نہ ہو۔ لقولہ علیہ الصلوٰۃ و السلام:

من تشبہ بقوم فھو منھم. (۴) الحدیث جو کسی قوم کی مشابہت اختیار [اور پسند] کرے، وہ انہی میں سے ہے۔

سو غیر زبان ایسی صورت میں کہ تشبہ ہوتا ہو، کیوں کر جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۴۶)

---

(۱) مشکوۃ: کتاب اللباس، الفصل الثانی ص ۳۷۵ جلد دوم۔ [رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ] نیز باب مذکور ص ۱۲۳۵ جلد چہارم۔ رقم الحدیث ۴۳۴۷، ت: رمضان بن محمد بن آل عوف [مکتبۃ التوبۃ، دار اس جرم، بیروت۔ ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳ء] [نور]

(۲) کتاب الزھد الرقائق، لابن المبارک زیادات الزھد لنعیم بن حماد، باب استماع اللھوص ۱۲۔ [علمی پریس، مالیگاؤں ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۶ء] نیز یہ روایت ذرا دوسرے الفاظ سے نصب الرایہ للزیلعی میں مروی ہے، ملاحظہ ہو: ج ۴ ص ۳۴۶۔ [مجلس علمی ذھابیل۔ دار المامون القاہرہ ۱۳۵۷ھ] [نور]

(۳) رد المحتار کتاب الجھاد، باب المرتد، مطلب فی مایشک أنہ ردۃ لایحکم بھص ۲۸۵ جلد سوم [مطبع مجتبائی، دہلی] نیز شامی ج ۴، ص ۲۲۶، ۲۲۷، [ط: ریہ ت ۱۳۹۶ھ] [نور]

(۴) مشکوۃ، حوالہ مذکور۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

تقلید اور عدم تقلید کی شرعی حیثیت

(۷۸۸) عوام کیلئے کسی ایک امام کی تقلید ضروری ہے: **سوال:** تقلید ائمہ اربعہ میں سے کسی خاص کی کرنا واجب نہیں، اور قول کسی امام خاص کا ماننا، گو وہ مخالف قرآن اور حدیث اور قول صحابہ کے ہو اور اعتقاد رکھنا اس پر، کیسا ہے۔ بینوا توجروا.

جواب: تقلید ایک ایک امام کی درست ہے، اور عوام کو بسبب خلاف اور فساد فتنہ کے ایک کی تقلید واجب ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ قول فلاں امام کا مخالف قرآن وحدیث کے ہے، کسی جاہل یا کم پڑھے کا ہے، نہ ماننا چاہئے۔ ائمہ نے جو کچھ فرمایا ہے، قرآن وحدیث واقوال صحابہ سے ہی استخراج کیا ہے، اس کے فہم کو بھی عقل اور علم کامل درکار ہے۔ ایسی بات کچے پڑھے ہوئے کہتے ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ سب ائمہ نے موافق قاعدہ شرع مسئلہ فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۶۷)

(۷۸۹) اس وقت ایک امام معین کی تقلید ضروری ہے: **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائلِ ذیل میں: [کہ] تقلید معین ایک امام کی، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے درست ہے یا نادرست، بصورت اول واجب ہے یا جائز۔ بصورت ثانی شرک ہے، یا بدعت؟

جواب: تقلید ایک امام معین کی درست ہے اور جائز بلا تردد، اور مامور بہ حق تعالیٰ ہے:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ الخ (النحل-۴۳) ترجمہ: سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اس آیت میں قید نہیں کہ ایک عالم سے معین کر کے مت پوچھو، بلکہ عام حکم ہے، خواہ ایک عالم سے پوچھا کرو، خواہ بہت سے علماء سے، مگر جب بہت [سے] علماء سے پوچھتے ہیں اور جگہ جگہ سے پوچھتے پھرتے ہیں، کوئی فساد اور فتنہ یا نقصان آوے، تو اس وقت ایک عالم سے پوچھنا واجب ہو جاتا ہے، جس کو تقلید ایک کی کہتے ہیں، اس واسطے کہ جو امر موجب فساد کا ہو، اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

أَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ الآية (الشوریٰ-۱۳) یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

toobaa-elibrary.blogspot.com

پس ایسی حالت میں جو آج کل ہوا ہے، تقلید ایک مجتہد کی واجب ہے، اگرچہ دراصل جائز تھی۔ پس ایسے امر کو کہ دراصل جائز و مورث اور اب بوجہ رفع نزاع کے واجب ہو گیا، شرک کہنا سخت بے دینی ہے، حق تعالیٰ ان کو ہدایت فرماوے۔ آمین

کتبہ الاحقر رشید احمد حنفی عفہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۹۶)

(۷۹۰) عوام کے لئے تقلیدِ ائمہ اربعہ ضروری ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں دینِ آسان، اسلام کے علماء اور سہل شریعت محمدی کے فقہاء۔ کہ عامی مؤمن جو مجتہد نہ ہو امتثالِ امر و نہی و تعمیل ہدایات شرعی میں، علمائے وقت سے تحقیق کرے، یا فروع و اصول مسائل میں، مذاہب مروجہ سے کسی ایک مذہب پر چلے، اور تقلید اور اتباع دونوں امر واحد ہیں، یا دو، اور انکے کیا معنی ہیں؟ براہِ عنایت چاروں دلائل اسلام میں سے، کسی دلیل سے جواب ملے۔ بینوا توجروا!

جواب: حامداً و مصلیاً! عامی کو کسی عالم محقق متدین سے پوچھنا کافی اور فرض امر سوال سے ادا ہو جانے کو بس ہے، خواہ ایک ہی عالم سے پوچھا کرے، خواہ متعدد علماء سے، اور خواہ ایک مذہب معین کے علماء سے، خواہ مذاہب متعددہ کے، لقولہ علیہ السلام:

أولم يكن شفاء العي السوال. الحديث .(۱) ترجمہ: کیا بیماری کی دوا، سوال نہ تھا۔

کہ اس میں سوال مطلق ہے کوئی قید نہیں، اور امتثال مطلق میں جس فرد مطلق پر عمل ہووے گا ادا فرض حاصل ہو جاتا ہے۔ پس اصول عقائد و اخلاق میں تو تمام علماء کا اتفاق ہے، اس میں تو سب متفق ہیں اور فروع مسائل میں جوابات مختلف ہیں۔ پس فروع میں ہر چند متعدد علمائے مذاہب سے سوال کرنا درست ہے، خصوصاً احوط کا اختیار کرنا، مگر حسب مشاہدہ زمانہ موجودہ کے یہ بھی محقق ہے کہ، عامی کو متعدد مذاہب کے علماء سے سوال کرنے میں، ابتلاء مرض تلهي في الدين کا ہو جاتا ہے اور لاابالی دین میں بن جاتا ہے، اور یہ ممنوع اور معیوب ملت غراء میں ہے، ایک روز محرم ایک امر کا، دوسرے دن محلل اسی کا، تو مصداق قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

ايلعب بكتاب الله. (الحديث) (۲) ترجمہ: کیا کتاب اللہ (قرآن کریم) سے کھیل کرتے ہو۔

---

(۱) س ماجه عن ابن عباس ص ۴۳ باب في المجروح تصيبه الجناية [فاروقي دهلي ـ ير ابن ماجه ج: ۱، ص: ۳۶۲، رقم الحديث ۲۰۵۰ت شعيب الارنووط الرسالة العالمية. ۱۴۳۰ھ] (نور)

(۲) عن محمود بن لبيده: ايلعب بكتاب الله عزوجل ،وانابين اظهركم مشكوة ،كتاب النكاح ،باب الخلع والطلاق الفصل الثالث ص: ۲۶۴ ،ج: ۳، رقم الحديث: ۳۲۹۲ت :رمضان بن احمد بن علي[مكتبة التوبة ۲۰۰۳ء]نيز باب مذكور ص: ۲۸۴ جلد دوم رشيديه ،دهلي بقل اصح المطابع ۱۳۰۲ھ]وبير بسناني كتاب الطلاق، باب الثلث المجموعة ومافيه من التغليظ ص: ۸۱۸ ت: صدقي جميل العطار[دار الفكر بيروت: ۱۴۲۵ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بن جاتا ہے۔ لہٰذا عامی کو مذہب معین سے سوال جملہ مسائل کا کر کے عامل ہونا ضرور ہوگا۔ بہت اشیاء ہیں کہ فی حد ذاتہ جائز اور مباح ہیں، مگر عروض فساد سے ترک کی جاتی ہیں، جیسے. ترک قراءۃ فی سبعۃ احرفلعد بہت نظائر اس کے شرع میں موجود ہیں، اسی واسطے نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

وفی هذا الحديث دليل لقواعد من الأحكام، منها إذا تعارضت المصالح أو تعارضت مصلحة و مفسدةٌ ،و تعذّر الجمع بين فعل المصلحة وترک المفسدة بدئ بالأهم . لأن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم أخبر أن نقض الكعبة وردّها إلى ماكانت عليه من قواعد إبراهيم صلى الله عليه وسلم مصلحة و لكن تعارضه مفسدة أعظم منه، وهی خوف فتنة بعض من أسلم قريباً الخ (۱)

اور اسی سبب سے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

ان هذه المذاهب الأربعة المدوّنة المحررة، قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا، و فی ذالک من المصالح مالا يخفىالخ (۲)

الحاصل امر جائز کو بوجہ کسی مفسدہ کے ترک کرنا، متفق علیہ ہے اور نصوص سے ثابت ہے، اور ہر شخص عالم سے سوال کرنا اور اختلاف اجو بہ سننا، موجب مفسدہ کا ہے، لہٰذا بایں وجہ ایک مذہب کے علماء سے عامی کو سوال کرنا ضرور [ی] ہوا، اور جس نے خلاف اس کے کہا ہے، تو وہ علماء کی نسبت لکھا ہے، ان علماء کی نسبت کہ تمیز صحت وسقم کی رکھتے ہیں اور استنباط پر قادر ہیں، نہ عامی کی نسبت، کہ عامی کو تمیز وعلم دونوں مفقود ہیں، اور اکثر علماء ہمارے زمانہ کے بھی عامی کے حکم میں ہیں۔ اور اتباع اور تقلید کے معنی مرادی ایک ہیں، کیوں کہ اتباع کے معنی کسی کے پیچھے چلنا ہے لغت میں، اور مراد اس سے کسی کے قول وفعل کو ماننا اور اس کے موافق عمل کرنا ہے، اور تقلید کے معنی گردن میں قلادہ ڈالنا اور مراد اس سے کسی کے قول وفعل کو ماننا اور اس کے موافق عمل کرنا [ہے]۔

سو اتباع تو جیسا فقہ میں مطلق کسی کی تابعداری ہے، ایسا ہی اصطلاح وعرف میں بھی مطلق ہے، کہ خواہ وہ شخص متبوع رسول ہو، یا قرآن یا اجماع یا شخص واحد، سوائے آپ کے، (۳) پھر اس کا قول مدلل ہو یا غیر مدلل۔

---

(۱) نووی شرح مسلم شریف کتاب الحج باب نقض الكعبة وبنائها ص ۴۲۹، جلد اول [مطبع مجتبائی، دهلی ۱۳۱۹ھ] (نور)

(۲) حجۃ اللہ البالغہ ص:۱۵۹ ج:۱۔ (طبع اول بریلی:۱۲۸۶ھ) حجة الله البالغة تتمه فصل فی المسائل اللتی ضلت فی بوادیها الأفهام حكم التقليد والرد على ابن حزم ص:۴۳۱-۴۳۲ جلد اول [ت. مفتی سعید احمد پالن پوری، مکتبہ حجاز، دیوبند] (نور)

(۳) قولہ سوائے آپ کے: یہ استثناء اس لئے کیا ہے کہ شاید سائل غیر مقلد ہے۔ واللہ اعلم۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

لیکن تقلید اصطلاحِ علماء میں خاص ہے اس معنی میں، کہ کسی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا کہ اس کا قول حجت نہیں، یعنی کوئی مجتہد، یا عالم ہو، پس اگر چہ تقلید بھی فقہ میں عام تھی مثل اتباع کے، مگر جب اصطلاح خاص ہوگئی ہے کہ عمل کتاب وسنت و اجماع پر اطلاق تقلید کا اصطلاحاً نہیں ہوتا، اگر چہ تقلید لغۃً عام و مطلق تھی، پس حسب اصطلاح اتباع عام ہے اور تقلید فرد خاص اس کی ہے، اور عام و خاص میں مبائنت نہیں ہوتی، بلکہ عام اپنے فرد خاص کے ساتھ ہر روز مجتمع رہتا ہے، پس جہاں تقلید ہوگی وہاں اتباع ضرور ہوگا، اگر چہ بعض اتباع میں تقلید اصطلاحی ہوگی، اعنی اتباع [غیر؟] نص میں، مگر تقلید لغوی اور اتباع دونوں ایک ہی شئے ہیں۔

پس واضح ہوگیا کہ اتباع اور تقلید اصطلاحی عام و خاص ہیں، کہ تقلید بدون اتباع کے نہیں ہوسکتی اور اتباع حدیث و اجماع پر تقلید کا لفظ نہیں بولتے، پس جس نے ان دونوں میں تناقض لکھا ہے، ہمارے معاصرین میں سے، صحیح نہیں، اور یہ بھی واضح ہے کہ جو عامی کسی عالم سے مسئلہ پوچھتا ہے، غرض اس کی حکم حق تعالیٰ کا اس واقعہ میں پوچھنا مراد ہوتا ہے، کہ اس مسئلہ میں کیا حکم شرع کا ہے، خواہ وہ عالم منصوص سے جواب دے، خواہ استنباط سے، اور کوئی سائل ہرگز ہرگز اس عالم کی رائے، غیر مستنبط من المنصوص کو نہیں پوچھتا۔ اگر عامی کو خبر ہوجائے کہ عالم نے اپنی رائے محض خلاف نص کہی ہے، تو ہرگز قبول نہیں کرتا، بلکہ اس کی رائے کو مستنبط سمجھ کر ہی، پوچھتا ہے اور مانتا ہے۔

پس یہ امر از قرنِ صحابہ آج تک چلا آتا ہے، کہ مسئول عنہ نے نفس حکم بتادیا اور سائل نے قبول کرلیا، اگر دلیل کے ساتھ بتایا اور عمل کیا تو تقلید نہیں کہلاتی، اور جو بلا دلیل بتایا اور عمل کیا تو اس کو تقلید کہتے ہیں، اور بلا دلیل بتانا شائع وذائع، اس وقت سے چلا آتا ہے، کتب احادیث اسی سے پُر ہیں، اور کبھی قرنِ صحابہ سے لے کر آج تک ایسے جواب بلا دلیل دینے پر اور عمل کرنے پر اعتراض کسی نے نہیں کیا۔ البتہ اگر وہ جواب خلاف نص کسی کے نزدیک ہو، تو اس وجہ سے اعتراض کیا ہے، پس یہ عین تقلید ہے اصطلاحاً اور یہی اتباع بھی ہے، اس میں فرق کرنا ہرگز درست نہیں، اور نہ اس سے زیادہ تقلید درست ہے۔

اعنی رائے کسی عالم کی جو محض رائے غیر مستنبط ہو، اس کو مان لیوے، کہ یہ نہ کسی مقلد عالم نے کہا، نہ کسی عامی جاہل کا یہ مقصد ہے اور نہ کسی کتاب فقہ میں اس کو جائز لکھا ہے، بلکہ ایسی تقلید کی ذم لکھتے ہیں اور جہاں تقلید کی ذم ہے، یہی معنی ہے، ورنہ تقلید مصطلحہ ہرگز معیوب نہیں، بلکہ معمول قرونِ ثلاثہ ہے، اور قیاس کی بھی جہاں ذم ہے، اسی قیاس کی ہے کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو۔ پس ظاہر ہوا کہ تقلید مذموم ہے وہ شخصی اور غیر شخصی، دونوں قسم ممنوع ہیں، بُرا کام اور شرک

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک کے ساتھ اور سو کے ساتھ برابر ہی ہے اور محمود علیٰ ہذا! ایک اور متعدد کے ساتھ جائز ہے، اور یہ تمام قصہ خلاف و نزاع کا بسبب عدم تحقیق و تأمل کے پیدا ہو گیا ہے: واللہ تعالیٰ ولی التوفیق.

والحمد للہ رب العالمین، و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین. فقط

[نقل فتویٰ بدست مولانا کریم بخش (۱) پنجابی، شاگرد خاص حضرت مولانا گنگوہیؒ]

(۷۹۱) چاروں مذاہب فقہ برحق ہیں، ان پر طعن صحیح نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ زید کہتا ہے کہ مکہ معظمہ میں چار مصلوں کی کچھ حاجت نہیں، ایک مصلیٰ ہونا چاہئے، ان چار مصلے والوں نے فساد ڈال رکھا ہے، آیا! یہ کہنا اس کا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: مذاہب اربعہ حق ہیں، ان پر طعن کرنے والا فاسق مبتدع ہے۔ البتہ قرونِ ثلاثہ میں ایک جماعت مکہ معظمہ کی مسجد میں ہوتی تھی، جس طرح اب چار جماعت کرتے ہیں، یہ امر مکروہ ہے۔ اگر یہ شخص اس طرح کی چار جماعت پر طعن کرتا ہے تو یہ درست کہتا ہے اور جو اہل مذاہب پر طعن اس کا مقصد ہے، تو وہ فاسق ہے، اور یہ قول اس کا خلافِ شرع اور زبوں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۱۲۸-۱۲۹)

(۷۹۲) کسی کو لامذہب یا غیر مقلد کہنا؟

سوال: زید نے عمرو سے کہا کہ تو لامذہب ہے، یا کہ غیر مقلد، عمرو نے جواب دیا کہ غیر مقلد اور لامذہب سوائے اللہ تعالیٰ اور شیطان کے کوئی نہیں، ہر کوئی کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے اور زید و عمرو دونوں مقلد ہیں۔ اس کلام کا بولنے والا عند الشرع شریف کیسا ہے؟ بینوا توجروا! فقط

جواب: یہ کلمہ گستاخ بظاہر کلمہ کفر کا ہے، کیونکہ لامذہب اور غیر مقلد کلمہ اہانت کا ہے، لہٰذا، ایسا کلمہ منہ سے نکالنا نسبت حق تعالیٰ کی بیجا ہے، مگر چونکہ قائل نے ایک توجیہ اس کی کر دی ہے (۲) لہٰذا اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے، مگر توبہ کرے اور آئندہ کو ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۲۳۱)

---

(۱) مولانا کریم بخش حضرت گنگوہی کے خاص شاگرد، متبحر فقیہ اور ہیئت اور معقولات کے بہت بڑے اور بہت مشہور عالم تھے۔ مولانا کریم بخش نے اس تحریر کے آغاز پر لکھا ہے:

"نقل فتویٰ سلطان العلماء، مجدد زماں، حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب مدظلہ"

لہٰذا اس فتویٰ کا حضرت مولانا گنگوہیؒ سے انتساب بلاشک درست ہے۔ فتویٰ کے بعد مولانا کریم بخش صاحب نے ان الفاظ میں اپنے دستخط بھی ثبت کئے ہیں: "راقم الحروف بندہ کریم بخش غفرلہ" (نور)

(۲) یعنی عمرو کا یہ قول: ہر کوئی کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۹۳) مقلدین کو مشرک کہنے والا فاسق ہے: سوال: [اگر کوئی مقلدین کو مشرک کہتا ہے تو یہ شخص اور حضرت عمرؓ کو بدعتی کہنے والا شخص از روئے شریعت کیسا ہے |(۱) بینوا توجروا۔

جواب: مقلدین | کو | مشرک کہنے والا خود فاسق ہے، حضرت عمرؓ کو بدعتی کہنے والا رافضی ہے، اس کو اگر کافر کہا جاوے | تو | بجا ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۲۳)

(۷۹۴) غیر مقلد کو مسجد یا نماز سے نکال دینا صحیح نہیں: سوال: ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں باب، کہ امام مسجد جمعہ کہتا ہے کہ جب تک زید کو کہ لامذہب ہے، نہ نکالو گے نماز جمعہ نہ پڑھاؤں گا۔ حالانکہ زید لامذہبوں پر تبرا کہتا ہے، بلکہ امام مذکور بسبب تعصب یا بحث دنیوی کے کہتا ہے اور زید عاجزی سے کہے، کہ میں تمہاری جوتیوں میں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھ لوں گا، اور امام صاحب زید مذکور کو نکال کر جمعہ پڑھوائیں، اور جوتیوں میں بھی نہ کھڑا ہونے دیں۔ پس یہ فعل امام صاحب کا موجب ثواب ہے یا گناہ، اور نکال دینا زید کو مسجد سے درست ہے، یا غیر درست؟ اور بالفرض اگر کوئی لامذہب ہے اور پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھے، تو امام کی نماز میں کیا فرق آتا ہے؟

جواب: اگر زید اپنی زبان سے کہتا ہے کہ میں لامذہب نہیں ہوں، تو پھر تعصب ایسا اور زیادتی سخت گناہ ہے اور ظلم ہے، اس سے امام کو توبہ کرنی چاہئے۔ اور جو فی الواقع وہ لامذہب ہے ہی، (۲) تو پھر اس کے نماز میں شریک ہونے سے کیا نقصان کسی کا ہوا ہے، یہ حرکت امام کی اچھی نہیں، اس سے باز آنا اور توبہ کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۱۳-۱۱۴)

(۷۹۵) امت مقبولہ اور معتبر علماء کا اجماع ہر وقت معتبر ہے: سوال: اجماع امت صرف صحابہ رضی اللہ عنہم پر ختم ہوا، بعد ازاں نہیں؟

جواب: اجماع امت کا ہر روز مقبول ہے، مگر امت سے مراد امت مقبولہ ہے، کہ علماء و اتقیاء ہوں اور حجت شرعیہ کے موافق اجماع ہو، اور خلاف نص کے اور خلاف اجماع سابق کے نہ ہو۔ جب سب شرائط اجماع کے موجود ہو جائیں گے معتبر ہوگا، اجماع کا ہونا صحابہ پر ختم نہیں ہوا۔

---

(۱) اصل ماخذ میں صرف جواب کا اندراج ہے، سوال کی نقل موجود نہیں، اس لئے جواب کی مطابقت یہ مختصر سوال خود لکھ دیا ہے۔ [نور]

(۲) پتہ نہیں مقلدین والا مذہب کہتے تھے یعنی مذاہب اربعہ کا نہ ماننے والا، مگر غیر مقلدین نے بہت واہ یا یا کہ لامذہب کے معنی ہیں غیر مسلم، تو کیا ہم غیر مسلم ہیں؟ ان کا یہ شعور درست تھا، اس لئے بعد میں یہ محاورہ ترک کر دیا گیا۔ عربی میں مذہب کے معنی مسلک کے ہیں، کہا جاتا ہے کذا فی مذهب ابی حنیفة وکذا فی مذهب الشافعی رحمهما الله۔ اس لئے عربی کے اعتبار سے یہ استعمال درست ہے، مگر اردو میں مذہب کے معنی دین کے ہیں، تعلیم الاسلام کے بالکل شروع میں ہے۔ سوال تم کون ہو؟ یعنی مذہب کے لحاظ سے تمہارا کیا نام ہے؟ جواب مسلمان! اسی طرح "مذہب اسلام" کا استعمال عام ہے، پس اردو کے اعتبار سے غیر مقلدین کو لامذہب نہیں کہنا چاہئے، کیونکہ وہ مسلمانوں کا فرقہ ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ماراٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن الخ (۱)

مگر ہاں، اب جیسے علماء کا اجماع، کہ اپنی رائے ناقص پر خلاف نص کے اور مخالف ائمہ ہدیٰ کے، کچھ ٹھہرالیویں، مردود ہے اور غیر معتبر۔ فقط

(چندیانوی ۸۸-۹۱-۹۲)

(۷۹۶) مسائل شریعت میں کن لوگوں کا اختلاف واتفاق قابل اعتبار ہے اور اہل سنت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اتفاق واختلاف قابل لحاظ و اعتبار کے وہ ہے، جو مجتہدین میں ہو، یا ایسے علماء میں کہ درجۂ اجتہاد کے قریب ہوں، اور وہ دونوں طرف نصوص سے مستنبط ہوں اور وجہ خلاف کی یا بنظر قوت وضعف اخبار کے ہو، یا بنظر قول وفعل صحابہؓ کے، یا بوجہ علت واسباب کے، تو مثلاً ایسی حالت میں، ہر دو فریق اہل سنت واہل حق ہوتے ہیں، جیسا کہ مذاہب اربعہ میں، یا کسی مسئلہ جزئیہ میں، خلاف علماء ایک مذہب کا ہوا ہے، تو قنوت فجر میں یہ بھی وجہ خلاف کی ہے، دونوں نص حدیث رکھتی ہیں۔ (۲)

اور امور جدیدہ کا بدعت ہونا، موافق قواعد سنت واجماع وقیاس ائمہ کے ہیں، اس کا خلاف علماء کا خلاف نہیں، بلکہ عوام کا خلاف ہے، مجوزان امور کے خلاف نص وائمہ کے کہتے ہیں، کوئی حجت جواز ان کے پاس نہیں، بلکہ مطلق ومقید کے عدم تفرقہ میں، جہل کے سبب یا عناد کے، مبتلا ہیں، تو اس کو قیاس خلاف سلف پر کرنا نہایت کم فہمی ہے۔ وہ اختلاف موجب رحمت، یہ اختلاف بسبب فساد وقہر ومعصیت، پھر تعجب ہے مقیس علیہ وہ ہو۔ معاذ اللہ!

مگر ہاں! یہ کہنا ان علماء کا کہ اہل بدعت امور جدیدہ کے، داخل اہل سنت میں ہیں، یہ صحیح ہے کہ یہ اہل سنت کامل نہیں، عاصی ہیں، جیسا فاسق اسلام سے خارج نہیں ہوتا، ایسا ہی یہ فریق اہل سنت سے خارج نہیں، اس معنی اہل سنت سے جو بمقابلہ اہل اہواء کے ہے اور بمعنی اہل سنت کہ متبع اعمال سنت کے ہیں، البتہ خارج ہیں، اور یہ کہنا کہ مثل روافض کے خارج

---

(۱) اخرجہ البزاز والطبالسی و الطبرانی و ابونعیم و البیھقی فی الاعتقاد، عن ابن مسعود وقال الحافظ ابن عبد الھادی مرفوعا عن انس باسناد ساقط والاصح وقفہ علی ابن مسعود، ورواہ احمد فی کتاب السنۃ ولیس فی مسندہ، کما فی کشف الخفا و مزیل الالباس للعجلونی ص ۱۸۸ ج ۲ رقم الحدیث: ۲۲۱۴، [دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۳۵۱ھ] (نور)

(۲) یہاں تک عنوان کے پہلے جز کا بیان ہے یعنی مجتہدین کا یا ایسے علماء کا جو درجۂ اجتہاد کے قریب ہوں، ان کا اختلاف معتبر ہے اور وہ رحمت ہے، بشرطیکہ دونوں رائیں کسی نص سے مستنبط ہوں اور وجہ اختلاف بطور مثال تین ہو سکتی ہیں: اول: حدیثوں کا قوی ضعیف ہونا دوم: صحابہ کے اقوال وافعال میں اختلاف ہونا سوم: علت حکم میں اختلاف ..... اسی صورت میں دونوں فریق اہل سنت اور اہل حق ہوتے ہیں، جیسے مذاہب اربعہ کا اختلاف یا جیسے کسی مسئلہ میں ایک ہی کتب فقہ کے علماء کا اختلاف ..... سائل نے غالباً قنوت فجر کا مسئلہ پوچھا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد فجر کی نماز میں قنوت راتبہ کے قائل نہیں اور امام مالک اور امام شافعی قائل ہیں، پھر امام مالک مستحب کہتے ہیں اور امام شافعی سنت، اور وجہ اختلاف نصوص کا اختلاف ہے دونوں فریقوں کے پاس حدیثیں ہیں۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں، یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ رافضی وغیرہ اہل اہواء کی بدعت، انکار ضروریات دین کے سبب سے ہے، مگر چونکہ تاویل بھی مسلّم رہے، اگر بلا تاویل ہو کفر ہو جاوے، اور ان امور جدیدہ کے مبتدع، اعمال جزئیہ خلاف سنت کو جائز کہتے ہیں، ضروریات دین میں مخالف نہیں، لہٰذا اہل سنت سے خارج نہیں۔ الحاصل اہل سنت کے دو معنی ہیں، ایک بمقابلہ اہل اہواء، بایں معنی یہ لوگ اہل سنت میں داخل ہیں اور دوسرے بمعنی اعمال، مثل [اہل] سنت کے کرنا، بایں معنی یہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ والسلام

اور ان سوالات کو بسبب گرانی لفافوں کے روانہ نہیں کیا، اور اگر طلب کروگے مرسل کردوں گا۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۷-۵۸)

.....

(۱) لفظ سنت چار معنی میں مستعمل ہے: اول: احکام میں فرض وواجب کے بعد کا درجہ..... اہل سنت میں یہ معنی مراد نہیں دوم: بدعت کے مقابل سنت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ پس اہل سنت اہل اہواء کا مقابل ہے، اہل سنت میں یہ معنی مراد لئے جاسکتے ہیں سوم: سنت بمعنی دینی راہ (الطریقة المسلوکة فی الدین) اهل السنة والجماعة میں یہی معنی مراد ہیں..... اور حدیث اور سنت میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، وہ حدیثیں جو منسوخ یا مخصوص ہیں وہ حدیثیں ہیں، سنت نہیں۔ اور ملک وملت کی تنظیم سے تعلق رکھنے والی خلفاء راشدین کی باتیں سنت ہیں، حدیث نہیں۔ حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین: میں یہی سنت مراد ہے اور جو حدیثیں معمول بہا ہیں، وہ حدیثیں بھی ہیں اور سنت بھی، چہارم: سنت بمعنی قول وفعل نبوی، پس اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اعمال سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امور جدیدہ جیسے میلاد مروجہ کے قائلین خود کو سنی کہتے ہیں، ان کا یہ قول کہاں تک درست ہے، حضرت رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے کہ امور جدیدہ بدعت ہیں، کیونکہ وہ قواعد سنت واجماع وقیاس کے خلاف ہیں، ان میں عوام کا اختلاف ہے اور وہ نص اور اقوال ائمہ کے خلاف کہتے ہیں۔ ان کے پاس اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ ان امور میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں، پس اہل بدعت کا خود کو سنی کہنا درست نہیں..... اور عوام ان باتوں کے اس وجہ سے قائل ہوئے ہیں، کہ انھوں نے جہالت کی وجہ سے یا عناد کی وجہ سے، جیسے رضاخانیوں نے مطلق ومقید کے درمیان فرق نہیں کیا، جیسے مطلق (بلا قید) ایصال ثواب ثابت ہے اور مقید جیسے سوم، چہلم وغیرہ بدعت ہیں، پس اس اختلاف کو سلف کے اختلاف پر قیاس کرنا درست نہیں، سلف کا اختلاف موجب رحمت ہے اور یہ اختلاف عوام کے بگاڑ، اللہ کے غصے اور دین اور شریعت کی نافرمانی کا سبب ہے، پس اس کو اس پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟ بہیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا!

البتہ یہ اہل بدعت اہل السنۃ والجماعۃ میں داخل ہیں، البتہ وہ کامل اہل السنۃ نہیں، گنہ گار ہیں، جیسے فاسق (مرتکب کبیرہ) مسلمان ہے، اسلام سے خارج نہیں مگر وہ گنہ گار ہے، اسی طرح یہ لوگ بھی اہل سنت سے خارج نہیں ہیں، یعنی اس اہل سنت سے جو اہل اہواء کے مقابل بولا جاتا ہے، البتہ چوتھے معنی کے اعتبار سے وہ اہل سنت سے خارج ہیں، کیونکہ وہ اعمال سنت کی پیروی کرنے والے نہیں۔

البتہ روافض کی طرح اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج نہیں، روافض ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اہل اہواء ہیں اور اہل السنۃ سے خارج ہیں، مگر چونکہ وہ ضروریات دین کا انکار تاویل سے کرتے ہیں، اس لئے کافر نہیں، اگر بلا تاویل انکار کرتے تو کافر ہو جاتے اور بدعتی ضروریات دین کے منکر نہیں ہیں، بلکہ بعض اعمال جزئیہ جو خلاف سنت ہیں ان کو جائز کہتے ہیں، پس روافض کی طرح یہ لوگ اہل السنۃ سے خارج نہیں (حضرت رحمہ اللہ نے سنت کے دو معنی بیان کئے ہیں، ہم نے تکمیل بحث کے لئے چار معنی بیان کئے ہیں، حضرتؒ نے دوسرے اور چوتھے معنی بیان کئے ہیں)

[پالن پوری]

toobaa-elibrary.blogspot.com

سلوک واحسان

توبہ، سلاسل تصوف، بیعت، ذکر کے درجات اور متعلقہ عنوانات

(۷۹۷) توبہ کی حقیقت کیا ہے؟

سوال: ماقولکم رحمکم اللہ تعالی : اس مسئلہ میں: کہ توبہ شرعاً چہ معنی دارد، وتوبہ کردن ہر مسلماں را، سنت است، یا فرض یا مستحب۔ وشخصے بحضور محل (کذا؟) توبہ کردہ باشد، ودیگر شخص گفت شما توبہ واپس دہد۔ پس ایں شخص بمطابق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب فقہ چہ حکم نافذ خواہد شد، وبر منکر توبہ چہ؟

ترجمہ سوال: آپ حضرات کا کیا فرمانا ہے، اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے، کہ توبہ شرعاً کیا معنی رکھتی ہے، اور توبہ کرنا، ہر اک مسلمان کے لئے سنت ہے، یا فرض یا مستحب؟ ایک شخص کسی کے سامنے توبہ کرتا ہے، دوسرا شخص کہتا ہے تم توبہ واپس دیدو۔ پس اس شخص پر حدیث شریف اور کتب فقہ کے مطابق کیا حکم جاری ہوگا۔

جواب: توبہ در شرع شریف از گناہ باز ماندن، وندامت بر فعل بد کردن را گویند، وتوبہ کردن بر ہمہ مسلماناں فرض عین است۔ قال اللہ تعالی:

پس توبہ کراندن وامر توبہ کردن بر ہمہ فرض خواہد بود، وہر کہ از توبہ منع کند یا بدایت توبہ شکنی نماید فاسق است کہ امر منکر رامی گوید۔ حسب حکم حدیث وفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط

ترجمہ جواب: توبہ، شریعت میں گناہ سے رک جانے اور برے کام پر شرمندگی کو کہتے ہیں: توبہ کرنا، تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے، اللہ نے فرمایا ہے:

يَـآاَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللّٰـهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. الآیۃ (التحریم-۸)

ترجمہ: اے ایمان والوں توبہ کرو اللہ کی طرف صاف دل کی توبہ۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ترجمہ: اس لئے توبہ کرانا اور توبہ کا حکم کرنا سب پر فرض ہوگا، اور جو شخص کہ توبہ سے منع کرے یا توبہ توڑنے کی ہدایت کرے، وہ فاسق ہے، کیوں کہ وہ برے کام کے لئے کہتا ہے، یہ فقہ وحدیث کے حکم کے مطابق ہے۔ ا ت نور ا

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ا جواب ا خط مولوی جمال الدین صاحب ا غالباً سہنسپوری، بجنوری ا

(مجموعہ کلاں، ص ۱۳۳)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۷۹۸) توبہ بار بار کرتا رہے: بندہ کو لازم ہے کہ سچے دل سے توبہ کرتا رہے، اگرچہ توبہ ٹوٹ جایا کرے، برابر کرتا رہے، آخر کار پختہ ہو جائے گی۔ فقط والسلام (مجموعہ کلاں ص ۲۲۹)

(۷۹۹) توبہ کی بار بار تجدید کرتے رہنا چاہئے: از بندہ رشید احمد عفی عنہ، بعد سلام مسنون معروض فرماید آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا، جس وقت نظر میں بدی دیکھو، فوراً نظر کو نیچی کرو، اور اس کی سزا کسی قسم کی نفس پر مقرر کرلو اور بہت سزا جو ع کا دینا ہے ورنہ ہے کہ نظر ذرا ہی نہیں، فقط زبان سے تعلیم کرو اور تجدید توبہ کرتے رہو، اگر [چہ] ہر روز ٹوٹا کرے، رفتہ رفتہ ملکہ راسخ ہو جاتا ہے۔ غرض ذکر میں جس قدر ہو سکے سعی کرتے رہو، اور تقصیر پر ندامت اٹھاتے رہو و حق تعالیٰ سے التجا کرتے رہو، یہ ہی کام بندہ کا ہے اور بندہ اس کو ہی کہتے ہیں، ورنہ معصوم بعد انبیاء کے کوئی نہیں۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۲۲۵)

(۸۰۰) توبہ نصوح کا مفہوم کیا ہے؟ سوال: ایک شخص نے آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا کی تفسیر یوں بیان کی کہ نصوح ایک شخص تھا، اور وہ جو ایک قصہ ڈپٹی نذیر احمد جج حیدر آباد نے اپنی کتاب توبۃ النصوح میں تحریر کیا ہے، (۱) تائید ا بیان کیا۔

جواب: آیت کی تفسیر میں توبہ نصوح کی بمعنی نصوح کے توبہ کرنا اور نصوح کسی شخص کا نام مقرر کرنا محض جہل وحماقت ہے، ترجمہ یہ ہے کہ توبہ خالص کرو۔ توبہ موصوف اور نصوح اس کی صفت ہے اور یہ ترجمہ جہال کا توبہ نصوح کی باضافت ہے، پس ایسی تفسیر کرنا اور جہل دوسرے تفسیر بالرائے ہے، ایسا شخص ہرگز قابل وعظ نہیں۔ اور قصہ جس نصوح کا لوگوں میں زبان زد ہے، وہ نزول قرآن شریف سے مدتوں پہلے پیدا ہوا ہے۔ الغرض یہ مفسر بالکل احمق ہے اور یہ تفسیر اس کی بالکل غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۱-۱۳۸)

(۸۰۱) توبہ کو بار بار توڑنے والے کا حکم؟ مسئلہ: جو شخص بدزبانی اور ارتکاب معصیت کرکے توبہ کرے اور پھر توبہ شکنی کرے، پھر توبہ کرے، اور ایسی ہی طرح کیا کرے تو اس کو شرع میں فاسق نہیں کہہ سکتے بقولہ تعالیٰ:

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ الآیۃ (آل عمران-۱۳۵،۱۳۶)

---

(۱) توبۃ النصوح، مشہور مصنف مولوی نذیر احمد کی یہ پہلی ناول ہے جو ۱۸۷۳ء (۱۲۹۰ھ) میں لکھی گئی اور پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ خدا جانے یہ معلومات کہاں سے ہیں، یہ مولوی نذیر احمد دہلوی ہیں جو ڈپٹی نذیر احمد کے نام سے مشہور ہیں۔ (۱۲ محمد عفی عنہ)

ترجمہ: وہ لوگ کہ جب کریں کچھ گناہ یا برا کام کریں اپنے حق میں، تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی، اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے، اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر، اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزا ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

وقوله عليه السلام. ماأصرّ من استغفر ولو فعله في اليوم سبعين مرّة الحديث(۱)

اور یہ بہانہ کہ اس کی توبہ دل سے اور خوف خدا سے نہیں، بلکہ ظاہری حیلہ خوف آدمیوں سے ہے، نازیبا ہے۔ قولہ تعالیٰ يا أيها الذين امنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم. الآية (الحجرات-۱۲) ترجمہ: اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے، مقرر بعضی تہمت گناہ ہے۔ (ترجمہ شیخ ہند)

اور یہ دلیل کہ اگر خوف حق تعالیٰ سے توبہ کرتا تو عہد شکنی نہ کرتا، اس کو رد کرتی ہے، پہلے جو کہ رہا قرآن و حدیث سے۔ بہر حال ایسی صورت میں یہ امام مستحق عزل کے نہیں، ہاں اگر وہ فاسق معلن ہے، تو اہل حل و عقد اس کو منصب امامت سے معزول کرے، کسی صالح کو مامور کرنا مناسب ہے۔ قال في رد المحتار

و أما الفاسق فقد علموا كراهة تقديمه لأنه لا يهتم لأمر دينه، و بأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، و قد وجب عليهم إهانته شرعاً، انتهى(۲)

پس درصورت اصرار علی المعصیت اس کو معزول کردینا ضروری ہے، ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۲۹)

(۸۰۲) جس کام کے صوفیہ مجتہدین ہیں، اس میں ان کی تقلید اور جس کے فقہاء مجتہدین ہیں، اس میں ان کی تقلید کی جانی چاہئے:

سوال: بعض اولیاء کی تقلید سے تبدۂ تحیت کو جو لوگ جائز کہتے ہیں اور ہیں، وہ لوگ اہل سنت میں داخل ہیں، یا اہل بدعت میں۔ بر تقدیر ثانی امام شافعی کی تقلید اور حضرت محبوب الٰہی (یعنی حضرت نظام الدین اولیاء) کی پیروی میں کیا فرق ہے۔ مسائل کا جواب شافی تحریر فرمائیں اور اپنی خیریت سے ضرور اطلاع دیجئے۔ فقط

عریضۂ ادب: نظیر حسن عفی عنہ از فرخ آباد محلہ صوفی خان

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات رقم الباب ۱۰۷ ص ۵۲۱ حلد خامس رقم الحدیث ۳۵۵۹ ت کمال یوسف الحوت [دار الکتب العلمیۃ بیروت] (نور)

(۲) رد المحتار، باب الامامۃ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد ص ۳۷۶ حلد اول مطبع مجتبائی دھلی ۱۳۲۸ھ بیرشمی باب مذکور ج ۱ ص ۵۹۰ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] و بیرشمی ج ۱ ص ۴۱۴، باب مذکور مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان، ۱۳۹۹ھ (نور)

جواب: جس کام کے اولیاء مجتہد ہیں، اس میں ان کی تقلید درست ہے، وہ علم باطن ہے یہ (سجدۂ تحیت کے جواز وعدم جواز کا مسئلہ) علم ظاہر ہے، ایسے لوگ مبتدع نہیں۔ فقط واسلام! بندہ ویسے ہی بکار چلا جاتا ہے۔ فقط

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(مجموعہ فتاویٰ آباد ص ۳۲)

(۸۰۳) بیعت کے چاروں سلسلے صحیح ہیں:

سوال: [ایک شخص] ہر چار خاندان یعنی چشتیہ قادریہ وغیرہ کو خلاف شرع بتلاتا ہے، بلکہ ان خاندان والوں کو بہت برا کہتا ہے، آیا اس کا کہنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: خاندان اربعہ حق ہیں اور سب اہل اللہ اور مقبولان اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا برا کہنے والا اور خلاف شرع جاننے والا مردود ہے۔ کیوں کہ مطلب ان سب خاندانوں کا تحصیل محبت حق تعالیٰ کی، اور اتباع حق کا اور تہذیب نفس اور اصلاح دین کا ہے۔ سو یہ سب مطلب شارع علیہ السلام کا ہے، پس اس کو برا کہنا سخت فسق ہے، مگر ہاں جو امر خلاف شرع کوئی کرتا ہو، وہ برا ہے۔ سو اس میں کیا خصوصیت ان خاندان والوں کی ہے، اگر کوئی عالم محدث بُرا کام کرے گا، وہ بھی بُرا ہے۔ بہر حال خاندان اربعہ محض اتباع سنت وشریعت کرنے والے ہیں، ان کو برا کہنا شارع کے احکام کو برا کہنا ہے۔ فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۸-۱۲۹)

(۸۰۴) جو شخص کسی بزرگ کے متعلق توہین کے کلمات کہے، اس کا حکم؟

مجمع علوم ظاہری وباطنی جناب مولانا رشید احمد صاحب دام ظلکم

بعد سلام مسنون الاسلام کے عرض خدمت شریف میں یہ ہے کہ، جو کوئی شخص کسی بزرگ خاص کی نسبت ایسے کلمات نکالے زبان سے کہ جس سے اس بزرگ خاص کی توہین ہوتی ہو، مثلاً جیسے کہا کرتے ہیں، کہ فلانا تو جوتے پھٹکارتا پھرتا ہے۔ اور اس کے بعد جو کسی نے منع کیا، تو اس نے سب بزرگوں کی نسبت یہ کلمہ کہا، کہ اسی طرح سب بزرگ جوتیاں پھٹکارتے پھرتے ہیں، جب کہ پھر اس سے کسی نے پوچھا، کہ ایسا کلمہ تم نے کیوں کہا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے برا سمجھ کر نہیں کہا، بلکہ بطور مسخرہ پن کے کہا ہے۔ تو ہم نے اس سے کہا کہ، تو ایسے شخص کو کہا کرتے جو کہ ذلیل اور خوار ہو، تو پھر اس نے جواب دیا کہ۔ دنیا میں بزرگ لوگ بھی ذلیل رہتے ہیں۔ تو پھر ہم نے اس سے کہا، کہ بالفرض، اگر تم نے بطور ہنسی کے کہا تو تب بھی توبہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ بزرگوں کی شان میں ایسا کلمہ نکالنا اچھا نہیں ہے، تو اس نے اس پر بھی اصرار کیا اور کہا، کہ میں نے خطا تھوڑے ہی کی ہے، جو میں توبہ کروں۔

تو، اب یہ فرمائیے۔ کہ اس نے بنظر حقارت کہا تو گناہ کس درجہ میں ہوا، آیا کفر یا کبیرہ یا صغیرہ گناہ کے، اور پھر توبہ پر اصرار کرنا کس درجہ میں ہو۔

اسی طرح کوئی شخص خلاف شریعت کام کرتا ہے اور کوئی اس کو منع کرے کہ یہ کام خلاف شریعت ہے، اور وہ شخص اس پر اصرار کرے کہ، یہ یونہی جائز ہے، جیسے آج کل کے فقیر بعض بعض کہہ دیتے ہیں، کہ میاں تم کیا جانو (یہ) کونچہ ہی اور ہے۔ تو ایسے شخص کو کیا سمجھنا چاہئے؟ اور ایسے شخص سے ملاقات رکھنا، السلام علیکم کرنا کیسا ہے؟

الجواب: جو عام بزرگوں کی توہین کرے، خواہ حق جان کر، خواہ استہزاءً وہ فاسق ہے۔ کیونکہ توہین عام مسلمانوں کی بھی فسق ہے، چہ جائیکہ صلحاء اور اولیاء کی۔ اور پھر اصرار کرنا اس پر گناہ کبیرہ ہے، ایسے شخص سے اگر ترک ملاقات کر دیوے درست ہے، اور اصرار کرنا گناہ پر فسق ہوتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح احمد علی عفی عنہ

[مکتوب حضرت مولانا۔۔ بدست خود]

(۸۰۵) اپنے پیر کے علاوہ کسی اور سے تبرکاً بیعت ہونا؟

سوال: بلاضرورت شرعی، شرعاً تکرار بیعت دوسری جگہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: دوسری جگہ بیعت کرنا فضل دوسرے سلسلہ کے حاصل کرنے کو، یا برکت دوسرے میں شریک ہونے کو درست ہے، بشرطیکہ دوسرا شخص قابل بیعت ہو، ورنہ کسی حال بیعت درست نہیں، خواہ اول ہو یا دوبارہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۲۴۳)

(۸۰۶) نسبت سلوک حاصل کئے بغیر کسی کو بیعت کرنا صحیح نہیں، نیز وعظ و نصیحت کے آداب:

سوال: علمائے دین سے سائل کا سوال یہ ہے: کہ جس شخص میں یہ صفتیں ہوں، تو وہ بہتر ہے، یا نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تین قوتیں عنایت کی ہیں، ایک قوت عقلی ہے، جس کے سبب سے نیک اور بد کو دریافت کرتا ہے، اور دوسری قوت شہوی یعنی خواہش کی ہے، جس کے سبب سے چیزوں کی طرف خواہش کرتا ہے اور تیسری قوت غضبی ہے، جس کے سبب سے اپنے مخالف اور مزاحم کو دفع اور دور کرتا ہے۔ سو آدمی کی جب یہ دونوں قوتیں، یعنی شہوی اور غضبی تیسری یعنی عقلی کی تابعدار ہو جاویں اور بے اس کی صلاح کے اور کوئی کام نہ کریں، اور جس چیز کا حکم کریں وہ ہی کام کریں، اور جس سے منع کریں، اس سے دور رہیں، اور جس سے کہیں لڑنے کو تو لڑ بیٹھیں، اور جس کو منع کریں، اس کو روک دیں، اور وہ شخص اپنی قوت عقلیہ کو شرع کے طور سے روشن کرے اور انبیاء کے طریقہ پر چلاوے اور نیک کو نیک اور بد کو بد شناخت کر کے، ان دونوں قوتوں کو کام میں لگاوے، تب مرتبہ تقویٰ کا حاصل ہوتا ہے۔

اور وہ شخص اگر بات کرے فاسق و فاجر سے ساتھ منہ ترش اور ناخلقی کے، اور اگر اس کی قوم کے لوگ گناہ کبیرہ کرتے

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں، جیسے داڑھی کا چڑھانا یا منڈوانا، یا سونے کی انگشتری کا پہننا، یا سود لینا یا دینا، یا کوئی گناہ کبیرہ کرنا، جب تک اس گناہ کبیرہ سے توبہ کرے تائب نہ ہوں، تو وہ شخص ہرگز ان سے خلق نہ کرے، اور واجب کو ساتھ ان کے ادا کرے، یعنی ہوئے یہ گناہ کبیرہ ہے، تم اس کو چھوڑ دو تو تم سے خلق کرنا جائز ہے، اور جو کوئی غیر قوم یا مسلمان مل جاوے اور ظاہری گناہ کبیرہ مثلاً نہ کرتا ہو، جیسے کہ شطرنج کھیلنا، یا ستار بجانا اور ہر ایک گناہ کبیرہ کو جو کوئی علانیہ کرنے والا ہو، اس کو منع کر دیتا ہو، اور وہ شخص رضامندی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی ڈھونڈتا ہو، اور ایسا شخص اگر کسی کو مرید کرے اس نیت سے کہ یہ لوگ گناہ سے توبہ کرے، آخرت کا نفع پانے والے ہو جاویں، اور پھر گناہ کی طرف نہ جاویں، اور ذرا تارے ان لوگوں کو کہ تم اگر گناہ کبیرہ کرو گے، تو تمہاری بزرگی ٹوٹ جائے گی، اور گنہگار ہو جاؤ گے، اور نیت بھی اس شخص کی جو مرید کرتا ہے، خالصاً اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔

الحب للّٰہ و البغض للّٰہ اور عقل بھی اس میں اسلامیہ ہو، اور سینہ اس کے پر فیض غیب سے نور گرتا ہو، اور جتنی خلاف چیزیں ہیں، اپنے دل میں نہ رکھتا ہو، اور ذکر کرنے سے خلاف چیزوں کے بیزار ہوتا ہو، اور غذا اس کی تازگی اور نیکیاں ہوں، اور وہ شخص مقلد ہو اور قرآن شریف اور حدیث اور اجماع اور قیاس کا تابعدار ہو۔

اور جو کوئی فقیہ اور ولی کامل کہلاتا ہو اور وہ شرع شریف کے خلاف کام کرے، یعنی کافروں کے [جان] اور مال کی سلامتی کی دعا کرے، یا فاسق و فاجروں کی جان کی یا مال کی سلامتی کی دعا کرے، یا سنت پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرے، اور مدح کرے فاسق و فاجروں کی، تو اس کو بھی وہ شخص دوست نہیں رکھتا، اور یہ خصلتیں قبیحہ ہوں، اور وہ خلاف چیز کو اس قبیح درجے تو ڑ دیتا ہو تو ایسا شخص مرید کرے، کسی کو تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس میں واقعی یہ صفت ہوں، جو سائل لکھتا ہے اس کو توبہ کرانا و نصیحت کرنا درست ہے اور ضروری ہے، مگر بیعت کرنا جس کو دخول سلسلہ اولیاء کہتے ہیں، درست نہیں، جب تک اس سلسلہ کی نسبت حاصل نہ کر لیوے، اور ایسے شخص کو وعظ و نصیحت میں بھی رعایت رفق اور سیر کی رکھنی لازم ہے، اور تشدد اور عسر کو جو خلاف حکم شارع علیہ السلام کے ہے، ترک کرنا، اور اختلاف مذاہب اور اقوال علماء کی رعایت کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۹-۲۳۱)

(۸۷) ولی اگر جان بوجھ کر گناہ کبیرہ کرے، تو اس وقت کے لئے ولایت سے خارج ہو جاتا ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعض اشخاص ایسے ہیں کہ اولیاء اللہ اور صاحب نسبت [اپنے] آپ کو کہلاتے ہیں، اگر ان سے کبیرہ گناہ ہو جاوے تو باوجودیکہ ان کو علم ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور پھر کرتے ہیں بقصداً، ایسی صورت میں اولیاء اللہ اور صاحب نسبت رہتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: جو گناہ کبیرہ جان کر کرتا ہے، اس وقت ولایت خاصہ سے خارج ہو جاتا ہے، توبہ کرنے کے بعد ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس وقت مسلمان زنا کرتا ہے، کمال ایمان اس کا نکل جاتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت معصیت کے، کمال ایمان نہیں رہتا اور صاحب نسبت ہونا، سو یہ ایک علاقہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر باوجود علاقہ کے جان کر گناہ کرتا ہے، وہ سخت شقی اور نہایت عاصی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۳۲)

(۸۰۸) توکل حقیقی کیا ہے؟ سوال: جو شخص کسب سے عاجز ہو، سوال کو حرام اور توکل کو واجب سمجھے، لیکن بغیر طلب اور بلا طمع جو کچھ ملے، من جانب اللہ سمجھے، کہ وہ بلحاظ اسباب ظاہر ایسی جگہ قصداً قیام کرے، جہاں فقراء اور مساکین کے خدمت گذار زیادہ ہوں اور ایسی جگہ اس کا قیام کرنا، توکل کے خلاف ہے، یا نہیں؟ اگر خلاف ہے تو کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟

جواب: اس کا قیام اس جگہ خلاف (۱) ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرخ آباد ص ۵۲)

(۸۰۹) توکل کی ایک حدیث کا حوالہ: جو لوگ کہ متوکل تام ہیں، کہ منتر نہیں کرتے اور دوغ نہیں دلاتے، ان کا ذکر بخاری اور سب کتب احادیث میں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۵۲)

(۸۱۰) تعلیم و تدریس چھوڑ کر اور اشغال میں مصروف ہونا صحیح نہیں: مولوی منہاج الدین صاحب مدفیوضہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بندہ بعافیت ہے۔ تمہارا خط آیا، حال معلوم ہوا۔

مکرما! آدمی کے ایک قلب ہے اور ایک کام کو ہی بخوبی انجام دے سکتا ہے، دو کام متبائن جمع نہیں ہو سکتے۔ درس میں شغل بہ غیر ہے اور رات دن طلبہ اور مستفیضوں کے ساتھ اختلاط اور مضامین علمی میں تفکر اور تردد ہوتا ہے، اور شغل یکسوئی اور فراغ از غیر اور سب تخیلات کا رفع، پھر یہ دو کام کس طرح جمع ہو سکتے ہیں، کہ علم فرض اور اعلیٰ اشغال اور نیابت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

(۱) نامناسب، بیجا۔ اردو لغت | اردو بورڈ | ص ۶۵۳ جلد ہشتم کراچی ۱۹۸۷ء |

(۲) ایک طویل روایت کا ایک فقرہ ہے۔ هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون ، وعلى ربهم يتوكلون (رواه البخاري، رقم الحديث ۶۴۷۲ ص: ۸۴، جز: ۸، ج: ۳ [مكتبة الرياض الحديثة ۱۹۸۴ء] [نير نسخه هنديه ۱۴۱۵ھ] ص: ۹۵۸ جلد دوم. كتاب الرقاق، باب ومن يتوكل على الله فهو حسبه مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "هم الذين لا يسترقون ولا يتطيرون ولا يكتوون ، كتاب الايمان، باب الدليل على فصول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب ص ۱۱۸، ۱۱۹ جلد اول رقم الباب ۹۴ رقم الحديث ۲۱۸ و ۲۲۰ ت: ابوقتيبه نظر محمد فاريابي [دار طيبة، رياض ۲۰۰۶ء] [نير نسخه قديم هنديه ۱۳۱۹ھ، [مطبع محتبائي دهلي] ص ۱۱۶ جلد اول | نیز دیکھئے مشکوۃ، باب التوكل والصبر، ص ۱۹۶۹، رقم الحديث ۵۲۹۵ و ۵۲۹۶ [مكتبة النوبه ۱۴۲۳ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کی ہے مقدم اور ضروری جان کر آپ اس میں مشغول رہیں، اور اس کی تعلیم کو فرض اور وصیت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یقین کریں، (اس پر) کاربند [رہیں] اور سب اوقات اپنے اس میں صرف کرتے رہیں۔ یہ خیال استغراق کا بھی ایک وسوسہ شیطانی ہے، کہ علم سے روک کر آپ کو ایک کام نفل وزائد [میں] لگانا چاہتا ہے، جب تم مستغرق ہوئے، کسی کو کس طرح تعلیم و تدریس کروگے۔ پس "فقيه واحد أشدّ على الشّيطان من ألف عابد" (۱) کو دیکھو اور اس خیال سے باز رہو۔

اس واسطے ہی شغل کرنا طالب علم کو و مدرس کو، بندہ جائز نہیں جانتا، اور ہمیشہ بیعت و شغل سے انکار کرتا ہے، وہی امر آپ کو پیش کیا۔ پس اب جس قدر ذکر اور شغل بدون حرج تدریس ہو سکے کر لیا کرو، اور فکر ایسی خلوت اور استغراق کا ہرگز ہرگز مت کرنا، کہ یہ وسوسہ ہے اور کسی کے کہنے سننے سے تمام عمر کی محنت کو کہ علم ہے، رائیگاں مت کرنا۔ اور حجت اللہ اپنے اوپر قائم کر کے، معصیت میں مبتلا مت ہونا۔ اگر جورو بچہ کو چھوڑ کر بخیال درویشی نکلو گے، تو فردا قیامت کو حقوق العباد کا کیا بندوبست اور جواب دو گے؟ اور جو تعلیم درس کو چھوڑ کر، نفع متعدی کو ترک اور نفع لازمی کی تحصیل میں جو ہنوز موہوم ہے، مشغول ہو گے، تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے، کہ فرماتے ہیں:

بَلِّغُوا عَنِّي و لو آية. الحديث (۲)

ليبلغ الشاهد الغائب. الحديث (۳)

اور دیگر احادیث، کہ جس میں تبلیغ کو فرض اور علم کو واجب وعمدہ شغل اور عبادت فرض اس کو فرمایا ہے، اور شغل و تصوف و ریاضت کہ ادب و مستحب ہے، اس میں منہمک ہو کر فرض کو ترک کر کے، کیا نفع حاصل کروگے، بجز مطالبہ عباد اور شارع علیہ السلام کے۔

پس زنہار زنہار کسی درویش قاطع علائق غافل از فن درس کو دیکھ کر، اور اس کے واردات کو بزعم خود پسند مرجح بنا کر

---

(۱) رواه الترمذي. كتاب العلم. باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة. الحديث: ۲۶۸۱ ص: ۴۷، ج: ۵. ت. كمال يوسف الحوت [دار الكتب العلمية بيروت] نيز نسخه هنديه قديم ص ۹۷ جلددوم [كتب خانه رشيديه، دهلي] وابن ماجه. الحديث. ۲۲۲ ص ۱۵۰، ج: ۱ [دار الرسالة العلمية بيروت ۱۴۳۰ھ]؛ نيز، تحفے مشكوة كتاب العلم، الفصل الثاني ص ۳۴ ج ۱ [اصح المطابع دهلي: ۱۳۷۵ھ] حديث نمبر ۲۱۷ [نيز مشكوة ص ۳۳ [مكتبة التوبة ۱۴۲۳ھ] (نور)

(۲) بخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب ماذكر عن بني اسرائيل ص: ۱۳۶ جلددوم رقم الحديث: ۳۴۶۱ [مكتبة الرياض الحديثة ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴ء] نيز نسخه هندي باب مذكور ص ۴۹۱، ج: ۱ ۱۴۱۵ھ. [نيز، تحفے مشكوة المصابيح، كتاب العلم، ص ۳۲ ج ۱۔ [اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ] نيز مشكوة كتاب العلم، الفصل الاول ص ۳۴ جداول رقم الحديث ۱۹۸ ت رمضان بن احمد بن علي [مكتبة التوبة، دار ابن حزم بيروت ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۳ء]

(۳) بخاري. كتاب العلم، باب رب مبلغ اوعى من سامع ص ۲۰ جلداول رقم الحديث ۶۷ [مكتبة الرياض الحديثة ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء] ورواه البخاري، كتاب العلم، باب يبلغ الشاهد الغائب ص ۲۱ ج ۱ الحديث ۶۷۔ نيز بخاري ميں متعدد جگہوں پر یہ حدیث مروی ہے۔ کہیں ليبلغ الخ اور کہیں فليبلغ الخ کے الفاظ ہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے فرض منصب کو ترک مت کرنا اور اپنے کام کو کسی درجہ حقیر اور کم جان کر، دوسرے فن کو کہ فی الواقع بہ اعتبار تعلیم علم سے ہے مت لینا، ہاں! جب تم اس تعلیم کے کام میں خوب ماہر ہو جاؤ، اس وقت شغل کو کرو گے تو حرج نہ ہوگا۔

اور پھر یہ سمجھ لو کہ ہر طبع جدا ہے، کسی کو مناسبت شغل سے ہوتی ہے تو اس کو اثر کامل ہوتا ہے، اور جو نہیں ہوتی، تو باوجود کثرتِ مشغولی کے نفع معتد بہ حاصل نہیں ہوتا، تم نفع معتد بہ حاصل کو نفع موہوم کے واسطے ضائع و ترک کرتے ہو۔

بہر حال یہ سب وسوسہ ہے۔ کہ توبہ کرو اور تعلیم دین میں خوب سعی کرو اور شغل قدرے قلیل کرتے رہو، اور بس! آئندہ مختار ہو۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۳۵۔۱۳۶)

(۸۱۱) ہر وقت کی تسبیح میں کیا، ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا ضروری ہے؟

سوال: چلتے پھرتے ہوئے، جو آدمی اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح پڑھتا ہے، یا کلمہ شریف کی، تو ہر نام پر اللہ تعالیٰ کے جل جلالہ یا پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پر درود پڑھا کرے، یا سو پچاس کے بعد میں ایک دفعہ کہا کرے، اور اگر کلمہ لا الہ مثلاً دس دفعہ کہا اور گیارہویں دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا، تو کہنے والے کو پورے کلمے کا ثواب ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: کبھی کبھی کہہ لیا کرے، ایسے متصل پڑھنے میں (۱)۔ فقط (بدست خاص علاحدہ)

(۸۱۲) جہری ذکر جائز ہے، اگر مضرتوں سے خالی ہو:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے راسخین و محققانِ دین متین اس مسئلہ میں: کہ ذکر اللہ بالجہر کرنا خواہ اکیلا ہو یا مجمع مسترشدین میں، شب کو یا دن کو تنہا مکان میں یا جنگل میں یا مسجد میں، کہ جس سے کسی کا حرج نہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

جواب: کتب حنفیہ میں ذکر جہر کے باب میں روایات مختلفہ وارد ہیں، بعض روایات میں مکروہ لکھا ہے اور بعض میں جائز، اگر خالی شائبہ ریا و اذیت غیر سے ہو اور اس پر ہی عمل درآمد مشائخ کا ہے۔ پس بناءً علی ہذہ الروایۃ ذکر جہر میں جو خالی ہو مضار سے، کچھ حرج نہیں۔ اور یہی راجح بندہ کے نزدیک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی [مہر رشید احمد]

الجواب صحیح، وفی حاشیۃ الحموی عن الإمام الشعرانی: أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا، إلا ان یشوش جھرھم علی نائم أو مصل أو قارئ انتھی. رد المحتار۔ (۲) کتبہ ابوالحسن مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔

---

(۱) قولہ "ایسے متصل پڑھنے میں" یعنی جسے سوال میں ذکر کیا ہے یعنی مسلسل ذکر کر رہا ہو تو کبھی کبھی درود شریف پڑھ لیا کرے، ورنہ ہر مرتبہ نام پاک کے ساتھ درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ (پالن پوری)

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، ۱/ ۴۴۴ (مطبع مجتبائی، دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۶۶۰ [دار الفکر بیروت، لبنان ۱۳۸۶ھ] ونیز شامی ج: ۱ ص: ۴۸۸ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

الجواب صحیح، عنایت الٰہی مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور۔

یہ جواب صحیح ہے، محمد مراد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر۔

صح الجواب، محمد صدیق احمد کاندھلوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ۔

الجواب صحیح، وقد استنبط الجهر فی الذکر من قوله تعالیٰ: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَاللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ،(۱) الآية. عزیز الرحمن دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

احسن ہذا الجواب، محمد ناظر حسن عفی عنہ دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

الجواب صحیح، احمد علی بڑاڑوی۔

ذکر میں جہر متوسط جائز ہے اور جہر مفرط سوائے اذان کے اور ذکر میں جائز نہیں، مکروہ ہے۔ مشتاق احمد سہارنپوری۔

اگرچہ علمائے حنفیہ کثر اللّٰہ شوکتھم کو در باب ذکر جہر اختلاف ہے، مگر صحیح یہی ہے کہ جب ذکر جہر عوارض مذکورہ سے خالی ہو، تو بلاشک جائز ہے۔ خادم الطلباء غلام محمد ہوشیار پوری مدرس مدرسہ اسلامیہ کرنال۔

ذکر جہر ریاء حرام ست، وضرر اللقاری والمحدث والنائم والمصلی مکروہ ست، والخالی عنہا بلاشبہ جائز ست، خصوصاً در مجمع بچو اشخاص افضل ست۔ محکمہ مختلف باختلاف الاشخاص بموجب حدیث: من ذکرنی الخ (۲) واللّٰہ اعلم بالصواب۔ کتبہ العبد المذنب عبد الرحمن پانی پتی۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و اله وصحبه وتابعیهم أجمعین الیٰ یوم الدین

برحمتک یا أرحم الراحمین

منظوم امیریہ، تالیف: مولانا امیر باز خاں سہارنپوری، ص: ۳۲ (مطبوعہ: غالباً ۱۳۳۰ھ)

(۸۱۳) فعل حرام میں مشغولیت کے وقت ذکر کرنا؟

مولوی نذیر احمد صاحب السلام علیکم

آپ کا خط آیا فی الواقع عالم کا حال ہر روز متغیر اور اہل نظر کو ایسے وقت میں اپنے خاتمہ کا اندیشہ، حق تعالیٰ سب اہل اسلام کو باایمان اٹھاوے، آمین!

ذکر اللہ تعالیٰ عمدہ شئے ہے، مگر تلبسات محرمات سے بے تعظیمی نام الٰہی کی ہوتی ہے، مثلاً بسم اللہ کا کہنا ہر شئے کے شروع پر مستحب ہے مگر شراب اور حرام طعام پر کفر ہے، گویا کہ استہزاء واہانت نام پاک ہے اور نہایت بے حیائی۔

---

(۱) آیت کریمہ سے ذکر جہری اس طرح مستنبط ہوگا کہ ذکر جہر کو ذکر کرنے سے بھی روکنے والا اس کو روکے گا سر اً ذکر کرنے کی صورت میں روکنے کی کوئی صورت نہیں۔ (پانی پتی)

(۲) مسند احمد. مسند ابی هریرة ص: ۴۰۵ جلد دوم [دار الفکر. بیروت، الطبعة الثانیة ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء] نیز مسند احمد محقق۔ ت: حمزہ محمد زین ص ۱۵۳ جلد نمبر ۔ رقم الحدیث ۹۲۲۶ [دار الحدیث القاہرہ ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہاں! اگر بیہودہ کلام کرتا ہے اور وقت سکوت چھوڑ کر زبان سے نکالا، تو سکوت سے یہ ذکر فی حد ذاتہ بہتر ہے، اور حالت زنا میں ذکر کرنا سخت تر ہے کہ اندیشۂ کفر ہے، عین تلبس بفعل حرام میں ذکر برا ہے، بوجہ مجاورت ذکر بہ حرام، کہ ذکر فی حد ذاتہ مذموم شئے ہے، مگر فی الحقیقت وہ ذکر ذکر نہیں، بلکہ استہزاء وسخریہ ہے اور جب وقفہ امر بد سے ہو، اس میں ذکر اچھا ہے، ایسا ہی وائم تارک الصلوۃ سے گنڈے دار نمازی اچھا ہے، مگر حین تلطخ نجاسات میں صلوۃ کا پڑھنا، یا پائخانہ میں نماز پڑھنا سخت مذموم ہے، اندیشہ کفر رکھتا ہے، تو دونوں بات میں فرق بین۔ الغرض! عین حالت حرمت میں ذکر بسبب اہانت ذکر کے زیادہ منع ہے اور وقفہ میں اچھا ہے اور دونوں میں فرق ہے۔ فقط والسلام

(مکتوبات حضرت مولانا گنگوہی غیر مطبوعہ، بنام مولانا خلیل احمد مکتوب نمبر ۱۰ اقلمی)

(۸۱۴) دین داری میں انگشت نما ہونا، کیوں غلط ہے؟ انگشت نما ہونا بھلائی میں موجب ریا اور تکبر کا ہوتا ہے، اس واسطے برائی ہے، اگر اس شہرت سے اس کو تکبر نہ ہو تو کچھ اندیشہ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے برابر کس کو شہرت ہوئی، اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۲۱)

(۸۱۵) وحدۃ الوجود کی تحقیق؟ مسئلہ وحدۃ وجود: یہ بات ثابت ہے کہ وجود حقیقی ذات پاک حق تعالیٰ ہی کے واسطے ہے، اور باقی جملہ موجودات فانیہ موجود بوجود ظلی ہیں اور ظلی بہ نسبت حقیقی کے کالعدم ہوتا ہے، پس مطلب ہمہ اوست کا یہ ہوا، کہ جملہ موجود حقیقی واصلی وہ ذات پاک باقی ہے اور باقی جملہ موجودات معدوم وفانی ہیں۔ یہ عین توحید ہے اور حق ہے۔ نہ یہ مطلب ہے کہ جملہ موجودات ظلیہ کو اصلیہ حقیقیہ اعتقاد کر کے، سب موجودات عدمیہ فانیہ کو، موجود حقیقی وعین ذات حق تعالیٰ قرار دیں، معاذ اللہ! کہ یہ سخت شرک ہے، مطلب اول وثانی میں فرق زمین و آسمان کا ہے، اول مراد عارفین ہے اور ثانی ملحدین جاہلین۔(۱) فقط رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۸۴)

(۸۱۶) ہمہ اوست کی بحث؟ **سوال:** ہمہ اوست کے کیا معنی [ہیں] اور ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے۔ آج کل اس بدعتی کی ایسی کیفیت ہے کہ ہر کس وناکس کو اسی کی تعلیم کرتا ہے اور اس پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ کے اقوال کی سند لاتا ہے، جو ضیاء القلوب میں لکھے ہیں اور فی الواقع آنحضرت نے ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ ذکر مراقبہ میں ایک موقع پر صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے:

(۱) یہ اور اس کے بعد کا فتوی بہ ظاہر ایک ہی ہیں، بعد والے میں کچھ اضافے ہیں اور چند الفاظ کا فرق بھی ہے، اس لئے دونوں کو نقل کر دیا گیا ہے۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مراقبۂ وحدت وہمہ اوست، ھو الاول، ھو الآخر، ھو الظاھر، ھو الباطن، برزبان گفتہ باملاحظہ معنی تصور کند کہ ہیچ نیست مگر اوست، ودراں مستغرق شود۔ (انتہی) (۱)

ترجمہ: مراقبہ وحدت اور ہمہ اوست یہ ہے کہ: ہوالاول، ہوالاخر، ہوالظاہر، ہوالباطن زبان سے کہہ کر، کسی صورت کے لحاظ کئے بغیر معنی کا تصور کرے، کہ کوئی نہیں ہے مگر وہ ہے، اور اس خیال میں [بالکل] محو ہوجائے۔ (ت:نور)

اور بعض مواضع میں فرمایا ہے، اگر یہ مسئلہ اسی طرح سے ہے، تو یہ ثواب وعقاب حرام وحلال اور اکثر کارخانۂ عالم فضول ہوجاوے گا، نعوذ باللہ!

جواب: یہ امر متحقق ہے کہ وجود حقیقی ذات باری تعالیٰ کے واسطے ہے اور باقی جملہ موجودات فانیہ موجود بوجود ظلی ہیں اور ظلی بہ نسبت اصلی حقیقی کے کالعدم ہوتا ہے، پس معنی ہمہ اوست کے یہ ہوئے کہ موجود حقیقی واصلی وہ ذات پاک باقی ہے اور جملہ موجودات معدوم وفانی ہیں۔ سو یہ تو عین توحید ہے اور حق ہے، نہ یہ کہ جملہ موجودات ظلیہ کو اصلیہ حقیقیہ اعتقاد کرکے، یہ بکے کہ سب موجودات عدمیہ فانیہ موجود حقیقی وذات حق تعالیٰ ہیں، معاذ اللہ! کہ یہ معنی سخت شرک ہیں۔ معنی اول وثانی میں فرق بیّن ہے، اول مراد عارفین کی [ہے] اور ثانی فہم ملحدین جاہلین کی ہے۔

رہا حال مراقبات شیخ کا، سو سنو! کہ اصل مقصد ان کا یہ ہے کہ، قلب انسان کا چونکہ اپنے وجود کے اور تمام مشاہدات کے تصور سے..... پُر ہورہا ہے، اسی واسطے علم حق تعالیٰ کے قرب وعظمت کا اس کے قلب میں قیام پذیر نہیں ہوتا اور غفلت میں رہتا ہے۔ جب مرآۃ قلب نقوش غیر سے خالی وصاف ہوجائے، اس وقت نقش.....اس میں جاگزیں ہو، لہٰذا اس کی تدبیرات فرمائیے۔

ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ سالک اپنے ذہن کو اپنی ہستی اور تمام عالم کی ہستی سے خالی کرکے، سب کو فنا وفراموش کرے، جس کا خلاصہ ہیچ ونیست ہوا، اور بجائے اس کے نقش ہستی حق تعالیٰ کو قائم کردے، جس کا حاصل ہمہ اوست ہوا۔ سو یہ دونوں تصور، افناء غیر وابقاء حق اسقدر کرے کہ محو ہوجاوے، تا اصل مطلب حاصل ہووے، یہ نہیں فرمایا کہ یہ عقیدہ کرلیوے کہ سب مشاہدات عین خدا کے ہیں، جو شرک ہو، بلکہ سب کو خبر عدم میں دیتے ہیں، حالانکہ اس کے افناء سے کوئی شئے بھی فنا نہیں ہوتی۔ سب اشیاء اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں، ہاں اس کے ذہن سے خارج ہوتی ہیں: الرب رب و العبد عبد، جہلاء زمانہ کو شیطان نے دام میں لیکر مشرک بنایا، مشائخ علیہ الرحمہ ایسے واہیات سے بری ہیں۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۷، ۸، ۹)

---

(۱) ضیاء القلوب حضرت حاجی امداد اللہ۔ فارسی ص ۲۳ بیان مراقبہ (طبع اول، مطبع مجتبائی دہلی، ۱۲۸۴ھ) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۱۷) فی زمانہ تصورِ شیخ، غیر مشروع ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین مسئلہ تصورِ شیخ معمولہ صوفیہ میں: کہ مرید صورت پیر خواہ وہ پیر زندہ ہو یا مردہ، تصور میں حاضر کرتے ہیں اور اس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ آیا یہ تصور اور حصولِ فیض شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

دوم اگر کوئی شخص حضرت غوث اعظمؒ کو تصور میں حاضر کرکے: یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ کا تکرار کرے، تو یہ تصور اور پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ لیکن قائل اگر اس کلمہ کو بغرض حصول فیض باطنی پڑھتا ہے، تو شیئاً للّٰہ سے: اعطنی شیئاً اکراماً للّٰہ تعالیٰ مما اعطاک من الفیوض الباطنۃ وہ ہے، اور اگر اور کسی حاجت کے واسطے پڑھتا ہے تو شیئاً للّٰہ سے امددنی شیئاً اکراماً للّٰہ بالدعاء من اللّٰہ تعالیٰ غرض ہے۔

جواب: تصورِ شیخ جو معمول صوفیہ کا ہے، کسی وقت میں صوفیہ نے اس کو اختیار کیا تھا، کسی مصلحت کی وجہ سے، اور اس میں کوئی خدشہ نہیں جانا گیا تھا، مگر اب اس وقت میں اس کی اجازت شرعی نہیں معلوم ہوتی، کہ شائبۂ بت پرستی ہوگیا ہے اور اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں، ہاں! اگر کوئی مغلوب محبت معذور ہو (تو وہ) معذور ہے، اور فیض من اللہ ہوتا ہے اور بس! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

[دوم] کسی بزرگ کو ذہن میں حاضر کرکے اس سے اپنا مطلب مانگنا شرک ہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ہر وقت حاضر ہونے والا حق تعالیٰ ہے، اس سے [طلب] مرادات چاہئے اور احضار صورت شیخ سے شیخ حاضر نہیں ہوتا، پھر اس صورت وتماثل ذہن سے، کچھ حاجت دینی ودنیوی طلب کرنا خود واہی امر ہوا، جس سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا۔ اگرچہ بسبب تاویل کے اس کو شرک نہ کہا جاوے، مگر بظاہر صورت شرک کی ہے، لہٰذا ترک اس کا واجب ہے۔ جو امر موہم معصیت کا ہو، اس کو بھی ترک کرنا لازم دینی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں۔ ص ۱۰۲-۱۰۳)

(۸۱۸) من اللہ ومن مشائخی کہنا صحیح نہیں:

سوال: زید نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: ما کان منہ صواباً فمن اللّٰہ و من مشائخی، و ما کان خطأً فمنی. اس کا بولنا عند الشرع جائز ہے، یا ناجائز، اس لکھوانے والے اور بولنے والے کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو کیا کہنا چاہئے؟

جواب: من اللّٰہ تعالیٰ و من مشائخی بظاہر کلمہ شرک کا ہے، چنانچہ حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے شاء اللّٰہ و شئت (۱) رد فرمایا لہٰذا ایسا کلمہ موہم بولنا ولکھنا نہ چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۲۳۱-۲۳۲)

---

(۱) قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لاتقولوا: ماشاء اللّٰہ وشاء فلان، ولکن قولوا: ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان، رواہ احمد وابوداؤد وفی روایۃ قال: لاتقولوا: ماشاء اللّٰہ وشاء محمد وقولوا ماشاء اللّٰہ وحدہ، رواہ فی شرح السنۃ (مشکوۃ کتاب الآداب، باب الأسامی، فصل ثانی) ج: ۲ ص: ۴۰۸ [رشیدیہ دھلی ۷۵ ۳ھ] نیز مشکوۃ باب مذکور ص: ۴۰۸ ۱۷۸۳۔ جلد چہارم رقم الحدیث: ۴۷۷۸ ت: رمضان بن احمد بن علی [مکتبۃ التوبۃ دار ابن حزم بیروت، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۱۹) صوفیا کے بعض اشعار واقوال میں نامناسب الفاظ وکلمات کی شرعی تحقیق؟ سوال: اگر

کوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو، اشعار میں صنم یا بت یا اور ایسے الفاظ کہے، تو آپ [مولانا گنگوہی] نے اس کو کافر اور قابل قتل تحریر فرمایا ہے۔

پس اللہ جل شانہ کے واسطے ایسے الفاظ کہنا، آپ کے نزدیک بدرجہ اولی کفر ہوگا، مگر اس صورت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اکابر صوفیہ میں سے بعض مشائخ نے اشعار میں ایسی باتیں فرمائیں ہیں، جو اس فتوی کے موافق کفر ہیں، اور بعض مشائخ نے اگرچہ خود ایسی باتیں نہ کہی ہوں، مگر سماع میں بلا انکار ایسے اشعار سنے ہیں، اور ان مضامین کو جو ظاہر میں کفر ہیں، باطن میں عمدہ مطلب ہے، حمد ونعت خیال کرکے گویا ذکر اور درود میں خیال کیا ہے:

خوشتر آں باشد کہ سر دل براں گفتہ آید در حدیث دیگراں

جب یہ حال ہے تو ایسے کلمات کے کہنے والے کی نیت پر اور ظاہری قرائن پر کفر اور ایمان کا پہچاننا موقوف ہونا چاہئے، اور اگر فقط ظاہری الفاظ پر کفر کا فتوی ہوگا تو یہ لازم آتا ہے کہ ان صوفیوں کی ولایت، بلکہ ان کے ایمان سے انکار کیا جاوے، جن کا حال عرض کیا گیا۔

حضرات صابریہ میں تو بہت مشائخ ایسا مذاق رکھتے ہیں، قطب عالم گنگوہی (۱) اور حضرت مخدوم صابر صاحب (۲) کے اشعار مثال میں پیش ہوسکتے ہیں، بلکہ بعض مشائخ نقشبندیہ بھی اس مذاق سے خالی نہیں ہیں۔

---

(۱) حضرت شیخ عبدالقدوس بن اسماعیل ردولوی ثم گنگوہی۔ ردولی میں پیدا ہوئے، نحو وصرف کی ابتدائی کتابیں ملا فتح اللہ سے پڑھیں۔ بیس برس تک شیخ احمد بن داؤد کی خدمت میں رہے، پھر یہ بات دل میں آئی کہ تعلیم کے بغیر تصوف بے کار و بے مغز ہے، اس وقت دوبارہ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ احمد عبدالحق کے پوتے شیخ محمد سے بیعت ہوئے اور استفادہ کیا، حضرت شیخ عبدالقدوس کو شیخ احمد عبدالحق سے بے حد عقیدت تھی، ان سے فیض باطنی ہوا۔ شیخ محمد نے اجازت سے نوازا۔ جب روہی میں کفار کا غلبہ ہوگیا اور مسلمانوں کی بے حرمتی عام ہوگئی، اس وقت (۹۶۶ھ مطابق ۱۵۹۱-۱۵۹۰ء) میں شیخ عبدالقدوس ردولی سے شاہ آباد (ضلع کرنال) آگئے تھے، وہیں ان کے فیضان کا دریا جاری ہوا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی کے الفاظ ہیں

''جو شہرت وعظمت ان کو حاصل ہوئی وہ اس سے پہلے صابریہ سلسلہ کے کسی بزرگ کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔''

تاریخ مشائخ چشت ص ۲۱۸ (طبع اول دہلی: ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء)

شیخ عبدالقدوس کے سلسلہ رشد وہدایت کو غیر معمولی اختصاص وشہرت حاصل ہوئی اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کا فیضان بہت دور دور تک پہنچ گیا اور یہ سلسلہ ایسا طاقتور اور مجمع عرفان وکمال ہوگیا تھا کہ اس کے وابستگی نشان امتیاز سمجھی گئی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس اس کی وجہ سے اس کے اثرات بہت دور دور تک پہنچے اور بعد کے لئے ایک روشن شاہراہ عمل قائم ہوگئی، جس پر مسافرت اب بھی اعزاز ہے۔

شیخ عبدالقدوس نے تقریباً پچاس برس رشد وتلقین کا ہنگامہ برپا رکھا۔ آخر عمر میں شاہ آباد سے گنگوہ آگئے تھے، وفات تک یہیں رہے، سنہ ۹۴۴ھ (۱۵۳۷ء) میں وفات ہوئی، مدفن معروف ہے۔ شیخ عبدالقدوس کی متعدد اہم اور نہایت عالمانہ تصانیف اور مجموعہ مکتوبات یادگار ومعروف ہیں۔ شیخ صاحب کے صاحبزادے بھی علم ومعرفت میں یگانہ وفخر روزگار تھے۔ مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہوں

.....بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگر یہ کہا جاوے کہ اہل سکر معذور ہیں، تو سکر سے کیا مراد ہے، اگر فی الجملہ ذوق اور شوق مراد ہے، تو اپنے مرتبہ کے موافق اکثر مؤمنین میں یہ بات پیدا ہو سکتی ہے، اور اگر بے اختیاری اور بے ہوشی مراد ہے، تو جو شخص دین و دنیا کی خیر و شر میں نظم و نثر میں عمدہ تمیز رکھتا ہو، سماع کی جائز محفلوں میں قصداً شریک ہو، بہت اوامر کو اختیار کرے اور بہت مناہی سے بچے، ایسے شخص کو بے اختیار اور بے ہوش کہنا، ظاہر میں کسی طرح درست نہیں ہوتا؟

جواب: حق تعالیٰ کی ذات مقدس پر اطلاق الفاظ مکروہہ کا، مثل بت وغیرہ کے حرام و موجب کفر کا ہو سکتا ہے، خواہ کوئی بولے۔ مشائخ کے فعل کی تاویل کرنا چاہئے، اگرچہ بعید ہو، نہ یہ کہ حکم شرع کا ان کے فعل کے سبب بدلنا۔ حق تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں، مثلاً جواد حق تعالیٰ پر بولنا درست اور سخی کہنا منع، حکیم درست اور طبیب غیر جائز، پس ایسے مکروہ لفظ کس طرح درست ہو سکتے ہیں، کسی شیخ کے فعل کے سبب۔

پس مسئلہ عقائد کا مجمع علیہ امت کا، اپنے حال پر رکھو، مشائخ کے قول (و) فعل کی کوئی تاویل کرو، یہ ہے حکم ادب شریعت کا۔ نہ یہ کہ مشائخ معدودہ کے فعل کو اصل ٹھہرا کر، حکم شریعت کو منسوخ بناؤ، کہ قواعد شرع کسی شیخ سے رد و رفع نہیں ہو سکتے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۱۴، ۱۳، ۸، ۹)

(۸۲۰) مولانا روم و مولانا جامی وغیرہ، اولیائے مقبولین میں سے ہیں: سوال: [کیا] مولانا جامی و نظامی و مولانا روم وغیرہ کا، بعض کلام کفر کو پہنچتا ہے؟

جواب: مولانا جامی وغیرہ اولیاء سب مقبول ہیں، ان کا بعض کلام بے شک ظاہر میں، موہم خلاف شرع کا ہوتا ہے، مگر تأمل سے اہل علم کو معلوم ہو جاتا ہے، کہ خلاف شرع نہیں، سو جس کو فہم ایسا نہ ہو وہ حسن ظن رکھے، بدگمان نہ ہو، وہ مقبول ہیں، ان کو برا کہنا زبوں ہے۔ فقط (چندیانوی ص ۸۸-۹۲)

..... بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا.....

اخبار الاخیار۔ از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۵۵-۲۵۸ (دہلی: ۱۲۷۲ھ)

نزہۃ الخواطر۔ از مولانا حکیم عبدالحی حسنی رائے بریلوی ص ۱۷۴-۱۷۵ (حیدرآباد: ۱۳۱۰ھ)

تاریخ مشائخ چشت۔ از پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۲۱۸، ۲۲۳ جلد اول (طبع اول دہلی: ۱۹۵۲ء)

ص ۲۷۱، ۲۷۹ جلد اول (طبع دوم دہلی: ۱۹۸۲ء) (نور)

(۲) **شیخ علاؤالدین علی بن احمد صابر کلیری:** سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے مؤسس اور نام ور مرشد اور امام تصوف مگر تعجب ہے کہ تمام معاصر تالیفات اور تذکرے، ان کے ذکر سے خاموش ہیں۔ سیر الاولیاء میں جو سطریں ایک بزرگ شیخ علی صابر کے حال میں درج ہیں، اُن کے متعلق یقین سے کہنا مشکل ہے کہ وہ ان کے متعلق ہیں یا کسی اور کے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شیخ صابر کلیری کا ذکر نہیں کیا اور یہی کلمات تحریر فرمائے ہیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے کہ:

"سترہویں اور اٹھارہویں صدی کے مذہبی تذکروں میں ان کے حالات بڑی تفصیل سے درج ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تذکروں نے کہاں سے یہ حالات فراہم کئے، ان کے مآخذ کیا ہیں۔ غالباً سنہ ۶۸۹/۶۹۰ھ میں وفات ہوئی۔" (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنّات، خواب اوران کے متعلقات

(۸۲۱) ہڈی کو دانتوں سے توڑنے اور اس سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی تحقیق؟ **سوال:** سنا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، ہڈی پر کے گوشت کو منھ لگا کر دانتوں سے نہ توڑا کرو، کہ وہ خوراک ہے تمہارے بھائی جنوں کی۔ یہ بات صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اگر صحیح ہے تو منھ لگانے سے کیا نقصان ہوجاتا ہے، جو وہ پھر نہیں کھاتے؟

جواب: یہ غلط ہے، بلکہ دانتوں سے توڑنے کو فرمایا ہے اور استنجاء کرنے کو ہڈی سے منع کیا ہے کہ مسلمان جنات کی غذا ہوتی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۱۷)

(۸۲۲) جنات کیا کیا کھاتے ہیں؟ **سوال:** علاوہ ہڈیوں کے جنات غلہ و مٹھائی وغیرہ بھی کھاتے ہیں، یا نہیں؟ اور اگر کھاتے ہیں، تو ہڈیوں ہی کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب: سب کچھ کھاتے ہیں، مثل انسان کے۔ فقط، واللہ اعلم (بدست خاص، ص ۱۷)

(۸۲۳) جنات کی چوری سے حفاظت کی تدبیر: **سوال:** خرمن میں سے یا گھر میں رکھے ہوئے غلہ میں سے، جنات بھی چرا لیتے ہیں، یا نہیں؟

اور اگر چرا لیتے ہیں ان کے دفعیہ کی اور غلہ کی حفاظت کی بھی کوئی سبیل ہے، اگر ہو تو وہ بھی تحریر فرماویں۔

جواب: چور سب جگہ سے چراتا ہے، سبیل محافظت کی یہ ہے کہ وہاں ذکر کرے، قرآن پڑھے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۱۷)

(۸۲۴) شیاطین گمراہ کرنے کیلئے دائیں جانب سے آتے ہیں: **سوال:** مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں، کہ قلب کے داہنی جانب فرشتہ رہتا ہے اور جانب چپ (بائیں) شیطان، اور سورہ والصافات میں ہے گنہ گار لوگ شیطانوں کو کہیں گے، کہ تم ہم پر آتے تھے دہنے سے۔ تو اس کا کیا مطلب ہے، تحریر فرماویں۔

جواب: داہنی جانب خیرات کی ہے، اور شیاطین داہنی جانب سے آتے ہیں، تاکہ لوگ جانیں کہ بھلے لوگ خیر بات بتاتے ہیں، دھوکہ دہی کے واسطے۔ فقط، واللہ اعلم (بدست خاص، ص ۲۵)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۲۵) جنات آسیب وغیرہ کا اثر اور ان کا علاج برحق ہے:

سوال: آسیب جن وشیاطین کا آدمی کو ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور کلام الٰہی دم کرنے سے، خواہ تعویذ وغیرہ باندھنے سے رفع ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور جن و شیاطین گھر میں رہنے لگتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: یہ سب امور حق ہیں۔ (بدست خاص، سوال ۵۰)

(۸۲۶) جناب رسول اکرم کی خواب میں، زیارت کے ایک پہلو کی تحقیق؟

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، جو خواب میں یا مراقبہ و مکاشفہ میں، مخلوق کو مشرف بزیارت فرماتے ہیں، تو خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی خاص اسی جسم اطہر سے رونق افروز ہوتے ہیں، یا کیا ہوتا ہے؟

جواب: آپ کہیں تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ آپ کی شکل مبارک کی مثال، پیش نظر دیکھنے والے کے ہو جاتی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص:۱۹)

(۸۲۷) خواب میں جو مردے نظر آتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے؟

سوال: مردگان جو رویاء میں نظر آتے ہیں، ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے، وہ بھی خود ہی آتے ہیں، یا کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس خواب کی بھی یہی کیفیت ہے، جو اوپر لکھی گئی۔ فقط واللہ اعلم۔ (بدست خاص، ص:۱۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

گانے بجانے اور آتش بازی وغیرہ کے احکام

(۸۲۸) راگ بلا مزامیر کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین: کہ راگ بلا مزامیر، مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ میں حرام ہے، یا مباح؟ یا اختلاف ہے اگر اختلاف ہے تو پھر مفتی بہ روایت کون سی ہے، اور نیز راگ مع مزامیر کا کیا حکم ہے؟ جو بعض لوگ باوجود ادعا اتباع مذہب امام اعظمؒ، واتباع سنت عرس مروجہ، متضمن غنی مزامیر کے ترویج دیتے ہیں اور شامل ہوتے ہیں، وہ دائرۂ تقلید امام اعظمؒ سے باہر ہیں، یا نہیں؟

جواب: راگ بلا مزامیر مجامع میں ہونا، مذہب امام صاحب میں حرام ہے، علی الراجح، جیسا اب متعارف ہے، اور مزامیر کے ساتھ بالاتفاق حرام ہے۔

قال فی الهداية: ولا من يغني للناس لأنه يجمع الناس على ارتكاب كبيرة.(۱) انتهى

و فی الدر المختار: دلت المسئلةعلى أن الملاهى كلها حرام(۲) انتهى

و فی رد المحتار و فی التاتارخانية عن العيون إن كان السماع سماع القرآن و الموعظة يجوز، و إن كان سماع غناء فهو حرام، بإجماع العلماء، و من أباحه من الصوفية، فلمن تخلى عن اللهو وتحلىّ بالتقوى و احتاج الى ذالك احتياج المريض الى الدّواء وله شرائط ستة: أن لايكون فيهم أمرد وأن تكون جماعتهم من جنسهم و أن تكون نية القوال الاخلاص. لا أخذ الاجر و الطعام، و أن لا يجتمعوا لاجل طعام او فتوح و أن لايقوموا إلّا مغلوبين. و أن لا يظهروا وجداً إلّا صادقين .(۳) انتهى

اس عبارت میں غناء بالمزامیر کے حرمت کو بھی مجمع علیہ لکھا ہے، اور صوفیہ زمان کی مجالس کی حرمت خوب صاف بیان کردی ہے۔ چہ جائیکہ مزامیر بھی وہاں موجود ہوں، پھر تو کچھ بھی شبہ اس کی حرمت میں نہیں۔ کہ احادیث کثیرہ حرمت معازف ومزامیر میں، وارد ہیں۔ پس ایسا شخص تقلید حنفی سے کیا، بلکہ کمالِ اسلام سے ہی خارج ہوجاتا ہے۔

---

(۱) الهداية كتاب الشهادات، باب من يقبل شهادته ومن لايقبل ص ۱۶۲۰ جلدسوم[مكتبه تهانوى ديوبند] [نور]

(۲) الدر المختار، كتاب الحظر والاباحة(۴ ۲۳۹)[عكس مجتبائی ۱۳۳۴ھ] [نیز الدر المختار مع الشامی كتاب الحظر والاباحة ص ۲۲۲ جلد پنجم مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۸۰ھ] [نیز الدر مع الشامی ج.۶ ص.۳۴۸[دار الفكر بيروت:۱۳۸۶ھ] [نور]

(۳) ردالمحتار، كتاب الحظر والاباحة(۵/۲۲۲)مجتبائی دہلی:۱۳۸۷ھ۔ نیز شامی ج:۶ ص:۳۴۹[دار الفكر بيروت:۱۳۸۶ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قال فی الدر المختار: و فی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام، لقوله علیه الصلوٰة والسلام استماع الملاهی معصیة و الجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر أی بالنعمة. (۱) انتهیٰ

الحاصل یہ فعل گناہ کبیرہ ہے کہ مومن کو فاسق بنادیتا ہے، اور گو حنفی ہے آدمی رہے، مگر اسلام کامل سے بہرہ ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رسالہ فتاوی العلماء النحاریر فی اثبات حرمة المزامیر ص ۲۳-۲۴

تالیف: مولانا مشتاق احمد۔ [غالباً انبیٹھوی؟۔ مطبع حقانی لدھیانہ ۱۳۰۷ھ]

(۸۲۹) ہر قسم کی تصویر بنانے کا ایک ہی حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ عکسی تصویر کا کھینچنا، اور اس کا گھر میں رکھنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: عکسی اور غیر عکسی مثل قلمی ونقشہ کے طور پر، ہر قسم کی تصویر کھینچنی اور نکالنی سب نادرست ہے۔ حدیث صریح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی ممانعت اور اس کے صانع پر، زجر وتوبیخ اخروی مبین ومصرح ہے اور اسی طرح ہر قسم کی تصویر گھر میں رکھنا حرام ہے اور جس گھر میں تصویر ہوتی ہے، فرشتہ کا وہاں گذر نہیں ہوتا: کذا فی کتب الحدیث و الفقه فقط

کتبہ الراجی رحمة ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۷)

(۸۳۰) آتش بازی وغیرہ کا تماشہ دیکھنا حرام ہے:

سوال: امور ممنوعہ مثل آتش بازی وغیرہ کا تماشہ دیکھنا، مکروہ تحریمہ ہے، یا کیا؟

جواب: حرام ہے۔ (بدست خاص، ص ۳۷)

(۸۳۱) آتش بازی کے حرام ہونے اور عمدہ لباس اور کھانوں کے حرام نہ ہونے کی وجہ؟

سوال: آتش بازی کی حرمت کی وجہ، یہ آپ نے تحریر فرمائی ہے کہ مال کا ضائع کرنا حدیث میں ممنوع ہے، مگر معترض کا شبہ یہ ہے کہ آنکھ اور کان بلکہ دل کو بھی فرحت حاصل ہوتی ہے، لہٰذا یہ مال کا ضائع کرنا نہیں ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے خارج نہ ہو۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کریں کہ مال کا ضائع کرنا ہے، تو لباس اور طعام جو بیش قیمت اور غیر ضروری ہووے، وہ بھی ایسا ہی ہے۔ آتش بازی کا

(۱) الدر المختار ج: ۲ ص: ۲۳۸ [عکس مجتبائی ۱۳۳۴ھ] نیز الدر المحتار علی هامش الرد المحتار ج: ۵ ص: ۲۲۳ [مجتبائی دهلی: ۱۲۸۷ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اوران چیزوں کا، ایک ہی حکم ہونا چاہئے؟

جواب: شراب سے بھی فرحت ہوتی ہے اور زنا سے بھی۔ اور پھر آمدنی ضائع کرنا ہے، نہ لباس واکل کہ جزو بدن بنانا ہے، ایسی فیاضی جہل پر افسوس ہے۔

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۱۔۳۲)

(۸۳۲) زمین کے سات طبقوں کی کیوں وضاحت نہیں؟

مسئلہ: ہم کو ہفت آسمان سے نفع ہے، شمس چہارم آسمان میں، اور زحل ہفتم میں، نزول احکام ہفت آسمان سے ہوتے ہیں، زمین سوائے طبقہ اعلیٰ کے نہ کچھ ہمارے نفع میں ہے نہ وہاں سے کوئی احکام منافع ہم کو ملتے ہیں، نہ کوئی امر محسوس ہوتا ہے، جس سے ہفت طبقہ کا اشارہ ہوتا، سوائے آسمانوں کے۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص: ۲۰۔۲۱)

(۸۳۳) بادل بجلی اور کڑک وغیرہ کے متعلق سائنس دانوں کے اقوال خلاف شریعت نہیں ہیں:

سوال: حکماء لوگ [سائنس داں] کہتے ہیں کہ جو بخارات زمین سے اٹھتے ہیں، ان ہی بخارات سے بادل اور بجلی اور کڑک اور مینہ اور اولہ پالا اور شبنم ہوجاتی ہیں، تو از روئے شرع شریف ان چیزوں کا جو کچھ حال ثابت ہوا ہو، تحریر فرماویں؟

جواب: شریعت ان امور کا انکار نہیں کرتی، ان میں کوئی بات خلاف قواعد شریعت نہیں۔ فقط

(بدست خاص، ص ۴۷)

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

قبر، قیامت اور احوال آخرت وغیرہ

(۸۳۴) امت محمدیہ کا حساب وکتاب سب سے پہلے ہوگا: **سوال:** حشر کو اول حساب اس امت کا ہوگا یا اور کا؟

جواب: اس امت کا پہلے ہوگا۔ (بدست خاص، سوال ۶۳)

(۸۳۵) جنت میں داخلہ حساب کے بعد ہوگا: **سوال:** مومن اور کافر بعد مرنے کے اسی وقت بہشت ودوزخ میں داخل ہوجاتے ہیں، یا بعد حشر کے ہوں گے؟

جواب: قبر میں دریچہ دوزخ وجنت کا کھول دیتے ہیں، جس سے راحت وکلفت آتی رہتی ہے، اور دخول، بعد حساب حشر کے ہوگا۔ (بدست خاص، سوال:۱۳۹)

(۸۳۶) کیا جنت میں اپنے لواحقین کو پہچان لیں گے؟ **سوال:** جنت میں لوگ اپنے لواحقین کو پہچانیں گے، یا نہیں؟

جواب: پہچانیں گے۔ (بدست خاص، سوال ۶۵)

(۸۳۷) حضرت مہدی کا عاشورا کے دن ظاہر ہونے کی روایت کی تحقیق: **سوال:** امام موعود کا شب عاشورا میں ظاہر ہونا اور اس عاشورا کا شنبہ کے دن واقع ہونا، ثابت ہے، یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو وہ حدیث صحیح ہے، یا ضعیف؟

جواب: امام مہدی کا روز عاشورا ظاہر ہونا، کسی روایت صحیحہ میں بندہ نے نہیں دیکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۵۔۲۷)

(۸۳۸) امت نوح سے آج تک دجال سے ڈرانے کی وجہ: از بندہ رشید احمد عفی عنہ سلام علیکم

آپ کا خط آیا، جواب خدشہ کے لکھنے سے اس واسطے کارہ ہوں کہ آپ کو علم نہیں، اگر مواجہ میں ہوتے تو تقریراً کہہ دیتا، تحریر میں طول ہے، اور اس قدر فرصت وہمت نہیں، لہٰذا، اس کے جواب سے اعراض کرکے، آپ کے سوالات کا جواب لکھتا ہوں۔ فقط۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مت نوح علیہ السلام سے آج تک دجال کا ذکر رہا، شان عظیم فتنہ دجال کا بیان کرنا منظور ہے، کہ باوجود بعد کے کسی وقت سے اس کا اتنا اہتمام واہتمام شروع ہوا ہے، جیسے بڑے مہتم بالشان کا سامان، برس پہلے سے شروع کر دیتے ہیں۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۲)

(۸۳۹) گناہوں کی معافی اور چیز ہے حساب وکتاب اور! سوال: قصہ ایک بزرگ کا، کہ ان کو بعد وفات کسی نے خواب میں دیکھا، کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں دوستوں کی دعا سے بخشا گیا، اور دوسرے بزرگ کا قصہ ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مشت خاک میں نے ایک قبر پر ڈالی تھی، اس کے سبب بخشا گیا۔ سن کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پیشتر بخشے گئے، پھر بعد قیامت حساب کا ہونا اور ان قصوں کا صحیح ہونا، کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب: قصوں کا حال معلوم نہیں، گناہوں کی معافی اور چیز ہے، حساب وکتاب اور چیز ہے۔ نیک لوگوں کا حساب یسیر ہوگا، جیسے قرآن شریف میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۵۸)

(۸۴۰) قیامت میں روحیں فنا ہوکر دوبارہ زندہ ہونگی: سوال: قیامت میں ارواحیں بھی فنا ہوجاویں گی یا نہیں؟ یا بعد فنا پھر [زندہ] ہوجاویں گی؟

جواب: فنا ہوکر زندہ ہوجاویں گی۔ فقط

(بدست خاص ص ۶)

(۸۴۱) روحوں کا جمع ہونا ثابت ہے، مگر تعزیت صحیح نہیں: سوال: بعد مرنے کے مردہ کے خاندان کے لوگ قبر میں مردہ سے مل کر، اول شب کلمات تسلی کہتے ہیں، یا نہیں، یا اس مقام میں ملتے ہیں، جہاں ارواح رہتی ہیں، یا کہیں نہیں ملتے؟

جواب: جمع ہونا ارواح کا ثابت ہے، اور یہ کہ قبر میں آتی ہیں یا کہاں، یہ صحیح روایت میں نظر نہیں آیا، اور تسلی کے کلمات بھی بظاہر غلط ہیں، وہاں کس چیز کی تعزیت کریں گے، اس کو بخشش کی فرحت ہے، اور دوزخی سے کوئی ملتا ہی نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۶۴)

(۸۴۲) مسلمانوں کی روحوں کا جمعہ کی شب میں اپنے گھروں پر آنا ثابت نہیں: مسئلہ: ارواح مومنین [کا] شب جمعہ وغیرہ کو، اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا، سب روایات کاذبہ واہیہ ہیں، ان پر عقیدہ رکھنا ہرگز درست نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ الاجوبہ صحیحۃ محمد یعقوب نانوتوی

(مجموعہ کلاں ص ۱۵)

(۸۴۳) مردوں کی روحیں گھروں پر نہیں آتیں:

سوال: ارواح مُردگان اپنے گھروں میں، بعد وفات، جیسا کہ امام محمد بن محمد الغزالی نے لکھا ہے دقائق الاخبار میں، آتی ہیں، یا نہیں؟

جواب: نہیں آتی، اور یہ روایات قابل اعتبار نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، علیحدہ)

(۸۴۴) ایسے واقعات صحیح نہیں، جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات کہی جائے:

سوال: بعضے آدمی جو بظاہر مرجاتے ہیں اور پھر ہوش (میں) آجاتے ہیں تو ایسا قصہ کہتے ہیں، کہ یوں دو شخص آئے اور ایسے ایسے مکانوں میں کو لے جا کر، ایسی جگہ لے گئے، جہاں دفتر تھا اور منشی لکھ رہا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ جہاں خدا تھا، پھر اس منشی نے سر اُٹھا کر اور نظر کر کے کہا، کہ یہ وہ شخص نہیں ہے، اس کو کیوں لائے ہو، بلکہ وہ شخص اسی نام کا فلاں جگہ ہے، اسکو لاؤ پھر وہ دونوں شخص لیجانے والے دھکے دیکر یہاں چھوڑ گئے۔ یہ بات کیا ہو جاتی ہے اور کیا ہوتا ہے، کہ جتنے شخصوں کو ایسا حال ہوتا ہے، وہ ایسی ہی بات دیکھی ہوئی بیان کرتے ہیں، کیا سب کو یہی ایک خیال ہو جاتا ہے، یا کوئی شیطان کا دخل ہے، یا کیا بات ہے؟

جواب: یہ سب تخیلات ہیں، ان کا اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص ۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

عیسائیوں اور غیر مسلموں کی ملازمت، ان کے ساتھ کاروبار اور ملک کی سیاست میں تعاون اور شرکت

(۸۴۵) یہود و نصاریٰ کی ملازمت صحیح ہے، مگر اس کی وجہ سے خلاف شریعت کام انجام دینا، جائز نہیں:

سوال: علمائے دین شرع متین کیا فرماتے ہیں: اس صورت میں کہ کوئی نوکری نصاریٰ یا یہود کی اور محکمہ اس کا خلاف شرع ہو اور سپرد کرے، کسی کو پیشہ ڈاکٹری کا اور کہے، اس کو کہ تو حکمت کا علم تحصیل کر، اور تحصیل کرنے والا ڈاکٹری کا مسلمان ہو، اور کہے اس سے کہ اپنی قوم کی لاش کو چیر، اور دیکھ کہ اس کے پھیپھڑے پر خون جمع ہوا ہے، یا نہیں؟ یا کون سی رگ کون سے مقام پر ہے، یا توڑ اس کی کھوپڑی کو، کہ اس میں غبار گرمی کا یا سردی کا، یا کون کون رگیں ہیں، تو اس قدر سے دوسرے مسلمان کی لاش کے ٹکڑے کرے، واسطے طمع نوکری کے، تو اس قدر ٹکڑے کرنے والے لاش کو، کسی قدر گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟

اور اکثر دواؤں میں شراب ڈالی جائے اور یقین (ہے) لوگ مسلمان اور اس کے افسر بالا کا، کہ فائدہ پہنچاتی ہے، ہر بیماری کو اور پلاوے وہ ڈاکٹر مسلمان سب مسلمانوں کو، اور کہے کہ ہماری ڈاکٹری میں ادویات مقرر ہیں، اسی کا استعمال کرایا جاوے گا۔ تو اس مسلمان کو گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور یہ بیان کرے کہ دوا کا کرنا سنت طریق ہے، نام سنت کا لینا اور یہ نہ جاننا کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام ہے، اور حاکم اس کا جو کچھ حکم دیوے حلال اور حرام، دونوں کو حکم دیوے اور بجالاوے، تو اس کے ذمہ کسی قدر گناہ ہے، یا نہیں؟

اور غیر مذہب حاکم کو سلام کرنا اور باادب پیچھے چلنا اور حاکم بنانا، کس قدر گناہ ہوتا ہے؟ فقط

الجواب: نوکری یہود و نصاریٰ اور کفار کی سب کی درست ہے، بشرطیکہ کوئی خلاف شرع اس میں نہ کرنا ہو، اور ڈاکٹری کی بھی درست ہے، مگر مسلمان کے مردے چیرنے اور شراب کی دوا کا استعمال کرنا گناہ ہے، پس ایسے کام کرنے سے نوکری ڈاکٹری میں کراہیت آجاتی ہے۔ اور دواء کا کرنا سنت اس وقت ہے، کہ دواء میں کوئی محرم و ممنوع سے مخلوط نہ ہو ورنہ منع ہو جاتا ہے۔

علیٰ ہذا! ایسی تعظیم کرنا کہ ذلت اسلام کی لازم آجاوے اور خلاف شرع کام کرنا حرام ہے، کسی نوکر کو ایسا نہ کرنا

toobaa-elibrary.blogspot.com

چاہئے۔ ایسی صورت میں جو دائما ایسا کام کرتا رہے گا، فاسق ہو جاوے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کل ص ۲۱۲۔۲۱۳)

(۸۴۶) انگریزوں کی، ہندو رئیسوں کی اور عدالتوں کی ملازمت کا حکم؟

سوال: عدالت کی ملازمت درست ہے، یا نہیں؟ انگریزی و رجواڑے(۱) کی ملازمت کون سی درست ہے اور کون سی نہیں، اگر ملازم سرکاری سودی کاغذات کا خلاصہ، یا صرف نقل یا دوسری قسم کی معاونت کریں، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نوکری کفار کی وہ درست ہے کہ اس میں خلاف شرع کام نہ ہو، اور جو خلاف شرع کام کرنا ہوگا، خواہ کافر کی ملازمت میں، یا مسلمان کی، وہ سب ناجائز ہیں۔ آپ جس نوکری کا معقود علیہ لکھیں گے، اس کا جواب لکھوں گا، سب کا حاصل یہ تھا، لکھتا ہوں۔ فقط (مجموعہ راجپوتانہ ص ۸)

(۸۴۷) انگریزوں کی حکومت کی شرعی حیثیت اور ان کے ماتحت مسلمانوں کی ذمہ داری:

سوال: یہ ملک ہندوستان، جو سو برس سے زیادہ سے مملوکہ و مقبوضہ حکام مسیحی ہے اور ان کی رعایا میں ہنود وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور ہم لوگ مسلمان بھی زیر حکومت آباد ہیں، تو مسلمانوں کو اس ملک میں رعایا حکام بن کر رہنا چاہئے یا نہیں، اور ہم مسلمانوں کو ان حکام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور نیز ہنود وغیرہ رعایا حکام کے ساتھ، کیا معاملہ کرنا چاہئے؟

الجواب: چونکہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ کسی کی ملت اور مذہب سے پرخاش اور مخالفت نہیں کرتے، اور نہ کسی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں، اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن و حفاظت میں رکھتے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ مملوکہ و مقبوضہ اہل مسیحی ہے رہنا، اور ان کا رعیت بننا درست ہے۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ معظمہ نے، مسلمانوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ملک حبشہ میں جو مقبوضہ نصاریٰ تھا، بھیج دیا، اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہیں کرتے تھے۔

۲:- اور جب مسلمان رعایا بن کر ہندوستان میں رہے اور اور حکام سے عہد و پیمان کر چکے، کہ کسی حاکم یا رعایا حکام کے جان اور مال میں دست اندازی نہ کریں گے، اور کوئی امر خلاف اطاعت نہ کریں گے، تو مسلمانوں کو خلاف عہد و پیمان کرنا، یا کسی قسم کی خیانت و مخالفت حکام کرنا ہرگز درست نہیں، اور نہ کسی قسم کی خیانت اور خلاف عہد کرنا، رعایا

(۱) ہندو راجاؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں۔ جو اس وقت نیم آزاد اور گویا مستقل حکومتیں تھیں۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

دکام، یعنی ہنود وغیرہ کے ساتھ کرنا درست ہے۔ عہد کے پورا کرنے کی مسلمانوں کے مذہب میں، اس قدر تاکید ہے کہ شاید کسی دوسرے مذہب میں نہ ہو۔

قَالَ اللّٰہ تعالی: وأوفُوا بالعهْد إنَّ العَهْد كَان مسْئُولاً (بنی اسرائیل۔۳۴)

ترجمہ: اللہ تعالی نے فرمایا کہ عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں بروز قیامت باز پرس ہوگی۔

عہد شکنی کی سخت ممانعت ہے اور کسی سے عہد کر کے، اس کے خلاف کرنے پر بہت دھمکی دی گئی ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: ألا مَنْ ظَلَم مُعاهداً أو انتقصه أو كلّفه فوق طاقته أو أخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کو فرماتے ہیں، جو کسی غیر مذہب سے عہد کر کے اس پر ظلم کرے یا ان کو کوئی عیب لگاوے اور اس کی بلا وجہ توہین کرے، یا اس پر مشقت زائد ڈالے، یا اس کے مال میں سے کوئی چیز بلا رضامندی لے لیوے، تو قیامت کے دن اللہ کے روبرو، میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے نائبوں کو عام تعلیم یہ ہوتی تھی: لاتغدروا. یعنی خلاف عہد مت کرو! ایک حدیث میں ارشاد ہے:

ذمّة المسلمين واحدة يسعى بها أدناهم، فمن أخفر مسلماً في ذمّته فعليه لعنة اللّٰه و النّاس أجمعين لايقبل اللّٰه يوم القيامة صرفاً وعدلاً(۲)

یعنی مسلمانوں کا ذمہ اور عہد ایک ہے، اگر ایک مسلمان کسی غیر مذہب والے سے معاہدہ کر لے گا، تو سب مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اگر کسی مسلمان کے عہد کو، جو اس نے کسی کے ساتھ کیا تھا، کوئی دوسرا

---

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الخراج والفیٔ والامارۃ باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا عن حرب بن عبیداللہ عن جدہ ابی امہ عن ابیہ ص ۴۳۳ ج ۲ (مع نور محمد دہلی) نیز باب مذکور ص ۴۳۷ جلد سوم رقم الحدیث ۳۰۵۲ ت شیخ محمد عوامہ، موسسۃ ریان، بیروت ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۴ء (نور)

(۲) پیش نظر متن میں اس روایت کے یہی الفاظ درج ہیں، مگر یہ حدیث ہمیں ان الفاظ میں نہیں ملی، اس سے قریب ترین الفاظ صحیح مسلم سے ہیں، جو یہ ہیں فمن أخفر مسلماً فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين، لايقبل منه يوم القيمة صرف ولاعدل وذمة المسلمين واحدة يسعى بها ادناهم. (مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ، جدید ص ۴۴۲۔ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۱۹ھ نیز باب مذکور ص ۴۱۹ جلد اول رقم الحدیث ۱۳۷۰ ت ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی، ۱۰۱ دار طیبہ، ریاض ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶ء) نیز یہ روایت اختلاف الفاظ کے ساتھ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں بھی آئی ہے۔ (بخاری باب فضائل المدینۃ جدید ص ۲۵۱ رقم الحدیث ۱۸۳۲، مراد آباد۔ نیز بخاری شریف ابواب العمرۃ والمحصر، باب حرم المدینۃ ج ۱ ص ۲۵۰ رقم الحدیث ۱۸۷۰ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ۱۹۸۴، نیز ابوداؤد کتاب المناسک باب تحریم المدینۃ جدید اول ص ۲۰۹ دار الاشاعت اسلامیہ کلکتہ ۲۰۰۰ھ نیز باب العمرۃ فی تحریم المدینۃ ص ۲۳۷ ج ۳ رقم الحدیث ۲۰۳۲ ت شیخ محمد عوامہ، موسسۃ ریان، بیروت ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۴ء (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مسلمان توڑنا چاہے، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد شکن کی نفلی عبادت فرض یا نفل ہرگز قبول نہ کرے گا۔

۳:- اسی طرح کسی کو بے گناہ اور بلاوجہ قتل کر دینا، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

لاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق (بنی اسرائیل۔۳۳) یعنی جس جان کے قتل کو خدا تعالیٰ نے حرام کر دیا، اس کو ناحق نہ مارڈالو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قتل معاهداً بغير كنه لم يرح رائحة الجنة. (۱) یعنی جس نے کسی کے ساتھ عہد کر کے، اس کو قتل کیا وہ جنت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔

علی ہذا فقہ کی تمام کتابیں ان مسئلوں اور روایات سے بھری ہوئی ہیں، پس مسلمانوں کو اپنے عہد کے موافق حکام کی تابعداری کرنا، جس میں کچھ معصیت نہ ہو ضروری ہے، اور کسی قسم کی بغاوت اور مخالفت اور مقابلہ اور خیانت جائز نہیں۔

۴:- اگر کوئی قوم مسلمان یا غیر مسلمان، جو ممالک مقبوضہ ہمارے حکام سے خارج ہیں، ان ہمارے حکام کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی کرنے اور ان پر حملہ کر کے آویں، تو ہم کو اس قوم کے ساتھ ہونا اور ان کو مدد دینا بھی ہرگز درست نہیں، کیونکہ یہ بھی خلاف عہد ہے:

قال اللہ تعالی: وَان اسْتَنْصَرُوكُمْ فى الدين فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ الَّا على قوم بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ. (سورۃ الانفال۔۷۲)

یعنی اگر اہل اسلام مدد چاہیں تم سے دین کے معاملے میں، پس تمہارے اوپر مدد کرنا ضروری ہے، مگر اس قوم کے معاملے میں، کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہو چکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا ان لوگوں سے مقابلہ ہو، جن سے تم عہد و پیمان کر چکے ہو، تو مسلمانوں کا ساتھ

---

(۱) پیش نظر نسخہ میں یہی الفاظ ہیں، لیکن بعینہٖ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نقل کی، البتہ ذیل کے مآخذ میں یہ حدیث من قتل معاهدا لم يرح له يرح رائحة الجنة، وانه ليوجد ريحها من مسيرة اربعين عاما (البيهقي. كتاب الصيام جه. ۹ ص ۱۳۳ دائرة المعارف الاسلامية حيدر آباد ۱۳۵۴ھ) (نسائی كتاب القسامة و القود و الديات باب تعظيم قتل المعاهد ص ۱۰۱ دار الفكر بيروت ۱۴۲۵ھ) (مسند احمد ص ۳۶ جلد ششم دار الفكر بيروت ص ۱۹۷، ج ۱۵ رقم الحديث ۲۰۲۵۶۔ حديث ابي بكرة نفيع بن الحارث، ت حمزه احمد الزين، دار الحديث القاهرة ۱۹۹۵ء) (كنز العمال الباب الثالث في احكام الجهاد الفصل الاول في الامان و المعاهدة و الصلح و الوفاء بالعهد ص ۳۶۲ جلد چہارم۔ رقم الحديث ۱۰۹۱۴ مؤسسة الرسالة۔ بيروت ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء) میں یہ حدیث اس طرح آئی ہے "من قتل معاهدا في غير كنهه حرم الله عليه الجنة"۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

مت دو۔ پس مسلمانوں کو ہر حال اپنے عہد کی رعایت کرنی چاہئے، نہ خود مخالفت کریں، نہ کسی مخالف کی اعانت کریں۔ اگر اس کے خلاف کریں گے، تو سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہوں گے (۱) واللہ اعلم

الف: روداد مؤتمر الانصار۔ اجلاس مراد آباد: ۱۳۲۹ھ ص: ۵۰ تا ص: ۵۲ (مطبع قاسمی، دیوبند)
ب: (نیز الطرائف و الظرائف ص ۳۵، ۳۶، ۳۷۔ اشرف المطابع تھانہ بھون: ۱۹۲۹ء)

(۸۴۸) عیسائیوں اور دوسری قوموں کے لباس کا حکم؟

سوال: ایک کپڑا جو نیم آستین یا بے آستین ہوتا ہے اور اس کو کمری یا صدری یا جاکٹ کہتے ہیں، اور دوسرا کپڑا جو آستین دار ہوتا ہے اور رانوں تک آتا ہے، اس کو کوٹ کہتے ہیں، اور گول ٹوپی اور انگریزی جوتا، ان کا پہننا تنہا تنہا، یا ایک ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: دور سے اگر کرسٹان (عیسائی) معلوم ہوتا ہو تو ناجائز ہے، ورنہ درست۔ فقط

رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (بدست خاص ص ۳۶)

(۸۴۹) یہود و نصاریٰ کو سلام میں بندگی وغیرہ کہنا؟

سوال: مسلمانوں کو اہل ہنود و نصاریٰ (سے) سلام یا بندگی یا تسلیمات ابتداءً کہنا، یا ان کے جواب میں جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ کلمات بدعت و غیر مشروع ہیں کہ خلاف سنت ہیں، نہ ابتداءً نہ جواب میں، کہے جائیں۔ فقط

(مجموعہ رام پور ص ۸)

(۸۵۰) کانگریس میں شرکت اور سر سید احمد خاں کے ساتھ تعاون کا حکم؟

سوال: سر سید احمد خاں نیچری نے جو ایک جماعت ایسوسی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸/ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے، کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ، جو کانگریس کے برخلاف ہیں، شامل ہیں، ہر وہ شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام، علی گڈھ یا بنارس میں، راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے، وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جا بجا ایسوسی ایشن انجمن اسلامیہ کے نام سے، لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہے۔ (۲) جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے، اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد

---

(۱) یہ فتوی حضرت مولانا تھانوی نے اپنی بیاض میں بھی نقل کیا ہے، اس سے پہلے لکھا ہے کہ

"یہ فتوی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ منعقدہ میں مولانا عنایت اللہ صاحب (مہتمم مدرسہ) نے پڑھ کر سنایا تھا۔"

"الطرائف و الظرائف۔ ص: ۳۵ تا ۳۸ (طبع اول، تھانہ بھون: ۱۹۲۹ء) [نور]

(۲) اس خط اور فتوے میں سر سید احمد کی جس تحریک کا تذکرہ آیا ہے وہ دی پیسٹر مائک ایسوسی ایشن تھی (The Paster Mice Association) جو سر سید احمد نے ۱۸۸۹ء میں قائم کی تھی، اس کا مقصد انگریزی میں رسالے شائع کرنا اور برٹش پارلیمنٹ کے ممبروں کو ان ہندوؤں اور مسلمانوں کے نظریات سے واقف کرانا تھا، جو کانگریس کی پالیسیوں سے متفق نہیں تھے۔ حیات جاوید الطاف حسین حالی، ص: ۳۴۲، حصہ اول ص: ۲۰۵، حصہ دوم [انجمن ترقی اردو، دہلی: ۱۹۳۹ء] نیز سید احمد خاں، خلیق احمد نظامی ص: ۱۵۳۔ [دہلی، ۱۹۷۱ء] نیز مسلمانوں کا روشن مستقبل، مولوی طفیل احمد منگلوری ص: ۲۹۴، ۳۰۲، دہلی: ۱۹۴۵ء] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا، شرعاً درست ہے، یا نہیں، اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں، یا نہیں؟ (علی محمد لدھیانوی، متوطن بمبئی)

جواب: اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشراء وتجارت میں کر لیویں، اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں، یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔

مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہئے، اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے، یا واقع میں خیر خواہ ہو، مگر اس کی شرکت مآل کار مسلمان واسلام کو سم قاتل ہے، ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا، اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا، اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو، یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اسی طرح برا ہے اور بس۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نصرۃ الابرار مولوی محمد صاحب لدھیانوی ص ۱۴۔۱۵۔۱۹ (مرتبہ ۱۳۰۶ھ طبع اول، لاہور: ۱۳۰۶ھ)
فتاویٰ قادریہ (مجموعہ فتاویٰ مولوی محمد لدھیانوی) ص ۴۷۔۴۸۔۵۲ (طبع اول، لاہور: ۱۳۱۹ھ)

(۸۵۱) کافروں کے گھر کا اور ان کا پکایا ہوا، کھانا کھانا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، در باب کھانا کھانے اہل ہنود کے ہاتھ کا: یا اس کے اہل خانہ کے ہاتھ کا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے گھر کا کھانا پکا ہوا، یا ان کے مردوں کے ہاتھ کا کھایا، یا نہیں؟ اور یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، یا تابعین، یا تبع تابعین رضی اللہ عنہم نے کھایا یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: کفار کے گھر کا کھانا کھانا اور کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے، بشرطیکہ کوئی امر غیر مشروع اس میں نہ ملا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے گھر کا گوشت پکا ہوا کھایا ہے، اور ہنود عرب میں نہیں تھے، جو اس کا کوئی جواب دیوے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۴۸)

(۸۵۲) ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر، ان سے کچھ لینے دینے کا حکم؟

سوال: ہندو لوگ جو رعایا ہیں، ان سے کچھ ان کے تہواروں میں، مثلاً دیوالی وغیرہ میں کھیل بتاشہ خواہ پکا ہوا کھانا، پکوان وغیرہ جو ان کے تہواروں میں پکتا ہے، یا کسی ہندو کے مرے پیچھے جو مٹھائی تقسیم ہوتی ہے، لینا، بطور حق ورسوم زمینداری، یا بطور راہ ورسم بدلہ کے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: کفار رعایا جو اپنے تہوار میں زمیندار کو دیویں، لینا درست ہے، علی ہذا، تیرہویں وغیرہ میں جو دیویں درست ہے، مگر بدلہ کی طرح معاملہ نہ رکھے، کہ مودۃ کفار سے درست نہیں۔ (بدست خاص سوال ۸۹)

(۸۵۳) مسلمانوں کی ہندو کے تہواروں میں شرکت اور ان کا کھانا کھانے کا حکم؟

سوال: مسلمانوں کو اہل ہنود کے تہوار میں اور شادیوں میں شریک ہونا درست، ہے یا نہیں، اور ان کا بھیجا ہوا طعام وغیرہ کا لینا، وعلی ہذا، روافض ونصاریٰ وغیرہم کی شرکت درست ہے، یا نہیں؟

جواب: کسی ہنود ورافضی، خارجی، اہل بدعت کے تہوار ومجمع میں شریک ہونا، حلال نہیں، بلکہ حرام ہے، مگر جو وہ کھانا دیویں، رعایا ہونے کے سبب تو لینا درست ہے، اور محبت ودوستی کی وجہ سے نہ لیوے۔ کفار سے دوستی رکھنی درست نہیں۔ (مجموعہ رام پور ص ۶)

(۸۵۴) ہندوؤں کے میلوں اور عرس میں دکانیں لگانا صحیح نہیں:

سوال: ہم لوگ تجارت پیشہ (ہیں) مال بساط خانہ کا فروخت کرکے، اپنے اوقات بسر کرتے ہیں، ہجوم نوچندی اور گھاٹ وغیرہ میلہ ہنود اور عرس پیران کلیر اور عرس گنگوہ اور ہنگامہ جبہ جلال آباد (۱) وغیرہ عرسوں میں، ہمارا اسباب زیادہ بکتا ہے اور جتنی زیادہ بکری ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ نفع ہمارا ہوتا ہے، ایک جگہ کے بیٹھ رہنے کے بہ نسبت، میلہ ہائے ہنود واہل اسلام کے جانے میں ہمارا دو چند سہ چند فائدہ ہوتا ہے، اور ان میلوں اور عرسوں میں جانے سے، کچھ سیر وتماشہ کی غرض نہیں ہے، بلکہ مال فروخت کرنے کی غرض ہے اور اپنا نفع حاصل کرنا ہے، تو عند الشرع ان مواضع میں ہمارا جاکر فروخت کرنا، اسباب کا جائز ہے، یا نہیں؟

بعض علماے دہلی وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ بعض ہنگاموں میں اور پیٹھوں اور میلوں جاہلیت میں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) جبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تقریباً ۱۰۰۰ سو سال تک جلال آباد ضلع مظفر نگر یوپی کے لئے باعث فخر رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ جبہ شریف محمود غزنوی کے دور حکومت تک اصفہان میں تھا، اس کے بعد کسی وقت ہندوستان آیا اور کئی سو برس تک شیخ مودود چشتی کی اولاد سادات موضع براس (ضلع کرنال، ہریانہ) کے لئے باعث برکت رہا۔ عہد مغلیہ ثانی کے عہد میں سنہ ۱۱۵۰ھ میں (سید ابو علی جو اسی خاندان براس کے ایک فرد تھے) اس کو لیکر موضع جوجی پور میں مقیم ہوئے، وہاں سے بعد زیارت وبشارت سے بعد جلال آباد کے رئیس نواب دلاور علی خاں سید ابو علی، اس جبہ شریفہ کو جلال آباد لے آئے تھے۔ اس وقت سے یہ جبہ شریفہ جلال آباد (ضلع مظفر نگر، یوپی) میں تھا۔ یہ تفصیل تاریخ جلال آباد مؤلفہ محمد علی بن روشن خاں (مؤلفہ ۱۳۰۳ھ) میں درج ہے (تاریخ جلال آباد کے قلمی نسخہ کا عکس ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے)۔

سنہ ۱۳۰۰ھ سے بعد سے جلال آباد میں ماہ ربیع الاول میں اس کی زیارت کا زبردست جلسہ اور سلسلہ ہونے لگا تھا جس کا درجہ بالا فتوے میں ذکر ہے، جو سنہ ۱۹۴۷ء (۱۳۶۷ھ) سے قبل ختم ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۳۷۵ھ ۱۹۵۵ء میں یہ جبہ شریفہ جلال آباد سے لاہور پاکستان منتقل ہو گیا تھا، موجودہ حال معلوم نہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

واسطے وعظ کے اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین واسطے خرید وفروخت کے گئے ہیں، تو ہم کو بھی ایسے ہنگامۂ ہنود میں جانا جائز ہے۔ اب جیسا ارشاد ہو ویسا کیا جاوے، اگر جائز ہو تو ہم لوگ جاویں، ورنہ نہ جاویں اور جو لوگ محض واسطے فاتحہ بزرگان کے، یا سیر تماشہ ایسے میلوں میں جاتے ہیں، وہ اچھا ہے، یا نہیں؟

الجواب: عرس مسلمانان اور نوچندی میں اگر وہ کوئی عرس یا تیرتھ ہے اور سب میلۂ ہنود میں، جا کر فروخت کرنا حرام ہے۔ اگرچہ سیر کی نیت نہ ہو فقط فروخت ہی کی نیت ہو، کیونکہ وہ مجمع معصیت کا ہے، اس کی شرکت بھی معصیت اور حرام ہے۔

من کثر سواد قوم فهو منهم

حدیث ہے۔ البتہ پینٹھ کی خرید وشراء میں جانا درست ہے، اور اسواق جاہلیت بیع وشراء کے جامع تھے، کوئی معصیت کا ہنگامہ نہ تھا، جس نے ان میلوں کو میلۂ معصیت جانا، محض غلط اور خلاف سمجھا، اس کے قول کا ہرگز اعتبار نہیں۔ احادیث میں مصرح ہے کہ وہ مجامع بیع وشراء تھے، نہ مجامع معصیت کے، پس نفع دنیاوی کے واسطے معصیت کے میلوں میں جانا حرام ہے، نص قرآنی وحدیث سے اور بیع وشراء کی پینٹھ اور مجامع میں مباح ہے اور خلاف اس کے قول مردود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رشید احمد عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۰۷۔۲۰۸)

(۸۵۵) غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر، ان سے ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: اگر ہنود اپنے تہوار میں، بوجہ ملاقات اہل اسلام کو کھیل (۱) بتاشہ، شرینی وغیرہ لا کر دیں، تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے۔

(مجموعہ چندیانوی ص ۲۷)

(۸۵۶) ہندوؤں کے مذہبی میلوں کی سیر کرنا اور اس کو اچھا سمجھنا:

سوال: جو مسلمان میلہ ہنود میں پالکی یا گھوڑی یا بگھی پر سوار ہو کر، میلے کی رونق زیادہ کرے وہ مردود مصداق: من کثر سواد قوم فهو منهم ہوا یا مقبول رہا، اور اس حدیث کا حوالہ تحریر فرمائے۔

جواب: لاریب! تماشائی میلہ عبارت ہنود کا فاسق دائرہ قبولیت سے خارج ہے۔ اگر صرف سیر ہی کرتا ہے، اور اگر استحسان اس فعل کا کرے اور ملوث بافعال کفار بھی ہووے، تو کافر ہوگا۔ بہر حال مصداق حدیث شریف کا بنتا ہے، خواہ وہ محض وملوث بافعال اشرار ہو، خواہ محض تماشائی ہو، اور حدیث مذکور کو ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں، اور علی بن معبد نے کتاب الطاعة و المعصية میں، عمرو بن الحارث سے روایت کیا ہے، بایں الفاظ:

---

(۱) کھیل: بھنے ہوئے چاول یا جوار یا مکئی، وہ بھنا ہوا اناج جو پھول گیا ہو۔ (نور اللغات ۴/۲۱۶، دہلی: ۱۹۹۸ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

"ان رجلاً دعا عبدالله بن مسعود الیٰ ولیمة، فلما جاء لیدخل سمع لهواً، فلم یدخل، فقیل له رجعت، قال: إنی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من کثّر سواد قوم فهو منهم، و من رضی عمل قوم فکأنه شریک من عمل به" الحدیث)

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک ولیمہ میں مدعو کیا، جب وہاں پہنچے، تو لہو ولعب کی آواز سنی، تو وہاں داخل نہیں ہوئے، اس وقت عرض کیا گیا، کیوں لوٹ گئے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرمایا: جس شخص نے جس قوم کی تعداد بڑھائی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ (ت: نور)

اور فردوس میں دیلمی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اور عبداللہ بن مبارکؒ نے کتاب الزہد والرقائق میں، ابوذرؓ سے روایت کیا ہے۔ کذا فی امداد الاحتساب۔

اور مطلب حدیث مذکور کا یہ ہے کہ جو کوئی کسی قوم کی تکثیر کسی فعل میں کرتا ہے، تو وہ اُس قوم میں بحیثیت اس فعل کے دنیا و آخرت میں شمار اور محشور ہوتا ہے، مثلاً ہولی کے میلے میں، جس نے شرکت و تکثیر کی، تو اگر نفس فعل میں ملوث ہوا کہ ملکثر فعل کفر کا ہے، وہ کفر ہے اور اگر استحسان اس فعل کا کیا تو بھی کافر ہوا، کہ تحسین کفر بھی کفر ہوتی ہے، اور ان دونوں صورتوں میں عقیدہ اسلامیہ باطنیہ کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ عنداللہ بھی کافر ہوگا، جیسے زنار ڈالنا باوصف صحت وعقیدہ کے کفر لکھا ہے، کتب عقائد وفتاوی فقہ میں یہ روایت موجود ہے، اور جو محض تماشا ہی دیکھا اور تحسین اور تلوث بافعال اشرار، اس سے سرزد نہیں ہوا، تو تکثیر فقط ہجوم کی ہے، تو اہل ہجوم میں داخل ہوا، اور ملکثر ان لوگوں کا بنا فاسق وفاجر ہوا:

فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّالمین. (الانعام:۶۸) تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ (ترجمہ شیخ الہند)

کے خلاف کیا ہے، اور ملکثر ان لوگوں کا ہوا ہے نہ کہ فعل کفر کا، بہر حال جس قوم میں تکثیر کیا ہے، اُس ہی قوم کا بعض بنا اور اُس ہی قوم میں داخل ہوا، تماشائی ملکثر اہل تماشا ہے، نہ فعل کفر کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جوامع الکلم ہوتا ہے، ہر قسم کی رعایت اور معانی اس میں مجتمع ہوتے ہیں، اب کچھ حاجت نہیں کہ تغلیط پر حمل کریں، بلکہ معنی حقیقی سب شقوں پر موجود ہیں۔

قال فی الفتاوی العالمگیریة ناقلاً عن البحر: و (یکفر) بخروجه الیٰ نیروز المجوس

---

(۱) کتاب الزهد والرقائق، ابواب زیادات الزهد، لنعیم بن حماد، باب استماع اللهو ص:۱۲ [مطبع علمی پریس، مالیگاؤں۔ ۱۳۸۵ھ: ۱۹۶۶ء] نیز ملاحظہ: نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایة ج:۴ ص:۳۴۶ [مجلس علمی ڈھابیل۔ دارالمامون، القاہرہ ۱۳۵۷ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

لموافقته معهم، فيما يفعلون في ذالک اليوم) انتهیٰ. فقط محصله والله تعالیٰ اعلم

اسی طرح محرم کی بھیڑ بھاڑ میں جو حائیکین جاتے ہیں، وہ بھی تحت مصداق حدیث مذکور داخل ہیں۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۵۸-۵۹)

(۸۵۷) غیر مسلموں کے مجمع میں، سیر وتفریح کے لئے جانے کا اور خرید وفروخت کرنے کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں: کہ مذہبی مجمع کفار میں اگر کوئی مسلمان بہ نظر سیر وتماشا، یا بغرض خرید وفروخت چلا جائے، اور اس کو برا نہ جانے، یا برا جان کر جائے، تو ان تمام صورتوں میں اس کو کس درجہ کا گناہ ہے، اس کا نکاح باقی رہتا ہے، یا نہیں۔ سیر (تماشہ) اور خرید وفروخت کو جانا دونوں گناہ میں برابر ہیں، یا کچھ فرق ہے، جواب بتفصیل تمام عنایت ہو۔ فقط

الجواب: مجمع کفار میں کہ اس کا انعقاد علی المعصیت ہو، شریک ہونا ہر حال حرام ہے، خواہ بوجہ سیر وتماشہ جاوے یا بہ غرض خرید وفروخت کے۔ لقوله تعالیٰ:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (الانعام:۶۸)

تو مت بیٹھ یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ (ترجمہ شیخ الہند)

ولقوله عليه الصلوٰة والسلام:

من كثر سواد قوم فهو منهم (الحديث) (۲)

پھر اگر اس فعل کو برا اور ممنوع جان کر کرتا ہے، تو فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے، کافر نہیں ہوا، اگرچہ قریب کفر کے پہنچا اور نکاح بھی نہیں گیا، اور جو اچھا اور بڑا جان کر کرتا ہے، تو کافر مرتد ہو گیا۔ لقوله تعالیٰ

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ. (البقرہ:۸۱)

کیوں نہیں، جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی لوگ ہیں دوزخ کے رہنے والے، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

---

(۱) فتاوی عالمگیری. کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین منها مایتعلق بتلقین الکفر بالارتداد والتشبه بالکفار. ص: ۹۵ جلد دوم [مطبع احمدی، امروہاں ۱۲۸۷ھ] نیز باب مذکور ۳۸۰ جلد دوم [مطبع طبعی، بندر بمبئی ۱۲۵۸ھ] نیز باب مذکور ج: ۲ ص: ۲۷۶-۲۷۷ [نورانی کتب خانہ پلاسہ]

(۲) کتاب الزهد والرقائق، ابواب زیادات الزهد، لنعیم بن حماد، باب استماع اللهو ص: ۱۲ [مطبع علمی پریس، مالیگاؤں۔ ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء] نیز ملاحظہ ہو نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایه ج: ۴ ص: ۳۴۶ [مجلس علمی ڈھابیل۔ دار المامون، القاہرہ ۱۳۵۷ھ]

قال فی العالمگیریة، عن البحر: و(یکفر) بخروجه الی نیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذالک الیوم. انتهی(۱)

پس ظاہر ہوگیا کہ اتباع وشرکت کفار کی کفر ہے، پس جب کافر ہوا تو نکاح بھی جاتا رہا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۵۷۔ مجموعہ چندیانوی ص ۱۹)

(۸۵۸) رام لیلا وغیرہ میں چندہ دینا گناہ کبیرہ ہے: سوال: رام لیلا کے ہونے میں اپنی رضامندی ظاہر کرے، یا چندہ دے، تو اس شخص کے لئے شرع میں کیا حکم ہے، وہ شخص آثم ہوگا، یا نہیں؟ اور کس قسم کے اثم کا سزاوار ہوگا اور کوئی حکم شرع اس پر نافذ ہوگا، یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص از روئے شرع شریف کے مرتکب سخت کبیرہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ. (المائدہ:۲)

اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر، اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی مع مہر (بدست خاص، علیحدہ)

(۸۵۹) غیر مسلم کے گھر میں بیوہ عورت رکھنے کے معاملہ میں گواہی اور شرکت کا حکم؟ سوال: ایک چمار نے اپنی بھاوج بیوہ کو، دوسرے چمار کے گھر میں زوجہ کر کے بٹھادی، اور اس دوسرے سے کچھ روپے بھی لئے، اور پھر زمیندار کے پاس آیا کہ تم ایک کاغذ اپنی گواہی سے لکھدو، کہ فلاں عورت فلاں چمار کے گھر میں بٹھادی، اور اس کا سوائے میرے اور کوئی وارث نہیں ہے کہ جھگڑا کرے، اور مبلغ اس قدر میں نے اس سے خرچ کے لے لئے ہیں، تو یہ کاغذ لکھنا اور اس کی اجرت تحریر لینا، زمیندار کو جائز ہے، یا نہیں؟

یا اگر روپیوں کا حوالہ نہ لکھا بلکہ صرف یہی لکھا جاوے، کہ اس کا وارث میں ہوں اور میں نے اپنی اور عورت کی رضامندی سے، فلاں کس کے گھر میں بٹھادی ہے، تو اس تحریر کی اجرت لینی بھی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ امر اگر کافر اپنے مذہب میں کریں تو خیر، مگر مسلمان کو ایسے خلاف کاغذ کا لکھنا نہیں چاہئے، اس طرح روپیہ لینا حرام ہے، اگر فقط نکاح کردینے کو لکھے اور لکھائی لیوے، تو بظاہر جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (بدست خاص، سوال ۸۶)

---

(۱) فتاوی عالمگیری، کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها مایتعلق بتلقین الکفر والامر بالارتداد والتشبه بالکفار ص: ۹۵ جلد دوم، [مطبع احمدی، اموخان دہلی ۱۳۱۰ھ] نیز عالمگیری باب مذکور ص: ۳۸۰ جلد دوم [مطبع طبی، بندر بمبئی ۱۳۳۸ھ] نیز عالمگیری باب مذکور ج: ۲ ص: ۲۷۶، ۲۷۷ [نورانی کتب خانہ پشاور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۶۰) سفید مرغ اور سیاہ گائے کو، ہندوؤں کے ہاتھ بیچنا کیسا ہے؟ **سوال:** سفید مرغ اور کالے رنگ کی گائے، ہندو لوگ گراں قیمت کو خرید کر لیتے ہیں، اس وجہ سے کہ وہ غیر اللہ کے نام چڑھاتے ہیں، تو مسلمانوں کو ایسے جانوروں کو، ہندوؤں کے ہاتھ بیچنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر معلوم ہو جاوے کہ اس غرض سے لیتا ہے، تو نہ بیع کرے۔ فقط (بدست خاص، ص ۱۴۷)

(۸۶۱) ہندو اگر کسی مسلمان سے عطر وغیرہ کوئی چیز مورتی پر چڑھانے کیلئے خریدے، تو کیا حکم ہے؟

سوال: ہندو اگر مسلمانوں سے کوئی چیز مثلاً عطر مانگے اور مسلمان سمجھ لے، کہ یہ اس کو نہیں چڑھاوے گا اور واقعی یہی بات ہو اور مسلمان عطر دیدے، تو کچھ گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسا ہی عطر کا حال ہے، کہ نہ دیوے۔ (بدست خاص، ص ۱۴۸)

(۸۶۲) اگر کسی مسلمان سے ہندو کوئی چیز خریدتا ہے اور وہ اس کو بتوں پر چڑھائے گا، تو یہ فروخت کرنا جائز ہے، یا ناجائز؟

سوال: زید کے پاس سیاہ رنگ کی گائے ہے یا سفید رنگ کا مرغ ہے، اور اس کو ہندو خرید کرتا ہے اور زید یہ جانتا ہے کہ ہندو ایسی چیز کو صدقہ یا چڑھاوے میں دیا کرتے ہیں، مگر چونکہ وہ گائے یا مرغ گراں قیمت کو بکتا ہے، اور مال سے زیادہ دام ہندو دیتا تھا، اس واسطے زید نے بطمع نفس، وہ گائے یا مرغ فروخت کر دیا، تو زید گنہگار ہوا یا نہیں اور یہ بیع جائز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: بیع جائز ہوئی اور بیع کرنے والا گنہ گار نہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک، مگر صاحبین منع کرتے ہیں، کہ اعانت معصیت کی ہے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ خود ایسا کام نہ کرے اور جس نے کر لیا، اس کو طعن نہ کرے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۲۱)

(۸۶۳) غیر مسلم کی نذر کا جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا اور اس کی اجرت لینا؟ **سوال:** ہندو اگر غیر اللہ کے نام کا جانور مسلمانوں سے ذبح کراوے، تو مسلمان کو ذبح کر دینا اور ذبح کرنے کی اجرت لینا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: ہندو کا بکرا بسم اللہ سے ذبح کر دینا درست ہے، اور اجرت لینا بھی درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۰۳)

(۸۶۴) ہندوؤں کے ساتھ شرکت معاملات و سیاست کا کیا حکم ہے؟ اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع و شراء و تجارت میں کر لیویں، اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔

اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے ہی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو، یا مسلمانوں کی ذلت، اہانت یا ترقی ہنود

ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اُسی طرح پر ہے اور بس فقط۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نیچری لوگ شریعت کی رو سے مرتد ہیں، معاملہ دنیاوی ان کے ساتھ کرنا، شرعاً مسلمانوں کو حرام ہے۔ مدد کرنی ان کی کسی امر میں ہرگز جائز نہیں، بلکہ مددگار، اُن کا بھی ان میں شرعاً گنا جاتا ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُم مِنْكُمْ فَاِنَّه مِنْهُمْ یعنی جو کوئی محبت کرے گا، تم میں سے ساتھ ان کے، پس تحقیق وہ اُنھیں میں سے ہے۔ اور ہنود سے معاملہ دنیاوی کرنا، بشرط حفاظت دین اپنے کے، منع نہیں، فقط اسماعیل عفی عنہ لودھیانوی۔ لاشک فی صحیحا الأجوبة، عبدالواحد لدھیانوی

یہ سب تحریر میری نظر سے گذری، اِس میں کچھ شک وشبہ نہیں، کہ نیچریوں سے ارتباط واختلاط موجب مضرت دین ہے، اور ہنود سے معاملہ بیع وشراء یا اور معاملہ دنیا کا کرنا، بشرط عدم نقصان دین، موافق جواب مذکور کے جائز ہے، فقط ناصرالاسلام محمد شفیع ناصر رامپوری

یہ تمام تحریر جناب مولوی صاحبان کی، بموجب شریعت احمدی نہایت مدلل ہے۔ نظام الدین عفی عنہ لدھیانوی۔ حسب الفہم جوابات کو دریافت کیا، بہت صحیح اور عمدہ موافق قرآن اور حدیث کے پائے۔ الراقم بندہ رکن الدین عفی عنہ سکنہ لدھیانہ۔ کل اجوبہ کو بخوبی نظر غور سے دیکھا صحیح پایا۔ الراقم بندہ محمد اسحاق لدھیانوی، مواہیر انبالہ۔ الجواب صحیح، عبدالقادر عفی عنہ

جو جواب سوالات مذکورہ کے دیئے گئے ہیں، صحیح، اور درست ہیں۔ بندہ توکل شاہ۔(۱)

جوابات مذکورہ صحیح ہیں کچھ شک وشبہ نہیں۔ بندہ عبدالرحیم خان امام مسجد میاں توکل شاہ۔

ہنودوں کا شمول معاملات میں، بشرط عدم نقصان دین وترقی مخالفین دین، جائز ہے۔ بندہ ظہورالدین مدرس گورنمنٹ اسکول شاگرد جناب مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری، سہارنپور

[نصرت الابرار ص:۱۹-۲۰ مطبع صحافی، لاہور، طبع اول: ۱۳۰۶ھ]

حامداً و مصلیاً۔ بندہ رشید احمد گنگوہی(۲) عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ لدھیانہ سے، ایک استفتا اِس مضمون کا آیا تھا کہ جو شخص ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے، وہ کیسا ہے۔ بندہ نے جواب لکھا تھا کہ وہ فاسق ہے، یہ خلاصہ سوال وجواب کا ہے۔

اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا۔ اور اس کے اول تین صفحہ لکھے دیکھے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبدالعزیز

---

(۱) یہ حضرت علم باطنی میں کمال درجہ کے مشہور ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے معتقدین ہیں۔ [حاشیہ مندرجہ نصرت الابرار] [نور]

(۲) آپ کی شہرت علم ظاہری اور باطنی میں کمال درجہ کی ہے اکثر عالم ان کے مرید ہیں۔ [حاشیہ نصرت الابرار] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

صاحب لدھیانوی کی نسبت ہے، اور وہ وجوہ اعانت واضرار اس میں مصرح لکھے ہیں۔ لہٰذا بندہ راست راست بہ ہر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے، کہ مولوی عبدالعزیز صاحب، ہرگز ہرگز مصداق اس فتوی کے نہیں ہیں۔ اور جو امور ان کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں، اُن کی وجہ سے بندہ ہرگز اُن کو محل، اس جواب وفتوی کا نہیں جانتا، اگر سائل اِس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا، جو کچھ اِس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے۔ اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں، اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے، وہ سخت نازیبا ہے۔

بندہ کے نزدیک علماء کی شان میں ایسے کلام، موجب ہتک اسلام وعلم ہے، پس جو صاحب اس بندہ کو صادق جانتے ہیں اور جو بندہ کی تحریر کی وجہ سے، مولوی عبدالعزیز صاحب سے بدعقیدہ ہوئے ہیں، ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اِس فتویٰ بندہ کے نہیں، ان سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد ومحبت کرنا لازم ہے۔ و اللّٰہ تعالیٰ ولی التوفیق. کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی اللہ تعالیٰ عنہ مہر رشید احمد

تحریر جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی درست ہے، احمد علی عفی عنہ

جو تحریر جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب نے فرمائی ہے درست ہے۔ پیر محمد عفی عنہ مہر تحریر مولانا صاحب۔

درست ہے عنایت الٰہی عفی عنہ۔ تحریر مولوی صاحب ممدوح کی درست ہے۔ ثابت علی عفی عنہ۔ الحق ما قال مولانا رشید احمد۔ بندہ محمود عفی عنہ۔ تحریر مولانا صاحب راست ودرست ہے، بندہ کے نزدیک مولوی عبدالعزیز صاحب ودیگر حضرات لدھیانوی ہرگز مخرب اسلام نہیں ہیں، بلکہ معاون اسلام ہیں۔ محمد حسن عفی عنہ دیوبندی۔ انا ایضا احقہ، بندہ عبداللہ خان۔

جو کچھ حضرت مرشدنا مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے، وہ راست اور بے کم وکاست ہے، جناب مولوی عبدالعزیز صاحب ہرگز اِس قابل نہیں کہ جیسے ان کی نسبت طبع ہوا ہے، بندہ احمد عفی عنہ

یہ تحریر مولوی رشید احمد صاحب کی درست ہے، اور میں مولوی عبدالعزیز صاحب ومولوی محمد صاحب ومولوی عبداللہ صاحبان کو بخوبی جانتا ہوں، نہایت متقی اور ذی علم ہیں، ان سے بہتر عالم ملک پنجاب میں نہیں ہیں۔ جو ایسے عالموں کو ناحق تہمت لگاوے اور جھوٹی تحریر ان کی نسبت طبع کراوے وہ اِس وعید کا محل ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَاناً وَّ اِثْماً مُّبِيْنًا. (سورۃ احزاب: ۵۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترجمہ: اور جولوگ تہمت لگاتے ہیں، مسلمان مردوں کواور مسلمان عورتوں کوبدون گناہ کیے، تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کااور صریح گناہ کا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ایسے شخص کوجلد تائب ہونا چاہئے، ایسے گناہ کا وبال بہت برا ہے اور عذاب آخرت سخت ہے۔ حررہ الراجی عفو ربہ الکریم محمد فضل عظیم خطیب دیوبندی عفی عنہ اللہ الرحیم.

عبارت حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب سلمہ درست ہے اور فتویٰ سابق جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کے حق میں نہیں ہے، اور نہ وہ اس کے محل ہرگز ہوسکتے ہیں۔ بندہ عبدالقدیر عفی عنہ

تحریر مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی صحیح اور درست ہے۔ محمد مراد عفی عنہ ساکن..... مظفر نگر

تحریر مولانا رشید احمد صاحب سے میں اتفاق کرتا ہوں، فقیر کے پاس بھی لدھیانہ سے ایک استفتاء آیا تھا اور اُس پر فقیر نے کچھ عبارت لکھی تھی، جس کو سائل نے مولوی عبدالعزیز و مولوی عبداللہ و مولوی محمد صاحب کی نسبت چسپاں کردیا، میں تینوں صاحبان سے خوب واقف ہوں، حقیقت میں وہ دیندار ذی علم ہیں، وہ ایسے نہیں کہ خلافِ اسلام کوشش کریں۔ واللہ اعلم

نصرۃ الابرار ص:۶-۵ (مطبع صحافی لاہور:۱۳۰۶ھ-۱۸۸۸ء)

فتاویٰ قادریہ ص: (طبع اول، لاہور:۱۳۱۹ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا گنگوہی کا ایک مشہور تاریخی فتویٰ

ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

فتوائے دارالحرب

اس فتوے کا پس منظر، اس کے محرکات، اس سوال کرنے والے، اس فتوے کے قلمی نسخے، نئی پرانی طباعتیں اور ان کے متعلقات۔ نیز مکمل فتویٰ کا قدیم اور صحیح ترین متن، فتویٰ کا مفصل سوالنامہ، جو اس تحریر کا محرک بنا تھا۔

مفصل مقدمہ، پس منظر و پیش منظر، اصل فارسی متن اور فتوے کا اردو ترجمہ

ترتیب و تحقیق اور حواشی و تصحیح

نورالحسن راشد کاندھلوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا گنگوہی کا تاریخی فتویٰ

[ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے.....؟]

پس منظر، محرکات، اس فتوے کے مستفتی، قلمی نسخے، طباعتیں متعلقات

نیز اس موضوع پر حضرت مولانا گنگوہیؒ کے اور فتاویٰ

ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس کو فقہائے اسلام کی اصطلاح میں دارالاسلام کہا جائے گا یا دارالحرب، یا ایک نسبۃً متأخر اصطلاح کے مطابق دارالامن! اس کے دارالاسلام سے دارالحرب تک اور دارالحرب سے دور حاضر کی روایات تک پہنچنے میں، کیا حالات ومحرکات کارفرما رہے اور کس کس دور میں کون کونسے علماء نے کیا رائے ظاہر فرمائی۔ نیز حضرت مولانا گنگوہی کے، اس موضوع پر مشہور فتوے اور رائے کا پس منظر کیا ہے، اس اہم فتوے کے محرک کون صاحب ہوئے تھے، اس فتوے اور اس موضوع پر، حضرت مولانا گنگوہی کی بعض اور تحریرات میں کیا مناسبت واختلاف ہے، اس سے واقفیت کے لئے، چند معروضات ضروری ہیں۔

برصغیر ہند میں اسلامی حکومت کا قیام: برصغیر ہند میں پہلی اسلامی حکومت محمد بن قاسم (۱) کی فتوحات کے نتیجہ میں قائم ہوئی تھی، جس کی حدود دریائے سندھ کے کناروں یا پنجاب کے، بعض سرحدی علاقوں تک محدود تھیں۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی کے آغاز میں، محمود غزنوی کی ملک گیر فتوحات سے اس کا دائرہ وسیع ہوتا ہوا، برصغیر کے اکثر حصوں تک جا پہنچا، مگر اس کے نتیجہ میں برصغیر میں باقاعدہ مسلم حکومت یا ایسا نظام مملکت قائم نہیں ہوسکا تھا، جس کو باقاعدہ حکومت یا اسلامی نظام کہا جاسکے۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری پہلے حکمراں ہیں، جن کی تراوڑی (کرنال، ہریانہ) کے میدان میں تاریخ ساز جنگ اور فتوحات سے، اس ملک میں اسلامی مملکت اور نظام حکومت کی بنیاد استوار ہوئی، غوری کے مفتوحہ علاقہ کو، غوری کے برگزیدہ نمائندے [قطب الدین] ایبک نے بہت شان اور وقار کے ساتھ سنبھالا اور غوری کی قائم مقامی کا فرض پوری طرح ادا کیا، غوری کی ملحدین کے ہاتھوں (۱۷ر ذی قعدہ ۶۰۲ھ ۲۵ر جون ۱۲۰۶ء) کو شہادت کے بعد ایبک باقاعدہ تخت نشین ہوا، اس وقت سے برصغیر میں مسلم حکومتوں کا جو آغاز ہوا تھا، وہ مختلف قسم کے حالات،

(۱) مشہور ہے کہ سندھ میں قیادت کے وقت محمد بن قاسم صرف سترہ سال کے تھے مگر یہ روایت واطلاع صحیح نہیں، محمد بن قاسم سنہ ۶۲ھ (۶۸۱ء) میں تولد ہوئے، سندھ سنہ ۹۳ھ میں فتح ہوا، اس طرح فتح سندھ کے وقت محمد بن قاسم کی عمر تقریباً اکتیس سال ہونی چاہئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جنگوں، بغاوتوں، خاندانوں اور اختلافات سے گذرتا ہوا، اس وقت تک جاری رہا، جب قلعۂ معلیٰ دہلی کے آخری برائے نام حکمراں، بہادر شاہ ظفر انگریزوں کے ہاتھوں گرفتار کر لئے گئے اور تختِ دہلی کا نام ونشان مٹ گیا۔

تراوڑی کی جنگ (۵۸۸ھ/۱۱۹۲ء) سے بہادر شاہ ظفر کی برخواستگی (۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) تک تقریباً سات سو سالہ مسلم دورِ حکومت میں، تقریباً ستاون افراد سریر آرائے حکومت ہوئے، جس میں مشکل سے چھ یا سات حکمراں ایسے تھے، کہ جن کو دینِ اسلام اور قانونِ شریعت کی بالادستی کا خیال تھا، انہوں نے باضابطہ اسلامی نظامِ حکومت قائم ونافذ کرنے کی کوشش کی تھی اور اسلام کے طریقہ حکمرانی اور عدالت وانتظام میں، اسلامی اصولوں کو بہرصورت کارفرما کرنے کے، احکامات جاری کئے تھے۔ ان کے علاوہ اکثر حکمراں، صرف رسمی طور پر مسلمان اور ایسی حکومتوں کے سربراہ تھے، جن کو مسلم حکومت کہا جاتا تھا، ان کو نہ اسلام عزیز تھا، نہ اس کا نظامِ عدل وانصاف پسند تھا، وہ صرف اپنی حکومت اور اختیارات کے طالب وجویاں تھے، اس میں اسلام اور قوانین اسلام کی، کیسی ہی خلاف ورزی اور مخالفت ہو، ان کو اس کا بہت کم احساس ہوتا تھا، مگر اس لمبے عرصہ میں، غالباً کبھی اس پر واضح بحث وگفتگو نہیں ہوئی، کہ آج کل فلاں شخص نظامِ حکومت پر مسلط ہے، اس کے جاری کئے ہوئے قوانین وضوابط، دینِ شریعت کی اساس پر نہیں ہیں، وہ خود بھی اسلامی قوانین واصول کی پابندی نہیں کرتا، نہ ان کو پسند کرتا ہے، نہ ہی اس کا ان کے مطابق قانون ونظام نافذ کرنے کا خیال ہے، اس وجہ سے اب یہ ملک دارالاسلام نہیں رہا، ایسے حالات میں اس ملک کو صرف دارالامن یا مسلم مملکت کہا جاسکتا ہے، دارالاسلام نہیں، کیوں کہ یہاں اسلام بالادست قوت کی حیثیت سے کارفرما نہیں ہے۔

صرف خسرو خاں کا مختصر زمانہ اقتدار اور اکبر(۱) کا آخری دور، کہنا چاہئے ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں، اس پہلو سے مستثنیٰ ہے کہ اس پر اسی زمانہ میں سخت تبصرے ہوئے، اور اس دور کے اہلِ قلم اور مؤرخین نے صاف لکھ دیا، کہ ان کی حکومت

---

(۱) یہ دونوں حکمراں جو بظاہر اول اول مسلمان تھے مگر بعد میں اسلام کے بڑے دشمن نکلے۔ خسرو خاں اپنے آقا اور محسن علاؤالدین مبارک شاہ کو قتل کر کے، جمادی الاخریٰ ۷۲۰ھ کی پہلی تاریخ (۹ جولائی ۱۳۲۰ء) کو حکومت پر قابض ہوا تھا، اس نے اسلام اور مسلمانوں کی بے آبروی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اس کے مختصر دورِ حکومت میں دہلی اور اطراف دہلی میں اسلام اور مسلمانوں سے زیادہ بے وقعت کوئی نہیں تھا۔ ضیاء الدین برنی نے اس وقت کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے بہت درد کے ساتھ لکھا ہے:

''باز دہلی ہندوانہ شد و مسلمانی رفع و تعطل گردد'' (۴۱۲) تاریخ فیروز شاہی

خسرو خاں نے اپنے اس نظریہ اور خاص دشمنانہ رویہ کے باوجود اپنے لئے ناصر الدین کا لقب اختیار کیا تھا، اس پر اس دور کے ممتاز شاعر عصامی نے جو شعر کہا ہے وہ ''تمام نہند زنگی کافور'' کی عمدہ مثال ہے۔ یہ شعر خلیق احمد نظامی صاحب نے سلاطین ہند کے مذہبی رجحانات میں (ص ۳۰۵ طبع) نقل کیا ہے ملاحظہ ہو

شدہ ناصر دیں پہ ضدش لقب
کہ بودہ است درقع دیں روز و شب

اکبر نے بھی اپنی اختراع، دینِ الٰہی کے لئے اسلام کے ارکان اور اعمال وآثار کا نشان مٹا دینا ضروری سمجھا تھا۔ اس کی تفصیلات ملا عبدالقادر بدایونی وغیرہ مؤرخین نے لکھی ہیں۔ بعد کے مؤرخین بھی بدایونی کی تصریحات سے اتفاق کرتے ہیں۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: ''دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر'' پروفیسر محمد اسلم، وغیرہ۔

اور حرکات سراسر اسلام دشمنی پر مبنی اور عملاً غیر اسلامی حکومتیں ہیں، ان دونوں کے عہد میں اہل اسلام اور مذہب اسلام دونوں پر، جو برا وقت آیا تھا وہ عالم آشکارا، اور ہماری تاریخ کا ایک ایسا المناک باب ہے، جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

چراغ آخر شب، اورنگ زیب عالمگیر: اکبر کی موت کے بعد [خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی کی کوششوں اور شیخ فرید بخاری کی دانش مندانہ حکمت عملی سے] مغل خاندان کے ارباب حکومت و اقتدار کو، ہدایت نصیب ہوئی، انہوں نے ایک مرتبہ پھر ہندوستان کے پچھلے حکمرانوں اور اجداد کی روایت کے مطابق، اسلام سے وابستگی اختیار کی اور متعدد کمزوریوں اور خامیوں کے باوجود، صراط مستقیم اور تعلیمات دین سے ایک حد تک وابستہ رہے۔ اس کیفیت کو عملی استحکام اس وقت حاصل ہوا، جب اورنگ زیب عالمگیر نے زمام سلطنت سنبھالی، اور اپنی مملکت میں نظام شریعت نافذ کرنے اور مملکت کو پوری طرح، اسلام کے راستے پر لانے کی تدبیر کی، ہر چند کہ اورنگ زیب کے دور میں یہ ملک گویا گہوارۂ اسلام بن گیا تھا، اور خود بادشاہ بھی اتنی بڑی مملکت و حکومت کا تاجدار ہونے کے باوجود، سادگی کا مرقع اور اسلامی احکام و نظام کا ایک نمونہ تھا، مگر اورنگ زیب کے تقریباً تیس سال تک، اپنے پایۂ تخت دہلی سے دور رہنے کے سبب، اس علاقہ پر اس کے وہ اثرات نہیں پڑے، جس کی توقع کی جا سکتی تھی۔

اورنگ زیب کے اخلاص، سادہ دینی مزاج و حکومت کے پورے اعتراف کے باوجود، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں، کہ اگر اورنگ زیب نے ان ریاستوں کی بیخ کنی کرنے کے بجائے، دہلی اور اطراف دہلی میں اپنی حکومت کو مستحکم کیا ہوتا، دشمنوں سے حفاظت کی تدبیر کی ہوتی، ملک کو فوجی لحاظ سے ناقابل تسخیر بنانے کا اہتمام، اور مستقبل کی طویل منصوبہ بندی کی ہوتی، نیز اپنے خاندان اور اولاد کی صحیح تربیت پر توجہ کی ہوتی، تو اس کا فائدہ اس سے کہیں زیادہ اور دیرپا ہوتا، جو ان ریاستوں کو فتح کرنے سے ہوا۔

مغلیہ تخت سلطنت کے نااہل وارث اور ان کا عہد ابتلاء: اورنگ زیب کے دہلی سے مسلسل دور رہنے کی وجہ سے، اطراف دہلی اور شمالی ہندوستان میں موجود، ان طاقتوں اور قوتوں کو پھر اکٹھے ہونے ابھرنے کا موقع مل گیا، جو طاقتور مسلم دور حکومت میں، بے دست و پا اور ناقابل تذکرہ ہو گئی تھیں، ان برادریوں اور گروپوں نے، شاید اورنگ زیب کی زندگی میں ہی اپنے ہتھیار تیز کرنے اور اپنے اپنے علاقوں سے، قدم باہر نکالنے کے ارادے کر لئے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، اورنگ زیب کے وارث، اپنے باپ کی صلاحیتوں سے عاری اور ان کمالات سے محروم تھے، جو اقتدار و جہاں بانی کا حرف آغاز ہوتی ہیں۔ حکومت و فرمانروائی کی تمام صلاحیتوں سے محرومی اور توقعات و خواہشات کی زیادتی نے ان کو ایسے اقدامات پر اکسایا، جو نہ صرف ان کی ذات، بلکہ اس خاندان کی حکمرانی کے لئے برا شگون اور زوال کا نشان ثابت ہوئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اورنگ زیب عالمگیر کی وفات (ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ/فروری سنہ ۱۷۰۷ء) کے بعد، ان کے بیٹوں میں تخت نشینی اور وراثت کی جنگ، برادر کشی تک پہنچ گئی تھی، خاندان میں شدید اختلافات اور تفرقہ پیدا ہوا، مملکت کی آبرو اور تخت سلطنت کی عظمت ختم ہوئی اور ان لوگوں کو اپنی حسرتیں پورا کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا، جو خاندان مغلیہ کا زوال اور مسلم حکومت کی تباہی دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ تمام افراد اپنے تیر و تفنگ لیکر میدان میں آئے تھے، جو زور آزمائی اور ظلم و ستم کے بل پر، حکومت واقتدار کو بے بس کر دینا چاہتے تھے، ایسے تمام سازشیوں نے اپنے مقصد حاصل کرنے کے لئے، مغل حکومت اور اس کے علاقوں پر حملے شروع کئے، اپنے علاقوں میں اپنے اپنے نیزوں کی تیزی آزمانے کے بعد، ان کا رخ دوسرے علاقوں کی مسلم آبادیوں اور بستیوں کی جانب ہوا، اور جن علاقوں، بستیوں میں ان کے سبز قدم پہنچے، وہاں وہاں سے انسانیت و شرافت شرمندہ ہو کر رخصت ہوگئی۔ ان کے حملوں اور شر پسندی کی وجہ سے، ہر مسلم بستی ایک مقتل میں تبدیل ہوگئی تھی، ہر محلہ سے خون کے فوارے بلند ہو رہے تھے اور ہر اک گلی کوچہ میں موجود، خاکستر محلات و مکانات ظلم و بربریت کی ایک علیحدہ داستاں سنا رہے تھے، برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے گھروں علاقوں میں، لہو کی ایسی فراوانی اور بیبسیت کا ایسا عریاں رقص اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

یہ کسی ایک جماعت یا گروہ کے ظلم و تشدد کی بات نہیں تھی، بلکہ اس وقت موجود، کئی اسلام اور مسلم دشمن قوتوں اور گروہوں نے، ایک ہی انداز سے سوچا تھا، ایک ہی انداز سے اقدام کیا۔ یہ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانے، ان کے گھروں کو تاخت و تاراج کرنے کی، ایک لمبی بھیانک اسکیم تھی، جس نے شمالی ہند کے اکثر حصوں کو بے دریغ حملوں، لوٹ مار، قتل و غارت گری، ظلم و جبر، بربریت و سفاکی سے، جہنم کا نمونہ بنا دیا تھا۔ اس وقت مغل حکومت بے بس تھی، اس کی طاقت مفقود، استحکام متزلزل تھا اور جاہ و منزلت دور ماضی کی بات بن چکی تھی۔

حال یہ تھا کہ جس کا جی چاہتا دلی پر چڑھ دوڑتا، جو چاہتا اس کے اطراف میں لوٹ مار کرتا اور رخصت ہو جاتا، جو چاہتا خون مسلم کی ہولی کھیلتا، ان کی بے کسی کا تماشہ کرتا، ان کی آبروؤں کو پامال کرتا اور ان کو گرفتار کر کے لے جاتا، نہ کوئی اس مصیبت کا دور کرنے والا تھا، نہ ان طاقتوں کا مقابلہ کرنے والا۔ یہ ایسے حالات تھے جس میں صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر کوئی خاص بات پیش نہ آئی، اور ایسا مرد میدان سامنے نہ آیا جو ان ظالم، چیرہ دست قوتوں سے پنجہ آزمائی کر کے، ان کو بے دست و پا کر سکے، تو اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا وجود خطرے میں ہے۔ اگر ان اسلام دشمن قوتوں کو تاخت و تاراج، قتل و خون ریزی اور خاک و خون کا مشغلہ جاری رکھنے کی، ایسی ہی آزادی رہتی ہے (جیسی اس وقت تھی) تو اس ملک میں مسلمانوں کی آبرومندانہ زیست کا تصور بھی باقی نہ رہے گا۔ جس ملک میں مسلمانوں کے لئے ایسے حالات ہوں، جہاں اہل ایمان کے لئے زندگی اور ترقی و کامرانی کے سب راستے بند اور تباہی و بربادی کی ہر قوت آزاد و بے مہار ہو، اس ملک اور علاقہ کو دار الحرب کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے ؟؟؟

حضرت شاہ ولی اللہ کا ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فیصلہ یا فتویٰ اور دوررس تدبیریں:

حالات کی یہ گرفت، یقیناً تمام مسلمانوں خصوصاً علمائے کرام اور اہل دانش وارشاد کو بے چین کئے ہوئے تھی، مگر زمام کاران کے ہاتھ میں نہیں تھی، اس لئے یہ حضرات دن رات کی بے چینی، اضطراب اور کڑھن کے علاوہ غالباً زیادہ کچھ نہ کرسکے۔ اس کشمکش اور سخت ابتلاء کے دور میں، حضرت شاہ ولی اللہؒ وہ پہلے عالم اور مقتدائے عصر تھے، جنہوں نے ظلمت ایام کی اس سیاہ چادر کو چاک کرکے، روشنی اور امید کا آفتاب طلوع کرنے کی کوشش فرمائی تھی، سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب نے، اس ملک کو دارالحرب قرار دیا، یہاں جہاد کی ضرورت اور مسلمانوں کی آبرومندانہ زندگی گزارنے کے لئے، ہر طرح کی کوششوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی، بلکہ اس کی بڑی دوررس، ہمہ جہت اور نتیجہ خیز منصوبہ بندی بھی فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب، پایۂ تخت دہلی میں جلوہ افروز تھے اور دہلی کے چاروں طرف مختلف سیاسی، علاقائی، مذہبی تنظیموں گروپوں کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو حملے اور یلغار ہورہی تھی، اور اس کے نتیجہ میں ہر لحہ جو آفت و بربادی آرہی تھی، اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، معتبر بلکہ ان حوادث کے شکار افراد سے اس کی تفصیل بھی سن رہے تھے، اور اس کی وجہ سے نہایت آزردہ خاطر اور پریشان بھی تھے۔ اگرچہ حضرت شاہ صاحب ان افراد میں سے تھے، جن کے لئے عملی اقدام بہت مشکل نہیں تھا، اگر حضرت شاہ صاحب چاہتے تو خود میدان حرب وضرب میں اتر سکتے تھے، لیکن اس وقت مغل خاندان میں بے دانشی اور نفسانفسی کی جو کیفیت عام تھی، اس میں امید نہیں تھی کہ اس اقدام سے کچھ بڑا فائدہ ہوگا، اس لئے حضرت شاہ صاحب نے اس کا ارادہ نہیں کیا۔ تفہیمات الٰہیہ کی ایک تفہیم میں (ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اس سے اپنی ذات کی طرف اشارہ کررہے ہیں) فرماتے ہیں:

"فلو فرض أن يكون هذا الرجل في زمان واقتضت الأسباب أن يكون إصلاح الناس بإقامة الحروب، ونفث في قلبه إصلاحهم، لقام هذا الرجل بأمر الحرب أتم قيام وكان إماما في الحرب"(۱)

تاہم حضرت شاہ صاحب نے خود کوئی جنگی تنظیم قائم نہیں فرمائی، لیکن ہندی ملت اسلامیہ کو، حوادث کی اس چکی سے بسلامت نکالنے کے لئے، کئی پہلوؤں سے نہایت مفید اور نتیجہ خیز اقدامات کئے۔

حضرت شاہ صاحب نے سب سے پہلے اپنے مکتوبات کے ذریعہ، اس فساد و بگاڑ اور ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کی، حضرت شاہ صاحب کے، متعدد گرامی نامے اس کی تصدیق کررہے ہیں، کہ ان حالات سے حضرت شاہ صاحب کس

(۱) التفهيمات الالهية ص: ۱۳۹ جلد اول (بجنور: ۱۳۵۵ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

درجہ دل گرفتہ اور رنجور تھے، اس کے لئے کس طرح سوچ رہے تھے اور تدبیریں فرما رہے تھے۔

اگرچہ اس وقت بھی بظاہر مغل حکومت کا نام موجود تھا، لال قلعہ میں بادشاہ بیٹھتے تھے، مگر قلعہ سے باہر کی دنیا میں کیا ہو رہا تھا، اس پر بادشاہ کی گرفت تھی، نہ قلعہ کے ارباب اقتدار کی۔ بادشاہ خود ایسے بے بس اور پریشان تھے کہ دعا، مشورہ اور تسکین قلب کے لئے، حضرت شاہ صاحب اور دوسرے علماء اور بزرگوں کی خدمات میں حاضری دیتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے تھے۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھئے، کہ بادشاہ وقت، شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتا ہے

غلبۂ کفر و تفرق رعیت بدرجہ رسیدہ است، کہ معلوم است، چنانچہ خواب و خور بر من تلخ شدہ است، دریں باب دعا مطلوب است۔

کفر کا غلبہ اور رعایا کا اختلاف اس حد کو پہنچ گیا ہے، کہ معلوم ہے، جس کی وجہ میرے لئے کھانا پینا حرام ہو گیا ہے، اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

بادشاہ وقت خود کہہ رہا ہے، کہ کفر کا غلبہ ہو گیا ہے مگر میں عملاً بے بس ہوں، اس وقت خود حضرت شاہ صاحب کی کیا کیفیت تھی، اور وہ مسلمانوں کو اس عذاب و آفت سے نکالنے کے لئے، کس قدر بے چین و مضطرب تھے، اس کا حضرت شاہ صاحب کے، مکتوبات گرامی سے اندازہ ہو جاتا ہے، ان میں حضرت شاہ صاحب، اس ملک کو نہ صرف دار الحرب، بلکہ دار الکفر لکھ رہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی اس رائے یا فتوے کا نسبۃً وضاحت سے، حضرت احمد شاہ ابدالی کے نام خط سے اظہار ہوتا ہے۔ اس خط میں شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

"در ملک ہندوستان غلبہ کفار بایں صورت است کہ در میاں آمد و ضعف مسلمانان بایں صفت، دریں زمانہ بادشاہے کہ صاحب اقتدار و شوکت باشد، و قادر بر شکست لشکر کفار، و دور اندیش جنگ آزمائی، غیر از ملازمان آنحضرت موجود نیست"

ترجمہ: ملک ہندوستان میں کافروں کا غلبہ اس حد تک ہے، جو سامنے آیا اور مسلمانوں کی کمزوری کی یہ حالت، اس زمانہ میں کوئی ایسا بادشاہ، جو شوکت و اقتدار والا بھی ہو، کافروں کے لشکر کو شکست بھی دے سکتا ہو اور دور اندیش بھی ہو۔ جناب والا کے علاوہ [موجود] نہیں ہے۔

اسی خط میں مزید فرماتے ہیں: "ہمت بانہمت را بجانب جہاد کفار ایں نواحی مصروف فرمایند" (۱)

ترجمہ: اپنی عالی اقتدار والی ہمت کو، اس علاقہ کے کافروں سے جہاد کی طرف مشغول فرمائیں۔

اور یہ بالکل واضح ہے، کہ جہاد یا مسلم حکومت و مملکت سے نہیں ہو سکتا، جہاد کے لئے اس ملک کا دار الحرب یا دار الکفر ہونا

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، مرتبہ خلیق احمد نظامی صاحب ص: ۱۲/۱۱ (دہلی ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء)

ضروری ہے۔ اس مکتوب کے ابتدائی سطور بھی اہم اور بڑی معنی خیز ہیں، تحریر ہے:

"وجہ بادشاہان اسلام نعمتے است بغایت عظیم، وموجب نصیب بادشاہان دو چیز است، یکے کسر شوکت کفار وظہور ملت اسلام۔ تا وقتے کہ بادشاہان اسلام جہاد نکنند وبخود اسلام دولت کفار بر ہم نہ زنند، زمین خدائے تعالیٰ دار الاسلام نگردد، کفار بر ضعفائے مسلمین تاختہ، جان ومال ایشاں بر باد فنا دہند" (۱)

ترجمہ: عالی مرتبت بادشاہوں کی موجودگی بہت بڑی، نہایت عظیم نعمت ہے اور بادشاہوں کا مرتبہ بلند کرنے والی دو چیزیں ہیں، کافروں کی شوکت وقوت کو توڑنا اور ملت اسلام کو نمایاں کرنا، جب کہ سلاطین اسلام جہاد نہ کریں اور اسلامی لشکروں کے ذریعہ سے کافروں کا غلبہ ختم نہ کریں، اللہ کی زمین دار الاسلام نہیں ہو سکتی۔ کفار کمزور مسلمانوں پر حملے کر کے، ان کے جان اور مال فنا کی نذر کر رہے ہیں۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ گرامی نامہ سنہ ۷۲-۱۱۷۱ھ (۱۷۵۸ء) کا لکھا ہوا ہے، کیوں کہ ۱۷۵۹ء (۱۱۷۲ھ کے نصف ثانی) میں، احمد شاہ ابدالی ہندوستان آ گیا تھا۔ اسی سے ضمناً یہ بھی معلوم ہو گیا، کہ حضرت شاہ ولی اللہ سنہ ۱۸۵۷ء سے، سو سال پہلے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کا فیصلہ فرما چکے تھے۔

حضرت شاہ صاحب نے نواب عبید اللہ خاں کشمیری کے نام، گرامی نامہ میں بھی (جو بظاہر، مذکورہ بالا خط کے بعد لکھا گیا ہے) اس وقت کے ہندوستان، کو صاف دار الکفر لکھا ہے۔ تحریر ہے:

"رقیمہ سامیہ رسید، واستفسارے کہ از اقامت در دیار جٹ کردہ بودند، معلوم شد

عزیز القدر! از غیب بر دل جمع مکرر داعیہ دعا باستیصال ہر دو فریق فرود می آید۔ زینہار در میان ایشان نباید بود، خبر شرط است، اگر دریں ایام عزم حج کنند از ہمہ بہتر، ہم در دنیا وہم در آخرت، اگر میسر نشود، انتقال از دار الکفر خود ضرور است" (۲)

ترجمہ: گرامی نامہ پہنچا اور سوال جس میں جاٹوں کے علاقہ میں قیام کے متعلق دریافت کیا ہے، معلوم ہوا۔ میرے عزیز! غیب سے ان دونوں فریقوں کے خاتمہ کی، اہتمام سے دعا کا دل پر بار بار تقاضہ ہوتا ہے، اس لئے ہرگز ہرگز ان کے بیچ میں نہ رہنا چاہئے، اطلاع ضروری ہے۔ اگر ان دنوں میں حج کا ارادہ کر لیں، تو سب سے بہتر ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر حج کے لئے جانے کا موقع نہ ہو، تو دار الکفر سے نکل جانا خود بھی ضروری ہے۔

---

(۱) یہ کلمات حضرت شاہ صاحب کے مکتوب بنام ابدالی کی ابتدائی سطور ہیں ملاحظہ ہو، مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ حصہ دوم۔ نسخۂ مؤلف مرتبہ ومکتوبہ شاہ محمد اسحاق چھپتی۔ مگر معلوم نہیں ہیں۔ یہ فقرے ان کلمات نظامی صاحب نے سیاسی مکتوبات میں شامل نہیں کئے۔

(۲) سیاسی مکتوبات صفحہ ۲۰۷ (دہلی ۱۹۶۹ء) پر پروفیسر نظامی نے سیاسی مکتوبات میں دار الکفر کا ترجمہ ہی نہیں کیا، سیاسی مکتوبات میں صرف یہ مبہم ترجمہ ہے: اگر ممکن ہو سکے تو وہاں سے منتقل ہونا ضروری ہے۔۔۔ صفحہ ۱۵۸۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت شاہ صاحب اور ہندوستان کے چند، اور بڑے علماء کی گذارشات پر، احمد شاہ ابدالی نے خاطر خواہ توجہ کی اور حضرت شاہ صاحب کے متوسلین نے بھی، ان ہدایات وخطوط کی تعمیل میں فخر ومسرت محسوس کی، احمد شاہ ابدالی حضرت شاہ صاحب کے مکتوب نیز علمائے ہند کے چند اور مکتوبات اور دعوت ناموں کی وجہ سے ہندوستان آیا، اور پانی پت کے میدان میں، ایک طاقتور اور بھرپور حملہ کرکے، ان قوتوں کے ہندوستان پر قبضہ اور حکومت کے منصوبہ پر ایسی کاری بھرپور ضرب لگائی اور ان طالع آزماؤں کو ایسا کمزور اور بے دست وپا کردیا، کہ وہ سر اٹھانے کے لائق نہ رہے۔

ابدالی ربیع الاول سنہ ۱۱۷۳ھ (یکم نومبر ۱۷۵۹ء) کو پانی پت کے میدان میں پہنچا اور تقریباً ڈھائی مہینہ تک جنگ کے بعد، اواخر جمادی الاول (۱۴ر جنوری ۱۷۶۱ء) مرہٹوں کو شکست فاش دی۔

حضرت شاہ صاحب کی، یہ تدبیر بلاشبہ نہایت کارگر ثابت ہوتی، اگر ابدالی کی تاریخی کامیابی کے بعد، ہندوستان کی سیاسی قیادت اور وزارت عظمیٰ، حضرت شاہ صاحب کے معتمد افراد میں سے، نواب نجیب الدولہ [جو اپنے جنگی تجربہ، دوراندیشی، بے مثال دانش مندی اور حوصلہ کی وجہ سے، احمد شاہ ابدالی کے لئے بھی ایک دریافت کی حیثیت رکھتے تھے] کے سپرد کردی جاتی، تو بعد کے حالات اس سے بہت مختلف ہوتے، جو سامنے آئے، ممکن تھا کہ اس سے مغل خاندان اور حکومت کی عمر میں بھی، خاصا اضافہ ہوجاتا، ابدالی کی بھی یہی رائے تھی، لیکن درباری سازشوں، مغل خاندان اور امراء کے باہمی سخت اختلافات اور عہدہ ومنصب کے خواہشمندوں کی، شاطرانہ چالوں نے، اس انتظام کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ نجیب الدولہ کی جگہ ایک اور، وزیر اعظم منتخب کرلیا گیا، جس کا انجام معلوم ہے۔ مغل خانوادہ کے ارباب اقتدار کی بے دانشی اور صبر واعتماد کے فقدان کی وجہ سے، بات پھر وہیں آگئی جہاں سے چلی تھی، کہ نہ حاکم کو استحکام حاصل تھا، نہ حکومت کو۔ جو دیانت وانصاف، دوراندیشی واستحکام کی بات کرتا، اس کو خودغرض ومطلب پرست کہا جاتا، اہل غرض اور خوشامدیوں کو حکومت وامراء کا مخلص ومددگار سمجھا جاتا تھا۔ اس خودغرضی اور افراتفری کی وجہ سے، بادشاہ اور سربراہان حکومت ایک تماشہ بن کر رہ گئے تھے، کبھی کسی کو حکومت سپرد کی جاتی، کبھی کسی اور کو! آج ایک شہزادہ تخت پر بیٹھتا کل دوسرا، اس کی جگہ لے لیتا، یوں حکومت کا اعتبار اور مغل خاندان کی رہی سہی ساکھ بھی خاک میں مل گئی تھی۔

انگریز بہت دنوں سے اس کھیل کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا، اور اس سے صحیح وقت پر بھرپور فائدہ اٹھانے کی فکر میں تھا۔ اپنی شطرنج کی بہت عیاری کے ساتھ بساط بچھا چکا تھا، اس کے مہرے حرکت میں تھے، لال قلعہ پر قبضہ ان کی بنیادی ترجیحات میں شامل تھا، بالآخر، انگریزوں نے سنہ ۱۸۰۳ء میں دہلی پر باقاعدہ قبضہ کرلیا۔ اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں کی عظمتوں کے نام لیوا اور تخت سلطنت کے دعویدار، انگریزوں کی ماہانہ پنشن پر گزارہ کرنے لگے اور ان کے اشارہ چشم وابرو کے محتاج ہوکر رہ گئے۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ!

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاہ ولی اللہ کے معاصر بڑے علماء اور ان کے وابستگان کے فتاویٰ: حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے دور کے حالات دیکھ کر، اس ملک کی مذہبی شرعی حیثیت کے متعلق، جو رائے ظاہر فرمائی تھی، تقریباً وہی رائے حضرت شاہ صاحب کے نامور معاصر، حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی بھی تھی۔ ان دونوں کی وجہ سے، بلکہ حالات کی اس گرفت کی وجہ سے، جس کے اثرات بد سے بدتر ہوتے جارہے تھے، ان دونوں کے بڑے طاقتور جانشینوں اور نمائندوں کی بھی، یہی رائے اور فتویٰ تھا کہ موجودہ حالات کی وجہ سے، ہندوستان قطعی طور پر دارالحرب ہے۔ ان حضرات میں سے جو اس رائے کے قائل علم و بردار تھے، ان میں حضرت مرزا مظہر کے نمائندہ اور علمی جانشین، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے برگزیدہ اخلاف کرام شامل تھے۔ جس میں حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ رفیع الدین، نیز اس خاندان کے مہر منیر، حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید، مولانا عبدالحی بڈھانوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق کے علاوہ، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مفتی شرف الدین رام پوری (۱) وغیرہ کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ ان ہی فتاوی اور نظریات کی وجہ سے اور خاندان ولی اللہی سے وابستہ، مختلف خطوں میں مقیم درجنوں علماء اور اہل ارشاد و معرفت نے بھی، اسی قسم کے فتاوی تحریر فرما کر، اپنے اکابر کی راہ پر چلنے کا عہد کیا اور اپنے عملی اقدامات سے، ان فتاوی کی توثیق و تصدیق کی۔ ایسے فتاویٰ کی خاصی تعداد ہے، جن کے فوائد و اثرات مختلف حیثیتوں سے ظاہر ہوتے رہے۔

کیا یہ فتوے صرف انگریز کے لئے تھے؟ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے، کہ جب علماء کے ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کے، ابتدائی فتاویٰ کا تذکرہ آتا ہے اور برصغیر ہند کی دینی علمی سیاسی تاریخ پر، ان کے اثرات کا مطالعہ کیا جاتا ہے، تو عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ، ان حضرات کی یہ جدوجہد اور کوشش، انگریزوں اور صرف انگریزوں کے خلاف تھی، اور یہی ان حضرات کے سیاسی نظریات کا بنیادی نقطہ اور مقصد تھا، مگر اس خیال کے لئے کوئی علمی بنیاد موجود نہیں۔ ان حضرات کے فتاویٰ دراصل ان تمام طالع آزما قوتوں، اور ظلم و جبر کی ایسی تمام طاقتوں کے بڑھتے اثرات کی وجہ سے صادر ہوئے تھے، جنہوں نے انگریز کے اس خطہ میں آنے سے پہلے، یہاں مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا تھا، جن کی وجہ سے مسلمانوں کی آبرو اور جان مال کو ہر وقت خطرہ رہتا تھا، جب جس کا جی چاہتا ان کے مردوں کو قتل کرتا، ان کی عورتوں کو بے آبرو کرکے، ان کے مکانات کو نذر آتش کر دیتا تھا، ان حضرات کے پہلے اور بنیادی فتوے، ان ہی لوگوں کی وجہ سے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی تحریروں میں اس کی صراحت ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز کے فتاوی میں بھی، اس کے اشارات مل جاتے ہیں، اس لئے ان تمام فتاویٰ کو صرف انگریزوں کے حکومت و اقتدار سے وابستہ کرنا، دیانت و انصاف نہیں، لیکن یہ صحیح ہے کہ شمالی ہندوستان، خصوصاً دہلی پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد، ان فتاویٰ کا رخ انگریز کی جانب ہو گیا تھا، کیوں کہ وہ

(۱) ان میں چند فتاوی معلوم و مطبوعہ ہیں لیکن اکثر غیر متعارف اور غیر مطبوعہ ہیں جس میں سے چند کی اصل باقی کے فوٹو اسٹیٹ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

فکر ومزاج میں، ان قوتوں سے کسی طرح مختلف نہیں تھے جنہوں نے انگریزوں کے آنے سے پہلے، مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کیا ہوا تھا، انگریزوں کے بھی ملک گیری کے وہی منصوبے تھے، وہ بھی مسلمانوں کو زیر کرکے، جتلائے آلام دیکھنا چاہتے تھے، جس کا انگریزوں سے پہلے یہاں موجود مسلمانوں سے معرکہ آرا قوتیں، اظہار وتجربہ کرا چکی تھیں۔ مگر اس وقت برصغیر کے مسلمان اور مملکت ہند جن مسائل ومشکلات کا شکار تھی، اس کا حل صرف فتوے لکھنے سے ممکن نہیں تھا، اس کے لئے ضروری تھا کہ مسلمان میدان میں آکر عملی جدوجہد کریں، یہی وہ خیال اور منصوبہ تھا، جو اولاً تحریک سید احمد شہید کی صورت میں، دوبارہ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد میں پوری شان سے ظاہر ہوا۔

اگرچہ ان دونوں تحریکات کے جنگی میدانی منصوبے ناکام رہے اور ان سے وہ مقاصد حاصل نہیں ہوئے جن کے لئے ان کا انتظام کیا گیا تھا، لیکن ان کے معنوی فوائد بے شمار ہیں، اس وقت سے آج تک ان تحریکات کے رہنماؤں اور مقاصد سے دلچسپی برقرار ہے، اور ان کے مخلص رہنما، قوم وملت کے لئے نشان راہ کی حیثیت سے، جانے پہچانے جاتے ہیں۔ مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ، اس جدوجہد، خصوصاً ۱۸۵۷ء کی تحریک سے، جو نقصان ہوا تھا وہ ناقابل تلافی ہی رہا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کی تحریک سے ملکی قوتوں کو استحکام تو کیا ملتا، ملکی اشخاص مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ان حقوق ومراعات سے بھی محروم ہو گئے، جو ان کو انگریزوں کے ۱۸۵۷ء سے پہلے کے نظام میں حاصل تھیں۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک کے بعد مغلوں کا برائے نام اقتدار اور قلعۂ معلی کی حکمرانی بھی گزرے وقت کی داستان، اور ملک کی تاریخ کا ایک الم ناک باب بن گیا۔ ملک وملت کی تباہی وبربادی جو کیفیت ہوتی وہ محتاج بیان نہیں۔ لاکھوں لاکھ افراد کو سزائے موت ہوتی، پھانسیاں دی گئیں، یہاں سے ہزاروں لاکھوں افراد کو ہجرت کرنی پڑی، ہجرت، جلاوطنی، کالے پانی کی سزائیں برداشت کیں، تاحیات قید کی نہ ختم ہونے والی اذیت اس کے علاوہ تھی: اور

گھر میرا جو جلتا تھا کچھ لوگ یہ کہتے تھے
کیا آگ سنہری ہے، کیا آنچ سہانی ہے

۱۸۵۷ء کے بعد کے دور استبداد کے تلخ تجربات: ۱۸۵۷ء کی تحریک کے بعد، انگریز اس پورے برصغیر پر قابض ہو گئے تھے، ان کی حکومت ہر سیاہ وسفید کی مالک اور جبر واستبداد کے ہتھیاروں سے مسلح، ایک ایسی جابرانہ اور قاہرانہ قوت تھی، کہ اس کے خلاف آواز نکالنا، بلکہ دم مارنا بھی آسان نہیں تھا، اس لئے اس بڑے معرکہ، ملک وملت کے لاکھوں افراد کی جانوں کی قربانی اور بے شمار آلام ومصائب برداشت کرنے کے باوجود بھی، امتحان باقی رہا اور اس ملک کی شرعی حیثیت میں کچھ تبدیلی نہیں آئی، برصغیر ہند ۱۸۵۷ء کی تحریک سے پہلے جس طرح دارالحرب تھا، اب بھی

اسی طرح رہا، بلکہ ان حالات وحوادث نے، اس کی شدت اور قہرنا کی میں کچھ اضافہ ہی کر دیا تھا۔

فکر وعمل کا ایک اور میدان: یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کی مسلح جدوجہد کے بعد علماء نہ عوام، اس لائق نہیں رہ گئے تھے، کہ حکومت کے سامنے دوبارہ آسکیں، اور اپنے حقوق اور معاملات کے لئے، کوئی بڑا میدانی منصوبہ عمل میں لاسکیں، لیکن جہاں تک رائے اور نظریہ کی بات تھی، اس میں کچھ تبدیلی نہیں آئی تھی، اس لئے اکثر علمائے ہند، خصوصاً خاندان حضرت شاہ ولی اللہ سے وابستہ اور اس دینی علمی اصلاحی کارواں سے منسلک، علماء کی وہی رائے رہی، جو ۱۸۵۷ء سے پہلے تھی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق کے متعدد شاگردوں، مولانا نواب قطب الدین دہلوی، مولانا عبدالقیوم بڈھانوی، مولانا مفتی محمد ایوب پھلتی اور اس خانوادۂ علم وعمل کے، بڑے دینی علمی نمائندوں میں سے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ اکابر علماء کا، اس پر اتفاق تھا کہ یہ ملک اب بھی اسی طرح دارالحرب ہے، جس طرح اس سے پہلے دور میں تھا۔ لیکن ان حضرات کو ۱۸۵۷ء کے تجربہ نے بتادیا تھا، کہ اب جدوجہد کا میدان بدل گیا ہے، موجودہ حالات میں ہتھیار اٹھانا، ملک میں مسلمانوں کے ٹوٹے پھوٹے بکھرے وجود، اور ان کے رہے سہے دینی کام، علماء اور ذمہ داران کو ختم کرنے، اور اجتماعی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اس لئے ہتھیار، جنگ کے نظام اور ارادہ کو، وقتی طور پر فراموش کر کے، ملی تعمیر وترقی کے اور کاموں کو اولیت دینی چاہئے، اس کے لئے پہلی بنیادی ضرورت، عوام کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے، ایک مرتب ومسلسل نظام اور ایک متعین فکر ومزاج کی تشکیل کی تھی، جس کی روشنی میں آئندہ نسلیں بہترین دینی تعلیم وتربیت، معاملات ومعاشرت کی درستگی ورہنمائی، مستقبل کی بہتر نشوونما اور اعلیٰ ترین منصوبوں اور دماغوں کی تشکیل کر سکیں، اس مقصد کے لئے ان علمائے کرام نے جو طریقہ اپنایا، واقعہ یہ ہے کہ ان حالات میں، مسلمانوں کی سرفرازی کے لئے، اس سے بہتر تجویز وانتخاب ممکن نہیں تھا۔

یہ اسلامی دینی تعلیم کے لئے، ایسے مدرسوں کا آغاز تھا، جو حکمرانوں اور ارباب دولت وثروت کی نگاہ کرم کے منتظر وپروردہ نہ ہوں، بلکہ ان کی اساس، حق تعالیٰ کے اعتماد اور توکل علی اللہ پر رکھی جائے، ان کا سفر عام مسلمانوں کے تعاون سے آگے بڑھے، اور منزل مقصود تک پہنچے۔ یہ کوشش کچھ ایسی کامیاب ہوئی، کہ اس کے جلو میں دو چار نہیں، پچاسوں سینکڑوں مدرسوں کا جال بچھ گیا، اور یہ مدارس نہ صرف اس خطہ، بلکہ پورے برصغیر اور بعد میں پوری دنیا کے لئے، ایک نمونہ اور ایسی مثال ثابت ہوئے، جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں تھی۔

اگرچہ یہ مدرسے اپنے قائم کرنے والوں کی زندگی میں ہی، تناور درخت بن کر سایہ دینے لگے تھے، اور اہل دین کا ایک بڑا طبقہ، ان کی ٹھنڈی چھاؤں میں، دنیا وآخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہونے لگا تھا، مگر اس سب کے باوجود، ان

toobaa-elibrary.blogspot.com

مدارس کے منصوبہ ساز، اپنے بنیادی مقاصد سے کبھی بھی (کسی) پہلو غافل نہیں ہوئے، انہوں نے اس ملک کے حال اور مستقبل کے نقشہ میں رنگ بھرنے، اس کے دارالحرب ہونے اور آئندہ کے متوقع سیاسی اقدام کے متعلق، اپنی رائے کا تذکرہ جاری رکھا، وہ اس کو اسی طرح دارالحرب کہتے اور لکھتے رہے، جس طرح اس سے پہلے کہتے تھے، ان حضرات میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے بعد، سب سے ممتاز نام حضرت مولانا گنگوہی کا ہے۔

انگریز کے دور میں ملک کی شرعی حیثیت اور سیاسی تحریکات پر حضرت گنگوہی کے فتاویٰ:

حضرت مولانا گنگوہی کے، انگریز حکومت، اس کی شرعی حیثیت اور اس کی ملازمت وروابط کے حوالہ سے، کم سے کم تین فتوے دریافت ہیں، ان میں سب سے پہلا مفصل اور جامع فتوی وہ ہے، جو مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی نے ترجمہ کر کے سنہ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۳ء) میں دیوبند سے شائع کیا تھا اور فتوی دارالحرب کے نام سے متعارف ہے۔ اس فتوے کا ہندوستان کی دینی علمی تاریخ، خصوصاً سنہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کے، سیاسی احوال اور ان کے متعلقات میں بار بار تذکرہ آتا ہے، مگر جب یہ فتوی شائع ہوا، اس وقت اس کا سوال اور تاریخ تحریر دریافت نہیں ہوئی تھی، اس لئے ان معلومات ومتعلقات کے لئے تلاش وجستجو کی جدوجہد، قرائن وقیاسات پر عمارت کھڑی کی گئی، جس کی وجہ سے اس فتوے پر، جو تبصرے ہوئے اور اس کی جو توضیحات کی گئیں، ان میں کئی روایتیں اور طلاعات ایسی بھی شامل ہوگئی تھیں، جو صحیح نہیں۔ اس لئے اس کے متن کی نسبۃً قدیم نقل کی جستجو، اس فتوے کی تحریر کا سبب، فتوی دریافت کرنے والے عالم کا نام، اور اس کا سنہ تحریر معلوم ہونا بھی بے حد ضروری تھا۔ ان پہلوؤں کی دریافت کے بعد ہی، اس فتوے کی ملی سیاسی تاریخ سے وابستگی اور اس پر اس کے اثرات کا صحیح علم ہوسکتا ہے۔

زیر نظر فتوی اور اس کے متعلق چند مباحث:

آئندہ صفحات میں اس فتوے کا سوال نامہ، اور اس فتوے کا مکمل قدیم ترین معلوم متن پیش کیا جارہا ہے، مگر اس فتوے اور اس کے مفصل سوال نامہ کے مطالعہ سے پہلے، اس موضوع پر حضرت مولانا گنگوہی کے، تینوں معلوم فتووں کے متعلق ضروری معلومات اور ان کے حوالہ سے نقل بعض غلط اور بے اصل اطلاعات کی تحقیق، وتنقیح ضروری ہے، متعلقہ عنوانات یہ ہیں، جس پر آئندہ صفحات میں کچھ گفتگو ہوگی

(۱) اس فتوے کا زمانہ تحریر اور اس کی تحریک ۱۸۵۷ء سے وابستگی کی، روایت کی حقیقت؟

(۲) حضرت مولانا گنگوہی سے یہ فتوی دریافت کرنے والے عالم کون تھے، ان کے احوال اور مشتبہ اطلاعات پر نظر

(۳) اس فتوے کے قلمی نسخے، ان کے کاتب اور ان کے مندرجات

(۴) اس فتوی کی پہلی طباعت، اس کا ترجمہ، حاشیہ اور توضیحات نگاروں کا تعارف

(۵) حضرت مولانا گنگوہی کے اس موضوع [ہندوستان کی انگریز کے دور میں شرعی حیثیت] پر معلوم چند اور فتوے۔

(۶) زیر نظر نسخہ اور اس کی ترتیب

آئندہ صفحات اسی اجمال کی تفصیل پر مشتمل ہیں۔

اس فتوے کے سنہ تحریر اور اس کے ۱۸۵۷ء سے وابستہ ہونے کی اطلاعات پر ایک نظر: حضرت مولانا گنگوہی کا یہ فتوی، انگریزوں کے دور حکومت میں، ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے موضوع پر، برصغیر کے معروف ترین، چند فتوؤں میں سے ایک ہے۔ بعض اہل قلم اور مورخین نے اس کا سنہ ۱۸۵۷ء کے واقعات اور تحریک کے مباحث اور اس کے ماخذ میں بھی شمار کیا ہے۔ مثلاً مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے لکھا ہے۔

"ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا [گنگوہی] کا پہلا فتوی بزبان فارسی، وشائع کردہ مفتی محمد شفیع صاحب، یا تو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے کا ہے، یا اس کے فورا بعد کا، جب کہ پکڑ دھکڑ بڑے پیمانہ پر جاری تھی" (۱)

لیکن یہ خیال اور اطلاع صحیح نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی غالباً اس وجہ سے ہوئی، کہ اب تک اس فتوے کا سوال نامہ اور اس کی تاریخ تحریر وسوال معلوم نہیں تھی، صرف یہ معلوم تھا کہ اس کے مصنف ومفتی حضرت مولانا گنگوہی، ۱۸۵۷ء کی تحریک کے قائدین ومنتدین سے تھے، لہٰذا یہ خیال کر لیا گیا کہ حضرت مولانا نے، یہ فتوی اس تحریک کے دوران، یا اس کے بعد لکھا ہوگا، لیکن اب جب کہ اس کے سوال اور جواب دونوں کی تاریخیں اور سن تحریریں صحیح طور پر معلوم ہو گئے ہیں، اس غلط فہمی کی کوئی وجہ نہیں۔

یہ فتوی تحریک سنہ ۱۸۵۷ء کے (سن عیسوی کے حساب سے) پورے چھتیس سال بعد، وجود میں آیا تھا، اس کے محرک مولانا سعید الدین بن وحید الدین رام پوری [رام پور منہیاران ضلع سہارنپور یوپی] تھے۔ مولانا سعید الدین نے، جو اس وقت سعید آباد، متھرا میں ملازم ومدرس تھے، حضرت مولانا کی خدمت میں، رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں ہندوستان کی اس وقت کی شرعی حیثیت کے متعلق، ایک مفصل سوال نامہ ارسال کیا تھا، حضرت مولانا نے اس کا مفصل جواب لکھا، جو ۷ر شوال ۱۳۱۰ھ [۲۴ر اپریل ۱۸۹۳ء] کو مکمل ہوا اور یہ عجب حسن توارد ہے، کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک کا بھی ۲۴ر اپریل کو آغاز ہوا تھا۔

لہٰذا اس فتوے کا ۱۸۵۷ء کی تحریک اور اس کے واقعات دونوں سے کچھ تعلق نہیں، اس کو ۱۸۵۷ء سے وابستہ کرنا اور اس ضمن میں، اس کا تذکرہ، درست نہیں۔

(۲) اس فتوے کا مولانا سعد الدین کشمیری سے کچھ واسطہ نہیں: اس کے پہلے مرتب وناشر، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے اس کا سوال نامہ ملا، نہ ہی حضرت مفتی صاحب نے اس کا کسی رخ سے کچھ تذکرہ کیا، کہ حضرت

(۱) نقطۃ المصدور اور ہندوستان کی شرعی حیثیت مجموعہ مؤلفات ص ۴۳ (علی گڈھ: ۱۹۶۸ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا گنگوہی سے یہ سوال کس نے کیا تھا، اس موضوع پر سب سے پہلے مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی نے، اپنی تالیف ''علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے'' میں (۱) وضاحت کی ہے اور لکھا ہے کہ۔

''چنانچہ مولانا سعدالدین صاحب کشمیری اور مولانا امان اللہ صاحب کشمیری نے، ہندوستان کے دارالحرب ہونے کے متعلق، حضرت مولانا گنگوہی سے استفتا کیا (۲)

لیکن مولانا محمد میاں صاحب کے اس فقرہ میں شامل، دونوں اطلاعات غلط اور بے ثبوت ہیں۔ وہ علماء جنہوں نے حضرت مولانا گنگوہی سے، ہندوستان کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے، مفصل سوال کیا تھا اور جس کے جواب میں حضرت مولانا نے یہ مشہور فتوی تحریر فرمایا تھا، ان کا نام، سعید الدین تھا، سعدالدین نہیں اور ان کا وطن سہارنپور کا ایک قریبی قصبہ، رام پور منہیاران (ضلع سہارنپور، یوپی) تھا، اس لئے اس فتوے کا مولانا سعد الدین کشمیری سے منتسب ہے جانا ہے۔ اگرچہ مولانا امان اللہ کشمیری اور مولانا سعدالدین کشمیری دونوں، حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے (۳) مگر جہاں تک معلوم ہے، ان دونوں کا اس فتوے سے کچھ تعلق نہیں، مگر ان دونوں کی علمی دنیا میں بوجوہ شہرت تھی، شاید اسی شہرت کی وجہ سے مولانا محمد میاں صاحب کو یہ مغالطہ ہوا۔

---

(۱) علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ کے خاتمہ پر تالیف کی تاریخ اختتام ۲۲ رجب ۱۳۹۹ھ (۔ تعمیر ۳۵۱ھ) درج ہے۔ ص ۳۰۴ جلد اول (مجموعہ کتب، دہلی بلاسنہ)

(۲) علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ص: ۹۶ حصہ اول

(۳) ملاحظہ ہو تذکرہ رشید، فہرست تلامذہ حضرت مولانا گنگوہی ص ۱۹۷ حصہ اول۔ مولانا امان اللہ کشمیری کا تعارف، راقم کی نظر سے نہیں گذرا، مولانا سعدالدین صاحب، قاضی سری نگر کشمیر، کے متعلق چند معلومات مستیاب ہوئیں:

مولانا سعدالدین کشمیری کے قدیم خاندان قضات سے فرزند تھے، اہل علم حضرت مولانا لطف اللہ مدظلہ مدرسی سے پڑھی، درس حدیث حضرت مولانا گنگوہی سے حاصل کیا، غالباً مولانا لطف اللہ صاحب سے استفادہ کے بعد گنگوہ حاضر ہوئے تھے اس سال جب مولانا حکیم محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولانا حکیم رضی الحسن بھی گنگوہ میں حضرت سے صحیح ستہ پڑھ رہے تھے، اور دامن مراد پر کر رہے تھے، اسی زمانہ میں مولانا سعدالدین صاحب بھی خذ فیض کر رہے تھے۔ مولانا عاشق نبی میرٹھی نے، حضرت مولانا گنگوہی سے شرکردوں میں، مولانا کا نسبت مختصر ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے

''مولوی سعدالدین صاحب بھی گنگوہی دربار کے تعمیر یافتہ ہیں، جو آج کل سری نگر کشمیر میں قاضی ہیں۔'' تذکرہ رشید ص ۱۹۷ حصہ اول۔

مولانا سعدالدین صاحب، ایک مرتبہ اپنے رفیق درس، مولانا حکیم رضی الحسن کاندھوی سے ملاقات کے لئے کاندھلہ آئے تھے، مولانا رضی الحسن نے اپنے روزنامچہ میں ۸ محرم ۱۳۴۲ھ (۲۱ اگست ۱۹۲۳ء) کی یادداشت میں، مولانا سعدالدین کے کاندھلہ آنے کی یادداشت لکھی ہے، جو یہ ہے

''مولوی سعدالدین کشمیری، کہ در دورۂ حدیث مدرسہ گنگوہ شریف شریک بود، بعدی سال مدتی شد، بر وادی ''مدنہ'' [روزنامچہ قلمی حکیم رضی الحسن صاحب]

تحریر میں کچھ سہو ہوا، غالباً انیس سال بعد ملاقات ہوئی ہوگی۔

علامہ شبلی نعمانی جون ۱۸۹۸ء (صفر ۱۳۱۵ھ) کے آخر میں کشمیر گئے تھے وہاں مولانا سعدالدین نے علامہ مدتی میزبانی چاہی تھی مگر علامہ نے اس کو پسند نہیں کیا، علیحدہ مکان لیکر قیام کیا، اسی سفر کے دوران علامہ نے اپنی مشہور کتاب الفاروق مکمل کی تھی، جس پر جون ۱۸۹۸ء کی تاریخ درج ہے۔ حیات شبلی، علامہ سید سلیمان ندوی ص ۳۳۴ (اعظم گڈھ ۱۹۹۹ء)

مولانا سعدالدین صاحب کشمیری نے، حضرت گنگوہی سے دریافت فقہی سوالات دوران کے جوابات، فتاوی رشیدیہ میں مختلف مقامات پر درج ہیں۔

بہرحال یہ تو طے ہے کہ اس فتوے کے مستفتی، مولانا سعدالدین کشمیری نہیں، بلکہ مولانا سعیدالدین رام پوری تھے، مگر کونسے سعیدالدین؟ کیونکہ اس وقت رام پور میں بھی سعیدالدین نام کے دو فاضل تھے، دونوں جید عالم تھے، دونوں فقہ وفتاویٰ سے وابستگی رکھتے تھے، ان میں سے ایک حضرت مولانا گنگوہی کے خاندانی عزیز، حدیث میں شاگرد، مرید ومنتسب اور خاص نیازمند تھے۔ دوسرے تھانہ بھون کے فاروقی خاندان کے فرد تھے، مولانا مفتی عبدالقیوم بڈھانوی سے بیعت اور صاحب درس وافادہ شخص تھے۔ اس لئے حتمی اور متعین طور پر یہ معلوم نہیں، کہ ان میں کس نے حضرت مولانا گنگوہی سے، ہندوستان کی شرعی حیثیت کے متعلق سوال کیا تھا، لیکن قرین قیاس یہی ہے، کہ مولانا سعیدالدین خلف مولانا وحیدالدین رام پوری نے دریافت کیا ہوگا؟ وہ حضرت کے معتمد اور قریبی اصحاب میں سے تھے، انہی کی حضرت سے خط وکتابت تھی اور دوسرے صاحب کا مستفتی ہونا بھی غیر متوقع نہیں، ان کو بھی دارالحرب کے موضوع سے دلچسپی تھی، اس لئے یہاں دونوں صاحبان کا مختصر تعارف تحریر ہے، ممکن ہے کہ آئندہ کسی ذریعہ سے ان میں سے کسی ایک کی تعیین ہو جائے، تاہم راقم سطور کا خیال ہے کہ یہ مولانا سعیدالدین بن وحیدالدین رام پوری ہی تھے۔ فتویٰ دارالحرب کے سوال نامہ، یا مکتوب مولانا سعیدالدین کے آغاز پر، حضرت مولانا گنگوہی کے لئے جو اشعار وکلمات درج ہیں، ان سے بھی یہی تاثر ملتا ہے، کہ یہ تحریر وسوال مولانا سعیدالدین (بن حافظ وحیدالدین) کا ہوگا، اس لئے ان کے تعارف کو اولیت دی گئی ہے۔

مولانا سعیدالدین بن وحیدالدین رام پوری: رام پور منہیاران، ضلع سہارنپور (مغربی یوپی) کا ایک پرانا قصبہ ہے، یہاں ایک انصاری خاندان اکبر بادشاہ کے دور میں سہارنپور سے، آکر آباد ہوا تھا، جس میں علم کا سلسلہ دیر تک چلا(۱) اس خاندان کے ایک فرد، مولانا حافظ وحیدالدین رام پوری تھے، جو حکیم ضیاءالدین رام پوری کے غالباً چچازاد بھائی بھی تھے۔

حافظ وحیدالدین ذاکر شاغل اور باخدا شخص اور حضرت حاجی امداد اللہ سے بیعت تھے، حضرت مولانا گنگوہی سے بے تکلف روابط رکھتے تھے اور حضرت سے استفادۂ باطنی بھی کیا تھا، ان کے حضرت مولانا کے نام خطوط سے، حافظ صاحب کی رفعت پرواز کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک خط میں لکھا ہے:

اب سنو! کہ بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے، خصوصاً یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے، اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا، کیوں کہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں ہوئے۔ حق تعالیٰ مبارک فرمائے اور بندہ کو بھی حصہ مل جائے۔ آمین!(۲)

---

(۱) اس خاندان کے ہندوستان آنے اور رام پور سہارنپور میں آباد ہونے نیز اس خاندان کے چند ارباب علم وارشاد کا مختصر احوال "مرآت ناصر نما" (تذکرہ مولانا محمد شفیع ناصر رامپوری) تالیف شاہ فیضان احمد حصہ اول (بریلی: ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء) میں ہے۔

(۲) مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مکتوب: ۱۳۱، ص ۹۸ (طبع اول میرٹھ)۔ مکاتیب رشیدیہ میں حضرت گنگوہی کے حافظ وحیدالدین صاحب کے نام چار گرامی نامے شامل ہیں، مکتوب: ۹۳ تا ۹۶۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ایک اور مفصل گرامی نامہ میں فرماتے ہیں:

''اور وہ کیفیت یہ ہے، کہ اپنے آپ کو روبرو مالک معبود کے جانے اور شرم وحیا طاری ہوجانے، اس کا نام حضور، اور یادداشت ہے، اسی کو لسان شرع میں احسان کہتے ہیں اور یہی نسبت معتبرہ ہے، کہ چل آتی ہے۔

جب اس کا ملکہ خوب ہوجائے، تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین کے بنتی ہے اور اس کا ہی نام ذکر قلبی ہے، اور اس سے پہلے سب مقدمات اس کے ہیں۔ مبارک ہو، پھر مبارک ہو! حق تعالیٰ اس میں ترقی فرمائے اور تمکن فرماوے، بہت شکر کی جگہ ہے، بہت بہت شکر کرنا واجب ہے''(۱)

حافظ وحیدالدین صاحب کے احوال وتاریخ وفات وغیرہ معلوم نہیں۔

مولانا وحیدالدین رام پوری نے حضرت حاجی امداداللہ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ سنہ ۱۳۰۴ھ (۸۷-۱۸۸۶ء) میں مرتب کیا تھا، حضرت تھانوی نے اس کو اردو ترجمہ، مختصر حواشی اور ضروری معلومات کے ساتھ مرتب کرکے، مرقومات امدادیہ کے نام سے، امداد المشتاق کے ساتھ شامل کرکے ۱۳۴۷ھ میں شائع کردیا تھا۔ حافظ صاحب کے فرزند مولانا سعیدالدین تھے۔

ولادت اور تعلیم: مولانا سعیدالدین کی تاریخ ولادت معلوم نہیں، نوعمری سے دینی تعلیم کا آغاز ہوا، جب حضرت حاجی امداداللہ کو اس کی خبر ملی، تو اس پر اظہار مسرت کیا، دعاؤں سے نوازا، اور تحریر فرمایا کہ:

''برخوردار احمد وسعید وغیرہ کے عربی پڑھنے سے بھی فقیر کو فرحت ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کو علم نافع اور عمل صالح نصیب کرے اور عمر دراز اور صاحب قدر کرے''(۲)

حضرت کی دعا بارگاہ الٰہی میں منظور ہوئی، اور مولانا سعیدالدین کو وہ تمام نعمتیں حاصل ہوئیں، جن کے لئے حضرت حاجی امداداللہ صاحب نے دعا فرمائی تھی۔

مولانا سعیدالدین، حضرت مولانا گنگوہی کے ممتاز شاگرد اور جید فاضل تھے، مولانا سعیدالدین کے، اسباق دورۂ حدیث شریف کا ۲۱ رشوال ۱۳۰۴ھ (جولائی سنہ ۱۸۸۷ء) میں آغاز ہوا تھا، غالباً شعبان ۱۳۰۵ھ میں درس مکمل ہوا ہوگا(۳) تعلیم سے فارغ ہوکر متعدد مدرسوں سے وابستہ رہے، سنہ ۳۶-۱۳۳۵ھ (۱۷-۱۹۱۶ء) میں بھوپال چلے گئے تھے، بھوپال میں محرر کی حیثیت سے تقرر ہوا، محنت ودیانت کی وجہ سے تیزی سے ترقی ہوتی رہی، آخر میں مہتمم سائر کل، کے اعلیٰ ترین عہدہ تک

(۱) مکاتیب رشیدیہ، مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ ص ۹۵ [طبع اول، میرٹھ]
(۲) مرقومات امدادیہ [مشمولہ امداد المشتاق] مکتوب ۵۵۔ ص: ۱۱۲، مرتبہ حافظ وحیدالدین رام پوری، بہ شیہ مولانا سعیدالدین رام پوری
(۳) آپ بیتی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ص ۱۴۰ طبع اول، (مکتبہ شیخی سہارنپور ۱۳۷۴ھ)

پہنچے۔ ریاست میں بہت عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ہر طبقہ کے افراد میں پذیرائی حاصل تھی۔

اگرچہ ملازمت کی مصروفیات بہت رہتی تھیں مگر مولانا نے کہیں بھی قیام ہوا، اور کسی بھی ملازمت وخدمت پر فائز رہے ہر جگہ درس حدیث کا معمول بلاناغہ جاری رکھا، طلبہ کی مالی معاشی سرپرستی فرماتے، ان کی ضروریات کا بھی بہت خیال کرتے تھے، دو چار طلبہ کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل رکھتے تھے۔ معروف اہل قلم محمد امین زبیری نے (جنہوں نے مولانا کو قریب سے دیکھا تھا) لکھا ہے:

"وہ دورے میں ہوں یا مقیم، صبح کے وقت دو چار طلباء کو حدیث وفقہ کا درس، ان کا لازمۂ زندگی تھا، ان کے دستر خوان پر چند طلباء خصوصاً ناشتہ اور شب کے کھانے کے وقت، ضرور ہوتے تھے، وظیفہ یاب ہونے کے بعد بھی یہی نظام اوقات تھا" (۱)

مولانا وحید الدین کے، حضرت مولانا گنگوہی سے جو روابط تھے، مولانا سعید الدین میں اس کا پورا اثر آیا، اور مولانا بھی ہمیشہ حضرت مولانا کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ مولانا سعید الدین کے نام حضرت مولانا کے مکتوبات سے ان روابط اور اعتماد کا اندازہ ہوتا ہے، جو حضرت مولانا کو مولانا پر تھا۔ حضرت مولانا کے گرامی ناموں سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ مولانا، حضرت کو اپنے تمام حالات ومسائل سے باخبر رکھتے تھے اور حضرت مولانا حسب ضرورت ہدایت ورہنمائی بھی فرماتے رہتے تھے، حضرت مولانا کے مکتوبات کے بعض مندرجات سے، مولانا کے روحانی کمالات ومرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا نے ایک خط میں تحریر فرمایا ہے:

"اگرچہ تم کو ایسی حالت میں کہ اسباب ظاہری پر نظر نہیں، کچھ لکھنا لغو ہے، مگر تاہم بحکم: الدین النصیحة لکھتا ہوں، کہ بار بار زیارت وطن اور بہانہ دلداری ختن، تدبیر کے خلاف ہے، اگر حق تعالیٰ نے سامان رزق مقرر کر دیا ہے، اس کو متغیر متنکر بنانا اور پرخاش عباد کا سبب ٹھہرانا، قرین مصلحت نہیں، آئندہ جو مناسب جانو" (۲)

دار العلوم دیوبند کی مجلس شوری کے رکن: مولانا سعید الدین صاحب کو، حضرت مولانا گنگوہی کی نسبت اور خاندان حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے قرابت کی وجہ سے، دار العلوم دیوبند سے والہانہ سا تعلق تھا، دار العلوم میں، حضرت گنگوہی کے سرپرستی کے آغاز کے وقت سے، معمول چلا آرہا تھا کہ رامپور گنگوہ وغیرہ سے خانوادہ کا، کوئی فاضل مدرسہ کی شوری کا رکن بنایا جاتا تھا، سب سے پہلے ممبر، مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری تھے، پھر ان کے بھتیجے، مولانا حافظ احمد رامپوری اس کے لئے نامزد کئے گئے، مولانا احمد کی رکنیت شوری کے، (۳) چار سال بعد، ۱۳۲۴ھ میں مولانا سعید الدین بھی مجلس شوری کے لئے

(۱) بھوپال کا علمی جائزہ، مضمون از محمد امین زبیری۔ مشمولہ بھوپال نمبر فکر وآگہی، دہلی۔ مرتبہ رضیہ حامد صاحبہ ص: ۶۹۱ (طبع اول: ۱۹۹۶ء)

(۲) مکاتیب رشیدیہ ص: ۹۶ (۳) دار العلوم کی صد سالہ زندگی، تالیف مولانا قاری محمد طیب صاحب ص: ۱۰۳ (طبع اول دیوبند: ۱۳۸۵ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

منتخب کر لئے گئے تھے، جو اس وقت سے وفات تک، بہت دلچسپی اور اہتمام سے، مدرسہ کی بھرپور خدمت کرتے رہے۔

شوریٰ کے اجلاس کا وقت آتا، تو کئی دن پہلے دیوبند پہنچتے، مدرسہ کے معاملات کو دیکھتے، کاغذات کو جانچتے اور مجلس شوریٰ میں رکھنے کے لئے، ان کی ترتیب وتکمیل فرماتے۔ مجلس کی تجاویز لکھنا اور اس کے متعلق تحریری کام انجام دینا، اپنی سعادت سمجھتے تھے اور کئی دن تک اس میں مشغول، وقت گذارتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی روداد میں، مولانا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"دارالعلوم کی خدمت میں شغف کا حال یہ تھا، کہ مجلس شوریٰ کے ہونے سے چند روز بیشتر، آپ تشریف لاتے تھے، اور وہ تمام کاغذات، جو شوریٰ میں پیش ہونے والے ہوتے تھے، آپ ان کو مرتب فرمایا کرتے تھے۔ جلسہ کے دوران میں، تمام روداد شوریٰ کا لکھنا، تجاویز کا مسودہ بنانا اور بعد میں ان کا صاف کرانا، یہ سب کچھ آپ نے اپنے ہی ذمہ لے رکھا تھا، آپ ان تمام کاموں کو عبادت عظمیٰ خیال فرماتے تھے اور اکثر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر، اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، اپنا بیشتر وقت دارالعلوم کی ان ہی خدمات میں گذارتے تھے" (۱)

اخلاق وعادات ومزاج: علم وفضل، دیانت وسچائی اور خوش خلقی میں ممتاز ومعروف تھے، وسیع القلب تھے، ہر اک فکر وخیال کے افراد سے بے تکلف ملتے اور ضرورت ہوتی، تو نہایت نرمی سے بحث وگفتگو کرتے، تعصب اور شدت مزاج سے بہت دور تھے۔ نصیحت وگفتگو نہایت مؤثر تھی، دینی ودنیاوی وجاہت سے بہرہ ور تھے۔ محمد امین زبیری صاحب نے، بھوپال کے ممتاز علماء میں مولانا کا ذکر کیا ہے، جو لائق مطالعہ ہے۔ لکھتے ہیں:

علماء کے زمرہ میں، مولوی سعید الدین کو بھی شامل کرنا چاہئے، جو دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ بھوپال میں ان کی پوزیشن، ایک سیویلین افسر کی تھی، انہوں نے محرری سے ترقی کی اور ذمہ دارانہ عہدوں پر مامور رہے۔ وہ دورے میں ہوں یا مقیم، صبح کے وقت دو چار طلباء کو حدیث وفقہ کا درس، ان کا لازمہ زندگی تھا۔ ان کے دسترخوان پر چند طلباء، خصوصاً ناشتہ اور شب کے کھانے کے وقت ضرور ہوتے تھے، وظیفہ یاب ہونے کے بعد بھی یہی نظام اوقات تھا۔

نہایت وجیہ خوش لباس اور نفیس طبع تھے۔ ایسے پیرایہ میں نصیحت کرتے تھے کہ مؤثر ہو جاتی تھی، وسیع القلب تھے، ہر خیال کے آدمی سے مخلصانہ وبے تکلفانہ ملتے تھے اور نرمی سے بحث کرتے تھے، متعصبانہ ذہنیت کا پتہ نہ تھا۔ شرعی پائجامہ (جس کا کمر بند گلے میں ہوتا یا اس میں پتلون کی گیٹس لگے ہوتے) قمیص، شیروانی اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے، کبھی کبھی مولویانہ عمامہ اور قبا بھی، بلیرڈ اور کروکے کھیلوں میں مشاق تھے (۲)

---

(۱) روداد، دارالعلوم دیوبند ۱۳۴۷ھ

(۱) بھوپال کا علمی جائزہ۔ مضمون از محمد امین زبیری۔ مشمولہ بھوپال نمبر۔ فکر وآگہی، دہلی۔ مرتبہ رضیہ حامد صاحبہ۔ ص:۶۹۱ (طبع اول: ۱۹۹۶ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

مولانا کا مرتبہ حاشیہ مکتوبات امدادیہ: مولانا کی ایک مختصر سی علمی تحریری خدمت، حضرت حاجی امداد اللہ کے مجموعہ مکتوبات (مرقومات امدادیہ) میں، درج اشخاص کا تعارف ہے۔ یہ مجموعہ مکتوبات، مولانا کے والد، مولانا حافظ وحید الدین رامپوری نے مرتب کیا تھا، حضرت مولانا تھانوی نے مولانا سعید الدین سے، اس میں مذکور شخصیات وعلماء وغیرہ کی تعیین کرائی اور مولانا عبدالحی حیدرآبادی سے، ان مکتوبات گرامی کا ترجمہ کرائے، مرقومات امدادیہ کے نام سے، امداد المشتاق کے ساتھ شائع فرمادیا۔ مولانا شبیر علی تھانوی نے اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''ان مکتوبات میں بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی اس طرح آئے ہیں، کہ فہم مضامین، ان کے حالات معلوم ہونے پر موقوف ہے، بناءعلیہ، جناب مولانا سعید الدین صاحب ابن مولانا محمد وحید الدین صاحب، جامع مکتوبات سے، ان حضرات کے مختصر حالات تحریر فرمانے کی استدعا کی گئی، ممدوح نے نہایت خوشی سے اس کو منظور فرمایا(۱)

وفات: مولانا سعید الدین کی بھوپال میں ۲۴ ذی قعدہ سنہ ۱۳۴۷ھ (۳ مئی سنہ ۱۹۲۹ء) کو وفات ہوئی (۲) وہیں دفن کئے گئے۔ علمی دینی حلقوں میں مولانا کی وفات کا گہرا صدمہ ہوا، مولانا سے جو ایک فیض جاری تھا، اس کے ختم ہونے پر تاسف ظاہر کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند نے، جس کی مجلس انتظامیہ کے، مولانا تقریباً چوتھائی صدی تک رکن رہے، مولانا کی کمی کو بہت محسوس کیا۔ دارالعلوم کی روداد میں مولانا کا تذکرہ ہوا، اور مولانا کی وفات سے مدرسہ کے لئے، جو خلا پیدا ہوگیا تھا، اس کا خاص اہتمام موتذکرہ کیا گیا۔ روداد کا مفصل اقتباس درج ذیل ہے:

اس حادثہ [مولانا احمد نانوتوی، مہتمم دارالعلوم، دیوبند کی وفات] کے چند ماہ بعد ہی، حضرت مولانا سعید الدین صاحب مرحوم، رامپوری مشیر المہام ریاست بھوپال کی وفات ہوگئی، جس سے مجلس شوریٰ کے کاموں میں، زبردست کمی اور نقصان اہل بصیرت نے محسوس کیا۔ مولانا سعید الدین صاحب مرحوم رامپوری، دارالعلوم کے ان قدیم ممبران میں سے تھے، جو حضرت گنگوہی کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔

آپ کی تمام عمر، مدرسہ کی جاں نثاری، ہمدردی وخیر خواہی میں گذری۔ اس کے ساتھ آپ کا علم وفضل، راستبازی، وجاہت دینی ودنیوی، خوش خلقی ومروت، ایسے اوصاف تھے، جن میں آپ یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ آپ کا تعلق بحیثیت ریاست بھوپال میں ہونے کے، بظاہر شغل درس وتدریس خاطر خواہ نہ تھا، مگر باوجود اس کے، اس

---

(۱) حاشیہ صفحہ ۲ مرقومات امدادیہ (مطبع مجتبائی، طبع اول، ۱۳۴۷ھ)

(۲) تاریخ وفات (مفصل تاریخی یادداشت نامہ) تحریر وتالیف، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی، فوٹو اسٹیٹ نسخہ مؤلف مملوکہ راقم سطور

toobaa-elibrary.blogspot.com

زمانہ میں بھی آپ اس مشغلہ سے خالی نہ رہے، ایک دو طالب علم آپ کے مکان پر حاضر ہوکر، حدیث وتفسیر، اصول فقہ اور فقہ وغیرہ کی، بڑی بڑی کتابیں آپ سے پڑھتے رہتے تھے۔

دارالعلوم کی خدمت میں شغف کا یہ حال تھا، کہ مجلس شوریٰ کے ہونے سے چند روز پیشتر، آپ تشریف لاتے تھے، اور وہ تمام کاغذات، جو شوریٰ میں پیش ہونے والے ہوتے تھے، آپ ان کو مرتب فرمایا کرتے تھے۔ جلسہ کے دوران میں تمام روداد شوریٰ کا لکھنا، تجاویز کا مسودہ بنانا اور بعد میں ان کو صاف کرانا، یہ سب کچھ آپ نے اپنے ہی ذمہ لے رکھا تھا، آپ ان تمام کاموں کو عبادت عظمیٰ خیال فرماتے تھے، اور اکثر تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، اپنا بیشتر وقت دارالعلوم کی ان ہی خدمات میں گذارتے تھے۔ فتنۂ اختلاف ۱۳۴۴ھ میں آپ نے جس سرگرمی سے دارالعلوم کی حمایت واعانت میں، غیر معمولی حصہ لیا، اس کے لئے القاسم والانصار شورائے مقابل شاہد عدل ہیں، اسی لئے مولانا کی وفات کا صدمہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ودیگر ارکان مدرسہ، اور تمام جماعت دارالعلوم نے، غیر معمولی طور پر محسوس کیا اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی وفات سے، مدرسہ کی اور مجلس شوریٰ کی قوت انتظامیہ، وہیئت ترکیبیہ کو جو نقصان عظیم پہنچا، اس کی تلافی آج تک نہ ہوسکی، فی زمانہ ایسے مخلص کارکن کہاں۔ حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرماکر، آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

دارالعلوم میں جب آپ کی وفات کا تار پہونچا، طلبہ ومدرسین وملازمین نے ملکر، قرآن خوانی وکلمہ طیبہ کا ختم کرکے آپ کے لئے ایصال ثواب کیا" (۱)

مولانا سعید الدین بن علیم الدین رامپوری: مولانا سعید الدین کے عہد میں، رام پور میں اسی نام کے ایک اور عالم بھی تھے، جو مولانا علیم الدین، بن شیخ احمد بخش کے فرزند، اور تھانہ بھون کے اس معروف فارقی خاندان کے فرد تھے، جس سے تھانہ بھون کے، مشہور علماء اور مشائخ وابستہ ہیں (۲) یہ خاندان سنہ ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں، تھانہ بھون کی بربادی کے بعد، رامپور آکر آباد ہوگیا تھا۔

مولانا سعید الدین کی نسبت مولانا کی تحریروں سے چند مختصر سی ناتمام معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مولانا سعید الدین، مفتی عبدالقیوم بڈھانوی سے بیعت تھے (۳) غالباً کچھ دنوں بھوپال میں بھی قیام رہا تھا، مولانا سعید الدین کو ہندوستان کی

---

(۱) روداد، دارالعلوم دیوبند ..... سنہ ۱۳۴۷ھ ..... ص: ۱۷۔

(۲) مولانا معز الدین فاروقی کا، دادھیالی نسبیالی نسب نامہ ان اوراق پر مفصل درج ہے، جو مولانا کی مملوکہ شامی [حاشیہ درمختار] کے ساتھ شامل ہیں۔ یہ نسخہ مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور میں محفوظ ہے۔

(۳) مولانا عبدالقیوم سے بیعت کا واقعہ، اور مفتی عبدالقیوم صاحب کی عنایت کی ہوئی ایک مفصل سند بیعت بھی، مولانا سعید الدین نے اپنی تحریرات میں نقل کی ہے۔ مولانا کی مذکورہ تمام تحریروں کے فوٹو اسٹیٹ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

شرعی حیثیت کے مباحث سے دلچسپی تھی، مولانا نے مولانا قاضی محمد ایوب پھلتی کا، رسالہ دارالحرب بھی ۱۳۰۰ھ میں نقل تھا، [یہ نسخہ مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔] ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) تک حیات تھے۔

مولانا کو فقہ حنفی سے ذوق تھا، شامی پر مولانا کے مختصر اشارات وافادات درج ہیں۔ مولانا کے تعلیم وتلمذ وغیرہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں اور مولانا کے حضرت مولانا گنگوہی سے، کسی رابطہ کی بھی ہنوز کوئی اطلاع دستیاب نہیں، اس لئے قرین قیاس ہے کہ، حضرت مولانا گنگوہی کے نام سوال اور مکتوب، مولانا سعید الدین خلف مولانا وحید الدین کا ہے۔ بہ ظاہر موخر الذکر، مولانا سعید الدین (بن علیم الدین) کا اس فتوے سے کچھ تعلق نہیں۔

اس فتوے کے قلمی نسخے: اس فتوے کی اگرچہ تحریر کے فوراً بعد، نقلیں شروع ہوگئی تھیں، خود حضرت مولانا گنگوہیؒ نے اپنے فتوے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے: میں یہ مسودہ بھیج رہا ہوں امید کہ اس کی نقل لینے کے بعد، اصل تحریر یہاں واپس بھیج دیں گے، کیوں کہ یہاں بھی کچھ لوگ اس نقل کا ارادہ رکھتے ہیں:

"ایں مسودہ راروانہ می کنم، امید کہ بعد نقلش، روانہ این صوب فرمایند کہ بعض مردم این جا، ہم قصد نقلش می دارند"

حضرت کے تلامذہ اور متوسلین کا معمول بھی یہی تھا، کہ وہ حضرت مولانا کی اکثر اہم تحریروں اور فتاوی کی نقل محفوظ کرنے کی، کوشش کرتے تھے، بہ ظاہر اس پر بھی، متعدد حضرات نے توجہ فرمائی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ حضرت کی وفات کے ایک عرصہ بعد تک، اس کی متعدد نقلیں موجود تھیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے مطبوعہ نسخہ کی تمہید میں لکھا ہے:

"حضرت کے اقارب وتلامذہ میں، دوسرے متعدد حضرات کے پاس بھی، اس کی نقلیں موجود ہیں"

مگر افسوس کہ اب ان میں سے اکثر نقلیں معدوم اور بے نام ونشاں ہوچکی ہیں، صرف دو قدیم ومعتبر قلمی نسخے معلوم ہیں، پہلا حضرت مولانا گنگوہی کے ایک پرانے شاگرد اور مجاز طریقت، مولانا صادق الیقین صاحب کرسوی(۱) کی باقی ماندہ

---

(۱) مولانا صادق الیقین خلف مولانا سراج الیقین۔ کرسی ضلع بارہ بنکی میں ولادت ہوئی، مولانا حکیم محمد حسین سے متوسطات، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے، مدرسہ جامع العلوم کان پور میں درسیات کی اکثر کتابیں اور معقولات پڑھیں۔ کان پور سے کاندھلہ آئے، مولانا حکیم صدیق احمد کاندھلوی نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اس میں پڑھا، (مولانا صادق الیقین کے اپنے والد کے نام خطوط میں اس کی تفصیلات لکھی ہیں، جو راقم نے پڑھے ہیں اور ان کے فوٹو اسٹیٹ میرے پاس موجود ہیں۔) مولانا صدیق احمد کاندھلوی کی رہنمائی میں، حضرت مولانا رشید احمد کی خدمت میں گنگوہ میں حاضر ہوئے، حضرت مولانا سے حدیث شریف مکمل کی۔ حضرت مولانا گنگوہی، مولانا کی ذہانت وذکاوت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

اول اپنے والد سے بیعت ہوئے، سنہ ۱۳۱۰ھ میں حج کے لئے حاضر ہوئے حضرت حاجی امداد اللہ سے شرف بیعت حاصل کیا، مکہ مکرمہ میں قرأت وتجوید میں کمال حاصل کیا۔ مدینہ منورہ میں شیخ ظاہر علی وتری سے اجازت حدیث اور سند لی۔ مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی سے بھی اجازت وسند حاصل کی۔ حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے، یہ سفر اصلاح باطن بیعت اور استفادہ کے لئے ہوا تھا، لمبے عرصہ تک حضرت مولانا سے استفادہ کیا اور اجازت وخلافت حاصل فرمائی، اتباع سنت میں نہایت کامل تھے۔

شوال سنہ ۱۳۳۳ھ (ستمبر ۱۹۱۵ء) میں ہجرت کے ارادے سے مکہ معظمہ پہنچے، حج کے فوراً بعد ۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ (نومبر ۱۹۱۵ء) کو مکہ معظمہ میں وفات ہوگئی۔ معلومات کے لئے مولانا کے والد مولانا شاہ سراج الیقین کی مؤلفات: شمس العارفین ۹۴-۹۵ (فضل المطابع ہردوئی) ۱۳۳۳ھ اور سراج وہاج (سفرنامہ حج، خدا بخش لائبریری جرنل (شمارہ ۷۵-۷۷) نیز مولانا پر، راقم سطور نور الحسن راشد کاندھلوی کا مضمون مندرجہ سہ ماہی احوال وآثار، کاندھلہ۔ شمارہ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ/ اگست ۱۹۹۴ء ملاحظہ ہو۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

چند کتابوں میں شامل ہے، دوسرا نسخہ جو علامہ انور شاہ کشمیری کے قلم سے ہے، خانقاہ رحمانیہ مونگیر (بہار) میں محفوظ تھا، اس نسخہ کا عکس مولانا منت اللہ مونگیری نے ''ہندوستان اور دار الحرب'' کے نام سے شائع کر دیا تھا۔ دونوں کا تعارف درج ذیل ہے:

نسخہ کرسی، مکتوبہ ۱۳۲۲ھ: اس فتوے کا خانقاہ نجاتیہ کرسی (ضلع بارہ بنکی) میں موجود نسخہ قدیم ترین معلوم نسخہ ہے۔ یہ ایک مجموعہ [تحریرات ورسائل] میں شامل ہے جو تمام حضرت مولانا گنگوہی کے چند اہم ترین جوابات ومکتوبات پر مشتمل ہے، اس مجموعہ کا تصوف، اصطلاحات تصوف اور مشائخ وصوفیاء کے متعلق، خلیفہ ابو محمد محی الدین کے ایک مفصل سوالنامے اور اس کے نہایت جامع جواب سے آغاز ہوا ہے، اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی، حضرت مولانا سے وہ اہم خط وکتابت نقل کی ہے، جو بعد میں تذکرۃ الرشید میں شائع ہوئی تھی۔ بعد ازاں یہ فتوی اور اس کا سوال نامہ نقل کیا گیا ہے، جو [صفحہ ۳۵ کے نصف آخر سے صفحہ ۴۶ کے اختتام تک] ساڑھے آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، آخری ڈیڑھ صفحہ میں سجدہ غیر اللہ کے سلسلہ میں، مولانا احمد حسن مراد آبادی کے ایک سوال کا جواب نقل ہے، گویا یہ مجموعہ کل سینتالیس صفحات میں ہے۔ تحریر پختہ مگر رواں ہے، ترقیمہ کاتب درج نہیں، لیکن صفحہ ۱۷ کے حاشیہ پر یعنی خلیفہ ابو محمد محی الدین۔ کے سوال کے جواب کے اختتام پر، کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت لکھا ہے۔

''بقلم ناچیز محمد احمد عفی عنہ..... المرقوم، ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۲۲ھ یوم پنجشنبہ وقت ۷ بجے صبح''

فی صفحہ سترہ سے بیس تک سطریں ہیں، پہلے سترہ صفحات کے حواشی پر، خلیفہ ابو محمد محی الدین کے سوالات کا جواب نقل ہوا ہے، درمیان سے دو تین کے علاوہ اکثر صفحات کے حاشیے سادہ ہیں۔

نسخہ مونگیر، مکتوبہ بدست حضرت علامہ انور شاہ کشمیری: اس فتوے یا رسالہ کا ایک عمدہ صاف نسخہ، شہرۂ آفاق جلیل القدر عالم اور محدث، علامہ انور شاہ کشمیری کے قلم سے، خانقاہ رحمانیہ مونگیر، کے ذخیرہ میں محفوظ تھا، اس ذخیرہ کا یہ نسخہ مولانا عبد الماجد صاحب (کمراؤں ضلع دربھنگہ، بہار) کی خانقاہ کی لائبریری کو عنایت کی ہوئی، کتابوں میں شامل ہے۔ مولانا منت اللہ رحمانی صاحب نے اس نسخہ کا عکس، خانقاہ مونگیر سے سنہ ۱۳۸۳ھ (۶۴-۱۹۶۳ء) میں، عمدہ آرٹ پیپر پر شائع کر دیا تھا۔ یہ طباعت صرف آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، پہلا صفحہ سرورق کا ہے، دوسرے پر کتب خانہ رحمانیہ کا فوٹو ہے، تیسرے چوتھے صفحہ پر، مولانا منت اللہ رحمانی کے قلم سے، اس نسخہ کی وجہ اشاعت اور اس کا تعارف: ''تقریب'' کے عنوان سے درج ہے۔ تین صفحات پر حضرت شاہ صاحب کا مکتوبہ نسخہ، یا فتوی آیا ہے، آخری صفحہ سادہ ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مولانا منت اللہ رحمانی نے اس کو، حضرت شاہ صاحب کی تالیف سمجھا ہے اور اسی حیثیت سے شائع بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت (علامہ انور شاہ کشمیری) کی ایک علمی تحریر جس کا تعلق ہندوستان کے دار الحرب

ہونے سے ہے، آپ کے ایک لائق شاگرد، جناب مولانا عبدالماجد صاحب کمراؤں ضلع دربھنگہ، کے ذریعہ حاصل ہوئی اور الحمدللہ، کہ آج اس کی اشاعت کی سعادت نصیب ہورہی ہے

حضرت شاہ صاحب نے اپنی اس تحریر میں، سب سے پہلے، کسی ملک کے دارالاسلام یا دارالحرب ہونے کی، اصل وبنیاد بیان کی ہے"

سمجھ میں نہیں آتا، کہ مولانا منت اللہ رحمانی صاحب جیسے جید فاضل اور باخبر عالم کو، اتنا بڑا مغالطہ، کس طرح ہوا، یا تو مولانا رحمانی صاحب، حضرت مولانا گنگوہی کے اس فتوے سے واقف ہی نہیں تھے، یا اس کا مطبوعہ نسخہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، ورنہ ایسا دعویٰ نہ فرماتے، جس کا ثابت کرنا ممکن نہیں۔ بلاشبہہ یہ تحریر یا فتویٰ، حضرت علامہ انورشاہ کے قلم سے ہے، مگر یہ حضرت علامہ کی اپنی تالیف یا افادہ نہیں ہے، بلکہ حضرت علامہ نے، ان صفحات میں حضرت مولانا گنگوہی کا وہی معروف فتویٰ نقل کیا ہے، جو بعد میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ذریعہ سے، شائع ہوکر عام ہوا۔ مولانا رحمانی کی اس فروگذاشت پر، مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے متوجہ اور متنبہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

"اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، کہ یہ تحریر لکھی ہوئی حضرت الاستاد کے ہاتھ کی ہی ہے، لیکن ساتھ ہی اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا کہ حضرت الاستاذ اس کے صرف ناقل ہیں، مصنف نہیں، کاتب ہیں، صاحب تحریر نہیں، اس بنا پر اس تحریر میں جو کچھ درج ہے، اس کو شاہ صاحب کی رائے یا فتویٰ قرار دینا، قطعاً غلط ہے(۱)

نسخہ مونگیر اور نسخہ مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب میں، کوئی بڑا بنیادی فرق نہیں ہے، بلکہ کئی مرتبہ یہ خیال آتا ہے کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو جو نسخہ ملا تھا، وہ غالباً حضرت علامہ کے مکتوبہ نسخہ، یا ایسی کسی کا اصل پر مبنی ہے، جس سے دونوں نسخے نقل کئے گئے ہیں۔ بہرحال یہ نسخہ جو مولانا منت اللہ نے شائع کیا ہے، نہ حضرت علامہ کشمیری کی تالیف ہے، نہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مذکورہ فتویٰ کے علاوہ، کوئی اور یہ تحریر! یہ وہی فتویٰ ہے جو حضرت مولانا گنگوہی نے، مولانا سعیدالدین کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ مولانا اکبرآبادی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

"اب آپ حضرت شاہ صاحب کی تحریر کو، حضرت گنگوہیؒ کی تحریر کے ساتھ ملا کر پڑھئے، تو معلوم ہوگا کہ اول الذکر مؤخرالذکر کی حرف بحرف نقل ہے، فرق اگر ہے تو صرف اس قدر، کہ فتوے کے ناقل، چوں کہ حضرت شاہ صاحب خود ہیں، اس لئے املا اور کتابت کے اغلاط سے، یہ تحریر بالکل پاک وصاف ہے"(۲)

نسخہ مطبوعہ دیوبند اور مطبوعہ مونگیر کے مقابلہ سے، یہ حقیقت بالکل بے غبار ہوجاتی ہے کہ دونوں کی اصل ایک ہے اور

(۱) نفثۃ المصدور ——— اور ——— "ہندوستان کی شرعی حیثیت" مولانا سعید احمد اکبرآبادی ص:۳۲ (علی گڈھ:۱۹۶۸ء)

(۲) ہندوستان کی شرعی حیثیت ص:۳۳

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان دونوں میں جو جزوی اختلاف ہے، وہ راقم سطور کے مرتبہ نسخہ کے حاشیہ میں درج دونوں کے اختلافات سے واضح ہوجائے گا۔(۱)

خلاصہ یہ ہے کہ مونگیر سے شائع رسالہ: ''ہندوستان اور دارالحرب'' کا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے کتابت کے علاوہ کسی اور پہلو سے انتساب درست نہیں، یہ حضرت مولانا گنگوہی کا وہی معروف فتویٰ ہے، اس لئے نسخۂ مونگیر کو بھی اس فتوے کے بنیادی نسخوں میں شمار کیا جانا چاہئے۔

طبع اول، دیوبند، ۱۳۵۲ھ: اس فتوی کی پہلی اشاعت وہ ہے، جو مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی کے ترجمہ اور حاشیہ کے ساتھ اول مفتی صاحب کے رسالہ، ماہ نامہ المفتی دیوبند میں مضمون کی صورت میں چھپی تھی، اس کے بعد، ''فیصلة الاعلام فی دارالحرب ودارالاسلام..... المعروف بہ..... کیا ہندوستان دارالحرب ہے''؟ کے نام سے، دارالتبلیغ دیوبند سے ۱۳۵۲ھ (غالباً جمادی الاولیٰ، اگست وستمبر سنہ ۱۹۳۳ء) میں، کتابی صورت میں شائع ہوئی۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس فتویٰ کا اردو ترجمہ کیا، حوالوں کی مراجعت کی، چند توضیحات اور اضافے، مولانا مفتی محمد سہول بھاگلپوری (۲) صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی کئے۔ یہ اس نسخہ کی اب تک کی واحد کتابی اشاعت ہے، اگرچہ اس رسالہ یا اشاعت سے نقل ہوکر، یہ فتوی اور جگہ بھی چھپا ہے، مگر ان متأخر اشاعتوں پر اعتماد صحیح نہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب کا چھاپا ہوا نسخہ سولہ صفحات کا ہے، پہلا صفحہ سرورق کا ہے، دوسرے پر، مولانا محمد شفیع کی مرتبہ تمہید ہے، صفحہ ۲ سے ۱۴ تک فارسی فتوی اور ترجمہ اور حاشیے درج کئے گئے ہیں۔ اب اس طباعت کے نسخے بھی کم یاب ہیں، تاہم ہمارے ذخیرہ میں، اس طباعت کا صاف ستھرا ایک عمدہ نسخہ موجود ہے (۳)

اس طباعت کے متعلق، مولانا محمد میاں صاحب کی اطلاعات درست نہیں: مولانا محمد میاں صاحب نے اپنی کتاب، ''علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارناموں'' میں اس فتوے (مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند) کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، وہ غلط فہمی ہی نہیں بلکہ تہمت کے زمرہ میں آسکتا ہے۔ مولانا نے لکھا ہے:

---

(۱) یہ اختلافات تبع، زیر نظر طباعت میں درج نہیں کئے گئے، ان کے وہ اشاعت ملاحظہ ہو، جو صرف اسی نسخہ اور اس کے متعلقات پر مع اس متن اور ترجمہ کے علیحدہ شائع ہوئی ہے۔ (نور)

(۲) مولانا محمد سہول عثمانی بھاگل پوری سنہ ۱۸۷۴ء (۹۱-۱۲۹۲ھ) سن ولادت ہے ۱۴ رجب سنہ ۱۳۶۷ھ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۴۸ء کو وفات ہوئی، مفصل حالات کے لئے دیکھئے حیات مولانا محمد سہول عثمانی بھاگل پوری، مؤلفہ محمد تسیم الدین فیروزی (کراچی: ۱۹۷۶ء)

(۳) یہ نسخہ میرے والد ماجد مدظلہ کے ایک ہم سبق اور خاص دوست، مولانا محمد عاقل الہ آبادی (سابق آرگنائزر، جمعیۃ علمائے ہند) کا مملوکہ ہے، مولانا عاقل صاحب کے قلم سے اس کے آخری صفحات پر مفصل حاشیے لکھے ہوئے ہیں۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

''حضرت امام ربانی نے نہایت مبسوط اور مدلل فتوی فارسی زبان میں تحریر فرمایا، جس کی اشاعت کانگریسی وزارتوں سے پہلے ناممکن رہی، اور جیسے ہی (۱۹۳۷ء میں) کانگریس وزارت قائم ہوئی، تو بازار کے چلنے والی چیز تصور کر کے، اس کو ایسے بزرگ نے شائع فرمایا، جن کا مسلک اس فتوے کے خلاف ہے۔ پھر آخر میں شمس الہدیٰ پٹنہ کے سابق پرنسپل نے، ایک صفحہ کا بے معنی فتوی لگا کر مجمل میں ٹاٹ کا پیوند لگا دیا'' (۱)

افسوس کہ مولانا محمد میاں نے اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر ناانصافی اور زیادتی ہے، اس میں جو باتیں کہی گئی ہیں بلاشبہ وہ سب غلط ہیں:

الف: یہ فتوی کانگریس کی وزارت بننے سے چار سال پہلے، سنہ ۱۳۵۲ھ غالباً جمادی الاولی (اواخر اگست/ستمبر ۱۹۳۳ء) میں شائع ہو چکا تھا، کانگریس کی یوپی میں پہلی وزارت، وسط سنہ ۱۹۳۷ء (وسط ۱۳۵۶ھ) کے بعد قائم ہوئی تھی، (۲) اس لئے مفتی صاحب کی اس خدمت واشاعت کو کانگریسی وزارتوں سے جوڑنا ناواقفیت اور بے خبری، یا شاید مسلم لیگ اور اس کی جدوجہد سے وابستہ علماء سے، کھلی نفرت اور صاف تعصب پر مبنی ہے۔

ب: مولانا مفتی محمد شفیع نے اس فتوے کو اس کے دینی ملّی مفادات کی وجہ سے نہیں، بلکہ بازار کی چلنے والی چیز سمجھ کر شائع کیا تھا۔ حالاں کہ اگر دیکھئے تو اس سولہ صفحہ کی مختصر سی، کتاب کی اشاعت سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو (بشرطے کہ یہ کتاب بہت جلد اور تیزی سے فروخت ہوگئی ہو) زیادہ سے زیادہ دس بارہ روپے کی بچت ہوئی ہوگی، جو مفتی صاحب کے لئے کوئی بات نہیں تھی، لہذا یہ بات بھی بے جا اور نامناسب ہے۔

ج: یہ بھی سراسر الزام ہی ہے، کہ اس فتوے کے مرتب وناشر (مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) کا عمل اس فتوے کے خلاف تھا، بلکہ جس کسی نے حضرت مولانا گنگوہی کے اس موضوع کے فتاوی کو توجہ سے پڑھا ہے، وہ جانتا ہے کہ حضرت گنگوہی کا مسلک ہی وہی تھا، جس پر مفتی شفیع وغیرہ کا عمل تھا، حضرت مولانا گنگوہی، اس وقت سیاسی تحریکات کے حق میں اور ان کے ہم نوا نہیں تھے۔ بعد میں حالات نے کیا رخ اختیار کیا، اس کی کیا وجوہات واسباب تھے، وہ ایک الگ بحث ہے۔

د: مولانا محمد میاں صاحب نے، مولانا مفتی محمد سہول صاب کا تعارف بھی اس طرح کرایا ہے، جس سے مفتی صاحب کے لئے غلط تاثر پیدا ہوتا ہے، اس فتوے کا حاشیہ لکھتے وقت مولانا محمد سہول دار العلوم کے اعلی درجہ کے مدرس اور صدر مفتی تھے۔ نیز مولانا محمد سہول، مولانا لطف اللہ علی گڈھی، مولانا محمد حسن کانپوری اور محمد فاروق چڑیا کوٹی کے علاوہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن کے بھی خاص شاگرد تھے، حضرت مولانا گنگوہی سے تلمذ کی بھی ایک روایت ہے، کثیر استفادہ تو بہر حال ثابت ہے۔ مولانا

---

(۱) علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے صفحہ ۹۶۔ حصہ دوم

(۲) بعض معلومات کے لئے دیکھئے یادایام (آپ بیتی) نواب سعید احمد خاں (نواب چھتاری۔ جو اس وقت یوپی کے گورنر تھے) حصہ دوم (علی گڈھ: بلاسنہ نیز آپ بیتی (آپ بیتی) ڈاکٹر راجندر پرشاد۔ سابق صدر جمہوریہ ہند (دہلی ۱۹۶۱ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالعلوم میں مدرس رہے، اس کے بعد حضرت شیخ الہند کے حسب ہدایت اور مختلف مقامات پر درس دیا۔ مولانا شیخ الہند کی ہدایت پر، مدرسہ عالیہ کلکتہ وابستہ ہوئے، پھر ثمس الہدی پٹنہ کے پرنسپل کے لئے انتخاب ہوا، پھر دارالعلوم دیوبند کے بلانے پر دوبارہ دیوبند آ گئے تھے، لہٰذا مولانا سہول صاحب کو صدر مفتی دارالعلوم لکھنا چاہئے تھا۔

مولانا محمد سہول صاحب نے اس تحریر میں صرف یہ لکھا ہے کہ، میں نے خود حضرت مولانا گنگوہی سے سنا ہے کہ ''ہندوستان دارالامان ہے'' مولانا سہول نے ساتھ ہی اپنی رائے بھی لکھ دی ہے، کہ ہندوستان سے ہجرت کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ صراحت نہیں ملی، مگر قرائن سے واضح ہے کہ ہندوستان کی شرعی حیثیت کے متعلق، حضرت مولانا گنگوہی کی جس زبانی روایت کا، مولانا محمد سہول نے ذکر کیا ہے، وہ دراصل حضرت مولانا گنگوہی کے، اس مفصل فتوے کا حاصل اور ترجمانی ہے جو فتوی مجلس الانصار (دارالعلوم دیوبند) کے پہلے سالانہ جلسہ، منعقدہ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۹ھ (اپریل ۱۹۱۱ء) میں پڑھا اور سنا گیا تھا۔ بعد میں مجلس الانصار کی روداد میں بھی شائع کیا گیا تھا، اس وقت تک اکابر علمائے ہند کی متفقہ رائے تقریباً یہی تھی، جو اس فتوے میں درج ہے اس میں جو تبدیلی آئی وہ بعد کے حالات کا اثر تھا، اس لئے مولانا محمد سہول کی اس رائے اور حاشیہ پر ناگواری، بے محل معلوم ہوتی ہے۔

میرے خیال میں، اس اندراج کے ساتھ ہی، مولانا محمد میاں صاحب کو یہ اعتراف بھی فرمانا چاہئے تھا کہ مولانا محمد سہول کی ہجرت نہ کرنے کے متعلق، رائے بالکل درست تھی، تحریک ہجرت سے ہندوستان کے مسلم نوجوانوں کو، جو غیر معمولی اور ناقابل تلافی نقصان ہوا اور اس بے مقصد ہجرت کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہزاروں، مسلمان نوجوان جس طرح خانماں برباد ہوئے، اس کو برصغیر کی ملی تاریخ کا ایک المیہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے مولانا محمد سہول کی اس رائے اور حاشیہ پر ناگواری بے محل ہے۔

ہندوستان کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے زیر بحث، فتوائے دارالحرب، اس موضوع پر حضرت مولانا گنگوہی کا پہلا اور آخری فتوی نہیں ہے، اسی سلسلہ میں حضرت مولانا کے کم سے کم دو فتوے اور معلوم ہیں، جو فتوائے دارالحرب کے بعد لکھے گئے ہیں، یہ دونوں فتوے مفصل فتوے سے خاصے مختلف ہیں، ان میں پہلا فتویٰ جو نسبۃً مختصر ہے، اس میں حضرت مولانا نے اپنی سابقہ مفصل رائے سے، کسی قدر رجوع فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:

بہ ظاہر تحقیق بندہ کو خوب نہیں ہوئی . اور لکھا ہے کہ: اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔

یہ مختصر فتوی، فتاوی رشیدیہ کی نئی پرانی تمام اشاعتوں میں شامل ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی دوسری طباعت میں صراحت ہے کہ، حضرت نے یہ فتویٰ، حافظ اللہ دیہ صاحب مقیم بسی کوٹلہ، ضلع بجنور کے، مجملہ بتیس سوالات میں سے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ سوالات یک جا تھے، حضرت نے اپنے معمول کے مطابق ان کے جوابات بھی، بیک وقت

تحریر فرمائے اس فتوے کی تحریر کی تاریخ، حضرت کے قلم سے ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ (۱۷ ستمبر ۱۸۹۴ء) درج ہے، اس لئے مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی کا یہ خیال درست نہیں کہ:

''قیاس کہتا ہے کہ یہ اگر واقعی حضرت گنگوہی کی تحریر ہے بھی، تو فتوائے ثانی پر یقیناً برسوں مقدم ہوگی (۱)

لہٰذا یہ کہنا تو اب درست نہیں، کہ یہ فتویٰ معروف مفصل فتوے کے بعد کا ہے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت نے دار الحرب ہونے کی، اپنی رائے پر جلد ہی نظر ثانی فرمائی تھی، اس خیال یا نظر ثانی کا آغاز اسی مختصر فتوے سے ہوا تھا۔ اس فتوے کے الفاظ یہ ہیں:

سوال: ہند بقول امام یا صاحبین، کیا دار الحرب ہے، اگر نہیں، تو مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے صراط مستقیم میں کس وجہ سے، عصر ماضیہ میں اکثر کی نسبت ایسا لکھا ہے اور فتنۂ سابقہ میں، اکثر اکابر، اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف کیوں مائل تھے۔ (۲) اگر مستامنین قرار دیکر ارتفاع امان کو علت کہا جاوے، تو یہ بھی محل تأمل ہے۔ بینوا بالتفصیل.

الجواب: ہند کے دار الحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بہ ظاہر تحقیق حال بندہ کو خوب نہیں ہوئی، حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور بندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں، کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (۳)

---

(۱) ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۳۵

(۲) شاہ محمد اسماعیل شہید نے صراط مستقیم میں فرمایا ہے ''حال ہندوستان در ریں جزو زمان کہ سنہ یک ہزار و صد و سی و سوم است کہ اکثرش دریں ایام دار الحرب گردیدہ'' صراط مستقیم فارسی ص: ۱۰۵ (مطبع ضیائی میرٹھ: ۱۲۸۵ھ)

ہندوستان کا حال اس وقت جو سنہ ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) ہے، یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دار الحرب ہو گیا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو: فتاوی رشیدیہ، مرتبہ حافظ عزیز الدین مراد آبادی۔

الف: طبع اول صفحہ ۴۱۔ حصہ دوم، مطبع افضل المطابع (مراد آباد: ۱۳۲۳ھ)

ب: طبع دوم ص: ۴۱ (مراد آباد: ۱۳۲۷ھ)

ج: طبع سوم ص: (ہندوستانی پریس دہلی۔ برسے مطبع قاسمی دیوبند: ۱۳۳۳ھ)

د: طبع چہارم (مبوب باہتمام مولوی حافظ عنایت اللہ شاہجہان پوری کتاب الاشتات) ص: ۱۵۵ حصہ دوم (کتب خانہ رحیمیہ دہلی: ۱۳۳۸ھ)

مذکورہ بالا نسخے فقہی ترتیب پر مرتب نہیں، سب سے پہلے مولوی حافظ عنایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری کے اہتمام و نگرانی میں فتاوی رشیدیہ کی تدوین و ترتیب ہوئی تھی، اس ترتیب میں جملہ فتاوی یک جا کر کے ابواب فقہی ترتیب پر درج کئے گئے تھے۔ اس سے اس میں درج تمام فتووں کی ترتیب بھی بدل گئی اور یہ بھی معلوم نہ رہا کہ کونسا فتوی کس نے اور کب دریافت کیا تھا۔ یہ مبوب مجموعہ فتاوی سب سے پہلے کتب خانہ رحیمیہ نزد مسجد چونہ جامع مسجد دہلی سے ۱۳۴۹ھ (۱۹۳۰ء) اور ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس ترتیب و اشاعت میں مذکورہ بالا فتوی سب سے آخر میں باب متفرقات (کتاب الاشتات) میں درج ہے۔ ملاحظہ ہو: ص: ۱۵۵ حصہ اول (دہلی: ۱۳۴۸ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس مختصر فتوے کے بعد حضرت نے اپنے گذشتہ فتوے پر مفصل نظر ثانی کی، بعض مجمل اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا نے (اپنے ایک اہم معمول کے مطابق) اس فتوے کو اشتہار کی صورت میں، شائع کرکے تقسیم کرادیا تھا۔ یہ فتوی اس کے بعد کم سے کم دو مرتبہ اور چھپا تھا، دوسری اشاعت جو پہلی اشاعت کی طرح اشتہار کی صورت میں تھی، اس پر مجملہ اور علماء کے (شیخ الہند) حضرت مولانا محمود حسن کے بھی تائیدی دستخط تھے۔ مولانا سید اصغر حسین دیوبندی نے سوانح شیخ الہند میں لکھا ہے:

''حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے نام سے، ایک زمانہ میں بضرورت شرعی، جو فتوی عدم جواز غدر بامعاہدین اور حرمت قتل معاہدین کے شائع ہوئے، وہ حضرت مولانا (شیخ الہند) کے تصدیق فرمودہ اور دستخط سے مزین تھے''(۱)

اس فتوی کی اہمیت کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اس کو حضرت شیخ الہند کی رہنمائی میں قائم، دیوبندی ممتاز دینی علمی تنظیم، مؤتمر الانصار کے، پہلے سالانہ جلسہ ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) کی روداد میں یہ فتوی ایک معتمد مشتہ کہ دستاویز کے طور پر شامل کیا گیا تھا، یہی اس کی آخری معتبر اشاعت ہے(۲)

حضرت گنگوہی کا یہ آخری فتوی، غالباً ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۰ء) سے پہلے کا ہے، اس وقت تک برطانوی حکومت نے ان معاہدوں اور اعلانات کی پابند تھی، کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی اور مسلمانان ہند حکومت کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔

جب تک برطانوی حکومت نے اس کی پاسداری کی، مسلمان بھی اس کے پابند رہے، اور جب خود اصل فریق نے، اس کی علی الاعلان خلاف ورزی شروع کردی، اپنے طے کئے ہوئے تمام وعدوں کو کالعدم کرتے ہوئے، تمام اصولوں اور معاہدوں کو توڑ دیا اور خصوصاً مسلمانوں کے مقدس مقامات پر دست درازی شروع کردی، اس وقت علمائے ہند نے بھی، اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی ضرورت سمجھی، اس وقت انگریز کے خلاف تحریر و بیان کے علاوہ، فتوی اور عملی میدانی جدوجہد کی بھی دوبارہ ترتیب و تشکیل کی گئی۔ یعنی علماء کرام نے یہ ربانی اصول پیش نظر رکھا تھا کہ

اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (بنی اسرائیل: ۷)

اگر بھلائی کی تم نے بھلا کیا اپنا، اور اگر برائی کی تو اپنے لئے (ترجمہ شیخ الہند)

مگر حضرت مولانا گنگوہی، ان معاملات سے برسوں پہلے، ۱۳۲۳ھ (اگست ۱۹۰۵ء) میں وفات پاچکے تھے، اس لئے اس کے بعد، اس موضوع پر حضرت کے قلم سے کوئی اور فتوی نہیں آیا۔ یہی فتوی اس سلسلہ میں حضرت مولانا کی آخری رائے ہے۔

(۱) حیات شیخ الہند، مولانا سید اصغر حسین دیوبندی۔ ص ۲۲۰ (ر، لاہور ۱۹۷۷ء)

(۲) روداد جلاس اول، مؤتمر الانصار مراد آباد سنہ ۱۳۲۹ھ ص ۵۰ (مطبع قاسمی دیوبند طاسنہ)

نیز اس فتوے کی وجہ سے، حضرت مولانا گنگوہی پر جلد رائے بدلنے کا اعتراض بھی بے محل ہے، یہ فتاویٰ کے تضاد یا عدم اطمینان واستقلال کی بات نہیں، بلکہ درحقیقت یہ اس وقت کے سیاسی حالات اور برطانوی حکومت کے قول وعمل کا تضاد تھا، جس کی وجہ سے متعلقہ مسائل اور احکام بھی متاثر بلکہ تبدیل ہوگئے۔

حضرت مولانا کے فتووں کے اس اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے، مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے جو کچھ لکھا ہے، وہ بھی یہاں پیش نظر رہنا چاہئے۔ مولانا کہتے ہیں:

''جب حالات ذرا بہتر ہوئے مگر مطلع بالکل صاف نہیں ہوا تھا، تو مولانا کو اب پہلی رائے پر اصرار تو نہیں رہا، لیکن ساتھ ہی کھل کر دارالحرب ہونے کی نفی بھی نہیں کرسکے اور جیسا کہ فتویٰ رشیدیہ میں ہے کسی قطعی بات کے کہنے سے معذرت فرمادی۔ پھر جب حالات اور زیادہ بہتر ہوئے، امن وامان مکمل طور پر بحال ہوگیا اور مذہبی فرائض ومعمولات بلاخوف وخطر ادا ہونے لگے، تو اب حضرت گنگوہی نے اس کو دارالامان ہی قرار دیا'' (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کی پوری زندگی، اس کی گواہ ہے کہ حضرت مولانا مسائل شرعیہ کی تحقیق وتحریر میں، صرف اور صرف، حکم شریعت کو سامنے رکھتے تھے، اگر کسی مسئلہ پر کسی بھی وجہ سے رائے تبدیل ہوتی، تو اس کا بھی اظہار واعلان فرمادیتے تھے۔

اگرچہ حضرت مولانا نے برطانوی نظام حکومت میں، اسیر مملکت ہند کے دارالحرب ہونے کا مفصل فتویٰ صادر فرمادیا تھا، مگر غالباً حالات کے نسبۃً وسیع مطالعہ اور ملک میں جاری، حکومت کے اعلانات وقوانین کی وجہ سے، جلد ہی یہ خیال ہوگیا تھا کہ اس ملک کی واقعی حیثیت اب وہ نہیں رہی جس کا اس فتوے میں اظہار ہوا ہے، اس لئے حضرت مولانا کو اپنی تازہ رائے کا اعلان واظہار کرنے میں ذرا بھی تأمل نہیں ہوا، کیوں کہ نہ وہ پہلا فتویٰ کسی دنیاوی مقصد ومنافع پر مبنی تھا نہ ہے۔ حضرت مولانا کا اصول یہ تھا کہ جو مسئلہ معلوم ہے اس کی وضاحت شرعی مجھ پر ضروری ہے، ایک فتوے کے ضمن میں اپنے اس نظریہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

''بندہ مفتی ہے، مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے، اس کو بتانا فرض ہی جانتا ہوں'' (۲)

اس فتوے کا ذکر آیا ہے، تو یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ مجلس الانصار کے اجلاس، مرادآباد (۱۳۲۹ھ-۱۹۱۱ء) کو زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ ہندوستان کے سیاسی حالات میں یکلخت غیر متوقع تبدیلی آگئی، اس اجلاس کے وقت تک ہندوستان میں ایک متوازن اور گویا غیر جانبدارانہ نظام حکومت کارفرما تھا، جس کے تحت مذہبی معاملات میں ہر اک کے لئے کامل آزادی، تعلیم ملازمت اور ترقی کے موقعوں پر، سب کے لئے یکساں ضوابط اور کسی بھی قوم کے مذہبی معاملات میں، مداخلت نہ کرنے کے اصول بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے ہر اک طبقہ، اس وقت برطانوی حکومت کو ایک ناگزیر آفت سمجھ کر،

(۱) ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۴۳

(۲) ۔۔۔ جو ہے سو ہے، ہجرت کی حدیث سے ثابت ہے؟ مسلسلہ میں بقلم عبدالرحمن (بنسپہ ضلع بجنور یوپی) مشمولہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ حصہ دوم (طبع اول مرادآباد ۱۳۲۳ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اپنے مذہب اور وسائل معاش کی طرف سے اک حد تک مطمئن ہو کر سیاسی معاملات و مسائل سے تقریباً کنارہ کش ہو گئے تھے، اور موقع بہ موقع سرکار سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا رہتا تھا، یہاں تک کہ برصغیر کے عام باشندوں کی ترجمان سمجھی جانے والی تنظیم کانگریس بھی اسی راہ کی مسافر تھی، وہ بھی پوری طرح انگریز حکومت کی ہم نوا اور وفادار تھی، اور ہر موقع پر وفاداری کا اعلان میں پیش پیش رہتی تھی (۱)

اگرچہ کانگریس ۱۸۸۵ء (۱۳۰۳ھ) میں قائم ہوگئی تھی، مگر کانگریس کے کسی اجلاس میں برطانوی حکومت کے حالت پر کھلا تبصرہ، یا ہندوستانیوں کے سیاسی مفادات کے لئے آزاد آوازیں، کانگریس کے قائم ہونے کے تقریباً بیس سال بعد، ۱۹۰۷ء (۱۳۲۵ھ) میں پہلی مرتبہ سنی گئیں تھیں، لیکن اس وقت بھی کانگریس کے ایک طاقتور حلقہ نے، اس انداز و تیور کی سخت مخالفت کی تھی، جس پر کانگریس دو گروپوں میں تقسیم ہوگئی تھی (۲) کانگریس کے قیام کے تیس سال کے بعد تقریباً ۱۹۱۵ء میں اس پر اتفاق رائے ہوا تھا کہ کانگریس کو ملک کے باشندوں کے لئے، آزادانہ آواز اٹھانی چاہئے۔ جب یہ باخبر و نیک مقاصد کے لئے قائم، تنظیم (کانگریس) کا یہ حال تھا کہ وہ لمبے عرصہ تک سیاسی حقوق کے لئے کوئی آواز بلند نہ کر سکے تو جو لوگ سیاسی میدان میں موجود ہی نہیں تھے، ان سے اس وقت ایسے سیاسی اقدامات کی امید نہیں کرنی چاہئے۔

اور اگرچہ شروع سے کچھ مسلمان بھی، کانگریس کے ہم نوا تھے اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا گنگوہی کا، یک فتوی یا مکتوب بھی شائع ہو چکا تھا، مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں ۱۸۵۷ء کی باقی ماندہ چنگاریاں، اس وقت شعلہ بن کر نمودار ہوئیں، جب ہندوستان پر قابض حاکم طبقہ نے، پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری اور خلافت اسلامیہ ترکی کو پردہ کرنے کے لئے بڑے بڑے اقدامات کئے اور ہندوستانی قائدین اور مسلمانوں کو انگریزوں کی اسلامی دشمنی میں کی گئی بڑی بڑی سازشوں کا پتہ چلا اور برطانیہ کی حکومت نے، اپنے باقاعدہ معاہدوں کی کھلی خلاف ورزی شروع کی اور خلافت عثمانیہ سے کئے گئے، تمام معاہدوں کو یک طرفہ توڑ دیئے۔

یہ بلقان کی دوسری جنگ تھی، جس کی حرارت سے مسلمانان عالم کے دل سوختہ اور مضطرب تھے، اس کی وجہ سے مسلمان رہنما بھی، اپنے تمام پرانے معاہدوں اور معاملات پر نظر ثانی کر کے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو رہے تھے، کہ اس وقت پوری دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا، برطانیہ سے بڑا دشمن کوئی نہیں، جس کے یہاں نہ کسی معاہدہ کا پاس ہے، نہ اپنی زبان اور قول و قرار کا خیال، بالکل ایسے ہی حالات تھے، جیسے آج کل ہیں کہ پورا عالم اسلام اور مسلم دنیا امریکہ کے مظالم کی چکی میں، مسلسل پس رہی ہے مگر اس

(۱) کانگریس کا دوسرا اجلاس دسمبر ۱۸۸۶ء میں کلکتہ میں منعقد ہوا تھا جس میں ایک تجویز یہ بھی منظور ہوئی تھی کہ:
"ملکہ معظمہ قیصر ہند کو جو بلی کا مبارک باد دیا جائے اور ان کی درازی عمر اور ترقی دولت کے واسطے دعا مانگی جائے"
(تھیوسوفی ۱۹۸۷ء، رپورٹ تیسری نیشنل کانگریس دسمبر ۱۸۸۷ء مرتبہ مؤسسہ کانگریس سہ روزہ ص)

(۲) معلومات کے لئے دیکھئے تاریخ کانگریس، ڈاکٹر پٹابھی سیتارمیہ۔ ص ۱۶۱۔ ردو ترجمہ (طبع اول) لاہور ۱۹۴۷ء

کی کہیں کوئی داد وفریاد نہیں ہے۔ ایسے وقت میں یہی ہوتا ہے کہ کمزور سے کمزور قومیں، بڑی سے بڑی طاقت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہیں، بزن بول دیتی ہیں اور کہہ دیتی ہیں کہ تنگ آمد بہ جنگ آمد! ایسے ہی حالات میں یہ فیصلہ بھی کیا جاتا ہے کہ:

کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑادو

بہر حال حضرت مولانا کے ان دونوں فتوؤں کے، برصغیر ہند کے مسلمانوں اور یہاں کی ملی تاریخ پر، گہرے اثرات محسوس کئے گئے۔ حضرت مولانا گنگوہی کے شاگردوں اور منتسبین کی، ایک جماعت نے حضرت مولانا گنگوہی کی وفات کے عرصہ کے بعد، سیاسی امور ومعاملات میں، پہلے فتوے [دارالحرب] کو اپنا رہنما بنایا، دوسری جماعت نے، دوسرے کو۔ یہ اختلاف رائے جو اس وقت پہلی مرتبہ، سامنے آیا تھا، آج تک اسی طرح جاری ہے۔ اس میں کس نے کیا کھویا کیا پایا، یہ ایک لمبی اور پر پیچ بحث ہے، جی چاہتا ہے کہ اس کا مفصل تذکرہ ہو، زیر نظر صفحات اس کا محل نہیں (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کے قلم سے شرکت کانگریس کی شروط اجازت: ہندوستان کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے اسوقت تک صرف یہی تین فتوے معلوم ہیں، جن کا تذکرہ ہوا۔ تاہم حضرت کی ایک تحریر یا فتوی اور ہے، جس میں اگرچہ ہندوستان کی شرعی حیثیت یا برطانوی نظام حکومت سے، اتفاق واختلاف کا کچھ تذکرہ نہیں، مگر ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے تذکرہ میں، اس کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، یہ تذکرہ مسلمانوں نے بھی کیا ہے اور غیر مسلموں نے بھی، جس میں کانگریس کے بڑے قائدین اور برصغیر کے ممتاز سیاسی رہنما بھی شامل ہیں، اس لئے یہاں اس کو نظر انداز کرنا صحیح نہ ہوگا۔

کانگریس۔ جو بعد میں ایک بڑی اور جاندار سیاسی جماعت، کے طور پر افق پر نمودار ہوئی اور اس وقت سے آج تک برصغیر کی سیاسی زندگی اور سرگرمی کے ہر اک دور، ہر پہلو پر اثر انداز رہی ہے، ایک ایسی تنظیم کے طور پر قائم کی گئی تھی، جس کا مقصد، انگریز حکومت کو، ہندوستانیوں کے نظریات وخیالات سے آگاہ کرنا اور ان کی ضرورتوں اور مطالبات سے واقف رکھنا تھا۔ یہ تنظیم اس وقت بمبئی کے انگریز کمشنر ہیوم (HUME) (۲) نے قائم کی تھی، جس کے بنیادی مقاصد اور اصول میں یہ بات بھی شامل تھی، کہ ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جاوے، جو خلاف سرکار ہو۔

اس تنظیم نے مقبولیت حاصل کی، اعلی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں نے اس کا خیر مقدم کیا، مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے، لیکن بعض مسلمانوں کو اس کی شرکت سے اختلاف بھی تھا، ان کے کچھ سوالات اور شبہات بھی تھے۔ اس وقت مولانا محمد لدھیانوی نے (جو کانگریس کے پرزور حامی اور بعد کے ایک نامور سیاسی قائد، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے دادا تھے)

---

(۱) سن ۱۹۷۵ء میں علماء سہسوان کی لدنیہ مدارسیہ کی قیادت میں جو جنگی معرکہ بھی ذشملی وتھانہ بھون برپا ہوا تھا، اس کی مفصل تاریخ متعلقہ تمام پہلوؤں اور تفصیلات کے ساتھ راقم سطور بعنوان "یک مرتاب سنہ ۱۹۱۷ء سے سنہ ۱۹۲۰ء تک برصغیر کی مسلم سیاست پر بھی لکھنے کی جی چاہتا ہے۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو ان شاء اللہ تعالی! ایک ایسی کتاب جس میں تمام مباحث وتوالات پر کھل کر گفتگو ہو اور کسی جمعیۃ وجماعت کی کسی ایک تنظیم وزمرہ کی، کانگریس اور مسلم لیگ کی تاریخ نہ ہو کسی ایک کا قصیدہ اور کسی ایک کا مرثیہ نہ ہو بلکہ ہندوستان کی ملت اسلامیہ کے حالات وانقلاب ومعاملات کی معتدل وغیر جانبدارانہ تصویر ہو، جس میں ہر ایک کا اپنے منصفانہ تجزیہ متوقع ہے۔ انشاء اللہ تعالی (نور)

(۲) ALLAN QCTAYIAN HUME

toobaa-elibrary.blogspot.com

کانگریس میں شرکت کے متعلق، ہندوستان کے چند بڑے علماء کی رائے دریافت کی، جس میں حضرت مولانا گنگوہی بھی شامل تھے۔ اس کے سوال نامہ میں (جو محمد علی بھیم کے نام سے بھیجا گیا تھا) دو سوال تھے، کانگریس میں شرکت اور سر سید احمد کی تنظیم سے وابستگی کا شرعی حکم! حضرت مولانا گنگوہی نے دونوں کا حسب معمول، ساتھ ہی جواب لکھا۔ کانگریس میں شرکت کے متعلق سوال اور اس کا جواب یہ ہے:

"**سوال**: ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس، جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی ہے، اور اس کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انہی امور میں ہو، جو کل جماعت ہائے ہند پر مؤثر ہوئی، اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جاوے، جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہو، یا خلاف سرکار ہو تو ایسی جماعت میں شریک ہونا، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشراو تجارت میں کریویں، اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں، یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔"

اس کے بعد سر سید احمد کے متعلق، چند سطور تحریر ہیں [سر سید احمد اور ان کی تحریک کے متعلق، سوال وجواب دونوں، اپنے موقع پر درج ہو چکے ہیں، اس لئے یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں] پھر لکھا ہے۔

"ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا، اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی، کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو، یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اسی طرح پر ہے اور بس۔ فقط۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ"(۱)

بہر حال یہ بھی اس سلسلہ کا ایک ضمنی فتوی یا تحریر ہے، جس سے ہندوستان کے مذاہب اور قوموں کے افراد میں، مشترکہ مفادات کے معاملات میں، حضرت مولانا گنگوہی کی رائے ایک درجہ میں، سامنے آجاتی ہے۔ یہی اس فتوے یا تحریر کے یہاں پیش کرنے کا مقصد ہے۔

نسخہ کی تدوین میں راقم سطور کی خدمت: جیسا کہ ذکر ہوا، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے، فتوائے دار الحرب کے، اس وقت تک صرف تین نسخے معلوم ہیں۔ جس میں دو جو نسبۃً متاخر ہیں، شائع ہو چکے ہیں، جو نسخہ قدیم ترین معلوم ہے، وہ اب تک شائع نہیں ہوا تھا، آئندہ صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔

---

(۱) نصرت الابرار۔ مرتبہ مولانا محمد لدھیانوی ص (لاہور ۱۳۰۶ھ)
فتوی قادریہ۔ مرتبہ مولانا محمد لدھیانوی ص ۴۸۔۴۷ (لاہور ۱۳۰۶ھ)
نصرت الابرار اور فتوی قادریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر حضرت گنگوہی کا ایک مفصل فتوی اور بھی تھا، جو مولانا لدھیانوی کے گھر نہ میں موجود تھا، مگر وہ فتوی نہ کہیں نقل ہوا اور نہ اب تک اس کا سراغ ملا۔

(۸۶۵)

ہندوستان دارالحرب ہے، یا دارالاسلام؟

سوال ومکتوب مولانا سعیدالدین صاحب رام پوری

بنام محدث عصر، فقیہ جلیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

اے بیش ازاں کہ در قلم آید ثنائے تو ☆ واجب برابل مشرق ومغرب دعائے تو
اے در بقائے ذاتِ تو، نفع جہانیاں ☆ باقی بباد ہرکہ بخواہد بقائے تو

السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمدللہ تاحال بعافیت ہستم وعافیت سامی، ازدل وجاں خواہاں می باشم۔

بعض اعلام، فتوی بہ نبودن ہندوستان دارالحرب، بدلیل مسائل وروایات فقہیہ مرقومۃ الذیل، دادہ اند۔ چوں ایں روایات بنظر احقر گذشتند واحقر دراں ایام، کہ برائے تحصیل شرف قدم بوسی بخدمت حاضر شدہ بود، از زبان مبارک سامی شنیدہ بودم، کہ ایں بلاد مطابق رائے بندہ دارالحرب ہستند۔ آں وقت بمشاہدہ ضعفِ سامی، جرأت استفسار ودریافتِ وجہِ حکم وروایتِ فقہیہ نکردم۔

لہٰذا! حالا عرض میدارم، کہ اگر باقدرے تفصیل روایات فقہیہ، کہ ازاں بودن ہندوستان دارالحرب مستنبط میشود، تحریری فرمایند، وازطریق استنباط نیز اطلاع بخشند، از اخلاق نبویہ سامی بعید نخواہد بود۔ ایں روایات اینست۔ خزانۃ المفتین میں ہے:

دارالإسلام لاتصير دارالحرب إلّا بإجراء أحكام الشّرك فيها ، وأن يكون متّصلاً بدارالحرب، لايكون بينها وبين دارالحرب مصرٌ آخر للمسلمين ، وأن لايبقى فيهامسلم وذمّي آمناً بالأمان الأوّل، فمالم توجد هذه الشّرائط، لاتصير دارالحرب.

ومعنى قولنا: أن لايبقى فيهامسلم أوذمي آمناً بالأمان الأول،أن لايبقى فيها مسلم أوذمي آمناعلى نفسه إلاّبأمان المشركين.

وقالا اذا اجروا فيها أحكام الشرك، فانها تصير دارالحرب، سواء كانت متصلة بدارالحرب اولم تكن ، بقي فيها مسلم اوذمي آمناً بالأمان الاول اولم يبق.

toobaa-elibrary.blogspot.com

ودار الحرب تصير دار الاسلام باجراء احكام الاسلام فيها، وإن زال علبة اهل الاسلام. كذافى شرح السير....لأبى اليسر.

أن دار الاسلام لاتصير دار الحرب،مالم يبطل جميع ماصارت به دار الاسلام، لأن الحكم اذاثبت بعلة، فما بقى من العلة شئ يبقى ببقائه.

وفى المشور: دار الاسلام باجراء احكام الاسلام، فما بقى علقة من علائق الاسلام، يترجح جانب الاسلام. وفى البزازية: قال السيد الامام : والبلاد التى فى ايدى الكفرة اليوم، لاشك انها بلاد الاسلام، بعد ان لم يظهر فيها احكام الكفرة بل القضاة مسلمون .

وأمّا البلاد الّتي عليها والٍ من جهتهم، فيجوز به إقامة الجمعة والأعياد،وأخذ الخراج، و تقليد القضاة،وتزويج الأيامى وأمّا البلاد الّتي عليها ولاة كفار، فيجوز فيها أيضاً إقامة الجمعة والأعياد، والقاضى قاضٍ بتراضى المسلمين.

وقدتقرّر أن بقاء الشئ من العلة يبقى الحكم، وقد حكمنا بأنّ هذه الدّيار قبل استيلاء التتار كانت من ديار الإسلام، وبعد استيلائهم إعلان الجمع والجماعات، والحكم بمقتضى الشرع، والفتوى والتدريس شائع بلانكير من ملوكهم، فالحكم بأنها من دار الحرب لاجهة له، اى درايةً وروايةً .

وإعلان بيع الخمور وأخذ الضرائب والمكوس، والحكم من رسم التتار (هو) كإعلان بى قريضة بطلب الطاغوت، ومع ذلک كانت بلدة إسلام بلاريب.

وذكر أنه انما يصير دار الحرب بإجراء أحكام الكفر، وأن لايحكم فيها بحكم من الإسلام،وأن يتصل بدار الكفر وأن لايبقى فيهامسلم اوذمى امنا بالأمان الأول، فإذاوجدت الشرائط كلها صارت دار الحرب. وعند تعارض الدلائل والشرائط يبقى ماكان، اويترجح جانب الإسلام احتياطاً.

وفى شرح الزيادات للعتابى: دار الاسلام إنّما يصير دار الحرب بثلاث شرائط، أحدها إجراء أحكام الكفار على سبيل الاشتهار.

والثانى: أن تكون متاخمة أى متصلة بدار الحرب،لايتخلّل بينهما بلدة من بلاد الإسلام.

والثالث: أن لايبقى فيها مسلم أو ذمي آمنا بالأمان الأول، فشرط هذه الشرائط ليكون علما تاما على تمام القهر والإستيلاء، اذدار الاسلام يحتاط لإرتباطه لها، وعندهما يصير دار الاسلام دار الحرب، باجراء أحكام الكفر فيها.

ودرطحطاوی، حاشیہ درمختار اینکہ:

قوله باجراء احكام الشرك أي على الاشتهار، وأن لايحكم فيها بحكم اهل الإسلام.

(وفي) الهندية وظاهره إن أجريت أحكام المسلمين وأحكام اهل الشرك لايكون دار حرب. انتهى.

پس ایں بلاد نہ بمذہب امام صاحب ونہ بمذہب صاحبین رحمہم اللہ، دارالحرب تواند شد، چہ موقوف ومعطل شدن، احکام اسلام بالکلیہ شرط متفق علیہ معلوم میشود، وفقدان ایں شرط ظاہر! چہ بسیارے از احکام اسلام، تاہنوز باقی وجاری اند۔

واگر ایں بلاد مطابق رائے حضور دارالحرب باشند، پس دریں بلاد حکم گرفتن سود ورہن از کفار چہ باشد، ونیز از منشأ وماخذ ایں روایت کہ از کتاب وسنت باشد، ایمائے زیب رقم فرمایند۔

درصیرت دارالحرب دارالاسلام، اگر جریان بعض احکام اسلام کافی تواند بود، پس ظاہراً تمامی روے زمین دریں زمان دارالاسلام خواہد بود۔۔ والسلام خیر ختام۔۔ فقط

۱۷ر شعبان ۱۳۱۰ھ [۷/ مارچ ۱۸۹۳ء]

سعدآبادضلع متھرا

.....

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب استفتاء مولانا سعید الدین رام پوری

از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفا عنہ

عنایت فرمائے بندہ، مولوی سعید الدین صاحب، دام اشفاقہم

بعد سلام مسنون الاسلام، مطالعہ فرمایند۔ خطِ ایشاں بماہ رمضان در بابِ تحقیق مسئلہ دار الحرب رسید، از آنجا کہ طبع خود مضمحل از مدت شدہ، و در رمضان زیادت براں شد، از تحریر جواب قاصر ماندم، اکنوں آنچہ می توانم، می نگارم۔

باید شنید کہ مدار بودن، حکم بلدے و ملکے بدار الاسلام و بدار الحرب، بر غلبہ مسلماناں و غلبۂ کفار است و بس!

لہذا ہر موضع کہ مقہور حکم مسلمین است، آں را بلاد اسلام گفتہ خواہد شد، و ہر محلے کہ مغلوب حکم کفار است، دار الحرب نامیدہ خواہد شد۔ قال فی جامع الرموز:

دار الاسلام مایجری فیه حکم امام المسلمین، و کانوا فیه آمنین. **و دار الحرب** ماخافوا فیه من الکافرین، انتهی.

و قال فی رد المحتار:

سئل قاری الهدایة عن البحر الملح، أمن دار الحرب أو الاسلام؟ أجاب انه لیس من احد القبیلتین، لأنه لا قهر لأحدٍ علیه انتهی.(۱)

غرض از نقل ایں عبارت آنست، کہ مدار بودن دار کفر و اسلام، بر غلبۂ کفر و اسلام است و بس! اگرچہ در بحر ملح راجح قول بدار حرب بودن باشد بوجہے دیگر، و ہر مقامیکہ مقہور ہر دو فریق باشد۔ آں را بحکم **الاسلام یعلو و لا یعلی** ہم دار الاسلام خواہند گفت، مگر بہ ہمیں شرط کہ غلبۂ و قہر، بعض وجوہ اہل اسلام در آنجا باشد، نہ آں کہ نفس مقام مسلمین در آنجا بود، یا اظہار بعض شعائر اسلام باذن کفار، در آنجا بودہ باشد، کہ نفس کون اہل اسلام در دارے، و اظہار شعائر اسلام باذنِ کفار در بلدے، قابل اعتبار نیست۔

و علی ہذا بودن کفار در دار الاسلام، و اظہار شعائر کفر باذن حکام اسلام، یا بغفلت ایشاں، در آنجا دار الاسلام بودن را ضرر نے نمی کند۔ چہ در ہر دو شق غلبہ یافتہ نمی شود، و حکم غلبہ را است، نہ نفس وجود و ظہور را۔

---

(۱) شامی ص: ۲۴۴ ر ج: ۳..... باب استیلاء الکفار (مطبع اکمل المطابع دہلی: ۱۲۸۸ھ) ب: مطابق نسخہ ع، ک

toobaa-elibrary.blogspot.com

ازینست کہ اہل ذمہ در دارالاسلام، قیام باذن اسلام می کنند، وشعار خود را ظاہری نمایند، مگر دار اسلامیت بحالِ خودی ماند، و مسلمین در دار کفر بامن می روند، وشعائر خود را آنجا ظاہری کنند۔ وایں ہمہ دار کفریت را رفع نمی کند۔

نہ بینی کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام بجمع کثیر در عمرۃ القضاء بمکہ شریف بردند، و جماعت نماز وغیرہ شعار اسلام وغیرہ ہمہ باعلان بجا آوردند، وایں قدر جمع داشتن کہ کفار را مقہور فرمایند، چنانچہ بہ ہمیں قدر لشکر در حدیبیہ، عزم تاراج کردن، مکہ می فرمودند۔ مگر چوں ایں ہمہ اظہار، باذن کفار بود، دراں سہ ایام مکہ دارالاسلام نگشت، بلکہ دارالحرب ماند۔ چرا کہ ایں قیام واظہار اسلام باذن بود، نہ بغلبہ۔

الحاصل ایں اصل کلی قاعدہ کلیہ ہست، کہ دارالحرب مقہور کفار است ودارالاسلام مقہور اہل اسلام۔ اگر چہ در یک دار فریق دیگر ہم موجود باشند، بلاغلبۂ وقہر، وآنجا کہ قہر ہر دو فریق باشد وہم دارالاسلام خواہد بود۔ [ص ۲] ایں اصل را خوب ذہن نشین باید کرد، کہ جملہ مسائل از ہمیں اصل می برآیند، وہمہ جزئیات ایں باب، بر ہمیں اصل دائر ہستند۔

بعد ازیں امرے دیگر باید شنید، کہ ہر موضع کہ دار کفر باشد واہل اسلام براں غلبہ کردند، وحکم اسلام دراں جاری کردند، آں را جملہ علماء می فرمایند، کہ دارالاسلام گشت۔ چرا کہ غلبہ وقہر مسلماناں یافتہ شد، اگر چہ بعض وجوہ غلبۂ کفار ہم در آنجا باقی باشد، مگر تا ہم بحکم: **الاسلام یعلو ولا یعلی** باتفاق دار اسلام شد **کما وضح سابقاً**.

مگر باز واضح کردہ می شود، کہ اگر ایں دخول واظہار اسلام بغلبہ شدہ باشد، ہیچ تغیر در دار حربیت نخواہد شد، ورنہ جرمن وروس وفرانس جملہ ممالک نصاریٰ، وچین وغیرہ ممالک کفار، دارالاسلام می شوند۔ ونشانے از دار حرب در دنیا پدید نخواہد شد، زیرا کہ در جملہ ممالک کفار، اہل اسلام باذن کفار احکام اسلام جاری می نمایند **وھذا ظاھر البطلان**.

بہر حال اجرائے ایں احکام بغلبہ وقہر معتبر است، وبس۔ وہر مقامے کہ دار اسلام بود وکفار براں غلبہ کردند، اگر غلبۂ اسلام بالکل رفع شد، آں را حکم دار الحرب شد، واگر غلبۂ کفار شد وبہ بعضے وجوہ غلبہ اہل اسلام ہم باقی ماندہ باشد، آں را دار اسلام خواہند داشت، نہ دار الحرب، دریں مسئلہ اتفاق است۔

اما اینکہ غلبہ اہل اسلام بالکلیہ رفع شدن، را چہ حد است، دراں خلاف واقع شد در میانِ ائمہ ما علیہم الرحمۃ۔

صاحبین می فرمایند، کہ اگر ہر دو فریق احکام خود را جاری بالاعلان کردہ باشند، غلبۂ اسلام ہم باقیست، ورنہ در صورت اعلان احکام کفار، وعدم قدرت اہل اسلام بر اجرائے احکام خود، بغلبۂ خود الا باذن الکفار غلبۂ اسلام ہیچ قدر باقی نمی ماند۔ **وھو القیاس**.

چرا کہ ہر گاہ کفار چناں مسلط شدند، کہ احکام کفر علی الاعلان والغلبہ جاری کردند، واہل اسلام آں قدر عاجز ومغلوب گشتند، کہ احکام خود جاری کردن، نمی توانند، ورد حکم کفر کہ شین وعار اسلام است، قدرت ندارند، پس کدام درجہ غلبۂ اسلام باقی ماند، کہ آں را دار اسلام گفتہ شود، بلکہ تسلط وغلبۂ کفار را بکمال پیدا شد، ودار حرب گشت بالفعل۔ وبعد ازاں ہر چہ خواہد شد، خواہد شد، مگر الحال در دار حرب شدن، دقیقہ نماندہ، ومثل دار حرب قدیم متسلط کفار شد **کما ھو الظاھر**.

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

وامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، بنظر خفی استحسان فرمودہ، ودار اسلام را بحکم دار کفر دادن احتیاط کردہ، کہ تا چیزے از آثار غلبۂ اسلام یافتہ شود، ویا در استیلاء کفار وھنے یافتہ شود، کہ [ص ۳] دفع آن بر مسلماناں سخت دشوار نیاید، حکم بدار کفر نباید کرد۔

پس دو شرط دیگر زائد فرمود: یکے آں کہ آن دیہ وبلد مستولی علیہ کفار، متصل بدار کفر گردد، چنانچہ درمیان ایں قریہ مستولی ودار حرب، موضع از دار اسلام حائل نماند، کہ بایں اتصال انقطاع، از دار الاسلام بآں پیدا می شود کہ باحراز کفار در آید، وغلبہ وقہر کفار بقوت شد، واستخلاص آں از دست کفرہ دشوار گردید، ومقہوریت مسلمین سکان آنجا بکمال رسید، وایں بمشابہ آنست کہ کفار بر مال اہل اسلام استیلاء یابند، اگر باحراز دارشاں رسید بملک ایشاں در آید، واگر احراز ایشاں بدار خود نشدہ، انقطاع ملک مالک مسلم نمی شود۔ کماھو مقرر فی سائر الکتب.

قال فی الھدایۃ: وإذا غلبوا علی أموالنا وأحرزوھا بدارھم ملکوھا... الخ (۱)

وقال فیہ: غیر أنّ الاستیلاء لا یتحقق إلا بالإحراز بالدار، لأنہ عبارۃ عن الاقتدار علی المحل حالا ومآلا.... الخ

پس ہم چنیں اگر ارض وعقار بلدے مثلاً مستولی کفار شد، اگر استیلاء تام گشت کہ محرز بلد کفر گشت، وآں احراز باتصال اوست بدار کفر، وانقطاع او از دار الاسلام، پس مقہور ایدی کفرہ گشت، ورنہ ہنوز استیلاء اہل اسلام باقیست، اگرچہ ضعیف باشد، پس بحکم: الاسلام یعلو ولا یعلی دار اسلام باید کہ بماند۔ پس حاصل ایں شرط ہم بمون غالبیت کفار ومغلوبیت اہل اسلام است، کہ اصل کلی اولا بیان شد۔

شرط دوم آنکہ، امانے کہ حاکم اسلام، بسبب غلبہ حکومت خود، مسلماناں را بسبب اسلام، وکفار رعایا را، بوجہ عقد ذمہ دادہ بود، مرتفع گردد، کہ بآں امان کسے بر نفس ومال خود مامون نماند۔ یعنی چنانکہ بسبب امن دادن حاکم اسلام، ہمیشہ مامون شدہ بودند، کہ کسے را بسبب خوف حاکم، امن دہندہ محل نبود، کہ تعرض بجان ومال مسلم وذمی نمایند، وایں نبود مگر بسبب قوت وشوکت وغلبۂ حاکم مسلم، پس ایں امان باقی نماند، کہ کسے بوجہ ایں امان بے خدشہ از تعرض جان ومال خود نبود، بلکہ ایں امان بیکار محض گردد۔

وامانے کہ مشرکین مستولی دادند، آں موجب امن گردد، پس ظاہر است کہ تا بسبب امن حاکم مسلم، خوف موذی را خواہد بود، غلبۂ وشوکت امن مسلم بنوعے باقی ماندۂ باشد، وہرگاہ آں چیزے نماند، بلکہ ایں مشرک متسلط محل نظر [ص ۴] گردید، امان اول رفع شد۔ پس نزد امام علیہ الرحمۃ ہرگاہ کہ بعد اجرائے احکام کفر علی الاشتہار، ایں دو شرط ہم یافتہ شد، غلبہ کفر من کل الوجوہ ثابت شد، وغلبۂ اسلام من کل الوجوہ مرتفع گردید اکنوں ہیچ از حریت ناچار حکم کردہ خواہد شد۔

---

(۱) ہدایہ ص: ۵۸۱ ج: ۲، باب استیلاء الکفار (مکتبہ تھانوی دیوبند ۱۴۱۶ھ) (ب) مطابق (ن، ک)

اہل دانش را ازیں ہم معلوم میشود، کہ مدار ایں قول ہم بر قہر وغلبہ است وبس، کہ اول در اصل کلی واضح کردہ شد۔

بعد ازیں تقریر، روایات فقہاء را باید شنید کہ بنقل بعض آنہا سند تقریر ایں بندہ، حاصل خواہد شد، وبذکر بعض حال کل روایات، ایں باب دریافت خواہد شد، قال فی العالمگیریة:

قال محمد فی الزیادات: انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند أبی حنیفة بشرائط ثلاث.

احدها: اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتهار، وان لایحکم فیها بحکم الاسلام.

الثانی. ان تکون متصلة بدار الحرب، لایتخلل بینهما بلدة،من بلاد الاسلام.

الثالث: ان لایبقی مومن ولاذمی آمنا بالامان الاول، بامانه الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار، للمسلم باسلامه، وللذمی بعقد الذمة.

وصورة المسئلة علی ثلاثة اوجه: اما ان یغلب اهل الحرب علی دارمن دورنا، أو ارتد اهل مصر،وغلبوا واجروا احکام الکفر، اونقض اهل الذمة العهد، وتغلبوا علی دارهم، ففی کل من هذه الصور. لاتصیر دار الحرب الابثلاث شرائط.وقال ابویوسف ومحمد رحمهما الله تعالی: بشرط واحد لاغیر،وهو اظهار احکام الکفر وهو القیاس انتهی(۱)

قال فی جامع الرموز: واما صیرورتها دار الحرب، فعنده بشروط، احدها: اجراء احکام الکفر اشتهاراً، بان یحکم الحاکم ولایرجعون الی قضاة المسلمین کما فی البحر.

والثانی: الاتصال بدار الحرب،بحیث لایکون بینهما بلدة من بلاد الاسلام، مایلحقهم العدو منها.....الخ

ازیں روایت جامع الرموز دو امر واضح شد:

یکے آنکہ: مراد از اجراء حکم اہل اسلام، اظہار حکم اسلام است علی سبیل الغلبہ، نہ مطلق ادائے جماعت وجمعہ مثلاً، چرا کہ می گوید یحکم بحکمهم ولایرجعون الی قضاة المسلمین یعنی قضاۃ مسلمین را ہیچ شوکت ووقعت نماند، کہ بایشاں رجوع شود، وہم چناں از حکم مسلمین در دار الحرب، حکم بغلبہ کردن مراد است۔ کماهو الظاهر. بہر حال حکم اسلام بحکم کفر، ہر دو علی سبیل القوۃ والغلبہ مراد است، نہ محض ادا باظہار۔

دوم: ایں کہ غرض از شرط اتصال وانقطاع، ہموں قوت است. کہ در صورت اتصال بدار الحرب، مدد بقریہ مغلوبہ نمی رسد۔ بخلاف صورت انقطاع از دار الحرب کہ لحوق مددی تواند، پس ہنوز قوت اسلام باقی است۔

---

(۱) فتاویٰ ہندیہ، ص ۲۳۲، ج ۲، مطلب فیما تصیر دار الإسلام دار الحرب [مکتبہ نورانی، پشاور، پاکستان۔ بلا سنہ] نیز شامی نسخہ ہندیہ، ص: ۲۵۳، ج: ۳، [المکتبۃ العلمیۃ، دہلی: ۱۳۱۸ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

وفی خزانة المفتین:[ص] دارالاسلام لاتصیر دارالحرب، إلاباجراء احکام الشرک فیها، وان یکون متصلا بدارالحرب، لایکون بینها وبین دارالحرب مصر آخر للمسلمین،وان لایبقیٰ فیها مسلم أوذمی آمنا بالأمان الاول. فمالم توجد هذه الشرائط، لاتصیر دارالحرب.

ومعنی قولنا: ان لایبقی فیهامسلم أو ذمی آمنابالأمان الاول ، ان لایبقی فیمامسلم اوذمی امنا علی نفسه، الاّ بامان المشرکین .....الخ

وفی البزازیة ،قال السید الامام: والبلاد التی فی ایدی الکفرة الیوم، لاشک انها بلاد الاسلام بعد،لانه لم یظهر فیها احکام الکفرة بل القضاة مسلمون،انتهیٰ.

پس باید دید، کہ دلیل بودن آں دیار بلاد اسلام می آرد، بقول: بل القضاة مسلمون کہ حکم حکام اسلام بطور اول باقیست ،ونمی گوید لان الناس یصلون ویجمعون ، چرا کہ مراد اجراء احکام بطور شوکت وغلبہ است، نہ ادائے مراسم دین خود، برضاء حاکم غالب۔

درردمحتار(۱) گوید۔

فی معراج الدرایة عن المبسوط: وبلاد الاسلام التی فی ایدی الکفرة، بلادالاسلام لابلاد الحرب، لانهم لم یظهروافیها حکم الکفر والقضاة مسلمون، والملوک الذین یطیعونهم ففساق عن ضرورة مسلمون ولوکانت عن غیر ضرورة منهم أوبدونها. وکل مصرفیه والٍ من جهتهم، تجوزفیه اقامة الجمعة والاعیاد واخذالخراج وتقلید القضاة وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیه ، وأما بلادعلیها ولاة کفار فیجوزللمسلمین اقامة الجمعة والأعیاد ویصیرالقاضی قاضیاً بتراضی المسلمین فیجب علیهمأن یلتمسوا والیاً مسلماً.....انتهیٰ.

وفیه ایضا: قلت، وبهذاظهران مافی الشام من جبل تیم اللّٰه وبعض البلاد التابعة له کلها بلادالاسلام، لانهاوان کانت لها حکام دُرُوز اونصاریٰ ولهم قضاة علی دینهم، وبعضهم یعلنون بشتم الاسلام ، لکنهم تحت حکم ولاة امورنا، وبلاد اسلام محیطة ببلادهم من کل جانب، وإذا اراد ولی الامرتنفیذاحکامنا فیهم، نفذها. انتهیٰ.

(۱) شامی نسخہ ہندیہ ص:۳۰۸،ج:۴فی کتاب القضاء مع تقدم وتاخر (مطبع مرتضوی) نیز شامی ج:۵ص:۳۶۸_۳۶۹ دارالفکر بیروت:۱۳۸۶ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

ازیں ہر دو روایت واضح شد کہ، برائے بقاء دار اسلامیت، بعد غلبۂ کفار، بقاء قوت وشوکت حکام مسلمین وانفاذ امور بقوت وغلبہ مراد می شود، وہم چناں در دار حرب، اجراء حکم اسلام، اگر بقوت باشد، رافع دار حربیت می شود، نہ ادائے محض شعائر اسلام، باذن ورضاء حاکم مخالف دین۔

الحاصل، غرض ازیں شروط ثلاثہ، نزد امام صاحب واز شرط واحد کہ اجراء حکم اسلام است، نزد صاحبیہ ہموں وجود غلبہ وقوت اہل اسلام است، اگر چہ ببعض وجوہ باشد، وہیچ اہل فقہ [ص:۸] نمی گوید کہ در ملک کفار، اگر کسے باذن ایشاں صراحۃ یا دلالۃ، اظہار شعائر اسلام کند، آں ملک دار الاسلام می شود، حاشا وکلا کہ ایں دور از تفقہ است۔

چوں ایں مسئلہ منقح شد، اکنوں حال ہند را غور فرمایند کہ اجرائے احکام کفار نصاری، دریں جا بچہ قوت وغلبہ است کہ اگر ادنی کلکٹر ہم حکم دہد، کہ در مساجد نماز جماعت ادا مکنند، ہیچ کس از امیر وغریب قدرت ندارد، کہ ادائے آں نماید۔ وایں ادائے جمعہ وعیدین وحکم بقواعد فقہ کہ می شود، محض بوجہ قانون ایشانست، کہ در رعایا حکم جاری کردہ اند، کہ ہر کس حسب دین خود عمل نماید، سرکار را مزاحمت بوے نیست۔ وامن سلاطین اسلام کہ بود، ازاں نامے ونشانے نماندہ، کدام عاقل قائل خواہد شد، کہ امنے کہ شاہ عالم دادہ بود، اکنوں بہموں امن، مامون نشستہ ایم، بلکہ امن جدید از کفار شدہ، وبہ ہموں امن نصاریٰ جملہ رعایا، قیام ہند می کنند۔

واما اتصال، پس آں در ممالک واقالیم شرط نیست بلکہ در قریہ وبلد ایں شرط کردہ اند، کہ مدد رسیدن ازاں بسہولت مراد است۔

وکسے می تواں گفت کہ اگر مدد کابل یا شاہ روم آید، کفار را از ہند خارج کند، حاشا وکلا! بلکہ اخراج ایشاں بسیار اصعب است ومستقل جہاد وجنگ باسامان کثیر می خواہد۔

بہر حال تسلط کفار بر ہند بداں درجہ ہست، کہ در ہیچ وقت کفار را بر دار حرب زیادہ ازیں نہ بود۔ وادامر اسم اسلام از مسلماناں، محض باجازت ایشانست، واز مسلماناں عاجز ترین کسے از رعایا نیست، کہ ہنود را ہم قدرے رسوخ است مگر مسلماناں را چیزے وقعت نیست۔ البتہ در ٹونک ورامپور وبھوپال کہ حکام آنجا، باوجود مغلوب بودن کفار، احکام خود جاری دارند، دار اسلام تواں گفت، چنانچہ از روایات رد المحتار وغیرہ مستفاد می شود، فقط

اکنوں بعد سلام مسنون آنکہ، اگر بایں تحریر طمانینت شما حاصل شود، فہو المراد، ورنہ بندہ را معذور دارند، مگر چونکہ از تحریر طویل عاجزم، ایں مسودہ را روانہ می کنم، امید کہ بعد نقلش روانہ ایں صوب فرمایند، کہ بعض مردم ایں جا ہم قصد نقلش می دارند۔

فقط والسلام

۷ رشوال (۱۳۱۰ھ/۲۴ راپریل ۱۸۹۳ء)

آج ۱۶ رذی قعدہ ۱۴۲۶ھ بروز پنجشنبہ، تینوں نسخوں کے مقابلہ اور اختلاف نسخ کی تحریر وترتیب مکمل ہوئی۔

فلحمدللہ علی ذالک

نور الحسن راشد کاندھلوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

ترجمہ مکتوب واستفتاء

مولانا سعیدالدین رام پوری (رام پور ضلع سہارنپور)

بنام محدث عصر، فقیہ جلیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

اے اس سے بڑھ کر کہ قلم پر تیری تعریف آ سکے ۔ اہل مشرق ومغرب پر تیرے لئے دعا واجب ہے

اے وہ کہ جس کے باقی رہنے میں پوری دنیا کا فائدہ ہے ۔ ہر وہ شخص باقی رہے جو تیری بقا کا متمنی ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ابھی تک خیریت سے ہوں، اور جناب عالی کی خیر وعافیت کا، دل وجان سے طلب گار رہتا ہوں۔

بعض بڑے علماء نے مسائل اور روایات فقہیہ کی مدد سے، جو نیچے نقل کر رہا ہوں، ہندوستان کے دارالحرب نہ ہونے کا فتوی دیا ہے۔ چوں کہ یہ روایتیں احقر کی نظر سے گزریں ہیں اور ان دنوں، جب یہ احقر قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے، خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا، میں نے زبان مبارک سے سنا تھا، کہ یہ بلاد [شہر اور علاقے] ہندہ کی رائے کے مطابق، دارالحرب ہیں۔ اس وقت جناب عالی کے ضعف کو دیکھتے ہوئے، سوال کرنے کی ہمت نہ کی، اور اس رائے کی وجہ اور اس سے ملحق فقہی روایات معلوم نہیں کیں۔

اس لئے اب گذارش کرتا ہوں، کہ اگر ان روایات فقہیہ کی کسی قدر تفصیل، کہ جن سے ہندوستان کا دارالحرب ہونا معلوم ہوتا ہو، تحریر فرمائیں، اور ان روایتوں سے اس استدلال کے طریقہ کی بھی اطلاع بخشیں۔ اخلاق عالی سے [جو اخلاق نبوی کا گویا اک نمونہ ہیں] غیر متوقع نہ ہوگا۔

اور وہ روایات یہ ہیں:

خزانۃ المفتین میں ہے دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوتا، مگر اس میں شرک کے احکام جاری ہونے سے، یا یہ ہو کہ وہ شہر دارالحرب سے اس طرح مل جائے، کہ اس شہر اور دارالحرب کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی شہر باقی نہ ہو،

اور اس علاقہ میں کوئی مسلمان یا ذمی، پہلے معاہدہ کے مطابق، محفوظ و مامون نہ رہے۔ پس جب تک یہ شرطیں نہ پائی جائیں گی، تو یہ شہر دارالحرب نہ ہوگا۔

اور ہمارے اس قول کا، کہ اس میں کوئی مسلمان یا ذمی پہلے معاہدہ اور دستاویز امن کے مطابق، امن سے اور محفوظ نہ رہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کی حفاظت کا یقین نہ ہو مگر مشرکین کی امان سے۔

اور [صاحبین نے] کہا ہے کہ جب دارالاسلام میں شرک کے احکام جاری ہو جائیں۔ تو وہ دارالحرب ہو جاتا ہے، چاہے وہ دارالحرب سے ملا ہوا ہو، یا نہ ہو، اس میں مسلمان اور ذمی پہلے امن اور امان کے معاہدہ کے مطابق ہوں یا نہ ہوں۔ اور دارالحرب دارالاسلام ہو جاتا ہے، اس میں اسلام کے احکامات جاری ہونے کے ذریعہ سے، اگرچہ پہلے وہاں سے اسلام کی شوکت ختم ہو گئی ہو۔ یہی شرح سیر ابی الیسر میں لکھا ہے۔

بلاشبہ دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوتا، جب تک اس میں موجود وہ سب باتیں، جن کی وجہ سے دارالاسلام ہوا تھا، ختم نہ ہو جائیں۔ کیوں کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہو، تو جب تک یہ وجہ باقی رہے گی یہ حکم بھی باقی رہے گا۔

اور منثور میں ہے کہ: دارالاسلام، احکام اسلام جاری ہونے سے ہوتا ہے، جب تک اس میں اسلام کی علامتوں میں کوئی علامت باقی رہے گی، اس کی اسلام کی جانب نسبت کو ترجیح رہے گی۔

اور بزازیہ میں ہے: سید الامام نے کہا کہ وہ شہر جو آج کل کافروں کے قبضے میں ہیں، اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ بلاد اسلام ہیں، کیوں کہ ان میں اہل کفر کے احکامات جاری نہیں، بلکہ مسلمان قاضی مقرر ہیں۔ اور وہ شہر جن پر غیر مسلم حکام کے نمائندے، بڑے افسر کی حیثیت سے متعین ہیں، تو ان میں بھی جمعہ کی نماز قائم کرنا، عید کی نماز پڑھنا، ٹیکس لینا، قاضیوں کی پیروی کرنا، بیواؤں کے نکاح کرنا درست ہے، اور وہ علاقے جس میں کافر حکام مسلط ہوں، تو ان میں بھی جمعہ قائم کرنا اور عیدین کی نمازیں پڑھنا جائز ہے۔ اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کر لینے سے، قاضی ہو جاتا ہے۔

اور یہ واضح ہو گیا، کہ اگر کسی چیز کے حکم کی کوئی علت باقی ہو تو وہ حکم بھی باقی رہے گا، اور [ہمارے علماء نے] یہ بھی فیصلہ کیا ہے، کہ یہ علاقے تاتاریوں کے قبضے سے پہلے، دیار اسلام میں سے تھے، اور ان کے قبضہ کے بعد بھی جمعہ، جماعت کی نماز اور شریعت کے تقاضے اور فیصلے کے متعلق فتوے، کتابوں کی تعلیم ان کے کسی سربراہ کے کسی اعتراض کے بغیر چل رہی ہے، اس لئے یہ فیصلہ صادر کرنا کہ وہ دارالحرب ہیں، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، نہ درایۃً نہ روایۃً۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور نشہ والی چیزوں کی برملا خرید وفروخت، روپیہ چنگی اور ٹیکس وصول کرنا اور تاتاریوں کی قومی رسموں کے مطابق احکامات جاری ہونا، ایسا ہی ہے جیسا کہ بنی قریظہ کا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مورتی (رکھنے) کی اجازت مانگنا، حالاں کہ وہ (مدینہ منورہ) اس کے باوجود بھی بلاشک وشبہ دارالاسلام تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ (علاقے اور شہر) کفر کے احکامات جاری ہونے کی وجہ سے، دارالحرب ہوجاتے ہیں، جب کہ ان (شہروں) میں اسلام کے احکامات کے مطابق، کوئی حکم جاری نہ ہو، اور یہ کہ اس میں کوئی مسلمان اور ذمی مسلمانوں کے پہلے معاہدہ (اور اعلان) کے مطابق محفوظ نہ رہے۔ لہٰذا جب بھی یہ شرطیں پائی جائیں گی، تو وہ سب دارالحرب ہوجائے گا، لیکن اگر ثبوت اور شرائط میں اختلاف ہو، تو وہ دارالاسلام، اسی حکم (دارالاسلام ہونے) پر باقی رہے گا، یا اسلام کے پہلو کو احتیاطاً ترجیح دی جائے گی۔

اور عتابی کی شرح زیادات میں ہے: دارالاسلام دارالحرب ہوجاتا ہے، تین شرطوں (کے پائے جانے) سے:

[اول] اس میں کافروں کے احکامات علی الاعلان جاری ہوجائیں۔

[دوم] یہ ہے کہ یہ علاقہ دارالحرب سے ملا ہوا ہو، اور اس شہر اور دارالاسلام کے بیچ میں، مسلمانوں کے شہروں میں سے کوئی شہر واقع نہ ہو۔

[سوم] یہ کہ، اس میں کوئی مسلمان اور ذمی، پہلے امن (مسلمانوں کے دیے ہوئے معاہدہ کے مطابق) محفوظ اور مطمئن نہ ہو۔

پس یہ شرطیں اس لئے مقرر کی گئی ہیں، تاکہ (غیر اسلامی قوت اور غلبہ) کی مکمل اور اصل حیثیت معلوم ہوجائے۔ کیوں کہ دارالاسلام کے ان دونوں (پہلوؤں) سے جڑنے میں احتیاط کی جاتی ہے۔

طحطاوی کے حاشیہ درمختار میں، یہ ہے کہ:

(فقہاء کا قول) شرک کے احکامات برملا جاری ہوں، اور ان میں کوئی حکم اہل اسلام (کے اصول اور شریعت) کے مطابق، (یا اس کی روشنی میں) نہ ہو۔

ہندیہ (فتاوی عالم گیری) میں ہے:

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ، اگر اس میں مسلمانوں کے احکامات (وقوانین) جاری ہوں، اور اہل شرک کے (قوانین وہدایات) جاری نہ ہوں، تو وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

پس یہ شہر امام صاحب کی رائے کے مطابق، نہ صاحبین کی رائے پر دارالحرب نہیں ہوں گے، کیوں کہ (دارالحرب ہونے کے لئے) احکام اسلام کا بالکل ختم یا بے اثر ہونا ایسی شرط ہے، جس پر سب کا اتفاق معلوم ہوتا ہے، اور اس شرط کا (اس وقت) موجود نہ ہونا، ظاہر ہے۔ کیوں کہ ان علاقوں میں (مسلمانوں بادشاہوں کی ہدایات وقانون کے مطابق) بہت سے اسلامی ہدایات واحکامات، اب بھی (قانوناً) باقی اور جاری ہیں۔

اور اگر یہ شہر جناب والا کی رائے کے مطابق دارالحرب ہوں، تو ان شہروں میں غیر مسلموں سے سود لینے اور کافروں سے رہن، لینے کا کیا حکم ہوگا؟ اور ان روایتوں کا شریعت کے قانون کے مطابق جو مقصد ہو تحریر فرمائیں۔

اور دارالحرب کے دارالاسلام میں بدل جانے کی صورت میں، صرف چند اسلامی احکامات کا نافذ ہونا، کافی ہو، تو بہ ظاہر اس زمانہ میں پوری دنیا دارالاسلام ہوگی؟

والسلام خیر ختام

سعد آباد ضلع متھرا

۱۷ر شعبان ۱۳۱۰ھ (۷ر مارچ ۱۸۹۳ء)

.....

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے.....؟

ترجمہ فتوی [یا مکتوب گرامی] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

ترجمہ از نور الحسن راشد کاندھلوی

بندہ رشید احمد گنگوہی کی جانب سے

میرے کرم فرما مولوی سعید الدین صاحب آپ کی عنایت ہمیشہ باقی رہیں۔ بعد سلام مسنون

مطالعہ فرمائیں کہ ماہ رمضان المبارک میں، آپ کا خط مسئلہ دار الحرب کی تحقیق کے لئے پہنچا تھا۔ کیوں کہ میری صحت ایک عرصہ سے کمزور چل رہی ہے، اور رمضان المبارک میں اس میں اضافہ ہو گیا تھا، اس لئے جواب لکھنے سے قاصر رہا، اس وقت جیسے بھی بن پڑے جواب لکھتا ہوں۔

سنئے! کسی شہر (یا کسی ملک) کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا دارومدار، مسلمانوں کے غلبہ (قوت قاہرہ) یا کافروں کے غلبہ پر ہے۔ اور بس! لہٰذا ہر وہ جگہ جو مسلمانوں کے احکامات کے تابع ہے، اس کو دار الاسلام کہا جائے گا، اور ہر وہ جگہ جو کافروں کے احکامات کی پابند ہے، اس کو دار الحرب کا نام دیا جائے گا۔ جامع الرموز میں کہا ہے

دار الاسلام وہ ہے جس میں امام مسلمین کے احکامات جاری ہوں، اور وہاں مسلمان امن کے ساتھ رہتے ہوں۔ اور دار الحرب وہ ہے، جس میں مسلمان غیر مسلموں سے خوف زدہ رہتے ہوں۔

رد المحتار اور شامی میں ہے۔

''قاری الہدایہ سے دریائے شور کے متعلق سوال کیا گیا، کہ وہ دار الحرب ہے یا دار الاسلام؟ جواب دیا کہ وہ ان دونوں سے جدا ہے، اس لئے کہ اس میں کسی کو بھی غلبہ حاصل نہیں ہے۔

اس عبارت کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ، کسی مقام کے دار الاسلام یا دار الکفر ہونے کا تمامتر دارومدار، کفر اور اسلام کے غلبہ پر ہے، اور بس! اگرچہ دیگر وجوہات کی بنا پر، دریائے شور کے متعلق، راجح قول اس کے دار الحرب ہونے کا ہوگا۔ اور ہر وہ جگہ جو دونوں فریق کی مقہور ہو، اس کو۔

اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔

[الاسلام یعلو ولا یعلی]

کے اصول کے مطابق، دارالاسلام کہیں گے، مگر اسی شرط پر کہ یہاں بعض پہلوؤں سے اہل اسلام کا غلبہ اور تسلط ہو، نہ صرف یہ کہ وہاں مسلمان رہتے ہوں، یا بعض شعائر اسلام کی کفار کی اجازت سے بجا آوری کی اجازت ہو، اس لئے کہ کسی خطے میں مسلمانوں کا آباد ہونا، یا وہاں غیر مسلموں کی اجازت سے شعائر اسلام کی بجا آوری کی اجازت ہونا، لائق اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح غیر مسلموں کا دارالاسلام میں (موجود) ہونا، اور وہاں کفریہ رسومات پر، اہل اسلام کی اجازت، یا ان کی کوتاہی وغفلت کی وجہ سے عمل پیرا ہونا، اس جگہ کے دارالاسلام ہونے کو، کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔ کیوں کہ دونوں میں سے کسی صورت میں بھی (دوسرے فریق کا) غلبہ نہیں ہوا، اور (دارالاسلام یا دارالحرب کا) فیصلہ، غلبہ کی وجہ سے ہے، نہ صرف موجود رہنے اور احکام الاسلام یا کفر ظاہر کرنے کی وجہ سے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ، ذمی، دارالاسلام میں مسلمانوں کی اجازت سے قیام پذیر رہتے ہیں اور اپنے مذہبی طور طریق کو برملا انجام دیتے ہیں۔ اس کے باوجود (اس خطے کا) دارالاسلام ہونا، جوں کا توں باقی رہتا ہے، اور مسلمان دارالکفر میں کافروں سے، معاہدۂ امن کی وجہ سے اطمینان سے آتے جاتے ہیں، اور اپنے اسلامی شعائر کو دارالکفر میں بے جھجھک سرانجام دیتے ہیں، (مگر یہ امن) اس علاقے کے دارالکفر ہونے کو ختم نہیں کرتا۔

کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے، کہ فخر عالم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ، عمرۃ القضاء کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے، اور جماعت نماز وغیرہ جملہ شعائر اسلام کو وہاں کھل کر ادا فرماتے تھے، اور باوجود اس قدر وسیع جماعت کی موجودگی کے، کہ اس کے ذریعے مکہ میں کافروں کو خوف زدہ فرما سکیں، چنانچہ حدیبیہ میں رفقاء کی کثیر تعداد کی بنا پر، مکہ معظمہ پر غلبہ کا ارادہ فرمالیا تھا، مگر کیوں کہ یہ سب کافروں کی اجازت کی وجہ سے تھا، اس لئے ان تینوں دنوں کے لئے مکہ دارالاسلام نہیں ہوا، بلکہ دارالحرب باقی رہا۔ اس لئے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں یہ قیام اور اظہار شعائر اسلام، کا فران مکہ کی اجازت سے تھا، مسلمانوں کے اپنے غلبہ اور طاقت کی وجہ سے نہیں۔

بہر حال یہ طریقہ محولہ بالا ایک قاعدہ کلیہ ہے، کہ دارالحرب، کافروں کے زیر تسلط علاقہ ہے اور دارالاسلام مسلمانوں کے تابع فرمان مملکت!۔ اگر چہ ایک کے علاقے میں دوسرے فریق کے افراد بھی، بلا کسی ظلم وزیادتی کے، آزادی سے رہتے ہوں، اور جس مقام پر دونوں فریقوں کو یکساں اختیارات اور قوت حاکمہ حاصل ہو، وہ بھی دارالاسلام سمجھا جائے گا۔

اس اصول کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے، اس لئے کہ اس موضوع کے جملہ مسائل اسی سے نکلتے ہیں، اور اس باب کی تمام جزئیات اسی اصول کے تابع ہیں۔ اس کے بعد ایک بات اور سن لیجئے، کہ ہر وہ جگہ جو دارالکفر ہو اور اہل اسلام اس پر اقتدار حاصل کر لیں، اور وہاں احکام اسلام جاری فرمادیں، اس کے متعلق علمائے اسلام ہی فرماتے ہیں، کہ وہ دارالاسلام

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہوگیا، کیوں کہ مسلمانوں کا اقتدار اور تسلط نافذ ہوگیا ہے۔ اگرچہ بعض صورتوں میں وہاں کافروں کا عروج و اقتدار باقی ہو، مگر پھر بھی [الاسلام یعلو ولا یُعلی] اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا، کے اصول کے مطابق، وہ جگہ باتفاق علماء اسلام دارالاسلام ہوگئی ہے، جیسے کہ اوپر وضاحت کردی گئی۔

مکرر وضاحت کی جاتی ہے کہ، اگر اس خطے میں مسلمانوں کا داخلہ اور اسلام کا اظہار، مسلمانوں کے تسلط اور اقتدار کامل کے ذریعے نہ ہوا ہو، تو اس علاقے کے دارالحرب ہونے کے حکم میں، کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ ورنہ اس طرح صرف (مسلمانوں کی موجودگی سے) تو جرمن، روس (۱) فرانس وغیرہ عیسائیوں کی تمام حکومتیں، اور چین وغیرہ کافروں کے ملک دارالاسلام ہوجائیں گے، اور دنیا میں بھی کہیں دارالحرب کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے تمام غیر مسلم ملکوں میں، مسلمان غیر مسلم حکومتوں کی اجازت سے، احکام اسلام پر عمل پیرا رہتے ہیں، اور ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہنا، بدیہی طور پر غلط ہے۔

بہرصورت دارالاسلام اور دارالکفر کی تعیین میں، تسلط اور اقتدار معتبر ہے، اور بس! اور ہر وہ جگہ جو دارالاسلام تھی پھر غیر مسلموں نے وہاں تسلط حاصل کرلیا، تو اگر وہاں اسلام کا حکم اور اقتدار بالکل ختم ہوگیا ہو، تو وہ علاقہ دارالحرب ہوجائیگا، اور اگر کافروں کا تسلط ہو، لیکن بعض حیثیت سے مسلمانوں کو بھی غلبہ واقتدار حاصل ہو، اس کو دارالاسلام نہیں کہیں گے۔ نہ کہ دارالحرب، اس مسئلہ پر اتفاق ہے، مگر غلبۂ اقتدار بالکل ختم ہونے کی کیا حد ہے، اس میں ہمارے ائمہ فقہ کے درمیان اختلاف ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں، کہ اگر دونوں فریق (اہل اسلام اور غیر مسلم) اپنے اپنے احکامات اور فیصلوں کو علی الاعلان جاری کرسکتے ہوں، تو غلبۂ اسلام بھی باقی ہے، اور اگر اہل اسلام اپنے احکامات کے نفاذ کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور اس میں غیر مسلموں کی اجازت کے پابند ہوں، تو کچھ بھی غلبہ اسلام باقی نہیں رہا (یعنی یہ ملک دارالحرب شمار ہوگا)۔

کیوں کہ جب کافر اس طرح مسلط ہوگئے، کہ کافرانہ احکامات پورے طور اور طاقت سے جاری کرنے لگے، اور اہل اسلام اس قدر عاجز اور مغلوب ہوگئے، کہ اسلامی احکامات نافذ نہیں کرسکتے، اور کافرانہ احکامات جو اہل اسلام کے لئے موجب شرمندگی اور عیب ہیں، ان کو ختم کرنے اور رفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، پس اسلام کا غلبہ کس درجہ میں باقی رہا، کہ (اب بھی) اس کو دارالاسلام کہا جائے؟ بلکہ کفار کا تسلط اور اقتدار پوری طرح ظاہر ہوگیا، اس لئے (وہ) اس وقت دارالحرب ہوگیا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا سو ہوگا، اس وقت اس کے دارالحرب ہونے میں کوئی کمی باقی نہیں رہی، اور یہ اس دارالحرب کی طرح ہوگیا، جس پر پرانے زمانے سے کافر مسلط ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔

---

(۱) یاد رہے کہ حضرت مولانا گنگوہی کا یہ فتویٰ، شوال سنہ ۱۳۱۰ھ اپریل ۱۸۹۳ء کا لکھا ہوا ہے۔ اس وقت روس میں بادشاہت تھی، عیسائی حکومت تھی اور زار خاندان کی حکمرانی تھی، اس کے پچیس سال بعد سنہ ۱۹۱۷ء میں کمیونسٹ انقلاب آیا تھا۔ نور]

اور امام ابوحنیفہؒ نے باریک بینی اور استحسان کے طور پر فرمایا ہے کہ، دارالاسلام کو دارالکفر کا حکم دینے میں، اس وقت تک احتیاط کرنی چاہئے، جب تک کہ وہاں غلبہ اسلام کے نشانات میں سے، کچھ بھی اثر باقی ہو، یا کافروں کے قبضے اور تسلط میں کچھ مزوری پائی جاتی ہو، اور ان کے تسلط (واحکامات) کو رد کرنا، مسلمانوں پر زیادہ مشکل نہ ہو۔ مگر اس پر دو شرطیں اور اضافہ فرمائی ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ شہر اور بستی، جس پر کفار قابض اور متسلط ہیں، دارالحرب سے اس طرح ملا ہوا ہو، کہ اس علاقے اور دارالحرب کے درمیان دارالاسلام کا کوئی علاقہ، اس طرح حائل نہ ہو، کہ اس علاقے اور دارالحرب سے ملنے کی وجہ سے، اس کو دارالاسلام سے دوری ہو جائے، اور کافروں کے حلقہ میں آجائے۔ نیز کافروں کا غلبہ اس مضبوطی کے ساتھ ہو کہ اس کا کافروں کے ہاتھ سے خالی کرالینا سخت دشوار ہو جائے، اور اس مقام کے رہنے والے مسلمانوں پر، کافروں کا تسلط کمال کو پہونچ جائے۔ اور اس کی مثال یہ ہے، کہ جیسے کہ کافر مسلمانوں کے مال پر قبضہ کرلیں، اگر وہ مال ان (کافروں کے ملک یا علاقے) میں پہنچ گیا، تو ان کی ملکیت ہو گیا، اور اگر اس قبضہ کے بعد (بھی) ان کے خاص علاقے میں نہیں گیا، تو اس کو اصل مالک کی ملکیت سے نکل جانا، تسلیم نہیں کیا جاتا، جیسا کہ فقہ کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ طے شدہ (واضح) ہے بدایہ میں کہا ہے:

اور جب (غیر مسلم) ہمارے مال پر، قابض ہو جائیں اور اس کو اپنے علاقہ میں لیجائیں، تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

اسی [ہدایہ] میں یہ بھی ہے:

لیکن یہ قبضہ تسلیم نہیں ہوتا، جب تک وہ اس دولت کو اپنے علاقہ میں نہ لیجائیں، کیوں کہ قبضہ کا حاصل یہ ہے کہ اس چیز پر اس وقت بھی قبضہ ہو اور وہ قبضہ آئندہ بھی باقی رہ سکے، پس اسی طرح کوئی زمین یا علاقہ، مثلاً کافروں کے تسلط میں آگیا، اگر ان کا یہ قبضہ اور تسلط ایسا مکمل ہو گیا، کہ وہ شہر یا علاقہ بلاد کفر میں مل گیا، اور یہ قبضہ اس زمین کے دارالحرب سے، علاقائی طور پر بھی ایک ہو گیا اور دارالکفر سے مل گیا اور دارالاسلام سے کٹ گیا، تو گویا یہ شہر غیر مسلموں کے ہاتھوں میں مکمل دب گیا، اور بے حیثیت ہو گیا، تو [یہ دارالحرب ہے]؟ ورنہ دارالاسلام باقی ہے۔ اگرچہ اس کا دارالاسلام ہونا مزور درجہ کا ہے، لیکن الاسلام یعلو ولا یعلی (اسلام سربلند رہتا ہے، پست اور کمزور نہیں ہوتا) کی ہدایت کے مطابق یہ دارالاسلام ہونا چاہئے، اس شرط کا حاصل بھی وہی اہل کفر کا غالب ہونا اور اہل اسلام کا مغلوب ہونا ہے، جو شروع میں بنیادی اصول اور کلیہ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ امان جو مسلمان حاکم نے، مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے، اور غیر مسلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

رعایا کو ذمی کے معاہدہ کی وجہ سے دی تھی، ختم ہو جائے، اس طرح ختم ہو جائے کہ کسی بھی شخص کو اپنے مال اور ذات کی حفاظت کا اطمینان باقی نہ رہے۔ یعنی جیسے کہ مسلمان حاکم کے امن دینے (اعلان کرنے) کی وجہ سے، ہمیشہ محفوظ تھے کہ حاکم کے امن کی وجہ سے یہ خیال نہیں، کہ کسی مسلمان یا ذمی کی جان یا مال کو کوئی خطرہ ہوگا، یہ خطرہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب مسلمان حاکم کو شوکت اور غلبہ حاصل نہ ہو، جب یہ امان باقی نہ رہی، کہ کوئی شخص بھی اس امان کی وجہ سے محفوظ نہ رہا، یعنی یہ امان بے وقعت اور بے اثر ہو گئی اور جو امان کہ غیر مسلموں نے دی ہے، وہی امن پر اطمینان کا ذریعہ ہے۔

پس ظاہر ہے کہ جب تک مسلم حاکم کے ذر کی وجہ سے تکلیف پہنچانے والے کو ذر رہے گا، تو مسلمانوں کے امن کا غلبہ اور اس کی شوکت (کسی قدر) باقی رہے گی، اور جب یہ چیز نہ رہے گی بلکہ (مسلمان حاکم کا دیا ہوا) امن کمزور ہو جائے گا، پہلا (اسلامی) امان ختم ہو جائے گا۔

لہٰذا حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک، جب کسی علاقہ میں کافروں کے علی الاعلان احکامات جاری ہونے کے بعد، یہ دونوں شرطیں پائی جائیں گی، کفر کا ہر پہلو سے غالب ہونا ثابت ہو جائے گا، اور اسلام کا ہر پہلو سے غلبہ ختم ہو جائے گا، اس وقت آزادی میں سے کچھ باقی نہیں رہا، لہٰذا اس علاقہ کے دارالحرب ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

اہل دانش کو اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس بات کا مدار بھی قہر وغلبہ پر ہے، اور بس! جو کہ شروط میں اصل کلی میں واضح کر دیا ہے۔

اس تقریر کے بعد روایات فقہاء کو سننا چاہئے، کہ ان میں سے بعض کے نقل کرنے سے، اس ناچیز کی تقریر کی سند حاصل ہو جائے گی، اور بعض کے معلوم ہونے سے، اس سلسلہ کی تمام روایتیں معلوم ہو جائیں گی۔

فتاوی عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ، امام محمد نے زیادات میں فرمایا ہے:

بلاشبہ، امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین شرطوں کے پائے جانے سے، دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے۔

اول یہ ہے کہ عام طور سے [علی الاعلان] کفر کے احکامات جاری ہو جائیں، اور اس میں اسلام کے مطابق کوئی قانون وضابطہ (جاری اور) زیر عمل نہ ہو۔

دوسرے: یہ کہ وہ اس طرح دارالحرب سے ملا ہوا ہو، کہ ان دونوں کے بیچ میں، بلاد اسلام میں سے کوئی بستی اور شہر واقع نہ ہو۔

تیسرے: یہ کہ اس علاقہ میں کوئی مسلمان اور ذمی، پہلے معاہدہ اور معاہدہ کے مطابق محفوظ ومامون نہ رہا ہو، اس

معاہدہ کے مطابق، جو (اس علاقہ پر) کافروں کے غلبہ سے پہلے، مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی وجہ سے اور ذمیوں کو عہد و پیمان کی وجہ سے حاصل تھا۔ اب مسئلہ کی ترتیب تین طرح سے ہے:

الف: حربی ہمارے شہروں میں سے کسی شہر پر غالب آجائیں۔

ب: اہل شہر اپنے دین سے پھر جائیں، اور اس شہر میں اہل کفر غالب ہو جائیں، اور ان کے احکامات جاری ہو جائیں اور ان ہی کا غلبہ ہو جائے۔

ج: یا اہل ذمہ اپنے معاہدہ کو توڑ دیں، اور ہمارے شہروں پر غالب ہو جائیں۔

تو ان تمام صورتوں میں سے کسی ایک شکل، یا تمام (معاملات پائے جانے کے بعد بھی) یہ شہر دار الحرب نہیں ہوں گے، مگر تین شرائط کے ساتھ: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے، کہ صرف ایک شرط کے ساتھ، اس کے علاوہ کوئی شرط نہیں ہے، وہ احکام کفر کا ظاہر و غالب [و نافذ] ہونا ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں، اور یہی قیاس بھی ہے۔

جامع الرموز میں کہا ہے: اور اس (دار الاسلام) کا دار الحرب ہو جانا (امام ابو حنیفہؒ) کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ ہے۔

ایک کھل کر برملا احکامات کفر کا جاری ہونا، ایسا کہ حاکم کافر کی طرف رجوع کرتا ہو اور مسلمان قاضی سے کوئی معاملہ نہ ہو [جیسا کہ بحر الرائق میں ہے]۔

دوسرے: اس کا دار الحرب سے، اس طرح ملا ہوا ہونا، کہ ان دونوں دار الحرب اور دار الاسلام کے شہروں کے بیچ میں کوئی اور ایسا اسلامی شہر واقع نہ ہو، جو دار الاسلام کو دشمنوں کے حملے سے بچائے اور حفاظت کرے۔

جامع الرموز کی اس عبارت سے دو باتیں واضح ہوئیں:

﴿الف﴾ ایک تو یہ کہ اہل اسلام کا حکم جاری ہونے کا مطلب اظہار حکم اسلام ہے، غلبہ کے طور پر، نہ صرف جماعت اور جمعہ [وغیرہ] کی اجازت ہونا۔ کیوں کہ مصنف جامع الرموز کہتا ہے: کہ، غیر مسلموں کے احکامات کے مطابق فیصلے کئے جائیں اور مسلمان قاضیوں کی جانب رجوع نہ کیا جائے، یعنی مسلمان قاضیوں کی کچھ شوکت اور وقعت باقی نہ رہے، کہ ان سے رجوع کیا جائے۔ اور اسی طرح مسلمانوں کے لئے دار الحرب میں حکم جاری ہونے کا مطلب، ان کے حکم کا غلبہ ہونا مراد ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔ بہر حال حکم اسلام ظاہر ہونے اور حکم کفر ظاہر ہونے سے مراد قوت اور غلبہ ہے۔ نہ صرف [بعض معاملات کے] ادا کرنے کی اجازت، اور ان کے ظاہر کرنے کی گنجائش پر، یہ فیصلہ نہ ہوگا۔

﴿ب﴾ یہ کہ اتصال اور انقطاع کی شرط کا حاصل بھی، وہی قوت ہے کہ جس کی وجہ سے دار الحرب کے اتصال کی

toobaa-elibrary.blogspot.com

صورت میں، حربیوں سے مغلوب شہر کو مدد نہ پہنچے۔ بخلاف دارالحرب سے انقطاع کے (کہ اس وقت اہل اسلام سے) مدد کا پہنچنا ہو سکتا ہے، پس (گویا) ابھی قوت اسلام باقی ہے۔

خزانۃ المفتین میں ہے: دارالاسلام دارالحرب میں (تبدیل) نہ ہوگا، مگر اس میں شرک کے احکام جاری ہونے کی وجہ سے، اور اس وجہ سے کہ وہ (دارالاسلام) دارالحرب سے، اس طرح مل جائے، کہ اس دارالاسلام اور دارالحرب کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی شہر واقع نہ ہو، اور اس میں کوئی مسلمان اور ذمی امان اول (جو پہلے حاکم مسلم سے حاصل تھا) کے ذریعہ محفوظ اور پر امن نہ ہو۔ پس جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں اس وقت تک دارالاسلام دارالحرب میں (تبدیل) نہ ہوگا۔

اور ہمارے ان الفاظ: لایبقی فیھا مسلم أوذمی آمنا بالأمان الأول کا مطلب یہ ہے، کہ اس علاقہ میں کوئی مسلمان اور ذمی، اپنی جگہ محفوظ نہ ہو، مگر مشرکین کے دیئے ہوئے امن وامان کی بنیاد پر۔

اور بزازیہ میں ہے سید الامام ( ) نے فرمایا وہ شہر اور مدینہ جو کافروں کے ہاتھوں میں ہے، اس میں شک نہیں کہ وہ بلاد اسلام ہے، کیوں کہ اس میں کافروں کے احکامات نافذ نہیں، بلکہ مسلمان قاضیوں کے احکامات پر عمل ہے۔

پس دیکھنا چاہئے کہ، ان شہروں کے دارالاسلام ہونے کے ثبوت میں، یہ لائے ہیں اہل القصاۃ مسلمون یعنی وہاں ان قاضیوں کی بدایت اور اسلام کے احکامات، اسی طرح نافذ ہیں، جس طرح شروع میں تھے۔ یہ نہیں کہا کہ وہ اس لئے دارالاسلام ہیں، کہ وہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ کی نماز (جماعت سے) ادا کرتے ہیں۔ کیوں کہ اجرائے احکام سے شوکت وغلبہ مراد ہے، نہ سرکاری ملازمین وحکام کی اجازت سے، مراسم دین کی ادائیگی۔

درمختار میں کہا ہے:

معراج الدرایہ میں مبسوط سے نقل کیا ہے کہ وہ شہر جو کافروں کے تسلط میں ہیں، وہ بلاد اسلام ہیں، دارالحرب نہیں ہیں، کیوں کہ ان میں کفر کے احکامات ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ وہاں [بدستور] قاضی اور مسلمان حکام ہیں، لوگ اپنی ضرورتوں اور اس کے علاوہ معاملات میں بھی، ان ہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور ہر وہ شہر جس میں حربیوں کی طرف سے حاکم مقرر ہوں، وہاں حاکم مسلم کے لئے جمعہ وعیدین قائم کرانا اور اجراء حد اور قاضی کا تقرر جائز ہے۔ ان حربیوں پر بھاری پڑنے کی وجہ سے۔ پس اگر حاکم غیر مسلم بھی ہوں، تو مسلمانوں کے لئے جمعہ قائم کرنا جائز ہے اور قاضی مسلمانوں کے مقرر کرنے سے قاضی ہو جاتا ہے، اور مسلمانوں کے لئے واجب ہے، کہ وہ مسلم حاکم کے لئے کوشش کریں۔

اور اسی (درمختار) میں ہے۔ میں کہتا ہوں، اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ملک شام میں، جبل تیم اللہ اور اس سے ملحق بعض علاقے، سب بلاد اسلام ہیں، کیوں کہ اگرچہ ان شہروں کے حاکم دروز اور نصاریٰ ہوتے ہیں، اور ان کے فیصلے اپنے مذہب کے مطابق ہوتے ہیں، اور ان میں سے کچھ علی الاعلان اسلام کو برا بھلا کہتے ہیں، لیکن وہ (عموماً مجموعی طور پر) ہمارے حکام کی ماتحتی میں ہیں، اور اسلامی شہران کی بستیوں کا، ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہیں، اور مسلم حکام جب ان کے متعلق، اپنے احکامات نافذ کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہے، کہ کسی علاقہ پر کافروں کے غلبہ کے بعد، اس کا دارالاسلام کی حیثیت سے باقی رہنا، وہاں مسلمان حکام کی قوت وشوکت کا باقی رہنا، اور اسلامی قوانین اور احکامات کا غلبہ اور قوت کے ساتھ نافذ ہونا، مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر دارحرب میں، اسلامی احکام اگر قوت (وطاقت) سے جاری ہوں، تو یہ اس کے دارحرب ہونے کو ختم کرنے والا ہوگا، صرف ان غیر مسلموں کے مخالف اسلام، حاکم کی اجازت اور خوشنودی سے، شعائر اسلام کے ادا کرنے کی اجازت سے، دار اسلام نہ ہوگا۔

حاصل یہ کہ مقصد ان شروط مذکورہ بالا سے، امام صاحب کے نزدیک اور شرط واحد اجراء حکم اسلام سے، صاحبین کے نزدیک وہی اہل اسلام کا غلبہ اور قوت وشوکت ہے، اگرچہ یہ قوت وشوکت جزوی طور پر ہو۔ کوئی فقیہ نہیں فرماتے کہ کافروں کے ملک میں، اگر کوئی شخص ان (کافروں) کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت سے، شعائر اسلام ظاہر کرتا ہے، [ان پر عمل کرتا ہے] تو اس سے وہ ملک دارالاسلام ہو جاتا ہے، ہرگز نہیں! اس لئے یہ بات فقہ وتفقہ سے دور ہے۔

جب یہ مسئلہ واضح ہو گیا، اب ہندوستان کے حال پر غور فرمائیں، کہ یہاں کافروں اور عیسائیوں کے احکامات کس قوت اور غلبہ کے ساتھ ہیں! اگر اونی کلکٹر بھی حکم دیدے، کہ مسجدوں میں جماعت کی نماز ادا نہ کریں، کوئی شخص غریب امیر اس کی ہمت نہیں رکھتا، کہ نماز ادا کر سکے۔ اور یہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا ادا ہونا اور فقہی طور پر، ان کی ادائیگی کا حکم ہو جانا، صرف ان (انگریزوں وغیرہ) کے قانون کی وجہ سے ہے، کہ انہوں نے رعایا کے لئے یہ حکم جاری کر رکھا ہے، کہ ہر شخص اپنے دین کے مطابق عمل کرے، سرکار کو اس سے کچھ لینا دینا نہیں، اور سلاطین اسلام کا دیا ہو، جو امن تھا، اس کا تو اب نام ونشان بھی باقی نہیں۔ کون عقل مند اس کو مانتا ہوگا کہ وہ امن (اور اجازت) جو شاہ عالم نے دیا تھا، ہم اب بھی اس معاہدۂ امن کے تحت آرام سے بیٹھے ہیں، بلکہ یہ (ایک) نیا ضابطہ امن ہے، جو کافروں سے حاصل ہوا ہے، اور اسی امن (وانتظام) کے تحت، تمام قومیں ہندوستان میں قیام پذیر ہیں۔

جہاں تک ایسے علاقے کا دارالاسلام سے ملے ہوئے ہونے کا تعلق ہے، تو یہ ملکوں اور بڑے علاقوں میں شرط نہیں،

toobaa-elibrary.blogspot.com

بلکہ چھوٹی بستیوں اور شہروں کے لئے یہ شرط کی گئی ہے۔ اور مدد ملنے سے سہولت سے مدد ملنا مراد ہے، اور کون کہہ سکتا ہے کہ اگر کابل کے حکمراں کی یا خلیفۂ مسلمین [ترکی] کی مدد آجائے، تو مسلمان کافروں کو ہند سے نکالدیں گے، ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کا نکال دینا بہت دشوار ہے، مستقل جہاد و جنگ، اور بہت سامان (وانتظامات) کو چاہتا ہے۔ بہرحال کافروں کا ہندوستان پر تسلط اس درجہ کا ہے کہ، کسی وقت بھی کافروں کو دارحرب پر، اس سے زیادہ تسلط (اور قبضہ) نہیں ہوا [جیسا یہاں ہے] اور یہاں مراسم اسلام کا ادا کرنا، صرف ان کی اجازت سے ہے، اور (ہندوستان میں) مسلمانوں سے زیادہ کمزور بے بس، ان کی رعایا میں کوئی نہیں ہے، کہ ہندوؤں کو بھی کسی قدر اعتبار حاصل ہے، مگر مسلمانوں کی کچھ وقعت نہیں ہے، ہاں البتہ ٹونک، رامپور اور بھوپال وغیرہ میں، کہ وہاں کے حاکم [نواب] کافروں کے احکامات سے دبے ہوئے ہونے کے باوجود، اپنے احکامات جاری رکھتے ہیں۔ اس لئے ان ریاستوں اور مقامات کو، دارالاسلام کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

اب بعد سلام مسنون! یہ ہے کہ، اگر اس تحریر سے آپ کو اطمینان حاصل ہوجائے، تو مراد حاصل ہے، ورنہ بندہ کو معذور سمجھیں۔ چوں کہ میں لمبی تحریر سے معذور ہوں، (اس لئے) اسی مسودہ کو (آپ کے پاس) بھیجتا ہوں، امید کہ نقل کے بعد اس کو (واپس) بھیج دیں گے، کیوں کہ بعض لوگ یہاں بھی اس کی نقل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

فقط والسلام

۷ رشوال ۱۳۱۰ھ (۲۴ راپریل ۱۸۹۳ء)

.....

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

بارہواں باب

کتاب العلم والتحقیق

تجوید وقرأت اور متعلقاتِ قرآن کریم

(۸۶۶) رِزْقَهَا اللّٰه میں مد ہے، یا نہیں؟ (۱) رِزْقَهَا کے بعد جو ہمزہ اللّٰه کا واقع ہے، تو قاعدہ مد کا یہاں موجود ہے، مگر بسبب وقف کے مد نہیں لکھتے۔ سو اگر یہاں وقف نہ کرے تو مد ہونا چاہئے، ورنہ نہیں۔ شاید اس ہی وجہ سے مد کا لکھنا بعض مصاحف میں ہوا ہے، ورنہ یہاں کسی مصحف میں بندہ نے نہیں دیکھا۔ فقط

(مکتوب ۳۲، بنام مولانا خلیل احمد صاحب۔ قلمی)

(۸۶۷) لإیلف میں لام کے بعد الف کیوں نہیں لکھا گیا؟ **سوال:** لایلف میں جو سورہ قریش میں دو آیت ہیں، اس لفظ میں لام کے بعد الف کیوں نہیں لکھا جاتا، اکرام وایمان وغیرہ میں جب الف لکھا گیا، تو ایلف میں کھڑی زیر پر کیوں اکتفاء کیا؟

جواب: قرآن کی رسم خط موافق قاعدہ مقرر کے نہیں ہے، لہٰذا مصحف عثمانی میں جس طرح مرقوم ہے، اس طرح لکھا جاتا ہے، اور اس کے خلاف کو مکروہ [کہا گیا ہے] پس تمام قرآن شریف کے رسم خط کو ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۰)

(۸۶۸) سورۂ کہف میں شیءٍ: شایءٍ کیوں لکھا جاتا ہے؟ **سوال:** لفظ شیءٍ تمام قرآن میں بیائے تحتانی موجود ہے، سورۂ کہف کے چوتھے رکوع کے اول [ولا تقولنّ لشایءٍ إنّی فاعلٌ] میں بجائے یائے تحتانی کے، چند مصاحف میں الف لکھا گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ بھی اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۰)

---

(۱) سورۃ العنکبوت آیت ۶۰ ہے "وکأین من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها وإیاکم وهو السمیع العلیم" اگر (رزقها) پر وقف کیا جائے اور اللہ سے الگ پڑھا جائے تو مد نہیں ہوگا، ورنہ ہوگا۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۶۹) سورۂ فتح کے پہلے رکوع میں عَلَیْہُ پر پیش کیوں ہے؟

مسئلہ: یہ کہ سورۂ فتح کے پہلے رکوع کے آخر میں، عَلَیْہُ(۱) کے ہائے ضمیر کو پیش کس واسطے پڑھا جاتا ہے، حالانکہ اور سب مثالوں میں زیر موجود ہے۔

جواب: یہ قرأت اور وَمَآ اَنْسَانِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ الخ کی قرأت حفص کی ہے قراء کے قاعدے میں کسی کو دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۲)

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۰)

(۸۷۰) ضاد کا صحیح مخرج اور تلفظ کیا ہے؟

سوال: ضاد معجمہ مشتبہ الصوت ظاء معجمہ ہے، یا دال مہملہ، صحیح تلفظ کیا ہے؟

جواب ہر دو مسائل (۳) کا مدلل بدلائل شرعیہ ایسا ارقام فرمایا جائے، تاکہ کسی کو جائے اعتراض معقول باقی نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: ضاد معجمہ نہ دال پُر ہے اور نہ ظا ہے، بلکہ جدا حرف ہے، کہ سننے [سمجھنے] سے آتا ہے۔ پس جو لوگ اس کو ظا پڑھتے ہیں غلط کرتے ہیں، اور جو دال پڑھتے ہیں وہ بھی اس لفظ کے ادا کرنے میں خطا کرتے ہیں، مگر بہر حال حرف بنسبت دال کے ظا سے قریب ہے۔ پس جو شخص استادوں [کذا] قرأت سے درست کر لیوے، بہتر [ہے]، اور نہ اس طرح پڑھے کہ ظا نہ ہو جائے، اور دال بھی نہ ہو، سننے والا جان لیوے کہ ضاد پڑھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۷-۱۹۶)

[نوٹ: ایک ضروری مسئلہ: ض، د، ظ۔ ہر سہ حروف جداگانہ ہیں، پس: ؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۸۷۱) تحقیق قرأت ضاد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں: کہ دو شخص عامی ہیں، ایک حرف (ض) کو (ظ) پڑھتا ہے اور ایک (د) معجمہ پڑھتا ہے، اور جو بجائے ضاد، ظا، پڑھتا ہے، یہ کہتا ہے کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ [نے] کیمیائے سعادت کی چوتھی فصل میں لکھا ہے:

کہ فرق میان ض و ظ بجا آورد، اگر نتواند، روا باشد(۴)

ترجمہ: ضاد اور ظا کے درمیان فرق ظاہر کرے، اگر نہ کرے تب بھی جائز ہوگا۔ (ت، نور)

---

(۱) وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا (الفتح ۱۰)

(۲) "ھو" اور "ہ" ایک ضمیر ہیں اور ضمہ پر مبنی ہیں، کیونکہ تمام ضمیریں مبنی ہیں، مگر "ہ" سے پہلے زیر آئے جیسے بہ یا ساکن آئے تو وہ پر زیر آتا ہے، مگر اس قاعدہ سے یہ دو آیتیں مستثنیٰ ہیں، ایک علیہ اللہ دوسری انسانیہ۔ ان دونوں جگہوں میں حفص کی قرأت میں واصل اعراب ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ پہلے یا ساکن ہے، پھر پہلی صورت میں ی سے پہلے زبر ہے اور دوسری صورت میں ی سے پہلے زیر ہے۔ (پالن پوری)

(۳) میں دو مسئلے مذکور تھے، یہاں ایک مسئلہ سوال میں سے لیا گیا ہے۔ دوسرا مسئلہ اپنے موقع پر علیحدہ آئے گا۔ (نور)

(۴) کیمیائے سعادت، ص ۵۷ فصل چہارم در نماز (مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۹ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور تفسیر کبیر میں ہے:

فثبت بما ذکرنا ان المشابهة بين الضاد والظاء شديدة وأن التميز عسر، وإذا ثبت هذا فنقول لو كان هذا الفرق معتبرا لوقع السؤال عنه في زمان رسول الله ﷺ وفي أزمنة الصحابة، لاسيما عند دخول العجم في الإسلام، فلما لم ينقل وقوع السؤال عن هذه المسئلة البتة، علمنا أن التميز بين هذين الحرفين ليس في محل التكليف انتهى بلفظه. (۱)

ترجمہ: جو ہم نے ذکر کیا اس سے ثابت ہو گیا، کہ ضاد اور ظا میں بہت زیادہ مشابہت ہے اور دونوں کا باہمی امتیاز دشوار ہے، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ فرق معتبر (اور لائق توجہ) ہوتا، تو اس کے متعلق عہد نبوی میں سوال کیا جاتا، خصوصاً عجمیوں کے اسلام میں داخل ہونے کے وقت۔ پس جب ان کا اس قسم کا کوئی سوال نقل نہیں، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان دونوں حرفوں میں فرق اور تمیز کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا۔ (ت۔نور)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عامی کے واسطے ضاد کو عین ظا کر دینے کی اجازت ہے، جب نکال نہ سکے اور فرق نہ کر سکے، اور دال مفخمہ والا، کوئی دلیل بجز رواج عام کے نہیں دے سکتا، کہ جو اکثر جہلا میں واقع ہے۔ اور ظا والا کہتا ہے کہ دال مفخمہ والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیونکہ جب اس حرف کا کہ ضاد ہے اشتباہ ظا کے ساتھ ثابت ہوا، جیسا کہ درمختار میں مفسدات الصلوۃ میں ہے:

الا ما يشق تمييزه كالضاد والظاء فاكثرهم لم يفسدها الخ (۲)

ترجمہ: مگر وہ جن کی پہچان اور (ان میں باہم) امتیاز مشکل ہو، جیسے ضاد کی ظا کے ساتھ، تو اکثر علماء کی رائے میں اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت۔نور)

اور عالمگیری میں زلۃ القاری میں ہے:

وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين. (۳)

ترجمہ: اور اگر دونوں حرفوں میں فرق ممکن نہ ہو مگر مشقت سے، جیسے ظا کا ضاد سے اور صاد کا سین سے۔ (ت۔نور)

---

(۱) تفسیر کبیر ص ۶۳ ج ۱ مقدمہ سادسہ فی تجوید (طبع ثالث، دار احیاء التراث العربی، بیروت) پیش نظر قلمی نسخہ اور مطبوعہ میں چند الفاظ کا فرق تھا، جس کو مطبوعہ کے مطابق کر دیا ہے۔ [نور]

(۲) درمختار۔ ج:۱ ص:۹۱ (مطبع مکتبی طبع مجتبائی ۱۳۲۳ھ) نیز الدر علی ہامش الشامی ص:۶۳۳ ج ۱ مطلب مسائل زلة القاری (دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ) نیز الدر مع الشامی مطلب مسائل زلة القاری ج:۱ ص ۴۲۵ مطبع مجتبائی دہلی۔ [نور]

(۳) عالمگیری ص:۱۹۰ ج ۱ باب زلة القاری (مطبوعہ مصر طبع ثانی ۱۳۱۰ھ) نیز عالمگیری ص ۷۹، ج ۱ الفصل الخامس فی زلة القاری (کتب خانہ یورانی پشاور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور اسی طرح کی عبارت فتح القدیر وغیرہ (من کتب الفقہ) میں واقع ہے، تو ان سے معلوم ہوا کہ ضاد اور ظا میں بہت مشابہت ہے، اسی واسطے ان دونوں میں فرق کرنے میں بہت مشقت ہے، ورنہ اگر دال معجمہ کہا جائے، تو فرق میں کیا مشقت ہے، بلکہ بہت سہل ہے، جیسے ج اور ص میں سہل ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز کی، جلد اخیر میں لکھا ہے:

قراء ایں دیار چنیں خوانند، کہ نہ بجائے ض، ض معلوم می شود و نہ بجائے ظ، ظ۔ انتہی بحاصلہ (۱)

اس علاقہ کے قاری اس طرح پڑھتے ہیں، کہ نہ ضاد کی جگہ ضاد معلوم ہوتا ہے، نہ ظ کی جگہ ظ۔ (ت۔ن)

اور مفتی عنایت احمد صاحب نے "البیان الجزیل" (۲) میں لکھا ہے، کہ ایک بلائے عظیم اس زمانے میں پھیلی ہے کہ ضاد کو دال معجمہ پڑھتے ہیں، اور مولوی محمد یعقوب صاحب ابن مولوی مملوک علی صاحب نے فتوی دیا، اس پر کہ یہ حرف مشابہ ساتھ ظ کے ہے، نہ دال کے، تو جب اس حرف کا کمال اشتباہ ظ کے ساتھ ثابت ہوا، اور عامی کے واسطے شارع کی جانب سے اجازت و رخصت بوقت عجز کے، اداء اصل سے ظ پڑھنے کی ثابت ہوئی، جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوا، تو جو کوئی قصداً غلط پڑھے گا، اس کی نماز نہ ہوگی! تو فرمایئے کہ حق پر کون ہے؟

جواب: مکرما! اس فضول بحث میں بندہ پڑنا نہیں چاہتا، مگر آپ کا اصرار ہوا، تو اپنا عندیہ ظاہر کرتا ہوں، کہ ضاد کو اپنے مخرج کے ساتھ ادا نہ کرنے سے خراب ہونے والے دو فریق ہیں: ایک وہ جو بجائے ضاد کے ظا پڑھتے ہیں، تو یہ صاف ظاہر اور مسلّم آپ کا ہے، کہ تبدیل حرف بجائے حرف اس میں ہوتی ہے، پس اگر یہ امر معذور سے بلا اختیار ہوتا ہے، کہ ارادہ ضاد کا اپنے مخرج سے کرتا ہے، مگر ادا نہیں ہوسکتا، تو تا تعلیم معذور ہے، اس میں بحث نہیں۔ اور جو عمداً ایسا کرتا ہے تو لاریب! تحریف و تبدیل کلام اللہ کی ہے، کیونکہ ضل کے معنی مبائن ظل کے ہیں، اور ظفر کے معنی مخالف ضفر، اض ف، ر کے، پس اگر تبدیل معنی سے تحریف نہ ہووے گی، تو کیا ہووے گی؟ پس نہ معلوم کہ کس طرح کوئی مجوز اس کا ہووے گا، تو لازم ہے کہ نماز فاسد ہووے۔

دوسرا فریق جو ضاد کو دال پڑھتا ہے، تو واضح ہے کلام عرب میں، دال معجم کوئی حرف نہیں، اور حرف ہجا انتیس میں، کوئی حرف دال پر نہیں، اور نہ دال پر خود حرف دال ہے، کیونکہ دال سے یہ دال پُر جداگانہ ہر طرح سے ہے، پس دال پر محض تعبیر ہے، اس ضاد سے کہ کنارہ زبان کا اضراس سے نہ ملا، اس کے ادا میں اور زبان اطباق میں، تالو کے ساتھ بشدت لگ گئی، پس یہ فی الحقیقت دال

---

(۱) تفسیر عزیزی پارہ عم تحت قولہ تعالی وما ہو علی الغیب بضنین (سورۃ التکویر آیت: ۲۴) (مطبع محمدی لاہور ۱۲۹۴ھ) [نور]

(۲) مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"ایک بلائے عام اس زمانہ میں یہ ہوگئی ہے کہ ضاد کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں، مشتبہ الصوت دال کا اسے کر دیا ہے کہ دال نہیں، وویرہ۔ سو یہ بات جملہ کتب قرأت اور تفسیر فقہ کے خلاف ہے۔ سب کتابوں میں ض کا مشتبہ الصوت ہونا ظ سے ثابت ہوتا ہے، نہ دال سے۔ البیان الجزیل و مقصود القاری وغیرہ (چہار مسائل قرأت) ص: ۴۔۵ (مطبع بہار عثمیر، لاہور: ۱۲۹۹ھ) نیز شامل بست رسائل قرأت ص: ۳۰۔۴ (طبع قیومی کان پور: ۱۳۱۵ھ) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں، بلکہ ضاد ہے، کہ نقصان کے ساتھ ناقص مخرج سے نکلی ہے، سو ضاد ہی ہوا۔ اور دال پر محض تعبیر و بیان ہے، کیونکہ دال پر کوئی حرف نہیں، کہ تبدیل حرف و تحریف کلمہ کا اطلاق درست ہووے، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی ظا کو ذال پڑھے بلا تفاوت، کیونکہ نہ دال پر کوئی حرف ہے نہ ذال پر، محض تعبیر ہے۔ لہٰذا دال پر پڑھنے سے ہرگز تحریف کلام اللہ کی نہیں ہوئی، البتہ نقصان ادا ہوا ہے، سو جان کر ایسا پڑھنا بے شک نازیبا ہے، کہ نقصان ادا و خراب ہے، مگر یہ نہیں کہ تحریف ہو اور نماز کا فساد ہو، اور تغیر معنی کا پیدا ہو کر خرابی لاوے، جیسا کہ ضاد کو ظا پڑھنے میں یہ خرابی آتی ہے۔

کیونکہ ضل کے ظل پڑھنے میں، ہر متکلم و سامع جانتا ہے کہ کلام بدل گئے، معنی بدل کر کلام خراب ہو گیا اور ضل کو دل پڑھنے میں بھی ایسا ہی حکم ہے، مگر ضل کو بہ دال پڑھنے میں ہر سامع جانتا ہے کہ متکلم نے ضل ہی کہا ہے مگر نقصانِ ادا ہوا ہے، تو کس طرح فساد معنی ہوا، اور کیوں کر نماز فاسد ہوئی، اور نقصان ادا سے بھی نماز جاوے، تو تمام حروف میں یہی حال ہوگا اور سوائے کمال تجوید کے کسی کی نماز نہ ہووے گی، حسب تحریر آپ کے۔ کہیں بھی کو ایسا حکم شرع میں نہیں دیا گیا، پس کمالِ ادا اور سب کا دشوار، اور نفس ادا کہ جس سے اشتراک حرفین کا رفع ہو جاوے، کہ فلاں لفظ کہا ہے، ضروری ہے، سو یہ ضاد کو دال پڑھنے میں موجود ہے اور ہرگز تبدیل حرف نہیں ہوئی، کیونکہ دال پر کوئی حرف ہی نہیں، اور ظا پڑھنے میں ہرگز یہ امر نہیں، کیوں کہ تبدیل حرف ہے اور ضاد و ظا مشترک ہو کر تغیر معنی اور اشتباہ معنی دیتا ہے۔ ہرگاہ کہ اعجام کو ظا کی اجازت ہے بزعم سائل، تو دال پر کی بطریق اولیٰ اجازت ہوئی، کیونکہ تبدیل سے نقصان ادا سہل ہے، جیسے تمام حروف میں ایسا ہی ہے۔ پس یہ رائے بندہ ہے، غالباً اگر بغور و انصاف کوئی دیکھے تو قبول فرماوے، اور جو خدشات اس میں پیدا ہوتے ہیں، وہ اس ہی مجمل کے غور سے رفع کر سکتا ہے۔

اب سائل کے استدلالات کا جواب ضرور (ی) نہیں، مگر تھوڑا سا اشارتاً لکھتا ہوں، کہ فرصت تطویل نہیں، اور شغب میں مفید نہیں، انصاف میں حاجت نہیں۔

کیمیائے سعادت میں فرق ضاد و ظا کو کہتے ہیں اور عاجز کو معاف کرتے ہیں، یہ درست ہے، کہ گو مخرج ضاد و ظا کا جدا ہے مگر اشتراک صفات سے تمیز دشوار ہے، معذور کو معذور لکھا، دال پر بھی اول تو سہل نہیں، عوام سے ادا کرا کے دیکھنا چاہئے، پھر اسکی تصریح نہ کرنے سے کہ دال پر کا کیا حال ہے، نفی جواز صلوٰۃ در صورت دال پر لازم نہیں آتی۔ اور وجہ نہ ذکر کرنے کی یہ ہے کہ دال سے اس کو بے شک ہر طرح بعد ہے، مخرج میں بھی، صفات میں بھی، اس واسطے دال پر پڑھنے کا اس وقت حدوث نہ تھا اور یہ نقصان اسکے ذہن میں نہ آیا تھا، بسبب عدم وقوع کے۔ سو یہ بھی مسلم ہے کہ دال سے ضاد کو بعد ہے اور ظا سے بسبب اتحاد اکثر صفات کے قرب ہے، مگر نفی دال پر کی ہونے کے بسبب، بسبب نقصان ادا کے لازم نہیں آتی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور تفسیر کبیر کا محصل یہ ہے کہ ایسے ادا کرنا ناقص انجام کا، خواہ ظا کی طرف میلان ہو، خواہ دوسرے طرز تعبیر ہو، معتبر نہیں۔ اور شارع نے اس میں تنگی نہیں کی، سو جیسا ظا میں عذر ہے، ایسا ہی دال پُر میں بھی معذور رکھنا چاہئے، اور بے شک دونوں تغییر عمد خطا ہیں۔

الحاصل فساد ادا ہر دو صورت میں ہے، اور دال پُر میں کم ہے، اور تشابہ اکثر صفات ظا سے بھی مسلم ہے پس ہر دو صورت یکساں اور تغیرات ضاد کے، سوائے ان دو کی بھی ایسے ہی ہے، کہ بعض ظا کر دیتے ہیں اور بعض دال کر دیتے ہیں، کہ معذور معذور ہے اور عمداً مبدل حرف ہے، البتہ دال پُر والے کے اطلاق کو سب لوگ ضاد خواں جانتے ہیں، وخرج کا نقصان ہے۔

اس مسئلہ میں قراء سے استفسار مناسب ہے، بندہ ناواقف فن قرأت سے ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

[رسالہ تحقیق اضاد والمصاقبہ، از حضرت مولانا گنگوہی ضمیمہ ص ۲-۳ (طبع اول، مطبع گلزار برہمہ امرتسر، شوال ۱۳۰۰ھ)]

(۸۷۲) ضاد کی ادائیگی قراء سے سنی چاہئے:

ضاد کے ادا میں قراء سے تحقیق چاہئے، یہ امر کان سے سننے کا ہے نہ [کہ] تحریری، یہ حرف نہ دال پُر ہے اور نہ ظا ہے، بلکہ جدا حرف ہے۔ اگر کوئی دواد پڑھے، جس کو دال نہ کہتے ہیں اس طرح کہ دال سے اور ظا سے جدا ہو جائے، اس کی نماز درست ہے مگر ادا کی خطا ہے۔ علیٰ ہذا، جو اب پڑھے کہ ظا سے قریب ہو جائے مگر ظا کے قریب ہو جائے، اس کی بھی نماز ہو جاتی ہے، اگر ظا ہو جاوے گی نماز فاسد ہو وے گی، فقط والسلام

دین میں نزاع کرنا حرام ہے، اگر دیانت ہو کوئی بھی کام ایسا نہ کرے۔ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۰)

(۸۷۳) وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا کی صحیح قرأت، نحوی ترکیب اور ایک اہم اعتراض کی تحقیق:

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آں کہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا، بعض امور جو آپ نے استفسار کئے ہیں بعض کو تو کچھ نکتہ ہوں اور بعض سے معذور ہوں، معاف فرماویں، کوتاہ قلمی کی وجہ سے تحریر ضبط نہیں کر سکتا۔

اور اگر دیکھ میں یہ خام۔ (ترجمہ شیخ ہند)

وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا (البقرہ-۱۶۵)

جلالین میں اول قرأت تری بصیغہ خطاب کو لیا اور رویت کو رویت بصری ٹھہرا کر، الذین ظلموا کو مفعول بنایا اور اذیرون العذاب کو ظرف بنایا، بہ معنیٰ رویت بصری کے (۱) سو ترجمہ یہ ہوا کہ "اگر دیکھے تو ظالموں کو وقت دیکھنے ان کا عذاب کے، اور جواب لو کا محذوف نکالا لرأیت امراً عظیماً اور انّ القوّۃ کو مجرور دلیل اس کی بنایا، اس میں تو کچھ خفا

(۱) تفسیر جلالین کے الفاظ یہ ہیں وَلَوْ تری تبصر یا محمد، الذین ظلموا باتحاد الاداء، اذیرون بالتاء، للعذاب والمفعول بصرون العذاب لرأیت امرا عظیما واذ بعنی اذا ای لان القوۃ القدرۃ والعزۃ لله جمیعا حال، وان لله شدید العذاب ○ (الجلالین ص ۲۳-۲۴، عکس طبع نور محمد دہلی)

نہیں، پھر کہا کہ وفی القراءۃ یری بالتحتانیۃ اور اس قرأت پر اگر فاعل ضمیر سامع کی ہو، تو بھی رویت بصری ہے اور سب معنی مثل سابق کے ہوں گے، اور جو الذین ظلموا کو فاعل بناویں، تو اب رویت علمی کہتا ہے، اگر جانتے، ظالموں اور ان القوۃ للہ کو قائم مقام مفعول کا اور اذیرون العذاب کو ظرف مثل سابق کے، بمعنی رویت بصری۔ پس معنی یہ ہوئے اگر جانتے ظالمین، کہ قوت سب حق تعالیٰ کو ہے، وقت دیکھنے عذاب کے اور جواب محذوف۔ پس اذیرون العذاب کا ظرف ہونا دشوار ہے اور یہی اس میں اشکال ہے۔

سو اگر اذیرون العذاب کو مبدل منہ اور ان القوۃ کو اس کا بدل کر دیا جاوے، تو معنی درست ہو جاتے ہیں، اس طرح اگر جانتے ظالم وقت دیکھنے عذاب کو، اس کو کہ قوت سب حق تعالیٰ کو ہے اور اس کا عذاب شدید ہے، تو اور لو کا جواب محذوف ہے، اب کچھ خدشہ نہیں اور دوسری توجیہ بھی ممکن ہے، فہیم کو یہی کافی ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۹-۱۸۰)

(۸۷۴) ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ کی نحوی ترکیب؟

من الآیات حال اور نتلوہ حال وعاملہ ما فی ذلک من معنی الاشارۃ، الخ(۱) (مجموعہ کلاں ص:۱۸۰)

ذلک ہرگز نہیں ہو سکتا، لہٰذا بالضرور یہاں عبارت حذف ہو کر رہی، اور غلطی کاتب ہوئی۔ سو اس طرح عبارت ہے:

(۸۷۵) عن الیمین والشمائل میں یمین مفرد اور شمائل جمع کیوں ہیں؟ اور آیت یتفیؤ الخ میں وجوہ جمع شمائل وافراد یمین کی تفسیر کبیر میں مذکور ہیں (۲) کہیں سے طلب کر کے دیکھ لیویں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ یمین جانب مشرق کو قرار دیا ہے، سو مخرج ظل واحد ہے اور پھر مغرب کی طرف جانے میں، بدلتا چلا جاتا ہے، لہٰذا شمائل کو جمع فرمایا ہے۔

اور پوری تقریر آیت شہادۃ بینکم (۳) کی لکھ نہیں سکتا ہوں، اور حق یہ ہے کہ یہ بھی جو لکھا ہے خوب بسط اس کی زبانی ہو سکتی ہے تحریر میں بسبب عدم فرصتی نہایت قاصر ہوں، لکھنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ فقط والسلام

اور سب احباب کو سلام مسنون فرما دیویں۔ (مجموعہ کلاں، ص ۱۸۰)

---

(۱) (آل عمران-۵۸) الجلالین ص ۵۲

(۲) یتفیؤ ظلٰلہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وھم داخرون ۝ (نحل-۴۸) تفسیر کبیر ص ۴۲ تا ص:۴۶ ج:۲۰ (نفیس طبع قدیم، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۳) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ (مائدۃ-۱۰۶) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۷۶) بسم اللہ قرآن کریم کا جز ہے، یا نہیں؟ سوال: بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھنی

جیسے دو سورتوں کے درمیان میں آجاوے، اور وہ دونوں سورتیں پڑھنی ہیں تراویح میں یا فرائض میں، جائز ہے، یا نہیں؟ اور نسخۂ کیڑانی میں ہے کہ بسم اللہ جزء قرآن نہیں ہے، بلکہ واسطے فرق کرنے دو سورتوں کے ہے، جب جزء نہ ہوا، تو پڑھنی جائز نہ ہوا، اور سنا گیا ہے کہ پانی پت اور کرنال وغیرہا میں، بسم اللہ جہر سے پڑھتے ہیں۔

جواب: بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے میں اتفاق حنفیہ وشافعیہ کا ہے، البتہ جزء سورت ہونے میں خلاف ہے، حنفیہ جزء سورت نہیں کہتے، پس حنفیہ اس واسطے اس کا جہر نہیں کرتے۔ اگر کوئی حنفی بوجہ تعلیم، امام عاصم قاری سبع کے پڑھے، تو ہو سکتا ہے، ورنہ اصل مذہب حنفیہ میں پڑھنا سنت نہیں ہے۔ اہل پانی پت بوجہ قرأت امام عاصم پڑھتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کتب ص ۱۰۰-۱۰۱)

(۸۷۷) سورہ ملک کا توریت میں نازل ہونا کس حدیث میں ہے؟ سوال: سورۂ ملک کا

توریت میں نازل ہونا، حدیث میں کن کن الفاظ سے منقول ہے اور وہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

جواب: مجھ کو یاد نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فتاویٰ ص ۵۲-۵۳)

(۸۷۸) آیت شریفہ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کا کیا مطلب ہے؟ سوال: قرآن

شریف میں جو آیت: یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا (۲) ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اور پنڈلی کی مراد ہے؟

جواب: ساق کا لفظ متشابہات میں سے ہے، کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور کیفیت کو علم حق تعالیٰ پر چھوڑے فقط۔ (ہدیت خاص، سوال ۱۱)

(۸۷۹) اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ میں بعض کی قید کیوں لگائی ہے؟ سوال: سورہ حجرات

میں جو آیت: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (۳) ہے، سو گمانِ بد تو سارے ہی برے ہوتے ہیں، بعض گمانِ بد سے کیا مراد ہے؟

---

(۱) سورۂ ملک کا توریت میں ہونا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں ہے، یہ طویل روایت طبرانی نے نقل کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں وعن ابن مسعودؓ قال یونسی بالرحل فی قریہ فتوتی رحلاہ فقولان لیس لک علی ما قبلنا سبیل قد کان یقرأ علینا سورۃ الملک، ثم یوتی حوفہ فیقول لیس لک علیّ سبیل ھ۔ [غفر]

(۲) جس دن کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں سجدہ کرنے کو (سورہ قلم-۴۲ ترجمہ شیخ الہند) اس آیت میں وجہ (چہرہ) ید (ہاتھ) کی طرح ساق (پنڈلی) سے مراد اللہ کی پنڈلی ہے، وہ جہ اور ید کی طرح یہ بھی متشابہات میں سے ہے۔ (پالن پوری)

(۳) الحجرات ۱۲۔

جواب : اگر کوئی چکلہ میں بیٹھا ہو تو زنا کا گمان کرنے والا گنہ گار نہیں، کہ دلیل بدکاری اس پر موجود ہے۔ گمانِ بد وہ برا ہے کہ وہم سے اختراع کرے، ورنہ ظاہر خراب پر گمان ہوتا ہی ہے، کہ ظاہر برائی ہے، ایسا گمان اثم نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۴۰)

(۸۸۰) وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کا کیا مطلب ہے؟

سوال: سورہ احقاف میں آیت حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا(۱) کا کیا مطلب ہے، آیا تیس مہینے مع حمل کے، دودھ چھڑانے کے ہیں، یا علاوہ حمل کے۔

جواب : اس آیت میں چھ ماہ ادنی مدت حمل کی ہے اور دو سال مدت رضاعت کی، اور یہی رائے مفتی بہ ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱)

(۸۸۱) حمإٍ مسنون میں عناصر اربعہ کیسے پیدا ہو گئے؟

سوال: انسان حماءٍ مسنون سے بنا ہے (۲) تو پھر چار عنصر کہاں سے اور کیوں کر، ہو گئے ہیں؟

جواب : حماء سے بننے کے یہ معنی ہیں کہ یہ جزو اعظم ہے اور اول جزو ہے، حماء بدون پانی کے نہیں ہوتا، دو یہ ہوئے اور دو بعد خمیر کے باذنہ تعالیٰ پیدا ہوئے، چار رکن ہو گئے۔ (اور) اگر کوئی کہے کہ یہ رزائی دریس (۳) کی ہے، تو یہ معنی نہیں ہوئے، کہ اس میں گوشت روئی اور دھاگے نہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۵۶)

(۸۸۲) ہاروت و ماروت کا قصہ کس حد تک صحیح ہے؟

سوال: قصہ ہاروت و ماروت کے عاشق ہونے اور چاہ بابل میں معذب ہونے کا، سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے، کہ صحیح ہے۔ آنجناب کے نزدیک بھی صحیح ہے، یا نہیں؟

جواب : جس قدر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۴) نے لکھا ہے کہ وہ صحیح ہے اور جس قدر لوگوں نے بڑھایا ہے وہ غلط ہے، مگر بعض مفسرین نے مثلاً بیضاوی نے مطلقاً اس قصہ کا انکار کیا ہے، (۵) اس کو شاہ عبدالعزیز و دیگر بعض محققین نے رد کیا ہے۔ (۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص، ص ۵۶)

---

(۱) ترجمہ: اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینہ میں ہے (الاحقاف - ۱۵ ترجمہ شیخ الہند)

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر - ۲۶)

(۳) یہ [illegible] [نور]

(۴) تفسیر عزیزی تحت آیت ماانزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت سورہ بقرہ ص: ۲۵۸ سے ۲۶۳ تک سنہ ۱۲۶۴ مطبع محمدیہ۔ [نور]

(۵) تفسیر بیضاوی وماروی انھما مثلا بشرین ورکبا فیھما الشھوۃ فتعرضا لامراۃ یقال لھا الزھرۃ فحملتھما علی المعاصی والشرک ثم صعدت السماء بما تعلمت منھما فمسخت کوکبا فمحکی عن الیھود ولعلہ من رموز الاوائل وحد لایحتمی علی ذوی البصائر ص ۵۵ (مطبع میمنیہ، مصر) [نور]

۶/نمبر کی حاشیہ آئندہ صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۸۳) سورتوں کے فضائل میں انعامی ثواب مراد ہے:

جو شخص ایک ماہ میں ختم قرآن کرے اس کو ثواب زیادہ ہے، کیونکہ قرآن کا ثواب بے نہایت ہے۔ سورہ یاسین کا ثواب جو حدیث میں مذکور ہوا وہ انعام ہے، کہ اصل ثواب قرآن کا دوچند ہے، اور سارے قرآن کا (ثواب) انعام بہت بے شمار، پس جو تمام قرآن پڑھے گا، اس کا ثواب زیادہ ہووے۔ حاصل یہ ہے کہ جو فضائل سور(ۃ) میں آیا ہے کہ اس کی یہ مراد ہے، کہ انعام اس سورت کا اصل قرآن کے ثواب کے برابر ہے، اور انعام قرآن کا بہت کچھ ہے، ورنہ فضیلت جز کی کل پر لازم آجاوے، یہ محال ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۹-۳۰)

(۸۸۴) تین دن سے کم میں ختم قرآن کیسا ہے؟

سوال: تین روز سے کم ختم قرآن میں کراہت ہے یا نہیں؟

گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ

(۲) مرتب بیضاوی کے ساتھ سے حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا ہے "ان آیتوں کے متعلق ایک مبہوز قصہ رہ کا مشہور ہے جو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں (حضرت کی بات پوری ہوئی) اور حضرت شاہ صاحب نے تفسیر عزیزی میں جو روایتیں ذکر کی ہیں وہ کتب حدیث کے چوتھے طبقہ کی روایتیں ہیں اور اس طبقہ کی کتابوں میں [illegible] روایتیں بہت ہیں۔ مگر یہ قاعدہ صحیح ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر احادیث سے کرنی چاہئے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ حدیثیں صحیح اور قابل اعتبار ہوں، [illegible] روایت سے قرآن کی تفسیر کرنا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں ان روایات کے مضامین کی طرف کوئی اشارہ نہیں، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۰۰-۱۰۳) میں [illegible] جب ان (یہود) کے پاس ایک عظیم الشان رسول (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی طرف سے آئے جو اس کتاب (تورات) کی تصدیق کرنے والے تھے تو ان [illegible] نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا جیسے وہ جانتے ہی نہیں (کہ یہ اللہ کی کتاب ہے) اور اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جو شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت میں تلاوت کرتے تھے (یعنی اس وقت کی کتاب کا رجحان دیدیا تھا) اور حضرت سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا یعنی یہود میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ [illegible] سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کو سکھایا ہے، قرآن کریم نے درمیان میں اس کی تردید کردی کہ جادو کرنا کفر ہے، پھر سلیمان علیہ السلام [illegible] سکھایا ہے، وہ [illegible] جادو اسکے [illegible] کرتے تھے اور وہ عمل سکھایا کرتے تھے جو بابل شہر میں ہاروت ماروت نامی دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا (یہ واقعہ [illegible]) جب [illegible] خدام پابندی ہٹا دیے گئے تھے اور ان کے آقا ان پر ظلم کرتے تھے اور سخت بیگار لیتے تھے۔ [illegible] میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ [illegible] سکھایا تھا، جس کا تذکرہ قرآن میں آ رہا ہے، یہ عمل بھی شیاطین لوگوں کو سکھاتے تھے۔ اور وہ دونوں فرشتے کسی کو (وہ عمل) نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے تھے کہ ہم تو ذریعہ آزمائش ہی ہیں، پس تو کافر مت ہو جانا (یعنی وہ عمل ہم سکھا رہے ہیں اس کو غیر محل میں استعمال نہ کرنا ورنہ کافر ہو جائے گا، جس کو [illegible]) تعویذ کو استعمال کرے۔ پس وہ لوگ ان دونوں فرشتوں سے وہ عمل سیکھتے تھے، جس کے ذریعہ آدمی اور اس کی بیوی میں تفریق کردیں (جب [illegible]) اطمینان کا سانس لیں گے) اور وہ جادوگر جادو کے ذریعہ کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں، مگر باذن الٰہی (یعنی جادو میں بھی تاثیر اللہ کی رکھی ہوئی ہے) [illegible] ہوتی ہے جب مقدر ہو) اور یہود وہ علم سیکھتے ہیں، جو ان کے لئے ضرر رساں ہے اور ان کے لئے نافع نہیں ہے۔ (یہ گفتگو شروع کی طرف لوٹ گئی ہے) اور البتہ [illegible] یہود جانتے ہیں کہ جو شخص اس (جادو) کو اختیار کرے گا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور یقیناً بری ہے وہ چیز جس میں وہ اپنی جانوں کو بیچ رہے ہیں، کاش وہ [illegible] اور اگر وہ لوگ ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو اللہ کے یہاں کا بدلہ یقیناً بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ یہ عمل [illegible] سکھایا [illegible] پیغمبر ہوتے بھی تو یہ علم ان کے ذریعہ سکھانا مناسب نہیں تھا، نیز سارے عوام نبی کے پاس حاضر نہ ہو سکتے تھے اور نہ نبی سب کے پاس جا سکتا تھا، اس لئے یہ کام فرشتوں سے لیا گیا تاکہ وہ سب کے پاس جائیں اور سب کو یہ تعویذ سکھائیں اور کوئی ان کو نہ دیکھے۔ واللہ اعلم

(پالن پوری)

جواب: کراہت کسی حدیث میں ثابت نہیں، بلکہ یہ ہے کہ (اکثر) ایسے پڑھنے میں فہم تام حاصل نہیں ہوتا اور پھر اس میں ثواب [نہیں] بلکہ کراہت ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۵۱)

(۸۸۵) قرآن پاک پڑھاتے ہوئے تسبیح اور ذکر میں مشغول ہونا؟

سوال: قرآن پڑھاتے ہوئے مثل تسبیح وتہلیل، اگر پڑھے جائیں جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب: معلم قرآن پڑھانے میں مشغول (ہو) دوسرے کام میں نہ ہو۔ قرآن سے بہتر کوئی ذکر نہیں۔ فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ اللہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۴۴-۱۴۶)

(۸۸۶) اگر قرآن شریف ہاتھ سے گر جائے تو اس کے بدلہ میں صدقہ کرنا؟

سوال: قرآن مجید اگر ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جائے، تو اس کے بدلے اس کے برابر غلہ صدقہ کرنا، کیسا ہے؟

جواب: قرآن شریف کے زمین پر گر جانے کا کفارہ، غلہ مساوی دینا کہیں مذکور نہیں، جہلاء کا قاعدہ تراشیدہ ہے۔ البتہ اپنی غلطی پر توبہ کرنا، کچھ صدقہ کر دینا، بلا قید بہتر ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳)

(۸۸۷) قرآن کریم کی جلد کسی اور کتاب میں لگانا؟

سوال: بعض شخصوں نے قرآن مجید بوسیدہ اور دستی بیکار سمجھ کر، یا یوں سمجھ کر کہ شاید کوئی پڑھے، مسجد میں رکھ دیئے ہیں، اور فی الواقع وہ قرآن مجید ایسے ہی ہو گئے ہیں کہ بیکار رکھے ہو گئے ہیں، اگر ان کی جلد کچھ کام کی ہو، تو اس کو ان سے علیحدہ کرنا اور کسی کتاب میں لگا لینا، غنی (مالدار) کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قرآن شریف کی جلد کو باجازت مالک، قرآن شریف میں لگا دینا جائز ہے اور کتاب میں لگانا، نادرست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۷)

(۸۸۸) قرآن شریف پر سادہ ورق رکھنا؟

سوال: قرآن مجید پر کتاب یا کاغذ سادہ رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کچھ نہ رکھے بے ادبی ہے، مگر قرآن کا ورق رکھنا درست ہے۔ بس (بدست خاص سوال ۵۷)

---

(۱) روی عن عبداللہ بن عمر وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لم یفقہ من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث رواہ الترمذی فی کتاب القرأت رقم الباب ۱۳ باب ماجاء أن القرآن أنزل علی سبعۃ أحرف ص ۱۰۱ جلد ۲ رقم الحدیث: ۲۹۴۹ ت: کمال یوسف الحوت. [دار الکتب العلمیۃ، بیروت] نیز ترمذی کتاب مذکور باب مذکور ص ۱۲۳ ج ۲ [کتب خانہ رشیدیہ، دیوبند بالاسنہ]، [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۸۸۹) اجرت دے کر ایصال ثواب کے لئے یا تراویح میں قرآن شریف پڑھوانا؟

سوال: حافظ یا مولوی کا قرآن پڑھانے یا سنانے، یا پڑھوا کر مردوں کو ثواب بخشوانے کے واسطے، نوکر رکھنا یا کچھ دینا، کیسا ہے؟

جواب: قرآن شریف جو اجرت دیکر، ثواب کے واسطے پڑھنا پڑھانا، جائز نہیں ہے، نہ پڑھنے والے کو ثواب ہوگا، نہ پڑھوانے والے کو ثواب ہوگا۔ اسی طرح تراویح میں دینا، لینا، ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۵۹)

(۸۹۰) تراویح میں قرآن سننے میں بہر حال ثواب ہے: **سوال:** یہ کہ جب نماز میں قرآن پڑھنے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، تو ایسے شخص سے مقتدیوں کو قرآن سننے کا ثواب کس طرح ہوگا، کیونکہ وہ اگر اس طرح سننا موقوف کریں، تو قاری اس فعل حرام سے محفوظ رہے، پس گویا وہ لوگ اس گناہ کے کرنے میں، اس کی مدد کرتے ہیں؟

جواب: قرآن کا سننا بہر حال ثواب ہے، اس پر اجرت دینا برا ہو تو ہو، مگر اجرت لے کر پڑھنے پر ثواب نہیں، کہ اس کی نیت مال دنیا ہے فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۴-۳۱)

(۸۹۱) ہندو کو آیاتِ قرآنی کا تعویذ دینے کا حکم؟ **سوال:** اگر ہندو کو کوئی آیت قرآن مجید کی لکھ کر تعویذ کر دے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر بے ادبی کا اندیشہ نہیں تو درست ہے اور جو اندیشہ ہو تو درست نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۱۵۲)

(۸۹۲) جس قرآن مجید پر کپڑے کی چولی چڑھی ہوئی ہو اس کو بے وضو ہاتھ لگانا؟

سوال: جس قرآن مجید پر کپڑے کی چولی چڑھی ہوئی ہو، اس کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: درست نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص سوال ۳۱)

(۸۹۳) قرآن شریف کی منسوخ التلاوۃ آیتوں اور احادیث قدسی کو جنابت کی حالت میں، یا بغیر وضو کے، چھونے کا حکم؟

حامداً مصلیاً و مسلماً. اما بعد!

عرض یہ ہے کہ احقر کے عریضہ کا جواب جو آپ نے شدت مرض میں تحریر فرمایا تھا، پہنچا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماوے۔ اب اپنی خیر وعافیت سے اطلاع دیجئے، غالباً اب تو صحت کامل ہوگئی ہوگی، میرا عریضہ اگر خدانخواستہ کبھی زیادہ پریشانی کی حالت میں پہنچے، تو تحریر جواب کو تخفیف اور اطمینان پر موقوف فرمایا کیجئے۔ میں آپ کی اس تکلیف کا بہت ممنون اور مشکور ہوں کہ آپ میرے ہر عریضہ کا جواب بہت جلد تحریر فرمایا کرتے ہیں۔

اب چند مسائل پھر عرض کرتا ہوں، اور بشرط خیریت جواب شافی کی تکلیف دیتا ہوں:

سوال: اول وہ آیتیں جو منسوخ التلاوۃ ہیں اور وہ حدیثیں جو سوائے قرآن شریف کے، پیغمبر علیہ السلام نے خدا سے نقل کی ہیں۔ ان آیات اور حدیثوں کو اور قرآن شریف کی آیت کے ترجمے کو، بے وضو ہاتھ لگانا اور جنابت میں پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسی حدیثوں کے مطالب خدا کی طرف سے ہیں، یا الفاظ بھی خدا کی طرف سے ہیں۔ جیسے یہ حدیث شریف ہے: یا عبادی کلکم ضال الامن هديته (۱) اور سجدے کی آیت کا ترجمہ پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے، یا نہیں اور تفسیر کا چھونا بے وضو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! قرآن منسوخ التلاوۃ کا مس بلا وضو اور قرأت جنابت میں ناجائز ہے، کہ کلام اللہ وہ بھی ہے، اور حدیث قدسی کا حکم حدیث کا حکم ہے، قرآن کا حکم نہیں، الفاظ اس کے فخر عالم علیہ الصلوۃ [والسلام] کے ہیں۔ تفسیر کا مس بلا وضو مکروہ ہے، اور ترجمہ آیت سجدہ پڑھنے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ۳۸، ۴۰، ۴۱)

(۸۹۴) جس کاغذ پر قرآن شریف کی آیت لکھی ہوئی ہے، اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا؟ سوال: جس کتاب یا تفسیر میں اکثر آیات قرآنی ہوں، اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے، یا نہیں، بے وضو؟

جواب: بلا وضو اس کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی

(بدست خاص، ص:۶۹)

(۸۹۵) جس کاغذ پر قرآن شریف کی آیات یا حدیث لکھی ہوں، ان کا جلانا؟: سوال: جس کاغذ پر آیت قرآن وحدیث لکھی ہو، اور اس کی بے ادبی ہوتی ہو، تو اس کا جلانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح جلاوے ادب کے ساتھ کہ راکھ اس کی محفوظ رہے، اس راکھ کو جاری پانی میں ڈال دیوے، یا دفن کر دیوے۔ (بدست خاص، سوال ۱۲۲)

(۸۹۶) سجدۂ تلاوت میں طہارت شرط ہے! سجدۂ تلاوت میں طہارت کا شرط ہونا در مختار (۲) وغیرہ کتب فقہ میں ہے، اور زرقانی شرح موطا میں، ابن عبد اللہ سے طہارت کا شرط ہونا سجدۂ تلاوت کے واسطے، باجماع صحابہ لکھا ہے۔

---

(۱) یہ حدیث قدسی ہے: عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما روی عن اللہ تبارک وتعالیٰ انہ قال یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الامن هديته فاستهدونی اهدکم الحدیث رواہ مسلم فی کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم (۲۵۷۷) (رقم الحدیث ۲۵۷۷، دار طیبہ الریاض، ۱۴۲۷ھ ۲۰۰۶م) نیز مسلم شریف کتاب مذکور باب مذکور ج:۲ ص:۳۱۹ [مجتبائی دهلی: ۱۳۱۹ھ] [نور]

(۲) متن میں ہے شروط الصلاة المقدمة حلا التحريمة وبية التعيين وبقسدها ما يقسدها ص۱۰۵ ج۲۔ (مجتبائی، دہلی) اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں قوله [شروط الصلاة] ولايجب حزء من حزاء الصلاة فكانت معتبرة بسجدات الصلاة. ولهذا لايجوز اداتها بالتيمم. الا ان لا يجد ماء الخ رد المحتار ص۵۱۵ ج۱۔ (مطبع مجتبائی دہلی) نیز شامی ج:۱ ص:۵۶۷ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ] ۱۳۹۹ھ اور نیز شامی ج:۲ ص:۱۰۶ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

بخاری نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے، کہ طہارت شرط نہیں، مگر بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا کہ بدون طہارت سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ یہ سب زرقانی سے نقل کرتا ہوں۔(۱)

(کتب خانہ مولانا خلیل احمد صاحب بہوجی کتاب ۱۹)

(۸۹۷) ڈھیلے سے استنجاء کرتے وقت قرآن کریم کی تلاوت اوراذکار کا حکم؟

سوال: پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجاء کرتے ہوئے قرآن کی کوئی سورت، حفظ برزبان پڑھنا اور جنبی اور حائض اور نفساء کو بچے، کسی آیت کا کرنا یا کرانا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قرآن کو ایسی حالت میں نہ پڑھے، کہ ادب کے خلاف ہے، دیگر اذکار جائز ہیں اور جسے کہ قرآن کا، جس میں مفصل کلمہ نہ نکلے، درست ہے، کہ وہ قرآن کی عبارت نہیں ہوئی۔ فقط واللہ اعلم (مدت حاص ص ۳۲)

(۸۹۸) اگر جنبی آیت پڑھ کر پھونک دے، تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر جنبی یا اور کسی نے بچھونے کا نایا اور کوئی بیماری ہوگئی، تو اگر جنبی کوئی آیت قرآن (مجید) کی پڑھ کر پھونک دے، تو درست ہے، یا نہیں؟

جواب: رقیہ ومنتر کی طرح پڑھنا بھی تلاوت نہیں، بلکہ بہر علاج ومعالجہ ہے درست ہے۔ (مدت خاص ص ۵)

(۸۹۹) جنبی، بچوں کو قرآن کریم کے ہجے کرا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: اگر اس طرح کسی آیت کے ہجے کرے، مثلاً الف، با مزبر، جی، میم زبر دال پیش دَ، جنبی اپنی زبان سے کہے اور الحمد لڑکے سے کہلوے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح جائز ہے کہ یہ قرآن نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مدت خاص ص ۳۲)

(۹۰۰) جنبی کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانا؟

سوال: جنبی کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (مدت خاص سوال ۳۳)

جواب: جائز ہے۔

(۹۰۱) حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کا حکم؟

سوال: حائض اور نفساء کو قرآن مجید ہاتھ میں لینا، یا ہاتھ لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قرآن جزدان میں ہو تو درست اور جو چولی قرآن کے ساتھ دوختہ ہو، یا مجرد [صرف] قرآن ہو اس کو مس کرنا، یا اٹھانا درست نہیں، مگر دوسرا کپڑا ہاتھ کو لپٹا ہو، تو درست ہے فقط، اور [یہ] کپڑا ملبوس نہ ہو۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مدت خاص ص ۳۱)

---

(۱) زرقانی شرح موطا، البحر الناسی ص ۳۰ (دار الکتب العلمیہ بیروت ۹۹۰ء) (نور)

(۲) یعنی قرآن یک جلد ہے نہ کپڑا اپنا ہوا نہ ہو بلکہ بدن سے جدا ہو۔ (نور)

(۹۰۲) حالت جنابت میں ذکر کی نیت سے اور تلاوت کی نیت سے قرآن شریف پڑھنے میں، کیا فرق ہے؟

سوال: حالت جنابت میں جو لکھا ہے کہ اگر ذکر کی نیت سے قرآن کی کوئی آیت پڑھی، تو درست ہے، اور اگر تلاوت کی نیت سے پڑھی، تو درست نہیں، اس کا کیا مطلب ہوا؟ یعنی ذکر کی نیت کس طرح ہوتی ہے، اس کی تشریح چاہئے۔

جواب: ذکر کی نیت اُس آیت میں ہوتی ہے کہ تبرک کے واسطے ہو، جیسے کہ بسم اللہ، یا دعاء کے واسطے پڑھتا ہے، جیسے ربنآ اتنا [فی الدُّنیا حسنۃ وّفی الاٰخرۃ حسنۃ وّقنا عذاب النّار]

(بدست خاص سوال ۱۵۰)

(۹۰۳) فرشتوں کو قرآن پاک کے سننے کا شوق؟

سوال: یہ جو لکھا ہے کہ فرشتگاں آدمیوں سے مشتاق سننے قرآن مجید کے ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں یہ صفت نہیں ہے، حالانکہ جبریل علیہ السلام دور کرتے تھے، ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے؟

جواب: اس مشہور کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ قرآن کا ملائک کو شوق استماع ہے کہ اس کی برکات سے وہ خوب واقف ہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳۱)

(۹۰۴) لوح محفوظ کا عرش سے اوپر ہونا ثابت نہیں!

سوال: حامدا ومصلیا امابعد! عرض یہ ہے کہ بہت دنوں سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی، آپ اپنے مزاج کی کیفیت سے اطلاع دیجئے اور چند سوالات کا جواب تحریر فرمائیے۔ اور امیدوار ہوں کہ مرے سوالات کا جواب علیحدہ ورق پر تحریر فرمایا کیجئے، جیسے آپ پہلے تحریر فرمایا کرتے تھے، کیوں کہ میں نابینا اور معذور ہوں، اور یہاں میں جن لوگوں سے لکھنے پڑھنے کا کام لیتا ہوں، وہ کم استعداد ہیں، طریقۂ جدیدہ میں ان کو پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ صحیح حدیثوں میں ثابت ہے کہ لوح محفوظ عرش کے اوپر خدا کے پاس ہے (رواہ الشیخان) (۱) اور تمام قرآن کا لوح محفوظ میں ہونا سورۂ بروج [کی] آخر آیت سے ظاہر ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ جوام القرآن ہے اور آیت الکرسی جو آیتوں کی سردار ہے، یہ دونوں چیزیں بھی بدرجہ اولی لوح محفوظ میں عرش کے اوپر ہیں، مگر آیت الکرسی کی فضیلت میں

---

(۱) [illegible] فقضی الله الخلق کتب کتاب عنده علت [illegible] وقال - سبقت - رحمتی غضبی فهو عنده فوق العرش. رواه البخاری فی کتاب التوحید. باب قوله تعالی بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ ص ۱۱۲۷ ج ۲ نیز جلد ۳ ص ۹ ۲۹ رقم الحدیث ۵۵۳۔ مکتبة الریاض الحدیثیة، الریاض ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۱ء۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ وہ اس خزانہ میں سے نازل ہوئی ہے، جو عرش (۱) کے نیچے ہے اور اسی طرح سورۂ فاتحہ اور سورۂ کوثر اور خاتم سورہ بقرہ کے فضائل میں منقول ہے۔ اس فضیلت کو پہلے مضمون کے ساتھ ملانے سے، بظاہر عجیب تعارض معلوم ہوتا ہے، لہٰذا جواب شافی کی ضرورت ہے۔

جواب : از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کا خط آیا، بندہ اب بعد مدت کے صحت یاب ہوا ہے۔

جواب سوال یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ لوح محفوظ بالائے عرش ہے، (۲) نہ معلوم آپ کو کس نے یہ سنا دیا ہے۔ پس جب لوح کا بالائے عرش ہونا ثابت نہیں، تو کوئی تعارض نہیں، نہ جواب و توجیہ کی حاجت ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ۳۳-۳۶)

(۹۰۵) فرشتوں کو سہو و نسیان ممکن نہیں:

سوال: فرشتوں میں سہو اور نسیان کا جائز یا ممتنع ہونا، شریعت میں ثابت ہے، یا نہیں، اور ثابت ہے تو ثبوت کیا ہے؟

جواب: نسیان مرض ہے، مادہ ضعف دماغ کے سبب اور ملائکہ اس سے پاک ہیں:

لایعصون اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ. نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو، اور

الآیۃ التحریم. ۶۶) وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

کا لفظ اس کو خود بیان کرتا ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص: ۳۹-۴۱)

---

(۱) یہ روایت مسند احمد کے حوالہ سے راقم کو نہیں ملی، مسند احمد کی روایت میں خواتیم سورۂ بقرہ اور دوسری آیتوں کا ذکر ہے۔ مگر مذکورہ سوال میں جس طرح چاروں آیتوں کا یکجا ذکر کیا گیا ہے وہ طبرانی اور ابو الشیخ کی روایت ہے، جس کو ضیاء نے بھی حضرت ابو امامہ سے نقل کیا ہے، کنز العمال میں ہے: اربع انزلت من کنز تحت العرش ام الکتاب و آیۃ الکرسی و خواتیم البقرۃ والکوثر. رواہ الطبرانی و ابو الشیخ والضیاء عن ابی امامۃ. کنز العمال ص: ۵۵۸ ج: ۱۔ رقم الحدیث ۲۵۰۴۔ (بیروت: ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵م) [نور]

(۲) صحیحین کی جو روایت سائل نے ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: لما قضی اللّٰہ الخلق کتب کتاباً فھو عندہ فوق عرشہ: ان رحمتی سبقت غضبی (مشکوٰۃ کتاب الدعوات ص: ۲۰۶-۲۰۷ جلد اول [عکس اصح المطابع رشیدیہ دھلی] نیز ص: ۹۳۲ جلد دوم رقم الحدیث: ۲۳۶۴ ت: رمضان بن احمد بن علی، باب سعۃ رحمۃ اللّٰہ. الفصل الاول [مکتبۃ التوبۃ، دار ابن حزم بیروت. ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء] اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے: عندہ ای عندیۃ المکانۃ لاعندیۃ المکان، لتنزّھہ عن سمات الحدثان، ج: ۵ ص: ۱۵۱، [مکتبہ امدادیہ. ملتان مغربی پاکستان بلامسہ] یعنی عرش کے اوپر ہونے کا مطلب بلند مرتبہ میں ہونا ہے، جگہ کے اعتبار سے عرش پر ہونا مراد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے منزہ ہیں اور حضرت گنگوہیؒ نے کتاب سے لوح محفوظ مراد نہیں لی، بلکہ ایک پرچہ مراد لیا ہے، جس میں ان رحمتی سبقت غضبی لکھا ہوا ہے، جیسا کہ آگے صفحہ نمبر: ۳۰ پر آرہا ہے۔ پس لوح محفوظ عرش کے نیچے ہوگی۔ (پالن پوری)

(۹۰۶) عشاء کے بعد سورۂ دخان اور سورۂ ملک نماز میں یا بغیر نماز کے پڑھنا، کیا بہتر ہے؟ **سوال**: بعد نماز عشاء اگر سورۂ سجدہ، دخان، (و) ملک بہ نیت وظیفہ نوافل میں پڑھے، تو افضل ہے، یا نہیں؟

جواب: نوافل میں سورۂ دخان وسورۂ ملک کا پڑھنا بعد عشاء کے افضل ہے، خارج صلوۃ پڑھنے سے، مگر بدیں وجہ کہ ان سورتوں کا پڑھنا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج صلوٰۃ ثابت ہوا ہے، بایں وجہ خارج صلوٰۃ پڑھنا اولیٰ ہے۔ اتباعاً بفعله عليه الصلوة والسلام فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔(۱) (مجموعہ کلاں ص:۱۴۴-۱۴۵)

(۹۰۷) اعراف کی حقیقت؟ **سوال**: سورہ اعراف میں آیت۔

وبينهما حجابٌ و على الاعراف رجالٌ يَّعْرِفُونَ كُلًّا بسيماهُمْ. (الاعراف:۴۶)

اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے، کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے (ترجمہ شیخ الہند)

ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی جب کہ اعراف ایسی جگہ ہے کہ جہاں بہشت کی بہار اور دوزخ کی نار، دونوں پہنچتی ہیں، کیونکہ دونوں کے درمیان ہے، تو وہاں کے ساکنان خود تو عذاب سے مامون نہیں اوروں کو کیوں کر پہچانیں گے، کہ یہ بہشتی ہے اور وہ دوزخی ہے؟

جواب: ہمارے گھر میں اور پڑوسی کے گھر میں دیوار حائل ہے، ایک گھر کا حال دوسرے کو معلوم نہیں، مگر جو دونوں گھروں کے مابین ایک ایسا اونچا مکان ہو یا دیوار ہو، کہ دونوں طرف دونوں کا حال دیکھ سکے، تو کون اشکال ہے۔ ایسا ہی مابین جنت ودوزخ کے اعراف دیوار بلند ہے۔

(۹۰۸) ساکت وناطق میں تعارض نہیں ہوتا، مثبت ونافی میں ہوتا ہے: مسئلہ: ترمذی(۲) نے سورہ طلاق کی تفسیر کچھ نہیں لکھی، البتہ سورہ حدید کی تفسیر میں ذکر کیا ہے، کہ سات زمینیں آپ نے شمار فرمائیں، اور ساتویں

---

(۱) یعنی دو جہتیں ہیں اور ہر جہت سے اعتبار سے فضیلت ہے۔ ایک نماز میں ہونے کی جہت سے۔ اس اعتبار سے نماز میں پڑھنا افضل ہے، دوسری اتباع سنت کی جہت ہے اس اعتبار سے خارج صلوۃ پڑھنا افضل ہے۔ جیسے تراویح نے بعد نفلیں منفرد پڑھنا افضل ہے یا گھر سے ہو کر؟ چونکہ منفرد نفلیں پڑھنے کا ثواب آدھا ہے اس اعتبار سے گھر سے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نفلیں منفرد پڑھی ہیں، اس لئے اتباعاً لفعله عليه السلام منفرد پڑھنا افضل ہے اور حضرت گنگوہی نے ایک موقع پر فرمایا ہے۔ کہ اندرونی منفرد پڑھنے کا تو اس وجہ سے کہ ایک منفرد پڑھنے کا ثواب آدھا ثواب دوم اتباع سنت کا ثواب اور یہ دونوں مل کر ممکن ہے گھر سے ہو کر پڑھنے سے کامل ثواب سے بڑھ جائیں۔ کسی طرح یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔ (پالن پوری)

(۲) ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الحديد، رقم الباب، ص ۲۷۰ ج ۵ جلد پنجم، رقم الحديث:۳۲۹۸، ت کمال یوسف الحوت، [دار الكتب العلمية، بيروت] باب مذکور ص ۱۸۰ جلد دوم۔ [مطبع احمدی میرٹھ ۱۲۸۲ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

زمین (کے) نیچے کچھ نہیں فرمایا کہ ہے، یا نہیں؟ سو حدیث ترمذی کی ساکت ہے، اور شاہ عبدالعزیز نے بیان کیا ہے، وہ جس کسی حدیث سے کہتے ہیں، سکوت ناطق میں معارضہ نہیں ہوتا، ثبت اور نفی میں ہوتا ہے فقط۔

(مجموعہ فتاویٰ ص ۲۲)

احادیث شریفہ سے متعلق چند مباحث

(۹۰۹) صحیح مسلم کی ایک روایت کی نحوی ترکیب؟ بخدمت فیض درجت حضرت مخدومی دام ظلہ العالی فیوضہم

کمترین غلامان عبدالعلی۔ بعد سلام مسنون کے عرض پرداز ہے کہ مسلم شریف کے دسویں صفحہ پر ولد ناصح (۱) کا غلط ہے، یہ ترکیب تو صحیح ہے اور اس سے ابن عباس مراد ہیں یا کچھ اور مطلب ہے، یا ترکیب اضافی ہے۔ غرض جو کچھ مطلب ہو، سب تحریر فرما دیجئے۔

مولوی مسعود صاحب مولوی عزیز الرحمان صاحب اور سب ملنے والوں کو سلام مسنون۔

راقم، آپ کا غلام عبدالعلی فقط

جواب: از بندہ رشید احمد غفی عنہ السلام علیکم

ابن عباس کو ابن ابی ملیکہ نے لکھا تھا کہ صحیح روایات لکھوا اور جو صحیح نہ ہو اس کو نہ لکھنا، تو گویا ابن عباس کو ابن ابی ملیکہ نے نصیحت کی تھی، لہٰذا ابن عباس فرماتے ہیں کہ! اے ابن ابی ملیکة ولد ناصح صحیح روایت ہی لکھوں گا، مطمئن رہو، تو ولد ناصح سے ابن ملیکہ مراد ابن عباس کی ہے، اور یہ منادی ہے۔ (۲) فقط والسلام (مجموعہ کلاں ص ۸ ج ۱)

---

(۱) روایت کے الفاظ یہ ہیں حدثنا داؤد بن عمر و الضبی، قال نا نافع بن عمر عن ابن ابی ملیکة، قال کتب الی من عدس اسئلة، ان یکتب لی کتابا ویخفی علی، فقال ولدنا صح اذا اختار له الامور اختیارا و اخفی عنه. قال فدعا فقضاء علی رضی اللّٰه عنه، فجعل یکتب منه اشیاء ویمر به الشیء، فیقول واللّٰه ما قضی بهذا علیٌ الا ان یکون ضل۔ (صحیح مسلم، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملها ص ۱۰ ج ۱) [طبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ]

(۲) ولدناصح پیش نظر رہنا چاہئے میں اسی طرح سے کہہ رہا ہوں، یہ منادی ہے، حضرت ابن عباس کی مذاکرت ضروری ہے جو یہ ہے حضرت ابن عباس نے ابن ابی ملیکہ کے لئے فرمایا ہے اور وہ متعلق المحذوف کی خبر ہے کی سو صحیح نا صحیح، یہ روایت مقدمہ مسلم میں آئی ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا تھا حضرت ابن عباس سے کہ صحیح روایات لکھوا اور جو صحیح نہ ہو اس کو نہ لکھنا، ابن عباس نے کہا اے ابن ابی ملیکہ تو مطمئن رہ میں صحیح ہی لکھوں گا، ابن ابی ملیکہ نے قاضی تھے، ابن عباس سے خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ مجھے حضرت علی کے فیصلے لکھ کر بھیجیں، البتہ ان میں سے صحیح فیصلے لکھیں۔ انہوں نے ان کے فیصلوں میں غلطیاں بھی نکالی ہیں، وہ غلطیاں نہ لکھیں، ابن عباس نے کہا میں تو صحیح ہی لکھوں گا، ان شاء اللہ۔

(۹۱۰) صحیح مسلم کی حدیث کالذی قال الاول کا مطلب؟ سوال: حدیث غزوۃ ذی قرد

(واقع صحیح مسلم) میں ہے کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو آپ نے ڈھال دی تھی، انہوں نے اپنے چچا کو دیدی، آپ نے فرمایا انک کالذی قال الاول اللّٰھم ابغنی حبیبًا ھو احب الی من نفسی(۱) یہ الذی کون ہے اور الاول ترکیب میں کیا ہے، غرض اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: بقلم مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی: انت کالذی قال الاول یا تو اس الذی میں وضع مظہر (مقام) مضمر ہے۔ ای انت مصداق ماقال (ای قائل) تو قالہ قائل کی جگہ اول اس لئے رکھ دیا کہ اس قائل کا زمانہ اول میں ہونا منصوص ہو جاوے۔ پس معنی یہ ہوئے انت کالذی قال قائل یا یہاں فیہ مقدر ہو تو ضمیر الذی محذوف ہوئی اور قال کا قائل اول بلا تکلف ہوگا۔(۲)

الطرائف والظرائف (بیاض حکیم الامت تھانوی) ص ۳۴۔ (طبع اول اشرف المطابع تھانہ بھون۔ ۱۹۲۹ء)

(۹۱۱) اساف ونائلہ کے متعلق روایت کی تحقیق؟ سوال: حدیث اسلام ابوذر غفاریؓ(۳) میں

---

(۱) حضرت ایاس بن ابی سلمہ کی اپنے والد سے طویل روایت ہے جس کا ایک فقرہ یہ مذکورہ ہے جو اوپر نقل ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۱۳ ج ۲ کتاب الجهاد باب غزوة ذی قرد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ) نیز کتاب الجہاد، باب غزوۃ ذی قرد ص ۸۷۳ مجلد دوم رقم الحدیث ۱۸۰۷، ت ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی۔ [دار طیبہ، ریاض ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶ء || نور]

(۲) حضرت سلمہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر تین مرتبہ بیعت جہاد کی تھی، ایک۔ سب سے پہلے پھر درمیان میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا سلمہ! کیا تم بیعت نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں سب سے پہلے بیعت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا اور بھی، جب انہوں نے دوسری مرتبہ بیعت کی تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس ڈھال نہیں ہے، چنانچہ آپ نے ایک ڈھال عنایت کی، پھر جب سب لوگ بیعت کر چکے تو آپ نے فرمایا سلمہ! کیا تم مجھ سے بیعت نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا میں نے سب سے پہلے بھی بیعت کی ہے اور درمیان میں بھی کی ہے، آپ نے فرمایا اور بھی، جب وہ تیسری مرتبہ بیعت کرنے لگے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس وہ ڈھال نہیں ہے، آپ نے فرمایا سلمہ! وہ ڈھال کہاں گئی جو میں نے تمہیں دی تھی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے چچا عامر مجھ سے ملے ان کے پاس ڈھال نہیں تھی، اس لئے میں نے وہ ڈھال ان کو دیدی، آپ مسکرائے اور فرمایا انک کالذی قال الاول: اللھم! ابغنی حبیبا ھو احب الی من نفسی تمہاری مثال اس شخص جیسی ہے جس کے بارے میں اگلے کسی آدمی نے کہا ہے۔ اے اللہ آپ میرے لئے کوئی ایسا دوست مقدر فرما دیں جو مجھے میری ذات سے زیادہ محبوب ہو، یعنی تم نے اپنے چچا کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم کر دیا، پس تقدیر عبارت یہ ہے انک کالرجل الذی قال فیہ الاول پس الاول قال کا فاعل ہے اور فیہ مقدر ہے اور "ک" تشبیہ ہے اور الرجل الذی موصوف صفت ہیں، پھر ان کی خبر ہیں (مسلم کتاب الجهاد باب ۴۵ حدیث ۱۸۰۷) [پالن پوری]

تکملہ فتح الملہم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد ص ۲۳۲، ۲۳۳ جلد سوم [المکتبۃ الاشرفیۃ، دیوبند ۱۹۹۹ء]

(۳) یہ حضرت ابوذرؓ کی بہت طویل روایت کا حصہ ہے۔ قال فبینا اھل مکۃ فی لیلۃ قمراء اضحیان اذا ضرب علی اسماعھم فما یطوف بالبیت احد وامراتیں منھم تدعوان اسافا ونائلۃ، قال فاتنا علی فی طوافھما، فقلت انکحا احدھما الاخری ... الخ صحیح مسلم، ص ۲۹۵-۲۹۶ ج ۲ باب من فضائل ابی ذر [محتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ] نیز کتاب فضائل الصحابۃ ص ۱۱۵۵ جلد دوم رقم الحدیث ۲۴۷۳ [ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی] (دار طیبہ، ریاض ۲۰۰۶ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہے کہ شب کو دو عورتیں طواف کرتے تھیں اور اساف و نائلہ کو پکارتی تھیں، ابوذرؓ نے ان سے کہا انکحا احد ھما الاخری اور یہ بھی کہا ھنّ مثل الخشبۃ اس احدی اور اخری سے مراد کیا اساف و نائلہ ہیں اور انکحا سے کیا مراد؟

جواب: بقلم الموصوف [یعنی مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی] معنی یہ ہیں کہ ان دونوں کا ہمکنار مرد اور دو مرجوش الخشبۃ ہے وہ دوسرے کے داخل کردے گا، یہ اشارہ تھا اور مقصود باشتم اساف و نائلہ ہیں، اور ان کی معبودیت و الوہیت پر تعریض تھی، مراتین کی اغاظت کے واسطے۔ (۱) فقط۔

الطرائف و الظرائف (بیانِ حضرت مولانا تھانوی) ص ۳۵ (طبع اول، اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۳۲۹ھ)

(۹۱۲) حدیث لایقتل قرشی کے معنی؟ سوال: متعلق معنی حدیث لا یقتل قرشی "

جواب: بقلم مولوی ابوالبرکات مؤی لا یقتل قرشی کے باب میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جس جنت کندیہ کے ساتھ بمقابل اہل اسلام قرشی قتل کئے گئے ہیں قیامت تک ایسا واقعہ نہ ہوگا، یعنی جہاد کے ساتھ جماعت ان کی قتل نہ کی جاوے گی، اور فرمایا کہ نفی ارتداد نووی کی رائے ہے، مسلم نہیں۔ (۲)

الطرائف و الظرائف (بیانِ حضرت مولانا تھانوی) ص ۳۵ (طبع اول، اشرف المطابع تھانہ بھون ۱۳۲۹ھ)

(۹۱۳) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مفہوم؟ سوال: علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (۳) اس حدیث کے موجب، علماء اس امت کے انبیاء سابقین سے درجہ میں برابر ہیں، یا انبیاء علیہ السلام ہی افضل ہیں؟

---

(۱) اغاظت: غصہ دلانا۔ مقصود باشتم، گالی دینے سے مقصود یعنی حضرت ابوذرؓ نے یہ دونوں جملے ان دونوں عورتوں کے حق میں نہیں کہے تھے بلکہ اساف و نائلہ کے حق میں کہے تھے جو ان دونوں عورتوں کے معبود تھے۔ ھنّ شرمگاہ خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ مثل الخشبۃ۔ لکڑی جیسی بے درد و بے حس۔ مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب ۲۸ حدیث ۲۴۷۳۔ (پالن پوری) کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل ابی ذر ص ۵۵ ج ۲ حدیث ۲۴۷۳۔ (ت ابوتمیمہ فاروقی الزہیبی، ریاض) نیز باب مذکور ص ۲۹۶ ج ۲ حدیث ۲۴۷۳۔ [طبع مجتبائی دہلی]

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لایقتل قرشی صبرا بعد ھذا الیوم الی یوم القیامۃ۔ آپ نے فتح مکہ کے موقعہ پر جہاد میں مسلمانوں نے بعض قریشیوں کو قتل کیا تھا، اس واقعہ کو بند کیا جاتا ہے۔ حضرت قدس سرہ نے اس حدیث کی شرح فرمائی ہے کہ جس طرح فتح مکہ کے موقعہ پر جہاد میں مسلمانوں نے بعض قریشیوں کو قتل کیا تھا اب اس واقعہ کو بند کیا جاتا ہے یعنی آئندہ کبھی ایسا واقعہ نہیں آئے گا کہ یوں فتح مکہ کے موقع پر تمام قریش مسلمان ہو گئے تھے، ہاں ایک صورت ہے کہ قریش مرتد ہو جائیں تو ان کے ساتھ جہاد کی نوبت آسکتی ہے۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں فرمایا ہے کہ اس حدیث میں قریش سے ارتداد کی نفی ہے یعنی آئندہ کبھی قریش مرتد ہو جائیں ایسا نہیں ہوگا اس لئے روکے کران کو کبھی قتل نہیں کیا جائے گا، پس امام نوویؒ کی بات بھی صحیح ہے، حضرت کی بات میں اور امام نووی کی بات میں کچھ مخالفت نہیں۔ (پالن پوری)

(۳) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، قال السیوطی فی الدرر لااصل لہ وقال السخاوی فی المقاصد قال شیخنا یعنی ابن حجر لااصل لہ. المقاصد الحسنہ ص: ۳۸۶ (دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۳۹۹ھ) وراجع کشف الخفاء ومزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس، للعجلونی حدیث نمبر ۱۷۴۴ ص ۶۴ ج ۲)

جواب : اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جیسا دین موسیٰ علیہ السلام کا واحد تھا، انبیاء بنی اسرائیل اس کی اشاعت وتائید کرتے تھے، ایسا ہی میری امت کے علماء کرتے ہیں، درجہ انبیاء علیہ السلام سے علماء امت کو کوئی مناسبت وقرب نہیں۔ (بدست خاص سوال ۳۴)

(۹۱۴) وَالنَّخْلُ بٰسِقٰتٍ لَّهَا کے معنی؟

والنخل بسقت (۱) میں یہ ہے کہ باسقات کے معنی میں قطبہ [ابن عامر] کو تردد تھا کہ باسقات کے کیا معنی ہیں، بہت لغت ہے کہ اہل لغت نہیں جانتا، یا کسی وقت ذہن میں عبور نہیں ہوتا، تو جس وقت یہ آیت پڑھی، قطبہ اس کلمہ کو بار بار اپنے ذہن میں تکرار کرتے تھے، اور معنی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔

ولا ادری (۲) ما قال ای لا افهم ما معنی قوله باسقات.

جیسا سب لوگ جب کوئی لفظ مفہوم نہیں ہوتا، تو بار بار زبان یا دل میں تکرار کرکے سوچتے ہیں، کہ کیا معنی ہیں، ایسا ہی قطبہ اس لفظ کو دل میں تکرار کرکر کے، معنی سوچتے تھے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، کہ کیا معنی اس کے ہیں۔ فقط

(مکتوب حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد صاحبؒ، مکتوب نمبر ۴)

(۹۱۵) سجدۂ شمس تحت العرش کی حدیث کا مفہوم کیا ہے؟

سوال : یہ کہ ہر روز عرش کے نیچے جاکر آفتاب کا سجدہ کرنا، غالباً اخبار احاد سے ثابت ہوگا، اور خبر واحد سے عقیدہ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً جب کہ وہ امر مشاہدہ کے خلاف ہو، مگر جب کوئی ایسی تطبیق معلوم ہو جس سے تعارض رفع ہو جائے، تو اس امر کا اعتقاد جائز ہو سکتا ہے۔

جواب : حدیث سجدہ تحت عرش کے صحیح ہے، نہ مشاہدہ کے خلاف، نہ عقیدہ کے خلاف، مگر تحریر سے فہم دشوار ہے۔ آپ صحیح حدیث کو صحیح جانو اور یہ عقیدہ ایسا نہیں جس پر بنا ایمان کی ہو، ایسے عقیدہ کو دلیل قطعی درکار ہے، یہ امر زائد ہے اس کا عقیدہ فرائض میں نہیں، اس کو علی مراد الشارع قبول کرنا چاہئے، اگرچہ سمجھ میں نہ آوے (۳) اور مشاہدہ تو اس کا آج تک کسی بینا کو

---

(۱) والنخل باسقات لها طلع نضید سورہ ق. ۱۰ اور کھجوریں بھی ان کا خوشہ ہے تہ بہ تہ (ترجمہ شیخ الہند)

(۲) کتاب الصلوٰۃ، باب القراۃ فی الصبح، ص:۲۱۳ ج ۱ رقم الحدیث ۷۳۵۔ ت ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی۔ ۲۰۰۶ دار طیبہ، ریاض ۲۰۰۶ء، نیز مسلم شریف باب مذکور ص:۱۸۶ ج:۱ [مطبع مجتبائی دہلی]

(۳) قول: ایسے عقیدہ کو یعنی جس پر ایمان کا دارومدار ہو ورنہ عقائد میں جن کا ذکر حدیث جزئیات میں آیا ہے جن پر ایمان مفصل میں کیا گیا ہے اور وہ سات بنیادی عقیدے ہیں، ان کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی درکار ہے۔ ان کے علاوہ وہ باتیں جن پر ایمان کی بنا نہیں جیسے نرمی کی شدت کا جہنم کے پھیلاؤ سے ہونا، ایسی باتیں خبر واحد سے بھی ثابت ہو سکتی ہیں، غروب کے بعد سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنا، طلوع کی اجازت طلب کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ زمین گول ہے، اس لئے ہر آن طلوع وغروب ہوتا رہتا ہے، پھر اس حدیث کی کیا صورت ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر آن طلوع وغروب ہو سکتا ہے تو ہر آن سجدہ کرنا اور طلوع کی اجازت مانگنا کیوں متحقق نہیں ہو سکتا۔

بات درحقیقت یہ ہے کہ محسوسات کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے جو ہمیں نظر آتا ہے، اور اس کا باطنی پہلو ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا، اس کے بارے میں مخبر صادق (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی خبر پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے، جیسے نرمی کی شدت کا ظاہری پہلو سورج کا سر سے قریب آنا ہے، جس کو ہر کوئی جانتا ہے اور اس کا دوسرا پہلو جس کو نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ان شدۃ الحر من فیح جهنم یعنی گرمی کی تیزی جہنم کے اثر کے پھیلاؤ سے ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

نہیں ہوا، کہ کہاں تحت عرش ہے اور کہاں سجدہ ہوتا ہے، آپ تو نابینا ہیں۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۴-۲۶)

(۹۱۶) صفت ضحک کی حدیث کا مطلب؟

تقریر مولانا مدظلہ العالی: فرقہ جہمیہ منکر صفات حق تعالیٰ کا ہے، وہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات ہے، صفت زائد کوئی اس کی نہیں، یہ اسی واسطے ان لوگوں نے لغویت لکھے کہ تعدد قدماء کا لازم۔ محدثین ان کا رد کرتے ہیں، اور وہ حدیث جس میں کسی صفت خدا تعالیٰ کا ذکر ہے روایت کرتے ہیں، اور حدیث ضحک ربنا الخ میں بھی ذکر ضحک ہے، کہ وہ بھی ایک صفت ہے، اسی واسطے اس کو اس باب میں لایا ہے۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ حق تعالیٰ بندوں کے مایوس ہونے سے حق تعالیٰ کی طرف سے، اور غیروں کے تقرب حاصل کرنے سے، تعجب کرتا ہے، کہ کیسے [نا] فہم ہیں کہ قادر تعالیٰ شانہ قنوط کرے، عاجزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۳۰)

(۹۱۷) سورج چاند گرہن کے متعلق دار قطنی کی ایک حدیث کی تحقیق: سوال: حامداً و مصلیاً و مسلماً امابعد!

عرض یہ ہے کہ سرفراز نامہ پہنچا، چند مسائل میں پھر جواب شافی کا امیدوار ہوں۔

اول یہ کہ مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی اور بعض علماء نے رمضان کے کسوف اور خسوف میں تاریخیں معین نہیں کی ہیں اور پنجابی زبان میں ایک رسالہ ہے اور خسوف کی تیرہویں اور کسوف کی ستائیسویں تاریخ لکھی ہے اور سنا جاتا ہے کہ وہ رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کسی رسالہ کا ترجمہ ہے اور نواب صدیق حسن خاں مرحوم کے کسی رسالہ میں پہلی اور پندرھویں کی ایک روایت نقل کر کے یہ مضمون لکھا ہے کہ شیخ مرغی [کذ ؟] نے اس تعین کا انکار کیا ہے، فقط۔

ان وجوہ سے یہ امر ضرور قابل تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث دار قطنی کی صحیح ہے یا ضعیف، اور اگر ضعیف ہے، تو ضعیف کس وجہ سے ہے، اور تیرہویں اور ستائیسویں بھی کسی حدیث سے ثابت ہے، یا نہیں؟

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کسوف وخسوف کی تاریخ بعض جگہ سے مطلق معلوم ہوتی ہے، اور دار قطنی سے معین معلوم ہوتی ہے، جیسے کہ [نواب] صدیق حسن نے لکھا ہے۔ اس روایت کی تضعیف بندہ نے کہیں نہیں سنی۔ واللہ اعلم (۱)

(فرخ آباد ص ۲۳-۲۶)

(مکتوب بنام مولانا نظیر حسین)

---

(۱) دار قطنی کی روایت مقطوع ہے، اس کی سند میں عمرو بن شمر اور جابر جعفی دونہایت ضعیف [بلکہ کذاب] راوی ہیں۔ محمد باقر فرماتے ہیں ہمارے صدق نے دو نشانیاں ہیں، یہ دو نشانیاں جب سے اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے نہیں پائی گئیں۔ ۱۔ رمضان کی پہلی رات میں چاند گہنائے گا، اور رمضان کی پندرہ تاریخ میں سورج گہنائے گا۔ یہ دونوں نشانیاں جب سے آسمان زمین پیدا کئے گئے ہیں نہیں پائی گئیں۔ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے محمد باقر جو تابعی ہیں، ان کا قول ہے۔ سنن دار قطنی ۱ ۱۸۸ مطبع فاروقی دہلی)

(نور)

(۹۱۸) حضرات شیخین کو جنت کے بوڑھوں کا اور حسنین کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے، اس کی وجہ؟

سوال: حدیث میں حضرات حسنینؓ کو بہشت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے اور شیخینؓ کو بہشت کے بوڑھوں کا سردار فرمایا ہے(۱) دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت میں سب جوان ہوں گے کوئی بوڑھا نہ ہوگا۔(۲) پس اگر شیخینؓ کو بوڑھوں کا سردار اس وجہ سے کہا ہے کہ وہ اپنی وفات کے وقت بوڑھے تھے تو حضرات حسنینؓ بھی شہادت کے وقت بوڑھے تھے(۳) اور بہشت میں یہ چاروں صاحب جوان ہوں گے، پھر تفریق کا کیا سبب ہے؟

جواب: جو لوگ درمیان عمر میں کامل ہوئے، یا جوانی میں کامل ہوئے، یہ مراد ہے۔ جنت کے پیر و شباب مراد نہیں۔(۴) فقط۔ رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ فرخ آباد، ص ۳۱)

(۹۱۹) اللّٰھم اغفرلی ان شئت کی وضاحت؟

حدیث صحیحین کی(۵) توجیہ یہ ہے کہ معنی: اللّٰھم

---

(۱) یہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں اور دونوں ترمذی نے روایت کی ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ پہلی حدیث الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنة مشکوة المصابیح، باب مناقب اھل البیت، الفصل الثانی ص ۵۶۰ ج ۲۔ [نقل صحیح مطابع دہلی ۱۳۷۵ھ] نیز باب مذکور ص ۲۳۸۶ حدیث ۶۱۶۳ ج ۵، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ ۱۴۲۲ھ] دوسری حدیث ابوبکر وعمر سیدا کھول اھل الجنة مشکوة کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنھما ص ۵۵۴۵ فیض اشاعتی ج ۵ ت رمضان بن محمد بن علی [مکتبہ التوبہ داراین حزم ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء] کہول کہل کی جمع ہے جس کا ترجمہ ہے ادھیڑ عمر کا تیس سال سے پچاس سال کی عمر کا آدمی، بوڑھا اس کا ترجمہ صحیح نہیں۔ (پالن پوری)

(۲) یہ حدیث بھی ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب من اھل الجنة، رقم الباب ۱۲ ص ۵۱۹ جلد چہارم رقم الحدیث: ۲۵۴۵ [دار الکتب العلمیة] نیز باب مذکور ص ۵۱۹ ج ۲ رشیدیہ دیوبند] کی ہے فرمایا جنتی جنت میں داخل ہوں گے درانحالیکہ وہ بے ریش، مرد، سرمیں آنکھوں والے ہوں گے، تیس یا بتیس سال کے ہوں گے۔ (مشکوة کتاب احوال القیامة، باب صفة الجنة ص ۴۱۳۶، جلد پنجم، رقم الحدیث ۵۶۳۹) ت رمضان بن احمد [مکتبة التوبة داراین خزم] نیز باب مذکور ص ۵۹۸ جلد دوم، رشیدیہ دہلی نقل اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ] (پالن پوری)

(۳) حضرت حسنؓ کی وفات ۴۷ سال کی عمر میں ہوئی ہے اور حضرت حسینؓ کی وفات ۵۷ سال کی عمر میں، پس دونوں بوقت وفات بوڑھے تھے۔ (پالن پوری)

(۴) تقریباً یہی بات علامہ طیبی نے شرح مشکوة میں فرمائی ہے لکھا ہے، اعتبر ما کانوا علیه فی الدنیا، وإلا لم یکن فی الجنة کھل. الطیبی [الکاشف عن حقائق السنن] ص ۲۴۹ ج ۱۱، حققه جماعة من العلماء [کراچی ۱۴۱۳ھ] نیز ملاحظہ ہو: التعلیق الصبیح علی مشکوة المصابیح للعلامة مولانا محمد ادریس الکاندھلوی ص ۳۳۴ ج ۷ [مکتبہ عثمانیہ لاہور۔] (نور)

(۵) حدیث کے الفاظ میں لایقول احدکم اللّٰھم اغفرلی ان شئت اللّٰھم ارحمنی ان شئت لیعزم فی الدعاء فان اللّٰہ صانع ماشاء، لامکرہ له (مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب العزم بالدعاء ص ۳۴۵ جلد دوم رقم الحدیث ۲۶۷۹، پالن پوری] ت ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی دار طیبہ ریاض ۲۰۰۶ء، نیز باب مذکور ص ۳۴۲ جلد دوم [مطبع مجتبائی دہلی] بخاری کے الفاظ مختلف ہیں۔ (دیکھیں مشکوة، کتاب الدعوات، الفصل الاول ص ۸۷۸ جلد دوم رقم الحدیث ۲۴۱۵ ت رمضان بن احمد [مکتبة التوبة داراین حزم ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ء] نیز باب مذکور ص ۱۹۴ جلد اول [کتب خانہ رشیدیہ دہلی نقل اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اغفرلی إن شئت کے یہ ہوتے ہیں کہ اگر تو چاہے تو بخش، اور یہ تعلیق دو معنی میں آتی ہے، یا یہ کہ میں یا کوئی اکراہ نہیں کرتا، اگر تیری خوشی ہے تو یہ امر کردے، اور دوسرے معنی یہ کہ، مجھ کو کوئی ضرورت نہیں، تو چاہے دیدے، ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ پس فرمایا کہ اس طرح کے کلام مت بولو، کیونکہ اکراہ کا تو وہ محل ہے ہی نہیں، پس یہ شرط لغو ہے اور بے معنی، مگر موہم دوسرے معنی کی ہو کر، تیری بے رغبتی پر دال ہو جاوے گی اور تو شدت سے محتاج ہے، کہ بدون غفران کوئی چارہ ہی نہیں، تو تو جزماً عرض کر، کہ بالضرور بخش!

سو حاصل یہ ہوا کہ وہاں کوئی اکراہ نہیں کر سکتا، تو ناچار بہ مشیت ہی وقوع تیری عرض کا ہوگا، تو شرط کا کہنا لغو ہوا اور تیری طلب میں وہم عدم حاجت کا پیدا ہوا، تو ایسے کلام دعاء میں کرنا اچھا نہ ہوا۔ فقط

(مکتوب حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مکتوب نمبر:۴)

(۹۲۰) حدیث میں کعبہ کی بے حرمتی کرنے والے مینڈھے سے حجاج مراد ہے:

سوال: ایک کتاب (۱) میں لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے بے حرمتی کعبہ کی ہوگی، اگر یہ بات صحیح ہے، تو وہ مینڈھا کون ہے؟

جواب: عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے، حجاج آیا تھا۔ فقط (بدست خاص، ص ۳۵)

(۹۲۱) کیا اثر ابن عباس کی صحت پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے:

اثر ابن عباس فی کل ارض آدم کآدمکم الخ بعد تشہید آن بآیت۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ الآیۃ (الملک-۳) ترجمہ: جس نے بنائے سات آسمان (ترجمہ شیخ الہند)

آیا قابلیت آں دارد کہ بر آن اعتقاد کردہ آید، و جمیع اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ از حشر و انبیاء و اسماء شان آمدہ محمول بایں طبقہ کردہ آید، و بعموم آنہا لحاظ نکردہ آید، یا چگونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خبر دادند از یک آدم و یک موسیٰ و یک ابراہیم وغیرہ دادہ، امتیاز و اقبال ایشاں را دیدہ و بیان فرمودہ۔ اگر تعدد او آدم وغیرہ در واقع ثابت بود، سکوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے چیست؟ و نیز اعتقاد از نص قطعی حاصل می شود، و نیز ہر کہ ایں اثر حکماً مرفوع می فرمایند، دلیل آں چیست؟

و نیز ہر کہ ایں اثر از ابن عباسؓ اکثر ایں چنیں اقوال در تفاسیر می آیند کہ ماخوذ از اسرائیلیات یا از فقہ و تدبر خود می باشند، ایں ہم

---

(۱) یہ مسند احمد کی حدیث ہے، حضرت عثمان سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے کہ مکہ میں قریش کا ایک مینڈھا حاج روی کرے گا۔ (پالن پوری) مسند احمد۔ تحت مسند عثمان بن عفان ص:۶۴ جلد اول [دار الفکر ۱۳۹۸ھ] نیز مسند احمد ص:۳۶۳ جلد اول، رقم الحدیث ۴۶۱ ت: الشیخ احمد محمد شاکر، [دار الحدیث القاہرۃ ۱۹۹۵ء] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگرازاں قبیل باشد چہ مانع۔ وازابن کثیر نقلاً عن ابی ہریرۃ آمدہ: **وھو محمول ان صح نقلہ عن ابن عباس، علی انہ أخذہ من الإسرائیلیات وذلک و أمثالہ إذالم یصح سندہ إلی المعصوم فھو مردود علی مَنْ قالہ.**

غرض ایں فقیر را، دراعتقاد کردن بدیں اثر یا حکماً مرفوع گفتن تردد ہا است، وتاویل احادیث ظاہرہ عامہ بجر داحتمال بعیدی بیند۔ امید کہ از تحقیق جناب رفع تردد گردد۔ **وماذلک علی اللّٰہ بعزیز!**

ترجمہ: اثر ابن عباس: ہر اک زمین میں آدم ہیں، تمہارے آدم (علیہ السلام) جیسے۔ اس آیت شریفہ کی گواہی کے بعد (جس نے بنائے سات آسمان)

کیا اس کی قوت وصلاحیت رکھتا ہے، کہ اس کا یقین کیا جائے، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اطلاعات کو جو کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے مبارک ناموں کے متعلق آئی ہیں، صرف اسی طبقہ زمین کے لئے سمجھا جائے، اور اس (روایت) کے ہونے کا خیال نہ کیا جائے۔ یا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہ خبر دی ہے، ان کے امتیاز اور بلند مرتبہ ہونے کو دیکھا جائے اور ذکر کیا جائے۔

اگر آدم (علیہ السلام) وغیرہ کا ایک سے زائد (متعدد ہونا) ثابت تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے خاموشی (اختیار فرمانا) کس وجہ سے ہے۔

نیز عقیدہ نص قطعی سے متعین مقرر ہوتا ہے اور جو حضرت کہ اس اثر کو حکماً مرفوع بھی فرماتے ہیں، اس کی دلیل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس سے منقول، ایسے اقوال اکثر تفسیروں میں آتے ہیں، جو کہ یا اسرائیلی روایتوں سے لئے گئے ہیں، یا اپنی سمجھ اور غور وفکر سے ہوتے ہیں۔ یہ بھی اگر اسی طرح کا ہو، اس میں کیا الجھن ہے؟ (تفسیر) ابن کثیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے آیا ہے کہ: اگر اس کی نقل حضرت ابن عباس سے صحیح ہو، تو یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے اسرائیلی روایتوں سے لیا ہے۔ نیز یہ اور اس جیسی روایتیں جب ان کی سندیں صحیح نہ ہوں، تو مردود (ناقابل اخذ واستفادہ) ہیں۔

غرض اس فقیر کو اس اثر کو عقیدہ ماننے، یا اس کو حکماً مرفوع کہنے میں شک وشبہ ہے، اور اس کی وجہ سے عام ظاہر احادیث کو (صرف اس احتمال کی وجہ سے (بعید ترین احتمالات سے دیکھنا ہوگا؟)۔ امید کہ جناب کی تحقیق سے شبہہ دور ہو جائے گا۔

جواب: اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ذکر کرنا اور موضوع اور اسرائیلی بتانا باوجود تاویل کے مناسب نہیں، اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

واسطے اس کی شرح لکھی گئی ہے(۱) مع ہذا اس پر اعتقاد کرنا ضرور [ی] بھی نہیں، کہ نص قطعی الدلالۃ وصریح اس پر کوئی نہیں اور عقائد [میں] قطعی صریح ہونا نص کا ضروری ہے۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۶۲-۱۶۳)

(۹۲۲) جنین کی خلقت کتنے روز میں تام ہوتی ہے؟ سوال: حدیث میں جو مضمون وارد ہوا

ہے کہ رحم میں چالیس روز نطفہ اور چالیس روز علقہ اور چالیس روز مضغہ رہتا ہے، وہ بدعتی اس کے معنی یہ کہتا ہے کہ مراد اس سے صرف چالیس روز ہیں، کہ کل کیفیت نطفہ وعلقہ ومضغہ وغیرہ اس ایک چلہ میں ہوجاتی ہے، متعدد چہل مراد لینا غلط ہے، اس لئے کہ یہ امر خلافِ مشاہدہ ہے، مشاہدہ سے یہ معلوم ہوتا کہ اگر اسقاطِ حمل ایک ہفتہ میں ہوتا ہے، تو بشکل نطفہ ہوتا ہے اور جو دو ہفتہ کا اسقاط ہوتا ہے، تو بشکل علقہ ہوتا ہے، وعلیٰ ھذا۔

اب یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول خلافِ مشاہدہ ہو، ورنہ بدوین اس پر اعتراض کریں گے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول خلاف ہے۔ یہ سب تقریر بدعتی کی ہے۔

---

(۱) حضرت مولانا گنگوہی نے یہاں تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباسؓ کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اثر ابن عباس [رضی اللہ عنہما] کی ایک معرکہ آرا بحث ہے، اسی گنگوہ اور موضوع کی وجہ سے، بریلی کے ایک عالم [فاضل بریلوی، مولانا احمد رضا خاں کے والد] مولوی نقی علی خاں نے، بریلی میں مقیم اور شہر بریلی کے مفتی امام اور مذہبی طور پر ایک غیر متنازعہ اور معتمد شخصیت، مولانا محمد احسن نانوتوی کے کفر کا اعلان کیا تھا، یہی بحث بریلوی فرقہ کے آغاز اور احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے علمائے سلسلہ وہابی الٰہی [دیوبند] کے خلاف، اس لمبی کوشش کی ابتداء بنی تھی۔ جس نے پورے ہندو پاکستان اور بعد میں اور بھی ملکوں کو بھی اپنا نشان وشکار بنالیا، ملت میں بڑے اختلاف کا راستہ کھول دیا۔ اس لئے اس سلسلہ کی چند ضروری معلومات عرض ہیں۔

اس بحث وقضیہ کا بنیادی طور پر دیوبند کے اکابر علماء سے کچھ تعلق ہی نہیں تھا، ایسا لگتا ہے کہ مولوی نقی علی صاحب اور ان کے نوعمر فرزند، علمائے دیوبند کے خلاف ایک بہت بڑی جارحانہ تحریک کا غالباً برسوں سے ارادہ کررہے تھے [اگرچہ وہ اس سے پہلے حضرت مولانا گنگوہی کے نہایت مداح اور معتقد تھے] اور اس کے لئے کسی موقع کی تلاش میں تھے کہ ایسے دو علماء کے مناظرے نے، جن کا علمائے دیوبند سے کوئی راست رابطہ نہیں تھا، اس کے لئے موقع فراہم کردیا۔

ہوا یوں کہ بدایوں کے قصبہ شیخوپور میں، امکان وامتناع نظیر کے موضوع پر [۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں] مولانا عبدالقادر بدایونی [م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء] اور مولانا امیر احمد سہسوانی کے درمیان مناظرہ ہوا، اس مناظرہ کی مفصل تحریریں سہسوان کے ہی ایک اور عالم مولوی محمد نذیر نے مرتب کرکے، مناظرہ احمدیہ کے نام سے شائع کرادی تھیں [اس اشاعت کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں ہے] اس مباحثہ میں اثر ابن عباسؓ پر بھی گفتگو ہوئی اور مرتب رسالہ نے جو اس نواح میں مولانا احمد حسن نانوتوی کے مقام ومرتبہ سے واقف تھے، یہ بھی لکھ دیا تھا کہ مولانا محمد احسن نے بھی اثر ابن عباسؓ کی صحت کے قائل ہیں۔ بس یہی فقرہ مولوی نقی علی کے منصوبوں کے لئے شناسا بن گیا، مولوی نقی علی نے اس کو بنیاد بنا کر مولانا محمد احسن کے خلاف نہایت شور وشر اور ہنگامہ شروع کردیا، مولانا نے اس اختلاف سے بچنے اور اس سلسلہ میں محقق علماء کی رائے جاننے کے لئے، فخر المتأخرین حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو خطوط لکھے، دونوں نے مفصل جوابات سے نوازا اور اس میں مولانا محمد احسن کی تائید کی مولانا محمد احسن نے ان تحریروں اور جوابات کو [ان حضرات کے علم واطلاع کے بغیر] "تحذیر الناس فی انکار اثر ابن عباسؓ" کے نام سے اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کردیا، مگر اس کی اشاعت سے بات کیا بنتی، جب باقاعدہ ایک فتنہ اور نئی گروپ بندی کا ارادہ تھا، چنانچہ حدیث پر محدثانہ کلام اور اس کی توجیہ مولوی نقی علی کی سمجھ میں نہیں آئی اور پھر بات بڑھتی ہی چلی گئی، جو علمائے دیوبند کے خلاف بریلی سے پہلی آواز تھی، جس نے بعد میں ایک مستقل نظریہ "بریلویت" کا روپ اختیار کرلیا۔ (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بحرالرائق میں بروایت صحیحہ ثابت کیا ہے کہ بیالیس روز میں خلقت تمام ہوجاتی ہے(۱) اور قول حکماء کا بھی یہی ہے، سو حدیث جس میں چالیس چالیس روز میں تبدیلی ہے اس کی تاویل ممکن ہے، (۲) کہ بعض افراد بشر میں ایسا بھی ہوجاتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اعلیٰ ونہایت مدت تبدیل بیان فرمائی ہے، کہ گاہے بعض فرد میں ہوجاتی ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۵)

(۹۲۳) مامن مولود یولد إلّاعلی الفطرة کا مفہوم:

سوال: حدیث مامن مولود یولد إلاعلی الفطرة (۳) اس کے برخلاف کیوں ہوتا ہے کہ بعض آدمی جوان ہوکر دین سے گمراہ ہوجاتے ہیں، اور بعض آدمی جوان ہوکر، کفر سے اسلام قبول کرتے ہیں؟

جواب: حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جب [آدمی] پیدا ہوتا ہے، اس وقت اس میں کفر نہیں ہوتا، بعد عقل کے کفر سیکھتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ وہ کافر نہ ہوگا، یا مسلمان ہوکر کافر نہ ہوسکے گا، جو شبہ کا محل ہو۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳۲)

---

(۱) بحرالرائق میں متعلقہ مقامات (باب العدة اور باب ثبوت النسب) میں صاحب بحرالرائق کی بروایت صحیحہ بحث ہمیں نہیں ملی ممکن ہے حضرت مصنف نے یہ بحث کسی اور جگہ فرمائی ہو۔ ان ابواب میں جن روایات کا ذکر ہے (ص ۴۸ باب العدة اور ص ۱۷۶ باب ثبوت النسب) دونوں میں چالیس چالیس دن کے تین مرحلوں کا ذکر ہے:

وفی المحیط ایضاً تزوج بامرأة فجاء بسقط بعد اربعة اشهر الا یوماً لم یجز النکاح، ان کان استبان خلقه لانه لا یستبین خلقه الا فی مائة وعشرین یوماً، اربعین یوما نطفه واربعین علقة واربعین مضغة ثم ینفخ فیه الروح، بحر الرائق ص ۱۴۸، باب العدة جلد رابع.

وفی الواو النجیة رجل تزوج بامرأة فجائت بسقط قد استبان خلقه فان جائت به لاربعة اشهر جاز النکاح ویثبت النسب من الزوج الثانی، وان جائت به لاربعة اشهر الا یوما لم یجز النکاح، لان الوجه الاول الولد للزوج الثانی وفی الوجه الثانی من الزوج الاول. لان خلقه لایستبین الا فی مائة وعشرین یوماً، فیکون اربعین یوما نطفه واربعین علقة واربعین مضغة، البحر الرائق ص ۱۷۶، (باب ثبوت النسب) دار المعرفة بیروت: بلاسنه (نور)

(۲) مسلم شریف میں حضرت حذیفہ بن اسید غفاری کی روایت سے مرفوعاً آئی ہے کہ جب نطفہ پر بیالیس دن گذر جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں فصورها وخلق سمعها وبصرها وجلدها ولحمها وعظامها الخ کتاب القدر، باب کیفیة خلق الوری نسخہ ہندیہ ص: ۳۳۳ جلد دوم، مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۲۱ جلد دوم۔ رقم الحدیث ۲۶۴۵ ت ابوقتیبہ نظر محمد فاریابی، ۱۰ رطیبہ، ریاض، ۲۰۰۶ء] اور حضرت ابن مسعود کی روایت میں چالیس چالیس دن کے تین مرحلوں میں تخلیق مکمل ہونے کا ذکر ہے، متفق علیہ۔ مشکوٰۃ باب القدر ص حضرت نے اس تعارض کو رفع کیا ہے کہ یہ اختلاف افراد بشر کے اختلاف سے ہے کہ کسی کی تخلیق بیالیس دن میں مکمل ہوتی ہے، کسی کی ایک سو بیس دن میں، نیز اس طرح بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ تخلیق کا مرحلہ بیالیس دن کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک سو بیس دن میں ختم ہوجاتا ہے (ابن مسعود کی حدیث تو متفق علیہ ہے اور مشکوٰۃ باب القدر میں آئی ہے۔ اور حذیفہ بن اسید غفاری کی حدیث مسلم شریف کتاب القدر باب اول میں آئی ہے۔ حدیث: ۲۶۴۵) (پالن پوری)

(۳) کل مولود یولد علی الفطرة الخ ہر بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے چوپایہ صحیح سالم جنا جاتا ہے، کیا تم ان میں کوئی کان کٹا دیکھتے ہو؟ یعنی ہر بچہ کی فطرت میں خالق کی پہچان اور اس کی بندگی کا جذبہ موجود ہوتا ہے اور اسی کا نام فطرت ہے۔ پھر بچہ جن ہاتھوں میں اور جس ماحول میں پلتا بڑھتا ہے، وہ ماحول اس کو خراب کردیتا ہے، اس ملت وفطرت کی جگہ جہالت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح کبھی موانع اور عوارض دور ہوجاتے ہیں تو وہ فطرت کی طرف لوٹ آتا ہے اور حقیقی گھر اسلام ہوجاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں رحمۃ اللہ الواسعۃ ۸۶۳ شرح حجۃ اللہ البالغۃ تالیف مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۲۴) کنگھا کرنے سے متعلق چند بے اصل روایتوں کی حقیقت؟ سوال: اسی کتاب میں لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر کنگھا کرنے سے مقروض ہوتا ہے، صحیح ہے یا غلط، اور یہ بھی لکھا ہے کہ موئے خشک میں شانہ کرنا ناخونا ہوا شانہ کرنا، اور مستعار شانہ کرنا اور وقت طلوع وغروب آفتاب شانہ کرنا موجب افلاس ہے، صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: ان روایات کی صحت نہیں۔ فقط (بدست خاص، سوال (۱))

(۹۲۵) حجام کا آئینہ نہ دیکھنے کی روایت کیسی ہے؟ سوال: عن انس رضی اللہ عنہ قال النظر فی مرآۃ الحجام دناءۃ (رواہ الدیلمی)(۱) بموجب اس روایت کے آئینہ حجام کا دیکھنے یا نہیں؟

جواب: یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ فقط (بدست خاص۔ سوال ۱۳)

(۹۲۶) طیب الرجال ماظھر ریحہ وخفی لونہ کا مطلب؟ سوال: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرجال ماظھر ریحہ و خفی لونہ، وطیب النساء ماظھر لونہ و خفی ریحہ. (۲) اس روایت کے موجب تو رنگ چمیلی وہ کا مردوں کو جائز ہوا یا نہیں، کیوں کہ اس میں رنگ ظاہر ہے اور خوشبو بھی ہے؟

جواب: طیب الرجل ما خفی الخ کے یہ معنی ہیں کہ مرد کو اس رنگ سے اجتناب چاہئے، جو عورتوں کو اجازت ہے اور مردوں کو ناجائز، مگر خوشبو لگاویں، جس سے باہم ربط ومودت ہو، کسی کو کسی سے تکلیف بدبو کی نہ ہو، بخوشی ربط وراحت سے مجتمع ہوویں اور عورتوں کو ایسی خوشبو نہ لگانی چاہئے، کہ موجب فتنہ کا ہے۔ بلکہ وہ رنگ لگاویں کہ ان کو زینت دیوے، مہندی کسنبہ زعفران کہ محرم کے سامنے ظاہر ہو اور پردہ سے کسی کو معلوم نہ ہو، تاکہ شوہر کو موجب راحت ہو اور فتنہ نہ ہو۔

رہا یہ کہ اگر خوشبو میں رنگ مشروع ہو، جیسا چمیلی وہ مرد کو منع نہیں، بلکہ جائز ہے، اور خاص خلوت میں اور بعد غیر محرم میں زعفران عورت کو لگانا، کہ خوشبو اور رنگ ہے، بھی جائز ہے۔ پس حدیث میں مصلحت واستحسان حال بیان فرمایا ہے، نہ یہ کہ مرد کو رنگ حرام ہے اور عورت کو خوشبو حرام ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۱۲)

---

(۱) یہ روایت حضرت انس کے حوالہ سے، دیلمی کی مسند فردوس میں ہے عجلونی کی کشف الخفاء (۳۳۶۲ حدیث ۲۸۵۹) میں مذکور ہے مگر اس میں سند پر کوئی کلام نہیں، یہ ظاہر یہ روایت صحیح نہیں۔ (پالن پوری)

(۲) کرمدی کتاب الأدب، باب ماجاء فی طیب الرجال والنساء رقم الباب ۳۰۶ ص ۹۹ جلد ۵ رقم الحدیث ۲۷۸۷۔ ت کمال یوسف الحوت۔ دار کتب العلمیۃ، بیروت) نیز ترمذی أبواب الاستیذان والأدب، باب مذکور ص ۱۱۵ جلد دوم (مطبع احمدی میرٹھ ۱۲۸۲ھ) نیز رواہ الطبرانی والضیاء عن انس کشف الخفاء عجلونی ح ۲، ص ۴۹ حدیث ۱۶۸۶ (دار احیاء التراث العربی ۱۳۵۱ھ) یہ ترمذی ونسائی کی روایت ہے (مشکوۃ کتاب اللباس باب الترجل ح ۲، ص ۳۸۰ (اصح المطابع رشیدیہ دھلی، ۱۳۷۵ھ) نیز مشکوۃ باب مذکور ح ۴ ص ۱۶۶۲ رقم الحدیث ۴۴۴۳ مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم بطرز مصان بن احمد بن علی آل عوف ۱۴۲۳ھ) (پالن پوری)

(۹۲۷) کیا "إنّا بفراقک لمحزونون" نوحہ میں شامل نہیں؟ **سوال:** لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت انتقال حضرت ابراہیم صاحبزادے اپنے کے، یہ کلمہ فرمایا اور آنسو بہائے: **إنّا بفراقک یا ابراهیم لمحزونون**(۱) تو اگر یہ کلمہ نوحہ میں داخل نہیں ہے، تو جو فرق نوحہ کرنے میں اور اس کلمہ میں ہو، وہ تحریر فرماویں، کہ نوحہ میں یہ الفاظ داخل ہیں اور ایسے الفاظ نوحہ میں داخل نہیں۔

جواب: نوحہ رونا دلانے کے الفاظ بولنے کو کہتے ہیں، اور یہ کلمہ جو منقول ہے، داخل نوحہ نہیں۔

(بدست خاص، ص ۹)

(۹۲۸) منافقین کے آستینوں میں بت رکھ کر نماز پڑھنے کی روایت؟ **سوال:** منافقوں کا آستین میں بت رکھ کر نماز پڑھنا، اور پھر، حالت نماز میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہونا، کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھو، غلط ہے، یا صحیح؟

جواب: یہ قصہ بھی سراسر غلط ہے، جہلاء روافض کی گھڑت ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۲۰)

(۹۲۹) بخاری شریف کی حدیث میں کتاب فوق عرش کا مفہوم؟ بخاری میں جو کتاب فوق العرش وارد ہے، وہ: **إنّ رحمتی سبقت غضبی**(۲) کی چٹھی ہے، جس میں یہ لکھا ہے کہ اس سے بخاری و مسلم وغیرہما جیسی کتاب مراد نہیں، کتاب کے معنی مکتوب کے ہیں، مکتوب پرچہ کو بھی کہتے ہیں، یہاں پرچہ مراد ہے۔(۳) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد، ص ۵۵)

(۹۳۰) مقاتلہ کے معنی کی تحقیق؟ مقاتلہ کے معنی لغت میں ضرب شدید کے بھی آتے ہیں، یہاں ائمہ نے مقاتلہ کے معنی ضرب شدید کے لئے [ہیں] دوسرے نصوص قطعیہ کی وجہ سے، تو حدیث کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا، بلکہ حدیث کے معنی دوسرے نصوص کے مطابق کر دیئے، بحکم نص، اس کو قیاس نہیں کہتے، اس میں اجمال کی تصریح اور تاویل ہے، اگر

---

(۱) بخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم إنا بک لمحزونون، رقم الحدیث ۱۳۰۳ [مکتبة الریاض الحدیثة] نیز بخاری شریف باب مذکور ص ۱۷۴، ج ۱ [مکتبہ اصلاح اہل باغ مراد آباد ۱۳۱۵ھ] باب مذور اردو لغت ص ۶۲۷۔ ورواہ مسلم کتاب الفضائل، باب رحمته صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبیان والعیال وتواضعه وفضل ذلک ص ۱۰۹۵، جلد دوم۔ ت۔ ابوقتیبہ فاریابی رقم الحدیث: ۲۳۱۵ [دار طیبہ ۱۴۲۷ھ] نیز مسلم شریف ص ۲۵۴ جلد دوم۔ [مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ] ایہ متفق علیہ ہے، مشکوٰة کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت ج ۱ ص: ۱۵۰ [اصح المطابع رشیدیہ دھلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوٰة باب مذورج ۲ ص: ۲۸۶ [ملتقی التوبہ] حدیث: ۱۷۲۳۔

(۲) عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب کتابا فهو عنده فوق عرشه، ان رحمتی سبقت غضبی، وفی روایة غلبت غضبی۔ متفق علیه۔ مشکوة شریف، باب الفصل الاول عن ابی هریرة، ج: ۱ ص ۲۰۶۔۲۰۷ رشیدیہ دہلی نقل اصح المطابع ۱۳۷۵ھ] الفصل الاول ص ۹۳۳ جلد دوم، رقم الحدیث ۵۵۶۳ ت۔ رمضان لاذن احمد [مکتبة التوبة، دار ابن حزم ۱۴۲۳/۵/۲۰۰۳ء] [نور]

(۳) یہ مسئلہ تفصیل سے صفحہ نمبر ۱۵-۱۶ پر گذر گیا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

یہ تاویل نہ کرتے تو بہ سبب معارضہ دوسرے نصوص کی یہ حدیث متروک ہوجاتی، اس توجیہ سے سب نصوص اس کے موافق ہوگئے۔(۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ فرخ آباد، ص ۵۶)

(۹۳۱) تیسرے طبقہ کی وہ احادیث، جن کے راوی صحیحین کے راوی ہوں، مثل صحیحین کے ہوتی ہیں:

طبقہ ثالثہ کی وہ احادیث کہ جن کے راوی صحیحین کے راوی ہوں، مثل صحیحین کے ہوتی ہیں، اگرچہ صحیحین کی روایت کو ترجیح بوجہ روایت ہو، مگر مجتہد جب اس کو ترجیح کردیوے وہ ترجیح ہوجاوے گی اور وہ روایت کہ راوی اسکے غیر اُن کے ہوں، وہ معتبر نہیں ہوتی۔ یہ قاعدہ یہ معنی رکھتا ہے۔ اور جمع اگر ہوسکیں تو بھی اس کو مخالف نہیں کرسکتے (۲) اور یہ جمع وترجیح میرا تمہارا کام بھی نہیں (۳) بلکہ علماء اہل حدیث تام فہم کا کام ہے۔ اسی واسطے خود شاہ عبدالعزیز نے ہدایہ کی روایت کو غیر معتبر نہیں لکھا، کہ وہ اسکو جانتے تھے۔ فقط والسلام

اب بعد سلام مسنون کے یہ ہے، کہ بندہ مسلوب الحواس سا ہوگیا ہے، ہر کام سے دل میں گھبراہٹ اور کم ہمتی ہوتی ہے، کچھ عمر کا تقاضہ کچھ ضعف، تواردامراض اور کچھ مصائب اموات۔ دوسال سے درسِ حدیث بھی بند ہے، بندہ کی یہ تحریر بھی غنیمت جانیں، زیادہ بسط کیا کرسکتا ہوں، اسی قدر توفیق ہوئی ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد، ص ۳۵)

(۹۳۲) حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل کا درجہ اور ان سے بعض بدعات پر استدلال کا حکم؟

مولوی نظیر حسن صاحب سلمہ السلام علیکم آپ کا خط آیا، چونکہ بندہ کو فرصت ہرگز نہیں ہوتی، جمعہ کو بھی ایک سبق ہے، لہٰذا جواب بدشواری لکھا جاتا ہے، چونکہ آپ نے بتاکید لکھا تھا، لہٰذا چند کلمہ پر قناعت کرتا ہوں، کہ سب مسائل اس سے مستنبط ہوجائیں گے۔

حدیث ضعیف اگر سبب سوء حفظ راوی کے یا مرسل ہونے کے، یا تدلیس ہونے کے ہے، مگر راوی عادل ثقہ ہے تو اس پر عمل کرنا درست ہے، اگرچہ اثبات حکم اس سے نہیں ہوسکتا، جب تک جبر اس ضعف کا نہ ہوجائے، اور جو بسبب فسق اور کذب راوی کے، یا بسبب اتہام وضع کے ہو، تو اس پر فضائل اعمال [میں] بھی عمل کرنا، ناجائز ہے۔

شدید الضعف، یہ قسم آخر ہے اور پہلی قسم میں ضعف ادنیٰ ہے، یہ مسئلہ نخبہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مذکور ہے۔ پس جو احادیث کہ اہل بدعت نے وضع کی ہیں، وہ موضوعات میں ہیں، کہ ہرگز ان پر عمل روا نہیں۔ فقط

---

(۱) معلوم نہیں کہ یہ کس سوال کا جواب ہے، ممکن ہے نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے سلسلہ میں جو متفق علیہ روایت آئی ہے: فان ابی فلیقاتله فانه شیطان کے معنی دریافت کئے ہوں۔ واللہ اعلم (پالن پوری)

(۲) اصل میں اسی طرح ہے۔ شاید نقل میں غلطی ہوئی ہے، ممکن ہے صحیح عبارت اس طرح ہو: "اگر جمع نہ ہوسکیں تو بھی اس کو مخالف نہیں کہہ سکتے" (نور)

(۳) یہ بحث بھی نہ معلوم کس موقع کی گئی ہے تیسرے طبقہ سے مراد وہ طبقات ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ میں بیان کئے ہیں، پہلے طبقہ کی کتابیں موطا، بخاری اور مسلم ہیں اور دوسرے طبقہ کی کتابیں ابوداؤد، ترمذی اور نسائی ہیں۔ اور تیسرے طبقہ کی کتابیں مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور بیہقی اور طحاوی وغیرہما کی کتابیں ہیں، تفصیل کے لئے دیکھیں: رحمۃ اللہ الواسعۃ (۲: ۴۴۳-۴۸۸) (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اورحدیث صحیح من تشبہ بقوم فھو منھم. (۱) سے یہ امر محقق ہے، کہ کسی قوم غیر مسلم سے کسی فعل میں تشابہ ہونا، موجب کراہت وحرمت کا ہے، لہٰذا جو امر اگرچہ فی حدذاتہ مباح ہی ہو، مگر جب اس میں تشبہ ہووے گا، تو وہ ناجائز ہوجاوے گا، تو سوم چہلم عرس، کھانے پر قرآن پڑھنا وغیرہ امور سب ناجائز ہوئے، اور علیٰ ہذا قول ابن مسعود اور اس کی شرح قاری وطیبی سے کہ

لایجعلن احدکم للشیطان من نفسہ جزء لایری إلا ان حقا علیہ ان لاینصرف الا عن یمینہ. (۲) الخ

قول ابن مسعود فیہ" ان من أصر علی أمر مندوب و جعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ، فقد أصاب منہ الشیطان من الإضلال، فکیف من أصر علی بدعۃ أو منکر انتھیٰ (۳) دار قطنی

یہ امر ثابت ہوا کہ کسی مباح ومندوب پر ایسا التزام، کہ مثل واجب وسنت مؤکدہ کے ہووے، اور اہتمام مثل واجبات کے کیا جائے۔ بدعت ہے اور یہ فقہ بعینہٖ:

من أحدث فی أمرنا ھذا مالیس منہ فھو رد. (۴) الحدیث

جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد (اور شامل) کی جو حقیقتاً دین سے نہیں ہے وہ مردود ہے۔ (ت، نور)

سے ثابت ہوتا ہے۔ پس جس امر کو شارع نے غیر مہتم بتایا، اور مباح کہا، اسکو اگر کوئی مہتم اور واجب عقیدہ کرے، یا عمل مثل موکدات کے اس پر کرے، تو اس نے دوسری شریعت کا احداث کیا، جو خلاف شرع خدا تعالیٰ کے ہے۔

پس اہتمام مولود، ویقین وتقسیم شیرینی اور تخصیص طعام شب برأت وعید اور تخصیص معانقہ عیدین کا اور قبور پر پھول کو ضروری جاننا، اس قاعدہ وحدیث سے سب بدعت ہووے گا۔

---

(۱) مشکوۃ شریف کتاب اللباس، الفصل الثانی ج: ۲ ص: ۳۷۵. [اصح المطابع دھلی. ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوۃ باب مذکور فصل مذکور ج: ۴ ص: ۱۶۳ حدیث: ۴۳۴۷ [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم ۱۴۲۳ھ، بنظر رمضان بن احمد بن علی آل عوف] أخرجہ المسلم کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا باب جواز الانصراف من الصلوۃ عن الیمین والشمال ص. ۳۲۰ جلد اول رقم الحدیث: ۷۰۷ ت. الاتحیہ نظر محمد فاریابی [دار طیبہ، ریاض، ۲۰۰۶ء] نیز مسلم شریف باب مذکور ص: ۲۴۷ ج: ۱ [مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۶۹ھ]

(۲) أخرجہ المسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا باب جواز الانصراف من الصلوۃ عن الیمین والشمال ص: ۳۲۰، ج: ۱، رقم الحدیث: ۷۰۷، ت. اوفیہ نظر محمد فاریابی [دار طیبہ، ریاض ۲۰۰۶ء] نیز مسلم شریف باب مذکور ص ۲۴۷، ج ۱، [مجتبائی دہلی ۱۳۶۹ھ]

(۳) حضرت ابن مسعود کا قول متفق علیہ روایت میں آیا ہے (مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب الدعاء فی التشھد ج: ۱ ص: ۸۷ مکتبۃ رشیدیہ نقل اصح المطابع ۱۳۷۵ھ نیز مشکوۃ ج ۱ ص ۳۹۲، ۳۹۰ مکتبۃ التوبہ ۱۴۲۳ھ حدیث: ۹۴۲) اور حدیث کی شرح میں علامہ طیبی کا مذکور، قول ملا علی قاریؒ نے مرقات ج: ۱ ص: ۳۵۳ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان، میں نقل کیا ہے۔ (پالن پوری)

(۴) یہ متفق علیہ روایت ہے۔ کتاب الایمان، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ الفصل الاول ص: ۸۹ جلد اول رقم الحدیث: ۱۴۰ ت: رمضان آل عوف [مکتبۃ التوبہ، دار ابن حزم ۲۰۰۳، ۱۴۲۳ھ] نیز مشکوۃ شریف باب مذکور ص ۲۷ جلد اول [رشیدیہ دہلی نقل اصح المطابع ۱۳۷۵ھ] بخاری شریف عن کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا ج: ۱ ص: ۳۷۱ [مطبع احمدی میرٹھ] [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

علی ہٰذا جس امر کے التزام سے عوام اس کو واجب جاننے لگیں، تو اس کا ترک بھی ضرور [ی] ہوتا ہے، چنانچہ عالمگیریہ کے باب الحدث میں ہے:

و مایفعل عقیب الصلوٰۃ مکروہ، لأن الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ، و کل مباح یؤدی إلیہ فمکروہ.(۱) انتہیٰ

ترجمہ: اور جو کچھ نماز کے بعد کیا جاتا ہے وہ مکروہ ہے، اسلئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت اور واجب سمجھ لیتے ہیں اور ہر وہ مباح چیز جس کو ضروری (یا سنت واجب) سمجھا جانے لگے، وہ مکروہ ہے۔ (ت: نور)

اس سے بھی یہ امر واضح ہے، کہ یہ سب امور اگرچہ فی حد ہا مباح ومندوب ہوں، مگر بسبب التزام کے جب عوام ان کو ضروری جانتے ہیں، کہ مانع وتارک کو برا کہتے ہیں، ملامت کرتے ہیں، تو ضروری الترک اور مکروہ ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۶، ۴۷، ۴۸)

(۹۳۳) ائمہ محدثین مروان ابن الحکم کی روایات کیوں لیتے ہیں؟

سوال: از بندہ عزیز الرحمٰن

بخدمت بابرکت حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب

بعد سلام مسنون، بصد آداب! آں کہ اشتیاق قدم بوسی وشرف صحبت شریف بار بار دو باز دیادمی نہد، اما بطمع آں کہ شاید برائے ایں کار وقتے دیگر مقرر باشد، وآرزوئے دیرینہ بظہور پیوند وصبر کردہ می آید! از حال پریشانی خود چیزے گفتن رو نمی بندد، وبعض اوقات بخواستم کہ چیزے اظہار بکنم، بجز خاموشی چارہ ندیدم، اکنوں بجز ایں کہ خواستگار دعا وتوجہ کنم، چیزے دیگر مناسب نمی نماید، امید کہ آنجناب ازیں نابکار غافل نباشند۔

بعض مسائل قابل استفسار معروض ہستند، امید کہ از جوابات شاں مفصلاً معزز ومطمئن فرمایند۔

ترجمہ: بندہ عزیز الرحمٰن کی طرف سے حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت بابرکت میں:

سلام مسنون! اور آداب کے بعد عرض ہے، کہ قدم بوسی کا اشتیاق اور صحبت شریف میں بار بار حاضری کی تمنا دہراتا اور یاد رکھتا ہوں، لیکن اس لالچ کی وجہ سے شاید اس کام کے لئے کوئی اور وقت مقرر ہوگا اور پرانی تمنا ظہور میں آئے گی، اس لئے صبر کرنا پڑ رہا ہے۔

---

(۱) عالمگیری، باب مسائل سجدۃ الشکر (۱/۱۹۰) مطبوعہ بندر بھوگلی کلکتہ: ۱۲۵۸ھ ہو عالمگیری (۱/۱۳۶) الباب الثالث عشر متصل بذالک مسائل سجدۃ الشکر [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ: ۳/۱۴۰۵]

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

اپنے پریشان حال کے متعلق کچھ عرض کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی وقت چاہتا ہوں کہ کسی بات کے لئے درخواست واظہار کروں مگر خاموشی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں دیکھتا، اب اس کے علاوہ کہ دعا اور توجہ کی درخواست کروں کوئی اور بات مناسب نہیں دیکھتا۔ امید ہے کہ آنجناب اس نالائق کی طرف سے غافل نہ ہوں گے، چند مسائل قابل تحقیق پیش ہیں، امید کہ ان کے مفصل جوابات سے معزز اور مطمئن فرمائیں گے۔ [ت۔نور]

سوال : مروان ابن الحکم کہ ذکر آں در کتب صحاح می آید، و در بعض مواقع از اقوال او استدلال کردہ می آید، چنانچہ امام مالک در مؤطا فرمودہ:

مالک أنّه بلغه أن مروان بن الحكم، كان يقضي في الرجل اذا آلى من امرأته، أنها إذامضت الأربعة الأشهر فهي تطليقة ،وله عليها الرجعة مادامت في عدتها. قال مالک وعلى ذلک كان رأى ابن شهاب(۱)

و در ہمیں مؤطا بجائے دیگر پسندیدن اکابر رائے او را، در بعض مسائل دینیہ نقل ساختہ۔ و ہمچنیں در کتب دیگر ذکر او آمدہ، و در تقریب ہم او را بد نوشتہ، بلکہ لفظ **لم يثبت له الصحبة** آوردہ کہ ایں ہم در پردہ توثیق است۔ چہ کسے کہ در صحبت او خلاف باشد اگرچہ اصح عدم صحبت باشد، او را بد گفتن چگونہ صورت بندد؟

بالجملہ، باوجود انہمہ شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ در تحفہ نسبت او نیک نوشتہ، بل بالفاظ مروان شیطان یا علیہ اللعن یا سرگروہ جماعت شقاوت، بزمرۂ خارجیان یاد فرمودہ، و ایں ہر سہ الفاظ احقر بچشم خود در تحفہ دیدہ، تحقیق ایں چیست و در بارۂ او چہ اعتقاد باید داشت، او را خارجی گفتن صحیح است یا نہ، و آخر حال او چگونہ گذاشتہ است؟

سوال : مروان ابن الحکم کہ جس کا ذکر کتب صحاح میں آیا ہے اور بعض موقعوں پر اس کے اقوال سے استدلال بھی کیا گیا ہے، چنانچہ امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں:

"ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ مروان بن الحکم ایسے معاملہ میں، جب کوئی اپنی بیوی سے ایلاء کرتا تھا تو یہ فیصلہ کرتا کہ جب چار مہینہ گذر جائیں تو وہ مطلقہ ہے، اور شوہر کے لئے حق رجوع اس وقت تک ہے جب تک وہ عدت میں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہی ابن شہاب کی بھی رائے تھی، اور اسی موطا میں دوسری جگہ اکابر

---

(۱) رواہ الامام مالک فی موطاہ فی کتاب الطلاق، باب مالایبین من التملیک ص ۲۰۲ [مجتبائی دھلی: ۲۰۲] کتاب الایلاء، رقم الحدیث ۱۱۷۰-۱۱۷۱ تحقیق۔ محمود احمد القیسیہ ص ۱۱ ج ۲۔ [موسسۃ النداء۔ ابوظہبی ۱۴۲۴ھ-۲۰۰۴ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

کا ان (مروان) کی رائے کو پسند کرنا اور بعض دینی مسائل میں اس (فتویٰ) کا نقل کرنا بھی آیا ہے"۔

دوسری کتابوں میں بھی اس کا ذکر آیا ہے اور تقریب (التہذیب) میں بھی ان (مروان) کو برا نہیں لکھا، بلکہ لفظ ان کے لئے صحبت ثابت نہیں آیا ہے یہ بھی ڈھکی چھپی توثیق ہے۔ وہ شخص جس کی توثیق میں اختلاف ہو، اگرچہ زیادہ صحیح اس کی توثیق نہ ہونا ہے، اس کو برا کہنا کس صورت میں ہوگا؟

اس سب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں اس کے متعلق اچھے الفاظ نہیں لکھے، بلکہ بالفاظ مروان شیطان یا علیہ اللعن یا جماعت شقاوت کا سردار اور اس کو خارجیوں میں یاد کیا ہے، اور یہ تینوں الفاظ میں نے خود اپنی آنکھ سے تحفہ میں دیکھے ہیں، اس کی کیا تحقیق ہے، اس کے متعلق کیا یقین رکھنا چاہئے اس کو خارجی کہنا صحیح ہے یا نہیں، اور اس کا آخری حال کس طرح گذرا؟۔ (ت۔نور)

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند:

آپ کا خط آیا جواب مختصر لکھتا ہوں، کہ فاسق ومبتدع کی خبر کا اعتماد اس واسطے نہیں ہوتا، کہ وہ بسبب عدم مبالات دین کے کذب کہہ دیوے، تو عجب نہیں، اور ہر گاہ کہ کسی مبتدع پر یہ احتمال رفع ہو جاوے، تو پھر قبول اس کی خبر میں تردد نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مبتدع کی خبر میں اختلاف ہوا ہے، کہ بعض نے مطلقاً عدم قبول کہا اور بعض نے مطلقاً قبول بعض نے تفصیل داعی الی البدعت کی [اور] غیر داعی کی کی [ہے] اور علیٰ ہذا۔

پس مروان بن الحکم ہر چند [کہ] مبتدع فاسق تھا، مگر ائمہ کو اس کی روایت پر اعتماد تھا، اسی واسطے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اس کو صدق [و] ق فی الروایۃ فرماتے ہیں اور اسی وجہ سے بخاری نے اس کی روایت بخاری (۱) میں نقل کی اور امام مالک نے اس کے قبول کو لکھا ہے۔

مع ہذا [مولف] فتح الباری عذر کرتا ہے، کہ یہ روایات اس کی عبداللہ بن زبیر وغیرہ رواۃ نے قبل ظہور ابتداع اس کی اخذ کی تھی، (۲) بعد تکمیل کے وہ بگڑا ہے، یا ظہور اس کا ہوا ہے، لہٰذا ان روایات میں قدح نہیں، اور فعل قبل اس کے ہوا وہ بتاویل۔ لہٰذا اس کا خارجی ہونا اور بد ہونا خلاف روایت کے نہیں، اسی کو اکابر بد بھی لکھتے ہیں، مع ہذا روایت اس کی

---

(۱) صحیح البخاری کتاب الاذان باب القراءۃ فی المغرب ص ۱۰۵ ج: ۱ [مطبع احمدی میرٹھ: ۱۳۸۲ھ] میر بخاری شریف ج: ۱ ص: ۱۲۶ رقم الحدیث: ۷۶۴ [مکتبہ ریاض ۱۴۰۴ھ]۔ [نور]

(۲) مقدمہ فتح الباری الفصل التاسع فی سیاق اسماء من طعن فیہ من رجال ھذا الکتاب "المیم" ص: ۴۴۳ [مکتبۃ دار الفیحاء، دمشق] قال: وھؤلاء (یعنی سھل بن سعد وعروۃ وغیرھما) اخرج البخاری احادیثھم عنہ فی الصحیح، لما کان امیراً عندھم بالمدینۃ قبل أن یبدو منہ فی الخلاف علی ابن الزبیر مابدا واللہ اعلم۔ [نور]

۔۔۔ اور تکمیل کے معنی ہیں اس سے حدیثیں لینا

toobaa-elibrary.blogspot.com

(مجموعۂ کلاں ص ۱۶۱-۱۶۲)

معتبر ہیں۔ فقط

(۹۳۴) جمعہ کی شب میں جمعہ کو اور رمضان المبارک میں، مسلمان کو عذاب قبر نہیں ہوتا:

سوال: جمعہ یا جمعرات یا پیر کے روز یا رمضان المبارک میں جو شخص مرجاتا ہے، تو اس کو کچھ تخفیف عذاب میں یا حساب میں ہوتی ہے، یا نہیں، اور اگر ہوتی ہے، تو کیا ہوتی ہے؟

جواب: جمعہ کی شب اور جمعہ کے روز اور رمضان میں مسلمان کو عذاب قبر نہیں ہوتا، اور پیر کی روایت کوئی معلوم نہیں فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بدست خاص، ص ۲۳)

(۹۳۵) اگر مستحق عذاب ہے تو رمضان المبارک کے بعد عذاب ہوتا ہے:

سوال: لکھا ہے کہ جو کوئی رمضان میں مرجاتا ہے تو اس کو عذاب قبر نہیں ہوتا، آیا وہ شخص ہمیشہ کے لئے چھوٹ جاتا ہے یا بعد رمضان پھر عذاب قبر ہوتا ہے؟

جواب: بعد رمضان عود کرتا ہے، اگر مستحق عذاب ہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۴۲)

(۹۳۶) حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی [شارح سنن ابوداؤد] کے چند شبہات واعتراضات کے جواب:

سوال نمبر (۱): مشکوۃ شریف ص: ۱۱ مطبوعہ احمدی: إن الشیطان قد یئس أن یعبده المصلون فی جزیرة العرب إلخ بابلغ وجوہ، عدم وقوع شرک پر عرب میں دلالت کرتی ہیں، کیونکہ یاس شیطان کی بنی آدم کے شرک سے، باوجود اس کے کہ وہ اصل جبلت سے آگاہ ہے، قریب محال ہے، باوجود یکہ دوسری جگہ اس کی مؤید مذکور ہے، صفحہ ۴۴۷: قال: قلت یا رسول اللہ! أتشرک أمتک من بعدک؟ قال: نعم! أما إنهم لایعبدون شمساً ولاقمراً ولاحجراً ولاوثناً إلخ۔ صفحہ ۵۳۸: وإنی لست أخشی علیکم أن تشرکوا بعدی صریح عدم وقوع شرک پر دلالت کرتی ہیں، پس قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۷۳: لاتقوم الساعة حتی تضطرب أليات نساء دوس حول ذی الخلصة بظاہر روایات سابقہ کے مخالف ہے؟

الجواب: شیطان نے جو قوت اسلام و رسوخ مسلمین کا دیکھا، تو مایوس ہوگیا، کہ مسلمون ہرگز شرک نہ کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بابلغ وجوہ اس کو ثابت کیا، کہ ایمان اسلام اعلیٰ درجہ کا محقق ہوگیا، کہ شیطان جیسے طویل الامل کو یاس ہوگئی، مگر کس سے یاس ہوگئی: مصلین یعنی مسلمین سے نہ کفار سے۔ دیکھو حضرت ابلغ البلغاء کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطانی فرمائی، نہ وجود شرک (سے) اور شیطان کی بقاء توقع کفار میں باقی رکھی۔ اول تو ظاہر ہے کہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں، سب کو یاس صحت قریب الموت ہوجاتی ہے اور پھر تندرست صحیح ہوجاتا ہے، تو کیا ضرور (ی) ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشرک لازم ہو، کمال قوت دیکھ کر مایوس ہوا، مگر انجام میں وہ قوت نہ رہے، رفتہ رفتہ وہ نوبت پہونچی کہ لفظ کلمہ بھی باپ دادا کے سنی سنائی پڑھیں، کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے: کما ورد فی الحدیث تو اس وقت ظہور شرک ہو تو کیا معارض ہوا، اور شیطان اگر بقول آپ کے اصل جبلت سے واقف ہے، تو اصل فطرت سے بھی واقف ہے کہ اسلام ہے، اور بالفرض جو جبلت آدمی کی شرک ہے، خود فخر عالم علیہ السلام کا بیان قوت ایمان عرب بابلغ وجوہ ہوا، کہ بیان واضح آپ سے غیر جبلی بھی جبلی ہوگیا۔

اب رہا: حدیث أتشرک أمتک الخ حدیث: سو اس کا بیان یہ ہے کہ امت کے دو معنی ہیں، کبھی امت دعوت مراد ہوتی ہے، جس میں یہود اور سب کفار داخل ہیں، تو یہاں یہ تو مراد ہرگز نہیں ہوسکتا، کیوں کہ مشرک امت دعوت تو خود حیات میں بھی موجود تھی، اس کے سوال کا کیا محل تھا، دوسری امت اجابت کہ فقط مسلمان ہیں، صالح اور فاسق اس میں داخل ہیں، کافر خارج، یہاں یہی مقصود ہے۔

جب سائل نے قوت اسلام و وضوح دلائل اس کے دیکھے، تو پوچھا، کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہے گا، یا مثل یہود اور نصرانیوں کے آپ کی امت اجابت میں شرک ہوجاوے گا، تو حضرت نے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کہ شرک جلی تو نہ ہوگا، البتہ خفی آجاوے گا۔ اور جو شخص مرتد ہوا، اجابت کی شان سے نکل گیا، اس کا بھی خدشہ رفع ہوا، اور جب ریح چلے گی جس سے سب مسلمان مرجاویں گے، اس کے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہووے گی، تو وہ لوگ بھی امت اجابت نہیں، ہاں! امت دعوت ہیں کہ سوال سے خارج ہیں، ہاں اہل اہواء کا خدشہ رہا، سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو، یا بطور متکلمین فاسق، پس خدشہ رفع ہوگیا۔ فقط۔

اور شرک امت کی کیفیت اوپر بیان کرچکا ہوں حسب حدیث اور حدیث: لست أخشی علیکم الخ میں صحابہ خاص مخاطب مراد ہیں، سیاق و سباق حدیث کو دیکھو، نہ قیامت کے قریب کے مسلمان، پس کچھ بھی اشکال نہیں۔

[تذکرۃ الرشید۔ تالیف مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ ص: ۱۶۱۔۱۶۰ جلد اول عکس طبع اول، میرٹھ]

(۹۳۷) جب جانور مکلف نہیں، تو قیامت کے دن اقتصاص کیسا؟ سوال نمبر: (۲) قولہ

صلی اللہ علیہ وسلم "حتی یُقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء" [یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا (نور)] جب کہ بہائم مکلف نہیں، تو باہم اقتصاص کی کیا وجہ ہے، صدہا جانور ایک دوسرے کی خوراک ہیں، انسان پر لحوم حلال کئے گئے، تو کیا سب کا معاوضہ ہوگا (اور تخصیص جنسیت کی بظاہر کوئی وجہ نہیں؟)

جواب: قصاص بہائم میں بوجہ تکلیف نہیں، بلکہ بوجہ مساوات ہے۔ مکلف کو عذاب بالنار ہوتا ہے، بہائم میں

toobaa-elibrary.blogspot.com

بدلہ دیگر معدوم کئے جاویں گے، اور یہ قصاص اس امر میں ہے کہ خلاف حکم کے ہو۔ گوشت کھانے کی جہاں اجازت ہے، وہ تعین عدل واقتضال امر ہے، وہاں کیا ظلم تھا اور جس جانور کو طعمہ دوسرے جانور کا بنایا گیا، وہ بھی برمحل ہوا۔

یہ قصاص ایسے امر میں ہوگا جیسا ایک بیل نے دوسرے کو، سینگ خواہ مخواہ مار دیا، یا دو جانور باہم لڑے اور ایک کے سینگ ہیں، دوسرے کے نہیں، تو بلا سینگ کے زیادہ چوٹ لگ گئی۔ بہرحال یہ مقاصات بوجہ تکلیف نہیں، مکلف کی سزا دوزخ وغیرہا سے ہے، جو مصرح نصوص ہے، فقط

(تذکرۃ الرشید ص:۱۶۱۔۱۶۰/ جلد اول)

(۹۳۸) ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کوئی نہیں بولے گا، دوسری روایت سے مؤمنین کا بولنا بھی ثابت ہے، اس تعارض کا جواب:

سوال: (۳) ولا یتکلّم یومئذ إلاّ الرّسل، و کلام الرّسل یومئذ: اللّھم سلّم سلّم اس کے بعد مذکور ہے صفحہ ۴۸۶: شعار المؤمنین یوم القیمة علی الصّراط: ربّ سلّم سلّم پس ہر دو روایات بظاہر متعارض ہیں؟

جواب: وہ کلام کہ غیروں کے باب میں ہو، سوائے رسل کے کوئی نہ کر سکے گا، کیونکہ نفسی نفسی کا قصہ ہوگا اور اپنی اپنی حالت میں مدہوش، دوسرے سے بالکل بے خبر ہوویں گے۔ خلاف رسل کے کہ امت کے لئے دعا کرتے ہوویں گے اور خود مطمئن ہوویں گے اور مؤمنین کا کلام اپنی ذات خاص میں ہے کہ عبور کے وقت اپنے حال پر ہراساں سلم سلم کہتے جاویں گے۔ غرض کلام کے ہر دو جا ایک معنی نہیں، کما وضح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تذکرۃ الرشید ص:۱۶۲ جلد اول)

(۹۳۹) جلد انسان کی نجاست بوجہ کرامت نہیں ہے بلکہ کرامتِ انسان، مانع تطہیر از دباغت ہے:

سوال نمبر: (۴) جلد ولحم الانسان کی نجاست کی علت ہدایہ، مصطفائی ص:۲۴ پر کرامت قرار دی ہے، حالانکہ یہ علت نجاست کی علت نہیں ہوسکتی، البتہ اگر ہے تو حرمت کی علت ہے، اگرچہ اعلیٰ درجہ کی حرمت نجاست کو مستلزم ہے، لیکن اس کی حرمت کو حرمت لعینہ کا قائل ہونا، بحیثیت استدلال بعید ہے، کیونکہ مثل خنزیر منصوص نہیں ہے، دارومدار ظنیات پر ہے، پس اس کی نجاست کے قائل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بہت اشیاء ایسی ہیں کہ حرام ہیں اور نجس نہیں، بایں ہمہ اگر تامل کیا جاوے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ، کرامت کے ساتھ نجاست کا قائل ہونا، اجتماع متضادین ہے، اس مقام کے علاوہ شرعاً کوئی جزئی محرم و نجس پائی نہیں گئی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

علاوہ ازیں آگے بڑھ کر، صاحب ہدایہ طہارت سؤر انسان کا قائل ہوا ہے، اور اس کی علت بیان کی ہے، لأنه متولد من لحم طاهر، (۱) پس بظاہر یہ صریح تہافت ہے، کیونکہ اول دلیل سے نجاست ثابت کی، اور یہاں اس کی طہارت بیان فرمائی، پس اگر جلد لحم نجس ہیں، تو سور کی طہارت کی کوئی وجہ نہیں، اور اس کی علت لکونہ فی معدنہ قاروی جاوے، تو سوائے خنزیر سب سباع میں جاری کرنا چاہئے اور وہاں بھی سور کی طہارت کا حکم کیا جاوے، اور یہ اعتراض ہوا کہ نجاست اپنے معدن میں فی الاصل بحکم طہارت رہتی ہے، تو پھر سباع کا لحم ان کی حیات میں لکونہ فی معدنہ حکماً طاہر ہوا، تو سور بھی طاہر ہوگا لکونہ متولداً من لحم طاهر، حالانکہ وہ نجس ہے، پس قضیہ منعکس ہوگیا۔

اور اگر انسان کی طہارت ونجاست کا دار (و) مدار باعتبار حی وميت کے یہ جاوے، تو یہ حکم بھی عام سباع میں مشترک ہوجاتا ہے، غرض پیچ در پیچ شبہات ہیں، مختصر خلاصہ عرض کردیا ہے۔

(الجواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ) مولوی خلیل احمد صاحب مدرس مظاہر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط آیا، شبہات ہدایہ آپ نے کیا لکھے، اجتہادیات کا استفسار ہے، بھلا یہ کس طرح کسی سے ہوسکتی ہے۔ اگر عبارت ہدایہ پر خدشہ ہو، تو اس کا جواب سہل، مگر محشیوں کے کلام اور قدماء کی روایات سے حل پوچھتے ہو۔ خیر خاطر عزیز کے لئے کچھ تو لکھتا ہوں۔

ہدایہ صفحہ ۴۴ میں کہیں تصریح نہیں کی، کہ کرامت علت نجاست ہے، آپ نے خود ہی تراش لیا، اور اعتراض کئے۔ وجہ شبہ یہ ہوا کہ ماتن نے کہا:

"كلُّ إهابٍ دُبغ فقد طهر وجازت الصلوة فيه والوضوء إلّاجلدالخنزير والآدمي الخ. (۲)

تو متن سے دریافت ہوا کہ جلد آدمی، دباغت سے پاک نہیں ہوتی، اور پھر شارح نے آدمی کی جلد کی وجہ کرامت بیان کی، تو آپ سمجھے کہ چوں کہ جلد آدم بوجہ کرامت نجس تھی، پاک نہ ہوئی اور شبہ قائم کردیا، اور فی الحقیقۃ یہ عبارت متن حدیث کی عبارت ہے مگر استثناء حدیث میں نہیں۔

---

(۱) ہدایہ میں عبارت وقد تولد من لحم طاهر ہے، هدايه كتاب الطهارات، فصل في الآسار وغيرها ص: ۲۸ جلد اول. [مطبع مصطفائی محمد مصطفی حال ۱۲۹۹ھ]

(۲) هدايه كتاب الطهارات ص ۲۸ جلد اول [مطبع مصطفائی محمد مصطفی حال ۱۲۹۹ھ]

سو حدیث کی شرح میں طول ہوتا ہے، گو لطف اور علم بھی ظاہر ہوتا ہے، تو اس سے تو اعراض کرتا ہوں، اور اصل شارح کا مطلب بیان کرتا ہوں، کہ جلد آدمی جب انسان سے سلخ کی جاوے گی، تو یا وہ مردہ ہوگا، یا زندہ! اگر مردہ کی کھال ہے، تو بوجہ موت نجس حکمی ہوگئی تھی، اور جو زندہ سے جدا ہوئی، وہ بوجہ حدیث: ماأبین عن الحی فهو میت نجس ہوئی، بوجہ میتہ ہونے کے، اور جو اتارتے اتارتے آدمی مر گیا اور پھر جلد الگ ہوئی، وہ بھی نجس بوجہ موت ہوئی، "کیونکہ انسان مردہ میتہ اور نجس ہوتا ہے مثل دیگر حیوانات میتہ کے، مگر یہ شرافت انسان کی ہے کہ غسل سے پاک ہوتا ہے، بہ خلاف دیگر حیوانات کے" سو یہ نجاست بوجہ موت جو (اصل) حاصل ہوئی تھی، اس کو (صاحب) ہدایہ کہتا ہے یطهر الاجلد الآدمی فانه لایطهر اور اس کی وجہ کرامت بیان کردی، کہ اگر یہ بھی حکم طہارت کا پیدا کرتی، تو لوگ اس کو استعمال کرتے مہان بناتے، شارع نے اس کی طہارت کو منع کر دیا، سو اس میں کوئی خدشہ نہیں۔

کرامت منجس نہیں، منجس موت ہے اور کرامت مانع طہارت ہے، کہ طہارت موجب اہانت ہے جو کرامت کے خلاف ہے۔ غرض شارح کرامت کو مانع طہارت ٹھہراتا ہے، تاکہ بوجہ اس کے اہانت کو رفع کرے، نہ موجب نجاست، جیسا آپ کو شبہ ہوا۔

اگر اس پر طمانیت نہ ہو تو سنو! کہ استثناء فقط طهر سے نہیں بلکہ طهر وجاز سے ہے، کہ مجموعہ سے جواز استعمال مستفاد ہوتا تھا، تو گویا یہ معنی ہوئے: إذا دبغ حل استعماله اس سے استثناء کیا، اور وجہ حرمت استعمال کی خنزیر میں نجاست العین اور آدمی میں کرامت بیان کردی، سو یہ توجیہ از سر رافع خدشہ ہے، اور العمومہ ہر دو روایت کے موافق رہے گی، کہ جلد آدمی کو اگر دباغت دیویں، تو بعض طہارت کے قائل ہوئے ہیں، مگر استعمال کے محرم ہیں، اور بعض طہارت کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ خنزیر اور آدمی کی کھال بدن سے جدا ہو ہی نہیں سکتی، اور جو جھلی اتار دیں وہ دباغت پذیر نہیں ہوتی، بعض مسائل فقہاء کے محض بوجہ فرض ہوا کرتے ہیں، اور حدیث سے قید صلوح دباغت واضح ہے، معنی یہ ہیں۔ کل إهاب یصلح للدباغة إذا دبغ فقد طهر الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تذکرۃ الرشید ص ۱۴۷۔۱۴۹۔ جلد اول)

(۹۴۰) متیمم سوتے ہوئے پانی پر سے گذرے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور پانی سامان میں بھول جائے تو تیمم سے نماز درست ہو جاتی ہے: وجہ فرق کیا ہے جبکہ نائم کا عذر قوی ہے؟

سوال نمبر: (۵) ہدایہ مصطفائی ص:۳۶ النائم المار علی الماء کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا تیمم بسبب مرور علی الماء منتقض ہو جاتا ہے، (پھر ص: ۳۸، مصطفائی ص: ۱۹، علوی میں) ناسی الماء فی الرحل پر لکھا کہ اعادۂ صلوٰۃ نہیں، حالانکہ عذر نائم فوق الناسی ہے، نوم مستلزم نسیان کو ہے من غیر عکس، تو نائم کا عدم قدرت بہت زیادہ ہے۔ پس باعتبار دلیل کے نائم کا انتقاض غیر معقول ہے اور باہم ہر دو امر متعارض، اگرچہ روایت مصححہ عدم انتقاض ہے، لیکن تعجب ہے کہ صاحب ہدایہ نے اس کو

toobaa-elibrary.blogspot.com

ترک فرما کر متعارضین روایات جمع کردی ہیں، پس اول توجیہ علت انتقاض تیمم ہونی چاہئے، کہ کس بناء پر اس روایت کا دار(و)مدار ہے، پھر تقریر رفع تعارض کی فرمائی جاوے۔

الجواب: فرق نسیان اور نوم کے مسئلہ میں یہ ہے کہ نسیان باختیار العبد نہیں، سوایسی حالت میں کہ اصل عدم الماء ہے اعنی سفر نسیان مانع قدرۃ ہوا، اور کوئی امر مذکر بھی نہیں، جیسے حالت صلوٰۃ میں معتبر نہیں ہوتا، خلاف نوم(۱) کے کہ وہاں معتبر ہو کر ناقض نہ ہوا، سو بوجہ قوت اصل کے کہ عدم ماء ہے، اور بذل سعی طلب ماء کے کہ ظن عدم الوصول ہے، تیمم درست ہوا، اور نائم میں بعد تیمم کے نوم مثل اختیاری کے ہے۔ اور حالت نوم میں امر ضروری بقاء کا جو بذل سعی ہے، اور ظن عدم الحصول دونوں مفقود، لہٰذا اس کو حکم قادر کا دیا، کہ اپنی غفلت سے سویا اور قدرت کو ضائع کیا۔

اب رہا یہ کہ یہ روایت قوی ہے یا ضعیف، اس سے کیا بحث ہے، صاحب ہدایہ کو یہ روایت معلوم نہ ہو، آخر بشر تھا، یا اس کے نزدیک یہ روایت قوی ہو، بایں وجہ یا بوجوہ دیگر، سو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ پچھلے لوگوں کو دوسری روایت کی قوت معلوم ہوئی۔ فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(تذکرۃ الرشید ۱۵۰/۱۵۱، جلد اول)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے اس جواب پر بھی چند شبہات کئے تھے، جس کا حضرت مولانا گنگوہی نے مفصل جواب دیا تھا، جو تذکرۃ الرشید میں بھی موجود ہے، مگر غلطی سے یہاں درج ہونے سے رہ گیا، اس لئے اس جواب و ضمیمہ ثانیہ کے بالکل آخر اختتام پر ملاحظہ فرمائیں۔ (نور)

(۹۴۱) سند کے تفرد کے باوجود امام ترمذی کا حدیث کو "حسن" قرار دینا؟ سوال نمبر:(۷) ترمذی

صفحہ ۲۰: حدیث حسن: یہاں اطلاق حسن خلاف اصطلاح ہے، کیونکہ شرط حسن تعدد طرق ہے اور اس روایت کی نسبت کہا ہے کہ عبدالرحمٰن منفرد ہوا، پس اس کا حسن کس اعتبار سے ہے؟

الجواب: روایت حسن اصطلاح میں وہ ہے، کہ راوی اس کا ضبط میں صحیح کے درجہ سے کم ہو، لیکن مدفوع نہ ہو، تعدد طرق اس میں شرط نہیں، کیونکہ یہ تعریف حسن لذاتہ کی ہے۔

تعدد طرق کی وہاں ضرورت ہوتی ہے کہ حسن لغیرہ ہو، یہ معنی کہ روا(یت) ضعیف تھی، دوسرے طرق سے جو اس کو قوت ہوئی، وہ حسن لغیرہ ہوگئی، اور ترمذیؒ کے باب العلل میں جو تعریف حسن میں تعدد طرق لیا ہے، تو حسن لغیرہ میں ہی لیا ہے، نہ حسن لذاتہ میں۔

(اس واسطے قواعد اصول حدیث نخبہ سے یا مقدمہ، شرح مشکوۃ سے دیکھنا ضروری (ہے) اور) اول صفحہ پر ترمذی کے

(تذکرۃ الرشید ص:۱۶۳، ج:۱)

اس خدشہ کا ذکر بھی کیا ہے، واللہ اعلم۔

(یہ سب جوابات اور تحریریں اس مجموعہ اوراق میں شامل ہیں جو نیشنل میوزیم، کراچی، پاکستان۔ میں محفوظ ہے)

(عکس بشکریہ ڈائریکٹر صاحب نیشنل میوزیم۔ کراچی، پاکستان)

(۱) اصل میں بجائے نوم کے صوم لکھا ہوا ہے جو کہ سہو کاتب ہو سکتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۴۲) حنفیہ کے یہاں حدود زاجر ہیں نہ کہ ساتر! **سوال**: حنفیہ کے یہاں حدود زاجر ہیں نہ کہ ساتر، البتہ ستر گناہ استغفار سے ہوتا ہے۔ دوسرے علماء نے اس حدیث صحیحین کو ساتر کہا ہے، سو تطبیق کی کیا ضرورت ہے، البتہ حنفیہ نے اس جانب کو ترجیح دی کہ اجماع ہو چکا ہے کہ کبیرہ بجز توبہ رفع نہیں ہوتا، اور اس حدیث کو مقید مع التوبہ ہی کر دیتے ہیں کہ مسلمان ندامت سے خالی نہیں ہوتا فقط۔ (مکتوب بنام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب!)

(۹۴۳) نص کی تخصیص درحقیقت تخصیص نہیں ہوتی: تخصیص نص کی تخصیص نہیں ہوتی، بلکہ بوجہ علت کے عام ہوتی ہے، چونکہ یہ قاعدہ اصول کا ہے، لہٰذا یہ قاعدہ وقول کسی عمل میں ہونے سے، مقید اسی عمل کے ساتھ نہیں ہوتا، اہل تفقہ اس سے علت سمجھ کر، عام جانتے ہیں۔ شارع کو اس عمل کی فضیلت بیان کرنا مراد تھا، اس کی نسبت بیان کر دیا، مگر اس سے تخصیص نہیں ہوئی۔(۱) (مجموعہ فرخ آباد، ص ۴۴)

(۹۴۴) دفع حرج کے معنی: دفع حرج کے یہ معنی ہیں کہ اس امر کے سبب عام دشواری خلق کو ہو، اور بچنے میں سخت تنگی ہو، تو ایسے موقع پر تخفیف موافق قاعدہ شرعیہ کے اس طرح کرتے ہیں، کہ خلاف نص کے نہ کیا جاوے، اور اگر نص کے خلاف ہو یا حرج خاص شخص کا ہو، اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس حرام مال لینا اور استعمال کرنا نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور نقصان ایک شخص کا ہے، پس کوئی حرج نہیں جس کو قیاس کیا جاوے، سو یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ حرج میں اور نقصان مال میں بون بعید ہے، اور حرج دشواری سے اور نہایت تنگی سے اور تکلیف سے، کسی کام کا کرنا ہے:

لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا (البقرۃ-۲۸۶) ترجمہ: اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

کے قریب جا لگتا ہے، خلاف نقصان مال کے، کہ مال خود مبتذل شئے ہے، اگر نہ ملا کیا دشواری ہے۔ فقط (۲) واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرخ آباد، ص ۵۵)

(۹۴۵) واجب لعینہ ولغیرہ کا مفہوم کیا ہے؟ اس وقت مجھ کو کسی قدماء کی تصریح کہ واجب لغیرہ ولعینہ کیا ہے، یاد نہیں آتا، اور نہ ضرورت تحقیق اس لغو امر کی ہے اور یہ ان کا فرمانا کہ یہ اطلاق کفر نہایت عجیب امر ہے، کیونکہ

---

(۱) نص کی تخصیص جیسے حدیث ربا میں اشیاء ستہ کی تخصیص تخصیص نہیں ہے بلکہ بوجہ علت کے حکم عام ہے، اور جیسے خمس من الفطرۃ میں پانچ امور کی تخصیص تخصیص نہیں ہے، یونہ دوسری حدیث میں عشر من الفطرۃ سے یہ موقع میں کہا جائے گا کہ وقت بیان پہلے پانچ امور کی فضیلت بیان کی گئی، پھر دوسرے وقت میں اس میں اضافہ ہوا دس چیزوں کو امور فطرت میں شمار کیا، بہر حال نص میں درحقیقت تخصیص نہیں۔ (پالن پوری)

(۲) قولہ یہ تعمیم حق نص بوجہ عام ہونے کے ہے فتنبہ قولہ دفع الحرج الخ یعنی جہاں تنگی ہوتی ہے وہاں شریعت آسانی کرتی ہے اس لئے۔ اللتی یسئل حدیث ہے البتہ اس قاعدہ کا محل کیا ہے؟ حضرت نے یہ بات سمجھائی کہ عام دشواری مراد ہے اور تخفیف کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نص کے خلاف نہ ہو، غالباً کسی نے مال حرام کے پینے اور استعمال کے بارے میں سوال کیا ہوگا اور یہ جواب ان کو دیا ہوگا حضرت نے جواب دیا کہ یہ عام دشواری نہیں ہے بلکہ ایک شخص کا نقصان ہے نیز اس میں گنجائش نص قطعی کے خلاف ہے۔ (پالن پوری)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ان الحکم الا للہ، جتنے احکام ہیں سب شرعی ہیں، وہ کون حکم ہے جو غیر شرعی ہو، عقل کو دخل ہے اگر اصل حلت وحرمت میں نہیں، تو علم حسن وقبیح میں اختلاف ہو، سو حرمت مال غیر حرمت لغیرہ ہے، ورنہ اصل مال مبذول ہے، اور قتل قاتل واجب غیر ہے، ورنہ اصل مذموم ہے، تو یہ حرام وواجب بسبب غیر کے مشروع ہوا، ورنہ در اصل خلاف تھا، حالانکہ کوئی حکم مشروعیت سے خالی نہ ہوگا۔ اعنی جو لغیرہ واجب ہوا، قطع نظر از غیر خود بھی مشروع تھا، مشروعیت سے خالی نہ تھا، کیوں کہ ادنی درجہ اباحت و استحباب وکراہت ہے، یہ بھی مشروعیت سے خالی نہیں، اباحت میں کچھ کلام اصولی کریں مگر اصل مشروعیت اس میں بھی موجود ہے، پھر وہ کون حکم عالم میں ہے کہ خالی از مشروعیت ہے، تو کوئی شئے غیر مشروع نہیں پایا، اباحت وجواز یا کراہت وتحریم، پھر کیا معنی کہ غیر مشروع کو مشروع بنادیا اور کفر ہوگیا۔ اور یہ امر کہ ایک صفت مشروع دوسرے امر کے سبب متبدل ہوجاتے، اکثر احکام میں موجود ہے، بلکہ اکثر احکام ایسے ہی ہیں۔ صوت فی نفسہا مستحسن، اوقات مکروہہ میں بسبب مشابہت کفار کے مکروہ، ذکر جہر مستحب، بسبب اذیت مصلی وغیرہ کے مثلاً مکروہ، ریا کی وجہ سے حرام۔ علی ہذا صدہا مسائل۔ سو اُن کا یہ فرمانا، بندہ کے خیال میں سراسر بے وجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مکتوب حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد صاحب، مکتوب ۱۰)

(۹۴۶) اصطلاحات کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا غلط ہے:

سوال: جو کسی ایسے لفظ پر جو لغت ومصطلحات والوں نے دو طرح لکھا ہو، ایک قول کے قائل کو، جو باوجود حوالہ ودعویٰ واقفیت، دوسرے قول والا کسی تعنی اور زعم میں کٹھ مُلّا اور جاہل کہہ دے، تو یہ بھلا یا برا؟

جواب: فرق اصطلاحات میں دیدہ ودانستہ نسبت جہل کرنا گناہ ہے، مسلمانوں کو ایسے کلام منع ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ مکاتیب ص ۱۴۲)

کتبہ ابراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۹۴۷) فقہی کتابوں کے ابواب کی ترتیب باہم مختلف کیوں ہے؟

الجواب: کتب فقہ میں سب ابواب فقہ کا جمع کردینا مد نظر ہے، اور ترتیب کوئی مہتم بالشان نہیں، اس واسطے قدوری کی ترتیب اور ہے، مختصر وقایہ کی کچھ اور، قاضی خان کی کچھ اور، ہدایہ کی ترتیب اور۔

سو صاحب ہدایہ نے اضحیہ کو صدقہ نہیں بتایا، کہ اراقت دم صدقہ نہیں اور گوشت خود مالک کھاتا ہے، چاہے کسی کو دے، چاہے نہ دے۔ لہٰذا صید اور ذبح کا مسئلہ اور حلت وحرمت حیوانات کی من سب دیکھ کر، سب ابواب جمع کردیئے ہیں۔

یہ سب ابواب معاملات باہمی نہیں اور نہ عبادات ہیں، بلکہ قسم مباحات سے ہیں۔ علی ہذا شرکت میں اعانت ایک دوسرے کی ہوتی ہے، اس کو وقف ومفقود ولقطہ کے مسائل میں رکھدیا، اور ادنی مناسبت کو کافی جانا اور ترتیب کوئی ضروری شئے نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۴)

سیرت پاک اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق چند سوالات کے جوابات

(۹۴۸) حضرت ادریس علیہ السلام کیا آسمان پر اٹھالئے گئے؟ **سوال:** حضرت ادریس علیہ السلام بھی قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں، یا نہیں؟ اگر زندہ اٹھائے گئے ہیں، تو ان کی وفات کب ہوگی؟

جواب: بعد انتقال کے اٹھائے گئے اور جنت میں داخل کئے گئے، پھر زندہ کئے گئے، اب وہ یہاں نہ آویں گے۔ جنت میں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۱۹)

(۹۴۹) کیا برادرانِ یوسف علیہ السلام نبی تھے؟ **سوال:** برادران یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام نبی تھے یا نہ، اور اگر تھے تو ان کی ان لات کا کیا حکم ہے؟

جواب: اخوۃ یوسف اس وقت نبی نہ تھے، پس صدور ذنب کا منافی نہیں۔ فقط۔ (مجموعہ کلاں ص ۴)

(۹۵۰) جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں: **سوال:** جب کل انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام زندہ ہیں، تو خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حیات النبی (کذا) کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کوئی خصوصیت آپ کی نہیں ہے، اور آپ کو حیات النبی کہنے سے دوسروں کی حیات کا انکار نہیں لازم آتا۔ اگر کوئی کہے کہ نذر محمد خاں پٹھان آٹھ کے ہیں، ہوا تمام گاؤں کے افغان کے پٹھان ہونے اور سکونت آٹھ کی نفی کس طرح کوئی سمجھے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۲۰)

(۹۵۱) انبیاء علیہم السلام کی خطا کا مقصد خیر ہوتا ہے: نبیوں سے جو خطا ہوتی ہے، اس میں ان کا مقصد خیر ہوتا ہے، مقصد خطا کا برا نہیں ہوتا، اس لئے اس کو "زلہ" کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا مقصد بھی خیر ہی تھا، کہ ہمیشہ جنت میں جو رضاء الٰہی ہے ان کا مقصود تھا، ارشاد جناب باری کو بھول گئے تھے، لہٰذا مرتکب ہو گئے۔ جلیل القدر ہونے کی وجہ سے ان کو سزا دی گئی، اگرچہ یہ گناہ چھوٹوں کے حق میں قابل عفو تھا، لیکن بڑوں کے حق میں قابل مواخذہ ہے۔

حسنات الابرار سیئات المقربین ترجمہ: خواص کی نیکیاں بھی مقربین بارگاہ کیلئے خامی شمار کی جاتی ہیں۔ (ت، ن)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگرچہ بظاہر یہ فعل اجتہاد کے ساتھ مقابلہ میں نص کے صادر ہوا، لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو نص یاد نہیں رہی تھی. فنسیٰ ادمُ (۱) (کلام اللہ تعالیٰ) اس پر دال ہے۔ اگرچہ اس کی توجیہ دوسری بھی ہوسکتی ہے لیکن اسی کو کافی سمجھنے کا۔

(مجموعہ رام پور ص ۲۳-۲۴)

(۹۵۲) تبعاً درود غیر نبی پر درست ہے مگر صورت مسئولہ میں تبعیت نہیں؟ سوال: ایک شخص

کی عادت ہے کہ جب کسی ولی کا نام لیتا ہے تو علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کہتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس نے اپنے پیروں کو پیغمبر کے برابر کردیا، اور عمرو کہتا ہے کہ اگرچہ یہ فقرہ اولیاء کے واسطے محاورہ کے خلاف ہے، مگر پیغمبر کی برابری ثابت نہیں ہوتی، بلکہ فقہاء نے انبیاء اور ملائکہ کے سوا اوروں پر درود بھیجنا جائز رکھا ہے، اگر تنہا ہو اس واسطے یہ کہنے والا، اپنے پیغمبر کا ذکر شامل کرکے، ان کی تبعیت کے اولیاء پر درود بھیجنا چاہتا ہے، اس سبب سے یہ الفاظ کہتا ہے، اس میں کچھ برائی نہیں ہے۔ صورت مذکورہ میں زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا۔ بینوا توجروا امر یضہ ادب نظیر حسن۔

جواب: تبعاً صلوٰۃ غیر نبی پر درست ہے اور بظاہر یہ بھی تبع ہے مگر فی الحقیقت یہاں استقلال ہے، کیوں کہ ذکر ولی پر یہ فقط کہتا ہے تو مقصود شوق صلوٰۃ سے ولی ہوئے، اس وجہ سے بعد نام نبی کے ذکر کیا ہے، لہٰذا درست نہیں۔ پس زید درست کہتا ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۰-۴۲)

(۹۵۳) صدور ذنوب از انبیاء علیہم السلام کی تفصیل؟ سوال: ..... اسلئے وہی لفظ معصی

اور غوی کا بیان کرتا ہے، بلکہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی بہ نسبت جو اکل شجر وغیرہ وارد ہوا ہے، ان سب مضمون سے یہ مراد لیتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا سے مجامعت کی تھی، شجر وغیرہ کچھ نہیں کھایا تھا، لفظ شجر صرف بطور تشبیہ استعارہ کے ہے۔

جواب: کتب عقائد میں یوں لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کذب سے معصوم ہیں، عمداً تو بالاجماع اور سہواً نزدیک اکثر کے، اور باقی ذنوب سے عصمت میں تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ کفر تو قبل وحی اور بعد وحی ہرگز نہیں ہوتا بالاجماع، اور عمد کبیرہ نہیں ہوتا، مگر سہواً اکثر علماء تجویز کرتے ہیں، اور صغیرہ کا صدور جمہور کے نزدیک عمداً بھی ہوسکتا ہے، سہواً سب کے نزدیک ممکن ہے، مگر وہ صغیرہ کی خست پر دال ہو نہیں سکتا، مگر فوراً تنبیہ کیا جاتا ہے، یہ حال بعد نبوت کے ہے اور قبل نبوت صدور کبیرہ پر کوئی

---

(۱) ولقد عهدنا الى ادم من قبل فسى (طٰہٰ -۱۱۵)

اور ہم نے تاکید بھی قبل اس کے آدم سے پہلے پھر سو یہ۔ (ترجمہ شیخ الہند)

دلیل امتناع کی نہیں۔ یہ ترجمہ خلاصہ علی قاری کی شرح کا ہے(۱) اور شرح عقائد نسفی (۲) میں بھی اس کے ہی قریب ہے۔

مگر جو یہ کہا جاوے کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت اور بعد نبوت صغیرہ اور کبیرہ [کا صدور] ہوتا ہے، تو یہ بھی عمدہ رائے ہے جیسے کہ بعض نے کہا، مگر سہواً، اور معصیت اس کو کہتے ہیں کہ خلاف امر کے عمداً ارتکاب کرے، اور جو سہو اور نسیان یا خطاء اجتہادی سے صادر ہو تو وہ معصیت نہیں ہوتا ہے۔ خلاف رضا امر کے ہوا، کیوں کہ عاصی خلاف کرنے والے.....(۳) اور مخالف رضا امر کے مرتکب ہونے والا اور اپنے نفس کو مقابل امر کے بنانے والا.....(۴) کو مخالف کا خیال بھی نہیں، بلکہ موافقت کی ہی شب و روز فکر ہووے اور پھر خطاء فہم سے یا نسیان سے کچھ ہو جاوے، اس کو عصیاں سے کیا علاقہ۔ پس آدم علیہ السلام سے جو کچھ ہوا وہ خطا اور نسیان سے ہوا، لقولہ:

فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا. ترجمہ: پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ (طٰہٰ-۱۱۵) ہمت۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پس نسبت عصیان وغوایت جو وہ بلحاظ آمر کے ہے، جانب امر میں، لاریب خلاف رضا ہے، اگرچہ آدم (علیہ السلام) نے خلاف جان کر نہیں کیا، سو بہر حال یہ نسبت عصیان بلحاظ جانب رضا و مراد حق کے ہے، نہ بلحاظ آدم کے۔ البتہ ایسے (با) کمال کو ایسی ذلت اور خطاء اجتہادی پر سرزنش کرتے ہیں کہ: حسنات الابرار سیئات المقربین مقرر ہیں، اور عوام ایسے امور سے، یک قلم معاف ہیں۔

دیکھو خطاء اجتہادی میں مجتہد کو ایک اجر ملتا ہے، مع ہذا! یہ امر قبل نبوت کے سرزد ہوا ہے، سو اہل عقائد کو کچھ مضر نہیں کہ وہ قبل نبوت صدور کبیرہ کو بھی ممکن کہتے ہیں، بندہ کا عقیدہ آخر کا ہے۔ اور جو افعال حضرت آدم سے صادر ہوئے مع ایں کہ قبل نبوت ہیں، نسیان اور خطاء اجتہادی ہیں، اس کو معصیت نہیں کہتے۔ علیٰ ہذا دیگر انبیاء کی نسبت بعض احوال میں کہا جاوے گا۔ فقط رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲، ۳، ۴)

(۹۵۴) تابوت سکینہ کیا چیز ہے؟ سوال: تابوت سکینہ کیا چیز تھا اور کہاں گیا؟

جواب: تابوت سکینہ صندوق تھا، کہ اس میں تبرکات انبیاء علیہم السلام کے تھے، نعل و کلاہ وغیرہما، اس کی برکت سے فتح اور دیگر منافع ہوتے تھے، اب نہ معلوم کیا ہوا اور کہاں گیا۔ فقط (بدست خاص، سوال ۲)

---

(۱) وفی شرح العقائد: ان الانبیاء علیهم السلام معصومون عن الکذب حصوصا فیما یتعلق بامر الشرع وتبلیغ الاحکام وارشاد الامة، اما عمدا فبالاجماع، واما سهوا فعند الاکثرین۔ وفی عصمتهم عن سائر الذنوب تفصیل وهو انهم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعده بالاجماع، وکذا عن تعمد الکثر عند الجمهور، خلافا للحشویة واما سهوا فجوزه الاکثرون. واما الصغائر فیجوز عمدا عند الجمهور، خلافا للجبائی واتباعه ویجوز سهوا بالاتفاق۔ شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری ص ۱۷۱، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۲ (مطبع قیومی، کان پور: ۱۳۴۷ھ) [نور]

(۲) ملاحظہ ہو: شرح عقائد نسفی ص ۱۰۲ (مطبع قیومی، کان پور: ۱۳۴۷ھ) [نور]

(۳، ۴) یہ عبارت پھٹ کر ضائع ہو گئی ہے۔ [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۹۵۵) کیا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات اور مسکن اس وقت تک موجود ہیں؟

سوال : نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسکن مبارک مدینہ منورہ میں اب بھی معلوم ہے یا نہیں؟

جواب : مکہ میں حضرت خدیجہؓ کا خانہ [گھر] جس میں آپ رہتے تھے اور آپ کا تولد کا مکان اب [بھی] موجود ہے اور مدینہ کا گھر حضرت عائشہؓ کا حجرہ تو محفوظ ہے، جس میں آپ کا مرقد ہے اور دیگر ازواج کے مسجد میں شامل ہو گئے۔ فقط

(امداد خلیل، ص ۳۳)

(۹۵۶) ازواج مطہرات اہل بیت ہیں: از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی نظیر حسین صاحب سلمہ اللہ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا، اہل بیت ازواج ہیں، لاریب اور حدیث: اللّٰھم ھؤلاء الخ (۱) میں حصر اہل بیت کا اہل عباس میں نہیں کر دیا، بلکہ یہ فرمایا کہ یہ اہل بیت ہیں، ان کو طاہر کر دے۔ یہ اس واسطے کہا کہ آیت ازواج کی شان میں نازل ہوئی اور ان کو مطہر کر دیا، یہ بھی تو اہل بیت ہیں ان کو بھی مطہر بنا دے۔ تو آپ نے سعی فرما کر داخل تطہیر کرایا، ورنہ جب تطہیر کا وعدہ ہو چکا تو پھر دعائے تطہیر کی کیا ضرورت ہے۔ لہٰذا یہ کہا جاوے کہ ایک جماعت اہل بیت کے واسطے وعدہ تھا، دوسروں سے نفس میں خفتہ تھا، گو لفظاً عام تھا، تو آپ نے اس واسطے عرض کیا کہ ان کے حق میں بھی وعدہ ہو جاوے، صریحاً۔ یا یہ کہ اہل عباس اہل بیت نہ تھے، سب حضرت نے ان کو اہل بیت میں داخل کر کے ان کے واسطے وعدہ تطہیر چاہا، سو کچھ معارضہ نہیں۔ فقط

(مجموعہ کلاں، ص ۳۴۰)

---

(۱) مسلم شریف کتاب الفضائل باب فضائل اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الباب ۳۲، ص ۲۴۴ جلد ۲ رقم الحدیث ۶۲۰۸، ۳۰۸۰ ت سماں وصف خلوت دار الکتب العلمیۃ، بیروت) ترمذی اور مسند احمد تحت مسند ام سلمہ رضی اللہ عنہا ص ۳۰۳ جلد ششم (دار فکر) نیز مسند احمد ص ۲۳۳ جلد ۱، رقم الحدیث ۲۶۳۸۸ ت الشیخ حمزہ احمد الزین دار الحدیث القاہرۃ ۱۹۹۵ء] میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حسن، حسین اور فاطمہ رضی اللہ عنہم کو ایک کملی اوڑھائی تھی۔ اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی وحامتی، اللّٰھم اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا کے مانند حضرت میرے گھر والے اور میرے مخصوص ہیں ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور ان کو پاک کر دے۔ یہ روایت دوسرے الفاظ سے مسلم میں بھی ہے۔ مشکوٰۃ کتاب المناقب باب مناقب اھل البیت ج ۲ ص ۵۲۸ [طبع المطبع رستمی دھلی ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوٰۃ شریف ح ۵ ص ۲۳۷۶ رقم الحدیث ۶۱۳۵ [مکتبہ البشریٰ کراچی حوم ۱۴۲۳ھ] اور آیت پاک ۵ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا [سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۳ ہے جو زوال تطہیر کے لئے کرو میں آئی ہے۔ شیعوں کے پروپیگنڈے سے یہاں کے عوام میں بھی یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ اہل بیت صرف حضرت علی وغیرہ چار تن ہیں۔ حضرت نے اس تحریر میں اس غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے کہ اصل اہل بیت ازواج مطہرات ہیں اور کسی دلیل حضرت دعا نبوی کی برکت سے اہل بیت میں شامل ہوئے ہیں۔ (یٰسین پوری)

(۹۵۷) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مبارک کی تفصیل: سوال: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

صاحبزادوں کے نام، اور کتنی صاحبزادیاں تھیں اور ان کے نام اور یہ تفصیل کہ اتنی اولاد پسر و دختر فلاں قبیلہ سے اور اتنی فلاں قبیلہ سے اولاد ہوئی، مشرح تحریر فرمائیں۔

جواب: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے، تین پسر: طیب، طاہر، قاسم اور چار دختر: زینب، کلثوم، رقیہ، فاطمہ، اور ماریہ قبطیہ جو حرم [باندی] تھیں، ان سے ایک پسر ابراہیم رضی اللہ عنہم اجمعین۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص، ۵۶)

(۹۵۸) لفظ آل اور اہل کی تحقیق؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم

خط آپ کا آیا اور حال معلوم ہوا۔ جواب آپ کے سوالات کا لکھتا ہوں:

اہل اور آل ایک لفظ ہے (۲) اس کے معنی عشیرہ اور زوجہ اور اقرباء کے ہوتے ہیں اور امت مطیع کے بھی ہوتے ہیں۔ پس جس نے معنی آل کے گروہ کے کہے، وہ بھی درست کہتا ہے اور جس نے ازواج کے کہے، وہ بھی بجا ہے اور جس نے حسن و حسین و فاطمہ و علی کہا، وہ بھی صحیح ہے اور ہر چہار بنی اور ہر سہ فرزند آل میں داخل ہیں، کوئی بھی خارج آل سے نہیں۔ اور اہل بیت قرآن شریف میں جو مذکور ہے اس سے ازواج مراد ہیں، مگر یہ لفظ فرزندان اور اقرباء پر بھی بولا جاتا ہے، اگرچہ قرآن میں فقط ازواج ہی مراد ہیں۔ اوپر لکھا ہے کہ اہل اور آل ایک لفظ ہے اور سب معنی اس کے درست ہیں۔ فقط (مجموعہ کلاں ص: ۲۲۸-۲۲۹)

(۹۵۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ ہونے کی روایت صحیح نہیں: سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے قد کا سایہ مبارک تھا، یا نہیں؟ ہوتا تو سر دست ظاہر ہوتا، برہان طلب ہے۔

جواب: سایہ نہ ہونے کی روایت احادیث مشہورہ میں نہیں۔ دیگر کتب کی خبر نہیں اور اقوال مشہورہ قابل اعتبار نہیں ہیں، (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۴۷-۱۴۸)

---

(۱) اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن اسحاق فولدت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولدہ کلھم (من خدیجۃ) الا ابراھیم. القاسم و بہ کان یکنی صلی اللہ علیہ وسلم. و الطاھر. و الطیب. و زینب و رقیۃ. و ام کلثوم. و فاطمۃ

(الروض الانف ص ۲۱۴ ج ۱. دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۹۸ھ)

اولاد کرام کی تفصیل اور اس سلسلہ میں علماء سیرت اور محدثین کے اقوال علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں نقل فرمائے ہیں، ملاحظہ ہو

زرقانی علی المواھب ص ۱۹۳-۱۹۲ ج ۳ الفصل الثانی فی اولادہ الکرام. [نور]

(۲) ابن قتیبہ دینوری کے ایک بڑے محقق عالم مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی (وفات) کی تحقیق یہ ہے کہ آل اور اہل دونوں علیحدہ ہیں، یہ قول کہ دونوں ایک ہیں بصیر یہ اور بصرہ کے نحویوں کا ہے، امام سبکی دونوں کو علیحدہ مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لطائف المال فی الفروق بین الاھل والآل مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی (لاہور ۱۴۱۵ھ) [نور] بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۶۰) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز پاک تھا:

از بندہ رشید احمد گنگوہی حنفی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون! آنکہ آپ کا خط آیا، فضل احمد ماہ رمضان سے گنگوہ میں اکثر بیمار رہتے ہیں، لہٰذا نہیں آسکے۔

اور جواب مسئلہ یہ ہے کہ بول و براز وخون فخر الثقلین سید المرسلین علیہ الوف الصلوۃ والسلام کا طاہر ہے، اور یہ امر خصائص آپ میں لکھا ہے، شامی شرح درمختار میں لکھا ہے

صرح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله و سائر فضلاته صلى الله عليه وسلم، و به قال أبو حنيفة رحمه الله، كما نقله في المواهب اللدنية عن شرح الحاوي للعيني، و صرح به البيري في شرح الاشباه، و قال ابن حجر تظافرت الأدلة على ذلك و عد الأئمة ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلم. انتهى (۱)

(مجموعہ فتاوی، ص ۱۱۸)

(۹۶۱) منبر شریف کی کل کتنی سیڑھیاں تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کون سے درجہ پر خطبہ پڑھتے تھے؟

سوال: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف میں کس قدر سیڑھیاں تھیں، اور کون سی پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے، اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا کیا عمل رہا، اور اب کیا ہونا چاہئے؟

جواب: تین درجے تھے، اوپر کے درجہ پر آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اور اب سب درجات پر درست ہے، خواہ کسی درجہ پر پڑھے۔

(نسخہ رامپور، ۸-۹)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا (۳) سایہ ہونے کی روایت مسند احمد تحت احادیث حنفیہ مرویات رقم حدیث ۲۳۸۰، شرح ابن ۳۶۹-۳۶۵ حدیث ۹ رقم الحدیث ۲۷۴۴۰ ت حمزہ احمد زین، دار الحدیث القاہرہ ۱۹۹۵ء میں ہے، ایک معاند یہودی نبی علیہ السلام حضرت زینب سے ناراض ہوئے تھے، وہ تین بیبیوں کے کمرے میں تشریف نہیں لے گئے فلما كان شهر ربيع الأول دخل عبيد فراث طلّه فقالت إنّ هذا لطلّ رحلٍ وما يدخل على النبيّ صلى الله عليه وسلم فلم هذا كمرے میں تشریف لے گئے، تین مہینے بعد ربیع الاول میں ان کے پاس تشریف لے گئے تو انھوں نے آپ کا سایہ دیکھا تو فدخل النبي صلى الله عليه وسلم البيت فرأى سوادا فهاب أن يدنو منها، پس نبی علیہ السلام نے سوچا کہ میرے پاس تشریف لائے ہیں، میرے گھر میں یہ کون ہے؟ پس نبی علیہ السلام نے کمرے میں داخل ہوئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کا سایہ ثابت ہے، یہ بالکل غلط ہے کہ نبی علیہ السلام کا سایہ نہیں تھا، اس حدیث کا حوالہ دیا ہے مگر مصنف نے یہ روایت نہیں لکھی، اور محمد بن کشف الحفاء ومزيل الالباس حرف نمبر ۲ رقم الحدیث ۸۲۷، ص ۲۶۵ جلد اول دار احیاء التراث العربی الطبعة الثالثة ۱۴۵۱ھ) میں اس کا جو سیاق ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، نیز نور ہونا معنوی ہے پس وہ جسم اور مادہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ (یاسر ندیم)

(۱) رد المحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله عليه وسلم (۱: ۲۱۲) ط. امثل، مطابع ۳۸۹ھ و عمدة القاري شرح صحيح البخاري میں فرماتے ہیں وهو ذا ي الامام ابو حنيفة يقول بطهارة بوله وسائر فضلاته عمدة القاري، باب يستعمل فضل وضوء الناس) نور. ص ۶۷۹ ج ۳ انتخاب بیس استنط الاحکام (عکس طبعه مصریة، مصر، احیاء التراث العربی، بیروت ۰

ج شد شنبہ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ بعد نماز مغرب۔ حرر برائے جواب سوال ۰

ضمیمہ

فتاوائے گنگوہی

یا

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

اس ضمیمہ میں وہ فتوے درج ہیں جو اگرچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، لیکن یہ سب فتوے، حضرت مولانا کے فتاوی کے ان قلمی نسخوں میں، متفرق جگہوں پر درج تھے، جن کی مدد سے زیر نظر مجموعہ مرتب ہوا ہے۔ یہ فتاویٰ مختلف علماء کے لکھے ہوئے ہیں، مگر ان سب میں ایک قدرِ مشترک یہ ہے، کہ یہ تمام فتاویٰ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی نظر سے گذرے ہوئے ہیں، حضرت مولانا نے ان سب کی، علیحدہ علیحدہ، تصدیق، تحسین وتوثیق فرمائی ہے۔ اس وجہ سے ان کو بھی حضرت گنگوہیؒ کے ثانوی فتاوی میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ایک دو کے علاوہ، یہ تمام فتاویٰ غیر مطبوعہ ہیں، اس لئے ان کو ضمیمہ باقیاتِ فتاویٰ رشیدیہ کے طور پر، یہاں شامل کیا جارہا ہے۔

(نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۶۲) اولیاء اللہ میں تقدیر الٰہی کو الٹ دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی: سوال: علمائے دین سے یہ ہے کہ: ایک شخص مسافر واعظ ..... یہ کہتا ہے، کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے یہ قدرت حاصل ہے، کہ تقدیر الٰہی کو جس کے واسطے چاہیں الٹ دیتے ہیں، اس کلام سے گور پرست (بدعتی) (کو) بہت خوشی ہوئی، کہ اولیاء سے اپنی حاجات طلب کرنی چاہئے، کہ جب انھوں نے تقدیر الٰہی کو الٹ دیا تو اور کونسا کام ہے، جو ان سے نہ ہو سکے۔ یہ قدرت اولیاء کو حاصل ہے، یا نہیں؟

جواب: الجواب واللہ الملھم بالصواب: بتقدیر صدق بیان، مستفتی وہ شخص جو کہتا ہے کہ اولیاء تقدیر الٰہی کو الٹ دیتے ہیں، یہ قول اس کا غلط اور جھوٹ ہے، وہ شخص مسائل دینیہ سے جاہل ہے، اور الٹنا اور بدلنا تقدیر کا، صفات مختصہ پروردگار عالم سے ہے:

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ (الرعد. ۳۹)

مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے، اور اس کے پاس ہے اصل کتاب۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور اس کی شان ہے اور کسی کا یہ مقدور نہیں کہ مقدرات الٰہی کو بدل دیوے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اذا اراد اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءً فَلَا مَرَدَّ لَهٗ. (الرعد. ۱۱)

جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر آفت، پھر وہ نہیں پھرتی۔ (ترجمہ شیخ الہند)

اور صفت مختصہ بہ ذات کبریا میں، اس کے بندگان مقبول کو شریک کرنا کفر ہے، اور اعاذنا اللہ من ذلک خواہ انبیاء علیہم السلام ہوں، یا اولیاء کرام ہوں، البتہ یہ ان کا منصب ہے، کہ جناب باری میں بعجز وزاری دعا کریں، پھر اگر منظور ہو تو دعا قبول فرمائے اور اگر منظور نہ ہو، تو قبول نہ فرمائے۔ دیکھو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ. (التوبہ ۸۰)

تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر ان کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ (ترجمہ شیخ الہند)

یعنی کلمہ لن کی تاکید انتفی فرمائی، کہ یہ دعا قبول نہ ہوگی، اس واسطے کہ وہ شخص مغفرت کے لائق نہ تھا اور حضرت چاہتے تھے کہ چچا ابوطالب ایمان لاوے، لیکن ایمان نہ لایا اور حکم ہوا، کہ اے رسول کہ تم جس کو چاہو، اس کو ہدایت نہیں کر سکتے، بغیر ہمارے ارادہ کے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء اُن کے والد کے حق میں قبول نہ ہوئی۔ حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ عمدۃ الاولیاء ہیں، کتاب فتوح الغیب کے بائیسویں (۱) مقالہ میں یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

---

(۱) اصل میں غالباً سہو کتابت سے بائیسویں مقالہ کا ذکر ہوا ہے، صحیح بیالیسواں مقالہ ہے۔ فتوح الغیب مع شرح فارسی ہوا تالیف شیخ عبدالحق محدث ص ۱۹۰ مطبع نولکشور، لکھنؤ ۱۲۸۳ھ

جف القلم بما هو كائن. ولو جهد العباد أن ينفعوك بشيٍ لم يقضه الله لك، لم يقدروا عليه، ولو جهد العباد أن يضرّوك بشيٍ لم يقضه الله عليك، لم يقدروا الحديث

یعنی تمام بندگان الٰہی کا یہ مقدور نہیں، کہ خلاف تقدیر کے نفع یا نقصان تجھ کو پہنچا سکیں۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب کا بالکل بند ہونا، بیان فرمایا، کہ خلاف تقدیر الٰہی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ نے یہ قدرت تقدیر الٹنے کی کسی بندے کو عطا نہیں فرمائی۔ ایسے شخص سے کنارہ کرنا لازم ہے اور نماز اس کے پیچھے پڑھنا نہ چاہئے، کہ درست نہیں۔ اگر اس نے تقدیر الٹنا مراد اجابت دعاء سے کہا ہے، تو سب مسلمان تقدیر الٹنے والے ٹھہرے، کیونکہ عام مسلمانوں کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ نعوذ بالله من هذا الكفر

خاکسار سید محمد عماد الدین قادری عفی عنہ

الجواب صحیح، رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۸۳۔۱۸۴۔۱۸۵)

(۹۶۳) اولیاء اللہ یا شیخ سدو کی نذر ماننا حرام اور باطل ہے: اگر کوئی نذر اولیاء اللہ کی مانے، کہ اگر میرا کام یہ ہو جائے، تو میں ان کے نام کا، یا شیخ سدو وغیرہ کا ایک بکرا ذبح کروں، اس بکرے کو حلال کہتا ہے، کہ ذبح تو تکبیر کے ساتھ ہو، اس میں شیخ سدو وغیرہ کہاں گھس گئے، شامل ہو کر بکرا حرام ہے یا حلال، اور نادز مومن ہے، یا کافر؟

جواب: جو جاہل لوگ نذر اولیاء کی، یا شیخ سدو کا بکرا جو کرتے ہیں، واسطے تقرب کے باتفاق علماء باطل و حرام ہے، اگرچہ ساتھ تکبیر کے ذبح ہوا ہو، اور نذر غیر اللہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے:

فی التفسیر الکبیر: أجمع العلماء على أنه لو أنّ مسلماً ذبح ذبيحة وقصد بذبحها التقرّب إلىٰ غير الله، صار مرتدا، و ذبيحته ذبيحة مرتد. (۱) انتهى.

و هكذا في البحر مع البسط. و مثل هذا في تفسير النيشابوري وغيره

ہاں اگر نذر خالص اللہ تعالیٰ کی قبولی، اور مصرف اس کا محتاجین اور خادمان مزار اولیاء کو، گردانے تو درست ہے۔ هكذا في البحر. خاکسار سید محمد عماد الدین قادری عفی عنہ

مہر مولانا الجواب صحیح، رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۸۳۔۱۸۵)

(۹۶۴) انگریزی صابن پاک ہے یا ناپاک؟ سوال:۱- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین: درباره سوالات مندرجہ ذیل، صابون جو انگریزوں کی ولایت سے آتا ہے، اس میں ناپاک تیل اور مردار اور غیر مذبوح کی، چربی پڑتی ہے، اس صابون کا شرعاً استعمال درست ہے، یا نہیں؟ اور وہ پاک ہے، یا ناپاک؟

---

(۱) التفسير الكبير للإمام الرازي (۵ / ۱۱) إدار احياء التراث العربي، بيروت]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

سوال: ۲- کپڑا اگر ناپاک رنگ میں رنگا جائے اور بعد رنگنے کے اس کو تین مرتبہ دھولیا جائے اور رنگ بدستور باقی رہے، کپڑا پاک ہوجائے گا، یا نہیں؟

جواب: ایسا صابون پاک ہے اور استعمال اس کا شرعاً درست ہے۔ درمختار باب تطہیر انجاس میں لکھا ہے:

و یطهر زیت تنجس بجعله صابوناً به یفتیٰ للبلویٰ (۱)

اور فتاویٰ شامی میں اس قول کی شرح میں لکھا ہے:

قد ذکر هذه المسئلة العلامة القاسم فی فتاواه، و کذا ماسیأتی متناً وشرحاً من مسائل التطهیر بانقلاب العین و ذکر الأدلّة علی ذلک بما لامزید علیه، وحقق و دقق، کما هو دأبه رحمه الله تعالیٰ فلیراجع.(۲)

اور طحطاوی باب انجاس میں، درمختار کے اس قول کی شرح میں لکھا ہے:

و ذلک لاستحالة العین ،و استحالة العین تستتبع، زوال الوصف المترتب علیها.(۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ، ناپاک تیل اگر صابون میں پڑا ہو، تو وہ صابون پاک ہے، اور فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

جعل الدّهن النجس في الصّابون، یفتی بطهارته، لأنه تغیّر. کذا فی الزاهدی.(۴)

اور طحطاوی (نے) الدرالمختار کے قول کی شرح میں لکھا ہے: و مثله الدهن النجس اذا جعل فی الصابون.(۵) اور مجتبیٰ میں لکھا ہے:

جعل الدهن النجس فی الصابون یفتی بطهارته، لأنه تغیر و التغیر یطهر عند محمد و یفتیٰ به للبلویٰ.(۶)

اور صاحب ردالمحتار نے یہ عبارت مجتبیٰ کی نقل کر کے لکھا ہے:

و ظاهره أن دهن المیتة کذالک لتعبیره بالنجس دون المتنجس(۷)

---

(۱) درمختار۔ باب الانجاس ص:۵۴ ج:۱۔ [عکس مجتبائی دہلی] نیز الدرمع الشامی ج:۱ص:۳۱۵، [دارالفکر بیروت:۱۳۸۶ھ] (نور)

(۲) شامی، ردالمحتار باب الانجاس صفحہ ۲۱۰ ج:۱ (مطبع مجتبائی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج:۱/ص:۳۱۲ [دارالفکر بیروت:۱۳۸۶ھ] (نور)

(۳) حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب الأنجاس (۱۵۹/۱) [دارالمعرفة بیروت:۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م] (نور)

(۴) عالمگیری، الباب السابع فی النجاسات وأحکامها (۲۰/۱) [المطبع الطبی بندرهو کلی ۱۲۳۸ھ] نیز فتاویٰ عالمگیریہ ج:۱ص:۴۵۔ [نورانی کتب خانہ پشاور پاکستان] (نور)

(۵) حاشیة الطحطاوی، باب الأنجاس (۱۵۹/۱) [دارالمعرفة بیروت ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م] (نور)

(۶) مجتبیٰ کی یہ عبارت ردالمحتار ج:۱ص:۲۱۰ پر موجود ہے، نیز شامی ج:۱ص:۳۱۲ [دارالفکر بیروت:۱۳۸۶ھ]

(۷) ردالمحتار صفحہ ۲۱۰ ج/۱ باب الانجاس (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج:۱ص:۳۱۲ [دارالفکر بیروت] (نور)

اور شرح المنیہ کی عبارت شامی میں نقل کی ہے:

لو وقع إنسان أو كلب في قدر الصابون فصار صابوناً ليكون ظاهراً لتبدل الحقيقة(۱)

اور فتاویٰ شامی میں اخیر اس مقام پر لکھا ہے:

ثمّ اعلم: أنّ العلة عند محمد هي التغير و انقلاب الحقيقة، و أنّه يفتىٰ به للبلوى كما علم مما مرّ. ومقتضاه عدم اختصاص ذلك الحكم بالصابون فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير و انقلاب حقيقة و كان فيه بلوى عامة.(۲)

اور واضح ہو کہ لفظ ذہن نجس جو ان روایات میں ہے، یہ میتہ اور غیر مذبوح اور غیر ماکول اللحم سب کی چربی کو شامل ہے، اور علت بھی سب میں مساوی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اگر صابن میں مردار یا غیر مذبوح کی چربی پڑے، تو وہ صابن پاک ہے اور استعمال اس کا درست ہے۔ فقط

جواب سوال دوئم: وہ کپڑا جو ناپاک رنگ میں رنگا جائے، تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ خزانۃ الروایات میں بحوالہ عتابیہ لکھا ہے:

المخضوبة بالحناء النجس و الثوب المصبوغ بالصبغ النجس، يطهر بالغسل ثلاثاً.(۳)

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

و إن كانت شيئاً لايزول أثره إلّا بمشقة بأن يحتاج في ازالته إلىٰ شيءٍ آخر، سوى الماء كالصابون لايكلف بازالته. هكذا في التبيين و كذا لايكلف بالماء المغلي بالنار. هكذا في السراج الوهاج.(۴)

اور فتاویٰ خزانۃ المفتیین باب الانجاس میں لکھا ہے:

إذا صبغ الثوب بالنيل النجس وغسل ثلاث مرات، طهر.

اور درمختار باب تطہیر الانجاس میں لکھا ہے:

ولا يضرّ بقاء أثر كلون و ريح لازم فلا يكلف في ازالته الى ماءٍ حار أو صابون ونحوه، بل

---

(۱) ایضاً حوالہ بالا ص ۲۱۰ ج ۱ باب الانجاس (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۶، دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ

(۲) ردالمحتار ص ۲۱۰ ج ۱/ باب الانجاس (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۶، دار الفکر بیروت۔

(۳) ردالمحتار باب الانجاس صفحہ ۲۱۹ ج ۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ

(۴) فتاویٰ عالمگیری، الباب السابع في النجاسات واحكامها (۱ ۵۵)۔ (المطبع الطبي بدرهو كلي ۱۲۳۹ھ) نیز فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۴۲ (نورانی کتب خانہ پشاور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

یطهر ما صبغ أو خضب بنجس بغسلهٖ ثلاثاً، و الاولیٰ غسله الیٰ أن یصفو الماء. (۱)

اور طحطاوی میں لفظ لازم کی شرح میں لکھا ہے: ای یشق زواله، اور لفظ یغسله ثلاثا کی شرح میں لکھا ہے: هو المذهب.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ، اگر ناپاک رنگ میں رنگ کر تین مرتبہ دھولیا جائے، تو کپڑا پاک ہوجائے گا، مگر بہتر یہ ہے کہ اس قدر دھویا جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے۔ واللہ اعلم بالصواب

اسمائے گرامی ان صاحبان کے کہ ان ہر دو فتوی پر جن کے دستخط ہیں:

مولوی محمد گل صاحب مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولوی عماد الدین صاحب، مولوی کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری، مولوی ارشاد حسن صاحب رامپوری، مولوی اسماعیل صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولوی عبد القادر صاحب مفتی رام پور، مولوی سراج الدین احمد صاحب رامپوری، مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مولوی لطف اللہ صاحب خلف مولوی سعد اللہ صاحب مفتی رامپور، مولوی احسان علی صاحب مدرس مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولوی سمیع اللہ صاحب رامپوری، مولوی عبد الہادی صاحب۔ فقط (مجموعہ رامپور ص ۲۰ تا ص ۲۲)

(۹۶۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضر وغائب، ہر صورت میں یکساں تعظیم واجب ہے: سوال: خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم حاضر اور غائب برابر ہے، یا نہیں؟ اگر برابر نہیں، تو اس باب میں کوئی حدیث یا فقہ کی روایت ہو تو بیان کرنی چاہئے۔ فقط

جواب: حرمت و تعظیم و توقیر جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، در حالت حیات و بعد ممات برابر و یکساں لازم ہے، مگر حرمت و تعظیم میں وہ امور ہوں، کہ جو صحابہ کرام و سلف عظام باوجود کثرتِ محبت و علم، بفضائل علیہ الصلوٰۃ والسلام و اتقاء و زہد کیا کرتے تھے، اور جن کو وہ نہ کرتے تھے، ان کا ترک پر ضرور [نہایت ضروری] ہے، نہ یہ کہ ان کو سنت جان کر کیا کریں، کہ مباح کو سنت جاننا بھی بدعت ہے۔ فقط

حسنہ مولانا رشید احمد گنگوہی (مجموعہ گلزار ص ۸۹)

(۹۶۶) تکبیر میں اذان کے کلمات بلا وقفہ کیوں کہے جاتے ہیں؟ سوال: اذان میں تکبیر تین یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر، کو ساتھ ساتھ کہنا اور سکتہ نہ کرنا، بحسب الرواج کیسا ہے، چاہئے، یا نہیں؟

الجواب: تکبیر تین کے درمیان سکتہ نہ کرنے کی، شرعاً اصل ثابت ہے، شامی میں درمختار کے قول کی شرح میں مرقوم ہے:

(۱) درمختار، بالأنجاس ص: ۵۶ جلد اول. [زکریا بکڈپو، دیوبند]

toobaa-elibrary.blogspot.com

وهذه السكتة بعد كل تكبيرتين لا بينهما. كما افاده في الامداد، اخذاً من الحديث و به صرح في التاتار خانيه.(۱)

یعنی وہ سکتہ، جو بین کلمتین ترسیل کی غرض سے کیا جاتا ہے، اور اس کا ترک مکروہ ہے اور اعادہ مستحب ہے۔ دونوں تکبیروں کے درمیان میں نہ چاہئے، جیسا کہ اس کا اعادہ امداد میں اخذاً من الحدیث اور تاتارخانیہ (۲) میں بھی، اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط

اخرجہ الراجی عبدالغفور غفرلہ

الجواب صحیح۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ رام پور ص ۱۰۔۱۱)

(۹۶۷) مسجد کے جنوبی حصے میں اذان کہنے کی کیا وجہ ہے؟ **سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں باب: کہ اذان، جنوب کی طرف کھڑے ہوکر کہنا، صرف رواج کا مرتبہ ہے، یا اس کی کوئی اصل شرعاً موجود ہے، اگر ہے تو کہاں سے؟ حالانکہ احادیث مطلق معلوم ہوتی ہیں۔ بینوا توجروا!

الجواب: جنوب کی طرف خاص کر لینا شرعاً ثابت نہیں، ہے تو صرف اتنا ہے، کہ اذان کے واسطے مکان بلند ہونا چاہئے، اور ایسی جگہ ہو کہ پڑوسیوں کو وہاں کی آواز خوب سنائی دے، اور مؤذن کی آواز اچھی طرح بلند ہو اور اس کو مشقت نہ جھیلنی پڑے۔ قنیہ میں مذکور ہے: ویُسنُّ الأذان في موضع عالٍ (۳)

اور سراجیہ میں مرقوم ہے:

و ينبغي للمؤذن أن يُوذن في موضع يكون اسمع للجيران، و يرفع صوته ولا يجهد نفسه، لانه يتضرر.

ہاں اگر اتفاقاً ایسا موضع جنوب کی جانب ہو، تو مضائقہ نہیں۔ مگر فرض و واجب اس کو بھی نہ سمجھیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

اخرجہ عبدالغفور سیوہاروی غفرلہ

الجواب صحیح۔ رشید احمد غفرلہ

(مجموعہ رام پور ص ۱۰)

---

(۱) شامی، ردالمحتار، باب الاذان صفحہ ۲۵۹ ج ۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۸۷، دارالفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] (نور)

(۲) التوسل أن يقول الله اكبر، الله اكبر، ويقف ثم يقول مرة اخرى مثله، وكذلك يقف بين كلمتين إلى آخر الأذان، فتاوی تاتارخانیه، كتاب الصلوة، الفصل الثاني بيان الأذان ص ۵۱۸ جلد اول سنن الصلوة. ت: قاضی سجاد حسین۔ [دائرة المعارف العثمانيه، حيدرآباد ۱۹۸۳ء]

(۳) پیش نظر ماخذ میں یہ عبارت اسی طرح ہے، فتاوی سراجیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں

"والافضل للمؤذن ان يجعل اصبعيه في اذنيه ويرتفع صوته ولا يجهد نفسه"

[فتاوی سراجیہ برحاشیہ فتاوی قاضی خاں، كتاب الصلوة، باب الأذان ص ۴۰ جلد اول] [مطبع مصطفائی کانپور ۱۳۱۰ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۶۸) کفن کے اوپر قرآن کی آیت وغیرہ لکھنا: سوال: کفنی پر میت کے کلمہ شریف یا آیت شریف لکھنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: میت کے کفن پر کلمہ شریف یا آیت شریف لکھنا جائز نہیں، کہ اس میں اہانت کلمہ شریف و آیت شریف کی ہے۔ شامی وغیرہ نے اس کو منع لکھا ہے۔

واللہ اعلم، کتبہ الاحقر عزیز الدین دیوبندی — اجواب صحیح، بندہ رشید احمد۔

الاجوبۃ صحیحۃ، محمد منفعت علی، مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح، خلیل احمد (بندہ محمود غفی عنہ اجواب صحیح)

[تحقیق المسائل، مولانا سید ارشد علی الوری۔ ص ۳۹ ج ۱ س]

(۹۶۹) حیلہ اسقاط بے اصل وبدعت ہے: سوال: اسقاط یعنی قرآن شریف اور کچھ نقدی، اہل میت کی طرف سے لے کر، چند مدوں کو حلقہ باندھ کر، اس میں قرآن شریف مع نقدی دست بدست، تین مرتبہ کہلوانا اور اس عمل کو میت کے گناہوں کا کفارہ سمجھنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اسقاط بہیئت مذکورہ یہ بدعت ہے، گناہوں کا کفارہ اس کو سمجھنا لغو ہے، واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عزیز الدین (۱) عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح، بندہ رشید احمد عفی عنہ رشید احمد

الاجوبۃ صحیحۃ، محمد منفعت علی، مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند، الجواب صحیح، خلیل احمد عفی عنہ (بندہ محمود غفی عنہ الجواب صحیح)

[تحقیق المسائل۔ مولانا سید ارشد علی الوری۔ ص ۳۹ ج ۱ س]

(۹۷۰) دفن کے بعد مردہ کے مکان پر واپس آنا اور فاتحہ کا پڑھنا: سوال: جب دفن میت اس کے مکان پر واپس آنا اور فاتحہ کا پڑھنا؟

جواب: یہ بھی داخل رسم ہے اور بدعت ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عزیز الدین (۲) عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ احمد رشید

الاجوبۃ صحیحۃ محمد منفعت علی، مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند الجواب صحیح، خلیل احمد عفی عنہ (بندہ محمود احمد عفی عنہ الجواب صحیح)

[تحقیق المسائل مولانا سید ارشد علی الوری۔ ص ۳۹ ج ۱ س]

(۹۷۱) قبر میں مٹی پڑھ کر رکھنا بے اصل ہے: سوال: مردہ کو قبر میں رکھ کر ایک ایک مٹھی خاک پڑھ کر، یعنی مٹی پڑھ کر ہمراہیوں کا، قبر کے اندر بازو میں میت کے رکھنا بعد قبر کا بند کرنا۔

(۱-۲) اصل میں اسی طرح ہے، غالباً صحیح نام عزیز الرحمن ہوگا۔ (نور)

جواب : اس فعل کی بھی شریعت میں کچھ اصل نہیں، وارد اس قدر ہے کہ حاضرین آیت کریمہ: مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ الآیة پڑھ کر، اپنے ہاتھوں سے قبر میں مٹی ڈالیں۔ فقط، واللہ اعلم کتبہ عزیز الدین دیوبندی عفی عنہ

الجواب صحیح، رشید احمد عفی عنہ

[تحقیق المسائل مولانا سید دیدار علی الوری۔ ص ۳۹]

(۹۷۲) قبر کو چادر اڑھا کر اور اس پر شیرینی رکھ کر، فاتحہ پڑھنا بدعت ہے:

سوال : بعد تیاری قبر، قبر پر چادر اڑھا کر اور شیرینی اس کے اوپر رکھ کر، فاتحہ پڑھنا؟

جواب : چادر اور شیرینی رکھ کر، فاتحہ پڑھنا بھی خلاف سنت ہے، اس وجہ سے بدعت وممنوع ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عزیز الدین عفی عنہ۔ الجواب صحیح، بندہ رشید احمد عفی عنہ

الاجوبۃ صحیحۃ، محمد منفعت علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ (بندہ محمود عفی عنہ الجواب صحیح)

[تحقیق المسائل مولانا سید دیدار علی الوری۔ ص ۳۹]

(۹۷۳) حیلہ اسقاط بے اصل اور خلاف شریعت ہے:

سوال : ماقولکم رحمکم اللہ تعالی، ان دریں کہ: در بعض امصار واقطار ایں دیار، بکثرت مروج است، کہ شخصے از اولیاء میت بعوض فرائض وواجبات متروکہ میت، چند کلام مجید خریدہ، علی وجہ الخصوص ہنگام تدفینش، چند اشخاص مخصوصہ را از حجاج وحفاظ بخواندہ می دہد، وبآں از جانبین ایں چنیں اقوال مع عقائد قویہ مسموع آیند، کہ تاحین حیات ایں متوفی، ہر چہ صوم وصلوٰۃ وغیرہما، عمداً یا سہواً، قضا وترک کردہ، آں معطی بجزم اجزا واسقاط بایش، آں قرآن مذکور می دہد، وآخذ آں ہم بآں چناں عقیدہ، عطیاتش قبول نمایند۔ وبرآں ہر خاص وعام چناں معتقد ومتیقن اند، کہ ایں مردہ باعطاء چندیں کلام مجید، باروزہ ونمازہائے خود برگردن گیرندگان آں عطیات انداختہ، بری الذمہ شد، وبعضے علما، ہم باعطاء ہم چنیں اسقاطات مروجہ، مع عقائد مذکورہ، عوام الناس را تاکید بلیغ وترغیب تام می دہند، تا عقیدۂ آخذ ومعطی بداں قوی ماند۔ پس ایں چنیں اسقاط، حکم جواز وصحت واجزاء دارد، یا نہ؟ بینوا توجروا۔

ترجمہ سوال : کیا فرماتا ہے آپ حضرات کا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے: کہ اس علاقہ کی بستیوں میں یہ بات کثرت سے ہوتی ہے کہ مرنے والے کے پسماندگان میں سے کوئی شخص، مردے کے ذمہ جو فرائض اور واجبات رہ گئے تھے، چند قرآن مجید خرید کر، خصوصاً اس مردہ کی دفن کے وقت، حاجیوں اور حافظوں کو پڑھنے کے لئے دیدے، اور ان [دینے والوں] کی طرف سے، اس طرح کی باتیں، پختہ یقین کے ساتھ سننے میں آتی ہیں کہ اس مرنے والے نے، اپنی پوری زندگی میں، جو بھی روزہ نماز وغیرہ، جان کر یا بھول کر، قضا کردی تھی، یا چھوڑ دی تھی، وہ دینے والا، اس پختہ خیال سے یہ قرآن مجید [ان لوگوں کو] دیتا ہے، کہ اس دینے کی وجہ سے، اس [مرنے والے] کے ذمہ سے وہ نماز اور روزوں وغیرہ [کا

toobaa-elibrary.blogspot.com

گناہ] ساقط اور کالعدم ہوجائے گا، اور لینے والے بھی اسی نظریہ اور خیال کی وجہ سے، ان تحفوں [قرآن مجید] کو قبول کرتے ہیں، اور اس بات کو خواص اور عوام اس قدر مانتے اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ، یہ چند قرآن مجید دینے کی وجہ سے، مرنے والا اپنے چھوٹے ہوئے نماز روزہ کا بوجھ، ان قرآن مجید دینے والوں کی گردنوں میں ڈال کر، اپنی ذمہ داری سے بری [اور محفوظ] ہوجائے گا۔

بعض علماء بھی، اس طرح کے تحفہ دینے کے معمول کی، لوگوں کو اس کی بہت تاکید وتبلیغ کرتے رہتے ہیں، تاکہ یہ دینے والوں کا خیال خوب مضبوط ہوجائے، پس اس طرح کے اسقاط کا حیلہ کی صحت ہے، اور یہ صحیح ہے، یا نہیں۔ (ت.نور)

الجواب: آں اسقاط حکم جواز وصحت ندارد، لما فی الدر المختار فی ذکر الفدیة: ولو قضاها ورثته بأمره لم یجز، لأنها عبادة بدنیة بخلاف الحج لأنه یقبل النیابة، و فیه أیضا: ولو فدی عن صلوته فی مرضه لایصح، بخلاف الصوم، (۱) و کذا فی الشامی: أن الصلوة لاتسقط عن المیت بذلک، و کذا الصوم. نعم لو صام او صلی و جعل ثواب ذلک للمیت صح، لأنه یصح أن یجعل ثواب عمله لغیره عندنا.

قوله، أی الدر المختار: لأنه یقبل النیابة، لأنه عبادة مرکبة من البدن و المال، فإن العبادة ثلثة أنواع مالیة و بدنیة و مرکبة منهما، فالعبادة المالیة کالزکوة، تصح فیها النیابة حالة العجز، والقدرة. والبدنیة کالصلوة و الصوم لا تصح فیها النیابة مطلقاً. و المرکبة منهما کالحج ان کان نفلاً، تصح فیه النیابة مطلقاً، و ان کان فرضاً لاتصح الخ. (۲)

و فیه أیضاً: ثم اعلم أنه إذا أوصیٰ بفدیة الصوم یحکم بالجواز قطعاً، لأنه منصوص علیه و أما إذا لم یوص فتطوع بها الوارث، فقد قال محمد فی الزیادات، إنه یجزیه إن شاء الله تعالیٰ، فعلق الأجزاء بالمشیة لعدم النص.

و کذا علقه المشیئة فیما اذا اوصیٰ بفدیة الصلوة، لانهم الحقوها بالصوم، احتیاطاً لاحتمال کون النص فیه معلولاً بالعجز، فتشتمل العلة الصلوة، و ان لم یکن معلولاً تکون الفدیة براء مبتدأ یصلح ماحیا للسیئات، فکان فیها شبهة. کما اذا لم یوص بفدیة الصوم، فلذا جزم محمد بالاول ولم یجزم بالاخیرین. فعلم انه اذا لم یوص بفدیة الصلوة، فالشبهة اقویٰ. (۳)

---

(۱) الدر المختار باب قضاء الفوائت ج: ۱ ص: ۱۰۱ [عکس مجتبائی دہلی] الدر مع الشامی باب قضاء الفوائت ص: ۴۹۳ ج/۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج: ۲ ص: ۴۷ [دار الفکر بیروت] (نور)

(۲) شامی [ردالمحتار] باب قضاء الفوائت ص: ۴۹۳ ج/۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج: ۲ ص: ۴۷ [دار الفکر بیروت] (نور)

(۳) شامی [ردالمحتار] باب قضاء الفوائت ص: ۴۹۳ ج/۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج: ۲ ص: ۴۷ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

و فیه ایضا قوله ولو فدی عن صلوته فی مرضه لایصح؛ فی التتارخانیة: عن التتمة سئل الحسن بن علی، عن الفدیة عن الصلوة فی مرض الموت،هل تجوز فقال لا! و سئل ابویوسف عن الشیخ الفانی، هل تجب علیه الفدیة عن الصلوٰت، کما تجب علیه عن الصوم وهو حی،فقال لا.

وفی القنیة: ولا فدیة عن الصلوة حالة الحیاة بخلاف الصوم و مقتضاه ان غیر الشیخ الفانی لیس له ان یفدی عن صومه فی حیاته، لعدم النص،ومثله الصلوة بخلاف الشیخ الفانی، فانه تحقق عجزه قبل الموت، عن اداء الصوم وقضائه، فیفدی فی حیاته،ولا یتحقق عجزه عن الصلوٰة، لانه یصلی بماقدر، ولو مومیا براسه،فان عجز عن ذلک سقطت عنه اذا کثرت

و بما قررنا، ظهر ان قول الشارح، بخلاف الصوم؛ ای فان له ان یفدی عنه فی حیاته، خاص فی الشیخ الفانی تأمل(۱)و فی کتب الاصول: ان الفدیة فی الصوم للشیخ الفانی، لما کانت ثابتة بنص غیر معقول ینبغی ان تقتصروا علیه، ولم تقیسوا علیه من مات وعلیه صلوة. پس ازیں ادلہ کثیرہ کتب معتبرہ چوں معلوم شد کہ عبادات بدنیہ، بجز شخص مخصوص باعطاء اموال ساقط وکافی نمی شود، تاہم بطریق اولی آنچناں اسقاطات مروجہ، مع خصوصیات ممنوعہ وعقیدہ مذکورہ عوام ایں زماں، اخذ واعطاء او جائز نخواہد شد، بلکہ اولیت آن است کہ اولیاء میت روزہ داشتہ ونماز گزاردہ، بروحش ایصال ثواب نمایند، چنانکہ بعبارت شامی ماسبق معلوم شدہ است۔

ترجمہ: لہٰذا، ان کثیر دلائل اور معتبر کتابوں کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ عبادات بدنیہ کا گناہ کئی خاص شخصوں کے علاوہ، مال دینے سے ساقط اور کافی نہیں ہوگا، اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس قسم کے مروج حیلے، اپنی خاص ممنوع باتوں اور عوام کے اس عقیدہ کی وجہ سے ہیں، کہ اس سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس زمانہ میں اس کا لینا دینا [بالکل] جائز نہ ہوگا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ میت کے پسماندگان، روزہ رکھیں، نماز ادا کریں اور مرنے والے کو ثواب پہنچائیں، جیسا کہ شامی کی پہلی عبارت سے معلوم ہوا ہے۔

(ت:نور)

المستخرج محمد امین الدین عفی عنہ

مہر رشید احمد | مہر عبدالوہاب | مہر محمد وسیم الدین | مہر محمد اسد علی | مہر محمد عبدالمطلب

ایں چنیں اسقاط حکم جواز وصحت ندارد

مہر سید محمد نذیر حسین

فتاوی نذیریہ ص:۴۳۹۔۴۴۰ جلد اول [طبع اول، دہلی:۱۳۳۳ھ]

(۱) شامی [ردالمحتار] باب قضاء الفوائت صفحہ ۴۹۳ ج ۱ (مطبع نجتبائی، دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۲ ص ۴۷ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۷۴) نفاس کے دنوں میں صحبت: نفاس کی حالت میں جماع کرنا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو محل استدلال کیا ہے، حالانکہ جو علت ممانعت جماع حیض میں پائی جاتی ہے، وہی یہاں معلوم ہوتی ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: نفاس کی حالت میں جماع کرنا درست نہیں۔ درمختار میں مذکور ہے:

حکمه کالحیض فی کل شئ إلاّ فی سبعة.(۱) یعنی نفاس کا حکم حیض کا سا ہے، مگر سات چیزوں میں، اور ان سات چیزوں میں جماع نہیں ہے۔ فقط، واللہ اعلم اخرجہ عبدالغفور غفرلہ

الجواب صحیح (مہر) بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ رام پور ص ۱)

(۹۷۵) مقدار نصاب کی تحقیق؟ جواب: مسئلہ از مولوی عزیز الرحمن صاحب، دربارۂ تحقیق نصاب زیور ونقرہ۔ مولوی صاحب السلام علیکم، خط آپ کا تحقیق نصاب زر ونقرہ پہنچا، بباعث عدیم الفرصتی جواب میں تاخیر ہوئی، جو شبہات آپ نے وزن نصاب معروف پر لکھے ہیں اور بھی بعض علماء کو پیش آتے ہیں، اور چند بار لوگوں نے یہاں سے بھی اس کو دریافت کیا ہے، اور ایک صاحب نے ایک رسالہ اسی تحقیق میں لکھ کر بھیجا تھا، جس کا حاصل بھی یہی تھا جو آپ نے لکھا، کہ نصاب معلوم زیادہ ہے، قراریط وشعیرات کے حساب سے کم نکلتا ہے، اور مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے بھی حواشی شرح وقایہ (۲) میں، معروف کو غلط ثابت کر کے یہی مقرر کیا ہے، جو آپ نے لکھا ہے۔

مگر اس کو کیا کیجئے، کہ علماے ہندی خصوصاً علماے دہلی نے، تحقیق کتب فقہ درمختار، شامی، وہدایہ وغیرہ کو تسلیم فرما کر، پھر نصاب چاندی ساڑھے باون تولہ ونصاب سونا ساڑھے سات تولہ قرار دیا ہے، حالانکہ اس کو بھی وہ مانتے ہیں کہ، درہم ستر جو کا اور مثقال سو جو کا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام کی عبارت سے بھی جو آپ نے نقل کی ہے، واضح ہے۔ پس اب لامحالہ یہ کہا جائے گا کہ رتی کو چار جو کے برابر کہنا صحیح نہیں، اہل تجربہ کو اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ اسی لئے انھوں نے مثقال یعنی سو جو کو ۴ ماشہ (ساڑھے چار ماشہ) کا قرار دیا ہے اور یہ امر یعنی مثقال کا مساوی ۴ ماشہ (ساڑھے چار ماشہ) کے ہونا، ایسا معروف ہوا کہ سب اہل لغت وغیرہ نے یہی لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ مدار اس کا تجربہ پر ہے، جب کہ انھوں نے تجربہ سے معلوم کیا، کہ سو جو مساوی ۴ ماشہ (ساڑھے چار ماشہ) کے ہیں، تو اس کی تسلیم میں تردد نہیں ہو سکتا۔

غایت یہ کہ، یہ کہا جاوے گا کہ جس وقت اور زمانہ میں فقہاء نے، مثقال کو بیس قیراط اور قیراط کو پانچ جو کا تجربہ کیا، اُس وقت اُس جو کی مقدار ووزن اُس جو سے زیادہ تھا، جس کو ربع رتی کے برابر کہتے ہیں، بلکہ اُس جو کے حساب سے وزن رتی تین جو سے بھی کچھ کم ہوگا۔ پس سو جو برابر ۳۶ چھتیس رتی، یعنی ساڑھے چار ماشہ (۰۴) کے ہوں گے۔

---

(۱) درمختار، کتاب الطهارة، باب الحیض ص:۵۲ ج:۱ [عکس مجتبائی دہلی] نیز الدر مع الشامی ج:۱ ص:۱۹۹ [مجتبائی دہلی]

(۲) شرح وقایه مع حاشیة للعلامة اللکنوی، کتاب الزکاة نصاب الذهب والفضة ص:۲۸۴ حاشیہ:۶ ج:۱ [مطبع مجتبائی دہلی، کتب خانہ رشیدیہ دہلی:۱۹۰۹ء]

toobaa-elibrary.blogspot.com

بناء اس تمام اشتباہ کی یہ ہے کہ آپ نے رتی کو چار جو کا قرار دیا، اس حساب سے مثقال کسی طرح ساڑھے چار ماشہ کا نہ ہوگا، بلکہ سو جو برابر پچیس رتی کے، وہ برابر تین ماشہ ایک رتی کے ہوں گے۔

اور جب تجربہ ان حضرات کا، جنہوں نے مثقال ۴۰ ماشہ کا قرار دیا، بعد اس کے کہ مثقال کو برابر سو جو کے ہونا، بھی تسلیم کرلیا، مانا جاوے اور قول ان کا اس بارے میں معتبر سمجھا جائے، تو پھر حساب نصاب معروف میں، کچھ اشتباہ نہیں اور جس وقت ان حضرات نے مثقال کو ۳۶ رتی، یعنی ۴۰ ماشہ ثابت کیا، تو لامحالہ ان کے تجربہ میں رتی برابر چار جو کے نہ تھی۔

اس زمانہ میں یا اس سے کچھ پہلے، اگر فرضاً رتی چار جو کے برابر ہو بھی جائے، تو اس سے پہلے تجربہ کو باطل نہ کہا جائے گا۔ آخر تغیر تنزل ہر چیز کا ہر زمانہ میں معلوم ہے، پھر تجربہ سابقہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ اور جب یہ معلوم ہوا تو درہم کا وزن، بوزن سبعہ تین ماشہ.....رتی ہوگا، کیونکہ سات مثقال برابر ساڑھے تین ماشہ، اور یہی وزن دس درہم کا۔ تو ایک درہم تین ماشہ.....رتی کا ہوا۔ اب دوسو درہم چھ سو تیس ماشہ کے (برابر) ہوئے۔ جس کے ساڑھے باون تولہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح (بیس) ۲۰ مثقال ۹۰ (نوے) ماشہ کے ہوئے۔ جس کے ساڑھے سات تولہ ہوتے ہیں، سو اس حساب میں کوئی خطا نہیں۔ عجب ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب وغیرہ نے کیونکر اس کی تغلیط کی ہے۔

رتی کا چار جو کے برابر ہونا، اگر انھوں نے خود تجربہ بھی کیا ہے، تو بمقابلہ تجربہ سابقہ کیونکر معتبر ہوسکتا ہے، خصوصاً جب کہ ظن غالب وقوع اختلاف بوجہ اختلاف، زمان و بلدان متحقق ہے۔ اب رہی بات کہ رتی کا بوزن چار جو ہونا، اگر ایسا ہے جیسا ایک ماشہ بوزن آٹھ رتی، اور بارہ ماشہ بوزن تولہ۔ تو پھر کیا وجہ کہ اور سب میں، تو قول ان اہل اوزان کا معتبر ہو اور رتی کی مقدار میں معتبر نہ ہو۔ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل اوزان صاحبان تجربہ ہی نے اس کو تسلیم نہیں کیا، کہ رتی برابر چار جو کے ہے، ورنہ مثقال، جس کو سو جو کے برابر کہتے ہیں، بوزن ساڑھے چار ماشہ کتب لغات میں نہ لکھتے۔

اب مناسب یہ ہے کہ آپ بھی خود تجربہ کرلیں، کہ آیا رتی چار جو کے برابر ہے، یا کچھ فرق ہے، اگرچہ اس وقت کا تجربہ بمقابلۂ سابق قابل اطمینان و اعتبار نہیں ہوسکتا۔ بندہ کے خیال میں اس زمانہ میں بھی، ملک عرب و شام و مصر کے جو، گیہوں اور ہند کے جو اور گیہوں کی مقدار میں فرق ہے، وہ سو جو اگر چھتیس رتی، یعنی ساڑھے چار ماشہ ہوجائیں تو مستبعد نہیں، اور جب کہ قول علماء اور اہل لغت و اوزان ان کا موئید ہو، تو پھر جائے انکار نہیں۔

حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ تحقیق فقہاء سب مسلم، اور درہم ۷۰ جو، اور مثقال سو جو ہونا بھی مقرر، اب کلام اس میں ہے کہ سو جو کے کس قدر ماشہ ہونے چاہئیں، سو محققین ہند و علماء دہلی وغیرہ کہ تحقیق و تجربہ سے، سو جو ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہیں، اس بناء پر حساب قائم کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ (مہر)

[یعنی حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی مفتی اعظم دار العلوم دیوبند] (مجموعہ رسائل ۲ ص ۱۷۔۲۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۷۶) مجلس نکاح میں چھوہارے لٹانے کا حکم: چھوارے وغیرہ لٹانے کو عقد نکاح میں، اگرچہ بعض فقہاء نے رباس پہ لکھا ہے اور بعض نے مکروہ..... ترک اس کا بالاتفاق اولیٰ ہے۔ شرح منہاج محلی میں لکھا ہے

"وكل نثر السكر وغيره كاللوز والجوز و التمر، في الاملاك على المرأة للنكاح و في الختان، ولايكره في الاصح لكن الاولى تركه" انتهى.(۱)

اور ابن حجر مکی نے شرح منہاج میں لکھا ہے:

"و مازع الاوراعي في حل نثرها بان فيه اضاعته و ابداء بمايؤدي إلى القتل"

اور یہ بھی ابن حجر مکی نے، شرح منہاج میں لکھا ہے۔

"ولذلك انتصر جمع للكراهة و اطالوا للنهي و الصحيح عن النهي"

اور سنت جان کر لوٹنا اور لٹانا بدعت ہے۔ اور روایت لٹانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی، عقد نکاح حضرت فاطمہؓ میں اگرچہ بعض کتب سیر، مانند مواہب و مدارج و روضۃ الاحباب میں منقول ہے، لیکن موضوع ہے۔ فوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة میں مرقوم ہے۔

"أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوج امرأة من نسائه فنثروا على رأسه تمر عجوة، رواه الخطيب عن عائشة رضي الله عنها مرفوعاً، وفي اسناده سعيد بن سلام كذاب، والحديث باطل"(۲)

اور میزان الاعتدال میں مسطور ہے:

محمد بن دينار العرفي عن هيثم، اتى بحديث كذب، ولا يدرى من هو

اور ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث جھوٹی ہے، کہ جس میں انتہاب چھواروں کا ذکر ہے۔(۳) عقد نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں اور مانند اسی کے ذکر کیا ہے، سیوطی نے لالی مصنوعہ فی الأحاديث الموضوعه(۴) میں، اور عراقی نے تنزیہ الشریعۃ میں، اور ذہبی نے تمحیص میں، اور سوا اس کے اور احادیث سے جو کھجوروں کے لٹانے پر بعض دلیل لائے ہیں، وہ سب موضوع ہیں اور قابل احتجاج کے نہیں۔ اس حدیث کو کہ

---

(۱) ويحل لكن الاولى الترك، [تنوسكر] [وهو رمية مفرقا] [وغيره] كلوز و دنانير و دراهم، ومازع الاذرعي في حل نثرها بان فيه اضاعة وابداء تحفة المحتاج في شرح المنهاج ص ۲۱۷ ج ۲ لابن حجر مكي [مصر ۱۲۸۲ھ]

(۲) الفوائد المجموعة (۲۔) [فخر الرجاع۔ ابی] الفوائد المجموعة، بہ تحقیق مجدی فتحی سید ص ۱۱۶۔۱۱۷ رقم الحدیث ۳۴۴۔ [مکتبة التوفيقية قاهرة، بلا سنه]

(۳) لسان الميزان حرف الميم ۵۵۰ ص ۱۶۳ جلد ۶ نجم [دائرة معارف نظامية، حيدر آباد ۱۳۳۱ھ]

(۴) اللالي المصنوعة ۲ ۲۲ ، دار المعرفه بيروت ۱۳۹۵ھ ۱۹۷۵ء

"تزوّج (رسول اللّٰہ) صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ من نسائہ فنثروا علی راسھا تمر عجوۃ".

ابن طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں (۱) اور شوکانی نے اپنی کتاب موضوعات (۲) میں لکھا ہے کہ، یہ حدیث باطل ہے اور اس کے اسناد میں سعید بن سلام کذاب ہے اور تنزیۃ الشریعۃ میں (سعید بن سلام کے متعلق) مذکور ہے:

"قال احمد و ابن معین کذّاب، وقال البخاری یذکر بوضع الحدیث". (۳)

اور حدیث لم أنھکم عن نھبۃ الولاء بھی موضوع ہے۔ اس کے اسناد میں بشر بن ابراہیم ہے کہ روایت کرتا ہے موضوعات کو۔ ایسا ہی ذکر کیا ہے ابن طاہر پٹنی اور شوکانی نے (۴) اور تنزیہ الشریعہ میں مرقوم ہے:

قال ابن حبان وغیرہ، کان یضع الحدیث. (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

انتہاب بلاشبہ باعث فساد ہے، اگر یوں ہی تقسیم کرے بغیر اعتقاد سنیت تو شیوع اور قرینہ اباحت میں ہے۔

حررہ ملا قطب الدین۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۱۲تا۱۱۴)

(۹۷۷) ایک جاہل واعظ کی بیان کی ہوئی سات بے اصل باتوں کی حقیقت:

سوال: ۱ زید نے وعظ میں بیان کیا کہ حضرت بلالؓ کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعوض حضرت امام حسنینؓ کے خرید کیا، برضامندی ان کے والدینؓ کے۔ یہ قصہ صحیح ہے یا غلط، اگر غلط ہے تو زید پر کیا حکم شرعی نافذ ہوگا اور بلال ایک ہی تھے، یا کئی، عمر واس کو باطل کہتا ہے۔

سوال: ۲- زید نے وعظ میں بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ کا نکاح ہوا اور ان کی زوجہ نے کھانا پکا کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجنے کو کہا، ابو ہریرہؓ کا نکاح ہوا یا نہیں، اور ابو ہریرہ ایک ہی شخص تھے، یا چند صحابیوں کا نام تھا۔

سوال: ۳- زید نے وعظ میں بیان کیا کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حور کا نور پھیلا ہوا

---

(۱) تذکرۃ الموضوعات. باب فضل النکاح وحبہ الیہ ﷺ، ص: ۱۲۶ (امین دخ۔ بیروت)

(۲) الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب النکاح ص ۲۷۰. [فجر المطابع دھلی] تحقیق: مجدی فتحی سید. ص: ۱۱۶، ۱۱۷ رقم الحدیث: ۳۴۴ [مکتبہ التوفیقیۃ. قاہرہ بلاسنہ] [نور]

(۳) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ (فصل) فی سرد اسماء الوضاعین صفحہ ۷۳ (دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م) (نور)

(۴) تذکرۃ الموضوعات (۱۲۶) ط۔ بیروت، الفوائد المجموعۃ (۲۷۰) [فجر المطابع دہلی] "وفی اسنادہ سعید بن سلام کذاب والحدیث باطل"

(۵) تنزیہ الشریعۃ للعراقی (۱: ۴۱) [دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱م] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھ کر اس کو سجدہ کیا، نور خدا سمجھ کر، حور نے کہا ندا ہوئی کہ یارسول اللہ [صلی اللہ علیہ وسلم] آپ ودھوکہ ہوا، میں حور ہوں۔ یہ قصہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں، تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کون ہے، عمرو کہتا ہے یہ افتراء ہے اور خلاف قرآن ہے۔

سوال: ۴- زید نے وعظ میں بیان کیا کہ۔ میں تم کو ہر روز شب برات حلوا پکانے سے منع نہیں کرتا، اگرچہ وہ ثابت نہیں، مگر میں تم کو ایک طریقہ سنت کا بتاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ تم چاول، دہی، شہد شب برات کو پکاؤ، مردوں کی روح کو ثواب پہنچاؤ اور باہم تقسیم کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب برات کو پکوایا ہے، اے مفتی صاحب! اس کی کچھ اصلیت ہے، یا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ یہ لا اصل ہے۔

سوال: ۵- زید نے وعظ میں بیان کیا کہ، شب برات میں تین غسل کرنے چاہئیں، ایک اول شب میں ایک آدھی رات کو، ایک اخیر رات کو، اے مفتی صاحب! اس کی بھی کچھ اصلیت ہے، یا نہیں۔ عمرو کہتا ہے، یہ لا اصل ہے۔

سوال: ۶- عمرو سے لوگوں نے پوچھا کہ شب برات کو حلوا یا چاول یا دہی یا شہد پکانا کیسا ہے، عمرو نے کہا خصوصیت ایام محض باطل ہے، مردوں کو ثواب جب چاہو پہنچاؤ، کسی دن اور کسی طعام کو خاص مت کرو۔

(۹۷۸) ارشاد الطالبین میں درج چند بے اصل باتیں:

سوال: ۷- زید نے چاول دہی وشہد وتین غسل بہ شب برات، بحوالہ کتاب ارشاد الطالبین بیان کئے تھے، عمرو سے کہا بھیجئے، کہ کتاب ارشاد الطالبین دیکھوں، عمرو نے دیکھا تو ارشاد الطالبین کے خاتمہ، پر تمت کے بعد لکھا ہے۔

کہ دریں ارشاد الطالبین پنج مسئلہ از موضوعات و نفض است

یکے: شملہ دستار بجانب چپ فرو ہشتن۔ دوم آنکہ، ہر وقت در وضو شانہ در ریش زدن۔ سوم آنکہ ہر کہ از کس زوجہ او فرار کند واو ازان بمقدار درہم اخذ نماید، پس ایں اخذ بمنزلہ خلع می شود۔ چہارم آنکہ حیلہ در جواز نکاح مطلقہ بطلاق ثلثہ، بے تحلیل آنست کہ قاضی از مطلقہ مذکورہ پرسش حقیقت ایمان نماید، کہ تصدیق بدل واقرار بزبان است کہ بکند، پس اگر آں زن بیان نکرد جائز است، زوج اول را نکاح او بغیر تحلیل۔ پنجم آنکہ جواز نکاح زن خامسہ باذن رابعہ۔

ترجمہ: اس ارشاد الطالبین میں پانچ مسئلے شیعوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ ایک۔ عمامہ کا شملہ بائیں طرف چھوڑنا، دوسرے ہر اک وضو کے بعد داڑھی میں کنگھا کرنا، تیسرے ہر وہ شخص جس سے اس کی بیوی دور رہے اور وہ [دور رہنے والی عورت] اس مرد کی رقم میں سے، ایک درہم [روپے کے چوتھائی حصہ] کے برابر بھی حصہ لے لے، تو یہ پیسے لینا اس شوہر سے خلع لینے کے برابر ہو جائے گا۔ چوتھے وہ عورت جس کو تین طلاق ہو گئی، بغیر حلالہ کے، اس کا نکاح جائز ہونے کی

صورت یہ ہے کہ، اس مطلقہ عورت سے، حقیقت ایمان کا سوال [تحقیق] کرے، جو دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کا مجموعہ ہے۔ پس اگر عورت یہ بیان نہ کرے، تو پہلے شوہر کے لئے اس عورت سے بغیر حلالہ کے نکاح، جائز ہے۔

پانچویں: چار بیویوں کی موجوگی میں پانچویں عورت سے، چوتھی کی اجازت سے نکاح۔ [ت:نور]

عمرو نے کہا کہ یہ کتاب قابل حجت پکڑنے کے نہیں ہے، بہت سی وجہ سے:

اول یہ کہ: اس میں مسائل روافض کے درج ہیں اور ممکن ہے کہ پانچ سے بھی زیادہ ہوں، چنانچہ میں اس کتاب کو دیکھوں گا۔

دویم یہ کہ: اس کتاب میں چاول و دہی و شہد کا کھانا شب برات کو لکھا ہے، مگر وہ قول صاحب کتاب کا ہے، کوئی حدیث نہیں، کوئی روایت فقہ کی مفتی بہ نہیں، چنانچہ یہ عبارت ہے۔

''شاید کہ دریں شب برنج بخورد با جغرات ہمراہ کہ ثواب بسیار است، واگر عسل بایں آمیزد یک یک لذت از لذات بہشت یابد''

عمر نے کہا کہ اس سے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں ہوتا، زید اس کا ثبوت دے۔ دو روز کے بعد عمرو نے کہا کہ کتاب ارشاد الطالبین میں بہت سے مسائل، خلاف اہل سنت کے ہیں، یا وہ کتاب کسی شیعہ نے بغرض اغوائے اہل سنت لکھی ہے اور اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا ہے، یا یہ کتاب سنی کی ہو اور بعد میں کسی شیعہ وغیرہ نے بہت سے مسائل اس میں بھر دیئے ہوں۔

ارشاد الطالبین کی چند اور بے اصل باتیں

بہر حال یہ کتاب قابل تمسک اور حجت نہیں، نہ اس کتاب سے عالم کو وعظ کہنا چاہئے، نہ لوگوں کو عمل کرنا چاہئے۔

عمرو نے ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ کو بروز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کہا، اور صبح سے عام لوگوں کو اطلاع کر دی اور زید کے پاس بھی خط اطلاعی بھیج دیا، اور بعد کو تین مرتبہ کہلا کر بھیجا۔ عمرو نے مجمع عام میں کتاب ارشاد الطالبین کی عبارت پڑھ پڑھ کر ہدایہ اور شامی اور کنز اور تفسیر جلالین اور ماتیہ مسائل وغیرہ کتب حنفیوں کی تردید کی، زید اس مجمع میں باوجود اطلاع نہیں آیا۔

چند مسئلہ کتاب ارشاد الطالبین کے، عمرو کے بیان کئے ہوؤں میں سے لکھتا ہوں:

(۱) جو شخص پہلی شب شعبان کو بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے، سورۂ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے تو اس کو بہت ثواب ملتا ہے اور اسی روز تک فرشتے اس کے گناہ نہیں لکھتے، حالانکہ کراماً کاتبین سب کچھ لکھتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ خداوند تعالیٰ گناہ معاف کر دے، تاہم روایت کی صحت کے واسطے، کسی معتبر کتاب کی عبارت چاہئے تھی، وہ بھی نہیں لکھی۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲) مسجد میں باتیں کرنے والے کی اور بحالت مجامعت و پیشاب و پاخانہ پھرنے کے، اور بحالت وضو اور غسل اور وعظ کے، باتیں کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ عمرو کہتا ہے کہ ان اوقات اور ان مکانوں میں بولنا نہ چاہئے مگر توبہ سب کی قبول ہوتی ہے۔

(۳) مشرک کا ہاتھ ناپاک ہے مصافحہ کرو تو اس کو دھوڈالو، فرمایا اللہ تعالیٰ نے

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ عمرو کہتا ہے، مشرک سے مصافحہ نہ کرو، مگر یہ قول صاحب کتاب کا رد ہے، اہل سنت کے نزدیک مشرکین کے قلوب ناپاک ہیں، چنانچہ تفسیر میں مبرہن ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب آدمی جوے روان پر ہو، تو پانی میں اسراف نہیں ہے، عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے لو کنت علی شط بھر حاروا رہے۔

(۵) عورت کو مسئلہ سیکھنے کے واسطے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے، اور شوہر کو ولایت منع نہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ پردہ کا ہر وقت لحاظ رکھنا چاہئے، اگر نہ رکھے تو شوہر کو ولایت منع حاصل ہے۔

(۶) بہ ترک قنوت در وتر سجدہ سہو لازم نشود۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ بھی غلط ہے، کیونکہ دعا قنوت واجب ہے اور ترک واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات کفن حریر کے تھے۔ عمرو کہتا ہے غلط ہے۔

(۸) سجدہ میں قرآن پڑھنا درست ہے۔ عمرو کہتا ہے منع ہے۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین مرتبہ پڑھتے تھے، عشاء کے بعد مسجد میں، پھر گھر میں تشریف لے جاکر، پھر تہجد کے وقت۔ عمرو کہتا ہے، لا اصل ہے۔

(۱۰) بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اختلاف ہوا، در باب قضا فوائت کے، حضرت فاطمہؓ نے فرمایا، کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ چالیس برس کی نماز ادا ہو جاتی ہے، اگر اس شخص کی نماز چالیس برس کی قضا نہ ہوئی ہو، تو اس کے والدین کی قضا شدہ نماز ادا ہو جاتی ہے، تو چاہئے کہ جمعہ کے دن ظہر کے بعد بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں بعد الحمد کے، سورۃ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے، اس کی سب نمازیں ادا ہو جاویں گی۔ عمرو کہتا ہے اس کی بھی کچھ اصل نہیں، فقہ میں باب قضاء الفوایت میں کہیں یہ ذکر نہیں، احادیث میں نہیں، اس نے کوئی عبارت نقل نہیں کی۔

(۱۱) رجب لغت میں خدا کو کہتے ہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ رجب شہر خدا کو کہتے ہیں، لغت میں دل چاہے غیاث اللغات اور قاموس کھول کر دیکھو۔

(۱۲) صلوٰۃ رغائب جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے بدعت ہے، شامی وغیرہ کتب فتاوی میں مصرح ہے۔

(۱۳) عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے جائز نہیں، شعائر روافض سے ہے۔

(۱۴) اس کتاب میں ایک دعا لکھ کر لکھا ہے کہ، جو اس کو تین مرتبہ روز مرہ پڑھے، اس کی عمر زیادہ ہوگی، اگرچہ تقدیر اجل ہو چکی ہو۔ عمرو کہتا ہے یہ محض دھوکہ ہے، صاحب کتاب کیوں مرا، قرآن شریف میں ہے: اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۱) باقی دعا وغیرہ کی فضائل میں جو وارد ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عمر بڑھا کرتی، تو دعا سے بڑھتی۔

(۱۵) بیس آیتیں حضرت عائشہ کی پاکی میں نازل ہوئیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گاہے گاہے یہ خیال ہوتا تھا، کہ کلام اللہ کا بیشک برحق ہے اور راست ہے، ولیکن ایک نام خدا کا ستار ہے، بیشک عائشہؓ کی ستاری کرتا ہے۔ عمرو کہتا ہے معاذ اللہ! یہ در پردہ حضرت عائشہؓ پر تہمت عدم عصمت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت عدم وثوق کلام اللہ و عدم اعتبار خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ پر تہمت کذب نعوذ باللہ من الشرک و الکفر۔

(۱۶) حضرت عمرؓ نے وصیت کی، کہ میرا گر زمیری قبر میں میرے ساتھ رکھنا۔ عمرو کہتا ہے کہ ھذا بھتان عظیم۔

(۱۷) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی قبر پر بعد دفن کے تلقین کی، عمرو کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تلقین کی ہو مگر تلقین بحالت نزع مسنون ہے نہ بعد مرگ، اگرچہ مندوب ہے، مسنون ضروری نہیں۔

(۱۸) حضرت علیؓ نے دیکھا کہ زمین نے حضرت عمرؓ کو بھینچا۔ عمرو کہتا ہے استغفر اللہ یہ کھلا ہوا رفض ہے، جب منکر نکیر نے حضرت عمرؓ سے من ربک کہا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نہیں سنتا، قریب کو آؤ، منکر نکیر گرز کو دیکھ کر ڈر گئے اور نزدیک نہ ہوئے، حضرت عمرؓ گرز لے کر بیٹھ گئے، تاکہ فرشتوں کو ماریں، قبر چند فرسخ کھل گئی اور فرشتے بھاگ گئے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ قول بدیہی البطلان ہے۔

الغرض عمرو نے بہت سے مسائل کتاب ارشاد الطالبین کے مجمع عام میں رد کیے اور زید نہ آیا، مشت نمونہ از خروارے! یہ مسائل تردید کئے ہوئے عمرو کے، مختصراً لکھ کر فتویٰ چاہتا ہوں، کہ قول زید کا موافق اہل سنت کے ہے، یا قول عمرو کا۔ اور مسائل نمبری ایک و دو تین و چار و پانچ و چھ کا جواب کتب حنفیہ سے بروایات معتبرہ لکھئے اور تحریر فرمائے

(۱) سورۃ النحل، آیت ۶۱۔ ترجمہ: جب آپہنچے گا ان کا وعدہ نہ پیچھے رہ سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے۔ (از ترجمہ شیخ الہند)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کہ زید وعمر میں کون حق پر ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ کتاب ارشاد الطالبین کو جب تک بہت سے علماء اہل سنت مل کر تصحیح نہ کردیں، قابل عمل نہیں، عوام کو اس کتاب کا دیکھنا بھی نہ چاہئے، زید نے وعظ میں کہا کہ جو کتاب ارشاد الطالبین کو نہ مانے، وہ کافر ہے۔ آیا عمرو اور وہ لوگ جواب اس کو نہیں مانتے ہیں، کافر ہوگئے، یا مسلمان ہیں۔ اگر کافر نہیں ہوئے، تو زید اس کہنے سے کس بات کا شرعاً مستحق ہے، جواب ہر ہر بات کا صاف خط میں، جلد تحریر فرما کر بھیج دیجئے، کہ بہت سے مسلمان خلجان میں پڑے ہوئے ہیں۔ والسلام علیکم وعلی من اتبع الھدی.

جواب ذیل از جناب برکت مآب زبدۃ العارفین عمدۃ المحدثین حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب مدفیوضہم گنگوہی وعلمائے دیوبند۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلالؓ کو، بعوض حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خریدنا محض غلط ہے، ایسی باتیں بے اصل بیان کرنے والا، مستحق وعظ گوئی نہیں۔ بلالؓ اور بھی ایک صحابی کا نام تھا، پر وہ حر الاصل تھے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کا نکاح، بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے، پہلے نہیں ہوا، یہ نکاح کے کھانے کا، آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کی خدمت میں پہنچنا لا اصل ہے۔ ابوہریرہؓ اور کسی صحابی کا نام نہیں۔ شب معراج نور حور کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنا بالکل افترا ہے، قرآن شریف کے بالکل مخالف ہے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱) صاف بیان ہے کہ آپ کو کسی قسم کی غلطی نہیں ہوئی، ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے، سخت زندیق ہے۔ شب برات کو تین غسل کرنا، یا حلوا وغیرہ کا پکانا شریعت سے ثابت نہیں، یہ باتیں محض لا اصل ہیں، ان مسائل میں قول عمرو صحیح ہے اور قول زید باطل، واللہ اعلم۔

الجواب صحیح رشید احمد — الجواب صحیح حررہ محمد ناظر حسن عفی عنہ — الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

اصاب المجیب محمد حسن عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح حبیب الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح، بندہ احمد

الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند — الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ، مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح، عبد المومن عفی عنہ دیوبندی — الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

(سراج وہاج تالیف: مولوی حشمت علی حسین بنارسی ص: ۴۷ تا ص: ۵۲ مطبوعہ سنہ ۱۳۱۲ھ)

(۹۷۹) عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟ سوال: نحمدہ

ونصلی کیا فرماتے ہیں ارباب علوم وعقول اور اصحاب تجربہ وشعور، ادام اللہ فیوضہم الی یوم النشور۔ مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) سورۃ النجم آیت: ۱۱۔ جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا (ترجمہ شیخ الہند)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) تعلیم کتابت واسطے نساء کے اس زمانہ پرفساد میں، کہ قبائح اور مفاسد اس کے اہل دانش پر، کالمشاہدہ ہیں، مکروہ ہے، تحریماً، یا نہیں؟

(۲) تعلم کتابت وغیرہ مراہقات اور بالغات کا بغیر حجاب کے، غیر محرم مرد بالغ سے کیسا ہے؟

(۳) منع نسوان زمان ہذا کا تعلم کتابت سے، موافق قول محقق جلال الدین دوانی کے، کما ذکرہ فی اخلاق جلالی قرین مصلحت ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا!

جواب: تعلیم نوشت وخواند فی زماننا عورتوں کو مکروہ ہے تحریما بلاشبہ، چند وجہ سے۔

اول: تضییع وقت، کیونکہ جب کہ ان کو اس نوشت وخواند میں، نہ کوئی نفع آخرت ہے نہ فائدہ دنیا، مثل حاصل کرنے مال ودولت کے۔ اس لئے کہ جو کچھ ان کے اخراجات ضروریہ ہیں: خورش پوشش مسکن، وہ سب بذمہ ان کے شوہروں کے ہیں، پھر نوشت وخواند کا شغل، اضاعت وقت نہیں تو اور کیا ہے۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ انتھی. رواہ الترمذی فی کتاب الزھد(۱)

دوسرے آوارگی طبیعت اور برانگیختگی شوق اور خواہش ہائے نفسانی، بہ سبب مطالعہ ان کتابوں کے، جن میں مضامین عشقیہ اور عورتوں کے کید وفسوں بھرے ہوئے ہیں۔ جیسے ترجمہ بہار دانش، فسانہ عجائب، مثنوی میر حسن وغیرہ، نیز ہیجان و اشتیاق مرداں بہ جانب ان عورتوں تعلیم یافتہ کے، بوجہ ان کے اس کمال ظاہری، پرزیب وزینت ابلہ فریبی کے کل جدید لذیذ.

تیسرے اندیشہ مراسلت ومکاتبت، اجنبی مردوں سے، جس میں صد بافتنہ وشر منطوی ہیں، ہاں تعلیم مسائل ضروریہ دین، مثل صوم وصلوۃ وطہارت وغیرہ کے امر ضروری ہے۔ سو وہ ان کے شوہر اور باپ بھائی وغیرہ محارم کے ذمہ ہے۔ اگر وہ آپ جانتے ہوں تو فبہا، ورنہ اور علمائے دین سے حاصل کریں۔ فقط

جواب۲۔ جواب بالا سے واضح ہو چکا کہ شغل نوشت وخواند عورتوں کا، خواہ کسی طرح پر ہو، اجانب سے یا محارم سے مکروہ ہے، پھر جو نوشت وخواند بصورت شنیعہ مذکورہ، یعنی زنان نوخاستہ کا غیر محارم کے روبرو ہو حرام بہ اشد حرمت ہوگا۔ قال اللہ تعالی:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم. الآیۃ(النور ۳۰) — کہہ دے ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن الآیۃ(النور ۳۱) — کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

---

(۱) سنن الترمذی فی کتاب الزھد (۲۳۱۷) رقم ۲۳۱۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ص ۶۱ (نفس الصحیح، مطابع۔ دہلی)

toobaa-elibrary.blogspot.com

دیکھئے حضور جماعت نماز، کہ بہترین شعار اسلام وسنن ہدی سے ہے، عورتوں کو مکروہ ہے، بالاجماع۔ وجہ اسی فتنہ وشر کے جو مذکور ہوا، اور زمانہ نبوی علیہ السلام میں جو ثابت ہے، تو وہ آپؐ کے ہی زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا، پھر دوسرے قرن مقرون بالخیر میں۔ بعد وفات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، اس کی ممانعت ہوگئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، کہ جو عادتیں عورتوں نے پیدا کی ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معلوم کرتے، تو البتہ منع کرتے اُن کو حضور مسجد سے، جیسا کہ منع کی گئیں، عورتیں بنی اسرائیل کی۔

عن عائشة قالت: لو أدرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما أحدث النساء، لمنعهن المسجد، كما منعت نساء بني اسرائيل. الحديث (رواه البخاري)(۱)

اب دیکھئے کہ ان دونوں یعنی حضور جماعت ونوشت وخواند کو، کہ ان میں کیا کچھ تفاوت ہے، و یا زمین وآسمان کا۔ پھر جب اول ممنوع ہوا، تو ثانی بدرجۂ اولی ممنوع ہونا چاہئے، خاص کر اس زمانہ پرفتن میں۔ وہ تعلیم وتعلم جو مدارس اور اسکول نصاری میں ہے، کہ جس میں فسق وفجور در کنار، ایمان واسلام سالم رہے، تب بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ لڑکیاں اپنے دین سے تو زیادہ واقف نہیں اور نصاری کی وضع پر تعلیم پاویں، تو ویسے عقائد اور عادات ان کی طبیعت سادہ پر اثر ضرور پیدا کریں گے، پھر ارباب شعور پر روشن ہے، کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ فقط

جواب ۳۔ جلال الدین محقق دوانی رحمۃ اللہ کا زمانہ، کہ نہ اس میں مدارس واسکول نصاری کے تھے اور نہ یہ وبائے عالمگیر فتنہ وفساد تھی، ترک اس درس کتابت یا فقط کتابت ہی کا، عورتوں کے لئے قرین مصلحت تھا، تو وہ ترک اس زمانہ پرفتن میں اہم ضروریات سے ہوگا اور تعلیم مسائل ضروریہ دین وقرآن شریف کا اس حکم سے مستثنی ہونا، جواب اوں سے معلوم ہو چکا، کہ وہ جائز کیا، بلکہ ضروری ہے، بشرطیکہ کوئی حرج دینی، مثل بے پردگی وغیرہ کے اس میں نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ عبدالرحمن عفی عنہ (غالباً قاری عبدالرحمن پانی پتی)

الاجوبۃ صحیحۃ، ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ اسمہ احمد۔ الاجوبۃ کلہا صحیح، محمد محمود دیوبندی محمد محمود

اس زمانہ میں تعلیم کتابت کا عورتوں کو مکروہ ہے تحریما بیشک اور مرابطہ اور یافعہ کو مردنامحرم بالغ سے بے حجاب ہونا، اگرچہ تعلیم وکتابت کے واسطے ہو، حرام ہے، اور منع کرنا عورتوں کو ایسے کام سے ضرور (ی) ہے فقط واللہ تعالی اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد

---

(۱) البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس صفحہ ۱۲۰۔ ج ۱ (عکس نور محمد صحیح مصباح، بی ۱۵ ۱۳۸۱ھ) ونیز کتاب الصلاۃ، صفۃ الصلاۃ، ص ۱۴۳ جلد اول ج دوم رقم الحدیث ۸۶۹ انتظار الناس قیام الامام العالم۔ رقم باب ۱۶۰ مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، ۱۹۸۴ء/۱۴۰۴ھ۔

اس فتویٰ پر مذکورہ بالا تصدیقات کے بعد ایک تصدیق حضرت مولانا گنگوہی کی بھی تھی، جو اس فتویٰ کے مآخذ کے ص ۱۶۵ پر درج تھی، وہ تصدیق مذکورہ جواب کے سوال کے ساتھ یہاں سے علیحدہ کر کے، زیر نظر مجموعہ فتاویٰ میں اس کی جگہ پر نقل کر دی ہے۔ اصل فتویٰ یہاں پیش ہے۔ (نور)

[صواعق الملک الدیان علی من اباح الکتابۃ لنساء الزمان
مؤلفہ نجف علی خاں خلف مولوی نظام علی خاں۔ مطبوعہ مطبع احمدی، بمبئی ۱۳۰۵ھ

تحقیق انعقاد محفل مولد شریف وزکوٰۃ وغیرہ

[نقل خط جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ]

تمہید: حضرت مولانا نانوتوی کا یہ گرامی نامہ غیر مطبوعہ ہے، پہلی مرتبہ اس مجموعہ فتاویٰ میں شائع ہو رہا ہے۔ یہ گرامی نامہ حضرت مولانا کی آخری تحریرات میں سے ہے، ممکن ہے کہ یہی سب سے آخری خط ہو۔ اس کی تحریر، ۱۹ ربیع الاول کے صرف ڈیڑھ مہینہ بعد، ۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ (۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء) کو حضرت مولانا نانوتوی رحلت فرما گئے تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ [نور]

(۹۸۰) انعقاد محفل میلاد کی شرعی حیثیت: مظہر الطاف وکرم نواب احمد حسین خانصاحب سلمکم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم

زکوٰۃ میں کھانا کپڑا وغیرہ دینا بھی ایسا ہی ہے، جیسے نقد دینا، پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ کھانے میں دعوت کا سا قصہ کہ جتنا پیٹ میں آئے کھالو، لیجانے کی اجازت نہیں، بلکہ جس کو دیا جائے اسی کو اختیار کلی دیا جائے، وہ اسی کی ملک سمجھی جائے، اس کو اختیار ہو، چاہے بیچ ڈالے یا خود کھالے۔ اور قرض میں زکوٰۃ ایام قرض کی بھی دینی پڑے گی، اتنا فرق ہے کہ اگر قرض کی یہ کیفیت ہے کہ جب چاہو وصول کرلو، تب تو اسی وقت واجب الاداء ہوگی، ورنہ بعد وصول واجب الاداء ہوگی، مگر دینی سبھی دنوں کی پڑے گی۔

باقی رہا مولود شریف کا قصہ!! اس میں آپ کا پوچھنا فضول معلوم ہوتا ہے اور میرا بولنا بیکار نظر آتا ہے، اس قسم کی باتوں میں زبان ہلانے کا نتیجہ بجز فتنہ پردازی اور کچھ نہیں ہوتا، مگر چونکہ آپ نے پہلی بار یہ استفسار فرمایا ہے، جواب لکھنا ضرور [ی] معلوم ہوتا ہے۔ سنئے:

اگر کوئی شخص ملازمان شاہی میں سے، سر دربار بادشاہ سے زیادہ کسی وزیر ومشیر کی تعظیم کرے، تو وہ تعظیم چونکہ موجب توہین بادشاہی ہے، اس لئے بوجہ تعظیم مفرط وزیر یہ تعظیم کرنے والا مستوجب عتاب بادشاہی ہوگا، تعظیم وزیر کچھ کام نہ آئے گی، بلکہ خود وزیر بوجہ مذکور در پے تذلیل شخص مذکور ہو جائے گا، جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی، تو اب سنئے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اعلی درجہ کی وہ مجلس ہے کہ، جس میں قرآن وحدیث پڑھا جائے اور بیان احکام خداوندی کیا جائے، اور کیوں نہ ہو، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس غرض سے بھیجے گئے، کہ احکام خداوندی پہنچائیں، اور کتب مقدسہ اسی غرض سے نازل کی گئیں، کہ احکام خداوندی معلوم ہو جائیں اور خود خداوند کریم فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَ الانْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُون. اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی اپنی بندگی کو۔

الآیۃ (الذاریات ۵۶) (ترجمہ شیخ الہند)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ مَا اُمِرُوا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ. اور ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کرکے اس کے واسطے بندگی (ترجمہ شیخ الہند)

(البینہ. ۵)

اور ظاہر ہے کہ عبادت اطاعت احکام کا نام ہے، اس لئے وہ مجلس جس میں بیان احکام ہو، اعلی درجہ کی مجلس ہوگی، کیونکہ غرض اصلی جو عبادت ہے، چنانچہ دونوں آیتیں اس پر شاہد ہیں، بے بیان احکام متحقق نہیں ہو سکتے۔ غرض مجلس وعظ و درس وقرآن وحدیث کے برابر کوئی محفل نہیں، پھر ستم یہی نہیں کہ اس محفل کیلئے تو کچھ اہتمام نہ ہو، نہ اس میں اس برکت کی امید ہو، جو محفل میلاد شریف سے کہتے ہیں اور نہ اس کے لئے فرش وفروش، روشنی وشیرینی وغیرہ ہو، جو محفل میلاد شریف کے لئے مہیا کی جاتی ہے۔ علاوہ بریں میلاد شریف کی بدولت، جماعت سی واجب چیز کو ترک کیا جاوے اور جماعت کے لئے میلاد شریف ترک نہ کیا جاوے اور یہ اسی قسم کی بات نہیں تو اور کیا ہے، کہ بادشاہ سے زیادہ وزیر کی تعظیم کی جائے۔

پھر اس پر قیام معمول بہ، اگر بایں اعتقاد ہے، کہ روح پرفتوح حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اس وقت رونق افروز ہوتی ہے، تو یہ اعتقاد بے سند ہے، کہ جس کا پتہ نہ قرآن میں نہ نشان حدیث میں، اگر یہ بدعت نہ ہوگا، تو اور کون سی چیز بدعت ہوگی۔ شیعوں اور خوارج کے اعتقادات، جو ان کے مبتدع اور ضال ہونے کی وجہ سمجھی گئی، تو کیوں سمجھی گئی، اسی بے سند ہونے کے باعث، اور اگر بایں خیال یہ اہتمام قیام ہے، کہ بعض اولیاے کبار اس وقت کھڑے ہوتے تھے، تو اس کے یہ معنی ہوئے، کہ ہم بھی اسی طرح مشرف بزیارت ہوتے ہیں، جیسے وہ اولیا مشرف ہوتے تھے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ بعض اولیاے کبار ارباب حال کو، وقت ذکر ولادت شریف دولت زیارت میسر آتی تھی، اس لئے ان کے واسطے اٹھنا ضرور ہوا، اور بے شک اگر وہ اس وقت نہ اٹھتے، تو عجب نہ تھا کہ اس بے تعظیمی کے سبب، اپنے مرتبہ ومقام سے گر جاتے، مگر عوام الناس جو ان کی اقتداء کرتے ہیں، گویا زبان حال سے یوں جتلاتے ہیں، کہ ہم بھی دولت زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، اب کہئے یہ کس درجہ کی ریاء ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

بعض اولیاء کو چند بار یہ اتفاق ہوا، کہ اپنے حلقہ میں یا شیخ بہاء الدین شیئاً للہ کہا، ان کے ایک مرید نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا تم کیوں کہتے ہو، مرید نے کہا کہ آپ کہتے ہیں، میں بھی کہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو تو حضرت کی زیارت میسر آتی ہے، اس لئے یہ کہہ پڑتا ہوں، تو جو کہتا ہے، کیوں کہتا ہے۔ غرض حضرت نے اس کو منع فرمایا اور اپنی اقتداء اور اتباع کی اس امر میں اجازت نہ دی۔ ایسے ہی جن صاحبوں نے وقت مذکور پر قیام کیا ہے، وہ مشرف بزیارت ہوئے تھے، عوام کو ان کا اقتداء جائز نہیں۔

باقی یہ کہنا کہ ہم بغرض تعظیم اسم مبارک کھڑے ہوتے ہیں، یہ ایسی بے ہودہ بات ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیا اسی وقت آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] مستحق تعظیم ہوتے ہیں، اس سے آگے پیچھے ان لوگوں کے نزدیک مستحق تعظیم نہیں ہوتے، افسوس آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کے ذکر پُر انوار کو ایسی ایسی واہیات سے، ناواقفوں نے خراب کر دیا۔

اس لئے اپنا یہ قول ہے کہ، ہمارے لئے تو مولود شریف اگر کریں، جائز بلکہ مستحب ہے، پر رواج کے موافق کرنے والوں کے حق میں جائز نہیں، ہاں گوشۂ تنہائی میں بے قیام، کوئی کبھی بتقاضائے محبت بروایات صحیحہ، پڑھ لیا کرے، تو سبحان اللہ! پر ان روایات ضعیفہ موضوعہ کا پڑھنا، یوں بھی جائز نہیں۔

غرض اصل سے ذکر بابرکات، حضرت سرور عالم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیمات، عمدہ حسنات میں سے تھا، گو ذکر احکام اور استماع احکام، بغرض اطاعت وتبلیغ حقیقت میں ذکر ملک علام ہے، مگر جیسے تنجن وزعفران وغیرہ اطعمہ لذیذہ اصل سے عمدہ غذا ہوتی ہے، پر زہر مل جائے، تو باوجود عمدگی خراب ومہلک ہو جاتی ہیں، اور اس وقت بوجہ اختلاط زہر، باوجود لذت معلومہ اس لذت کا ترک ضروری ہے، چہ جائیکہ بوجہ لذت زہر مخلوط کا کھانا عمدہ سمجھا جائے۔ ایسے ہی ذکر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم متضمن ولادت ہو، یا متضمن وفات، عمدہ خیرات میں سے ہے، پر بالائی خرابیوں کے باعث واجب الاحتراز ہے، چہ جائیکہ خرابی ہائے مذکورہ، بوجہ عمدگی سفوہ، واجب الارتکاب ہوں۔

لیجئے نواب صاحب! آپ کی خاطر یہ دو ورق سیاہ تو کر ڈالے ہیں، پر دیکھئے، اس نامہ سیاہ کے حق میں، اس تحریر کے باعث کیا کیا صلواتیں، اُدھر سے پیش ہوتی ہیں۔

مولوی عبد الکریم صاحب کی خدمت میں، بعد سلام یہ عرض ہے کہ عنایت نامہ پہنچا، اس تفقد احوال کا شکریہ کیا ادا کروں اور اپنا حال لکھوں، تو کیا لکھوں۔ دو دن کو اوروں کی دعا سے کچھ آرام سے گذرتی ہے، تو دو دن اپنی شامت اعمال سے پھر تکلیف، کوئی نہ کوئی کھڑی ہو جاتی ہے، اب آج کل اللہ کا شکر ہے، تخفیف ہے، ہر چند روز پہلے بشدت گذری، اس وجہ سے بھی جواب نامہ نواب صاحب ونیز جواب عنایت نامہ سامی میں، دیر ہوئی۔ یا وہ دن تھے کہ ورق

toobaa-elibrary.blogspot.com

دو ورق ایک بات تھی، یا یہ دن ہیں کہ جواب خطوط بھی دشوار ہے۔ پہلے گھنٹہ دو گھنٹہ کی تقریر کو میں کچھ نہیں سمجھتا تھا، اور اب بعض اوقات، دو چار جملوں کا ادا کرنا بھی ایک مہم عظیم ہو جاتی ہے۔ اب آپ کے شاگردوں اور احباب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔ فقط العبد محمد قاسم ۱۹ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ [مارچ ۱۸۸۰ء]

(مجموعہ کلاں ص: ۹۵ تا ۹۸)

(۹۸۱) محفل میلاد کا شرعی حکم:

سوال: محفل مولود شریف جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمادیں؟ فقط

جواب: ذکر ولادت شریف مثل دیگر اذکار خیر کے ثواب و افضل ہے، اگر بدعات وقبائح سے خالی ہو، تو اس سے بہتر کیا ہے۔ قال الشاعر۔

وذکرک للمشتاق خیر شراب

وکل شراب دونہ کسراب

البتہ جیسے ہمارے زمانہ میں قیودات وشنائع کیساتھ مروج ہے، اس طرح بے شک بدعت ہے اور بوجہ ذیل ناجائز۔

اول: یہ کہ اکثر مولود خواں جاہل اکثر روایات غلط اور موضوع بیان کرتے ہیں اور قاری اور سامعین سب سخت وعید من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار (۱) میں داخل ہوتے ہیں۔

دوم: اہتمام مثل اہتمام ضروریات دین بلکہ زیادہ از آں کرتے ہیں، کہیں قالین وفرش، کہیں چوکی ومسند، کہیں شامیانہ اور کہیں شیرینی کہیں جھاڑ فانوس چمنی، قندیل، کہیں لوبان سلگتا ہے اور بہت سے امور غیر ضروری کو ضروری سمجھتے ہیں، اور بغیر ان سامانوں کے، مولود کرنے کو مولود خالی پھیکا جانتے ہیں، اور یہ ناحق اسراف بے جا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ. الآیۃ. (الاسراء: ۲۷)

بیشک اڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں کے (ترجمہ شیخ الہند)

سوم: تعین وتقید روز ولادت کو ضروری جانتے ہیں، اور کسی روز مولود میں فضیلت نہیں [سمجھتے] غیر مقید کو مقید اور غیر ضروری کو ضروری جاننا، بدعت قبیحہ سے ہے:

وَرَهْبَانِيَّةِ ن ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ. (الحدید: ۲۷)

اور ایک ترک کرنا دنیا کا، جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی، ہم نے نہیں لکھا تھا، یہ ان پر (ترجمہ شیخ الہند)

چہارم: اکثر اہل محفل اہل بدعت وفساق وفجار ہوتے ہیں، ناحق ان کی مداہنت کرنی پڑتی ہے، بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

(۱) البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی ﷺ ص: ۲۱. ج/۱ نیز باب مذکور ص ۲۸ جلد اول، رقم الحدیث ۱۱۱ (نور)

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. (الانعام:۶۸) تو مت بیٹھ، یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔ (ترجمہ شیخ الہند)

و عن إبراهيم بن يسرة رضى الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وقر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام، رواه البيهقى فى شعب الإيمان مرسلاً (۱)

پنجم: اکثر اشعار نعتیہ جاہلوں کی تصنیف ہوتی ہیں، کہیں ان میں تو غل شان نبوی ہوتا ہے، اور کہیں انبیاء اور ملائکہ کی بہ نسبت بے ادبی ہوتی ہے، قال علیہ السلام: لاتطرونى كما أطرت النصارى. الحديث (۲)

وقال صلى الله عليه وسلم:

لاتخيرونى على موسى، وقال وماينبغى لعبد أن يقول إنى خير من يونس بن متى، وقال لاتفضلوا بين أنبياء الله. الحديث (۳) اى تفضيلاً يؤدى الى تحقير بعض

ششم: وقت ذکر ولادت قیام کرتے ہیں، پھر بعض کا تو یہ عقیدہ ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف رکھتے ہیں، یہ عقیدہ تو بالکل شرک ہے۔ اور بعض کہتے ہیں، کہ جو ملائکہ اس وقت موجود ہیں، ان کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں، یہ بھی جہل ہے، اول تو ملائکہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں، محض ذکر کی کیا تخصیص۔ اور اگر محفل ذکر کی تخصیص ہے، تو محفل ذکر ولادت کی کیا تخصیص، اور اگر اس کی بھی تخصیص ہے، تو خاص ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے، اور اگر اس وقت ملائکہ کی تعظیم ہو، تو دوسرے وقت کیوں نہیں ہوتی اور اگر محض تعظیم ذکر کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، تو اگر سوائے اس محفل کے، دوسری جگہ کوئی ذکر کرے، کہ حضرت پیدا ہوئے، تو کیوں نہیں کھڑے ہوتے، پس معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک حرکت لغو و بے ہودہ ہے۔

ہفتم: ان امور پر اصرار کرتے ہیں اور مانعین سے جھگڑتے ہیں اور عداوت کرتے ہیں، اور اصرار معصیت پر سخت معصیت ہے، پس بوجوہ مذکورہ محفل مولود ناجائز ہے۔ اور اگر بصورت مجلس وعظ ہو تو کچھ حرج نہیں، اور حیرت ہے کہ یہ

---

(۱) مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنه. الفصل الثالث ص:۳۱، جلد اول (عکس طبع نور محمد دہلی) (نور)
نیز باب مذکور ص:۱۰۹۔۱۱۰ رقم الحدیث:۱۸۹ [مكتبة التوبة۔ دار ابن حزم بیروت:۲۰۰۳ء]

(۲) مشكوة كتاب الآداب، باب المفاخرة والعصبية ص:۴۱۷ جلد دوم [کتب خانہ رشیدیہ، دہلی] نیز باب مذکور ص:۱۸۲۴ جلد چہارم رقم الحدیث:۴۸۹۷ [مكتبة التوبة دار ابن حزم بیروت:۱۴۲۳ھ] (نور)

(۳) مشكوة كتاب احوال القيامة، باب بدء الخلق وذكر الانبياء ۲ ۵۰۷ [رشیدیہ، دہلی نقل اصح المطابع] كتاب احوال القيامة وبدء الخلق. باب بدء الخلق وذكر الانبياء عليهم الصلوة والسلام الفصل الاول ص:۲۱۷۰ جلد پنجم، رقم الحدیث:۵۷۰۸۔۵۷۰۹۔۵۷۱۰ [مكتبة التوبة دار ابن حزم، بیروت:۲۰۰۳ء] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

لوگ محبت نبوی کا دعویٰ کرتے ہیں، اور پھر ان بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں! حالانکہ محبت کو اطاعت لازم ہے۔

قال ابن المبارک رحمة الله تعالیٰ علیه:

تعصی الإله وأنت تظهر حبه
هذا لعمری فی الفعال بعید
لو کان حبک صادقاً لأطعته
إن المحب لمن یحب یطیع

ترجمہ اشعار: تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتے ہو اور تم اللہ سے اپنی محبت کا بھی اظہار کرتے ہو تمہارا یہ طریقہ اور عمل، بلاشبہ عجیب اور ناقابل قبول ہے، اگر تمہاری یہ محبت سچی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور پابندی کرتے کیونکہ جو شخص کسی سے سچی محبت کرتا ہے وہ اس کی باتوں پر عمل کرتا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ محمد یعقوب نانوتوی دیوبند

(مجموعہ گلزار ص ۷۷۔۷۹)

(۹۸۲) ایک خودساختہ اصول سے، میلاد وقیام پر استدلال کا جواب: سوال: حکم کہ

اصل آں در شرع شریف ثابت است، پس تعین آں در وقت، خاص بسبب اندراج آں وقت در اوقات ثبوت آں اصل روا گردد، زیرا کہ چوں اصل شے در ہر اوقات مشروع شد۔ پس وقت معین ہم یکے از افراد اوقات آں مطلق باشد، بہ سبب تحقق مطلق در افراد وظاہر است، کہ ہر فردے از مطلق کہ متحقق باشد، باعتبار تعین و تشخص خارجی مانع تحقق آں مطلق نخواہد بود، والا تحقق مطلقے در فرد ممتنع باشد و ہو کما تری۔

ترجمہ: ہر وہ حکم جس کی اصل شرع شریف میں ثابت ہے، پس اس کا کسی خاص وقت کے لئے معین کر لینا بھی اس وقت جب اس کا اصل کے مطابق ثبوت درست ہو، صحیح ہے۔ اس لئے کہ جب اصل چیز ہر وقت میں شریعت سے جائز ہوئی، پس اس کے لئے وقت مقرر کرنا بھی اسی مطلق کے حصول میں سے ایک حصہ ہوگا، اور ہر حصہ میں اصل کا ثابت ہونا لازم ہے۔ کیونکہ ہر اک حصہ باعتبار تعین اور تشخص خارجی کے [اس مطلق سے جڑا ہوا ہے] اس کے شامل ہونے میں روکاوٹ نہ ہوگا، اگر ایسا نہ ہو تو مطلق کے حصہ کا اس کے ہر اک میں نمایاں ہونا ممکن نہ ہوگا، اور یہ بات اسی طرح ہے، جیسی کہ تم دیکھتے ہو۔ [ت: نور]

علماء دین سے سوال ہے کہ یہ قانون، اصول کا صحیح ہے، یا غلط؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: بے شک جب اصل شے مطلق علی الاطلاق بدون تقید بوقت من الاوقات اور ہر لحظہ اور ہر وقت میں، بلا تعیین اس کا کرنا مشروع ہے، لیکن ایک فرد یعنی ایک وقت خاص کو، افراد مطلق میں سے مرجح علی غیرہ سمجھ کر، معین کر لینا زیادہ علی (ما) تقرر فی الشرع المعلی ہے۔ اس وجہ سے کہ شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے، ہر فرد اور ہر وقت کو، مساوی جان کر حکم تعیین نہیں دیا تھا، پس شخص معین نفس تعیین میں: "بسبب الزیادة التی لم یثبت أصلها فی الشرع" مرتکب فعل ممنوع کا ہوا، نہ اس حیثیت سے کہ یہ مطلق کی ایک فرد ہے، بلکہ بسبب تعیین فرد من افراد المطلق و ترجیح علی غیرہ، بغیر اذن من الشارع.

پس اس تقریر سے معلوم ہو گیا، کہ افراد مطلق میں سے، ایک فرد کے معین کرنے میں دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت وقوع فرد من افراد المطلق، دوسری تعیین هذا الفرد من غیرہ. پس بسبب ہونے اس کے ایک افراد مطلق میں سے جائز ہے، اور بسبب تعیین هذا الفرد و ترجیحه علی غیرہ، مع عدم وُرُودِ الأمر فیه من الشارع علیه الصلوة و السلام.

وجہ آخر ممنوع اور بدعت ہے، فاندفع الاعتراض و تبین الفرق، مگر یہ معلوم نہیں کہ تقریر سوال کون سے اصول میں ہے، آیا اصول حنفیہ یا شافعیہ وغیرہما، یا اصول مجوزہ رائے عالی میں ہے:

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حسنہ مولانا رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۸۵۔۸۶)

(۹۸۳) محفل میلاد کی صفت؟ سوال: محفل میلاد؟

جواب: محفل میلاد اگر خالی ہو امور منکر غیر مشروع سے، اور یہ پابندی رسم اہل زمانہ نہ ہو، تو جائز و مستحسن ہے، مگر چونکہ اس زمانہ میں کمتر یہ مجلس امور غیر مشروعہ سے خالی ہوتی ہے، اور اعتقاد لزوم وجوب کا، عوام کے قلوب میں راسخ ہوتا ہے، اسراف اور حضور فساق، اور پڑھنا روایات موضوعہ کا، اور التزام ان امور کا جو شرع سے لازم نہیں، گویا شعار اس مجلس کا ہو گیا ہے، اس لئے بہیئت مروجہ، یہ محفل ممنوع اور بدعت ہے، اور مرتکب اور مجوز اس کا لاریب مبتدع اور جاہل ہے۔

واللہ اعلم کتبہ الاحقر عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی الجواب صحیح، بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

الاجوبہ صحیحہ محمد منفعت علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح: خلیل احمد عفی عنہ۔ بندہ محمود احمد عفی عنہ الجواب صحیح

[رسالہ تحقیق المسائل، مولانا سید دیدار علی الوری۔ ص ۳۹ طبع اول]

(۹۸۴) قیام محفل میلاد کی حقیقت: سوال: قیام محفل میلاد؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: قیام محفل میلاد کو وقت مخصوص پر ضروری سمجھنا، یا معاملہ مثل لازم کے کرنا، جیسا کہ مروج ہے لا اصل ہے۔ شریعت میں اپنی رائے سے کوئی قید لگانا اور امر غیر ضروری خیال کرنا، یا معاملہ مثل ضروری کے، اس کے ساتھ کرنا، یہ بھی بدعت ہے، اور اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اس حدیث شریف میں.

من أحدث فی أمرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ(۱)

[یہ ایک فتویٰ کا نصف اول حصہ ہے، دوسرے حصہ میں گیارہویں کا شرعی حکم ہے، جو علیحدہ درج ہے۔ یہ فتویٰ مفتی عزیز الرحمٰن دیوبند کا لکھا ہوا ہے، حضرت کی اس پر تصدیق ہے] [نور]

[تحقیق امساک، مرتبہ مولانا سید دیدار علی الوری، ص ۳۹.

(۹۸۵) قیام کے بدعت ہونے کی وجوہ؟

سوال: ایک شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے [لئے] کھڑا نہ ہونا سنت ہے اور کھڑا ہونا خلاف سنت ہے۔ آیا یہ عقیدہ حق ہے، یا باطل؟ اگر حق ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، اور اگر اس باب میں کوئی حدیث آئی ہو، تو بیان کریں اور حدیث "علیکم بسنتی الخ" اس کا جواب نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر اتباع سنت کو چہار یار کرنے پر منحصر رکھیں، تو ہزاروں صحابی اور اولیاء اللہ کا قول وفعل اور اصول مجتہدین رد ہوتے ہیں۔ خلفائے راشدین نے علم اصول اور علم کلام اور علم اخلاق اور علم لغت اور علم معانی اور علم صرف ونحو اور علم سلوک اور علم فقہ میں، کوئی کتاب تصنیف نہیں کی! اور اگر "علیکم بسنتی" پر نظر کریں، تو کوئی امام اور کوئی صحابی اور کوئی مجتہد اور کوئی ولی اعتراض سے نہیں بچتا، سب نے چہار یار کے خلاف کیا۔ نعوذ باللہ۔

اس لئے علماء سے سوال ہے کہ اس بات کا جواب موافق قاعدہ علم کے دیں، اور اگر حضرت امام اعظمؒ نے کوئی کتاب صرف ونحو یا سلوک یا اخلاق یا لغت میں تصنیف کی ہو، تو اس کو بھی بتادیں؟ فقط

جواب: عبادات میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ، توابع کو حکم مقاصد کا ہوتا ہے، پس جو امر موجب تحصیل سنت ہوگا، وہ بھی سنت کے حکم میں ہوگا، پھر اس کو بدعت کہنا اور متبعین سنت کو، اس کا طعن دینا اور اعتراض کرنا بیجا ہے، اور نہایت حماقت ہے۔ پس واضح ہوگیا کہ ابتداء تدوین حدیث وفقہ وغیرہ "ذالک من الأمور المستحسنة التی هی موجبة لتحصیل السنة" حکم میں سنت کے ہیں، مگر پھر بھی اکثر علماء نے اور ائمہ اور تابعین نے اس کا انکار کیا ہے:

حیث قال الإمام ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری، تحت قوله: وشر الأمور محدثاتها!

فمما حدث تدوین الحدیث ثم تفسیر القرآن، ثم تدوین المسائل الفقهیة. ثم تدوین ما

(۱) البخاری کتاب الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود صفحہ ۳۷۱ ج ۱ (عکس نور محمد اصح المطابع، دہلی) (نور)

نیز۔ باب مذکور ص ۱۶۰ جلد اول جزء سوم، رقم الحدیث ۲۶۹۷ [مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ۱۹۸۴ء]

یتعلق باعمال القلوب،فأما الأول: فأنکرہ عمر و أبوموسی و طائفة، ورخص فیه الأکثرون، وأما الثانی: فأنکرہ جماعة من التابعین. وأماالثالث فأنکرہ أحمد و طائفة یسیرة وکذااشتدّ إنکار أحمد للذی بعدہ.

ترجمہ: امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں وشر الامور محدثاتہا، کی شرح میں کہا ہے[خیر القرون کے بعد]سب سے پہلے جو علم وضع کیا گیا،علم حدیث کی تدوین ہے، پھر علم تفسیر، پھر مسائل فقہیہ ،پھر ان علوم ومباحث کی ،جو دل کے اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔لیکن ان میں سب سے پہلی تدوین کا عمر وابوموسی نے اور ایک جماعت نے انکار کیا اور اکثر ائمہ اور علماء نے اس میں گنجائش دی ہے،دوسرا موضوع،اس کا اکثر تابعین نے اعتماد نہیں کیا،اور تیسرے موضوع کا،امام احمد اور ایک جماعت نے انکار فرمایا ہے،اور امام احمد کی نکیر چوتھے موضوع پر زیادہ سخت تھی۔

و مما حدث أیضاً تدوین القول فی أصول الدیانات، فتصدی لها المثبتة و النفاة، فبالغ الأول حتی شبّه، وبالغ الثانی حتی عطّل،واشتدّ انکار السلف لذالک، کأبی حنیفة و أبی یوسف و الشافعی رحمهم الله و کلامهم فی ذم أهل الکلام مشهور.

ثم قال فی الآخر: فالسعید من تمسّک بما کان علیه السلف و اجتنب ماأحدثه الخلف،فإن لم یکن له منه بدّ، فلیکتف بقدر الحاجة و یجعل الاول المقصود بالأصالة. والله الموفق.(۱)

ترجمہ: اور جو کچھ عقائد وکلام کے مباحث کی تدوین کے سلسلہ میں کیا گیا،اس میں اس تدوین کے ہم نوا اور مخالف دونوں حد سے بڑھ گئے۔یہاں تک کہ پہلے[نصوص کے ظاہر پر رہنے کی وجہ سے]تشبیہ کے قریب پہنچ گئے اور دوسروں نے اس میں یہاں تک غلو کیا، کہ اصول دین سے منحرف ہو گئے۔اسی لئے سلف یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام شافعی جیسے اکابر سلف نے ان[بحثوں میں پڑنے سے]منع کیا ہے اور ان کے اقوال اہل کلام کی مذمت میں مشہور ہیں۔

پھر آخر میں کہا، پس بہتر وہ ہے جو اس پر قائم رہے جس پر اسلاف کرام تھے اور ان چیزوں سے بچے جو بعد والوں نے ایجاد کر لی ہیں،اور اگر اس سے پوری احتیاط ممکن نہ ہو تو اس میں سے بہت ضروری[اور حاجت کے مطابق]لینے پر اکتفا کرے اور پہلی قسم کو اصل اور مقصد سمجھے۔اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والے ہیں۔(ت:نور)

(۱)فتح الباری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ صفحہ ۲۵۳ ج ۱۳(مکتبہ دارالفیحاء،دمشق) [نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

اگرچہ مجیب کا یہ عقیدہ نہیں کہ معاذ اللہ ان امور کو بُرا کہا جائے، مگر یہ عبارت فقط دو بات کے واسطے لکھی ہے، کہ جب ایسے حضرات نے ایسے امور کا کہ، جو موجب وسبب تحصیل سنت ہیں، بسبب عدم وجود زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزمانہ خلفاء راشدین وصحابہ کرامؓ میں انکار کیا، تو جو امور کہ نہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ زمانہ صحابہ کرام میں اور سلف صالحین میں تھے، کیونکر بیجا اور لائق انکار نہ ہوں گے، اور ان کے کہنے والوں کو کیونکر برا نہ کہا جائے گا۔

اور دوسری بات یہ کہ، امام ابن حجر موصوف نے: فالسعید من تمسک الخ (کہا) تو معلوم ہوا کہ جو فعل زمانہ سلف صالحین میں نہ تھا، اس سے اجتناب ضروری ہے، پس امور محدثہ فی زمانا سے دور رہنا چاہئے اور برا سمجھنا چاہئے، اور جو سلف صالحین سے احادیث وغیرہ کا انکار ثابت ہوا، اس کو متمسک نہ کرنا چاہئے۔ یہاں تک جواب ہوا اعتراض سائل کا، جو در باب تدوین احادیث وغیرہ کے تھا۔

باقی رہی دلیل نہ سنت ہونے قیام کی، برائے تعظیم جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، وقت ذکر میلاد شریف، سو از روئے قواعد علم مناظرہ ہم کو اس کی دلیل بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے، اتنا ہی کہہ دینا، ہم کو کافی ہے کہ یہ فعل قیام، کہیں حدیث شریف یا فعل صحابہ یا سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں البتہ جو مدعی ہو، اس پر اپنی حجت اور متمسک بہ بیان کرنا لازم ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ کا نام پاک سن کر، کوئی قیام تعظیمی نہ کرے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر بھی گاہے قیام نہ ہو، اور اگر وعظ یا مجلس میں ذکر ولادت ہو، وہاں بھی قیام تعظیم نہ ہو، اور مجلس مولود میں بھی بہیئت کذائی، صد ہا بار نام پاک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذکور ہو، اس میں بھی قیام تعظیم نہ کیا جائے، مگر خاص مجلس مولود میں، ہر وقت ذکر ولادت قیام تعظیم واجب وسنت ہو، اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

اگر سائل قیام تعظیم ثابت بھی کرے گا، تو بروقت تشریف آوری جناب رسالت مآب ثابت کرے گا، نہ بروقت ذکر نام پاک وتذاکر احوال جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام، پس اس کا اثبات بذمہ سائل ہے، اور لاریب! یہ امر کسی حدیث صحیح، بلکہ حدیث ضعیف سے بھی ثابت نہیں۔ اگر سائل کا یہ عقیدہ ہے کہ وقت ذکر ولادت، بشرط انعقاد مجلس خاص وذکر بہیئت کذائی، روح پر فتوح جناب رسالت مآب تشریف لاتی ہے، تو سائل اپنے ایمان کی فکر کرے۔ فقط

حسنہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (عفی عنہ) (مجموعہ کلاں، قلمی ص ۸۶۔۸۹)

(۹۸۶) شب برأت میں حلوا وغیرہ پکانا تقسیم کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا؟

بروز شب برات حلوا و نان یا برنج با جغرات وغیرہ، پختن وتقسیم نمودن، در برادری، وثواب بارواح اموات رسانیدن، واز ضروریات دین شمردن، کہ ہر کس از امر او غربا بجا آرد، وسہ روزہ شب برات، از تاریخ سیزدہم لغایت پانزدہم، ودر ہر روزہ غسل کردن، از حدیث ثابت است یا نہ، ومذہب امام اعظمؒ دریں باب چیست، بینوا توجروا۔

الجواب: حلوا وغیرہ بہ نیت شعبان پختن و تقسیم نمودن، چنانچہ رسم است ثابت نیست، واصل معتد بہ ومعتقد علیہ ندارد، عوام کالانعام ایں را از لوازم دین می شمارند، واہل ہوا مواظبت ایں را ضروری مے انگارند، ایں خیال کاسِدْ است: **وهو أوهن من بيت العنكبوت**. در کتب احادیث وفقہ دیدہ نشد، بل انکار آں از علمائے کرام حنفی المذہب مسموع ومتیقن، چنانچہ مولانا مولوی قطب الدین خان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، رسالہ مسمّٰی بہ سراج القلوب دریں باب تصنیف فرمودہ اند۔

در ایصال ثواب باز واج اموات خلاف نیست، بہ نہجے کہ در شرع شریف حکم است، بجا آوردنش احسان بر اموات است، وتخصیصات وتعینات زایدہ علی النص قابل ترک واحتراز اند، وتخصیص عام ناجائز است، چنانچہ در کتب اصول مبرہن است، بالخصوص نزد امام اعظم تخصیصات مکروہ اند، چنانچہ ملا علی قاریؒ براں اشعار کردہ۔ مثلاً مصافحہ کہ سنت است، بعد نماز فجر وعصر خاص کردن، یا سجدہ شکر کہ جائز است بعد نماز، عادت کردن مکروہ است۔ چنانچہ در دُرمختار کہ کتابے معتبر در فقہ است وعلماء کرام عمل براں دارند، مرقوم است:

وسجدة الشكر مستحبة، به يفتى. لكنها تكره بعد الصلوة لأن الجهلة يعتقدونها سنة أو واجبة و كل مباح يؤدى إليه فمكروه.(۱)

یعنی سجدہ شکر مستحب است، وبریں قول فتویٰ، لیکن آں مکروہ است بعد نماز، زیرا کہ جہلا اعتقاد خواہند کرد، آں را سنت یا واجب، وہر امر کہ رساند، تا ایں حد پس آں مکروہ است۔

می گویم ہم چنیں است حال دیگر مباحات، مثل ایصال ثواب وغیرہ، پس بلا تخصیصات جائز والّا لا! وسید احمد طحطاوی شارح دُرمختار، در شرح قول فمکروہ می نویسند، قولہ:

فمكروه: الظاهر أنها التحريمة لأنه يدخل فى الدين مالیس منه(۲)

یعنی مراد از مکروہ مکروہ تحریمی است، زیرا کہ تخصیص وقت وغیرہ را شامل ست، وآں بلا حکم ناجائز است۔

واضح باد، کہ در حلوا مشابہت مے آید، از سر اد کہ ہنوداں برائے اموات خواسدمی کنند، بدیں معنی ترک آں ہم ضروری است، زیرا کہ مشابہت بکفار ناجائز است، واصرار بر عمل مندوب ومرتبہ مندوب، از مرتبہ اش کہ رخصت است، افزودہ، بمرتبہ سنت مؤکدہ رسانیدن ناجائز است۔ چنانچہ در طیبی شرح مشکوۃ وغیرہ مسطور است (۳) پس در ترک آں گناہے لازم نہ آید، واگر بر سبیل عموم کردہ باشند، مضایقہ ندارد، بلا تخصیصات۔

---

(۱) الدر المختار باب سجود التلاوت ج: ۱ ص: ۱۰۷ [عکس طبع مجتبائی ۱۳۳۴ھ] الدر علی هامش ردالمحتار باب سجود التلاوة صفحه ۵۲۴ ج: ۱ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۸۷ھ) [نور]

(۲) حاشیه الطحطاوی علی الدر المختار ص ۳۲۹ ج ۱، باب سجود التلاوة، [دار المعرفة للطباعة والنشر بیروت ۱۳۹۵ھ]

(۳) طیبی شرح مشکوة، کتاب الصلوة باب الدعاء فی التشهد، الفصل الاول تحت عنوان: الاصرار علی المندوب.. ضلاله رقم الحدیث ۹۴۶ ص ۳۷۴ جلد دوم [ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراچی: ۱۴۱۳ھ] (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

واتخاذ برنج وجغرات وحلوا، بحالت فقر وغریبی، کہ از فعل آں در دیگر ضروریات نقصان افتد، یا از قرض دام یا از قرض سودی کردہ شود، چونکہ دیگر کل مکروہات ومحرمات باو ملتصق می شود۔ حرام باشد۔ مثلاً قرض گرفتہ کردن، یا سودی قرض گرفتہ حلوا پختن حرام است، زیرا کہ سود حرام است۔

وسہ روزہ شب برات وارد نیست، یکروزہ وارد شدہ است، چنانچہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی است کہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها"(۱)

یعنی وقتیکہ آید شب پانزدہم از شعبان، پس قیام کنید در شب آں، وروزہ دارید در روز آں۔

اے بتاریخ پانزدہم شعبان، وبعض عوام کہ بتاریخ چہاردہم روزہ دارند، غلط فہمیدہ اند، وسہ روزہ را یعنی سیزدہم وچہاردہم وپانزدہم، را بہ شعبان علاقہ نیست، آں را روزہ ایام بیض می گویند، ودر ہر ماہ مسنون ومستحب است، وغسل را ہم بر آں قیاس باید کرد، سہ روزہ ثابت نیست، غسل از کجا ثابت گردد، وباید دانست کہ غسل، بروز جمعہ وعیدین وعرفہ، ووقت احرام مستحب است، و اگر کسے نکند ووضو بجا آرد کافی است، ہمچنیں است حال مر جمیع مندوبات را، در روزہ فرض ہم غسل مشروع نشد، در نفل چرا مندوب شود، فافہم۔

ومذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ ہمین ست کہ بیان کردہ شد، تمامی کتب فقہ بر آں شاہد است، وامام صاحب رحمۃ اللہ تخصیصات را مکروہ می گویند، چنانچہ بداں اشعار کردہ ام وعبارت دُرمختار نقل کردہ ام، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ فقط

حررہ العبد الضعیف الراجی رحمۃ ربہ الاحد الصمد، المحمد المدعو بہ سراج احمد عفی عنہ حنفی المیرٹھی، المقیم فی بلدۃ بلند شہر۔

الجواب صحیح رشید احمد عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ دیوبندی الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ محمود عفی عنہ الجواب صحیح، خلیل احمد عفی عنہ

ترجمہ: شب برات کے دن حلوا، روٹی چاول، وغیرہ پکانا، برادری میں تقسیم کرنا اور مُردوں کی روحوں کو اس کا ثواب پہنچانا اور [اس کو] دین کے [ایسے] ضروری کاموں میں سمجھنا کہ ہر شخص چاہے وہ امیروں میں سے ہو یا غریبوں میں سے، اس کو ضرور کرے، اور شب برأت تین دن، تیرہ سے پندرہ شعبان تک منانا اور ہر دن میں غسل کرنا حدیث سے ثابت

(۱) رواہ ابن ماجۃ عن علی رضی اللہ تعالی عنہ باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان. ولفظ الحدیث: فقوموا لیلها وصوموا نهارها، سنن ابن ماجۃ بحاشیۃ وتصحیح مولانا فخر الحسن گنگوہی ص: ۱۰۰ [مطبع فاروقی، دہلی بلاسنہ] نیز باب مذکور ص: ۳۹۹ جلد ثانی ت: شعیب الارنووط دار الرسالۃ العلمیۃ ۱۴۳۰ھ۔

ہے، یا نہیں، اور اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم کا کیا مسلک ہے، بیان کیجئے، اجر پائیے۔

الجواب: حلوا، شعبان کی نیت سے پکانا اور تقسیم کرنا، جیسا کہ رسم ہے، ثابت نہیں ہے، کوئی معتبر اصل اور لائق اعتبار ثبوت نہیں رکھتا۔ عوام اس کو دین کا ضروری حصہ خیال کرتے ہیں، اور خوابشات کے بندے اس کو ضروری مانتے ہیں، یہ براخیال ہے اور یہ مکڑی کے جالے سے بھی کمزور ہے، حدیث وفقہ کی کتابوں میں اس کو نہیں پایا گیا، بلکہ اس کا انکار حنفی مسلک کے علماء سے سنا گیا ہے، جو یقینی ہے، چنانچہ مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی نے رسالہ سراج القلوب اسی سلسلہ میں لکھا ہے:

مرحومین کو ایصال ثواب کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس طریقہ سے جس طرح کہ شریعت میں اس کا حکم ہے، اس کا بجالانا [اور اس پر عمل کرنا] مرحومین پر احسان ہے، مگر وہ چیزیں [جن کی شریعت میں اصل نہیں ہے اپنی طرف سے] خاص اور متعین کرلی گئی ہیں، چھوڑ دینے اور نظر انداز کرنے کے لائق ہیں۔ وہ چیز جو عام ہو، اس کو کسی مقصد کے لئے خاص کرلینا، جائز نہیں ہے، جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں، صاف صاف لکھا ہوا ہے، خصوصاً حضرت امام اعظم کے یہاں، ایسی چیزوں کا خاص کرلینا مکروہ ہے، جس کی ملا علی قاری نے اس طرح وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر مصافحہ سنت ہے، مگر فجر یا عصر کی نماز کے بعد کے لئے خاص کرنا، یا سجدہ شکر جو جائز ہے، نماز کے بعد اس کی عادت بنالینی مکروہ ہے، چنانچہ درمختار میں، جو فقہ کی معتبر کتاب ہے اور علمائے کرام اس پر عمل رکھتے ہیں، لکھا ہے:

اور سجدۂ شکر مستحب ہے، اسی پر فتوی دیا گیا ہے، لیکن نماز کے بعد مکروہ ہے، کیوں ناواقف لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ لیں گے اور ہر وہ مباح، جس کی سنت یا واجب سمجھ لیا جائے، اس پر عمل کرنا مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں، کہ دوسرے مباحات کا بھی یہی حال ہے، جیسے ایصال ثواب وغیرہ، پس یہ ایصال ثواب بلا کسی تخصیص [وتعین] کے جائز ہے، ورنہ نہیں۔

اور سید احمد طحطاوی، درمختار کے شارح، مصنف درمختار کے قول، **فمکروہ** کی شرح میں لکھتے ہیں:

فمکروہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے، وہ چیز دین میں داخل ہوجائے گی، جو دین میں موجود نہیں ہے۔

اور واضح ہو کہ [شب برأت کے] حلوہ میں، ہندوؤں کے طریقہ کی بو آتی ہے، جس کو وہ اپنے مردوں کے لئے کرتے ہیں، اس لئے بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے، کیوں کہ کافروں کی مشابہت ناجائز ہے اور مستحب عمل کو اس کے مرتبہ اور مقام سے جو صرف رخصت ہے، بڑھا کر سنت مؤکدہ کے مرتبہ تک پہنچا دینا، ناجائز ہے، جیسا کہ مشکوۃ کی شرح طیبی وغیرہ میں لکھا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

لہٰذا اس کے چھوڑنے میں کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا اور اگر اس کو یہ خیال کئے بغیر اور عام طریقہ کی خصوصیات کا اہتمام کے بغیر کرلیں، تو کچھ حرج نہیں ہے۔

چاول، سویوں، اور حلوے وغیرہ کا فقر وفاقہ اور غریبی کی حالت میں بنانا، کہ جس کے کرنے سے دوسری ضرورتوں میں خلل پڑے، یا قرض لیکر یا سود کے پیسے سے کیا جائے، کیوں کہ تمام مکروہ اور حرام، اس کے ساتھ مل گئے ہیں، یہ بھی حرام ہوگا کیوں کہ سود حرام ہے۔

شب برأت کے لئے [حدیث شریف اور دین کی معتبر کتابوں میں] تین دن کا ذکر نہیں ہے، ایک دن کا تذکرہ آیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب پندرہ شعبان آئے، تو اس کی رات میں عبادت کرو، اور اس کے دن میں روزہ رکھو۔

صرف پندرہ شعبان کی شب برأت ہے اور بعض عوام جو چودہ تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں، غلط سمجھے ہیں اور تین دن یعنی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کے روزہ کا شعبان سے، کچھ تعلق نہیں ہے، ان تین دنوں کے روزہ کو ایام بیض کہتے ہیں اور یہ روزے ہر مہینہ میں مسنون ومستحب ہیں، غسل کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ تین روزے جائز نہیں ہیں، غسل کہاں سے ثابت ہوگا، نہانا، جمعہ، عیدین، عرفہ میں اور احرام باندھنے کے وقت مستحب ہے، اگر کوئی نہ کرے، وضو کرلے کافی ہے، یہی حال ہے خاص کر تمام مستحبات کا۔ روزہ میں بھی غسل ثابت نہیں، نفل میں کس طرح مستحب ہوجائے گا۔ بس سمجھو!

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے، جو بیان کیا گیا، فقہ کی جملہ کتابیں اس کی گواہ ہیں، امام صاحب رحمہ کسی کام کو [بے موقع] خاص کرنے کو مکروہ کہتے ہیں، جیسا کہ میں نے وضاحت کی ہے اور درمختار کی عبارت نقل کی ہے۔

سراج احمد میرٹھی [ت:نور]

(۹۸۷) فاتحہ مروجہ بدعت وبے اصل ہے: **سوال:** فاتحہ مرسومہ یعنی کھانا روبرو رکھ کر، دونوں ہاتھ اُٹھا کر کچھ پڑھنا، بعدہ ثواب کسی کو بخشنا اور اس رسم کو لازم سمجھنا، کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہنچتا، اس کو عمل خیر کہتا ہے اور جو شخص اس رسم کو بدعت کہتا ہے، اس کو کہتا ہے کہ "وہ مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود" اور اُس کے اس کلام کا کیا حکم ہے؟ اور منبر پر بوقت وعظ کہتا ہے کہ فلاں وہابی ہے، فلاں نجدی ہے اور مسلمانوں نے اس سے کنارہ کیا، ان کو کہتا ہے کہ فلانا وہابی مسجد سے نکالا گیا، اس کلام کا کیا حکم ہے؟ اور قرون ثلاثہ میں اس فاتحہ مرسومہ کا معمول تھا، یا نہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

toobaa-elibrary.blogspot.com

اور کتاب تقویۃ الایمان تصنیف مولانا محمد اسماعیل صاحب کو بد کہتا ہے، اور اس کا رد لکھا ہے، مسلمانوں میں اس کے سبب سے نہایت اختلاف ہو گیا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: یہ کہ فاتحہ مرسومہ کو کھانا روبرو رکھ کر، دونوں ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھتے ہیں، بعدہ ثواب بخشتے ہیں، اس فاتحہ مرسومہ کی شرع میں کچھ اصل نہیں، یہ بدعت ہے، قرون ثلاثہ میں اس کا معمول نہ تھا۔ بلکہ مسنون یہ ہے، کہ اول کھانے کے بسم اللہ اور کھانے کے بعد، الحمد للہ رب العالمین کہے اور ثواب کسی کو بخشے۔

اور وہ جو اس فاتحہ کے مانعین کو کہتا ہے کہ، مر گئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود، یہ کلام اس کا نہایت سخت ہے اور اس کی جہالت کا نشان ہے، کہ بزرگان دین تک کہ قرون ثلاثہ میں تھے، یہ کلام اس کا پہنچتا ہے۔ معاذ اللہ عن ذلک اس شخص کو اپنے ایمان کا بھی خیال نہیں، جو منع کرنے والوں کو مردود کہے، وہ خود مردود ہے۔

اور منبر پر بیٹھ کر غیبت کرنا مردار خوری ہے، کسی کو وہابی کسی کو نجدی کہنا اور کنارہ کرنے والوں کو، کہتا ہے کہ فلاں شخص مسجد سے نکالا گیا، اور وہ شخص نہایت بد اور مفسد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ یعنی جہنم ہے واسطے ہر عیب گو طعنہ کرنے والے کے۔

واعظ کا کام مسلمانوں کو محبت سے سمجھانا اور تعلیم کرنا ہے، نہ یہ کہ واہیات بکنا۔ اس کے کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین سے محض جاہل ہے، اسی واسطے اپنے ایمان جانے کا اس کو خیال نہیں، ایسے شخص سے مسلمانوں کو کنارہ کرنا لازم ہے کہ اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔

اور کتاب تقویۃ الایمان، آیات اور احادیث سے مستند ہے، اس کی بے ادبی کرنا، آیات اور احادیث کی بے ادبی ہے، اور بے ادب آیات واحادیث کا ایمان سے بے نصیب ہے۔

خدا تعالیٰ اس کو اور تمام مسلمانوں کو راہ راست پر رکھے، آمین یارب العالمین! واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

خاکسار سید محمد عماد الدین قادری عفی عنہ

الجواب صحیح رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۸۳-۱۸۵-۱۸۶)

(۹۸۸) من سن سنة حسنة کا حکم خاص ہے، یا عام؟

سوال: من سن سنة حسنة فله مثل أجرها.(۱)

اس حدیث کا حکم عام ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو کون سی سنت ہے جو حضرت سے باقی رہی، کہ جس کے نکالنے

(۱) کنز العمال، الکتاب الخامس، الفصل، الترغیب الاحادی من الاکمال صفحہ ۷۹۰/ج ۱۵/ رقم الحدیث ۴۳۱۲۶ (موسسة الرسالة، الطبعة الخامسة ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء) (نور)

toobaa-elibrary.blogspot.com

کے واسطے یہ قاعدہ بیان فرمایا، اور اگر خاص ہے تو اس کا مخصوص لہ بتاؤ۔ اور جس صورت میں یہ حدیث مخصوص لہ ہے، تو پھر لفظ مَنْ کے کیا معنی (ہیں)۔

جواب: ہم پوچھتے ہیں کہ سنت حسنہ بمعنی عموم ہوگی، بایں معنی کہ جس کی اصل شریعت میں ثابت ہو، یا نہ ہو، یا خاص ہوگی بایں معنی، کہ اس کی اصل شریعت میں ثابت ہو، اول تو بدیہی البطلان ہے، ورنہ تناقض لازم آئیگا، اس حدیث مذکور:

من أحدث في أمرنا هذامالیس منه فهورد(۱)

اور حدیث: کل بدعة ضلالة (۲)

میں۔ کیونکہ معنی اول حدیث کے یہ ہیں، کہ جو پیدا کرے ہماری اس شریعت میں وہ شے، کہ نہیں ہے، اس سے، یعنی نہیں ہے اصل اس کی ثابت شریعت سے، پس وہ رد ہے۔

حدیث کے یہ معنی ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے اور معنی بدعت کے عالم یکن اصل له قبل في الشرع.

پس ان دونوں حدیثوں میں اس امر کے احداث پر، کہ جس کی اصل شرع شریف میں ثابت نہ ہو، برا فرمایا اور وعدہ فی النار کا کیا اور حدیث من سن سنة الخ علی تقدیر کون المعنی بالعموم اچھا فرمایا، اور مخترع کو وعدہ: فله مثل اجرها کا فرمایا: فلزم التناقض اور تقابل سنت حسنہ کا ساتھ سنت سیئہ کے صحیح نہ ہوگا۔ فظهر بطلانه وثبت الشق الثاني وهو كونه خاصاً.

پس معلوم ہوا کہ سنت حسنہ سے وہ سنت مراد ہے، کہ جس کی اصل شریعت سے ثابت ہو، پس اس صورت میں مصداق من سن سنة الخ مخترع اور مبتدع نہ ہوگا، بلکہ مزین اور رونق دہندہ اور مروج اور مظہر ہوگا، اور مخترع کی اصل شریعت میں نہ ہوگی۔ پھر اس سے دلیل پکڑنا اوپر جواز بدعت کے خلاف علم اور موافقت حماقت وجہالت ہے اور اس پر دلالت کر رہا ہے مورد نص۔ کیونکہ جس کی شان میں ورود نص ہذا کا ہے، وہ شخص نہ نکالنے والا اعطاء صدقہ کا تھا بلکہ اس وقت میں سب سے اول عامل اور موتمر بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا، اور اسی کے موافق تفسیر حدیث ہذا کی، صاحب مجمع نے کی ہے:

---

(۱) مشكوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول. ص: ۸۹. رقم الحديث: ۱۴۰. ت. رمضان بن احمدبن علي آل عوف. نيز. باب مذكور ص: ۲۷ [اصح المطابع دهلي: ۱۳۷۵ھ]

(۲) مشكوة باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني ص: ۳۰ [اصح المطابع دهلي: ۱۳۷۵ھ نيز ص: ۹۰ برقم الحديث: ۱۴۱. ت: رمضان بن احمد بن علي آل عوف [اصح المطابع ۱۳۷۵ھ]

toobaa-elibrary.blogspot.com

حیث قال من سن سنة حسنة ای أتی بطریقة مرضیة یقتدی بها.(۱)

اور جو معنی کہ سائل نے سمجھے اگر وہ ہوتے تو یوں ہوتا: ای اخترع طریقة، رضیة یقتدی بها.

پس ظاہر ہوا کہ حدیث مذکور کے یہ معنی نہیں، کہ جو شخص نکالے اپنی طرف سے طریقہ نیک: فلہ مثل أجرها الخ چنانچہ سائل نے سمجھا اور یہ سمجھ کر تمسک باختراع بدعت کیا، بلکہ یہ معنی ہیں کہ تم میں سے جو شخص رواج دے، اور جاری کرے رَوِش نیک: فله مثل اجرها الخ اب اس سے احتجاج حدوث بدعت نہیں ہوسکتا: کمالایخفی علی من له أدنی بصیرة فی العلوم.

الحاصل اگر سائل کو کتب حدیث وشروح حدیث واصول حدیث وفقہ وکتب فقہ پر عبور ہوتا، تو ایسے مہمل سوال نہ کرتا۔

شعر: تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب وہنرش نہفتہ باشد

ان سوالات سے علم ودقیقہ شناسی سائل واضح ہوگئی۔ جاننا چاہئے کہ بسبب اختصار کے ہر سوال کے جواب میں بہت ہی اختصار کیا گیا۔ اگر اور دلائل ہمارے اور جواب دلائل اپنے معلوم کرنا منظور ہو، تو تحریر قراطیس سے کیا ہوتا ہے، ایک بار تھوڑی دیر کو روبرو ہوجایئے، آئندہ اختیار ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حسنہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص: ۹۰۔۹۱)

.....

.....

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) مجمع بحار الانوار، تحت مادۃ ''سنن'' ص: ۱۳۱ جلد سوم [دائرہ معارف عثمانیہ، حیدرآباد: ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ]

ضمیمہ دوم

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے چند اور خود نوشت اور مطبوعہ نادر فتاویٰ

(۱) فتویٰ توریث سنی وشیعہ؟ (۲) بیع بالوفا کا ایک معاملہ؟

ہر دو بخط خاص حضرت مولانا قدس سرہ مع مہر

نیز چند فتاویٰ

مسئولہ، مولانا فتح الدین صاحب جالندھری

[شاگرد و خادم حضرت مولاناؒ]

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

عرض مرتب: زیر نظر مجموعہ فتاوی [باقیات فتاوی رشیدیہ] مرتب و مکمل ہو کر اشاعت و طباعت کے لئے تیار تھا کہ حضرت کا تشیع کے حوالہ سے ایک بہت اہم فتوی، جو حضرت کے قلم سے ہمارے ذخیرہ میں موجود تھا، مگر اپنے موقع پر شامل ہونے سے رہ گیا تھا سامنے آ گیا، یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ یہ فتوی تقریباً ۱۳۰۰ھ میں کاندھلہ ہی کے ایک شخص نے، جو عالم بھی تھے، حضرت مولانا سے دریافت کیا تھا، یہ فتوی راقم سطور کو پاکستان کے پہلے سفر [۱۹۸۵ء میں] ٹنڈو الہ یار، سندھ کی ایک مسجد میں، مغرب کی نماز کے بعد، ایک صاحب نے جو ۱۹۴۷ء سے پہلے کاندھلہ کے رہنے والے تھے مگر میں ان سے واقف نہیں تھا، مع چند اور اہم دستاویزی تحریرات کے عنایت فرمایا تھا۔ اس وقت بھی ان کا نام ذہن سے اتر رہا ہے، بہر حال ان کے دلی شکریہ کے ساتھ پیش ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء و احسن الیہ۔

اسی مرحلہ پر جب یہ کام مکمل ہو چکا تھا، مکرمی مولوی شبیر احمد خانصاحب میواتی [لاہور، پاکستان] کی عنایت سے، مولانا محمد انوری جالندھری، لائل پوری کی کمیاب تالیف: "مکتوبات بزرگاں" کا فوٹو اسٹیٹ موصول ہوا، جس میں منجملہ مکتوبات کے حضرت مولانا گنگوہی کے پانچ فتوے بھی درج ہیں۔ (۱) یہ تمام فتوے مولانا محمد انوری جالندھری کے والد مکرم مولانا فتح الدین صاحب جالندھری [وفات: ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء] کے سوالات کے جواب میں ہیں۔ مولانا فتح الدین صاحب حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے، حضرت مولانا سے بیعت تھے اور لمبے عرصے تک، حضرت مولانا کے خادم بھی رہے۔ مولانا خلیل اللہ ربانی لدھیانوی نے اپنی تالیف: "جند حریت" میں لکھا ہے:

"مولوی فتح الدین، موضع اوگی ضلع جالندھر [مشرقی پنجاب] کے رئیس زمیندار اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے تربیت یافتہ اور معتمد خاص تھے" (۲)

ایک موقعہ پر ہے کہ: "مولانا فتح الدین اوگی جالندھری [ف ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء] تلمیذ مولانا رشید احمد گنگوہی" (۳)

ایک جگہ اور تحریر ہے:

"مولانا فتح الدین نے ام المدارس کی طرز پر، ضلع جالندھر، فیصل آباد بھاول نگر اور سندھ کے بعض اضلاع میں چند مدارس قائم کئے تھے" (۴)

یہ تمام فتاوی یہاں شامل کئے جا رہے ہیں۔ آخر میں اس سلسلہ سوالات کا ایک ضروری خط یا اہم سوال از حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھوی اور اس کا جواب از حضرت مولانا گنگوہی بھی ملاحظہ ہو، اس خط اور جواب کا اس کی متعلقہ بحث مندرجہ میں شامل ہونا تھا مگر اصل موقع پر درج ہونے سے رہ گیا تھا، اس بحث کی تکمیل کے لئے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ (نور)

---

(۱) مکتوبات بزرگاں میں مولانا فتح الدین صاحب اور مولانا محمد انوری جالندھری، لائل پوری کے نام حضرت مولانا گنگوہی، مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا عبدالحی میرٹھی، اشرف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سید احمد فیض آبادی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رائے پوری، وجیہ الزماں، مولانا محمد صادق [رائے پور، وجران] اور مولانا عبدالرحمن میں، فریقہ تحریر سے خطوط شامل ہیں۔ یہ مجموعہ مکتوبات فتاوی چھیاسٹھ صفحات پر مشتمل ہے، ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۲ء میں چھپا تھا، مقام مطبوعات اور ناشر مطبع کا مذکور نہیں۔

(۲) جند حریت، ص ۵۵ سے ناشر ان مدرسہ امینیہ دہلی، تالیف مولانا خلیل اللہ ربانی، فیصل آباد، خیر پور میرس سندھ، پاکستان۔ ۱۹۷۸ء

(۳) ص ۱۰۶

(۴) چند حریت ص

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۸۹) کیا سنی شیعہ کے اور شیعہ سنی کے وارث ہو سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین. کہ زید مذہب اہل سنت والجماعت فوت ہوا، اور ایک بنت مذہب اہل سنت اور ایک عم عصبہ مذہب شیعہ وارث چھوڑی، تو صورت مذکورہ میں عم عصبہ وارث یا کل ترکہ بنت سنیہ کو پہنچے گا، غرض خلاصہ یہ ہے کہ اگر مورث اہل تسنن سے ہو اور وارث مذہب شیعہ یا اس کے بالعکس ہو، تو باہم وارث ہوں گے یا نہیں، اور کتاب شریفیہ شرح سراجیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت والجماعت اور روافض اور خوارج اور معتزلہ باہم وارث ہوں گے:

"قال بخلاف اهل الاهواء فانهم معترفون بالانبياء والكتب، ويختلفون في تأويل الكتاب والسنة، وذلك لايوجب اختلاف الملة(۱)

اور مولوی عبدالحیؒ صاحب اسی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں.

وتلويح الدفع انهم متفقون في الاصول، كالتوحيد والاقرار بنبوة النبي صلى الله عليه وسلم، فماختلفت لخلهم وان اختلفوا في الفروع.(۲)

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ اہل سنت والجماعت اور شیعہ وغیرہ باہم وارث ہوں گے، اور کتاب درمختار وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ، وارث نہ ہوں گے، کیونکہ سب شیخین کفر ہے اور جب [سب] شیخین کفر ہے، تو اہل سنت والجماعت اور شیعہ باہم [مختلف] ملت ہو گئے، اور جب ملت مختلف ہوئی تو باہم وارث بھی نہ ہوں گے، اسی واسطے عالمگیری میں ہے کہ اختلاف دین سے مراد اختلاف اسلام اور کفر کا ہے، تو جو مذہب مختار اور صحیح اور مفتی بہ در باب کفر یا عدم کفر روافض اور وارث اور عدم وارث ہونے کے ہو، مع روایات کتب فقہیہ معتبرہ ارقام فرمائیں، تا کہ دارین میں اجر عظیم پاویں۔ فقط

(۹۹۰) بیع بالوفا کی ایک صورت؟ سوال دیگر:

بیع بالوفا بدیں صورت کہ بائع کی طرف سے یہ اقرار ہو کہ، میں عرصہ دس سال تک نہ چھوڑوں گا اور بعد مرور دس سال کے، دس سال کے اندر مثلاً جب چاہوں گا، چھوڑ دوں گا۔ اگر نہ چھوڑوں تو اسی روپیہ میں بیع قطعی تصور کی جاوے، شرعاً درست ہے، یا نہیں، اور مشتری کو آمدنی اس کی حلال ہوگی، یا نہیں، اور اگر یہ اقرار نہ ہو بلکہ صرف یہ تحریر ہو کہ، عرصہ پندرہ یا بیس سال میں جب چاہوں گا، چھوڑ الوں، اگر نہ چھوڑاوں تو بیع قطعی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ فقط

الجواب: قدماء علماء نے بھی کفر شیعہ میں خلاف [اختلاف] کیا ہے، بعض اہل اہواء [و] فاسق لکھتے ہیں اور بعض کافر، اور متاخرین جو ان کے اصول وقواعد سے واقف ہوئے، تو فتویٰ کفر کا دیتے ہیں۔ بظاہر قدماء کو ان کے اصول پر واقفیت نہیں ہوئی، سو ہمارے ملک کے شیعہ حسب قواعد شریعہ کافر ہیں، باہم سنی شیعہ کے توارث نہ ہوگا، اور شریفی وغیرہ کتب میں جو

---

(۱) شریفیہ شرح سراجی۔ علامہ سید شریف جرجانی۔ ص ۱۵، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۸ھ۔

(۲) حاشیہ سراجی علامہ حضرت مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی۔ ص ۱۹، مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۲۶ھ۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

توارث لکھا ہے، تو بسبب ناواقفیت اصول شیعہ کے لکھا ہے، حق یہ ہے کہ اس وقت اور اس ملک کے شیعہ کافر اور توارث منقطع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ب: یہ صورت بیع بالوفاء محض رہن اور حرام اور سود خواری ہی کی وجہ سے حلال و درست نہیں، اس کے کرنے والے ربوٰ خوار ہیں اور شرعاً کوئی بیع نہ صحیح نہ فاسد اس میں منعقد ہوئی ہے، بلکہ خالص رہن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مہر (بدست خاص، علیحدہ ورق)

سوالات از مولانا فتح الدین صاحب جالندھری

کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اس مسئلہ میں: کہ رمختار، مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف، نور الہدایہ میں ترجمہ اردو اور شرح وقایہ میں لکھا ہے، اگر عورت زکوٰۃ اپنے خاوند کو دے دیوے تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے، آیا یہ مسئلہ مفتی بہ ہے، یا نہیں؟

(۹۹۱) (۲) ایک شخص مر گیا، متوفی کے وارث ایک دختر دو بیٹے اور زوجہ ہے کہ اولاد مذکر ہی وارث ہوتی ہے، مؤنث کو کچھ دیتے ہی نہیں، اگر اولاد مذکر ایسی جائداد جو شرعی حیثیت سے تقسیم نہیں کی، بلکہ اپنی بہنوں کو محروم کر دیا۔ اگر یہ اولاد مذکر اپنی جائداد کو ہبہ یا رہن کریں، تو شرعاً کیا حکم ہے۔ صحیح ہے یا نہیں؟ اور مشتری عند اللہ ماخوذ ہوگا، یا نہیں۔

(۹۹۲) (۳) شرعاً اگر متوفی نے جائداد سے، بہن یا والدہ کو حصہ نہیں دیا تو اولاد متوفی کو لازم ہے کہ ان کو حصہ دے دے؟

(۹۹۳) (۴) مشاع کا ہبہ، جب کہ اپنے شریک کو کرے جائز ہے، یا نہیں؟

(۹۹۴) (۵) عورت اگر عورتوں کی جماعت کرا دے، تو جہریہ نماز میں خفیہ پڑھے یا بلند؟

(۹۹۵) (۶) اگر صرف دو عورتیں ہوں، تو دوسری عورت امام عورت کے محاذی کھڑی ہو، یا پیچھے؟

(۹۹۶) (۷) مسافر کو جب کہ رمضان المبارک میں وہ روزے رکھتا ہے، تراویح معاف ہے، یا ضرور پڑھے؟

(۹۹۷) (۸) بیع اُدھار ثمن کا وعدہ کرنا کہ فلاں روز دوں گا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب: سوال اول: اس میں احوط مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔ کہ خاوند کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

(۲) اگر شے مشترک کو فروخت کرے تو صرف اسی کا حصہ فروخت ہوگا، دوسرے شریکوں کا حصہ ان کی اجازت سے جائز ہوگا، اور مشتری کو بیگانی شے کا خریدنا درست نہیں۔ اگر باقی شرکاء نے وقت بیع انکار کیا تھا، تو مشتری فسخ کر سکتا ہے۔

(۳) اس کی اولاد پر ضروری ہے کہ حصہ داروں کا حصہ الگ کرے، مالکوں کو دے دیں، فقط!

(۴) ہبہ مشاع کا درست نہیں، اگرچہ شریک کو ہو، لیکن شریک کے ہاتھ بیع کر کے ثمن ہبہ کر سکتا ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۵-۶) عورتوں کی نماز مکروہ ہے، لیکن اگر (جماعت کر) لیں امام وسط میں کھڑا ہو اور جہریہ نمازوں میں جہر کرے۔ فقط!

(۷) مسافر کو تراویح و دیگر سنن نہ پڑھنے کی رخصت ہے۔ فقط

کتبہ رشید احمد عفی عنہ

۲۴/شعبان سن نامعلوم

(اس کے لئے عین الہدایہ مولانا امیر علی کا، دیکھنا چاہئے) محمد عفا اللہ عنہ

[مکتوبات بزرگاں، مرتبہ مولانا محمد انوری ص ۳۰-۲۹ طبع اول، بدایہ]

مکتوبات بزرگاں میں اس فتوے کے تحت ۲۱ جون ۱۸۹۸ء تاریخ لکھی ہے جو صحیح نہیں، جنتری کی رو سے شعبان کی ان تین کے قریب میں بھی، جون سے مطابقت نہیں ہوتی، اس سے سن نکال دیے۔ نور]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، کارڈ پہنچا حال معلوم ہوا، جواب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص، جس کے صفات آپ نے مسئلہ میں لکھے ہیں، فاسق ہے، ایسے شخص کی تعظیم کرنا گناہ ہے، اور جو شخص ایسے شخص کی تعظیم کرے، وہ گنہگار ہے۔ فقط والسلام

۱۵/شوال ۱۳۱۷ھ

[مکتوبات بزرگاں ص: ۳۰]

.....

الجواب: قربانی کا گوشت کافر کو دینا اور بھٹی اور چمڑہ کو دینا درست ہے، اور اس کا چمڑہ فروخت کرکے مسکین کو دینا واجب ہے، اور تیل چٹائی دینا اس کا مسجد میں درست نہیں اور روئی کھلا دینا بھی درست نہیں، ہاں روئی اگر بازار سے خرید کر روئی کا مالک کر دیا، یہ درست ہے۔

یہ صورت جو سوال میں درج ہے، اس میں قربانی واجب نہیں، اگر چہار پائے حاجت سے زائد ہوں تو قربانی واجب ہوگی۔

ایسے مقام پر جمعہ ادا نہیں ہوتا، ظہر جماعت سے پڑھنا چاہئے، فقط والسلام

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۷، ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ [اپریل ۱۸۹۸ء]

[مکتوبات بزرگاں ص: ۳۱-۳۰]

.....

الجواب: صحت نماز جمعہ کے لئے ملک تامہ یا وقف ہونا، مسجد کا شرط نہیں ہے۔ پس یہ مواضع اگر چہ ملک مسلمانان نہیں ہیں، تب بھی اگر وہ جگہ شہر ہو تو وہاں جمعہ درست ہے، اگر گاؤں ہو تو جمعہ درست نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ شبہ میں اگر

اذن عام نہ ہو اور کسی جگہ خاص میں جماعت ادا کی جائے، جہاں ہر ایک نہ جا سکتا ہو تو نماز جمعہ درست نہیں۔ اگر شہر میں اذن عام ہو تو نماز جمعہ درست ہے۔ اگرچہ وہاں مسجد نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مظاہر علوم	عنایت الٰہی عفی عنہ مدرس دوئم	ثابت عفی عنہ مدرس سوئم	عبدالکریم عفی عنہ مدرس چہارم

الجواب صحیح

محمد احکم عفی عنہ، مدرس پنجم

[مکتوبات بزرگاں ص:۳۱]

متعلق فتوی سابقہ بعد سلام مسنون! عرض یہ کہ شہر اور گاؤں کی تعریف، الگ الگ تحریر فرمائیں؟ والسلام

اضعف العباد فتح الدین

الجواب: شہر اور گاؤں عرفی امر میں، اہل عرف اس کو پہچانتے ہیں، گاؤں اور قصبہ کا فرق سب بستی والوں کو معلوم ہوتا ہے، اگرچہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں چار پانچ ہزار کی بستی، جس میں ڈاک خانہ، شفاخانہ، وغیرہ بھی ہوتا ہے، قصبہ و شہر کہلاتے ہیں۔

مگر یہ دونوں امر بھی مدار مصریت نہیں، محلہ اور کوچہ اور بازار ہر طرح کے حوائج دستیاب ہونا، جیسے ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے، یہ علامت شہر ہیں، مگر ان پر مدار نہیں ہے، چونکہ وہ ایک امر عرفی ہے، اس لئے اس کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی گئی اور کثرت سے تعریفات اس کے کتب میں مذکور ہیں، کیوں کہ کسی نے کوئی علامت معرفت سمجھ کر بیان کی کسی نے کوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مکتوبات بزرگاں ۳۲-۳۱]

الجواب: ضاد، دال، ظاہر ہے حروف جداگانہ مختلف ہیں، ان کو ایک جاننا یا ایک طرح پڑھنا، باوجود قدرت کے درست نہیں ہے، اور جو شخص کہ اس کو ضاد کے اصلی مخرج سے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اگر بصورت دال پڑھا کرے گا تو اس کی نماز ہو جاوے گی، کیونکہ دال پر کوئی مستقل حروف نہیں ہے۔ پس جو شخص کہ بصورت دال پر ضاد ادا کرتا ہے، مگر وہ اصل مخرج سے بوجہ معذوری ادا نہیں کر سکتا، پس اس کی نماز ہو جائے گی، اور جو شخص جان بوجھ کر باوجود قدرت کے، ضاد کو دال محض یا ظا محض ادا کرے، نماز اس کی اکثروں کے نزدیک ہو جائے گی۔ فقط والسلام

بندہ رشید احمد عفی عنہ [مکتوبات بزرگاں ۳۲-۳۱]

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۹۹۸) نوم اور نسیان دونوں باختیار بندہ نہیں پھر دونوں میں فرق کیوں؟ سوال: یہ جواب فہم میں نہیں آیا، کیونکہ اس جواب کی بنا اس فرق پر ہے کہ "نسیان باختیار العبد نہیں تو مانع قدرت ہے اور نوم باختیار العبد ہے کہ اپنے اختیار سے سویا اور قدرت کو ضائع کیا، تو مانع قدرت حکمی نہیں" تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوم و نسیان ہر دو اختیاری نہیں، بلکہ نوم عدم اختیاریہ میں نسیان سے بڑھ کر ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص حزم کے ساتھ کسی مرکا تذکر رکھے تو ممکن ہے کہ نسیان طاری نہ ہو، بخلاف نوم کے کہ سنہ ضروریہ میں سے ہے، بس اوقات تیقظ قدرت وامکان سے خارج ہو جاتا ہے۔

اگرچہ صرف دوائی ہر دونوں کے اختیاری ہیں، لیکن ایسی حالت میں نوم سے دوائی بھی اختیاری ہونے سے نکل جاتے ہیں۔ اور حق جل وعلی شانہ نے، نوم کو بے اختیاری بمنزلہ موت ارشاد فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا (۱) اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر نائم کو، مثل ناسی کے فرمایا "من نام عن صلوة اونسيها فليصلها اذا ذكرها" صاحب ہدایہ نے بھی امام شافعی کی دلیل میں، نوم کا عذر نسیان سے زیادہ تسلیم کیا ہے "والعذر انما للعدم القصد" لیکن متنازعہ فیہ میں ابلغیت باعتبار شعور وعدم شعور کے ہوئی، نہ کہ زوال قدرت میں نوم نسیان سے ابلغ معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا بذل سعی، طلب ماء اور اصابة عدم الماء اور ظن عدم الحصول، تو بذل سعی اگر ناسی میں مفقود ہے، تو نائم میں بھی مفقود ہے، ترک سعی میں برابر سوا ہوئی، بلکہ بوجہ عدم شعور نائم کچھ زیادہ، اور اصابت عدم الماء باعتبار مقارہ جو متعلق مسند نائم کا ہے، پائی جاتی ہے اور اصابت عدم الماء باعتبار حل مسند جو متعلق مسند ناسی ہے، فہم میں نہیں آتی۔

کیونکہ رحل فی الحقیقة مسافر کے واسطے معدن اماء ہے، تو اصل میں وجود ماء ہے نہ عدم ماء، ناسی کے حق میں، جس ظن عدم الحصول اسی پر متفرع تھا، تو ناسی کے لیے ہر سہ امور مفقود اور نائم کے لیے اول مفقود اور ثانی وثالث موجود ہے، تو اس اعتبار سے بھی عذر نائم فوق ناسی ہوا، اور بعد تسلیم فرق مذکور جبکہ حقیقت قدرت زائل ہو کر، بمنزلہ میت اور جمادے ہو گیا، تو اس کو حسًا قادر کہنا ایک عجب بات ہے، مثلاً اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ پاؤں کاٹ کر معذور ہو جاوے یا کوئی شے حاکم سیر مرتبہ ہو جاوے کہ استعمال پانی کا اسکو مضر ہونے لگے، اگرچہ اس حالت میں باختیار خود قدرت زائل کی ہے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ شخص حکمًا قادر ہے اور اس کا تیمم منتقض ہو گیا، یا اس کو تیمم جائز نہیں، تو ایسے ہی نوم، گرچہ اس کا کسب باختیار رہتا ہم جب کہ وہ حقیقة معذور ہو چکا تو اب اس کو قادر کہنا، گویا اجتماع متنافیین کا قائل ہونا ہے۔ اور بلا ارادہ مشی کے، ہر سہ جوابات کہ نوم کا عذر من العبد ہونا یا امر ظنی لا یوقف علیہ ہونا، یا صورت نوم کا وقوع نادر ہونا، بخلاف نسیان کے خلاف ہدایہ کے ہیں اور دل خلش کو رفع نہیں کرتے۔ بہر کیف فہم میں نہیں آیا کسی قدر واضح تر ارشاد ہو، کہ فہم نارسا کی رسائی ہو۔

(مکتوب حضرت مولانا خلیل احمد بنام حضرت مولانا گنگوہی)

---

(۱) سورۂ زمر آیت ۴۲۔ ترجمہ: اللہ قبض کرتا ہے جانوں کو جب وقت ہوتا ہے مرنے کا، اور نفسوں کو جو نہیں مرے ہیں ان کی نیند میں۔ شیخ سندھ

جواب : اس نائم کے مسئلہ میں بندہ نے دعویٰ ترجیح اس روایت کا نہیں کیا تھا، مگر چونکہ آپ نے لکھا تھا کہ توجیہ علت انتقاض کرو کہ، کس بناء پر ہدایہ نے لکھا ہے کہ تو بندہ نے اس کی توجیہ کی تھی، اور آخر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ قوت وضعف روایت سے بحث نہیں، مگر تم مدعی ہو کہ اس کے خلاف کے دلائل پیش کرنے لگے، سو درست ہے، جب یہ روایت ضعیف اور مقابلہ اس کے قوی تو یہ وجوہ قوت دوسری روایت کے ہوویں گے، گو ناتمام ہوں، کلام یہ تھی کہ نسیان میں بعض وجوہ سے قوت مفہوم ہوتی ہے، گو بنظر دقیق مساوات نوم ہو جیسا فتح وغیرہ لکھتے ہیں، تو غرض فرق ظاہری بیان کرنا تھا نہ نظر دقیق کی طرح، اس طرح کہ ناسی یقظان ہے اور مخاطب بطلب آب اس نے طلب میں جس قدر ہو سکا سعی کی، اور نسیان اس کا مرفوع الحکم ہوا۔

اور یہ خدشہ کہ اس کو طلب ماء میں ڈیرہ کا بھی دیکھنا واجب تھا، کہ وہاں پانی ہوتا ہے عادۃً لازماً تو اس نے کوتاہی فی الطلب کی، چاہئے کہ تیمم درست نہ ہو، اس کو دفع کیا تھا کہ اصل میں پانی کا عادۃً لازماً ہونا حضر میں بلاد میں ہے، نہ صحرا و سفر میں، کہ وہاں اصل عدم ہے، اور یہ امر ظاہر ہے، انکار اس کا خواہ مخواہ کلام ہے، پس کوتاہی اس سے طلب میں نہیں ہوئی اور نائم اگرچہ مخاطب ہے مگر اس سے سعی نہیں ہوئی، کیونکہ وہ عاجز ہے سعی کی ضد میں مبتلا سو معذور نہ ہوا، اور نوم کو مثل اختیار کے کہا تھا نہ اختیاری، سو یہ فرق ہے۔ اور اس فرق کے آثار ایک فرع میں ظاہر بھی ہیں اگرچہ وہاں دوسری وجہ بھی ہو، کہ صوم میں نسیان سے کھانا ناقض صوم نہیں اور نوم میں کھانا مفسد ہے، سو یہ وجہ فرق کی تھی اگرچہ اس کو مقابل روایت والے رفع کر دیویں، تو بس آپ کو اس قدر کنج وکاؤ کر کے دلیل فرق اٹھانے کی حاجت نہیں، گو آپ کے دلائل مساوات کے بھی ضعیف ہوں، نسیان کی نوم سے مساوات حدیث میں اور وجہ سے ہے کہ ہر دو مخاطب ہیں اور قوت ونسیان کی دلیل مذکور میں، بوجہ دیگر ہے علی ہذا توفی روح نائم کی من امر اللہ تعالیٰ ہونا اور وجہ ہے کہ سب اشیاء باذن اللہ موجود ہوتی ہیں اور قوت عذر نسیان بایں وجہ کہ وہ سعی کر رہا ہے، جو اس کو حکم تھا اس کا لحاظ کیا خلاف نائم کے کہ وہ عاطل ہے "والساکت لاینسب الیہ شیٔ" علی ھذا ابلغیتہ عذر نائم ہے مگر پھر بھی یہ ہے کہ جب دوسری روایت قوی تسلیم کی گئی ان سب دلائل کو توڑ کر قوی روایت کے دلائل قوی کہے جائیں گے۔ بہر حال ترجیح ظاہری بیان کرنا تھا نہ حقیقی سو، آپ کی فہم میں کیوں نہ آیا اور کیوں اس کے رفع میں ہمت لگائی، فقط زیادہ بحث بے سود ہے، لہٰذا اسی قدر لکھ دیا ہے گو اس کی بھی حاجت نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[مندرجہ تذکرۃ الرشید ص: ۱۵۴-۱۵۳، جلد اول]

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ واھل بیتہ وأصحابہ اجمعین

toobaa-elibrary.blogspot.com

جامع ومرتب باقیات فتاویٰ رشیدیہ

نورالحسن راشد کاندھلوی

کی چند تصانیف، ترجمے اور مرتبہ کتابیں

(۱) تذکرہ استاذ الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی، حضرت مولانا، برصغیر کے بہت سے بڑے عالم، علماء، اہل درس وافادہ اصحاب اور مصنفین واہل قلم کے استاد اور مربی تھے مگر اب تک حضرت مولانا کے مفصل احوال تو کہاں، مولانا پر کوئی چھوٹی کتاب بھی مرتب نہیں ہوئی تھی، یہ کتاب اس بڑی کمی کو پوری کرتی ہے۔ اس میں حضرت مولانا کے استادوں، تعلیم، ملازمت، دہلی کالج کی پچیس سال تعلیم وترقی کی روداد حضرت مولانا کے جلیل القدر شاگردوں، تصانیف اور دینی ملی واصلاحی خدمات کا مستند ومفصل تذکرہ ہے، جس کو بڑے بڑے اہل علم اور ارباب دانش نے اعلیٰ درجہ کی نہایت عمدہ تصنیف قرار دیا ہے۔

کتابت طباعت جلد نہایت عمدہ سو چھتیس صفحات۔ قیمت صرف تین سو/300 روپے

(۲) تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی، حضرت مولانا، حضرت شاہ محمد اسحاق کے اہم شاگرد، مدرسہ مظاہر علوم کے روح رواں، بڑی عالمانہ کتابوں احیاء علوم الدین امام غزالی، مجمع البحر علامہ محمد طاہر پٹنی وغیرہ کی مصحح اور حاشیہ نگار حضرت مولانا کی دینی علمی خدمات، اور تلامذہ کا جس میں حضرت مولانا محمد قاسم بھی شامل ہیں، مفصل احوال، لائق مطالعہ کتاب ہے۔ تقریباً دوسو صفحات کارڈ بورڈ کی جلد، اوسط کتابت وطباعت قیمت پچہتر /75 روپے

(۳) قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، احوال وآثار وباقیات ومتعلقات ... حضرت مولانا کے احوال وکمالات وخدمات پر ایسی معلومات کا مجموعہ اور گنجینہ جو سی اور کتاب میں دستیاب نہیں۔ برصغیر کے ممتاز ترین اور اہل نظر نے اس کتاب کو اس موضوع کا نادر تحفہ قرار دیا ہے۔ عمدہ کتابت طباعت، جلد، صفحات پونے آٹھ سو۔ قیمت ساڑھے تین سو/350 روپے

(۴) تذکرہ خاتم مثنوی مولانا روم، حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی حضرت مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز کے ممتاز بلکہ لائق فخر شاگرد، شاہ رفیع الدین کے ہم سبق اور بیسوں اکابرین علماء اور محدثین کے استاد ومربی، سو سے زائد کتابوں کے مصنف، حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ، بڑے مصلح، فقیہ، شاعر اور ہمہ جہت شخصیت اور کاندھلہ کے تمام علماء کے بزرگ اور منبع علوم وفنون تھے، حضرت مفتی صاحب کے احوال، وخدمات، تصانیف اور شاگردوں کا اجمالی تذکرہ۔

عمدہ کمپوزنگ عمدہ کاغذ اور طباعت، صفحات چھیاسی۔ قیمت۔ ساٹھ /60 روپے

(۵) تقویۃ الایمان اور شاہ محمد اسماعیل شہید کے خلاف برپا شورش، تاریخ وحقیقت کے آئینہ میں، تقویۃ الایمان اردو کی دینی پہلو سے سب سے زیادہ مفید، لائق اعتماد مؤثر انگر نہایت مظلوم کتاب ہے، اس پر دین وسنت کے داناد شمنوں نے

toobaa-elibrary.blogspot.com

طرح طرح کے شبہات واعتراضات کئے ہیں مگر واقعہ ہے کہ اس کا دامن ان الزامات سے بالکل صاف ہے۔اس موضوع پر پہلی مرتبہ تاریخ کی روشنی میں، ناقابل تردید چشم کشا حقائق یک جا کئے گئے ہیں، اور تاریخ کے حوالہ سے ایسی مستند گفتگو کی گئی ہے جو اب تک نہیں ہوئی تھی، سنت وبدعت، اہل حق اور اصحاب بدعت کے مسائل .....سے واقفیت اور دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نہایت قابل قدر تحفہ اور ایک دستاویز ہے۔عمدہ طباعت بڑا سائز دوسو سے زائد صفحات، قیمت صرف سو روپے۔

ہماری چند اور مطبوعات

فضیلت قرآن ترجمہ اردو، فضل القرآن

تالیف: حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی اردو ترجمہ وحواشی: نورالحسن راشد کاندھلوی

صفحات اکسٹھ (۶۱) عمدہ کمپوزنگ وطباعت، خوش رنگ سرورق۔ قیمت صرف: چالیس/40 روپے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارمِ اخلاق

تالیف: حضرت امام محمد غزالی اردو ترجمہ: مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی تخریج روایات: نورالحسن راشد کاندھلوی

چوالیس (۴۴) صفحات، خوبصورت سرورق، عمدہ کمپوزنگ اور طباعت، قیمت صرف: تیس/30 روپے

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ اردو خلاصۃ السیر: علامہ محب الدین طبری ترجمہ: مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ تکمیل ترجمہ: مولانا اظہار الحسن کاندھلوی

اسمائے بدریینؓ

تالیف: حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی تعلیق وحواشی: نورالحسن راشد کاندھلوی

چون (۵۴) صفحات عمدہ کتابت نفیس کاغذ بہترین طباعت دلکش سرورق، قیمت صرف پینتالیس/45 روپے

رسائل اصول حدیث (عربی، فارسی)

تالیف: حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی تمہید اور ترجمہ: نورالحسن راشد کاندھلوی

العرف الوردی فی اخبار المھدی

تالیف: علامہ جلال الدین، محمد بن عبدالرحمٰن السیوطیؒ تمہید اور تعارف: نورالحسن راشد کاندھلوی

بڑا سائز، ۴۸ صفحات، عمدہ دورنگی طباعت نفیس کاغذ دلکش ٹائٹل۔ قیمت صرف بہتر روپے /75

آٹھ دس کتابیں منتظر اشاعت اور متعدد زیر تکمیل ہیں۔

Mufti Ilahi bakhsh academe Kandhla

Distt. Muzaffar Nagar 247775 (U.P) India Mb:09358667219

toobaa-elibrary.blogspot.com

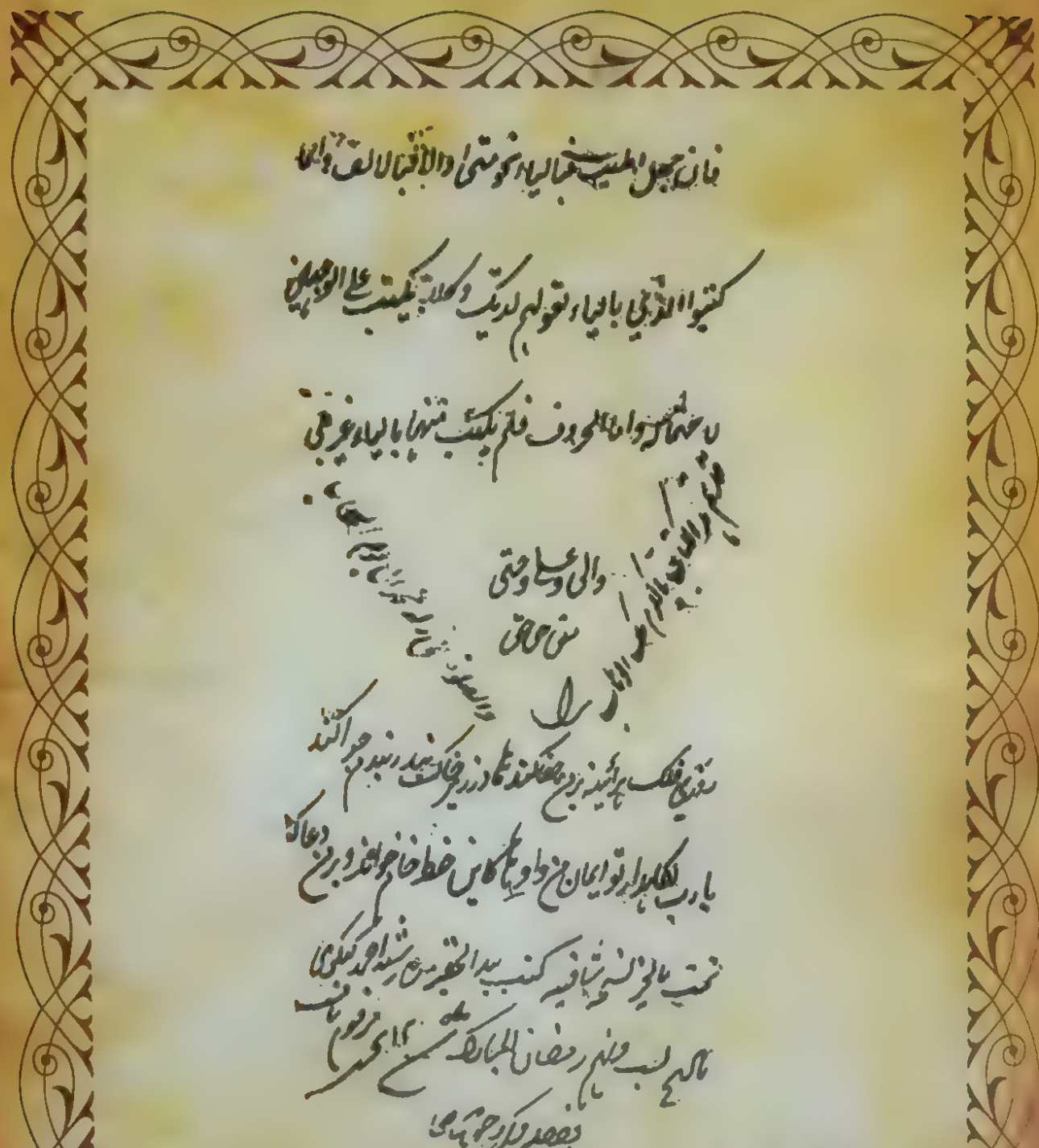

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی سب سے پہلی دستیاب یادگار تحریر، شافیہ ابن حاجب، در علم صرف، جس کو حضرت مولانا نے اپنے زمانہ طالب علمی میں، تیرہ سال کی عمر میں، رمضان المبارک ۱۲۵۷ھ (نومبر ۱۸۴۱ء) میں نقل کیا تھا۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

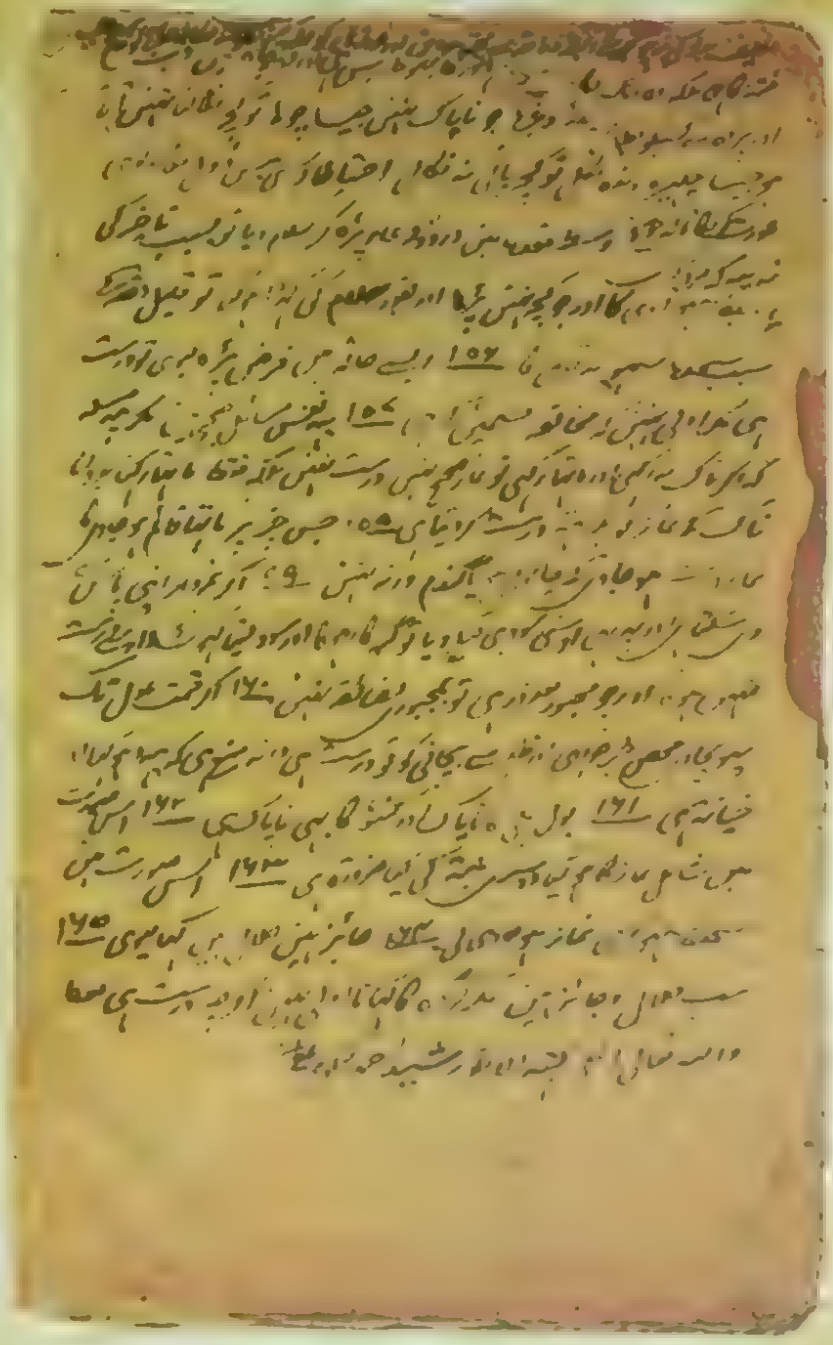

حضرت مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے مجموعی فتاوی ذخیرہ آبجہ پیلی کاپی کا آخری ورق

toobaa-elibrary.blogspot.com

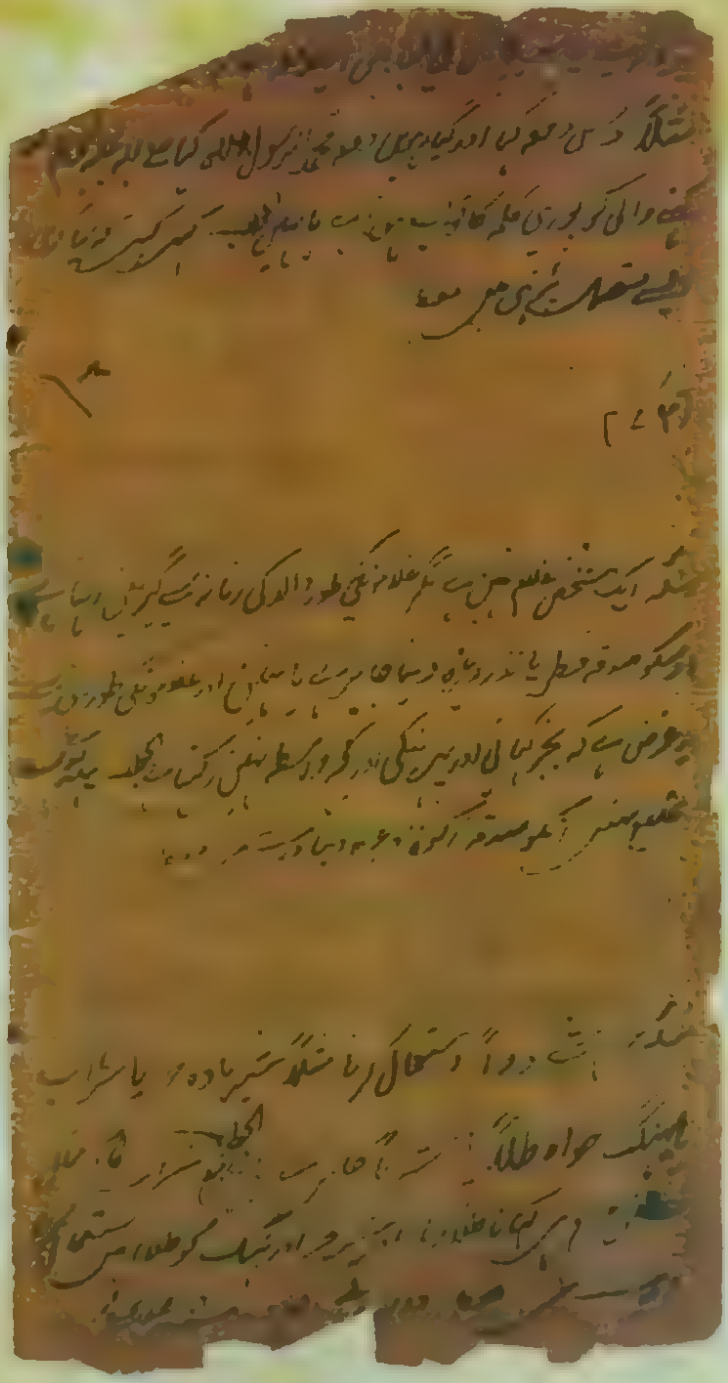

حضرت مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے مجموعی فتاویٰ ذخیرۂ آبھہ، دوسری کاپی کا آخری ورق

toobaa-elibrary.blogspot.com

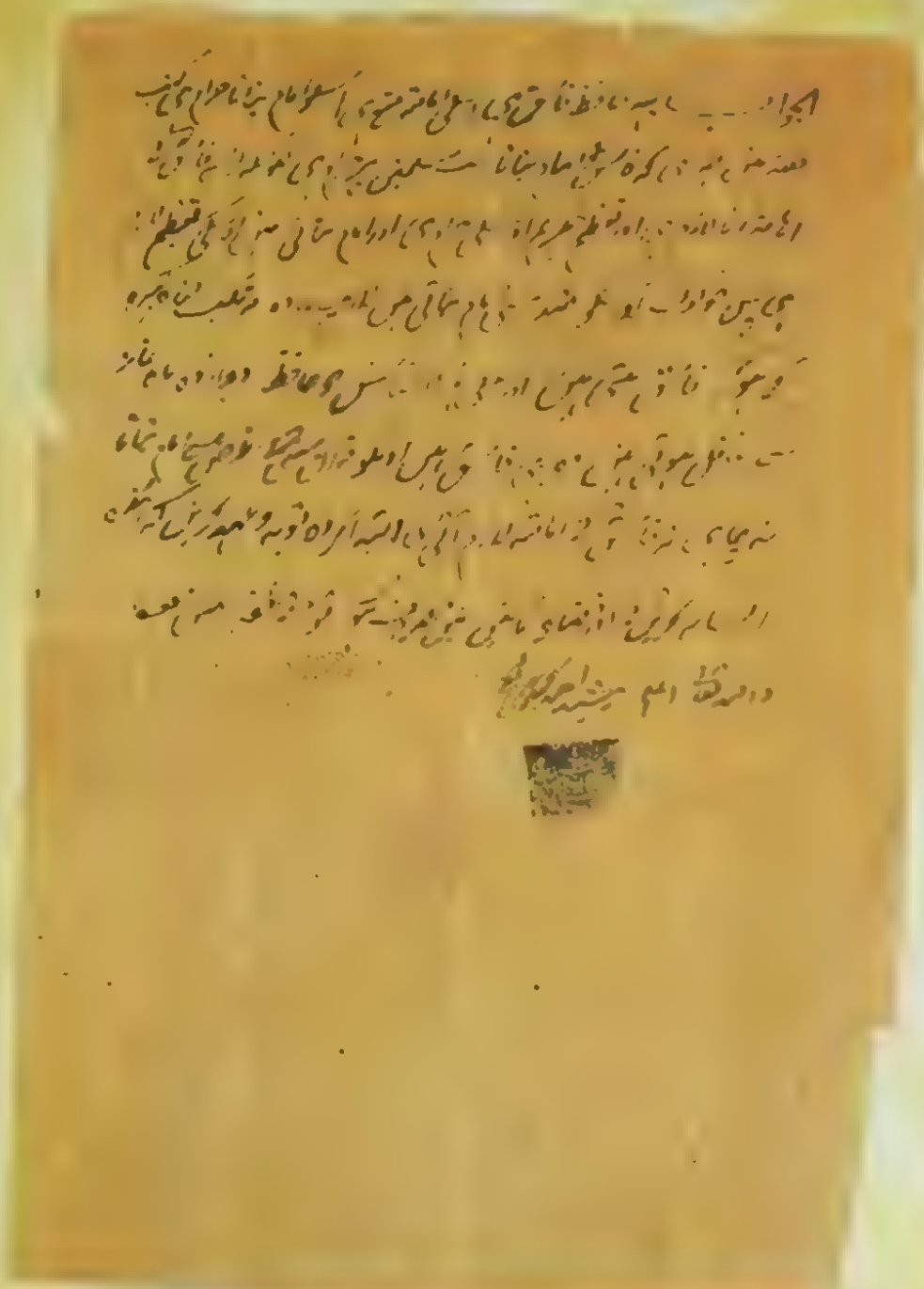

حضرت مولانا کا بدست خود لکھا ہوا ایک فتویٰ، جس پر حضرت مولانا کی مہر بھی ثبت ہے۔ (ذاتی نسخہ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

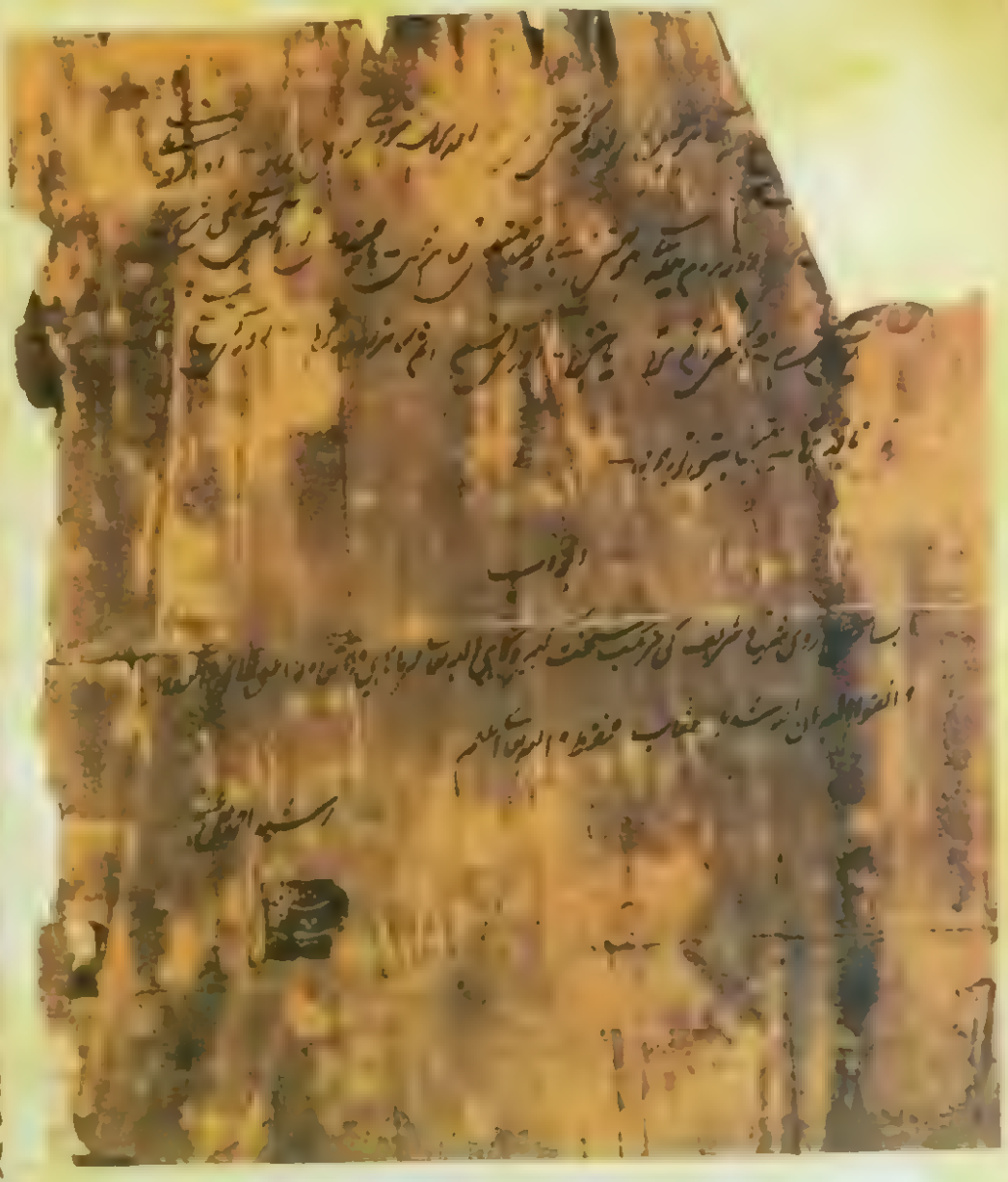

حضرت مولانا کا ایک فتویٰ. جو حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔

اور اس پر حضرت مولانا گنگوہی مہر ثبت ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرورق فتاویٰ رشیدیہ طبع اول، حصہ اول

برلاس پریس مراد آباد: ۱۳۲۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرورق فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول، طبع دوم) شمس المطابع، مراد آباد: ۱۳۲۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

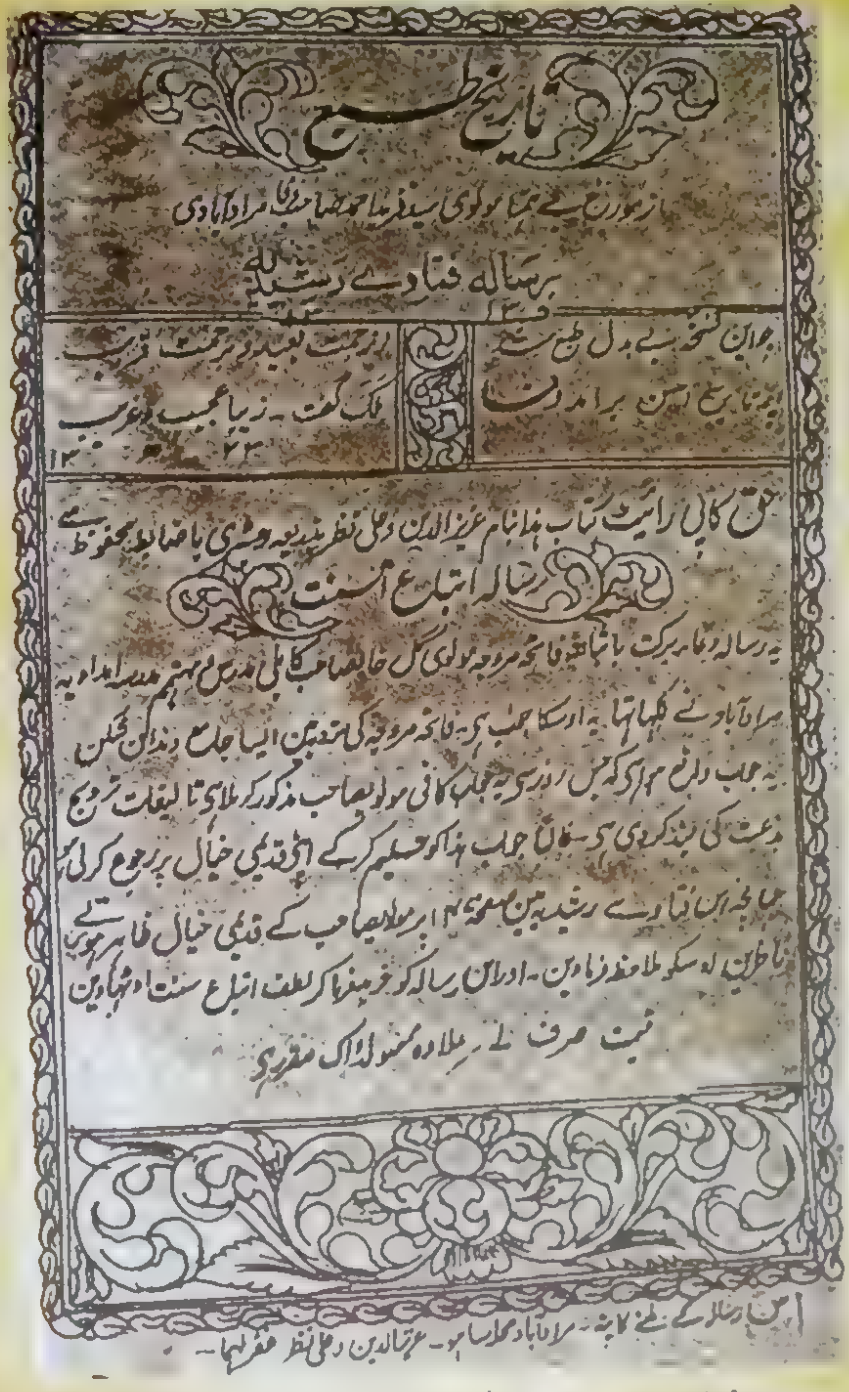

تاریخ طبع

از مورخ بے ہمتا مولوی سید ذبیا احمد صاحب مرادآبادی

برسالہ فتاوے رشیدیہ

جو این نسخہ بے بدل طبع شد
پئے تاریخ این برآمد ندا

از رحمت بعید و ز رحمت قریب
ملک گفت ۔ زیا عجیب و غریب
۱۳۲۳

حق کاپی رائیٹ کتاب ہذا بنام عزیز الدین دہلی بنظر ہدایہ ورثی باضابطہ محفوظ ہے

رسالہ اتباع سنت

یہ رسالہ زمانہ برکت باشاعۃ فاتحہ مروجہ مولوی گل خان صاحب کاپی مدرس مہتمم مدرسہ امدادیہ مرادآباد نے لکھا تھا ۔ یہ اوسکا جواب ہے ۔ فاتحہ مروجہ کی تائید میں ایسا جامع و مدلل مکمل یہ جواب دلنشیں ہوا کہ جس سے یہ جواب کافی مولوی صاحب مذکور کو ملا ہے تالیفات ترویج بدعت کی بند کردی ہے ۔ فلہٰذا جواب ہذا کو تسلیم کرکے اپنے قدیمی خیال پر رجوع کرلی ہے چنانچہ ان فتاوے رشیدیہ میں صفحہ ۱۴ پر مولوی صاحب کے قدیمی خیال ظاہر ہوتے ناظرین لہ سکو ملاحظہ فرماوین ۔ اور اس رسالہ کو خریدکر لطف اتباع سنت اوٹھاوین

قیمت صرف ۱ ۔ علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے

این رسالہ کے ملنے کا پتہ ۔ مرادآباد محلہ ساہو ۔ عزیز الدین دہلی نظر مقرر ہا ۔

آخری صفحہ فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول طبع اول) برلاس پریس، مرادآباد: ۱۳۲۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

سرورق فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول طبع دوم) شمس المطابع، مراد آباد: ۱۳۲۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتاوی رشیدیہ (مطبوعہ دہلی۔ باہتمام مؤلف) (بلاسنہ طباعت)

toobaa-elibrary.blogspot.com

فتاویٰ رشیدیہ (مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند) باہتمام مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند: ۱۳۲۳ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

الحمد للہ والمنۃ کہ ذخیرۂ حسنات و مجموعۂ برکات یعنی کتب سنہ

فتاوی رشیدیہ

حصہ اول

من افادات طیبات عالم اجل فاضل اکمل مخزن اسرار شریعت

معدن منہج طریقت، حضرت مولٰنا المولوی الحافظ الحاج

رشید احمد گنگوہی

۱۳۴۸ھ

حسب فرمایش

مالکان کتب خانہ رحیمیہ سنہری مسجد دہلی

مطبع رحمی پریس بہ اہتمام رحمن بخش صاحب مالک مطبع ہذا

فتاوی رشیدیہ

(مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی: ۱۳۴۸ھ)

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com